

ایمان

تقریباً
علامہ سید القادری
رحمۃ اللہ علیہ

150203

فقیر عبد الرشید قسری



رَوْضُ الرِّيحَيْنِ

امام عبداللہ بن اسعد یافعی رحمۃ اللہ علیہ
۶۶۸ھ / ۱۲۶۸ھ

بزمِ اولیاءِ رضی اللہ عنہم

ترجمہ :- علامہ بدیع القادری مدظلہ العالی (بالینڈ)

رِضَاكَ وَالْأَشْأَعْتُ لَاهُونَ

نام کتاب ————— روش الریاضین

تصنيف _____ امام عبد الله بن احمد بن حنبل رحمه الله تعالى

ترجمہ _____ علامہ بدر القادری مالینڈ

ناشر ————— رضا دار الاشاعت لاہور

قیمت _____ ۱۵۰/- روپے

ملنے کا پتہ

شہید الدین بی. اردو بازار لاہور

فونٹ : ۷۲۴۰۰۴

فون : ۷۰۰۶۴۷۷۷
مکتبہ قادریہ داتا دربار مارکیٹ (نزد ستا ہوٹل) لاہور

اضواء اسلام علیہ

RAZA DAR-UL-ASHAAT

25 Nashtar Road, Lahore Pakistan. Ph: 7650440

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

مضامین بزم اولیاء

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۹۰	اثبات کرامات اولیاء	۱۸	تقدیم و تعارف
۹۱	کتاب اللہ اور اثبات کرامت	۳۶	عرض بدر
۹۲	احادیث اور اثبات کرامت	۴۱	سوانح مصنف (امام نبی رضی اللہ عنہ)
۹۵	کرامات صحابہ کرم ہونے کی وجہ	۴۸	خطبہ الکتاب
۱۰۱	حکایات الصالحین	۵۲	فضائل ولیاء و فقراء قرآن میں
۱۰۱	خشیت ربانی	۵۶	فضائل ولیاء و فقراء احادیث مجید میں
۱۰۳	تارک دنیا	۶۲	کچھ اور احادیث کرمیہ
۱۰۴	دہ جہنم امن محبوب چھپا لیتا ہے	۶۲	فضائل ولیاء و فقراء آثار سلف میں
۱۰۵	تحفہ ابدال	۸۱	حق گوئی و بے باکی
۱۰۵	غیر خدا سے پناہ	۸۳	حضرت شیبان کا علم
۱۰۶	غیبی معالج	۸۴	امتحان و اعتراف
۱۰۶	شب زندہ داروں کے لئے	۸۵	برکت صحبت
۱۰۷	نورانی راتیں	۸۵	شان علم
۱۰۸	خوابِ رُبا	۸۶	علم باطنی کیسے ملے؟
۱۰۸	شکستہ مراحمی	۸۶	نگاہِ صوفی
۱۰۹	تم نے خرید کر مجھے انمول کر دیا	۸۷	تعب صوفی عرش الہی پر
۱۱۲	جلوہ جنت	۸۸	غلام کے غلام
۱۱۲	نومسلم عارف	۸۹	علم لدنی

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۱۴۹	حضرت شبان مصاب رضی اللہ عنہ	۱۱۴	نمونہ قدرت
۱۵۱	دختر زہرا رولہانہ رضی اللہ عنہا	۱۱۷	جنت کی برج
۱۵۲	سیدہ ریحانہ کوفیہ رضی اللہ عنہا	۱۱۹	نالہ رعیش شکن
۱۵۵	اجرو طلب سے بے نیاز	۱۲۳	صالح شہزادہ
۱۵۶	عالم ارواح کا تعارف	۱۳۰	بہلول دانا اور ہارون رشید
۱۵۷	طواف رب البیت	۱۳۱	حضرت سعدون اور ہارون رشید
۱۵۸	گوشہ نشینی	۱۳۲	حضرت سعدون اور دعائے باران
۱۶۰	گناہوں کا معالج	۱۳۲	جنون عشق
۱۶۱	نستہ روحانی	۱۳۳	جیسے آگ لگی ہو دل میں
۱۶۲	اہل عزیمت	۱۳۵	بچے از مردانِ غیب
۱۶۳	اولیاء اللہ کا شہر	۱۳۶	ایک متحیر نوجوان
۱۶۶	دو دھادہ اور شہدینے والی بکری	۱۳۷	رفیق جنت
۱۶۷	دوبابو اور فرزند زندہ نکلا	۱۳۸	اہل ناز و نیاز کی راتیں
۱۶۹	دو مضطرب رو میں	۱۳۹	کشتہ خنجر تسلیم
۱۷۱	تیری نسل پاک میں ہے بحیرہ نور کا	۱۴۰	کوہ لکام کا عارف
۱۷۲	شیخ ابو عبید خواص رضی اللہ عنہ	۱۴۲	عشق حقیقی کی صداقت
۱۷۵	فیزح عشق	۱۴۳	خدائے روح
۱۷۸	چوں عشق شود زندہ	۱۴۵	ناز و نیاز عشق
۱۷۹ چاہت کی قسم	۱۴۶	اہل جذب اور حکیمانہ کلام
۱۸۰	عالم پیری اور کثرت ریاضت	۱۴۶	مقام محبوبیت
۱۸۱	آں را کہ خبر شد	۱۴۷	تو کبھی جدا نہیں ہے
۱۸۲	مکمن عارف	۱۴۸	لباس قرب

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۲۱۳	گرۃ شکر	۱۸۶	جن صحابہ کا مسکن
۲۱۶	پاس عہد	۱۸۸	اور بوہو پونچ گئی
۲۱۷	مردانِ غیب	۱۹۰	اولیاء اللہ کا مرکز
۲۱۸	مدد کو آگئے جب بھی پکارا یا رسول اللہ	۱۹۱	پچھ کے صدقے چھ لاکھ مقبول
۲۱۹	صبر کا بھل	۱۹۲	وہی جانتا ہے اس در تک جسے
۲۲۰	خواجہ خضر علیہ السلام	۱۹۲	مولا بلاتا ہے
۲۲۰	سرکار کی میزبانی	۱۹۳	زمزم کی لذتیں
۲۲۱	تصوف کیا ہے؟	۱۹۵	کعبہ رومانیوں کا مرکز
۲۲۲	یادہ حجاج کا رتبہ	۱۹۸	امام زین العابدین رضی اللہ عنہ
۲۲۲	تخت کے ایصالِ ثواب کی غفلت	۲۰۱	امام باقر رضی اللہ عنہ
۲۲۳	اللہ جن کی قسم پوری فرماتا ہے	۲۰۲	امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ
۲۲۴	بندگی کیا ہے، کچھ نہ ہونا ہے	۲۰۴	امام جعفر رضی اللہ عنہ اور خلیفہ منصور
۲۲۵	چار خصائل درویشی	۲۰۷	جوانِ صالح
۲۲۶	کیف روحانی	۲۰۹	نگاہ کشف
۲۲۷	مشوکلوں کا رزق	۲۰۹	تو نے جیب سے لیا اور میں نے
۲۲۸	عجب ہے تری شانِ حاجت وائی	۲۰۹	غیب سے
۲۲۸	وصفِ محبت	۲۰۸	مقصود ترا جلوہ ہے
۲۲۹	اسرارِ روحانی	۲۰۹	صبر و توکل
۲۳۱	وسیلہ رزق	۲۱۰	آبِ نیل سے زیادہ شیریں
۲۳۲	موسم سے بے نیاز	۲۱۲	دولتِ بغین
۲۳۳	اللہ کے مستور بندے	۲۱۲	رب کھلاتا ہے
۲۳۴	کار مرداں	۲۱۳	تلفیقِ مہبت
		۲۱۳	طی ارض

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۲۶۹	احسان کے بدلے احسانِ عظیم	۲۳۵	جج ٹیکس
۲۷۰	طیب روحانی	۲۳۶	مصاحبت جج کی شرطیں
۲۷۱	صدق توکل	۲۳۷	دنیا اولیاء اللہ کی خادیمہ
۲۷۳	حضرات ابدال	۲۳۸	اولیاء اللہ کا علم
۲۷۳	مردان بے نفس	۲۳۸	نام خدا کی غیرت
۲۷۴	خدا رسیدہ غلام	۲۳۹	محبت مال باعث ذلت
۲۷۴	عبد عارف کی آزادی اور جہنم سے	۲۴۰	شیخ خواص در راہب
۲۷۴	ربانی	۲۴۱	نگاہ باطن
۲۷۷	اللہ تعالیٰ سے تعلق کا سبق	۲۴۲	جس کا نیکہ خدا پر ہوتا ہے
۲۷۷	بے غبار دل والے	۲۴۳	جس سر میں ترا سودا وہ سرگراں
۲۷۸	کتوں سے سبق آموزی	۲۴۳	نہیں ہے
۲۷۹	سیدنا تابعین خواجہ اویس قرنی	۲۴۴	غلام حق آگاہ
۲۷۹	رضی اللہ عنہ	۲۴۶	عارف کنیز
۲۸۸	نگاہ کشف	۲۵۰	قرآن کی تائید
۲۸۹	شان درویش	۲۵۳	حق آشنا تھے
۲۹۱	ترک ماسوا اللہ	۲۶۰	سورۃ الشمس کی برکت
۲۹۲	حضرت ابراہیم بن ادہم اور ترک	۲۶۲	دنیا بدل گئی
۲۹۴	بادشاہی	۲۶۳	اہل مراقبہ
۲۹۴	دنیا بندگان حق کی باندی	۲۶۴	حقیقی انسان
۲۹۵	حضرت مالک بن دینار کی توبہ کا سبب	۲۶۵	ظن کی شکستگی
۲۹۹	بد عملی قبر کا سانپ	۲۶۶	خدا سے تعلق والے
۲۹۹	قبلہ سے منحرف موحیدین	۲۶۶	نگاہ صدیقی
		۲۶۸	منظر بنور اللہ

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۳۱۹	موتو تو قبل اَنْ موتو تو	۳۰۰	برتن میں جو ہودہ ٹپکے
۳۲۰	قابل رشک زندگی	۳۰۱	جیسا جینا ویسا مرنا
۳۲۰	تول میں کمی کا وبال	۳۰۲	ایصالِ ثواب کا فائدہ
۳۲۱	امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ عالم	۳۰۳	اولادِ صالح ذریعہ ثواب
۳۲۱	برزخ میں	۳۰۴	ایصالِ ثواب
۳۲۳	ماں کی خدمت کا صلہ	۳۰۶	ایمان بھرا دل
۳۲۳	عظمتِ بشر رضی اللہ عنہ	۳۰۷	مقاماتِ قبر
۳۲۴	مرتبہ عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ	۳۰۹	قبر میں تخت اور نہرِ جاری
۳۲۴	شانِ سفیان رضی اللہ عنہ	۳۰۹	شہید تیغِ قرآن
۳۲۵	جنازہ پر نزولِ ملائکہ	۳۱۰	امام یافعی کی والدہ ماجدہ
۳۲۵	سیدہ رابعہ عدویہ رضی اللہ عنہا	۳۱۱	اہلِ قبر کے لئے سفارش
۳۲۶	سیدہ رابعہ ثامیہ رضی اللہ عنہا	۳۱۲	قبر سے نکل کر بیعت لی
۳۲۸	سیدہ شعوائہ رضی اللہ عنہا	۳۱۲	اہلِ قبر سے بات چیت
۳۲۹	سیدہ عمرہ رضی اللہ عنہا	۳۱۲	بیٹا باپ کی قبر پر
۳۲۹	سیدہ جوہرہ رضی اللہ عنہا	۳۱۳	در ویش مر کے زندہ
۳۳۰	فقیرِ خصلت شہزادی	۳۱۳	ادلیا مر مرتے نہیں زندہ ہیں
۳۳۱	شکمِ سیری کا وبال	۳۱۵	سمندری مقبرہ
۳۳۲	ابدال	۳۱۵	غیبی روشنی
۳۳۳	جسے اللہ عزت دے	۳۱۵	قائم بحق
۳۳۴	کھارا پانی شیریں ہو گیا	۳۱۶	جوں مرگ آید بسمِ برب دست
۳۳۵	وضو کے لئے غیب سے پانی	۳۱۷	مشتاقِ روح
۳۳۶	قصرِ ادلیار	۳۱۸	اہلِ قرب

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۳۴۳	اللہ کے خاص بندے	۳۳۸	بیک وقت دو جگہ موجود
۳۴۴	اللہ کی دعوت	۳۳۸	واعظ حق نما
۳۴۵	حق گوئی و بے باکی	۳۴۰	حسرت و شوق
۳۴۷	گدڑی میں نعل	۳۴۰	نالہ عشق
۳۴۷	درویش کا کشف	۳۴۱	غذائے روح
۳۴۸	اہل جنت کی آنکھ	۳۴۲	اصل کام
۳۴۹	ذکر اللہ سے غافل مچھلیاں	۳۴۲	دعائے منصور کا اثر
۳۴۹	ظاہری اور باطنی اطاعت	۳۴۴	عظمت ذکر
۳۵۰	کسین اولیاء اللہ	۳۴۵	موت ناصح ہے
۳۵۲	اے مرے دل کے دوست	۳۴۶	یہی ناصح
۳۵۴	ایک شرابی پر اللہ کا کرم	۳۴۷	لا الہ الا اللہ کی برکت
۳۵۵	دلی اللہ کے صدقے	۳۴۸	شہر لا فانی
۳۵۶	توقیر بسم اللہ کی برکت	۳۴۹	ناصح فاتح
۳۵۶	دروازہ حکمت	۳۵۰	تین صالح بھائی
۳۵۷	حضرت بشر عافی کی توبہ	۳۵۲	دنیا کی حقیقت
۳۵۷	توقیر اطاعت	۳۵۴	حصول مقصد کی دھن
۳۵۸	احترام ولی کا ثمرہ	۳۵۶	گوشہ نشیں عابد
۳۵۹	کار یا کہاں را قیاس از خود مگیر	۳۵۸	کام کا وقت
۳۸۰	ریاضت میں تدریج کا لحاظ	۳۵۹	نشان عارف
۳۸۱	پایا لمحوں میں منصب بدال	۳۶۰	دیکھنا اور لحاظ رکھنا
۳۸۲	خود خدا جس کا باطن سنوارے	۳۶۱	تو ہی میرے دل کا حبیب ہے تو
۳۸۴	پہلے خود کو نصیحت	۳۶۲	یہی میرے غم کا طبیب ہے
			لکڑیاں سونا بن گئیں

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۲۰۲	حیرت انگیز سبب	۳۸۵	لوگوں کی تباہی کے ذمہ دار
۲۰۳	اہلِ رضا	۳۸۶	خدا رس درویش
۲۰۳	اونٹ کا گوشت	۳۸۷	محرمانِ اسرار
۲۰۴	یا قوت کا پیالہ اور چاندی کی مسواک	۳۸۹	صلاحیت بھی تو پیدا کر اے دلِ نادا
۲۰۵	ترک توکل کا وبال	۳۹۱	ایک راہب
۲۰۶	اندھی چڑیا سے عبرت	۳۹۱	عشق نے خاک کر دیا عقل کی کائنات کو
۲۰۷	درس توکل	۳۹۲	مگر یہ اشتیاق
۲۰۷	ڈاکو نیک بن گئے	۳۹۳	اندازِ اطاعت
۲۰۸	دیناروں کی بارش	۳۹۴	گناہوں سے پاک اعمالِ نامہ
۲۰۹	دعاے والدین کی کرامت	۳۹۵	خلوت نشین
۲۱۱	جن کو حق سے قرار ملتا ہے	۳۹۵	کانٹوں کے پیر میں کھجور
۲۱۲	انقطاع اور یکسوئی	۳۹۶	بہول کے درخت سے کھجور
۲۱۴	شیر نے بات مان لی	۳۹۶	رمانۃ العابدین
۲۱۴	شیر کی روٹیاں	۳۹۷	مخالفتِ نفس کا ثمرہ
۲۱۵	شیر کی گوشمالی	۳۹۷	ریت کا ستو
۲۱۶	شیر پہانتا ہے عارف کو	۳۹۸	پانی کا چشمہ اور شیشے کا پیالہ
۲۱۶	اصلاحِ باطن	۳۹۸	کنکریاں میرا بن گئیں
۲۱۷	پرندے اور حق آگاہی	۳۹۹	کنکری سونا بن گئی
۲۱۸	پرندے کی بشارت	۳۹۹	جواہرات کا جنگل
۲۱۸	وجد و کیف	۴۰۰	غیرتِ فقر
۲۲۰	تابِ ضبط	۴۰۰	حضرت حبیبِ عجمی رضی اللہ عنہ کی مزدوری
۲۲۱	سماع	۴۰۱	روزی رسالِ خدا ہے
۲۲۲	ہوا میں رقص		

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۴۴۳	عالم اسباب	۴۲۳	وجد و مستی الہی
۴۴۴	سمندر کے طوفان سے جس نے بچایا	۴۲۴	حضرت شبلی رضی اللہ عنہ کا وجد
۴۴۵	غیبی مدد	۴۲۴	شیخ نوری رضی اللہ عنہ کا حال
۴۴۷	آمَنُ تَجِیْتُ الْمَضْطَرَّ كَمَا مَوَّلَ	۴۲۵	وجد و حالِ مبتِ مسلّمہ کے خواص {
۴۴۹	قیمتِ عفت		اولیاء کا حصہ
۴۵۰	موتی کے چار ٹکڑے	۴۲۶	نااہل مجلس بدر
۴۵۲	ہر قید سے نجات کا ذریعہ	۴۲۶	آسمان با صوفیاں ہم محور قص
۴۵۳	دعاے ملائکہ	۴۳۰	شیخ ذوالنون مصری اور وجد و حال
۴۵۶	پاجت روار رسول	۴۳۱	جلالتِ کیف
۴۵۸	سیخ شاذلی کی پانچ خلیفیں	۴۳۱	انکشافِ راز
۴۵۸	نومیرا ہو جا	۴۳۳	عالی مرتبت ابویزید
۴۶۰	توفیق ذکر اللہ کی یاد فرمائی کا شرف ہے	۴۳۴	قوت کشف
۴۶۰	اونٹ نے کلام کیا	۴۳۵	بحرِ آشام
۴۶۰	درخت نے بات کی	۴۳۵	بے ادبی کا وبال
۴۶۱	ترباقِ مجرب	۴۳۶	بدظنی کی سزا
۴۶۱	بٹیریاں کٹ گئیں	۴۳۷	ٹوٹے دانت جڑ گئے
۴۶۲	ظالم سے نجات	۴۳۷	خود و غائب
۴۶۴	دعاے بارِ ایں	۴۳۸	گم شدہ بیل کا سراغ
۴۶۵	خاص راستہ	۴۳۸	گم شدہ دستاویز مل گئی
۴۶۵	تازہ مچل	۴۳۹	حضرت شبلی اور غسل
۴۶۶	ستون، سونے جاندی کا	۴۴۰	نہرس از آہِ مظلوماں
۴۶۶	نخست از خود حرکت میں	۴۴۱	مظلوم صیاد کی بد دعا

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۴۸۷	توکل علی اللہ	۴۶۱	جبل منیٰ بنے لگا
۴۸۸	عباد الرحمن	۴۶۷	مہر نازند
۴۸۸	درس توکل	۴۶۷	بیت البیت
۴۸۹	تحریر توکل	۴۶۷	شیر سوار
۴۹۰	نماز دہرائی	۴۶۸	شیر کی پشت پر لکڑیاں
۴۹۰	مقام سری رضی اللہ عنہ	۴۶۸	نذر فقرا
۴۹۳	راضی برضا عابد	۴۶۹	روحانی انگریز
۴۹۴	پانچ نعمتیں	۴۷۰	شراب خالص گھی میں تبدیل ہو گئی
۴۹۴	اخلاص دما	۴۷۱	موت وقت تہنیت
۴۹۵	عیب پوش خلق	۴۷۱	سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کا مستقر
۴۹۵	کمن صوفیہ	۴۷۲	حب دنیا
۴۹۶	مجاہدہ خاتون	۴۷۳	دنیا کی حقیقت
۴۹۷	اہل عشق و وفا	۴۷۶	غیب سے روزی
۴۹۸	سرشار محبت	۴۷۷	ایک صدقہ کی برکت
۴۹۹	احساس بندگی	۴۷۹	ایک کے عوض دس
۵۰۰	حضرت ابو حازم رضی اللہ عنہ اور سلیمان بن عبد الملک	۴۷۹	صدقہ نے بیٹے کی حفاظت کی
۵۰۱	حضرت ابو حازم کی نماز	۴۸۰	سعی اور محاسبہ کا بدلہ
۵۰۱	حق آگاہ ضعیفہ	۴۸۱	صدقہ ماشورہ
۵۰۳	شراب محبت اور نور معرفت	۴۸۲	حبیب عجی اور ان کی شان تصدق
۵۰۴	لطافت قرآن	۴۸۳	شان رزاقی
۵۰۵	حکمت الہیہ	۴۸۵	بہشت کی ضمانت
۵۰۷	صاحب کشف نوجوان	۴۸۶	روٹی اور کباب

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۵۳۲	مناجات شبلی	۵۰۸	رابطہ روحانی
۵۳۳	موت کی وادیاں	۵۰۹	روحانی دستک
۵۳۴	فقیر صابر	۵۰۹	آخرت کی تیاری
۵۳۵	سارے بیٹنگن سونے کے بن گئے	۵۱۰	اولیاء اللہ کی شان
۵۳۶	سیدنا عمر بن عبدالعزیز اور ترک دنیا	۵۱۱	اختائے کرامت
۵۳۷	چار کام	۵۱۱	حضرت ابو عبد اللہ صمدی اور رضی اللہ عنہ
۵۳۷	حضرت فضیل بن عیاض کی خلوت		
۵۳۹	جن کی نیت کا محافظ ہو خدا	۵۱۵	ایک نظر میں دل زندہ
۵۳۹	دجال نفس	۵۱۶	خوف خدا کا شتر
۵۴۰	محبوبان حق اور مخالفت نفس	۵۱۷	پاکیزہ محبت
۵۴۱	خواب میں حلقہ ریشمی دیئے گئے	۵۱۹	نہر سے آواز آئی
۵۴۲	اپنا یہ کفن واپس لے	۵۲۰	توبہ کی راہ
۵۴۳	شان ستاری تری	۵۲۱	کلام ربانی کی تاثیر
۵۴۴	اسم اعظم	۵۲۳	صحرا کے نمازی
۵۴۴	خدا سناش کینز	۵۲۴	اپاہج پور صحت یاب ہو گیا
۵۴۵	دنیا سے دور	۵۲۵	بے گناہ برخ
۵۴۶	خفِ قلوب	۵۲۶	سچی توبہ کی برکت
۵۴۷	روشن ضمیر	۵۲۸	نہن دعا کرنے والے
۵۴۸	امن کا گھر	۵۲۸	صالح حکمران کی برکت
۵۴۹	ایک نظر کا وبال	۵۲۹	سیخ عمری اور ہارون رشید
۵۵۰	رابعہ مددِ رضی اللہ عنہا اور تجارت	۵۳۰	دولتِ دنیا
۵۵۱	وجہ فوقیت	۵۳۱	پرمیزگاری کا عملی درس

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۵۷۹	حقیقی توکل	۵۵۱	خدا دیکھ رہا ہے
۵۸۰	خدا کے سپرد	۵۵۲	نیکی میں لگے رہو
۵۸۲		۵۵۳	اولیاء اللہ کی موجودگی میں موت
۵۸۲	مسلمانوں کی خیر خواہی میں	۵۵۵	کم گوئی
۵۸۳	مددگار رسول صلی اللہ علیہ وسلم	۵۵۶	آگ کا طوق
	عارف باللہ حضرت ابراہیم کرمانی	۵۵۷	ہرنی نے پردہ رش کی
۵۸۵	رضی اللہ عنہ	۵۵۹	صدق التجار
		۵۵۹	الہیت
۵۹۱	مومن کے سات قلعے	۵۶۰	مریض عشق
۵۹۶	سرکار کے زائر کا رضوان نگہیاں	۵۶۱	جس کا خدا ہو پاساں
۵۹۶	سلاطین روحانی	۵۶۳	غیبی نعمتیں
۶۰۰	شفاعت اولیاء	۵۶۵	دو سجدہ روحیں
۶۰۱	غیبی رزق	۵۶۹	فقر اور قوت تحمل
۶۰۱	غوث کی سواری	۵۷۱	فیض روحانی
۶۰۲	فرشتوں سے ملاقات	۵۷۲	حیرت پر حیرت
۶۰۲	بیت المعمور کی زیارت کے دن	۵۷۳	جسم لطیف دالے
۶۰۳	سانپ کی طبابت	۵۷۳	مشرق کے اہل روحانیت
۶۰۴	صحبت ابدال	۵۷۴	حضرت خضر علیہ السلام کا سلام
	رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور عباد	۵۷۴	مرد غیب
۶۰۶	روحانی	۵۷۵	ارادت اور دنیا طلبی
۶۰۷	مشکی بزرگ	۵۷۷	اہل توکل
۶۰۹	برزخی منظر	۵۷۸	بندۂ عباد الرحمن

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۶۳۲	معلم عرفاں	۶۱۰	روحانی بوٹ
۶۳۳	معرفت کی بائیں	۶۱۰	قدرت کے نظارے
۶۳۵	مرشد کامل اور تعمیر انسانیت	۶۱۲	بیت المقدس کی ولیہ
۶۳۷	کشفی قوت	۶۱۳	غیبی معاوضہ
۶۳۸	علم لدنی سے جواب	۶۱۴	ولی کا ہمشکل فرشتہ
۶۳۹	السَّابِقُونَ الْأَوَّلُونَ	۶۱۵	حضرت الیاسؑ بخضر علیہما السلام
۶۳۹	موت کے خائف	۶۱۶	مسلم اور نصرانی متوکلمین
۶۴۰	شارح رحماں	۶۱۷	جس کی جوتی اتنی حسین ہے
۶۴۰	مجلس ذکر کی برکت	۶۱۷	شہد کی لاش کا جواب
۶۴۱	پتھر کی بات چیت	۶۱۸	آخری کی نعمت دنیا میں
۶۴۱	غیبی سنگہ	۶۱۹	مشروبِ حنّت
۶۴۲	امتحان ارادت	۶۲۰	کلہ طیبہ لکھا پھل
۶۴۴	شیخ علی کردی رضی اللہ عنہ	۶۲۱	یوحنا حقیقہ کا لکھا ہوا
۶۴۸	حرام فرش	۶۲۲	قبول اسلام کا سبب
۶۴۹	ولی را ولی می شناسد	۶۲۴	مرغی بازار میں اونٹ کی فروخت
۶۵۰	ہر لیسہ اور گمی	۶۲۶	سیر عارفان
۶۵۱	کھجور وہاں ہے	۶۲۶	پتھر سے چشمہ جاری
۶۵۲	طیر و سیر	۶۲۷	حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کی
۶۵۲	جب تک یہ سلامت ہے	۶۲۸	کرامت
۶۵۳	عبد وہ	۶۲۹	حبشی عارف
۶۵۴	قالب سمٹ گیا	۶۳۰	خلوت با خدا
۶۵۵	شیخ سفیان یمنی رضی اللہ عنہ	۶۳۱	سونے کی اینٹ سونے کا آسمان
			اللہ کا ماشق

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۶۸۴	شیخ ابویزید قرطبی رضی اللہ عنہ	۶۵۷	اپنی حفاظت اٹھالی
۶۸۷	شیخ رفاعی رضی اللہ عنہ کاشف	۶۵۸	انکار کا دباں
۶۸۸	عارف حق ابوالحسن شاذلی رضی اللہ عنہ نے فرمایا	۶۵۸	سلطان گر
۶۹۰	لیلۃ القدر سے فرار	۶۵۹	عجائب
۶۹۱	اٹھائیسویں شب کی جنگ	۶۶۰	بچی خود چلتی رہی
۶۹۲	حجۃ الاسلام امام غزالی رضی اللہ عنہ	۶۶۲	مصر کی مصیبت ملی
۶۹۴	نورانی نوشتہ	۶۶۳	تصرف شیخ
۶۹۶	بہشت کا بیعنامہ	۶۶۴	سادہ ورق
۶۹۹	اک نگاہ اہل دل	۶۶۷	خزینہ سلیمان علیہ السلام کی سیر
۷۰۰	شک مکن در عز و شان اولیاء	۶۶۹	شیخ یعقوب مغربی
۷۰۳	خدا کے لئے ریاضت	۶۷۱	نور کی رستی
۷۰۴	حور سے منگنی کے عوض	۶۷۲	سلم برقط
۷۰۷	خدمت شاہی کے لائق	۶۷۲	فتح دمیاط
۷۰۸	چار قسم کے پینے والے	۶۷۳	شبہ ناطق
۷۱۰	اللہ کی پیاری	۶۷۴	جانور مانوس
۷۱۲	کسین نامحہ	۶۷۵	رجعت اور کمال
۷۱۴	شہزادی کا فقر	۶۷۵	ظہور کرامات
۷۱۷	حضرت ابراہیم بن ادہم رضی اللہ عنہ	۶۷۶	بے ادبی کی سزا
۷۲۰	یکے ابتدائی حالات	۶۷۷	بے توفیقی
۷۲۳	شیخ خراسانی اور دروہاب	۶۷۸	بحر دہر پولی کا تصرف
	نماز کی اہمیت	۶۸۰	اضطراب قلبی کا علاج
		۶۸۲	ارادت میں پہلا قدم

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۷۵۸	جسم زمین پر اور روح عالم قدس میں	۷۲۴	خیر خواہی
۷۵۹	اہل حضور	۷۲۴	مقامات علیین
۷۶۰	دنیا فانی ہے	۷۲۵	واعظ مخلص کا اجر
۷۶۳	سیدنا علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ اؤ اہل بیعہ	۷۲۶	تین روز کا سجدہ
۷۶۵	خاتمہ: اعتراضات و جوابات	۷۲۸	فانی دنیا کے نظارے
۷۶۵	شیخ حمزہ کی حکایت پر اعتراض و جواب	۷۳۰	رہزوں سے حفاظت
۷۶۶	اہل توکل کی پہلی قسم	۷۳۲	چوہے کو سزا
۷۶۶	اہل توکل کی دوسری قسم	۷۳۲	شیخ ابو عبد اللہ قرشی رضی اللہ عنہ
۷۶۹	تیسری قسم	۷۳۳	اور دنیا
۷۶۹	حضرت شیخ شبلی رضی اللہ عنہ کے	۷۳۶	مسلمانوں کی خیر خواہی
۷۶۹	عمل پر اعتراض و جواب	۷۳۸	سمندر سے میٹھا پانی
۷۷۰	شیخ احمد بن ابوالخواری کے واقعہ	۷۳۹	چشم و نگاہ دل
۷۷۰	پر اعتراض و جواب	۷۴۱	تعلیم فقر
۷۷۱	صاحب تجرید بزرگ کے واقعہ پر	۷۴۲	ہر بیشہ لگان مبرکہ خالی است
۷۷۱	اعتراض	۷۴۴	شیخ ابوالحسن شاذلی رضی اللہ عنہ
۷۷۲	خبردار! ———	۷۴۶	مشتبہ سے اجتناب
۷۷۲	حضرت قطب احمد بن عبد اللہ بن	۷۴۶	اولیاء اللہ ملت کے محبوبان
۷۷۲	رضی اللہ عنہ کے واقعہ کا انکار	۷۴۹	سیدنا غوث الاعظم رضی اللہ عنہ
۷۷۲	منکرین کی بات کا جواب	۷۵۱	خدا والے نوازش کرتے ہیں حسان،
۷۷۲	اہل جذب تجرید کے بارے میں شبہات	۷۵۲	نہیں لیتے
۷۷۲	کا ازالہ	۷۵۵	وفائے عہد کا امتحان
۷۷۲		۷۵۹	توہیف خدا کا ہونا
		۷۶۱	شیخ معروف کرخی رضی اللہ عنہ اور
			صالح جوان

تقدیم و تعارف

بقلم حضرت علامہ محمد احمد صاحب منصباً استاذ جامعہ اشرفیہ مبارکپور
رکن الجمع الاسلامی مبارکپور

ترجمہ: روض الریاحین، موسوم بہ ہزیم اولیا، از: مولانا بدر القادری

اللّٰهُمَّ لَكَ الْحَمْدُ حَمْدًا يَوْفَى نِعْمَتَكَ، وَيَكْفِي مَزِيدَ كَرَمِكَ، وَالصَّلَاةُ

وَالسَّلَامُ عَلَى جَبِيئِكَ الْأَنْوَارِ وَعَلَى أَكْلَمِ وَصَحْبِهِ السَّيِّحِ الْغُرَدِ؛

الجمع الاسلامی کے لئے یہ امر باعث فخر و سعادت ہے کہ مولانا بدر القادری رکن الجمع الاسلامی کے قلم سے علامہ حبیل عقیف الدین عبداللہ بن اسعد یافعی (۶۷۸ھ/۱۲۷۸ء) کی معتبر و مستند اور مشہور آفاق کتاب روض الریاحین فی حکایات الصالحین کا دلکش ترجمہ اشاعت پذیر ہو رہا ہے۔

یقیناً صالحین کے واقعات و حالات میں اہل نظر کے لئے بڑی ہی عبرت و بصیرت کا سامان ہوتا ہے۔ ان سے دلوں کو روشنی، روحوں کو تازگی اور فکر و نظر کو بالیدگی ملتی ہے یہی وجہ ہے کہ قرآن کریم نے جہاں اور اسرار و حکم اور شرائع و قوانین کی عقدہ کشائی کی ہے، وہیں انبیائے سابقین اور اقوام ماضیہ کے حالات و واقعات بھی بڑی اثر انگیزی اور فیاضی سے بیان کیے ہیں۔ اور ہمارے لیے انہیں سامان عبرت و بصیرت قرار دیا ہے۔

ارشاد درج ذیل ہے :

① لَقَدْ كُنَّا فِي قَصَصِهِمْ عِبْرَةً لِأُولِي الْأَلْبَابِ (ت ۱۱ یوسف پ ۱)

بیشک ان کے واقعات میں اہل عقل کے لئے عبرت ہے۔

② آیات ربانہ کی تکذیب کرنے والوں کا ذکر کرنے کے بعد ارشاد ہوتا ہے،

ذَلِكَ مَثَلُ الْقَوْمِ الَّذِينَ كَذَبُوا بِآيَاتِنَا فَاقْصُصِ الْقَصَصَ لَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُونَ

(ت ۱۰۷ اعراف، پ ۹)

وہ ان لوگوں کا حال ہے جنہوں نے ہماری آیات کو جھٹلایا تو واقعات سنا دو، تاکہ یہ خور کریں۔

③ فرعون کی سرکشی اور دعوائے الہیت بتانے کے بعد فرمان ہے،
فَاتَّخَذَ اللَّهُ نَكَالَ الْآخِرَةِ وَالْأُولَىٰ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَعِبْرَةً لِّمَنِ يَحْسِنُ (النَّازِعَات)
تو خدا نے اسے دنیا و آخرت کی عبرت ناک سزائیں گرفتار کیا۔ یقیناً اس سے خوف والوں کی آنکھیں کھلتی ہیں۔

④ انبیائے کرام کے واقعات کو ثباتِ قلب کا ذریعہ بتایا گیا۔ اور ان کی خبروں پر مثل آیاتِ قرآنیہ کو نصیحت اور موعظت بتایا گیا۔

كَلَّا لَنَنْصُرَنَّ عَلَيْكَ مِنَ الْآبَاءِ الرَّسُلِ مَا نُنْثِي بِهِ فُقُودَكَ، وَجَاءَكَ فِي هَذِهِ
الْعَنُ وَمَوْعِظَةٌ ذِكْرِي لِلْمُؤْمِنِينَ ۝ (ہود، ۱۲۰)

اور سب کچھ ہم تمہیں رسولوں کی خبریں سناتے ہیں جس سے تمہارے دل کو ثبات بخشیں اور اس صورت میں تمہارے پاس حق آیا اور اہل ایمان کے لئے ہند نصیحت،

⑤ رب کریم نے اپنے خاص بندوں پر انعامات فرمائے ہیں۔ انہیں ابتلا و آزمائش سے بھی گزرا ہے۔ اور پھر اس کے ثمرات و فوائد بھی دنیا و آخرت میں رکھے ہیں۔ اسی طرح سرکش اور نافرمان قوموں کو تباہی و بربادی سے بھی دوچار کیا ہے۔ اور ان کی حالت زار کو بھی سامانِ عبرت و نصیحت قرار دیا ہے۔ ایسی قوموں کی ہلاکت کے تذکرے کے بعد فرمان ہے

إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَذِكْرٍ لِّمَنِ كَانَ لَهُ قَلْبٌ أَفَالَيْتَ السَّمْعَ وَهُوَ شَهِيدٌ (ہود، ۱۲۱)
یقیناً اس میں اس کے لئے نصیحت ہے جو دل رکھتا ہو یا منوجہ ہو کہ کان لگائے۔

⑥ درج ذیل آیات کریمہ ملاحظہ ہوں، جن میں دعوتِ عبرت کے ساتھ اس مسلکِ اولیا کی پوری ہدایت بھی موجود ہے جس کے دل کش مناظر اس کتاب کے ورق، ورق پر جسلوہ گر نظر آئیں گے۔

فَدَكَانَ لَكُمْ آيَةٌ فِي فَتْنَتَيْنِ اتَّقِنَا، فِتْنَةٌ تَقَاتِلُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَآخِرَىٰ كَافِرَةٌ
بِعَدْوِهِمْ مِثْلِهِمْ رَأَى الْعَيْنُ لِوَاللَّهِ يُؤِيدُ بِنَصْرِهِ مَنْ يَشَاءُ إِنَّ فِي

ذَٰلِكَ لَعِبْرَةٌ لِّأُولَِّ الْأَبْصَارِ ۖ زِينٌ لِلنَّاسِ حُبُّ الشَّهَوَاتِ مِنَ النَّاسِ
وَالْبَنِينَ وَالْقَنَاطِيرِ الْمُقَنْطَرَةِ مِنَ الذَّهَبِ وَالْفَنَةِ وَالْخَيْلِ الْمُسَوَّمَةِ
وَالْأَنْعَامِ وَالْخَرِثِ ۚ ذَٰلِكَ مَتَاعُ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا ۗ وَاللَّهُ عِنْدَهُ حَسَنُ الْمَآبِ
قُلْ أَزُنُّكُمْ بِخَيْرٍ مِنْ ذَٰلِكُمْ لِلَّذِينَ اتَّقَوْا عِنْدَ رَبِّهِمْ جَنَّاتٌ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا
الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا وَأَزْوَاجٌ مُطَهَّرَةٌ وَرِضْوَانٌ مِنَ اللَّهِ ۗ وَاللَّهُ بِصِيرٍ
بِالْعِبَادِ ۗ الَّذِينَ يَقُولُونَ رَبَّنَا إِنَّا أَفْغَرْنَا ذُنُوبَنَا وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ
الصَّابِرِينَ وَالصَّادِقِينَ وَالْقَنَاتِينَ وَالْمُنْفِقِينَ وَالْمُسْتَغْفِرِينَ بِالْأَسْحَادِ

(۱۱۳، آل عمران، پ)

ان دو گردہوں میں جو برسرِ یکار ہوئے تمہارے لئے نشانی تھی، ایک گردہ اللہ کی راہ میں
لڑنے والا ہے، اور دوسرا کافر کہ انہیں پٹھم سراپنے سے دونا دیکھ رہا ہے۔ اور اللہ اپنی مدد
سے جسے چاہتا ہے قوت دیتا ہے۔ یقیناً اس میں اہل بصیرت کے لئے عبرت ہے۔ لوگوں
کے لئے خواہشات کی محبت آراستہ کی گئی۔ عورتیں اور بیٹے، اور بچے اور پرنگے ہوئے
سونے چاندی کے ڈھیر، اور نشان زدہ گھوڑے، اور چوپائے، اور کھیتی، یہ دنیاوی زندگی
کا سرمایہ ہے۔ اور اللہ ہے جس کے پاس عمدہ ٹھکانا ہے۔ تم فرماؤ کیا میں تمہیں اس سے بہتر
چیز بتا دوں؟ ہر بیزگاروں کے لئے ان کے رب کے پاس جتنی ہیں جن کے بچے نہروں والے
ہیں۔ ہمیشہ ان میں رہیں گے اور پاک بویاں، اور اللہ کی خوشنودی، اور اللہ بندوں کو
دیکھتا ہے۔ وہ جو کہتے ہیں اسے ہمارے رب ہم ایمان لائے تو ہمارے گناہ معاف کر، اور
ہمیں دوزخ کے عذاب سے بچلے۔ صبر والے، اور بچے اور ادب والے، اور راہِ خدا میں
خرچ کرنے والے، اور کھلے پہر میں معافی مانگنے والے۔

آیاتِ بالا سے معلوم ہوا کہ قرآن کریم میں ذکر شدہ گزشتہ امتوں کے واقعات ہمارے
لئے درسِ عبرت اور باعثِ نصیحت ہیں۔ اور یہ قرآن کا عظیم مقصد ہے، ان واقعات کو
ذکر فرمانے کا۔ بلاشبہ جبہ امت محمدیہ (علیہما افضل الصلوٰۃ والتیمۃ) وہ بہترین
امت ہے جو لوگوں کی ہدایت و رہنمائی کے لئے ظاہر ہوئی، ممکن نہیں کہ اس کا دامنِ عبرت

و مغفلت کے ان آبدار موتیوں سے نمالی ہو، اس میں جہاں ظاہری علوم و فنون کے تاجدار صنوت و حرمت کے ماہرین اور سیاست و جہاں بانی کے شاد و پیدا ہوئے وہیں علم باطن کے رمز شناس، قلب و روح کے معالج، حکمت و معرفت کے امام، ربانی اسرار و حقائق کے امین، اور تعلق کا رشتہ نمائی سے مربوط و منبسط کرنے والے ماریفین و اصلین بھی پیدا ہوئے۔

ان کی ذات، عالمہ لہجہ اپنے اندر بے پناہ کشش رکھتا ہے۔ ان کی حکمرانی بحر و بر پر نظر آتی ہے۔ وہ بے سرو سامان ہوتے ہوئے بھی غٹوں میں کسی کو تاج شاہی سے سرفراز کرتے ہیں۔ کسی کو تختہ دار پر پہنچاتے ہیں۔ اقلیم دل کی فرماں روائی ان کے ہاتھوں میں ہوتی ہے۔ بڑے بڑے جبار و مغرور بھی ان کے آستانے پر لرزتے کانپتے ہوئے حاضر ہوتے ہیں اور ناچار یہ اعتراف بھی کرتے ہیں کہ اصل حکومت آپ کی ہے۔

ان کی زندگی کا عجیب پہلو یہ ہے کہ آخرت کی رعنائیاں، جنت کی بہاریں، عیشی کی مستیں، اور حسن حقیقی کے دیدار کی لذتیں ان کے قلب و نگاہ میں نہ صرف تصور و تخیل بلکہ مشاہدہ اور چشم دید مناظر و واقعات کے ناقابل شکست یقین حکم کی حد تک بسی ہوتی ہیں ظاہری نگاہوں کو غلبتِ شب کا پردہ چاک ہونے کے بعد خورشید عالم تاب کے ضیا بار ہونے کا جو یقین ہو سکتا ہے، اسی قدر یا اس سے زیادہ ان محرمانِ راز اور عارفانِ ذات کو اس دلغریب دنیا کے زوال اور اس عالم جاوداں کے قرارِ ثبات کا یقین ہوتا ہے۔ اور اس جہانِ باقی کی آباد کاری کے لئے وہ اسی طرح منہمک نظر آتے ہیں، جیسے ظاہر شناس انسان اس دنیا کے فانی کی آباد کاری کے لئے ہر لمحہ بے قرار نظر آتا ہے، اور اس یقین سے ہر آن بے تاب نظر آتا ہے کہ اگر میں نے ذرا بھی غفلت کی تو اپنے ہمسروں سے بہت پیچھے ہو جاؤں گا، تھوڑی سے چوک ہوئی تو میرا متوقع نفع خسارے میں تبدیل ہو جائے گا، ذرا لاپرواہی ہوئی تو آسائشِ نبات کدر ہو جائے گی، فکر و نظر نے خطا کی تو کمزورتی و قیادت کی باگ ڈور ہاتھ سے چھن جائے گی، سعی بہیم اور جد و جہدِ شب و روز میں معمولی کوتاہی نے راہِ پائی تو ہمیشہ کی ہستی اور اپنے ہم چشمیوں کے سامنے ذلت و خواری کا مزہ چکھنا پڑے گا،

کو بے رونق و بے کیف بنانا یقیناً بے عقلی اور جنون ہے۔ فکر آخرت نے انہیں ایسا بے تاب و سیاب صفت بنا رکھا ہے کہ انہیں نہ یہاں کے فانی ایوان و قصور بھاتے ہیں، نہ نسیم و زر کی کھٹک انہیں فریفتہ کرتی ہے، اور نہ عیش و تنعم کے یہ ہزار ہا ہزار میل میں پھیلے ہوئے مظاہر انہیں اپنی جانب مائل کرتے ہیں، دراصل وہ ان ایوانوں سے زیادہ پرشکوہ اور پر کیف ایوان و قصور دیکھ چکے ہیں، جن پر کبھی گردش ایام اثر انداز نہیں ہو سکتی، جن کے مکینوں میں کسی سر کے مکینوں کی طرح آئے دن تبدیلی نہیں ہوتی، جن کی آسائشوں میں کسی رنج و غم اور خوف و خطر کی آمیزش نہیں ہوتی، بلکہ ان میں عارفان حق، اور عاشقان ذات کی ہمتیں تو شوق بہشت اور خوفِ نار سے بھی بالاتر ہیں۔ ان کے لئے جمالِ حقیقی اور حُسنِ ازلی کے دیدار کے سوا کوئی لامعدہ اور لافانی کیف و سرور بھی سکون بخش نہیں، وہ اسے چھوڑ کر جنت لینے کو بھی تیار نہیں، اس فانی دنیا کے دُور میں الجھنا کیا جائیں۔

بلاشبہ ان کے حالات و واقعات میں ہمارے لئے درسِ عبرت ہے۔ ان کے اسرار و افکار میں ہمارے لئے سامانِ بصیرت ہے۔ ان کے حقائق و معارف میں ہمارے لئے گنجینہٴ حکمت ہے۔ اگر ہم ان کے قدم بہ قدم نہیں چل سکتے تو اپنی غمتوں اور اپنے معاملات کی دنیا تو سنوار سکتے ہیں۔ مولائے حقیقی کی ناراضی مول لئے کر اپنے نفس کی خوشنودی کے سودوں سے توباز رہ سکتے ہیں، آخرت کا خسارہ سہہ کر دنیا کا نفع کمانا تو چھوڑ سکتے ہیں، حلال و حرام کی تمیز، آخرت کے سود و زیاں اور ربِ قدیر کے غضب و رخصا سے بے نیاز ہو کر محض دنیا کے دُور کی خوش نالذت و آسائش، سرمایہٴ فانی کے نفع و ضرر، اور خواہشِ نفس کی رضامندی و ناراضی میں سرگردانی کا دھیرہ تو ترک کر سکتے ہیں، اور کم از کم اُس درمیانی راہ پر تو چل سکتے ہیں جس میں فکرِ دنیا کے ساتھ آخرت سے بے فکری نہ ہو، آبادیِ دنیا کی دھن میں عیبی کی دیرانی نہ ہو، لذتِ نفس کی فراہمی میں احکامِ مولا سے روگردانی نہ ہو، مومن اگر صرف آخرت کا نہیں بننا تو صرف دنیا کا بن کر بھی نہیں رہ سکتا۔ ————— ہاں! کافر کے لئے یہ راہ بہت کشادہ ہے، اس کی جنت یہی ہے، اس کا سب کچھ یہیں ہے، مومن اگر ان عسرفہ کے قدم بہ قدم نہیں چل سکتا تو ان سفہا کے قدم بہ قدم چلنے کی بھی فکر نہ کرے، اور کم از کم وہ راہ اپنائے جو

دونوں کے درمیان ہو، یہ راہ اگرچہ ان خاصانِ خدا کے جادہ بلند سے کمتر ہو مگر ان نادانوں کی دگر سے برتر و بہتر ضرور ہوگی۔

کتاب: دَرِّ قُصُصِ السَّيِّئَاتِ حِينَ فِي حِكَايَاتِ الصَّالِحِينَ (واقعاتِ صالحین میں گلوں کے چمنستان) کا لقب "نزهة العيون السواظر ونخلة القلوب"

الحواض فی حکایات الصالحین والادلیاء والاکساب ہے۔ یعنی "صالحین، اولیاء، اور اکابر کے واقعات میں بننا آنکھوں کا سامانِ فرحت اور حضوری والے دلوں کا تحفہ"

اس کتاب کے شروع میں قرآن و حدیث اور آثارِ سلف سے فقر و فقرا اور اولیاء کے فضائل اور کراماتِ اولیاء کا ثبوت فراہم کیا گیا ہے جس سے مصنف کے رسوخِ علم کا اندازہ ہوتا ہے۔ پھر اصل کتاب شروع ہوتی ہے جو عام صالحین، درمیانی درجے کے اولیاء اور بلند مرتبہ اکابر و فنا بھی کے منتخب واقعات پر مشتمل ہے۔ مصنف نے اس میدان کی معتبر کتابوں اور مستند رجال کو اپنا ماخذ بنایا ہے۔ تعبیرات اور بیانِ حالات میں ان کے قلم پر شروع سے آخر تک علم و عرفان کی گرفت مضبوط نظر آتی ہے۔ ان کا شعری ذوق بھی بڑا بلند ہے۔ کثرت سے اشعار بھی درج کتاب فرمائے ہیں۔ اور خود ان کے اشعار کی بھی دافر مقدار شامل کتاب ہے۔

ان واقعات میں جو کیف و لذت مستور ہے ان کا لطف اسی وقت حاصل ہو سکتا ہے جب حضورِ قلب اور اکتسابِ فیض کے ارادے سے ان کا مطالعہ کیا جائے، یقیناً ان میں روح کی بالیدگی، یقین کی پختگی اور ایمان کی ترقی و مضبوطی کا کافی سامان موجود ہے۔ مصنف نے نمبر وار پانچ سو حکایات تحریر فرمائی ہیں۔ اور بعض نمبروں کے تحت کسی خاص مناسبت کی وجہ سے غنائم متعدد واقعات ثبت فرمائے ہیں۔

آخر میں حضرت مصنف نے بعض واقعات پر بعض علمائے ظاہر کے اعتراضات کا شافی جواب رقم فرمایا ہے۔ پھر ذات و صفات سے متعلق عقائدِ اولیاء، امام ابو القاسم قشیری کے رسالے مختصرِ افضل کئے ہیں۔ اور یہ دکھایا ہے کہ اولیائے کرام اس باب میں بھی جسادۂ حقیقہ پر گام زن ہیں، اور ہر بدعت و ضلالت سے دور و نفور ہیں۔

اس کے بعد چار قصیدے درج فرمائے ہیں۔

پہلا قصیدہ: مدح اولیاء میں، دوسرا قصیدہ: باعمل اور متبع سنت علما کی مدح میں، تیسرا قصیدہ: اقام اولیاء کے ذکر میں، چوتھا قصیدہ: عام مومنین کے لحاظ سے جنت کی تشویق اور دوزخ سے تحذیر میں۔

اس کی تذبیل میں آیات کریمہ اور احادیث مبارکہ بھی ذکر فرمائی ہیں تاکہ مزید شوق و طلب اور کمال یقین کا ذریعہ ہو سکیں۔

آخر میں پانچواں قصیدہ: سیدالابرار، رسول مختار، حبیب کردگار، علیہ علی آلہ و صحبہ الصلوٰۃ والسلام کی مدح میں،

کتاب میں جو واقعات تحریر کئے گئے ہیں۔ ان میں سوانح نگاری کا طرز نہیں کہ کسی ایک بزرگ کا نام لکھ کر ان کے حالات و واقعات، پھر دوسرے کے حالات و واقعات نیچا کر دیئے گئے ہوں۔ نہ ہی یہ طریقہ ہے کہ ایک دور کے اولیاء اور ہم عصر بزرگوں کے حالات الگ الگ بیان کرنے کا التزام ہو۔ نہ ہی یہ کہ ایک شہر یا ملک کے صالحین کے احوال جمع کئے گئے ہوں۔ بلکہ انداز نگارش میں عام موعظت اور عبرت انگیزی کا عنصر ملحوظ رکھا گیا ہے۔ اس لئے مختلف اقدار و بلاد کے اولیاء کے چیدہ چیدہ واقعات کچھ تسلسل کے ساتھ درج کئے گئے ہیں تاہم ان میں بھی کچھ ترتیب کا رفرما ہے — مثلاً یہ کہ :

- ① بہت سی صالح خواتین اور مجاہدہ کیش عارفات کے احوال ایک جگہ زیادہ مقدار میں جمع ہیں
- ② بہت سے غلام عرفا کے واقعات ایک جگہ ③ باندیوں کے حالات ایک جگہ ④ ایسے ہی کمسن اور خرد سال عارفوں کی حکایات ⑤ مجاہدہ کیش اور شوق عرفان سے لبریز جوانوں کے مناظر ⑥ مشتاقانِ نور و قصور اور طالبانِ جنت کی حکایات ⑦ عالم برزخ اور منزلِ قبر کی حکایات ⑧ بے ثباتی دنیا، عشرت ناپائدار اور عیش کیش دولت مندوں، بادشاہوں کے حق و دق محلوں کی دیرانی کے مناظر ⑨ مجذوبوں کے حالات ⑩ طالبانِ ذات، عاشقانِ جمال لایزال اور اکابر اہل عرفان کے اخبار و افکار،

مصنف کا مقصد یہ نہیں کہ کسی ایک دور یا چند ادارہ، کسی شہر یا بلاد، کسی طبقہ یا طبقات کی فرمانی

تاریخ مرتب کی جائے۔ اور فن تاریخ کا کوئی علمی شاہکار تصنیف کیا جائے، بلکہ ان کا مقصد یہ ہے کہ دنیا کو وہ غلو تیں اور جلوتیں دکھائی جائیں جو فکر آخرت اور ذکر حبیب کی لذتوں سے سرشار ہیں، ان فرزانوں کی داستان سنائی جائے۔ جن کے سامنے دنیا ایک بے ثبات اور ناپائدار سائے سے زیادہ حقیقت نہیں رکھتی۔ جن کی نگاہوں میں منزل جادواں کے پُر کیف مناظر اسی طرح بے ہوشی میں جیسے اہل دنیا کی نگاہوں میں یہ فنا پذیر مناظر، بے ثبات رعنائیاں اور دل فریب عشرتیں چھائی ہوئی ہیں کہ نکالے نہیں نکلتیں ساتھ ہی ان مغرور اور فریب خوردہ نادانوں اور مجنوں کا انجام بھی دکھایا جائے جنہوں نے یہ سمجھ لیا تھا کہ دنیا ہی دار البقا ہے۔ اور چند روزہ زندگی کے لئے سچ دھج ایسی اپنائی کہ گویا ہزار ہا ہزار سال رہنے کا سودا سرمیں سمایا ہوا ہے، محلوں پر محل تیار ہو رہے ہیں۔ سیم دزر کا ڈھیر لگ رہا ہے۔ خدم و ختم کا جم غفیر ہے۔ عیش و تنعم کا ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر ہے سرو انگیز نغموں کی موجیں رواں ہیں۔ خم پر خم اور ہانوں پر پیمانے چھلک رہے ہیں۔ مگر چند دنوں میں ایسا سناٹا کہ ہو، کا عالم ہے۔ دیرانی ہی دیرانی، تاریکی ہی تاریکی،

حضرت مصنف قدس سرہ العزیز نے ان سچے واقعات سے غفلت شعار دلوں کی بیداری، ہشتاق طبعیتوں کی شوق افزائی اور عاقبت اندیش قلوب کے حوصلے بلند سے بلند تر کرنے کو اپنا مطمح نظر بنایا ہے جس میں ان کا جذب دروں، اخلاص فردوں، اور جوہر عالم قلم بھی پوری طرح کار فرما ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اہل دل اس کتاب کو صدیوں سے چراغِ راہ اور حرزِ جاں بنائے ہوئے ہیں۔ — ہم بھی اس کتاب کے ذریعہ اولیا کی صحبت میں کچھ دیر بیٹھ سکتے ہیں۔ اور ان مجلسوں اور ان غلو توں کا کچھ نظارہ کر سکتے ہیں۔ جن کو دیکھنے کو اب نگاہیں رستی ہیں۔ روئیں ٹپتی ہیں۔ اور دل بے قرار ہیں۔

ترجمہ کتاب: ایسی عبرت انگیز کتاب کے ترجمے کے لئے ایک ایسے صاحب قلم کی ضرورت تھی جو خود دل دردمند رکھتا ہو۔ زبان و بیان کی باریکیوں اور پیچیدگیوں سے آشنا ہو، اور قریاس و قلم کا طویل تجربہ بھی رکھتا ہو۔ — اس لحاظ سے برا درگرمی مولانا بدر القادری کی ذات اس کام کے لئے بہت موزوں ثابت

ہوئی۔ میں نے ان کا ترجمہ اصل کتاب کے ساتھ مکمل پڑھا۔ میں نے دیکھا کہ مترجم پر بھی وہی کیفیت طاری ہے جو ان واقعات کی روح میں جاری و ساری نظر آتی ہے۔ طرز ادا کی شگفتگی بھی ہے، زبان کی سلاست و روانی بھی اور بیان کی دلکشی و اثر انگیزی بھی، ان سب پر مستزاد یہ کہ شاعرانہ طبیعت بھی پائی ہے۔ اور جا بجا اپنے اشعار سے بھی اس کیفیت کو تقسیم کیا ہے، جو واقعات کی زمین میں کار فرما ہے۔ کتاب میں حضرت مصنف قدس سرہ کا بھی یہ طرز ہے کہ بہت سے واقعات یا ان میں ذکر شدہ اشعار کی مناسبت سے اپنے اشعار بھی درج فرمائے ہیں۔ جس سے نثر و نظم دونوں میں مصنف کا کمال عیاں ہے۔ اردو زبان کے تعلق سے برادر مترجم زید فضلہ کے بارے میں قارئین کو علم ہو گا کہ نثر و نظم دونوں پر یکساں قدرت رکھتے ہیں۔ اور غالباً نظم میں پہلے اور نثر میں اس کے بعد، کیونکہ اوائل عمر ہی سے ان کے اشعار مشاعروں اور محفلوں کی زینت بننا شروع ہو گئے۔ جب کہ نثر کو یہ مقام بہت بعد میں ملا۔ اس خصوص پر نظر کی جائے تو ہمیں ترجمہ روض الریاحین کے لئے مولانا موصوف سے موزوں شخصیت ملنا بہت دشوار تھا۔

ترجمہ کا انداز کیا ہے اس سلسلے میں قدرے تفصیلی تعارف کرا دینا چاہتا ہوں، تاکہ قارئین پر حقیقت واضح رہے۔ اور وقت ضرورت طالبان تحقیق اصل کتاب کی طرف رجوع کر سکیں۔

ترجمہ کا مقصد یہ رکھا گیا ہے کہ قارئین تک وہ کیفیت منتقل کی جائے، جو ان واقعات میں جلوہ فگن ہے۔ اس لئے بعض واقعات میں چند تہمدی جملے بھی لکھ دیئے گئے ہیں۔ کہیں کہیں ترتیب بھی بدل دی گئی ہے۔ اور بعض واقعات حذف بھی کر دیئے گئے ہیں۔ حذف ہونے والے واقعات ایسے ہیں جن میں نتائج بہت مبہم نظر آتے ہیں۔ یا اس موضوع کے سابقہ شاندار واقعات جو گزر چکے ہیں ان کے مقابلہ میں بہ زیادہ عبرت آموز نہیں رہ جاتے یا شعری مکالموں کی ایسی کثرت ہے جس کے لئے ان اشعار کو ہی سنا اور سمجھنا کیفیت پیدا کر سکتا ہے جو ان واقعات سے مصنف کو مقصود ہے۔ اور اردو داں قارئین کو ان سے کما حقہ لطف اندوز ہونا بہت مشکل ہے۔ ان سب کے باوجود ایسی ترجمانی نہیں کی گئی ہے

جس سے واقعات کی صورت مسخ ہو جائے۔ اور مصنف یا عبارت کا مقصود و مفہوم ہی بدل جائے۔ مزید توضیح کے لئے چند مختصر واقعات کی اصل عبارتیں، پھر ان کے لفظی ترجمے، پھر شامل کتاب ترجمے پیش خدمت ہیں۔

الحکایة التاسعة عشرة عن عبد الله بن مهرون
 ① عبارت کتاب: رحمہ اللہ تعالیٰ — قال حج ہارون الرشید

فوافی الکوفة، فاقام بها ایاماً، ثم ضرب بالرجل، فخرج الناس، وخرج بهلول
 المجنون رضی اللہ تعالیٰ عنہ فمیں خرج، فجلس بالکناسة، والصبيان یوزونہ،
 ویولعون بہ، اذا قبلت ہواج ہارون، فکف الصبيان عن الولوج بہ، فلما
 جاء ہارون نادى البہلول با علی توتہ، یا امیر المؤمنین! یا امیر المؤمنین!
 فکشف ہارون السجاف بیدہ، وقال لبیک یا بہلول، لبیک یا بہلول، فقال:
 یا امیر المؤمنین! حدثنا ایمن بن نائل عن قدامة بن عبد الله العامری،
 قال رأیت النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یمنی علی جمل وتحتہ رجل وث فلما کن
 ضرب ولا طرد، ولا الیک الیک، وتواضع فی سفرت ہذا یا امیر المؤمنین!
 خیر لک من تکبرک وتجبرک، فبکی ہارون حتی سقطت الدموع علی الارض،
 ثم قال یا بہلول زدنا یرحمک اللہ تعالیٰ، فقال:

ہب انک قد مملکت الارض طراً ودانک العباد فکات ماذا

الیس غداً مصیرک جوف قبر ویحشو التراب ہذا ثم ہذا

فبکی ہارون، ثم قال احسنت یا بہلول، هل غيرة قال، نعم یا امیر المؤمنین
 رجل اناہ اللہ مالاً وجمالاً فانفق من مالہ وعفت فی جمالہ، کتب فی خالص یون
 اللہ تعالیٰ من الابرار، فقال احسنت یا بہلول مع الجائزة فقال اردد الجائزة
 علی من اخذتها منه، فلا حاجة لی فیها، قال یا بہلول ان یکن علیک دین
 قضیانا؟ فقال یا امیر المؤمنین لا یقضى دین بدین، اردد الحق الی اہلہ،
 واقض دین نفسك من نفسك، فقال یا بہلول فنجری علیک ما یکنیک، فرفع

بہلول راسد الی السماء، ثم قال یا امیر المؤمنین انا دانت من عباد الله،
فمعال ان ینذکرت وینسانی، فاسبل هارون السجاف ومضی؛

لفظی ترجمہ:

انیسویں حکایت، حضرت عبداللہ بن مہران رحمہ اللہ تعالیٰ سے
مروی ہے۔ فرماتے ہیں ہارون رشید حج کو نکلے تو کوثر پہنچ

کرواں چند دن قیام کیا۔ پھر کوس رحلت بجا تو جلوس شاہی کے نظارے کے لئے لوگ
باہر نکل پڑے۔ نکلنے والوں میں بہلول مجنون رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی تھے۔ یہ کوراکرٹ کی جگہ
آ بیٹھے۔ بچے ان کو ستاتے اور ان سے پٹے رہتے۔ اتنے میں ہارون کشید کے محل اور اس
کی سواریاں آ پہنچیں۔ تو بچوں نے بہلول سے لگنا چھوڑ دیا۔

جب ہارون رشید آئے تو بہلول نے زور سے چلا کر کہا، "امیر المؤمنین! امیر المؤمنین!"
ہارون نے محسب کا پردہ ہٹا دیا اور کہا لیکن جس بلوٹ لیکن بہلول نے کہا "امیر المؤمنین
ہم سے امین بن بائل نے تداہ بن عبداللہ عامری سے روایت کرتے ہوئے بیان کیا ہے کہ
وہ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو منیٰ میں ایک اونٹ پر اس حالت میں
دیکھا کہ ان کے نیچے ایک بوسیدہ سا کچا وہ تھا۔ نو نہ مار پٹ تھی نہ بٹو پٹو۔" امیر المؤمنین
اس خبر پر آپ نے خاکساری کبر و نخوت اور شان و شکوہ سے بہتر ہے۔ یہ سنکر ہارون رشید
ایسا روئے کہ ان کے آنسو زمین پر گرنے لگے۔ پھر کہا بہلول مزید فرمائیے، خدا آپ پر رحمت
فرمائے، بہلول نے کہا:

فرض کر لیجئے کہ آپ ساری روئے زمین کے مالک ہو گئے۔ اور تمام بندے
آپ کے تابع فرمان ہو گئے تو کیا ہوا؟ کیا کل آپ کا ٹھکانا قبر کا شکم نہ ہو گا۔ جب کہ آپ کے
ادب پر، پھر یہ، مٹی ڈالتا ہو گا؟

اس پر ہارون رشید روئے پھر کہا بہت خوب کہا بہلول! کچھ اور بھی ہے؟ فرمایا ہاں
اے امیر المؤمنین ایک شخص کو اللہ نے دولت اور حسن سے نوازا تو اس نے دولت راہ
مولا میں خرچ کی اور حسن کے معاملہ میں پارسائی اختیار کی تو اللہ تعالیٰ کے خاص و قریب
ایسا شخص ابراہیم کی قبر میں درج کر لیا جاتا ہے۔ ہارون نے کہا بہت خوب اس کے
ساتھ انعام بھی تو بہلول نے کہا۔ انعام تو اسی کو واپس کر دیجئے جس سے لیا ہے مجھے

اس کی ضرورت نہیں، کہا، بہلول اگر آپ پر قرض ہو تو ہم ادا کر دیں۔ جواب: یا امیر المومنین دین سے دین ادا نہیں کیا جاتا۔ حق، حق دار کو واپس کیجئے۔ اور اپنی ذات کا دین اپنے سے ادا کرائیے۔ — کہا اے بہلول: آپ کے لئے ہم اتنا وظیفہ جاری کر دیتے ہیں جو آپ کے لئے کافی ہو، اس پر بہلول نے آسمان کی طرف سر اٹھایا، پھر یوں کہا، امیر المومنین میں اور آپ دونوں ہی خدا کے بندے ہیں۔ اور یہ محال ہے کہ آپ کو وہ یاد رکھے اور مجھے بھول جائے۔ اس پر ہارون نے محل کا پردہ گرایا اور آگے بڑھ گئے۔

بہلول دانا اور ہارون رشید

شامل کتاب ترجمہ:

خلیفہ ہارون رشید ایک بار حج کرنے گئے، ان کے ہمراہ بغداد کے حاجیوں کا ایک بڑا قافلہ تھا۔ واپسی کے وقت کو فہ میں ہارون رشید کا گزرا ایک ایسی جگہ سے ہوا جہاں حضرت بہلول دانا (مجدب) کو بچے پریشان کر رہے تھے خلیفہ کی سواری نزدیک پہنچی تو لڑکے دیکھ کر بھاگ گئے۔ اور گلیوں میں چھپ گئے۔ ہارون رشید ایک شاندار اونٹنی پر تودرج میں سوار تھے۔ شاہی کرد و فرار دگر د تھا۔ اور ہودج پر پردہ بڑا ہوا تھا۔ — حضرت بہلول نے دیکھا تو با آواز بلند پکارا یا امیر المومنین! یا امیر المومنین! ہارون رشید نے ہودج کا پردہ ہٹایا۔ اور کہا الیک یا بہلول! حضرت بہلول! اے امیر المومنین! ہم سے ایمن بن نائل نے قدام بن عبد اللہ عامری سے روایت کیا قدام فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مقام منیٰ میں ایک ایسے اونٹ پر سوار دیکھا جس پر بوسیدہ بجا وہ تھا۔ اور حضور کی سواری کے باعث نہ لوگوں میں بچو، نہ مار، نہ مار، لہذا اے امیر المومنین! آپ کے لئے تواضع اور انکساری، تکبر اور برتری جتانے سے بہتر ہے۔

خلیفہ ہارون رشید یہ سنکر رونے لگا، اس کے اشکوں کے قطرات زمین پر گرے، اور عرض کیا۔ اے بہلول! مجھے کچھ نصیحت فرمائیے۔ انہوں نے دوشو سنائے جن کا مفہوم

یہ ہے۔

نعت دہر پر اے دوست نہ ہرگز اترا پڑ عمر بھی ایک دیا ہے کہ جو کچھ جائے گا

لے کے میت جو چلا گورگیاں تو آج بس اسی طرح تجھے کل کوئی پہونچائے گا
یہ سنکر خلیفہ اور رونے لگا۔ اور مزید کہنے کی درخواست کی۔

حضرت بہلول: امیر المؤمنین! جسے اللہ تعالیٰ مال و دولت اور حسن و جمال سے نوازے،
اور وہ اپنی دولت راہ مولائیں خرچ کرے، اور حسن و جمال کو حرام سے بچائے۔ و فرسولا
میں اس کا نام ابرار کی فہرست میں لکھا جائے گا۔

خلیفہ: آپ نے نہایت قیمتی بات فرمائی اور انعام کے لائق کلام کیا۔

حضرت بہلول: انعامی مال اسی کو واپس کر دیں، جس سے یلبہ ہے۔ مجھے ضرورت نہیں
خلیفہ: اگر آپ کے ذمہ کوئی قرض ہو تو میں ادا کر دوں۔

حضرت بہلول: دین سے دین کی ادائیگی کیا ہوگی؟ آپ حق داروں کا حق انہیں دیں
اور اپنے نفس کا حق ادا کریں۔

خلیفہ: اگر قبول کیجئے تو کچھ وظیفہ مقرر کر دوں۔

حضرت بہلول: (آسمان کی طرف سر اٹھاتے ہوئے) امیر المؤمنین! ہم اور آپ دونوں
اللہ ہی کے بندے ہیں۔ پھر یہ کیسے ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کو یاد رکھے اور مجھے فراموش
کر جائے۔

بارون رشید نے یہ سنکر محل کا پردہ گرادیا۔ اور سواری آگے روانہ ہوئی۔

(اس واقعہ کو حضرت عبداللہ بن مہران رحمۃ اللہ علیہ نے روایت کیا)

② عبارت کتاب: الحکایۃ الثالثۃ عنہ ایضاً رضی اللہ تعالیٰ عنہ —

قال بینما اسیر فی بعض جبال بیت المقدس إذ سمعت

صوتاً وهو یقول، ذہبت الالام عن ابدان الخدام، ولہت بالطاعة عن الشراب

والطعام، والفت ابداً انہم طول الیام، بین یدی المملک العلام، قال رضی اللہ

تعالیٰ عنہ فنبعت الصوت، فاذا بشاب امرء قد علا وجهه اصفرار یسبل مثل الغصن

اذا مالته الريح، علیہ شملة قد اتزربها، واخری قد اتشح بها، فلما رأی

تواری عنی بالشجر، فقلت له ایہا الغلام لیس البغفاء من اخلاق المؤمنین،

فکلمنی و اوصنی، فخر ساجد اللہ تعالیٰ، وجعل یقول: هذا مقام من لا ذیاب
 واستجار بعد فیک، والف محبت، فیالہ القلوب، وما تحویہ من جلال
 عظمت، احببني عن القاطعین لی عنک، ثم غاب عنی فلما رآه، رضی اللہ تعالیٰ عنہ
لفظی ترجمہ: تیسری حکایت، ان ہی حضرت ذوالنون رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے
 رہا تھا، اچانک ایک آواز سنائی دی، کوئی یوں کہہ رہا تھا:

خدمت گزاروں کے جسم کی تکلیف دور ہوئی، وہ طاعت کی شہینگی میں خورد و نوش سے
 بے پردا ہو گئے۔ اور ان کے جسم کو بادشاہِ عالم کے حضور طول قیام کا انس مل گیا ہے۔
 حضرت ذوالنون فرماتے ہیں، میں آواز کی مست چلا، دیکھا کہ ایک بے ریش جوان ہے،
 جس کے چہرے پر زردی چھائی ہوئی ہے، یوں لرزنا، ہلنا ہے جیسے نیربوا میں شاخ ہے، جسم
 پر ایک کبل ہے، جسے تہمت بنالیا ہے اور دو سکر کو اڑھو رکھا ہے، دیکھ کر درشت کی
 آڑ میں چھپ گیا۔ میں نے کہا اڑھو! جفا و بے رخی مومن کی سیر نہیں، مجھ سے ہم کلام ہو اور
 مجھے کچھ نصیحت کر، اس پر وہ خدا کے حضور سجدہ ریز ہو گیا۔ اور یہ عرض کرنے لگا،
 تیرا اس کی جگہ ہے جس نے تیری پناہ لی۔ تیری معرفت کی امان میں آیا، اور تیری محبت سے
 انس رکھا، تو اسے دلوں کے مہبود! اور دلوں میں موجود جلال و عظمت والے مہبود!
 جو میرے اور تیرے درمیان قطع قلمت کریں ان سے تو مجھے روپوش رکھ۔

یہ کہہ کر وہ میری نگاہوں سے ایسا غائب ہوا کہ پھر میں اسے دیکھ ہی نہ سکا۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

وہ جنہیں دامنِ محبوب چھالنا ہے

شامل کتاب ترجمہ:

بیت المقدس اور اس کی نواحی پہاڑیاں ہزاروں
 انبیائے کرام اور صاحبانِ باطن کے خروشِ روحانی سے معمور ہیں۔ آج بھی اس سنگلاخِ خطہ
 ارض کی خاک میں خود بخود اسے پگھلنے والے قلوب کی نزہتِ جاں فزا کا احساس ہوتا ہے،
 ایک بار حضرت ذوالنون مصری انہیں سنگ زاروں میں عشقِ عرفان کے گل بوٹے چن رہے
 تھے کہ انہوں نے ایک آواز سنائی جس کا مفہوم یہ تھا۔

”بندوں کے اجسام سے مصائب کی کلفتیں دھل گئیں، وہ طاعت ربانی میں کھو کر خورد و نوش سے بے نیاز ہو گئے، اور ان کے ہیکر جسمانی مالک حقیقی کے حضور قیام کی عادت سے آشنا ہو چکے۔“

حضرت ذوالنون نے اس آواز کا تعاقب کیا تو ایک نوجوان کو پایا جس کے رخسار پر ابھی جوانی کا غارہ بھی نمودار نہ ہوا تھا۔ نحیف بدن، زردی مال، شاخ نازک کی طرح چمکتا قد، جسم پر دو چادرول کا لباس، آہٹ پا کر چھپنے لگا، حضرت ذوالنون نے آواز دی، اس درجہ اظہار تنفر اور غلطی شان مومن کے خلاف ہے، مجھ سے ہم کلام ہوا اور مجھ کو کچھ نصیحت کر، یہ سن کر وہ سجدے میں گر کر مناجات کرنے لگا، جس کا مفہوم یہ ہے۔

اے اللہ! یہ مقام اس شخص کا ہے جس نے تیرے ساتھ قرار پکڑا، تیری پناہ معرفت میں آیا، تیری محبت کا شیدا ہوا، تو اسے مالک قلوب، اور دلوں میں بسنے والے جلال و عظمت کے مالک، جو مجھے تجھ سے الگ کرنے والے ہیں تو مجھے ان سے پوشیدہ رکھ:

شیخ ذوالنون فرماتے ہیں کہ اس کے بعد وہ میری نظروں سے اوجھل ہو گیا۔ رضی اللہ عنہ

③ عبارت کتاب: العکایۃ الثلاثون عن ذی النون المصری رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔۔۔۔۔ قال ویدف لی رجل من اہل

المعزۃ فی جبل اکام، فقصدتہ، فسمعتہ یقول بصوت حزین فی بکاء وانین:

یا ذا الذی انس الفتا و بذکرہ! انت الذی ما ان سواک ارید

تفنی الیال والنوام باس! و هو ان غش فی الفتا و جدید

قال ذوالنون: تبعته الصوت، فاذا بقی حسن الوجه حسن الصوت، وقد

ذہبت تلامہ المماسن، و اقیبت رسومہا، فمیاں تدارعہ فی واسترق و و شبہ

العلہ العیال، فسلمت علیہ، فرد علی السلام و بقی شاخصا یقول:

أعین عینی عن الدنیا و زینتها فانث والروح منی غیر مفترق

اذا ذکرک و اقی مغلتی ارق من اول اللیل حتی مطلع الفلک

و ما تطا بقت الاحداق عن سبت الارأیتک ابن الجفن والحدق

تھو قال يا ذا النون مالك وطلب المجانين، قلت او مجنون انت؟ قال قد سمعت به، قلت مسئلة، قال سل، قلت ما الذي حبب اليك الانفراد و قطعك عن الموانسين، وهيمتك في الاودية والجبال؟ فقال جئ له هيمتي، و شوقى اليه هيمتي، ووجدى به اُخْرَدَنِي، تھو قال يا ذا النون! اعجبك كلامُ المجانين؟ قلت اى والله، واشجاني، تھو غاب عني، فلا ادرى اين ذهب رضى الله تعالى عنه۔

لفظی ترجمہ:

تیسویں حکایت، حضرت ذوالنون مصری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے۔ وہ فرماتے ہیں مجھ سے جبلِ لکام میں رہنے والے ایک صاحب معرفت کا حال بیان کیا گیا۔ جس کے بعد میں نے اس سے ملنے کا قصد کیا۔ گیا تو وہ آہ و بکا اور درد بھری آواز میں یہ کہہ رہا تھا۔

اے وہ جس کی یاد سے دل کو الفت ہو چکی ہے، تو ہی وہ ہے جس کے سوا، میرا کوئی مقصود نہیں، راتیں ختم ہو جائیں گی، سارا زمانہ فنا ہو جائے گا، مگر تیری محبت دل میں تر و تازہ رہے گی۔

حضرت ذوالنون فرماتے ہیں۔ آواز کی سمت جا کر میں نے دیکھا تو ایک خوب رو، خوش آواز نوجوان ہے جس کا حسن و جمال رخصت ہو چکا ہے اور نشانات باقی ہیں۔ دُہلا قد، زرد رُو، سوختہ صورت، جیسے کوئی سرگرداں عاشق شیدا، میں نے سلام کیا، سلام کا جواب دیا، اور آنکھیں پھاٹکے سے کھلا رہا۔

”تو نے رینا اور اس کی آرائش و زیبائش سے میری آنکھیں اندھی کر دیں، تو تیری ذات اور میری جان میں کبھی جدائی نہ ہوگی، جب تجھے یاد کرنا ہوں تو میری آنکھوں میں بے خوابی آجاتی ہے جو اداں شب سے ظلوں تک قائم رہتی ہے۔ اور نیند سے جب بھی آنکھیں بند ہوئیں تجھے میں نے تپلیوں اور پلکوں میں، دیکھ لیا ہے۔ (اور آنکھیں بند ہوتے ہی تیرا دیدار نصیب ہوا)

پھر اس نے کہا۔ اے ذوالنون! تمہیں مجنوں کو ڈھونڈنے سے کیا غرض؟ میں نے کہا

آپ کیا مجنون ہیں؟ کہا یہ تو سن ہی چکے ہو۔ عرض کیا ایک سوال ہے فرمایا پوچھو۔ بتائیے وہ کون سی چیز ہے جس نے تنہائیوں کو آپ کے لئے محبوب بنا دیا ہے، اور اہل انس سے الگ تھلگ کر کے وادیوں اور پہاڑوں میں سرگرداں کر رکھا ہے۔ فرمایا، اس سے مجھے جو عشق ہے اسی نے سرگرداں بنا دیا ہے، اسی کے شوق نے مجھے بھر کا دیا ہے، اور اسی کی وارفتگی نے لوگوں سے الگ تھلگ کر دیا ہے، پھر فرمایا۔ ذوالنون تمہیں مجنوں کی بات پسند آئی۔ میں نے عرض کیا ہاں! خدا کی قسم، پسند بھی آئی اور سوز و غم بھی پیدا کر دیا، اس کے بعد وہ نگاہوں سے اذہل ہو گیا۔ معلوم نہیں کہاں چلا گیا۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

کوہِ لکام کا عارف

شامل کتاب ترجمہ: کوہِ لکام کے نشیب و فراز میں حضرت ذوالنون مصری رضی اللہ عنہ اس عارف کامل کو تلاش کر رہے تھے، جس کے سوز نفس کا چرچا دور و نزدیک تھا۔ ایک بیک ان کے کانوں سے نالہ و شہیون، اور آہ و گریہ کے انداز میں ایک آواز ٹکرائی کوئی دل جلایہ اشعار پڑھ رہا تھا۔

یا ذا الذی انس الفتاۃ بذکرہ انت الذی مان سواک اریڈ

تفنی الیالی والذی مان باسورہ وھواک غرض فی الفتاۃ جدید

ہے ترا ذکر ہی نسکین مری رضا ہی تری مرا مستقر ہے

فنا ہوتا ہے دن مٹی ہیں راتیں جمن ہے عشق کا جوتا زہر ہے، بدر

حضرت ذوالنون رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آواز سن کر قدم آگے بڑھائے، قریب جا کر دیکھا تو ایک شکیل نوجوان بیٹھا ہے۔ لاغری اور کمزوری سے اس کا جسم دبلا ہوا ہے۔ چہرے پر زردی چھائی ہوئی، آنکھیں حلقہ چشم میں دھنس گئی ہیں، ذوالنون رضی اللہ عنہ کا سلام سن کر جواب دیا، اور اشعار پڑھے جن کا مفہوم کچھ اس طرح تھا۔

ساری دنیا سے پھیر کر آنکھیں دل میں تجھ کو بسالیا میں نے

نہنڈ کیا، رات کیا، اندھیرا کیا، ذکر کا نور پالیا میں نے

نہنڈ آئی تو اپنی آنکھوں میں تیرا جلوہ جمالیا میں نے بدر

اس کے بعد کہا، اے ذوالنون! آپ کو مجھ جیسے مجنون کی کیا حاجت، کیوں بہاؤ نے کی زحمت کی۔

ذوالنون: مجھے تم سے ایک بات دریافت کرنی ہے۔

نوجوان: پوچھئے۔

ذوالنون: آخر وہ کون سی بات ہے جس نے تمہیں دنیا سے کنارہ کشی، اور گوشہ نشینی پر آمادہ کیا۔

نوجوان: محبت نے مجھے ویرانوں، جنگلوں، اور پہاڑیوں سرگرداں کیا۔ شوق نے مجھے آمادہ کیا۔ اور عشق نے مجھے سب سے علاحدہ کر دیا۔

ذوالنون: کیا آپ کو دیوانوں کی باتیں بھلی لگتی ہیں؟

نوجوان: بخدا! مجھے تم جیسے لوگوں کی باتیں بہت پیاری معلوم ہوتی ہیں۔ اور ان باتوں سے مجھے رقتِ قلبی میسر آتی ہے۔

حضرت ذوالنون مصری رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اس کے بعد وہ نوجوان نگاہوں سے ادھل ہو گیا۔ اور پھر اسے کہیں نہ پاسکا۔

یہ تین نمونے میں نے پیش کر دیئے جن میں ردض لرباحین کی اصل عربی عبارت ہے پھر اس کا مناسب لفظی ترجمہ "جو میں نے کیا ہے، پھر اس کا وہ ترجمہ جو مولا نابدر القادری کے قلم سے شامل کتاب ہے۔۔۔۔۔ ان نمونوں سے مولانا کی ترجمانی کا دل پذیر انداز بخوبی سمجھا جاسکتا ہے۔ مثلاً یہ کہ:

① واقعات میں جو مکالمے آئے ہیں، انہیں مکالمات کے جدید طرز پر دہاتیں صاحب کلام پھر کلام کا ذکر کرتے ہوئے لکھا گیا ہے۔ جس سے بار بار اس نے کہا، "تیس نے کہا، کی تکرار انہیں ہوتی، اور ضربوں کی ہر بار صحیح تعیین کے لئے ذہن پر کوئی بار نہیں پڑتا۔ عبارت میں روانی، بیان میں شگفتگی، اور ذہم مقصود میں سہولت پیدا ہو جاتی ہے۔

② بہت سی جگہوں میں اشعار کی ترجمانی شعروں ہی میں کی گئی ہے۔ یہ مترجم کے شاعرانہ کمال کی

ردشیں دلیل ہے۔۔۔۔۔ عربی عبارتوں کو دلکش اردو میں ڈھالنا ہی بڑا مشکل کام ہے اور انہیں شعری پیکر میں آنا اس سے بھی مشکل تر، مگر جو ردگو، کہنہ مشق اور بالکمال شاعر ہوتے ہیں وہ بڑی مہارت سے یہ مشکل سر کر لیا کرتے ہیں۔

(۳) واقعات کے آغاز و اختتام میں کہیں کہیں روایتی لطافت و دلچسپی پیدا کرنے کے لئے مناسب تہنیدی جملے لکھ دیئے ہیں۔ کہیں مزید وضاحت اور واقعہ کی جانب شوق انگیزی کے لئے عربی کے ایک دو جملوں کے عوض زیادہ جملے لکھے گئے ہیں۔

(۴) جوں کہ یہ ترجمانی دلچسپ ہے اس لئے حکایتوں پر کتاب کے مطابق نمبر نہیں ڈالے گئے ہیں، مگر ہر حکایت کے لئے ایک مناسب اور شوق انگیز سرخی قائم کی گئی ہے جو پوری حکایت کا حاصل کہی جاسکتی ہے۔ ان عنوانات کے انتخاب میں مترجم کی مہارت اور شگفتہ طبعی کا جو ہر عیاں ہے۔

(۵) ان سب کے باوجود واقعات کی اصل زمین بعینہ باقی رکھی گئی ہے۔ اور مکالمات خصوصاً اولیاد عسرفا کے عبرت انگیز اور نصیحت آموز الفاظ کو تقریباً اصلی حالت میں پیش کرنے کی کوشش کی گئی ہے، بلکہ بہت سی حکایات ایسی ہیں جو مکمل طور پر بامحاورہ اور سلیس ترجمہ ہی پر مشتمل ہیں۔ اور اپنی طرف سے کسی غنیمی اور توضیحی اضافہ کی ضرورت نہیں سمجھی گئی ہے۔ اور یہ بات شروع سے آخر تک ملحوظ ہے کہ واقعات کی صورت ہرگز منہج نہ ہو، اور ان کی جو اصلیت ہے وہ کامل

طور پر محفوظ رہے۔ اور اعتماد کے ساتھ کہا جاسکے کہ حکایت وہی ہے جو مصنف نے بیان کی، نقل دیبان میں امانت و دیانت، زبان میں روانی و شگفتگی، طرز ادا میں لطافت و دلکشی

حذف و اضافہ، تقدیم و تاخیر، تفہیم و توضیح میں روایت بالمعنی کی ساری پابندیوں کو ملحوظ رکھتے ہوئے نصیحت و موعظت کی روح عبرت انگیزی، شوق آفرینی اور اہل شوق کی ہمت افزائی ان ساری خصوصیات کے ساتھ ترجمانی کو نبھانا۔۔۔۔۔ مولانا بدرالقیادری کا وہ

کمال ہے جس پر وہ بجا طور پر تحسین و تبریک کے مستحق ہیں۔

جب کہ ایک زبان کا دوسری زبان میں صحیح لفظی ترجمہ کرنا بھی، دونوں زبان سے پوری واقفیت، محاورات کی معرفت اور عبارتوں میں جاری و ساری روح سے مکمل آشنائی کا مقصد ہی ہے جو بجائے خود ایک مشکل کام ہے۔ پھر اتنی ضخیم کتاب کے ترجمے یا ترجمانی میں جو محنت

شاقہ ہے وہ ہر صاحب نظر پر عیاں ہے۔ اس لحاظ سے بھی برا در محترم دام ظلہ ہمارے اور تمام اردو داں قارئین کے شکر بے کے مستحق ہیں کہ انہوں نے یہ نعت شاقہ جھیل کر ایک عظیم سرمایے کو اردو میں منتقل کیا۔ اور ہمارے اردو ذخیرے میں اضافہ بھی فرمایا۔

ربِّ کریم انہیں ان کی غنتوں کا بہترین صلہ عطا فرمائے۔ انہیں دین و علم اور قرطاس و قلم کی خدمات کے میدان میں نمایاں مقام بخشے، دارین کی سعادوں سے ہم کنار فرمائے، اور ان کے ادارہ الجمع الاسلامی کو بھی فروغ و استحکام مرحمت فرمائے۔ آمین۔ یا اکرم الاکرمین بجاہ حبیب سید المرسلین، خاتم النبیین علیہ وعلى آله وصحبه اکرم الصلوٰۃ و افضل التسلیم الی یوم الدین۔

محمد احمد مصباحی
رکن الجمع الاسلامی مبارکپور

جامعہ اشرفیہ، مبارکپور
شب و شبہ، ۱۷ رجب ۱۴۱۳ھ

قرطاس و قلم ہی میرا سرمایہ ہے۔ یہی میری دولت ہے۔ اور یہی وہ شمشیر و سناں ہیں جو میرے آقاؐ کے نعمت حضور حافظ ملت (میکے استاد و مربی، بانی الجامعة الاشرفیہ، مبارکپور، ہند) علیہ الرحمہ نے عطا کر کے رزم گاہ حیات میں اتارا ہے یہ میرے فریضہ اور شوق دونوں کی تکمیل کے ذرائع ہیں۔ کوشش کرتا ہوں کہ روز و شب کی ڈائری کا کوئی صفحہ خدمت لوح و قلم کے بغیر نہ گزرے۔

محبوبہ یارب! ترے پیاروں کا ہے کس رجبِ کرم
میری دولت مرا سرمایہ بنے لوح و قلم
تیرے محبوب کی میں مدح و ثنا کرتا ہوں
کرتا ہوں شبلی و عطار کی توصیف رقم
دورانِ مطالعہ کبھی کوئی ایسا آبدار موتی نظر میں آجاتا ہے جس کی تابانیوں سے استفادہ
کئے بغیر قدم بڑھانا دشوار ہو جاتا ہے۔ روض الراحین کی زیارت کے بعد بھی کچھ ایسا ہی
ہوا۔۔۔۔۔ اور دگر دمتمدد بکھرے ہوئے عنوانات، ناقص مسودات پڑے کے پڑے
رہے۔۔۔۔۔ اور میں اس کتاب میں گم ہوتا چلا گیا۔۔۔۔۔ عارف باشد

امام یافعی رضی اللہ عنہ کے ذریعہ گویا مجھے حرمین طیبین، بغداد و بصرہ، شام و مصر اور لبنان و عدنان کے اولیاء اللہ درویشانِ حق کے قدموں کی آہٹ سنائی دینے لگی۔ کوہِ لکام کے سناٹوں سے حق ہو کی دینوازدادوں کی بازگشت موصول ہونے لگی۔ جزیرۃ العرب کے دیوانوں میں فدا و بقا کی منزلیں سر کرنے والوں سے اُنس بڑھنے لگا۔ محبوبانِ حق کی روحانی سلطنت کے نظام سے دلچسپی میں اضافہ ہونے لگا۔ پھر ایسا ہوا کہ اس گمستانِ معرفت کے جو بھول میری اپنی نگاہ کو بھاتے گئے میں انہیں سیٹھنے کی کوشش کرنے لگا۔ اللہ کے مقرب بندوں کی شان بہت بلند ہے۔

اولیاء اللہ کی زبان پر حق تعالیٰ کا نام فرماتا ہے۔ ان عظیم اور جلیل القدر، اولیاء اللہ کے واقعات و فرمودات کا ترجمہ اور ترجمانی ان میں سے میں کسی کا اہل نہیں، مگر پھر بھی ایک انجانی قوت تھی جس نے مجھے روض الریحین سے لگائے رکھا۔ روض الریحین کا جو نسخہ

میرے سامنے ہے یہ موصوفہ عماد الدین قبرص سے طبع شدہ ہے۔ محب گرامی مولانا محمد عبدالمبین لغمانی نے اس سلسلہ میں میرے رہوار شوق کو اور ہمہ گیر لگائی — اور کچھ اہم نکات کی جانب متوجہ فرمایا — پھر کیا تھا۔ — امام یافعی رضی اللہ عنہ کے لگائے ہوئے اس باغِ عرفان میں میں نے کئی ماہ تک گم رہا — خدا کرے یہ گمشدگی ایک حیاتِ نو کی دریافت کا مقدمہ ثابت ہو — (آمین) میں نے عامۃ المسلمین کے خیال سے کچھ واقعات اور سلوک و معرفت کی دشوار ترین بحثوں کو جان بوجھ کر ترجمہ میں حذف کر دیا ہے۔

حضرت امام یافعی رضی اللہ عنہ نے جگہ جگہ عربی زبان کے عارفانہ اشعار سے اپنی کتاب کو مزین فرمایا ہے — فحل میں ٹاٹ کا پیوند بھلا تو نہیں لگتا — مگر میں نے یہ جہالت کی ہے کہ موقع بموقع اردو زبان کے اشعارِ قلب بند کر دیئے ہیں۔ مقصد صرف یہ ہے کہ قارئین کرام مزید شوق اور دلچسپی سے مطالعہ فرمائیں۔

یہ کتاب ایک بہت جلیل الشان بزرگ کی ہے — اور اس کے اندر واقعات و فرمودات بھی اکابرِ اولیائے امت کے ہیں، جس کا تقاضا تو یہ تھا کہ جملہ جملہ کا نہایت دیدہ وری سے ترجمہ کیا جاتا — اور یہ کام کوئی اس راہ کا آشنا ہی کرتا۔ اور حقیقت یہ ہے کہ میں نہ علم و فضل کے لحاظ سے اس کا اہل ہوں اور نہ اس فن شریف کی مہارت و بزرگی کے لحاظ سے ان واقعات و فرمودات اور حال و قال کے بیان کی اہلیت رکھتا ہوں۔ — جس جذبہ نے مجھے اس کام پر ابھارا وہ اولیاء اللہ اور محبوبانِ حق کی عقیدت و محبت کے سوا کچھ نہیں — اس لئے سب سے پہلے تو روحانیت کے شہسواروں کی بارگاہ میں، اس کے بلند پایہ دانش اور صوفیہ کرام سے اپنے قصور و فکر و نظر کا اقرار کرتے ہوئے اصلاح اور افادہ کی درخواست کرتا ہوں۔

صبر برکریا کار بادشوار نیست

بدر العبادِ درمی غفلت

دی ہیگ، ۱۰ صفر المظفر ۱۴۱۳ھ / ۱۰ / ۸ / ۱۹۹۲ء

سوانح امام یافعی رضی اللہ عنہ

اسم گرامی: عبداللہ بن اسعد بن علی بن عثمان بن فلاح الشافعی، یافعی

لقب: عقیف الدین، امام

کنیت: ابوالسعاده و ابوالبرکات

پیدائش: ۶۷۸ھ اور بعض روایات کی رو سے ۶۸۰ھ / ۱۳۰۰ھ

وفات: ۷۶۸ھ / ۱۳۶۹ھ (۱۹ جمادی الآخرہ / ۲۰ فروری)

سرزمین یمن اولیاء و صلحاء سے معمور ہے۔ اور بقول شیخ فرید الدین عطار علیہ الرحمہ ”اس پاکیزہ خاک سے اس قدر اولیاء اللہ ابھرتے ہیں جس طرح زمین سے گھاس امام یافعی رضی اللہ عنہ اسی ارغی پاک پر پیدا ہوئے۔ حضرت شیخ محمد بن احمد الدہانی البیصال سے تعلیم پائی۔۔۔۔۔ نیز عدنان کے قاضی احمد بن علی الحارازی سے بھی علمی استفادہ کیا۔۔۔۔۔ ساتویں اور آٹھویں صدی ہجری تک کا دور اسلام اور ایمان کی فصل بہار کا دور تھا۔ مسلم ممالک میں علم و فضل کے چرچے اور اہل اللہ کی عقیدت و محبت کا رجحان عام تھا۔۔۔۔۔ بڑے بڑے صوفیہ کرام اور درویش باحیات تھے سلوک و معرفت کے لئے خانقاہیں آباد تھیں۔۔۔۔۔ اور سیدنا تابعین خواجہ اویس قرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مولد و مسکن یمن کا تو کہنا ہی کیا۔۔۔۔۔ حق ہو الا انہ کی سرستیوں میں سارا ماحول ڈوبا ہوا تھا۔

امام یافعی یمنی رضی اللہ عنہ نے ہوش کی آنکھیں کھولتے ہی سلوک اور تصوف کی جانشینی پائی، اور فقر و درویشی، ریاضت و مجاہدہ کا کیف حاصل کیا۔۔۔۔۔ عارفان حق کی مجالس کے حاضر باش رہے۔ اور بزرگان دین کے احوال و کوائف کے دلدادہ بن کر اسی راہ میں چل پڑے۔۔۔۔۔ تعلیمی مشاغل سے فارغ ہو کر دس سال تہذیب و عبادت میں مشغول رہے۔۔۔۔۔ ۷۱۲ھ / ۱۳۱۲ھ میں انہوں نے پہلا حج کیا۔ اور

مکہ معظمہ میں عارف باللہ حضرت شیخ علی الطواشی رضی اللہ عنہ کی صحبت اختیار کر لی۔
 راہ تصوف کے اس راہرو کو حضرت علی الطواشی کی شکل میں ایک خضر جہاں دیدہ مل
 گیا۔ — امام یافعی کی تصانیف کے مطالعہ سے ان کی سیامانہ طبیعت کا پتہ چلتا
 ہے۔ اوریوں بھی فقراء اور اولیاء اللہ سیاحت ارض کو مجاہدہ کا ایک حصہ قرار
 دیتے ہیں۔ پہلے حج کے بعد وہ لوٹ کر اپنے وطن کب گئے — اور کہاں کہاں
 کا سفر کر کے دوبارہ سرزمین حرمین میں واپس آئے اس کی تفصیل ہمیں نہیں ملی —
 البتہ اتنا ضرور پتہ چلتا ہے کہ پہلا حج کرنے کے چھ سال بعد ۱۲۸۵ھ میں امام یافعی رضی
 اللہ عنہ نے مکہ معظمہ کی سکونت اختیار کر لی تھی — اور یہیں نکاح بھی کر لیا تھا —
 اور کچھ روز بعد مکہ معظمہ سے مدینہ طیبہ چلے گئے تھے، جہاں انہوں نے چند سال کا
 زمانہ گزارا۔

۱۲۸۵ھ / ۱۲۸۵ھ میں انہوں نے بیت المقدس اور دمشق کا سفر کیا — اور
 وہاں کے اولیاء اللہ اور صاحبان معرفت سے حصول برکات و فیوض کیا۔ اس کے بعد
 مصر پہنچے اور وہاں کے اولیاء اللہ اور بزرگوں سے استفادہ کیا۔ روض الراحین کے
 مطالعہ سے آپ بھی محسوس کریں گے کہ حضرت شیخ ذوالنون مصری رضی اللہ عنہ کی
 شخصیت اور ان کی بزرگی کا امام یافعی پر بہت گہرا اثر ہے — اور وہ ان سے سید
 ماثرت نظر آتے ہیں۔ حضرت ذوالنون مصری رضی اللہ عنہ کے اتنے کثیر واقعات کی فراہمی
 کے لئے انہیں مصر میں کافی وقت دینا پڑا ہو گا۔ سوانحی ذخائر ہمیں قیام مصر کی حتمی مدت
 نہیں بتاتے۔ البتہ اتنا پتہ چلتا ہے کہ حضرت ذوالنون مصری رضی اللہ عنہ کی خانقاہ میں طویل
 تک قیام پذیر رہے اور خلوت و تنہائی کو عزیز رکھتے تھے۔ مصر سے واپسی پر مکہ معظمہ اور
 پھر مدینہ طیبہ گئے۔ اور وہاں جا کر دوبارہ نکاح کیا — اس عرصہ میں امام یافعی
 حضرت شیخ طواشی رضی اللہ عنہ سے برابر استفادہ کرتے رہے۔ مدینہ طیبہ میں نکاح کیلئے
 کے بعد بھی یہ سلسلہ ارادت قائم رہا۔

۱۲۸۶ھ / ۱۲۸۶ھ کے موسم حج میں حضرت علامہ سبکی علیہ الرحمہ نے امام یافعی سے ملاقات

کی اور دونوں نے علم تصوف و احوالِ صوفیہ کے سلسلہ میں باہم تبادلہ خیالات کئے۔
 امام یافعی رضی اللہ عنہ نے مرآۃ الجنان میں امام سبکی کی کتابوں سے استفادہ کیا ہے۔ امام
 یافعی رضی اللہ عنہ نے اپنے دور کے متعدد مشائخ کرام سے خرقہ تصوف پایا۔ اور علم تصوف
 کی دولت نہایت فیاضی سے لوگوں پر تقسیم کی۔ آپ کے اہل ارادت آپ کے حسیں
 کریمانہ اور شفقت و مہربانی کے دل سے شیدا بن گئے۔ آپ کے علمی تبحر اور بزرگی کا چرچا
 آپ کی زندگی ہی میں عالم اسلام کے اندر ہو گیا تھا۔ دورانِ سیاحت کبھی حج نہیں
 چھوڑا۔ ایک بار مدینۃ النبی کے دروازے پر اس خیال سے ۴۰ روز رک کے رہے کہ حضور
 اجازت دیں گے اس کے بعد شہر میں جاؤں گا۔ بالآخر زیارت سے مشرف ہو کر اجازت
 پائی اور حاضر ہوئے۔ قائم اللیل صائم الدہر، فقیر دوست اور علم پرور تھے۔ ساری عمر انہی
 مشاغل میں بسر فرمائی۔ مکہ معظمہ میں وصال پایا۔ اور امام قاضی عیاض رضی اللہ عنہ کے پہلو
 میں مدفون ہوئے۔

تصانیف: امام یافعی رضی اللہ عنہ عمر بھر فقرِ محمدی کی تعلیمات کو عام کرتے رہے
 خود بھی اسی پر عامل تھے اور لوگوں کو اسی کی دعوت دیتے تھے
 اس وقت چونکہ ابن تیمیہ جیسے منکر فضائلِ انبیاء اور منکر اولیاء کے خیالات مشہور ہو چکے
 تھے اس لئے فقرِ محمدی کے حامیوں میں جو لوگ تصنیف و تالیف سے تعلق رکھتے تھے
 انہوں نے ابن تیمیہ وغیرہ کے فاسد نظریات کی تردید بھی فرمائی۔ امام یافعی رضی اللہ عنہ
 مسلک امام اشعری رضی اللہ عنہ کے حامی اور نظریہ تصوف میں امام ابن عربی رضی اللہ عنہ
 کے پیرو تھے۔ یہ کہنا غلط ہے کہ امام یافعی رضی اللہ عنہ نے ابن تیمیہ کے
 خلاف ایک کتاب لکھی تو اس کے حامی آپ پر بہت برا فرختہ ہوئے۔ سوال یہ ہے کہ
 ساتویں اور آٹھویں صدی ہجری میں ابن تیمیہ کا حامی اور پیروکار کون تھا؟ ابن تیمیہ اور
 ابن قیم کو تو ابن عبد الوہاب نجدی اور اس کے پیروکاروں نے شہرت دی ہے۔ ورنہ اس
 دور کے اکابر علمائے اہل سنت اور مشائخ کرام کے سامنے ان لوگوں کی وقعت کیا تھی؟
 ① روض السیاحین فی حکایات الصالحین: امام یافعی کی مشہور ترین

تصنیف ہے جسے بعد کے صوفیہ کرام نے خاص طور سے اپنا ماخذ اور مرجع قرار دیا۔ آپ کا بنیادی مشن اور مقصد چونکہ عام مسلمانوں کو عرفان حق کی راہ دکھانا ہے اس لئے روض الراحین میں تاریخی تسلسل کا چنداں لحاظ نہیں کیا گیا ہے۔ اس کتاب کی غرض و غایت یہ ہے کہ روحانیت کے روشن چراغوں سے کچھ نئے چراغ جلائے جائیں۔ اسی لئے امام موصوف نے بہت سے واقعات میں صاحبانِ واقعہ کے نام ظاہر نہیں فرمائے ہیں۔

_____ حالانکہ بعض جگہ قرآن ظاہر کر دیتے ہیں کہ مصنف ان سے بخوبی واقف ہیں۔ اس کی وجہ یہ سمجھ میں آتی ہے کہ درویشانِ حق اپنی شخصیت کو دنیا سے چھپاتے ہیں انہیں اپنی تاریخ مرتب کرانے کا کوئی شوق نہیں ہوتا۔ _____ امام یافعی رضی اللہ عنہ کی اس عظیم الشان کتاب سے ادلیا اللہ کے مجاہدین کو ایک نعمت غیر مترقبہ مل گئی۔ عرب دنیا میں یہ کتاب ہر زمانے میں صوفیہ کے لئے حرزِ جاں بنی رہی۔ کئی بزرگوں نے اس کے خلاصے بھی کئے۔ اور حضرت الشیخ عبدالعزیز بن باز رضی اللہ عنہ جیسے عظیم الشان بزرگ نے بلند و بالا انداز میں روض الراحین کی تعریف فرمائی ہے، اور اپنی کتاب میں اس سے پرستشاد فرمایا ہے۔ اسی طرح حضرت علامہ الشیخ یوسف بن اسماعیل البنبانی رضی اللہ عنہ نے جامع کراماتِ اولیاء میں جو دو جلدوں پر مشتمل حالاتِ اولیاء میں نہایت و فح کتاب ہے

روض الراحین سے استفادہ فرمایا ہے۔ جامع کراماتِ اولیاء ۱۳۲۹ھ میں قاہرہ سے طبع ہوئی۔

② مرآة الجنان وعبرة البقیات: امام یافعی رضی اللہ عنہ کی دوسری اہم تصنیف ہے۔ یہ کتاب تاریخ اور سوانح سے تعلق رکھتی ہے۔ آپ نے اس کتاب میں اپنی ذاتی تحقیقات و معلومات کے علاوہ ابن اثیر، ابن خلکان، اور الذہبی کی تصانیف سے بھی استفادہ کیا ہے۔ امام یافعی رضی اللہ عنہ نے اس کتاب میں اپنے شیوخ کا بھی تذکرہ کیا ہے۔

مرآة الجنان حیدرآباد دکن سے ۱۳۳۲ھ/۱۳۳۹ھ کی مدت میں چار جلدوں میں شائع ہو چکی ہے۔ _____ اس کتاب کی بھی کئی لوگوں نے تلخیص کی ہے۔ اور اقتباسات لئے ہیں۔

③ نثر المحاسن الغالیة فی فضل المشائخ الصوفیة: یہ بھی روض الراحین کی طرح صوفیائے کرام کے حالات میں ہے۔ اس میں حضرت امام یافعی رضی اللہ عنہ نے شریعت

طریقت کا ناطق دیکھا ہے۔ — اس رسالہ کا دو سرائے تھے کفایۃ المعتمد فی اہمائیۃ المذہب جو علامہ ابن علیہ الرحمہ کی جامع کرامات اولیاء کے حاشیہ پر طبع ہوا ہے۔ — اس کا ذکر خود مصنف رضی اللہ عنہ نے مرآۃ الجنان جلد ۵، ص ۲۲۵ پر بھی کیا ہے۔

③ مرہم العلل المعضلة فی الرد علی ائمة المعتزلة بالبواہین القاطعة المفصلة: امام یافعی رضی اللہ عنہ نے یہ کتاب معتزلہ کی تردید میں شیخ نجم الدین عبدالرحمن بن یوسف (متوفی ۷۸۵ھ) کی خواہش پر تحریر فرمائی۔ اور دلائل و براہین کے ذریعہ ان کا بطلان ثابت کیا۔

④ الارشاد والنظریز فی فضل اللہ وتلاوة کتابہ العزیز: جیسا کہ نام سے ظاہر ہے یہ کتاب تلاوت قرآن کے فضائل میں ہے۔ آپ کے سوانح نگاروں کے بیان کے مطابق یہ کتاب مرآۃ الجنان سے پہلے کی تصنیف ہے۔

⑤ النظم فی فضائل القرآن العظیم و آیات الذکوة الحاکم: یہ بھی نماز اور تلاوت قرآن کے بارے میں ایک رسالہ ہے۔ ۱۲۸۲ھ / ۱۲۱۲ھ وغیرہ کے اندر قاہرہ سے شائع ہو چکا ہے۔

⑥ حضرت امام یافعی رضی اللہ عنہ کو سیدنا غوث الاعظم محمد بن ایشیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ سے خاص عقیدت و محبت تھی۔ جیسا کہ انہوں نے خود "روض الریاحین" میں بھی لکھا ہے کہ میں نے اکثر مشائخ آپ سے تعلق رکھتے ہیں۔ چنانچہ ان کے بارے میں بھی ان کی ایک مستقل کتاب کا سراغ ملتا ہے جس کا نام المنہج فی مناقب الشیخ عبدالقادر رضی اللہ عنہ ہے۔

لے خلاصۃ المفائر کے نام سے امام یافعی نے اس کتاب کی تلخیص بھی تحریر کی ہے، جس کا شند اراد دو ترجمہ مولانا سید محمد فاروق قادری صاحب کے قلم سے المعارف لاہور سے ۱۹۸۲ء میں شائع ہو کر مقبول عام ہو چکا ہے۔ ب۔

⑧ الرسالة المکیة فی طریق السادة الصوفیة، یہ رسالہ صوفیہ کرام کے حقوق کے ذکر میں ہے۔ مگر اب تک اس کو دریافت نہیں کیا جاسکا ہے۔

⑨ نود الیقین و اشارۃ اهل التملکین، بھی امام یافعی کی ایک کتاب کا نام ہے۔

⑩ شمس الایمان و توحید الرحمن و عقیدۃ الحق والايقان، امام یافعی رضی اللہ عنہ کا یہ رسالہ کئی مخطوطات کے ساتھ منسلک پایا گیا ہے۔

امام یافعی رضی اللہ عنہ ایک باوقار صوفی اور مصنف ہونے کے ساتھ عربی زبان کے قادر الکلام شاعر بھی تھے۔ چنانچہ آپ خود ملاحظہ کریں گے کہ روض الراحین میں جگہ جگہ انہوں نے اپنے اشعار لکھے ہیں۔ روض الراحین کے صرف مقدمہ کی دو فصلوں میں جو صفحہ ۴۴ تک ہے انہوں نے ۱۱۲ اشعار قلم بند کئے ہیں جن میں معدودے چند کے سوا سب ان کے اپنے ہیں۔ اور کتاب کے خاتمہ پر شاندار طویل قصائد بھی شامل ہیں امام موصوف کی متعدد منظوم کتب کا بھی پتہ چلتا ہے جن میں سے کچھ دریافت ہوئی ہیں اور مخطوطات میں موجود ہیں۔ اور کچھ ایسی ہیں جن کے صرف نام معلوم ہیں۔ دو کے اسماریہ ہیں۔

⑪ باہیۃ المہیا فی مدح شلیوخ الیمن الاصفیا؛ ⑫ مہجۃ الاشجان فی ذکر الاحباب و اهل الاوطان؛

ہالینڈ لیڈن میں عربی مخطوطات کے قدیم مرکز بریل کی فہرست میں امام یافعی کی تصانیف کے ضمن میں کچھ اور اسماریہ بھی ملتے ہیں۔

⑬ خلاصۃ المفاخر ⑭ نصر المحاسن ⑮ اسس الملام (ص: ۵۸۸)

ان تفصیلات سے پتہ چلتا ہے کہ حضرت علامہ شیخ یافعی رضی اللہ عنہ علم تصوف کے مسلم الثبوت امام ہیں جنہوں نے اس مقدس فن کو عملاً اور تحریراً اپنا کر رہتی دنیا تک معتقدین اولیاء اللہ کے لئے مشعل راہ چھوڑی ہے۔ رضی اللہ عنہ

آسمان ان کی حمد و گور ہر افشانی کرے
حشر تک شان کو کئی فیض ارزانی کرے

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

یٰۤاَوَّلِیَّاءِ



بَدُّ الْقَادِرِی



اَبْجَمَعُ الْاَسْرَافِی

پوسٹ بکس ۱۹۱۴۲۔ ۲۵۰۰ سی سی دی ہیگ ہالینڈ

www.maktabah.org

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

الحمد لله المعروف بالمعروف، الموصوف بالكمال في الآزال والآباد،
 المتقدس عن النقص والمثل، والشريك والصند، والزوجة والاولاد،
 المنفرد بالعظمة والكبرياء، والعزة والبقاء، الملك الخزان المنان، الجواد
 الذي هدى بفضلِه من شاء، واضل بعدله من شاء من العباد، ونبه في
 كتابه الكريم على وفق ما سبق في علمه القديم من الاشقاء والاسعاد، فقال
 عزَّ من قائل (مَنْ يَهْدِ اللَّهُ فَهُوَ الْمُهْتَدِ) وقال تعالى (وَمَنْ يُضِلِّ اللَّهُ فَما
 لَهُ مِنْ هَادٍ) الذي اذاق حلاوة طاعته ولذاجة مناجاته، مَنْ شغله به من
 الزهاد والعباد، وخص بفضلِه العظيم مَنْ اصطفاه للحضرة القدسية، وصفاه
 مركبات الصفات النفسية، فابعد عنه الهجر والابعاد، ونور قلوب اوليائه
 بنور معرفته، وسقاهم بكأس محبته شراب الوداد فسكر وبراغ الهوى ولم
 يسقوا مداً يتجلى لهم فشاهد واجمال الحبوب، وعجايب الملك المملوكوت و
 الغيوب، وتعمت بالمشاهدة منهم عين الفؤاد، واجلسهم على بساط الانس
 متربين في حضرة القدس، وصرفهم في ملكه، فهم المملوك في الحقيقة في
 جميع البلاد،

اما تو انفسهم، فأحياها الهي القيوم الحياة الطيبة، قبل يوم المعاد،
 واطعمهم من تحف فواكه جنات الوصل، وطرف هدايا نضال الفضل، في
 روضات رضوان رب العباد، فسبحان من انعم عليهم بفضلِه، ومن عليهم
 بسنن العطايا وجاه، احمده على ما هدانا للاسلام، وخصنا بسيد الانام، وسراج
 الظلام، سيدنا محمد الماحي بنودة ظلام الكفر والعناد، المخصوص بالمقام المحمود
 واللواء المعقود، والخوض المورود، والشرف الشهود يوم يقوم الاشهاد، واشهد

ان لاله الا الله وحده لا شریک له . شہادت خالصۃ التوحید ، خالیۃ من الذیہ
والاحاد ، و اشہدان سیدنا محمدًا عبدہ المصطفیٰ ، و رسولہ المرتضیٰ ، الہادی
الی سبیل الرشاد ، صلی اللہ علیہ و علی آلہ الغدیر الکرام ، و اصحابہ النجباء الامجا
اما بعد : میں چونکہ اولیاء اللہ اور صالحین کا محب ، اور صوفیہ عارفین ، ذوق
شوق ، عزت اور خلوت والے بزرگوں کا عاشق ، اور جو بہترین کتابیں ، حقائق و دقائق
احوال ، اقوال اور کرامات وغیرہ سے پُر نور ہیں ان کا قادی ہوں ۔ اس لئے
ان پاکیزہ نفوس کی محبت نے مجھے اس جانب توجہ دلائی کہ ان کے ذکر میں ایک کتاب
لکھوں ۔ جس کے اندر اذکار و واقعات کا انتخاب ، اولیاء اللہ کی کرامات ،
ان کے اعمال و فرمودات کا خلاصہ ، مقامات عالیہ کا بیان ہو ، کہ وہ حضرات کس طرح
انوار کے قبوں میں ، بلند یوں کی چوٹی پر تشریف فرما ہوئے ہیں ۔ اور آسمانِ مجد پر کس طرح
مثل شہاب چمکتے ہیں ۔ ان کی بلندی کے سامنے آسمان کس طرح سرنگوں ہے ۔ بارگاہِ قدس
میں ان کی حاضری کا کیا انداز ہے ۔ حقیقت یہ ہے کہ ان کی ارواح جہاں ربانی کو بے حجاب
دیکھتی ہیں ۔ ان کے واقعات سنگِ دلوں کے لئے زندگی بخش ہیں ۔ اور ان کے احوال
کوائف کی بادۂ تابِ تشنہ لبوں کی پیاس بجھا دیتی ہے ۔ میں جُن جن کرا در انتخاب کر کے
عاشقینِ اولیاء ۔ مجہینِ صلحاء اور خوشبوئے عشق کے فدائیوں کی خدمت میں
بطور ہدیہ یہ مستند حکایات پیش کرتا ہوں ۔ (مفہوم لمغض) اور اس کا نام دوض لریاحین

سہ حضرت امام یافعی رضی اللہ عنہ عربی زبان کے نہایت فادہ الکلام شاعر بھی ہیں ۔ اور انہوں نے اپنے
عارفانہ ذوق کے مطابق اس کتاب میں عربی اشعار کے ذریعہ اسلامی اخلاق اور تعلیمِ فقر کو دلنشین بنا کر
پیش فرمایا ۔ آپ نے اپنے مافی الضمیر کو نہایت آسانی سے جگہ جگہ شعر کے بجائے نظم کا جام پہنایا
ہے ، جو غالباً اس دور کا پسندیدہ اندازِ نگارش بھی تھا ۔ مقدمہ کتاب میں بھی بار بار آپ نے عربی زبان
کے اعلیٰ میاری اشعار سے کام لیا ہے جسے ہم اردو قارئین کے خیال سے قلم انداز کر کے صرف لازمی
مغایم پر قناعت کرتے ہیں ۔ — ب

فی حکایات الصالحین رکھتا ہوں۔ اور اس کا لقب نزہۃ النواظر و تحفۃ القلوب والخواطر فی حکایات الصالحین والاویاء والا کا بر مختص کرتا ہوں۔ میں نے اس کتاب کو جن عظیم ائمہ اور فاضل بزرگوں کی کتابوں سے انتخاب تلخیص کر کے جمع کیا ہے ان میں سے چند کے اسمائے گرامی یہ ہیں۔

- ① حجتہ الاسلام امام غزالی ② امام ابوالقاسم قشیری ③ شیخ شہاب الدین بہروردی
 - ④ محمد بن ابراہیم خیری ⑤ امام تاج الدین بن عطاء اللہ شاذلی سکندری ⑥ شیخ احمد بن علی قسطلانی ⑦ علامہ ابوالفرج بن جوزی ⑧ شیخ محمد بن قدامہ مقدسی ⑨ شیخ ابواللیث نصر محمد سمرقندی ⑩ شیخ ابوالعباس احمد بن علی معروف ابن اطریانی رحمہم اللہ
- تعالے اجمعین۔

کتاب میں واقعات اولیاء اللہ کے علاوہ و فصلوں پر مشتمل مقدمہ اور تین فصول پر مشتمل خاتمہ بھی شامل ہے۔ (مقدمہ روض الریاحین، ص ۶۱)

امام الطائفہ ابوالقاسم جنید بغدادی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ ان سے کھنی نے پوچھا کہ بزرگان دین اور اولیاء اللہ کے واقعات و حکایات سے مریدین کو کیا فائدہ پہنچتا ہے؟ فرمایا۔

الحکایات جز من جنود اللہ بزرگان دین کے واقعات اللہ تعالیٰ کے لشکروں
تعالیٰ تقویٰ بہا ذابوب الموبدین میں سے ایک لشکر میں ان سے اہل ارادت کے دل
مطمئن اور ثابت قدم ہوتے ہیں۔

سائل نے عرض کیا حضور آپ کے اس قول کی کوئی دلیل بھی ہے؟ آپ نے دلیل میں قرآن مجید کی یہ آیت مبارکہ تلاوت فرمائی۔

وَكَلَّمَ نَفَقْتُ عَلَيْكَ مِنْ أَنْبَاءِ اور رسولوں کی خبروں میں سے سب باتیں ہم آپ پر
الرَّسُولِ مَا نُنَبِّئُ بِهِ فُؤَادَكَ (ہو ۱۱۱) بیان فرماتے ہیں جن سے آپ کے دل کو ثابت قدمی بخشیں
اسی طرح صالح کبیر عارف باللہ شیخ ابوسلمان دارانی رضی اللہ عنہ کے واقعہ سے

ثابت ہوتا ہے کہ اہل اللہ کے نصائح انسانی قلوب کو رب ذوالجلال کی جانب متوجہ کرتے ہیں۔

شیخ ابوسلمان دارانی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا۔ میں نے ایک وعظ کی مجلس میں شرکت کی جب تک مجلس میں رہا مجھ پر وعظ کا اثر رہا مجلس سے آیا تو اثر جاتا رہا۔ دوبارہ مجلس وعظ میں ماضی دی، تو اس کا اثر مجلس سے اٹھ کر آنے کے بعد راستے تک رہا اور تیسری بار حاضر مجلس ہوا تو اس کا اثر گھر جانے کے بعد بھی مجھ میں باقی رہا۔ چنانچہ میں نے راہ حق سے دور لے جانے والے تمام امور کو خیر باد کہا۔ اور معاصی کے وسائل کا خاتمہ کر ڈالا۔ اور اللہ تعالیٰ کا راستہ اختیار کیا۔

فرماتے ہیں کہ یہ حکایت شیخ عارف یحییٰ بن معاذ رضی اللہ عنہ سے سنی تو فرمایا۔ ”چڑیا نے کلنگ کا شکار کر لیا۔“ اس مقولہ میں چڑیا سے مراد داعظ اور کلنگ سے مراد حضرت شیخ سلیمان دارانی رحمۃ اللہ علیہ کی ذات ہے۔

اسی طرح ہم تک یہ روایت بھی پہنچی ہے کہ

ان الرحمة تنزل عند ذكره بقينا ذكرنا لعين من وقت رحمت نازل الصالحين ہوتی ہے۔

واقعات کی سند کو میں نے اختصار کے خیال سے حذف کر دیا کیونکہ جو بزرگ کی معقہ نہیں اسے سند بھی کوئی فائدہ نہیں دے گی۔ اور جو معتقد ہیں وہ بغیر سند کے بھی حصول فیض کریں گے۔ اور ان حکایات کے لئے احادیث نبویہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کی طرح قوی اسناد کی ضرورت بھی نہیں۔ کیونکہ ان سے احکام شرعیہ کے استنباط کا تعلق نہیں ہے۔ بلکہ یہ صرف ناصحانہ حکایتیں ہیں۔ اس لئے مناسب ہے کہ ان سے پند و موعظت حاصل کی جائے۔ اور انکار نہ کیا جائے۔ کیونکہ مشائخ رضی اللہ عنہم فرماتے ہیں۔

اقل عقوبة المنكر على الصالحين بزرگوں کے منکر کی کتر سزا یہ ہے کہ وہ ان کی برکت سے محروم ہو جائے۔

ان مجرم و بدکھن

نیز فرمایا۔

وَجَنَحَتْ عَلَيْهِ سَوْءُ الْخَاتَمَةِ۔ اور ایسے شخص کے سوراخ نامہ کا خوف ہے

(نَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنْ سَوْءِ الْقَضَاءِ)

شیخ عارف ابوتراب بخشی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

قلب جب اللہ تعالیٰ سے اعراض کا عادی ہو جاتا ہے تو اولیاء اللہ کے پیچھے پڑتا ہے اور ان کی مخالفت کرتا ہے۔

اور شیخ عارف ابوالفوارس شاہ بن شجاع کرمانی رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔

اولیاء اللہ کی محبت سے افضل کوئی ریاضت نہیں، کیونکہ ان کی محبت حبِ خدا کی نشانی ہے۔

امام جنید بغدادی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کی جانب سے ہم لوگوں کو جو علم عطا ہوا ہے اس کی تصدیق کرنا ولایت (صغریٰ) ہے۔

امام باقی فرماتے ہیں: مسلک صوفیہ میں لوگوں کی چار قسمیں ہیں۔

① جنہیں صوفیہ کا علم، ان کی طریقت، اور ان کے ذوق و احوال کی تصدیق، اور ذوق، سب کچھ حاصل ہو۔

② جن لوگوں کو تصدیق اور علم تو حاصل ہو مگر ذوق نہ ہو۔

③ جنہیں صرف تصدیق حاصل ہے مگر وہ علم اور ذوق سے محروم ہیں۔

④ وہ لوگ جنہیں نہ تصدیق حاصل ہو نہ علم نہ ہی ذوق۔

نَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الْحَرَمَانِ وَنَسْأَلُهُ التَّوْفِيقَ وَالْفَقْرَانَ

میں اس بات کا معترف اور مُبقر ہوں کہ میں حضرات اولیائے کرام کے احوال و ذوق

سے ناواقف، اور ان کی علمی تحقیقات سے ناواقف، اور ان کے طریق پر چلنے سے عاجز ہوں

ہاں! البتہ ان حضرات کا فدائی و شہیدانی ضرور ہوں۔ اور ان کی سہائی کا دل سے یقین رکھتا ہوں۔

اس کے بعد امام یافعی رضی اللہ عنہ اپنے عجز و انکسار کا اظہار اس کے بندے حضور
نبی مختار صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے آل و اصحاب اور اولیاء اللہ کے توسل سے دعا کرتے
ہیں۔۔۔۔۔ آخری چند اشعار یہ ہیں۔

اللہی الفقیر الیافی لیس عنده سوئی جھم فافادہ و دکاب
اے اللہ! فقیر یافعی کے پاس محبت اولیاء کے علاوہ سفر آخرت کے لئے کوئی زاد راہ اور سواری نہیں ہے
اللہی بذات انفعہ واحشرہ معہم و عمر بنا قلبا تناہی خرابہ
اے اللہ! محبت اولیاء سے اس کو نفع پہنچا، اس کا حشر ان کے ساتھ فرما، اور ہمارے دیران طلب آبِ فرما
فقیر بدر القادری عرض گزار ہے۔

آباد انہی گلوں سے ہے گیتی کا گلستاں
ہیں اولیاء ممد اکت اسلام کی دلیل
ہے معرفت کا راستہ شمشیر برہنہ
کانٹوں کی راہ چلتا ہے ہر عاشقِ جلیل
خود سید الرسل بہ تھے کفارِ خشتِ زن
ڈالے گئے تھے آگ میں اللہ کے خلیل
دکھلاتے ہیں زمانے کو راہِ ممتدی
ہر ایک اپنی ذات میں ہے مثلِ سنگِ میل

اے رہروان راہِ طریقت خدا گواہ
ٹکرائے گا جو تم سے وہ ہو جائے گا دلیل



فضائل ولیا و فقر قرآن میں

ارشاد رب العالمین ہے۔

تو وہ لوگ ان کے ساتھ ہوں گے جن پر اللہ نے انعام کیا، جو انبیاء اور صدیقین اور شہداء اور صالحین ہیں اور یہ کیا ہی اچھے ساتھی ہیں۔ فیصلہ اللہ کی طرف سے ہے۔ اور کافی ہے اللہ جاننے والا۔

خبردار! بیشک اللہ کے ولیوں پر نہ کچھ خوف ہے نہ وہ غمگین ہوں گے۔ جو ایمان لائے اور پرہیزگار رہے۔ ان کے لئے بشارت ہے دنیا کی زندگی میں اور آخرت میں، اللہ کے کلمات میں تبدیل نہیں ہو سکتی۔ یہی بہت بڑی کامیابی ہے۔

بیشک جو مسکرم خاص بندے ہیں، ان پر تجھے کچھ غلبہ نہیں۔ اور وہ لوگ جنہوں نے ہماری راہ میں جہاد کیا۔ ضرور ہر انہیں اپنی لاپس دکھائیں گے اور بیشک اللہ ضرور نیکی کرنے والوں کے ساتھ ہے۔

اور اللہ انہیں دوست رکھتا ہے اور وہ اللہ کو دوست رکھتے ہیں۔

وہ ایسے لوگ ہیں جنہوں نے سچا کر دیا اس عہد کو

① فَأُولَٰئِكَ مَعَ الَّذِينَ أَنْعَمَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ مِنَ النَّبِيِّينَ وَالصِّدِّيقِينَ وَالشُّهَدَاءِ وَالصَّالِحِينَ وَحَسُنَ أُولَٰئِكَ رَفِيقًا ۚ ذَٰلِكَ الْفَضْلُ مِنَ اللَّهِ وَكَفَىٰ بِاللَّهِ عَلِيمًا ۝ (النساء، ۶۹)

② الْإِنِّ أَوْلِيَاءَ اللَّهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ ۚ الَّذِينَ آمَنُوا وَكَانُوا يَتَّقُونَ لَهُمُ الْبُشْرَىٰ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَفِي الْآخِرَةِ لَا تَبْدِيلَ لِكَلِمَاتِ اللَّهِ ذَٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ (البقرہ، ۱۷۷)

③ إِنَّ عِبَادِي لَيْسَ لَكَ عَلَيْهِمْ سُلْطَانٌ ۚ (بنی اسرائیل، ۶۵)

④ وَالَّذِينَ جَاهَدُوا فِينَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا وَإِنَّ اللَّهَ لَمَعَ الْمُحْسِنِينَ ۝ (العنکبوت، ۶۹)

⑤ وَيُجِبُّهُمْ وَيُجِيبُوهُ (المائدہ، ۵۶)

⑥ رِجَالٌ صَدَقُوا مَا عَاهَدُوا

اللَّهُ عَلَيْهِ - (الاحزاب ۳۳، ۲۳)

④ إِنَّ الَّذِينَ قَالُوا رَبُّنَا اللَّهُ ثُمَّ اسْتَفَافُوا مَا تَنْزِلُ عَلَيْهِمُ الْمَلَكُةُ أَنْ لَا تَخَافُوا وَلَا تَحْزَنُوا وَأَبْشِرُوا بِالْجَنَّةِ الَّتِي كُنْتُمْ تُوعَدُونَ . مَحْنُ أُولِيَائِكُمْ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَفِي الْآخِرَةِ وَلَكُمْ فِيهَا مَا تَشْتَهُي الْأَفْسُكُمْ وَلَكُمْ فِيهَا مَا تَدْعُونَ . نَزْلًا مِنْ غَفُورٍ رَحِيمٍ .

(ترم السجدہ ۴۱، ۳۰، ۳۲)

⑤ مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ أُمَّةٌ قَائِمَةٌ يَتَّبِعُونَ آيَاتِ اللَّهِ أَنْتَاهَا نَبِيلٌ وَهُوَ يُجِدُّونَ بُرُؤُومِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَبِأُمُورٍ بِالْمَعْرُوفِ وَيَهْتُمُونَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَيَسَارِعُونَ فِي الْخَيْرَاتِ وَأُولَئِكَ مِنَ الْمُسْلِحِينَ .

(آل عمران ۳، ۱۱۳، ۱۱۴)

⑥ وَاصْبِرْ لِنَفْسِكَ مَعَ الَّذِينَ يَدْعُونَ رَبَّهُمْ بِالْغَدَاةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيدُونَ وَجْهَهُ وَلَا تَعْدُ عَيْنَاكَ عَنْهُمْ تُرِيدُ زِينَةَ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَلَا تُطِعْ مَنْ أَغْفَلْنَا قَلْبَهُ عَنْ ذِكْرِنَا .

(الکہف ۱۸، ۲۸)

جوانم سے کیا تھا۔

بیشک جن لوگوں نے کہا ہمارا رب اللہ ہے پھر وہ (اس پر مضبوطی سے) قائم رہے ان پر فرشتے اترتے ہیں کہ نہ خوف کرو اور نہ غمگین ہو، اور اس جنت کے ساتھ خوش ہو جاؤ جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا تھا۔ تم تمہارے مددگار ہیں دنیا کی زندگی میں اور آخرت میں، اور تمہارے لئے اس جنت میں ہر وہ چیز ہے جسے تمہارا جی چاہے اور تمہارے لئے اس میں ہر وہ چیز ہے جو تم طلب کرو، مہمان، بہت بخشش ملے، بیدار رہنے والے کی طرف سے کتاب والوں میں سے کچھ لوگ حق پر قائم ہیں، رات کی گھڑیوں میں اللہ کی آیتیں تلاوت کرتے اور سجدہ کرتے ہیں، اللہ اور قیامت کے دن پر ایمان لاتے ہیں، اور نیکی کا حکم کرتے اور برائی سے روکتے ہیں، اور نیک کاموں میں ایک دوسرے سے جلدی کرتے ہیں، — اور وہ لوگ نیکوں میں سے ہیں۔

اور روکے رکھے اپنے آپ کو ان لوگوں کے ساتھ جو عبادت کرتے ہیں اپنے رب کی، صبح اور شام اس کی خوشنودی چاہتے ہیں، اور آپ کی آنکھیں ان سے نہ ٹہیں، اس میں کہ آپ حیات دنیا کی زینت چاہتے ہیں، اور آپ اس کا کیا نہ مانیں جس کا دل ہم نے اپنی یاد سے غافل کر دیا،

⑩ لِيُفْقَرَآءَ الَّذِينَ أَحْصَرُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ لَا يَسْتَطِيعُونَ ضَرْبًا فِي الْأَرْضِ يَحْسَبُهُمُ الْجَاهِلُ أَغْنَاءَ مِنَ التَّعَفُّفِ تَعْرِفُهُمْ بِسَيَآهُمْ لَا يَسْأَلُونَ النَّاسَ إِلْحَافًا

(بقرة ۲۵، ۲۴)

اولیاء پر خدا کی رحمت ہے
بادشہ ہیں وہ دونوں عالم میں

یوں تو اولیاء اللہ اور فقراء کے بارے میں قرآن مجید میں اور بھی آیات مبارکہ ہیں مگر ہم نے اختصار کے خیال سے صرف ان ہی دس پر قناعت کی ہے۔

احادیث صحیحہ میں فضائل اولیاء و فقراء:

① صحیح بخاری میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، انہوں نے کہا۔

قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم ان الله تبارك و تعالى قال، مَنْ عَادَى لِي وَلِيًّا فَقَدْ آذَنْتَهُ بِالْحَرْبِ، وَمَا تَقَرَّبَ إِلَيَّ عَبْدِي بِشَيْءٍ أَحَبَّ إِلَيَّ مِمَّا افْتَرَضْتُ عَلَيْهِ، وَمَا يَزَالُ عَبْدِي يَتَقَرَّبُ إِلَيَّ بِالنَّوَافِلِ حَتَّى أَجِبَّهُ، فَإِذَا أَجَبْتُهُ كُنْتُ سَمْعَهُ الَّذِي يَسْمَعُ بِهِ، وَبَصَرَهُ الَّذِي يُبْصِرُ بِهِ، وَبِيَدِهِ الَّتِي يَبْطِشُ بِهَا وَرِجْلَهُ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تبارک و تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔ جو میرے ولی سے عداوت کرے میں اس سے اعلان جنگ کرتا ہوں اور جن اہل آل کے ذریعہ میرا بندہ میرا تقرب چاہتا ہے، ان میں سب سے زیادہ میرے نزدیک وہ عباد ہیں محبوب ہیں جو میں نے اس پر فرض کیں اور ہمیشہ میرا بندہ نوافل کے ذریعہ میرا تقرب حاصل کرتا رہتا ہے یہاں تک کہ میں اسے محبوب بنالیتا ہوں اور جب محبوب بنالیتا ہوں تو میں اس کے کان ہو جاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے اس کی آنکھ

اللہ کی راہ میں اپنی جان اور مال سے جہاد کرے،
اس نے عرض کیا۔ پھر کون؟ فرمایا۔ پھر وہ جو کسی
گھائی میں سب سے الگ ہو کر جا بیٹھے اور اللہ
تعالیٰ کی عبادت کرے اور ایک روایت میں
ہے کہ اللہ سے ڈرے اور لوگوں کو اپنے شر سے بچا

تعالیٰ، قال، اللہ من؟ قال، اللہ
رجل يعتزل في شعب من الشعب
يعبد ربه — وفي رواية
يتقى الله ويذيع الناس من
شره۔

کیا تھا وعدہ جو روز ازل اس کو نبھاتے ہیں
کہ اپنے نفس کے شر سے جہاں کو ہم بچاتے ہیں
(بقرہ)

خدا جس کو نوازے ذکر کی لذت پہنچاتے ہیں
خدا دالے کچھ اس نیت سے بھی اپناتے ہیں خلوت
(۴) صحیح بخاری میں ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے۔

ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے۔ انہوں نے کہا
کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے شانے کو کھڑ
کر ارشاد فرمایا کہ دنیا میں پر دہی بارہ گیر کی طرح
رہو۔

عن ابن عمر رضی اللہ عنہما قال
أخذ رسول الله صلى الله عليه وسلم
بمنكبي وقال كن في الدنيا كأنك غريب
أو عابر سبيل۔

اور حضرت ابن عمر فرمایا کرتے تھے کہ جب تم شام کرو تو صبح کا انتظار نہ کرو، اور جب
صبح کرو تو شام کا انتظار نہ کرو، اور تندرستی میں بیماری کے لئے اور زندگی میں موت کے
لئے سامان کرو۔

بدر آہوش میں اور نفس کے دھوکے میں جا
زندگی کاٹ مسافر کی طرح دنیا میں!
⑤ جامع ترمذی میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا۔

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم
يدخل الفقراء الجنة قبل الاغنياء
میں مالداروں سے پانچ سو سال پہلے داخل
ہوں گے۔

امام یافعی رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کے بعد بھی اپنے طریقہ کے مطابق اشارت تحریر
فرمائی ہیں۔ اس کے بعد تحریر فرماتے ہیں ————— میں نے ایک ولی اللہ کو

وجد و مال کی کیفیت میں زار و قطار روتے ہوئے یہ فرماتے سنا۔

اليوم لهم غدا لنا

قال لنا حبيبنا

ہم سے ہمارے حبیب نے فرمایا ہے کہ آج کا دن ان کا ہے (اور دنگا ہے) اور کل کا دن ہمارا ہے۔
 ⑥ بخاری و مسلم میں حضرت اُسامہ بن زید رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔

عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال قمت علی باب الجنۃ فکان عامۃ من دخلھا المساکین و اصحاب الجد محبوسون غیر ان اهل النار قد امر بہم الی النار — و قمت علی باب النار و عامۃ من دخلھا المساکین۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میں جنت کے دروازہ پر کھڑا ہوا تو میں دیکھا کہ اس میں داخل ہونے والے زیادہ تر مساکین ہیں۔ اور سب مالداروں کو روک رکھا گیا ہے سوائے ان لوگوں کے جو دوزخ کے قابل تھے انہیں دوزخ میں لے جانے کا حکم ہو گیا۔ اور میں دوزخ کے دروازہ پر کھڑا ہوا تو میں نے دیکھا کہ اس کے داخل ہونے والوں میں زیادہ تر غورتیں ہیں۔

⑦ بخاری و مسلم میں سہیل بن سعد ساعی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔

قال مترجل بالنبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال لرجل جالس عنده ما رأیت فی هذا فقال رجل من اشراف الناس هذا واللہ حری ان خطب ان ینکح و ان شفیع ان یشفع فسلک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ثم مترجل اخر فقال له رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ما رأیت فی هذا فقال یا رسول اللہ هذا رجل من فقراء

انہوں نے کہا کہ ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے گزرا، تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے قریب بیٹھے ہوئے ایک آدمی سے پوچھا اس شخص کے بارے میں تیری کیا رائے ہے؟ اس نے کہا، یہ معزز لوگوں میں سے ہے، اور بخدا یہ اس لائق ہے کہ اگر کسی کو پیغام بھیجے تو فوراً نکاح کر دیا جائے، کسی کی سفارش کرے تو قبول کی جائے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سکر خاموش رہے۔ اس کے بعد ایک شخص وہاں سے گزرا، آپ نے پوچھا اس کے بارے میں تمہاری کیا رائے

المسلمین هذا حری ان خطب
ان لا ینکح، وان شفیع ان لا یشفع،
وان قال لا یسمع لقوله، فقال رسول
الله صلی الله علیہ وسلم هذا خیر
من ملأ الارض مثل هذا۔

- - -
- - -
- - -

ہے؟ اس نے عرض کیا یا رسول اللہ! یہ غریب
فقرائے مسکین میں ہے۔ اور یہ ایسا ہے کہ اگر کہیں
بینام نکاح بھیجے تو قبول نہ کیا جائے، سفارش
کے تو کوئی شہنوائی نہ ہو، اور اگر گفتگو کرے تو
تو کوئی کام نہ دھرے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
نے فرمایا۔ (یہ نہ صرف یہ کہ اس پہلے شخص سے
بہتر ہے بلکہ اس جیسے لوگوں سے بھری ہوئی پوری
دنیا سے بھی بہتر ہے۔

⑧ صحیحین میں ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ انہوں نے کہا۔

ان النبی صلی الله علیہ وسلم قال
انما مثل المجلس المباح وجلیس السوء
کما مل المسک وناخ الکبیر فکما مل المسک
اما ان یحذیک واما ان یتباع منه
واما ان یجعد منه رجلاً طیباً وناخ الکبیر
اما ان یحرق ثیابک واما ان یجعد منه
رجلاً مننتاً۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ اچھے
ہمنشین کی مثال مشک رکھنے والے کی طرح ہے
اور برے ہمنشین کی مثال بھیٹی جلائے والے کی
طرح ہے۔ مشک والا یا خود تجھے کچھ اس سے دیگا
یا تو خود اس سے خریدے گا۔ ورنہ خوشبو ہی
سے فائدہ اٹھائے گا۔ اور بھیٹی والا یا تیرے کپڑے
جلا دے گا، یا بدبو سے پریشان کرے گا۔

اور قلبی سرور دیتے ہیں
عشقِ رب غفور دیتے ہیں (بد)

علم دیتے ہیں نور دیتے ہیں
اولیاء اپنے ہمنشینوں کو

⑨ ترمذی میں حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے

قال سمعت رسول الله صلی
الله علیہ وسلم یقول، قال الله
عز وجل المتحابون فی جلالی لهم
منابر من نہ یغبطهم النبیون

انہوں نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم کو فرماتے سنا کہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے،
جو لوگ میرے لئے باہم محبت کرتے ہیں، ان کے
لئے قیامت میں نور کے منبر ہوں گے، ان کے

والشهداء۔

درجہ پر انبیاء و شہداء رجی رشک کریں گے۔

امام ترمذی کہتے ہیں کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے اور امام مالک رضی اللہ عنہ کی موطا میں سند صحیح سے مروی ہے

يقول الله تبارك وتعالى
وجبت محبتي للمتحابين
في والمتجالسین فی والمترادين
في والمتباذلين في۔
اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ ان کے لئے میری محبت واجب ہوگئی جو میرے لئے باہم محبت کرتے ہیں۔ اور میرے سے ایک ایک کی ہم نشینی اختیار کرتے ہیں۔ اور میرے لئے ایک دوسرے کے زیارت کرنے میں اور میرے لئے باہم خرچ کر رہے ہیں۔

جورب کے واسطے بندوں سے پیار کرتا ہے وہ آخرت کو سدا استوار کرتا ہے
اسی کے واسطے منبر بھی منور کا ہوگا اسی سے باری تعالیٰ بھی پیار کرتا ہے
① بخاری و مسلم میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ انہوں نے کہا۔

عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال سبعة یظہم اللہ تحت ظله یوم لا ظل الا ظله۔
امام عادل و شاب انشاء فی عبادۃ اللہ تعالیٰ و رجل قلبہ معلق بالمسجد و رجلان تمحبا فی اللہ عز و جل اجتماعا علیہ و افتراقا علیہ۔ و رجل دعتہ امرأة ذات منصب و جمال فقال انی اخاف اللہ تعالیٰ و رجل تصدق بصدقة فاخفاها حتی لا تعلم شمالہ ما تنفق۔
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سات ایسے اشخاص ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ اس روز اپنے سایے میں جگہ عنایت فرمائے گا جس روز اس کے سوا کوئی سایہ نہیں ہوگا ①
عادل بادشاہ ② وہ جو ان جس نے اپنی تمام عمر اللہ کی عبادت میں گزار دی ③ وہ شخص جس کا دل مسجد سے وابستہ ہو ④ وہ دو شخص جو اللہ کے لئے آپس میں محبت رکھتے ہوں خدا ہی کے لئے ملیں اور خدا ہی کے لئے جدا ہوں ⑤ وہ شخص جسے کوئی منصب جمال والی عورت بلائے تو وہ یہ کہہ دے کہ میں اللہ سے ڈرتا ہوں ⑥ وہ شخص جو خیرات کر کے اس طرح چھپائے کہ اس کے دائیں ہاتھ کی نیکی کو بائیں ہاتھ بھی نہ جانے ⑦ جو اللہ کو تنہائی میں یاد کرے تو اس کی

یمنہ ورجل ذکر اللہ خالیاً ففاضت عیناہ آنکھیں اٹک بارہو جائیں۔

شاہِ عادل، جوانِ عابد، مسجد سے دل جوڑنے والا
دوستِ محبت والے، زنا سے خود منہ موڑنے والا
کسے جو صدقہ چھپا کے، غلت میں جو روئے سببا توں
پائیں گے غلّ رب محشر میں جو دن ہے جا توڑنے والا
(بتہ)

کچھ اور احادیثِ کریمہ:

فضائلِ اولیاء میں ہم نے یہ دس صحیح احادیث بیان کی ہیں۔ ان کے علاوہ بھی ہم کچھ احادیث ذکر کرتے ہیں جنہیں ائمہ حدیث نے اپنی اپنی سندوں کے ساتھ روایت کیا ہے
① حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔

ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال بُدِّلَ اُمتی اربعون رجلاً، اثنان وعشرون بالشَّام، وثمانیۃ عشر بالعراق، کُلُّما مات منهم واحد ابدل اللہ مکانہ اخر فاذا جاء الامر قبضوا۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ میری امت کے چالیس ابدال ہیں۔ ان میں سے بائیس شام میں، اٹھارہ عراق میں ہیں۔ جب ان میں سے کوئی وفات پاتے ہیں۔ تو اللہ تعالیٰ اس کی جگہ دوسرے کو قائم مقام کر دیتا ہے۔ جب قیامت قریب آئے گی، تو سب اٹھائے جائیں گے۔

② سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان اللہ تبارک و تعالیٰ فی الارض ثلث ماء رجل قلوبہم علی قلب آدم علیہ السلام، ولہ اربعون قلوبہم علی قلب موسیٰ علیہ السلام، ولہ سبعۃ قلوبہم علی قلب ابراہیم علیہ السلام، ولہ خمسۃ قلوبہم علی قلب جبریل علیہ السلام، ولہ ثلاثۃ قلوبہم علی قلب میکائیل علیہ السلام، ولہ واحد قلبہ

علیہ السلام کی جگہ اسرافیل علیہ السلام کا، اور اسرافیل علیہ السلام کی جگہ عزرائیل علیہ السلام کا ذکر آیا ہے۔۔۔۔۔ حدیث مذکور میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جس ایک بندہ خدا کا ذکر فرمایا ہے۔ اس سے قطب کی ذات مراد ہے۔ اور وہ غوث ہوتے ہیں اولیاء میں ان کا مقام و مرتبہ مرکز دائرہ کے نقطہ کی حیثیت رکھتا ہے۔ تمام عالم کا نظم و نسق ان سے متعلق رہتا ہے۔

بعض بزرگوں نے فرمایا کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حدیث پاک میں قلوب انبیاء و ملائکہ کے ساتھ اپنے قلب الطہر و النور کا ذکر اس لئے نہیں فرمایا کہ قادر مطلق نے آپ کے قلب شریف، کے مثل تو کبھی کا قلب پیدا ہی نہیں فرمایا۔ شرافت و لطافت اور ہر اعتبار سے آپ کا قلب مبارک تمام انبیاء و ملائکہ علیٰ نبینا و علیہ السلام کے قلوب کے بالمقابل بزم انجم میں خورشید تاباں کے مثل ہے۔ صلوات اللہ تعالیٰ علیہ و علیٰ آلہ و صحبہ اجمعین۔

شیخ عارف ابوالحسن النوری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

”اللہ تعالیٰ نے تمام قلوب پر نظر فرمائی تو قلب پاک سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ کسی قلب کو اپنی طرف شوق میں دارفتہ نہ پایا۔ تو انہیں معراج کا شرف بخشا کہ دیدار وہم کلامی کی لذت سے انہیں جلد تسکین مل سکے۔“ ص ۱۶

اور غریقی بحر معرفت شیخ کامل ذوالنون مصری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

”تمام انبیاء کرام علیہم السلام کی مقدس روحوں نے میدان عرفان میں دوڑ کی تو ان میں ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی روح مقدس سبقت لے گئی۔ اور گلشن وصال تک سائی پائی“ سیدنا علی بن ابی طالب کرم اللہ تعالیٰ وجہہ سے مروی ہے۔

انہ قال البدلاء بالشام، والنجباء بمصر، والعصائب بالعراق، والنقباء بخراسان، والاقاداد بامسٹرلا دض، والحض علیہ السلام سید القوم، انہوں نے فرمایا، ابدال شام میں، نجباء مصر میں، عصائب عراق میں، نقباء خراسان میں، اقاداد شام کے زمین میں ہیں۔ اور حضرت خضر علیہ السلام سب کے سردار ہیں۔

حضرت خضر علیہ السلام سے مروی ہے۔

انہ قال، ثلاث مائة هم الالباء وسبعون هم النجباء واربعون هم اوتاد الارض وعشرة هم النقباء وسبعة هم العرفاء وثلاثة هم المختارون وواحد منهم هو الغوث۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہما جمعین انہوں نے فرمایا، اویار تین سو ہیں۔ نجبار تیرہ ہیں، اور روئے زمین میں اوتاد چالیس ہیں، نقباء و سس ہیں، عرفار سات ہیں، مختار تین ہیں، اور ایک ان میں سے غوث ہے۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہما جمعین

حضرت ابوالدردار رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔

انہ قال، ان لله عباداً يقال لهم الابدال لم يبلغوا ما بلغوا بكثرة الصوم والصلاة، والتخشع وحسن الحلية ولكن بلغوا بصدق الورع وحسن النية وسلامة الصدور والرحمة لجميع المسلمين اصطفاهم الله بعلمه واستخلصهم لنفسه، وهم اربعون رجلاً على مثل قلب ابراهيم صلى الله عليه وسلم لا يموت الرجل منهم حتى يكون الله قد انشأ من خلفه واعلم انهم لا يسبون شيئاً ولا يلعنونه ولا يؤذون من تحتهم ولا يحتقرونه ولا يعسدون من فوقهم، اطيب الناس خيلاً والينهم عن بكة، واسخاهم نفساً، لا تدركهم الخيل المجرة، ولا الريح العواصف فيما بينهم وبين ربهم، انما قلوبهم تصعد في السقوف العلى اذ تباحا الى الله تعالى في استبان الخيلات راوُلْتُكَ حِزْبُ اللَّهِ الْاِثْنِ حِزْبُ اللَّهِ هُمُ الْمُفْلِحُونَ

وہ فرماتے ہیں، اللہ کے کچھ بندے ہیں جنہیں ابدال کہتے ہیں، وہ حضرات اپنے اس مرتبہ پر روزہ و نماز، خشوع و عاجزی کی کثرت اور حسن علیہ کی وجہ سے نہیں پہنچے ہیں، بلکہ اپنے ورع و تقویٰ کی سہائی، نیت کی بہتری، سب کے سلامتی، اور تمام مسلمانوں سے بہرہ برداری کی وجہ سے انہیں یہ مقام ملا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے علم کے لئے انہیں منتخب

کر لیا۔ اپنی ذات پاک کے لئے خاص کر لیا ہے۔ وہ چالیس حضرات ہیں، ان کے قلب حضرت ابراہیم علیہ السلام کے قلب کی طرح ہیں۔ ان میں سے کوئی اسی وقت فوت ہوتا ہے جب اللہ تعالیٰ اس کی جانشینی کے لئے کسی کو پروان دے چکا ہوتا ہے۔ یہ جان لو! کہ وہ کسی چیز کو نہ گالی سے یاد کرتے ہیں، نہ ہی اس پر لعنت کرتے ہیں، بُرا کہتے ہیں، نہ اپنے ماتحتوں کو ایذا دیتے ہیں، نہ انہیں حقیر سمجھتے ہیں، نہ اپنے اوپر دالوں سے حسد کرتے ہیں، بھلائی میں سب سے بہتر ہیں، طبیعت میں سب سے نرم، مزاج کے اعتبار سے سب سے سخی ہیں، تیز رفتار گھوڑے تند ہوا میں اپنی تیزی کے باوجود ان کے رتبہ کو نہیں پابستگیت ان کے دل خدا کی خوشنودی کے لئے اور اس کی جانب اشتیاق کے باعث نیکیوں کی مسابقت میں اونچی اونچی چھتوں کو زیر کر دیتے ہیں۔ یہی اللہ کا کردہ ہے۔ باخبر رہو کہ اللہ کا کردہ ہی فلاح و کامیابی پانے والا ہے۔

حضرت برابر بن عازب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، انہوں نے کہا۔

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ان الله خواص يسكنهم السديع من الجنان كانوا اعقل الناس، قال قلنا يا رسول الله! فكيف كانوا اعقل الناس؟ قال، كان همهم المسابقة الى ربهم عز وجل والمسايرة الى ما يرضيه، ونهذوا في الدنيا في فضولها وفي رياستها ونعيمها فها انت عليهم، فصبروا قليلاً واستوا حوا طويلاً۔

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے کچھ خاص بندے ہیں جنہیں وہ جنتوں میں بلند مقام پر رکھے گا۔ اور وہ لوگ سب سے زیادہ عقلمند ہیں۔ راوی کہتے ہیں کہ ہم نے حضور سے دریافت کیا کہ وہ سب سے عقلمند کس طرح ہوئے؟ فرمایا، ان کی تمام سعی و ہمت اللہ کی طرف مسابقت، اور اسے خوش کرنے والے کام میں تیزی و سرعت ہوتی ہے۔ دنیا اس کی فضولیات، اس کی ریاست و عیش سے انہیں بالکل بے رغبتی ہے۔ جس کے باعث دنیا ان کے نزدیک حقیر ٹھہری تو انہوں نے اس دنیا میں مختصر عرصہ مہر کیا۔ مگر اس کے بعد طویل راحت سے سرفراز ہوئے۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔

قال بعث الفقراء الى رسول الله صلى الله عليه وسلم رسولا، فقال يا رسول الله! اني رسول الفقراء اليك، فقال مرحبا بك ومن جئت من عندهم، جئت من عند قوم احبهم، فقال يا رسول الله! ان الفقراء يقولون لك ان الاغنياء قد ذهبوا بالخير كله، ورواه بعضهم ذهبوا بالجنة، هم يحجون ولا نقد عليه، ويتمدقون ولا نقد عليه، ويعتقون ولا نقد عليه، واذا امرضوا بعثوا بفضل اموالهم ذخرا لهم، فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم، بلغ الفقراء عني، ان لمن صبر واحتسب منهم ثلاث خصال ليس للاغنياء منها شيء، اما الخصلة الاولى، فان في الجنة غرضا من يا قوت احمر ينظر اليها اهل الجنة كما ينظر اهل الدنيا الى النجوم في السماء لا يدخلها الا نبي او فقير او شهيد فقير، او مؤمن فقير، والخصلة الثانية: تدخل الفقراء الى الجنة قبل الاغنياء بنصف يوم وهو مقدار خمسمائة عام، والخصلة الثالثة: اذا قال الفقير سبحان الله، والحمد لله، ولا اله الا الله والله اكبر مخلصا، وقال الغني مثل ذلك لم يلحق الغني بالفقير في فضله وتضاعف الثواب وان انفق الغني معها عشرة الاف درهم وكذلك اعمال البر كلها، فربح اليهم الرسول فاخبرهم بذلك فقالوا رضينا يا رب رضينا۔

انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں فقرائے انہما ایک قاصد بھیجا، اس نے حاضر ہو کر عرض کیا کہ میں فقرا کا قاصد ہوں حضور نے فرمایا، مرحبا! تمہارے لئے بھی اور ان کے لئے بھی جن کے پاس سے تم آئے ہو۔ تم ایسے لوگوں کے پاس سے آئے ہو جن سے میں محبت رکھتا ہوں۔ قاصد نے عرض کیا کہ فقرا خدمت اقدس میں عرض گزار ہیں کہ تمام نیکیاں مالداروں ہی کے حصہ میں آگئیں۔ اور ایک روایت میں اس طرح

آئی ہے کہ مالدار جنت حاصل کر لے گئے۔ وہ لوگ کج کرتے ہیں اور ہم اس پر قدرت نہیں رکھتے، وہ صدقہ خیرات دیتے ہیں اور ہم اس پر قادر نہیں، وہ غلام آزاد کرتے ہیں، ہم اس کی استطاعت نہیں رکھتے، وہ جب بیمار ہوتے ہیں تو اپنے آخرت کی جانب اپنا زائد مال بطور ذخیرہ کے بھیج دیتے ہیں، (یعنی راہِ خدا میں خرچ کرتے ہیں) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، میری جانب سے فقراء کو یہ بات پہنچا دو کہ تم میں جو صبر پر کاربند اور ثوابِ آخرت کے آرزو مند ہیں ان کے لئے تین ایسے مخصوص درجے ہیں جو مالداروں کے لئے نہیں ہیں۔۔۔۔۔ پہلا درجہ: یہ کہ جنت میں یا قوتِ سرخ کے کچھ ایسے بالا خانے ہیں جن کو اہل جنت اس طرح دیکھیں گے جیسے اہل دنیا آسمان کے ستاروں کو دیکھتے ہیں۔ ان میں سوائے نبی، یا فقیر، یا شہید فقیر، یا مومن فقیر کے اور کوئی نہیں جائیگا دوسرا درجہ: یہ کہ فقراء مالداروں سے نصف یوم پہلے جنت میں جائیں گے۔ اس آدمی دن کی مدت پانچ سو برس ہے۔۔۔۔۔ تیسرا درجہ: یہ ہے کہ جب فقیر سبحان اللہ والحمد للہ، دلا الہ الا اللہ، واللہ اکبر غلوں کے ساتھ کہے، اور مالدار انسان بھی اسی طرح کہے تو مالدار اس فقیر کی فضیلت اور ثواب کو نہیں پہنچے گا۔ خواہ مالدار ان کلمات کے ساتھ دس ہزار درہم بھی خرچ کر ڈالے۔ اور تمام اعمالِ حسنہ کا یہی معاملہ ہے۔ جب قاصد نے جا کر انہیں یہ خبر دی تو سب نے کہا کہ تم راضی ہیں، ہم راضی ہیں۔

حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔

روى عن النبي صلى الله عليه وسلم انه قال اكثر ما من معرفة الفقراء واتخذوا عندهم الايادي، فان لهم دولة، قالوا، يا رسول الله! ما دولتهم؟ فقال صلى الله عليه وسلم افاكان يوم القنينة، قيل لهم اننا، يا ابي من اطعمكم كسفا او كساكم ثوبا؟ وسقاكم شربة في الدنيا فخذوا بسبدها فمضوا به الى الجنة۔

انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ فقراء سے جان پہچان زیادہ رکھو، ان سے اچھا سلوک کرو، کیونکہ ان کا بھی ایک دور آئے گا۔ صحابہ نے دریافت کیا یا رسول اللہ

ان کا دور کیا ہے؟ — فرمایا، جب قیامت کا دن ہوگا تو ان سے کہا جائے گا کہ جس نے تمہیں روٹی کا ایک ٹکڑا کھلایا ہو یا تمہیں ایک کپڑا پہنایا ہو — یا کچھ پلا کر سیراب کیا ہو، اسے تلاش کرو اور اس کا ہاتھ پکڑ کر جنت میں لے جاؤ۔
اور حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ سے یہ بھی مروی ہے، انہوں نے بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

يُؤْتِي بِالْعَبْدِ الْفَقِيرِ يَوْمَ الْقِيَمَةِ فَيُعْتَذِرُ اللَّهُ عَنْ وَجَلِ إِلَيْهِ كَمَا يُعْتَذِرُ الرَّجُلُ إِلَى الرَّجُلِ فِي الدُّنْيَا، فَيَقُولُ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ وَعِزَّتِي وَجَلَّالِي مَا زَوَيْتَ الدُّنْيَا عَنْكَ لَهَوَانِكَ عَلَيَّ وَلَكِنْ لَمَّا أَعْدَدْتُ لَكَ مِنَ الْكِرَامَةِ وَالْفَضِيلَةِ، وَلَكِنْ يَا عَبْدِي أَخْرَجَ إِلَيَّ هَذِهِ الصَّفُوفَ وَانْظُرْ إِلَيَّ مِنَ اطْعَمَكَ أَوْ كَسَاكَ دَارًا بِذَلِكَ وَجَبْتِي، فَخُذْ بِيَدِهِ فَهَؤُلَاءِ وَالنَّاسُ يَوْمَئِذٍ قَدْ أَجْمَعُوا الْعِرْقَ فَيَتَخَلَّلُ الصَّفُوفَ وَيَنْظُرُونَ مِنْ فَعَلٍ بِهِ ذَلِكَ فِي الدُّنْيَا فَيَأْخُذُ بِيَدِهِ وَيَدْخُلُهُ الْجَنَّةَ۔

قیامت کے روز بندہ فقیر اللہ تعالیٰ کے پاس لایا جائے گا۔ اللہ تعالیٰ اس کے سامنے اس طرح اعتذار فرمائے گا جیسے آدمی آدمی سے کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرمائے گا میری عزت و جلال کی قسم! میں نے دنیا تجھ سے اس لئے جدا نہیں رکھی کہ تو میرے نزدیک ذلیل تھا۔ بلکہ یہ اس لئے کیا کہ تیرے لئے بڑی بڑی فضیلتیں، اور بزرگیاں تیار کر رکھی تھیں، اور اسے میسر بندے! یہ تیرے سامنے جو صفیں لگی ہیں ان میں جا کر ان لوگوں کو دیکھ جنہوں نے تجھے کھلایا، پہنایا، اور اس سے میری خوشنودی چاہی۔ اسی کا ہاتھ تھام لے کہ وہ تیرا ہے۔ اس وقت لوگوں کی یہ کیفیت ہوگی کہ پسینہ منہ تک آیا ہوگا وہ فقیر یا ارشاد سنکر صفیں چیرتا ہوا داخل ہوگا، اور ان لوگوں کا ہاتھ پکڑ کر اپنے ساتھ بہشت میں لے جائے گا۔

اسی طرح حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

فانظرانی من اطعمتک ادسقاک ادکساک، ثم ذکر الحدیث
اسے دیکھ جس نے تجھے کھلایا یا پلایا، یا کپڑا پہنایا، اس کے بعد حدیث کا بقیہ حصہ ذکر فرمایا۔
اور روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام پر وحی فرمائی۔

یا موسیٰ ان من عبادی من لوسألتنی الجنة بحدافیرھا لا عطیتھ ، و
لوسألتنی علاقة سوط من الدنيا لما عطھ ، و لیس ذلک من هو ان
له علیّ ، و لکنی ارید ان اذخر له فی الآخرة من کرامتی و احببھ من
الدنيا ، کما یحیی الراعی غنمھ من مواعی الذئب ۔

اے موسیٰ! میرے بعض بندے ایسے ہیں کہ اگر وہ مجھ سے ساری جنت کا سوال کریں تو میں
انہیں عطا کر دوں اور اگر دنیا میں کوڑا لٹکانے بھر جگہ مانگیں تو نہ دوں ، اور میرا یہ نہ دینا
اس لئے ہرگز نہیں کہ وہ میرے نزدیک ذلیل ہیں ، بلکہ اس لئے کہ میں آخرت میں ان
کے لئے اپنی عنایات ذخیرہ کرنا چاہتا ہوں ، اور دنیا سے انہیں ایسے بچانا چاہتا ہوں ،
جیسے چرواہا بکریوں کو بھیڑیے سے بچاتا ہے ۔

اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے ، انہوں نے بیان کیا
قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لكل شیئ مفتاح ، و مفتاح الجنة
حب المساکین و الفقراء الصادقین الصابرين ، هم جلساء اللہ
یوم القيامة ۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ، ہر شے کی ایک کنجی ہے ، اور جنت کی کنجی مسکینوں
سچے فقیروں اور صادقین و صابرین کی محبت ہے ۔ وہ روز قیامت اللہ تعالیٰ کے ہم نشین
ہوں گے ۔

اور روایت ہے ۔

عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم انه قال اللهم احببنی مسکینا و امتنی
مسکینا و احشرنی فی ذمرة المساکین ۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ۔ اے اللہ مجھے مسکین زندہ رکھ ، مسکین اٹھا ،

اور مسکینوں کے زمرے میں میرا حشر فرما،
میں کہتا ہوں کہ مساکین کی فضیلت کے لئے یہ حدیث شریف کافی ہے۔ سرکارِ اگریہ ارشاد
فرماتے کہ مساکین کا میرے زمرے میں حشر فرما تو ان کے لئے یہ فضیلت بھی بہت تھی،
مگر جب خود سرکارِ ارشاد فرما رہے ہیں کہ میرا حشر زمرہ مساکین میں فرما، پھر بھلا مساکین
کے فضائل و مراتب کا کیا کہنا؟۔

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ان النور اذا وقع في القلب النشرح
الصدى وانفسح، قيل يا رسول الله هل لذلك من علامة؟ قال صلى
الله عليه وسلم، نعم التجا في عن دار الغرور، والانا بة الم دار
الخلود، والا استعداد للموت قبل نزوله۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، جب انسان کے دل میں نور اترتا ہے تو اس وقت
اس کا سینہ کشادہ ہو جاتا ہے۔ صحابہ نے عرض کیا حضور اس کی کوئی پہچان ہے؟ سرکار
نے فرمایا، ایسا شخص غرور کے مکان (دنیا) سے بھاگتا ہے۔ اور ہمیشگی کے مکان (آخرت)
کی طرف ٹوٹتا ہے۔ اور موت آنے سے قبل اس کی تیاری کرتا ہے۔

میں کہتا ہوں کہ اس حدیث پاک کی رو سے یہ نور دنیا میں زاہدوں کے قلب کو
ملتا ہے۔

ترمذی وغیرہ میں حضرت شہاد بن اوس رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث حسن مروی ہے۔

عن النبي صلى الله عليه وسلم انه قال الكيس من دان نفسه وعمل
لما بعد الموت، والعاجز من اتبع نفسه هواها وتمنى على الله الاماني
بنی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، عقلمند آدمی وہ ہے جو اپنے نفس کا مناسب کرتا
رہے، اور موت کے بعد کے لئے عمل کرے۔ اور عاجز و نا کج وہ ہے جو اپنے نفس کو خواہشات
کی پیروی میں لگائے، اور اللہ تعالیٰ سے بہت ساری تمنائیں لگا رکھے۔

حضرت زید بن اسلم رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔

عن رسول الله صلى الله عليه وسلم انه قال اذا اخبر رجل غنى

من عرض ماله مائة الف درهم فتصدق بها، واخرج رجل فقير
درهماً واحداً من درهمين لا يملك غيرهما طيبة به نفسه
صار صاحب الدرهما الواحد افضل من صاحب مائة الف درهم
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، جب کوئی دولت مند اپنے مال میں سے ایک
لاکھ درہم نکال کر صدقہ دے، اور کوئی فقیر شخص صرف ایک درہم صدقہ دے جیکہ اس
کے پاس محض دو ہی درہم ہوں، اور اس میں سے وہ خوشی خوشی دے، تو ایک درہم دینے
والا فقیر لاکھ درہم صدقہ کرنے والے سے افضل ہے۔

میں کہتا ہوں اس کی تائید سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان سے بھی ہو رہی
ہے جسے امام عبدالرحمن نسفی نے اپنی سنن میں بیان کیا۔

سبق درهم مائة الف درهم

ایک درہم ایک لاکھ درہم سے بڑھ گیا۔

اور فقیر کے صدقہ کی فضیلت اس آیت سے بھی معلوم ہوتی ہے، ارشاد رب العالمین،

وَالَّذِينَ لَا يَجِدُونَ إِلَّا جُهْدَهُمْ (التوبہ: ۸۰، ۸۱)

اور جو نہیں پاتے مگر اپنی محنت

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں۔

افضل الصدقة جهد المقل، افضل ترین صدقہ وہ ہے جو تنگ دست اپنی مشقت سے کرے
ہم یہاں اتنے ہی پریس کرتے ہیں ————— باوجودیکہ فقر کی فضیلت
میں احادیث کریمہ بے شمار ہیں۔

فضائل اولیاء و فقرائے سلف میں؛

اس بارے میں حضرات سلف صالحین، اور ائمہ عالمین رضی اللہ عنہم کے آثار
بکثرت موجود ہیں جن کا احاطہ دشوار ہے۔ مگر یہاں ہم سندیں چھوڑتے ہوئے مختصر
کچھ نمونے پیش کرتے ہیں۔

حضرت صفاک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔

اگر کوئی بازار میں گیا، اور اس نے کوئی ایسی شے دیکھی جسے اس کا دل چاہتا ہو، اور وہ اس شے کو خریدنے کی استطاعت نہیں رکھتا۔۔۔۔۔ تو اس نے صبر کیا اور اس سے ثواب کی امید رکھی، تو اس کا یہ عمل ماہِ خدا میں ہزار دینار خرچ کرنے سے بہتر ہوگا۔
شیخ ابوسلیمان دارانی رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے۔
اپنی خواہش پوری نہ ہونے کے باعث، کسی فقیر کا ٹھنڈی سانس لینا، مالدار کی ہزار سالہ عبادت سے بہتر ہے۔

امام التتاین ابو نصر بشر بن الحارث رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔
فقیر کی عبادت حسین عورت کے گلے میں موتیوں کے ہار کی طرح ہے، اور مالدار کی عبادت اس سے بڑا پودے کی طرح ہے جو کوڑے کرکٹ کے دھیر پر آگ آئے۔
بعض بزرگوں کا قول ہے۔

لباس فقر یعنی بالوں کا موٹا لباس، گدڑی اور پیوند لگے کپڑے اگر زاہد لوگ پہنیں، تو ان کے لئے حسن و خوبی ہے۔ مگر وہی لباس دوسروں کے لئے بدنامی ہے۔
حضرت ابن وہب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں۔

حضرت مالک بن دینار رضی اللہ عنہ کے قبیلے میں ایک بار آگ لگ گئی، ہکانات جلنے لگے، لوگوں نے شور مچایا۔ دوڑو! مالک بن دینار کے گھر کی خبر لو!۔۔۔۔۔ لوگ آگ بجھانے لگے۔۔۔۔۔ اس عالم میں خود حضرت مالک بن دینار کا یہ عالم تھا کہ تہ بند زیب تن کئے، ہاتھ میں وضو کا لٹا اٹھائے نہایت بے نیازی کے ساتھ آگ بجھاتے ہوئے نوجوان کے قریب آئے اور فرمایا۔۔۔۔۔ شبکِ رِقیامت کے روز نجات پائیں گے اے دولت مند! تم فکر دنیا میں جبریز ہوتے رہو، فقر حقیقی ہمیش دالے ہیں، اور حقیقی عیش تو آخرت کا عیش ہے۔ فقیر کا درہم (چاندی کا سکہ) غنی کے دینار (اشرفی) سے افضل ہے۔

حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔
مالدار بھی کھاتے ہیں اور ہم لوگ بھی کھاتے ہیں، وہ بھی پہنتے ہیں اور ہم بھی پہنتے ہیں، اور

ان کے پاس جو ضرورت سے زائد ملکوت ہے نہ وہ اس سے فائدہ حاصل کرتے ہیں، اور نہ ہم ————— وہ لوگ بھی اسے دیکھتے ہیں اور ہم بھی، قیامت کے روز ان سے اس کا حساب لیا جائے گا۔ اور ہم لوگ اس سے بری الذمہ ہوں گے۔ اس کے بعد فرمایا۔

ہمارے دولتمند بھائیوں نے انصاف سے کام نہیں لیا۔ کیونکہ وہ ہم سے خدا واسطے کی محبت کرتے ہیں۔ اور دنیا کی دولت کے معاملہ میں ہم سے علاحدگی اختیار کرتے ہیں۔ ان پر ایک ایسا دن آنے لگا کہ وہ آرزو کریں گے کہ کاش ہم دنیا میں فقیر ہوتے ————— مگر ہمیں یہ خواہش نہیں ہوگی کہ ہم ان کی جگہ ہوتے۔ حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ کا واقعہ ہے۔

وہ ایک روز اپنے احباب میں بیٹھے تھے، ان کی بیوی آئیں اور کہنے لگیں، آپ یہاں ان لوگوں میں بے فکر ہو کر بیٹھے ہیں۔ اور بخدا اگر میں مٹھی بھر بھی آٹا نہیں ہے ————— انہوں نے جواب دیا یہ نہ بھولو! کہ ہمارے سامنے ایک نہایت دشوار گزار گھاٹی ہے جس سے ہلکے سامان دالوں کے سوا کوئی نجات نہیں پائے گا۔ یہ شکر وہ خوشی کے ساتھ واپس چلی گئیں۔

اکابر شیوخ میں سے کسی نے فرمایا کہ ان کی خدمت میں ایک شخص آیا۔ اور عرض کیا کہ حضور! اہل و عیال کی فکر نے مجھے پریشان کر رکھا ہے۔ میرے حق میں دعا فرمائیں۔ حضرت نے جواب دیا، تیرے اہل و عیال جب تجھ سے آٹا اور روٹی نہ ہونے کی شکایت کریں اس وقت رب تعالیٰ سے دعا کیا کر کہ تیری اس وقت کی دعا میری دعا سے بہتر اور قرین قبول ہے۔

کسی مرد صالح سے جب ان کے بال بچوں نے یہ کہا کہ آج کی رات ہم لوگوں کے پاس کھانے کے لئے کچھ نہیں ہے، تو فرمایا ہمارا ایسا مقام نہیں کہ اللہ تعالیٰ ہمیں بھوکا رکھے ————— یہ درجہ تو وہ اپنے دوستوں اور ولیوں کو عطا فرماتا ہے۔ مشائخ میں سے بعض کا یہ حال تھا کہ انہیں جب تنگدستی پیش آتی تو فرماتے ————— آے

شعار صالحین! خوش آمدید،

حضرت امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جو فقر سے پناہ مانگی ہے اس کی کیا وجہ ہے؟ حالانکہ فقر میں بہت ثواب ہے، جیسا کہ احادیث سے ظاہر ہے۔ انہوں نے فرمایا، حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے دل کے فقر سے پناہ مانگی ہے۔ ہاتھ کے فقر سے پناہ نہیں مانگی۔ کیونکہ فقر تو یہی ہے کہ دل فقیر ہو جس طرح مالدار یہ ہے کہ دل غنی ہو۔

امام الطائفہ شیخ جنید بغدادی رضی اللہ عنہ کی خدمت میں ایک دولتمند نے پانچ سو درہم حاضر کئے۔ اور کہا یہ اہل حاجت کو تقسیم فرمادیں۔

حضرت جنید نے فرمایا، کیا تیرے پاس اور بھی درہم ہیں؟
دولتمند جی ہاں! درہم ہی نہیں، بہت ساری اشرفیاں بھی ہیں۔
شیخ جنید، کیا تو چاہتا ہے کہ تیرے مال میں اور اضافہ ہو؟
دولتمند، کیوں نہیں!

شیخ جنید: پھر تو ان درہموں کی حاجت تجھی کو زیادہ ہے، لے تو ہی لے جا! —
(یہ کہا اور درہم اسے واپس کر دیئے)

ایک شخص حضرت شیخ ابراہیم بن ادہم کی خدمت میں آیا۔ اور دس ہزار درہم نذرانہ پیش کیا۔ شیخ نے اس کا نذرانہ لینے سے انکار کر دیا۔ اور فرمایا۔

تو چاہتا ہے کہ یہ لیکر میں فقراء کے دفتر سے اپنا نام خارج کراؤں — یہ نہیں ہو سکتا۔

حضرت عبداللہ بن مبارک رضی اللہ عنہ سے کسی نے تین سوالات کئے — آپ نے مال اور انجام کے لحاظ سے اس کو جوابات دیئے۔

○ حقیقی آدمی کون لوگ ہیں؟ —

جواب: علماء

○ بادشاہ کون حضرات ہیں؟ —

جواب: زاہدین! (وہ لوگ جنہیں دنیا کی طمع نہیں)

○ کہنے کو لوگ ہیں؟

جواب: دین فروش (جو اپنے دین کے عوض دنیا کمائیں) ص: ۲۲

— اہل دنیا نے دنیا میں راحت تلاش کی مگر محروم رہے، اگر انہیں دولتِ فقر کی خبر ہو جائے تو اس کے لئے مارنے مرنے پر تیار ہو جائیں۔ (حضرت ابراہیم ادہم)

زاہد آخرت کے بادشاہ ہیں۔ اور زاہد وہ فقرا ہیں جو عارف باللہ ہیں —

(حضرت ذوالنون مصری)

حکومت و سلطنت کی دو قسمیں ہیں۔ ایک شہروں اور ملکوں کی، دوسری لوگوں کے دلوں کی حقیقی حکمران و بادشاہ وہی ہیں جو زاہد ہیں۔ (شیخ کبیر ابوبکر شہید)
اگر کوئی شخص یہ وصیت کر کے مر جائے کہ یہ سو درہم سب سے عظمیٰ انسان کو دیئے جائیں تو وہ درہم زاہدوں کو دینا چاہیے۔ (امام شافعی و دیگر علماء)

فوائدِ فقر میں سے یہ بھی ہے کہ بھوک اور برہنگی کی تکلیف اٹھائے، اور تکلیف کے ساتھ ساتھ ان میں آرام اور لذت بھی پائے، اور ان چیزوں کو پسند کرے۔ (شیخ کبیر ابوعبداللہ قرظی)
اللہ کے کچھ ایسے بندے ہیں کہ اگر اللہ تعالیٰ جنت میں ان سے اپنا دیدار محبوب کرے تو وہ جنت سے بھی اسی طرح پناہ مانگیں گے جیسے دوزخی دوزخ سے پناہ مانگتے ہیں۔

(قطب الاخوان شیخ بایزید بسطامی رضی اللہ عنہ)

العارف باللہ قضیٰ لہ انوار العلم فی نظر بہا عجاائب الغیب —

(شیخ ابوعثمان مغربی رضی اللہ عنہ)

عارف باللہ کے لئے علم کے وہ انوار چمکتے ہیں، جن سے وہ غیب کے عجائبات کا مشاہدہ کرتا ہے، شیخ کبیر عارف باللہ حضرت ابوسعید خرازی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ جب اپنے بندوں میں سے کسی کی خاص کفالت و تولیت کرنا چاہتا ہے تو اس شخص پر اپنے ذکر کا دروازہ کھول دیتا ہے۔ اور جب وہ ذکر سے لذت یاب ہونے لگتا ہے

تو اس پر قرب کا دروازہ کھول دیتا ہے، حتیٰ کہ اسے مجلس اس میں لے جا کر توحید کی کرسی پر بٹھاتا ہے، پھر اپنے اور اس کے درمیان بے حجاب اٹھا دیتا ہے۔ اور اسے دارِ فرمانیت میں داخل فرماتا ہے۔ اور اس کے لئے جلال و عظمت کے حجاب اٹھا دیتا ہے، جب اس کی نگاہ جلال و عظمت پر پڑتی ہے تو وہ اپنی شخصیت کو فنا کر دیتا ہے۔ اس وقت بندہ فنا ہو کر اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی حفاظت میں نفس کی خواہشات سے پاک و صاف ہو جاتا ہے۔

حضرت ابراہیم بن ادہم رضی اللہ عنہ نے ایک شخص سے فرمایا۔
کیا تو اللہ والا بننا چاہتا ہے؟ — اس نے کہا جی ہاں! فرمایا، دنیا و آخرت کی کسی شے کی رغبت نہ کر، اور اپنے نفس کو اللہ کے لئے خالی کر لے، اور نہ صرف اپنے چہرے بلکہ اپنے پورے وجود کے ساتھ خدا کی طرف متوجہ ہو جاتا کہ وہ تجھ پر متوجہ اور تجھے اپنا دوست بن لے۔

حضرت شیخ ابونصر سراج رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔
ادب میں لوگوں کے تین طبقے ہیں۔ اہل دنیا کا طبقہ، دینداروں کا طبقہ،
خاصانِ حق کا طبقہ:

طبقہ اولیٰ: کا ادب یہ ہے، زبان و بیان کی فصاحت، علوم، قصصِ حکایات اور اشعار کا حفظ،

طبقہ ثانیہ: کا ادب، ریاضتِ نفس، اعضاء و جوارح کا ادب، حدودِ شرع کی رعایت، اور ترکِ شہوات،

طبقہ ثالثہ: لہارتِ قلب، اسرار کی رعایت، وقتِ عہد، وقت کی حفاظت، خطرات سے اغماض، مقاماتِ طلب، اوقاتِ حضور اور مقاماتِ قرب کی رعایت، امام السالکین شیخ ابو محمد سہیل بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

سارے نیک کام زاہدوں کے اعمال نامے میں درج ہیں۔
میں کہتا ہوں یہ ایسے عارفِ صدیق کا ارشاد ہے جو تصدیق کے انتہائی بلند مرتبے پر

فائز ہیں۔۔۔۔۔ اور اس ارشاد کی مختصر توضیح یہ ہے۔

اہل دنیا میں بعض لوگ نیکی کی نیت سے کسی کو مال دیتے ہیں، مگر کثرت مال اور وسعت دنیا کی خواہش رکھتے ہیں۔ اور یہ خواہش انہیں فتنہ میں ڈالتی ہے، اور اطاعتِ الہیہ سے روکتی ہے۔ اور زاہد حضرات محض اللہ کے لئے تمام موجودات سے عللاً برطرف ہیں،

دنیا ان کے لئے ناپسندیدہ ہے، اور وہ اطاعتِ خداوندی کے لئے بالکل فارغ ہیں۔۔۔۔۔ انہوں نے عبادتِ قلبی، عبادتِ بدنی اور عبادتِ مالی سب کو جمع کر لیا ہے۔ اور اللہ سبحانہ و تعالیٰ کو ان کے دل کی خبر ہے۔۔۔۔۔ اور وہ ان کے

دل میں اپنے سوا کسی کی محبت نہیں پاتا۔ اس لئے اس نے زاہدوں کو اپنے قرب سے نوازا۔ اور انہیں اپنے فضل سے وہ نعمتیں عطا فرمائیں جن کے سمجھنے سے عقلیں قاصر ہیں۔۔۔۔۔ اللّٰهُمَّ لَا تُخَذِّلْنَا خَيْرُكَ لَشَرِّنَا، وَهَبْ لَنَا مِنْ

فَضْلِكَ الْعَظِيمِ وَاجْعَلْ بَيْنَكَ شَغْلَنَا بِجَاهِ نَبِيِّكَ مُحَمَّدٍ الْكَرِيمِ عَلَيْهِ

افْضَلُ الصَّلَاةِ وَالتَّسْلِيمِ، اِنَّكَ الْمَلِيكُ الْمَنَّانُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيمِ،

یہ جو کچھ بیان ہوا اولیاء اللہ اور صالحین کے درمیان فضیلت و کرامت سے ایک قطرہ کی حیثیت رکھتا ہے۔ اور ہم نے جو احادیث ذکر کی ہیں اگرچہ ان میں سے بعض ضعیف ہیں مگر اس سلسلہ میں احادیث صحیحہ بھی اس کثرت سے ہیں کہ وہی کافی ہیں، جن میں سے کچھ میں نے شروع میں نقل کیں۔

اور خود رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا دنیا سے اجتناب کے باب میں ذاتی عمل شریف جو احادیث میں موجود ہے، اور اسی طرح دیگر انبیاء و مرسلین علیہم السلام، اولیاء اللہ،

اور سلف صالحین کے احوال، زہد کے بارے میں ظاہر و باہر ہیں۔

امام اجل شیخ ابو عبد اللہ حارث بن اسمٰعیل محاسبی رضی اللہ تعالیٰ عنہ دولتِ دنیا کے حصول کی دلیل میں صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم کی مثال پیش کرنے والے علماء کو زجر کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

یہ لوگ عمارتِ کرام کی مالدار کی کو اس لئے محبت بناتے ہیں کہ لوگ انہیں مال جمع کرنے کے سلسلہ میں معذور خیال کریں۔۔۔۔۔ حالانکہ انہیں شیطان نے بہکا دیا ہے۔ وہ نہایت بے خبر اور غافل ہیں۔ افسوس صد افسوس! حضرت عبدالرحمن بن عوف اور دیگر صحابہ کے مال سے استدلال مکر شیطان ہے، تیری یہ بات تیری بربادی کا پیش خیمہ ہے۔۔۔۔۔ کیونکہ جب تجھے یہ خیال آیا کہ وہ حضرات بھی فراوانی میں مقابلہ اور دنیا کی عزت و آرائش کے لئے مال جمع فرماتے تھے۔ تو اس کا ادنیٰ مطلب یہ ہوا کہ تو نے ان پیشواؤں کی غیبت کی، اور ان پر عظیم تہمت لگائی۔۔۔۔۔ اور جب تو نے بدلاعت حال و قال یہ بات اٹھائی کہ مال حلال کا جمع کرنا نہ کرنے سے بہتر ہے تو کھٹکھٹے حضور سرور انبیاء اور دوسرے انبیائے کرام (علیہم الصلوٰۃ والسلام) پر عیب لگایا، (نعمو باللہ منہ) اور انہیں اپنے خیال میں اس نکتہ فصیلت سے بے خبر سمجھا۔ کیونکہ انہوں نے تیری طرح مال جمع نہیں کیا۔۔۔۔۔ اور ترک افضل کیا۔۔۔۔۔ اور گویا تو اس بات کا مدعا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کی خیر خواہی کا حق نہیں کیا، کیونکہ انہوں نے جمع مال سے روکا۔۔۔۔۔ رب السما کی قسم: تو مجھوٹا ہے، تو مفری ہے، تو کذاب ہے تو نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر جھوٹا الزام لگایا۔ وہ تو اپنی امت کے حق میں نہایت مہربان اور مشفق اور رؤف و رحیم تھے۔۔۔۔۔ اے بے عقل ہنس کہ حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ اپنی بزرگی، تقویٰ، اور تمام تر حسنات و خیرات کے باوجود، اور اس کے علاوہ ان فضائل کے ہوتے ہوئے کہ وہ اللہ کی راہ میں سجدہ سخاوت کرنے والے، مال و دولت لٹانے والے، اور محبت مصافحہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نعمتِ سرمدی سے فیض یاب، اور جنت کی خوشخبری پانے والے ہیں۔ مگر کچھ بھی مال ہی کی وجہ سے روزِ حشر، حساب کے لئے کھڑے کئے جائیں گے۔۔۔۔۔ حالانکہ انہوں نے یہ کام اس لئے کیا تھا کہ دستِ سوال نہ دراز کرنا پڑے، اور مال کے ذریعہ نیکی کا سرمایہ اکٹھا کریں، اور راہِ خدا میں خوب خرچ کریں۔ تاہم جنت میں داخلہ کے وقت انہیں فقر و ہرجین کی معیت نہیں ملے گی۔۔۔۔۔ پھر بھلا، ما دشما کا کیا شمار

واعتقاد؟ جو دنیا کی موجوں میں غرق ہیں۔۔۔۔۔ اور اس کے بعد ایسے شخص کے حال پر سخت حیرت و استعجاب ہے جو شہواتِ نجی میں پھنس کر لوگوں کا مال ظلماً کھاتا ہے اور مادی تزیینت و تفاخر کا بندہ بن کر سیدنا عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ کی حالت سے استدلال کرتا ہے۔

امام محاسبی رضی اللہ عنہ آگے چل کر ارشاد فرماتے ہیں۔

حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم کا یہ حال تھا کہ وہ مسکنت کے دلدادہ، فقر کے خوف سے مامون و محفوظ، رزق کے سلسلہ میں خدا پر متوکل، نوشتہٴ قضا و قدر پر مطمئن، غم و آلام پر راضی، خوشحالی میں شکر گزار، مصائب میں صابر، نعمتوں پر حمد کرنے والے، بجز و انکسار کا مروج، رضائے الہی کو اپنی جان پر ترجیح دینے والے، اور مال و منصب کی محبت سے گریزاں تھے۔۔۔۔۔ جب دنیا ان پر متوجہ ہوتی تو وہ غمناک ہو جاتے۔۔۔۔۔ اور فقر ان کے اوپر ظاہر ہوتا تو نشانِ صلیما رکھ کر اس کا استقبال فرماتے تھے۔ اے شخص! تجھے خدا کا واسطہ ملتا تو یہی کیا تو ان معفتوں سے متصف ہے؟۔۔۔۔۔ بخدا انہیں! بلکہ تو اس سے مختلف ہے، تجھے ان سے دور کی مشابہت بھی نہیں، تیرا حال تو یہ ہے کہ اگر تجھے مالدار ملے تو سرکش ہو جائے، فراخی آئے تو اترا نہ لگے، خوشحالی آئے تو لگن ہو جائے، نعمتوں پر شکر کا وقت ہے تو غفلت میں پڑا رہے، بے عالی آئے تو ناامید ہو جائے، بلا آئے تو ناراض ہو جائے اور تقدیر پر راضی نہ ہو، تجھے فقر سے دشمنی، اور مسکینی سے عداوت ہے تو دنیا کے عیش و عشرت اور شہوت و لذت کی خاطر دولت جمع کر رہا ہے۔۔۔۔۔ اور ان کا تو یہ حال تھا کہ اللہ کی حلال نعمتوں سے بھی یوں بے رغبت تھے جتنا تو حرام سے نہیں بچتا، وہ معمولی لغزش سے اس طرح لرزتے تھے جتنا لوگناہ کبیرہ سے نہیں بچتا۔۔۔۔۔ کتنا اچھا ہوتا کہ تیرا حلال و پاکیزہ مال ان کے مشتبہ مال ہی کی طرح ہوتا۔ اور کاش تو اپنے گناہوں سے اس طرح ہی ڈرتا جتنا وہ مقدس صحابہ اپنی نیکیوں سے خائف رہتے تھے کہ معلوم نہیں قبول ہوں گی یا نہیں؟۔۔۔۔۔ اور کیا خوب ہوتا کہ تیرا روزہ ان کے بے روزہ رہنے ہی جیسا ہوتا۔ اور تیری بیداری ان کی

نہیں ہی کے مثل ہوتی۔ اور تیری تمام نیکیاں ان کی ایک ہی نیکی کی طرح ہوتیں۔ افسوس ہے مجھ پوکیا تجھے یہ مناسب نہیں تھا کہ بقدر کفایت پر بس کرتا۔ اور زیادہ کی حسرت نہ رکھتا۔ اور مالداروں کی حالت سے نصیحت و عبرت حاصل کرتا کہ وہ میدانِ حشر میں حساب کے لئے روکے جائیں گے۔ اور اگر تو ان میں نہ ہوا تو گروہِ سابقین میں مل کر رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے پاک زمرہ میں جنت کے اندر جائے گا۔ تجھے نہ کوئی روکنے والا ہوگا، اور نہ تیرا حساب ہوگا۔ کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ فقراء اغنیاء سے پانچ سو برس پہلے جنت میں جائیں گے۔

مشائخ کبار میں سے بعض نے فرمایا۔

میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا، سرکارِ فضائلِ فقراء بیان فرما رہے تھے، اور مالداروں پر فقیروں کا شرف ذکر کر رہے تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی باتوں میں سے مجھے اتنا یاد رہ گیا کہ فقراء کی فضیلت کے لئے یہی از بس ہے کہ عائشہ رضی اللہ عنہا اپنے وقت کے مالداروں سے پانچ سو برس پہلے جنت میں داخل ہوں گی۔ اور میری بیٹی فاطمہ رضی اللہ عنہا بی بی عائشہ رضی اللہ عنہا سے چالیس سال پہلے، کیوں کہ فاطمہ نے عائشہ کے لحاظ سے دنیا کم پائی۔ (رضی اللہ عنہما وعن

جميع امهات المؤمنين و بنات النبی الکریم و اهل بیتہ و عترتہ اجمعین)

رب نے غبار و مساکین کو عزت دی ہے
مالداروں پہ فقیروں کو فضیلت دی ہے
حشر میں آیتیں گے فقراء کی جلو میں سرکار
فقر کو یوں مرے آقا نے کرامت دی ہے
باندھے اپنے شکم ناز پہ دو، دو پتھر
مصطفیٰ پیارے نے یوں فاقہ کو عزت دی ہے

حق گوئی و بے باکی؛

عارفِ جلیل شیخ ابو عبد الرحمن حاتم ام رضی اللہ عنہ ایک بار سفر حج کے لئے روانہ ہوئے تین سو بیس حجاج کرام آپ کے ہمراہ تھے۔ سب کے جسموں پر درویشانہ لباس تھا۔ کسی کے پاس تو شہ دان تھا نہ کما۔ نے کا کوئی سامان، قافلہ شہر سے میں وارد ہوا۔

شب کو وہاں کے ایک محبت الفقراء تاجر نے قافلہ کی ضیافت کا انتظام کیا، صبح ہوئی تو تاجر نے حضرت عاتم امم کی خدمت میں عرض کی کہ شہر کے اندر ایک فقیہ بجا رہیں میں ان کی عبادت کے لئے بنانا چاہتا ہوں۔ (ان کا اسم گرامی قاضی محمد بن مقاتل ہے) حضرت عاتم نے فرمایا، مرے لئے عبادت اچھا کام ہے اور فقیہ کو دیکھنا عبادت ہے۔ چنانچہ آپ اور تمام فقراء اپنے میزبان تاجر کے ہمراہ قاضی محمد بن مقاتل کے مکان پر پہنچے تو بہر دیکھ کر حیران رہ گئے کہ نہایت عالی شان محل ہے۔ پُر شکوہ دروازہ سے گزر کر اندر پہنچے تو دیواروں پر لٹکے ہوئے پردے، فرش پر بچے ہوئے قالین، اور مکان کی آرائش و زینت، جھاڑ فانوس اور قفصوں کی چمک دمک نگاہوں کو خیرہ کر رہی تھی۔ قاضی صاحب جس کمرے میں تھے وہاں پہنچے تو دیکھا کہ وہ نرم و نازک بستر پر خوبصورت تکیے لگائے لیٹے ہیں۔ ایک غلام مورچل لئے کھڑا ہے۔ اس حالت کو دیکھ کر حضرت عاتم امم متفکر ہوئے کہ عالم دین، فقیہ، اور یہ کروفر؟ تاجر تو قاضی کے پاس جا کر بیٹھ گیا۔ مگر حضرت عاتم امم کھڑے رہے۔ قاضی نے دریافت کیا، شاید آپ کوئی حاجت لے کر آئے ہیں اس لئے نہیں بیٹھ رہے ہیں۔ فرمایا جی ہاں! ایک مسئلہ دریافت کرنا ہے۔

قاضی: کون سا مسئلہ ہے پوچھئے۔

عاتم امم: پہلے آپ سیدھے ہو کر بیٹھ جائیں تو میں مسئلہ پوچھوں۔ قاضی صاحب بیٹھ گئے۔

عاتم امم: آپ نے علم کہاں سے پایا۔

قاضی: ثقہ علماء و محدثین سے، جنہوں نے اصحاب رسول سے (رضی اللہ عنہم) استفادہ کیا تھا۔

عاتم امم: ان حضرات نے کس سے علم پایا۔

قاضی: رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے،

عاتم امم: رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کس کے ذریعہ حاصل کیا۔

قاضی: حضرت جبریل علیہ السلام کے ذریعہ،
حاتم امم، حضرت جبریل کو یہ علم کس نے عطا کیا۔

قاضی: اللہ تعالیٰ نے،

حاتم امم، جو علم اللہ تعالیٰ نے حضرت جبریل کے ذریعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا فرمایا، حضور نے اپنے صحابہ کو بخشا، اور ان سے ثقہ علماء کو، اور ان سے آپ کو ملا، کیا اس علم میں یہ کہیں ہے کہ امیر و کبیر، دولت و ثروت، شاندار محل اور دنیوی کروڑ والا، اللہ کے نزدیک بلند مرتبہ ہے؟

قاضی: نہیں، بلکہ اس علم میں تو یہ ہے کہ جو دنیا میں زہد کی زندگی گزارے، آخرت کی فکر رکھے، اور توشہ تیار کرے، مساکین سے پیار کرے، وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک بہتر ہے۔
حاتم امم، قاضی صاحب! پھر آپ ہی فرمائیں کہ آپ نے کس کے طریقہ کو اپنایا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام کے طریقہ کو، یا فرعون و ہامان کے؟
بد عمل عالمو! سنو، دنیا میں جاہلوں کا انہماک تم جیسے لوگوں ہی کی وجہ سے ہے، وہ کہتے ہیں کہ جب علماء ایسے ہوں تو پھر ہم ان سے پیچھے کیوں رہیں؟۔

حضرت حاتم امم رضی اللہ عنہ نے یہ فرمایا، اور ہمارا ہوں سمیت وہاں سے چلے آئے، کہتے ہیں اس بات کا قاضی محمد بن مقاتل پر بہت اثر ہوا، جس سے ان کی بیماری اور بڑھ گئی۔

یہ نائبِ رسل ہیں ڈرتے نہیں کسی سے
مردانِ حقِ زبان سے حق بات بگوئیں

حضرت شیبان کا علم:

حضرت حاتم امم رضی اللہ عنہ کا شمار مشائخِ یمن میں ہے۔ حضرت امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ ان کی خدمت میں آتے تھے، ان کا کلام سماعت کرتے تھے، باتیں دریافت کرتے اور ان کے جواب کو پسند فرماتے تھے۔ صالح علماء ہر دور میں صوفیہ کرام کے

مقتدر رہے ہیں۔ اور ان کی زیارت کر کے دعاؤں، فیوضِ صحبت اور برکات سے متمتع ہوتے رہے ہیں۔ حضرت شبیان ثوری رضی اللہ عنہ، رابعہ بصریہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں جاتے اور ادب سے پیش آتے تھے۔ اسی طرح امام شافعی و امام احمد بن حنبل رحمہما اللہ تعالیٰ حضرت شبیان کی صحبت کے فیوض حاصل کرنے جایا کرتے تھے۔ ایک بار کی بات ہے امام احمد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ سے کہا میں کچھ علمی سوالات کر کے حضرت شبیان کو ان کی کوتاہ ملی سے باخبر کرنا چاہتا ہوں۔ تاکہ یہ کچھ علم حاصل کرنے میں مشغول ہوں۔ امام شافعی نے انہیں ایسا کرنے سے منع کیا۔ مگر آخر وہ پوچھ ہی بیٹھے۔

امام احمد: اگر کوئی پانچ نمازوں میں سے ایک نماز پڑھنا بھول گیا، پھر اسے یہ یاد نہ رہا کہ کون سی نماز چھوٹی ہے تو اسے کیا کرنا چاہئے؟

حضرت شبیان: احمد! یہ تو ایسا قلب ہے جو خدا سے غافل ہے، اس کی تادیب و سزا ضروری ہے تاکہ پھر کبھی مولا سے غافل نہ ہو۔ اب اسے پانچوں نمازیں پھر پڑھنا، امام شافعی: (یہ سنکر امام احمد پر غشی طاری ہو گئی، ہوش میں آئے تو سنا) میں تم سے کہتا تھا کہ انہیں نہ پھیڑو۔ دوسری روایت ہے کہ مکالمہ زکوٰۃ کے موضوع پر بھی ہوا۔ امام احمد: ہنسی شے کے مالک پر کس مقدار میں زکوٰۃ واجب ہے؟

حضرت شبیان: تم لوگوں کے مذہب پر زکوٰۃ اتنے اونٹوں پر اس قدر لگائے، بھینس اور بکریوں پر اس مقدار میں اتنی، سونے چاندی، پھل اور پیداوار میں اتنی اتنی ہے (گویا انہوں نے زکوٰۃ کا مفصل فقہی قانون بیان کرنے کے بعد فرمایا) مگر میکہ مذہب پر تو سب اسی کا ہے۔

حضرت شبیان ثوری کے سفر حج میں شیر کے راستہ روکنے اور اس پر حضرت شبیان کی کاروائی پر مشتمل حکایت عنقریب بیان ہوگی۔

امتحان و اعتراف

جامع منصور بغداد میں حضرت شیخ ابو بکر شبلی رضی اللہ عنہ کی مجلس ہوتی، کچھ فاضلہ پر ایک دو سکر فقیہ کا حلقہ درس تھا، جن کا نام ابو عمران تھا۔ حضرت شبلی کا کلام موعظت نظام

جاری ہوتا تو ابو عمران اور ان کے شاگردوں کا کام بند ہو جاتا۔ ایک دن ابو عمران فقیہ کے شاگردوں نے امتحاناً حضرت شیخ ابوبکر شبلی رضی اللہ عنہ سے حیض کا ایک مسئلہ پوچھا حضرت نے مسئلہ کا نہایت وضاحت سے جواب دیا۔ اور تمام اختلافات و جوابات ذکر فرمائے۔ ابو عمران کو معلوم ہوا تو انہوں نے حاضر ہو کر آپ کی پیشانی کو بوسہ دیا، اور اعتراف کیا کہ ہمیں تو محض تین ہی اقوال معلوم تھے۔ آپ نے تو اس سلسلہ میں دس اقوال ایسے بیان فرمائے تھے، جن کی ہمیں ہوا بھی نہیں لگی تھی۔

برکتِ صحبت :

ابوالعباس بن سرتج فقیہ شافعی نے سید الطائفہ امام جنید بغدادی کا کلام سنا تو ان سے پوچھا گیا کہ اس کلام سے متعلق آپ کی کیا رائے ہے، فرمایا مجھے سمجھ میں نہیں آتا کہ اس سے متعلق کیا کہوں، اتنا کہہ سکتا ہوں کہ اس کلام میں مجھے ایسی سطوت نظر آرہی ہے جو کسی اہل باطل کے کلام میں نہیں ہو سکتی۔ پہلے تو وہ صوفیہ سے برگشتہ تھے مگر بعد ان کے معتقد اور مداح ہو گئے۔ ایک ایسا زمانہ بھی آیا کہ بعض جلیل القدر فقہار خود ابو العباس سرتج فقیہ کی مجلس میں ان کے کلام کو مستنکر بہت مسرور ہوئے۔ اور سر مجلس ابو العباس سرتج نے خود اعتراف کیا کہ،

میرا یہ سب ظلم ابو القاسم جنید رضی اللہ عنہ کی صحبت مبارکہ کا بغض ہے۔

شانِ علم :

عبد اللہ بن سعید بن کلمان سے کہا گیا، آپ جس کا کلام سنتے ہیں اس پر اعتراض کرتے ہیں۔ یہاں جنید نامی ایک صاحب ہیں ان سے مل کر دیکھئے کہ کیا آپ ان کے کلام پر بھی اعتراض کر پاتے ہیں۔ وہ جنید بغدادی کی مجلس میں آئے۔ ان سے توحید کے متعلق سوال کیا۔ حضرت جنید نے جواب دیا تو عبد اللہ حیرت زدہ رہ گئے۔ اور کہنے لگے، آپ اسی بات کو ذرا پھر بیان کر دیں۔ آپ نے بیان کیا۔ مگر دو کمال الفاظ میں، عبد اللہ بولے

یہ تو کچھ اور ہے، جو مجھے یاد نہ رہ سکا۔ ایک بار اور بیان فرمائیے شیخ جنید نے سہ بارہ نئے اسلوب میں اسی بات کو فرمایا۔ ابن سعید بولے: اس طرح تو آپ کی بات یاد رکھنا میرے بس سے باہر ہے۔ اسے لکھوا دیجئے۔ حضرت جنید نے فرمایا: اگر میں خود سے یہ کلام زبان پر لانے والا ہوتا تو اسے املا کرتا۔ (مگر یہ سب تو خدا کی طرف سے کہلایا جاتا ہے، اور ہم کہتے ہیں)۔

یہ سنکر عبداللہ بن سعید بن کلمان کھڑے ہو گئے اور حضرت امام الطائفہ جنید بغدادی کے علم و فضل کے قائل اور ان کی عظمت کے معترف ہو گئے۔

علم باطنی کیسے ملا؟

کسی نے حضرت شیخ جنید رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ علم (ظاہر و باطن) آپ نے کہاں سے پایا؟۔ انہوں نے اپنے دولت کدے کے ایک حصہ کی جانب اشارہ کر کے فرمایا، اس کے اندر میں تیس برس تک اللہ تعالیٰ کے حضور رہا ہوں۔ اس کے بعد مالک بے نیاز کے کرم و فضل نے یہ دولت سرمدی عطا فرمائی ہے۔ اگر مجھے معلوم ہو کہ آسمان کے شامیانہ تلے روئے زمین پر اس علم (جس میں میں اور میرے اصحاب گفتگو کرتے ہیں) سے افضل بھی کوئی شے ہے تو میں اس کو حاصل کرنے میں کوتاہی نہ کرتا۔ نیز فرمایا، ہم نے قیل و قال کے ذریعہ تصوف نہیں حاصل کیا۔ بلکہ بھوک، ترک دنیا، ترک لذائذ، اور ذکر الہی کی کثرت، فرائض و واجبات کی ادائیگی، سنت کی بجا آوری، ادا امر کے التزام اور منہیات سے اجتناب کے ذریعہ یہ سب پایا ہے۔

نگاہ صوفی:

وادی قریٰ میں فجر کی نماز کے بعد اجالا ہو چکا تھا۔ مشائخ صوفیہ میں سے ایک بزرگ اپنے رفقاء کے ہمراہ مسجد کے پاس سے گزر رہے تھے۔ ان کا ارادہ ایک دعوت میں شرکت کا تھا۔ ابوالمعالی، امام الحرمین نماز فجر ادا کر کے مسجد میں بیٹھے اپنے شاگردوں کو درس دے

دے رہے تھے۔ صوفیہ کو دعوت میں جانے دیکھا تو اپنے جی میں کہا کہ ان لوگوں کو دعوتیں اڑانے اور حال و قال کے سوا اور کوئی کام نہیں، دعوت سے فارغ ہو کر شیخ طریقت کا امام الحرمین کے پاس سے پھر گزر رہا تو امام الحرمین سے کہا، جناب فقیہ! اس شخص کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے جو صبح کی نماز جنابت کی حالت میں پڑھے اور پھر اسی طرح مسجد میں بیٹھا درس دیتا رہے اور غیبت بھی کرے۔ ایک طرف جناب شیخ باتیں کرتے جاتے تھے دوسری طرف امام الحرمین پر اپنی حقیقت کھلتی جاتی تھی۔ کیونکہ انہیں یاد آ گیا کہ ان پر غسل فرض تھا۔ اور بے خیالی میں نماز بھی پڑھ لی اور درس بھی شروع کر دیا۔ شیخ نے ادھر بات پوری کی، ادھر انہوں نے اپنے قصور کا اعتراف کیا اور صوفیہ کے معتقد ہو گئے۔ امام احمد رضی اللہ عنہ ایک صوفی کی خدمت میں حاضری دیا کرتے تھے۔ کسی نے انہیں اس پر ٹوکا تو انہوں نے جواب دیا۔

نہیں کیا خبر؟ مغز تو انہی کے پاس ہے۔ اور وہ ہے اللہ کی معرفت۔

قلبِ صوفی عرشِ الہی:

ایک بار کی بات ہے خلیفہ وقت سے کچھ کم فہم لوگوں نے صوفیہ کرام کے ایسے اقوال بیان کئے جو بظاہر الحاد اور بے دینی معلوم ہوتے تھے۔ خلیفہ نے تمام صوفیوں کو بلا کر ان کے قتل کا حکم صادر کر دیا۔ ان اکابر امت میں شیخ جنید بغدادی، شیخ ابوالحسن نوری جیسے بزرگ بھی تھے۔ مگر حضرت جنید نشانِ فتاہت اور فتوے صادر کرنے کی وجہ سے بچ گئے، حضرات شہام درقام و ابوالحسنین نوری رہ گئے۔ جلاد نے تلوار سونپی تو سب سے پہلے شیخ ابوالحسن نوری جلاد کے آگے پہنچ گئے۔ جلاد نے ان سے سبقت لرنے کی وجہ پوچھی تو انہوں نے فرمایا، یہ میں اپنے صوفی دوستوں کی خیر خواہی میں کیا تاکہ یہ لوگ چند لمحے اور زندہ رہیں یہ سن کر جلاد ششدر رہ گیا۔ اور خلیفہ تک بات پہنچائی۔ خلیفہ اور اس کے دربار والوں کو بھی حیرت ہوئی۔ خلیفہ سے اجازت لے کر قاضی دریافتِ حال کے لئے آئے تاکہ ان سے دین و شرع کے بارے میں گفتگو کر کے جانچ کر لیں۔ قاضی نے شیخ ابوالحسن نوری سے چند

فقہی سوالات پوچھے۔ قاضی کے سوالات سنکر شیخ نے کچھ دیر دائیں طرف دیکھا، پھر بائیں طرف گردن گھمائی، آخر میں سر جھکا کر توقف کیا۔ اس کے بعد تمام سوالوں کا کامل جواب دے دیا۔ مزید کہا، خدائے تعالیٰ کے کچھ ایسے بندے بھی ہیں، جو کھڑے ہوتے ہیں تو اللہ ہی کے ساتھ کھڑے ہوتے ہیں۔ گفتگو کرتے ہیں تو اللہ ہی کے ساتھ گفتگو کرتے ہیں۔ وغیرہ وغیرہ

قاضی، حضرت شیخ کی روحانی تقریر سنکر رونے لگا، اور دریافت کیا جواب دینے سے قبل آپ ادھر ادھر کیا دیکھ رہے تھے؟ شیخ نے فرمایا، جو مسائل تو نے پوچھے تھے میں ان سے لاعلم تھا۔ تو میں نے دائیں جانب مقرر فرشتے سے دریافت کیا اسے بھی معلوم نہیں تھا۔ پھر میں نے بائیں جانب دلے سے پوچھا۔ وہ بھی نہیں جانتا تھا اس کے بعد میں نے اپنے قلب سے پوچھا تو قلب نے اللہ تعالیٰ سے معلوم کر کے بیان کیا قاضی یہ سنکر حیران رہ گیا۔ اور خلیفہ سے کہا۔

اگر ایسے حضرات زندیق اور بے دین ہیں تو پھر دوسے زمین پر کوئی مسلمان نہیں۔

غلام کے غلام:

بحر حقائق، موضع دقائق شیخ ابوالغیث بن جمیل رضی اللہ عنہ کی خدمت میں مین کے چند فقہاء امتحان کی نیت سے گئے۔ قریب پہونچے تو شیخ نے ان الفاظ سے استقبال کیا۔ خوش آمدید میرے غلام!۔ کے غلامو! ان لوگوں کو یہ بات بہت بڑی معلوم ہوئی۔ وہاں سے لوٹنے کے بعد وہ تمام حضرات شیخ اسمعیل بن محمد حضرمی کے پاس پہونچے۔ اور شیخ ابوالغیث کی بات بتائی۔ وہ سنکر مسکرانے لگے اور جواب دیا۔ شیخ ابوالغیث کی بات بالکل سچ ہے۔ تم لوگ خواہش نفس کے غلام ہو، اور خواہش نفس ان کی غلام ہے۔ حضرت شیخ ابوالغیث ناخواندہ تھے، مگر علماء و فقہاء ان کی خدمت میں اگر ذہین مسائل دریافت کیا کرتے تھے، اور آپ انہیں شافی جواب سے نوازتے۔

علم لدنی:

شیخ ابوالقاسم قشیری رضی اللہ عنہ تحریر فرماتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے صوفیہ کو انبیاء کے بعد سب سے مقرب بنایا۔ اپنے اور تمام بندوں پر انہیں فضیلت عطا کی۔ امت محمدیہ میں ان کے قلوب کو اپنے اسرار و معارف کا مرکز قرار دیا۔ انہیں برکات و انوار کے ساتھ خصوصیت بخشی۔ بشری کدورتوں سے پاک اور منزه کر کے انہیں مشاہدات کے بلند میناروں پر بٹھایا۔ انہیں ہر وقت لطف حضورِ ی سے نوازا انہیں آداب عبودیت کی توفیق مرحمت فرمائی۔

اپنے رسالہ کے آخر میں تحریر فرماتے ہیں۔

لوگوں کی دو قسمیں ہیں۔ ایک اہل نقل و اثر، دوسرے اہل عقل و فکر، لیکن اس پاک جماعت (صوفیہ کرام) کے شیوخ ان دونوں پر سبقت لے گئے ہیں۔ جو چیز لوگوں کے لئے غائب ہے ان کے لئے حاضر ہے۔ جو دوسرے لوگوں کا مقصود ہے وہ ان کے پاس موجود ہے دوسرے لوگ اہل استدلال ہیں اور وہ اہل وصال،

نیز فرمایا۔

ہر دور میں ایک شیخ کامل ہوتا ہے۔ اسے توحید میں بڑا سوخ حاصل ہوتا ہے۔ امام قوم، اور علماء وقت کا رہنما اور مقتدا ہوتا ہے۔ اور اس زمانے کے علماء اس کے مطیع و متعاقد ہوتے ہیں۔ اور اس کے سامنے ادب اور تواضع سے ماضی دیتے ہیں۔ اور فیض محبت سے مالا مال ہوتے ہیں۔

نظمتِ شب میں بچنے ہیں مانے والے
اور مردانِ حنہ اس شمعِ محبت لے کر!
لوگ گھنگور اندھیروں کا گمہ کرتے ہیں!
روزِ روشن کی طرح شب میں چلا کرتے ہیں!

کیسے سما کے گا وہ ہالم شش جہات میں
روئے زمیں پہ جسم ہے عشتیٰ میں اس کا چور چور
اپنے کو جس نے گم کیا جلوہ نور ذات میں
عرشِ علی پہ روح ہے کھوئی تجلیات میں

طاعتِ ربِّ دو عالم میں جو متوالے ہیں در حقیقت وہی اکرام و لغسم والے ہیں
 زرد و زرخستہ بدن، بال پریشاں، عنگیں آنکھ اشکوں سے ہے تر و تارہ ہے اور نالے ہیں
 چھوڑ کر سارا جہاں ان کی مگی تھامی ہے، بسترے قرب کی دہلیز پہ لا ڈالے ہیں،
 جو خدا کے ہیں، خدائی پہ ہے ان کی شاہی سب اپنی کاہے جو ہر طرح خدا والے ہیں
 کوئی محروم بھلا، شانِ ولی کیا جانے
 پرے آنکھوں پہ ہیں اور ولی پہ لگے تلے ہیں

اثباتِ کراماتِ اولیاء:

اولیاء اللہ سے کرامتوں کا ظہور عقلاً جائز اور نقلاً ثابت ہے۔ عقلی جواز کے لئے یہی کافی ہے کہ کرامت ممکنات میں سے ایک ممکن شے ہے، محال نہیں۔ اور ہر ممکن خدا کی قدرت کے تحت ظاہر ہو سکتا ہے۔ جیسا نبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام سے معجزات کا ظہور ہوتا ہے۔ یہی اہل سنت کے مشائخ، عرفا، متکملین، اہل اصول، فقہاء اور محدثین سب کا مذہب ہے۔ اس پر شرق و مغرب عرب و عجم میں پھیلی ہوئی ان کی تصانیف شاہد ہیں۔

پھر اہل سنت کے جمہور ائمہ محققین کا صحیح مختار مذہب یہ ہے کہ جو کام بھی کسی نبی کے ہاتھ پر بطور معجزہ ظاہر ہو سکتا ہے وہ ولی کے ذریعہ بطور کرامت اور ہو سکتا ہے۔ فرق یہ ہے کہ معجزہ کے ساتھ نبوت کا دعویٰ اور کفار کو مقابلہ چیلنج ہوتا ہے۔ اور کرامت کے ساتھ یہ نہیں ہوتا، اس پر یہ نہیں کہا جاسکتا کہ پھر ولی پر قرآن جیسی کتاب بھی اسکتی ہے۔ اس لئے کہ قرآن کے ساتھ نبوت کا دعویٰ لازم ہے۔ اور ولی کے ہاتھ پر جو بھی خارقِ عادت خدا کی طرف سے ظاہر ہوگا۔ اس کے ساتھ نبوت کا دعویٰ نہیں ہو سکتا۔

اس فرق کی وجہ سے کرامت اور معجزہ کے درمیان التباس و اشتباہ نہ ہو سکے گا، اس لئے کہ معجزہ کے ساتھ چیلنج ہوتا ہے اور نبی اس کا اظہار کرتا ہے۔ جبکہ ولی اپنی کرامت کو چھپاتا اور پوشیدہ رکھتا ہے۔ اظہار اس وقت کرتا ہے جب ضرورت ہو، یا اسے اس کی اجازت ملی ہو، یا غلبہ حال طاری ہو جس میں وہ بے قابو ہو، یا کسی مرید کے یقین کی تقویت مقصود ہو،

ایسے مواقع پر ادبیار سے کرامتیں ظاہر ہوتی ہیں، جیسے

○ — ادبیار اللہ میں سے بعض نے فضا میں ہاتھ اٹھایا جس میں شہد آگیا، جو انہوں نے ایک مرید کو کھلایا۔

○ — ایک شیخ کامل نے ہزاروں کلومیٹر کے فاصلہ پر اپنے مرید کو کعبۃ اللہ کی زیارت کرا دی۔

○ — ایک عارف حق نے ایک منکر کرامت کو کعبہ کا طواف کرتے دکھایا۔
○ — ادبیائے کاملین کے ایک گروہ کے گرد خانہ کعبہ کو طواف کرتے ہوئے معتبر مشائخ نے خود دیکھا ہے۔ ان دیکھنے والوں میں سے بعض ثقہ متقی، بزرگ علماء کی زیارت خود میں نے بھی کی ہے۔

کتاب اللہ اور اثبات کرامت:

کتاب و سنت میں ثبوت کرامت کی متعدد دلیلیں موجود ہیں۔

○ — حضرت مریم علیہا السلام کے قصہ میں ہے۔

كَلَّمَآ دَخَلَ عَلَيْهَا زَكَرِيَّا الْمِحْرَابَ وَجَدَ عِنْدَهَا بِذًا قَالَتْ يَسْـَٔمُ
أَنِّي لَكَ هَـٰذَا قَالَتْ هُوَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ إِنَّ اللّٰهَ يَرْزُقُ مَنْ يَّشَاءُ
يَعْقِبُ حِسَاب ۝ (آل عمران ۴۰، ۴۱)

جب زکریا محراب میں آنے تو مریم کے پاس رزق پاتے تو پوچھتے اے مریم! یہ کہاں سے آیا تو مریم کہیں! یہ اللہ کے پاس سے آیا ہے۔ اللہ جس کو چاہے بے حساب رزق عطا فرمائے مفسرین کا بیان ہے کہ حضرت مریم کو جو پھل انعام خداوندی سے دیے جاتے تھے وہ بے موسم ہوتے۔ یعنی جس زمانہ میں جو پھل نہیں ہوتا وہ انہیں ملتا۔

○ — انہی کے واقعہ میں ہے۔

وَهُزِّيْٓ اَيْنِثْ بِحَذِخِ النَّخْلَةِ نَسَاقُطُ عَلَيْنَكَ رُطْبًا جَنِيًّا ۝ (مریم ۱۹، ۲۴)
اور (اے مریم) تو کھجور کی شاخ کو جنبش دے۔ یہ نچھہر تر و تازہ پھل گرا آئے گی۔

تفسیر دل میں ہے کہ وہ زمانہ کھجوروں کے پھل دینے کا نہیں تھا۔ پھر بھی اللہ تعالیٰ نے اپنے خاص کرم سے اس درخت کو پھلدار کر دیا۔ یقیناً یہ حضرت مریم رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی کھلی ہوئی کرامت ہے۔

○ اسی طرح سورہ کہف میں حضرت موسیٰ و خضر علیہما السلام کا واقعہ مذکور ہے۔ جس میں حضرت خضر علیہ السلام کے ذریعہ سیدنا موسیٰ کلیم اللہ نے کیسے کیسے عجائب دکھے۔ اسی میں سکندر ذوالقرنین کا حیرت انگیز قصہ بھی ہے۔

○ حضرت سلیمان علیہ السلام کے مصاحبین میں کتاب کا علم رکھنے والے حضرت آصف بن برخیا کی کرامت بھی قرآن مجید ہی میں ہے کہ انہوں نے پلک جھپکنے کے وقفہ میں تخت بلقیس حاضر خدمت کر دیا تھا۔

یہ تمام واقعات قرآن مجید میں آئے ہیں۔ اور ان تمام کا صد در غیر انبیاء سے ہوا۔ اس لئے یہ کرامت ہیں۔

سُنّت اور اثباتِ کرامت:

احادیث مبارکہ میں کرامت کا ثبوت ان واقعات سے ہوتا ہے۔

○ سبزیج راہب کی کرامت بخاری و مسلم کی صحیح میں ہے کہ ان پر زندا کا الزام لگایا گیا تو انہوں نے شیر خوار بچے سے دریافت کیا کہ بتا تیرا باپ کون ہے؟ بچہ بول پڑا کہ میرا باپ فلاں چرواہا ہے۔

○ حدیث میں وارد ہے کہ تین اشخاص غار کے اندر بھاری چٹان غار کے منہ پر آگرنے سے محصور ہو گئے تھے۔ جب انہوں نے اپنے اخلاص و دلالت کے کاموں کا وسیلہ دے کر دعا کی تو چٹان ہٹ گئی۔ اور وہ تمام موت کے چنگل سے نجات پا گئے۔

○ ایک شخص نے ایک گائے پر بوجھ لادنا تو گائے نے انسانی زبان میں کلام کیا کہ میں بار برداری کے لئے نہیں، تمہیتی کے لئے پیدا کی گئی ہوں۔ لوگوں نے سنا تو کہا، سہمان اللہ! عجیب بات ہے۔ گائے کلام کر رہی ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے واقعہ

سنا تو فرمایا، یہ سچ ہے۔ میں اور ابوبکر و عمر اس کی تصدیق کرتے ہیں۔

○ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے گھر ایک مہمان آیا۔ انہوں نے مہمان کو جو کھانا پیش کیا، ایک طرف وہ تناو ل کرتا تھا دوسری طرف نیچے سے اس میں اضافہ ہوتا جاتا تھا حتیٰ کہ مہمان اور تمام اہل خانہ نے کھا لیا۔ اور حضرت صدیق کی اہلیہ نے کہا۔ کھانا پہلے سے تین گنا زیادہ ہے۔

○ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ گزشتہ امتوں میں صاحب الہام ہوتے تھے۔ (وہ حضرات جن پر الہام ہوتا تھا) میری امت کے اندر عمر صاحب الہام ہیں۔

○ حضرت ساریہ رضی اللہ عنہ کو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے لشکر مجاہدین کا سر دار بنا کر نہاؤند بھیجا۔ دشمن سے مقابلہ کے وقت ساریہ عقب سے غافل تھے جہاں سے دشمن گھات میں تھا۔ یہاں مدینہ طیبہ میں حضرت امیر المومنین عمر فاروق خطبہ جمعہ کے دوران پکارتے ہیں۔ یا سادیۃ الجبل، یا سادیۃ الجبل (اے سادیہ پہاڑ کی طرف سے ہوشیار) حضرت عمر کی یہ آواز حضرت ساریہ نے سنی۔ اور دشمن اپنی چال میں ناکام رہا۔ اس سے حضرت عمر کی دو کرامتیں ظاہر ہوئیں۔ ایک اتنی دور سے لشکر کا حال دیکھنا، دوسرے مدینہ سے اتنی دور آواز پہنچانا۔

○ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے ابوسعود کے لئے بدعا کر دی تھی۔ وہ کہا کرتے تھے کہ مجھے سعد کی بددعا لگی ہے۔

○ اسی طرح سعید بن زید پر جو عمرو بن نفیل کی اولاد سے ہیں۔ ایک عورت نے دعویٰ کیا کہ انہوں نے میری زمین غصب کی ہے۔ حضرت سعید نے اس کے حق میں بددعا کی کہ الہی اگر یہ جھوٹی ہے تو اسے نابینا بنا دے اور اسے اس کی زمین ہی میں مارا چنانچہ وہ اندھی ہو گئی۔ ایک روز اپنی زمین میں چل رہی تھی کہ ایک گڈھے میں گر کر مر گئی۔

○ حضرت خبیب رضی اللہ عنہ کفار کہہ کی قید میں تھے، بنت عارث بن نوفل کا بیان ہے کہ میں نے ان سے اچھا کوئی قیدی نہیں دیکھا۔ ایک روز کی بات ہے

وہ زنجیروں میں بندھے ہوئے انکور کا خوشہ کھارہے تھے۔ حالانکہ اس وقت کہ میں انکور نہیں تھا۔ یہ وہ رزق تھا جو انہیں رزاق حقیقی نے عطا فرمایا تھا۔

○ — حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں دو صحابی، اسید بن حنظلہ اور عباد بن بشیر رضی اللہ عنہما شہ تارک میں دیر تک رہے۔ جب رخصت ہوئے تو ان کے ہمراہ دور وشنیاں چل رہی تھیں۔ جہاں سے دونوں کی راہیں جدا ہوئیں۔ ایک ایک روشنی دونوں کے ہمراہ ہو گئی۔ اور جب دونوں اپنے اپنے گھر پہنچ گئے تو روشنیاں غائب ہو گئیں۔

○ — دو صحابہ میں ایک شیر لوگوں کا راستہ روک کر بیٹھ گیا۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کو پتہ چلا تو آپ تشریف لے گئے۔ اور شیر سے فرمایا کہ راستہ سے ہٹ جا، شیر نے دم ہٹائی اور چلا گیا۔

○ — رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علامہ حضرت رضی اللہ عنہ کو جہاد کے لئے روانہ فرمایا۔ راستہ میں سمندر کا ایک حصہ پڑا۔ انہوں نے رب کا نام لیا اور بے تکلف پانی پر چل کر اس طرف جا پہنچے۔

○ — حضرت سلمان فارسی اور حضرت ابوذر رضی اللہ عنہما کے سامنے ایک پیالہ پانی سے لبریز رکھا ہوا تھا۔ ان دونوں حضرات نے سنا کہ پیالہ کے اندر سے سبحان اللہ! سبحان اللہ کی تسبیح بلند ہو رہی ہے۔

○ — حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ کی یہ کرامت ہے کہ انہیں فرشتے سلام کرتے تھے۔ اور وہ انہیں سلام کا جواب دیا کرتے تھے۔ ایک بار انہوں نے کسی مرض کی وجہ سے اپنے جسم کو داغا تو ایک سال تک سلام کی آواز موقوف رہی۔ اس کے بعد سلام آنے لگا۔

حدیث صحیح میں ہے کہ

اللہ تعالیٰ کے کچھ بندے ایسے ہیں جو دنیا پر میل کچیل میں اٹے ہوئے، اور ان کے بال غبار آلود رہتے ہیں۔ وہ کسی کچھ در وائے پر چاہیں تو کوئی ان کی خاطر نہ

کرے بلکہ دھکے دے کر نکال دے۔ مگر ان کی شان یہ ہے کہ اگر وہ کسی بات پر اڑ کر خدا کی قسم کھا بیٹھیں تو اللہ تعالیٰ ان کی قسم پوری کر دیتا ہے۔

علامہ باقی یمنی فرماتے ہیں۔۔۔ اثبات کرامت میں اس حدیث کے علاوہ اگر کوئی اور حدیث نہ ہوتی تو یہی حدیث کافی تھی۔ مگر اس باب میں صحابہ کرام، تابعین، تبع تابعین اور متقدمین سے روایات کثیرہ منقول ہیں جو شہرت اور تواتر تک پہنچی ہوئی ہیں۔ اور علمائے اعلام نے اس موضوع پر سیکڑوں ضخیم کتابیں تصنیف فرمائی ہیں۔

کرامات صحابہ کلم ہونے کی وجہ:

امام احمد بن حنبلؒ سے پوچھا گیا کہ صحابہ کرام سے کرامات کا مصدر کم کیوں ہوا؟۔ جواب: ارشاد فرمایا کہ صحابہ کرام کے ایمان قوی تھے۔ انہیں اس کی احتیاج نہ تھی کہ انہیں کرامات سے تقویت دی جاتی۔ بعد کے لوگوں میں کوتاہ بینی آتی تھی اس لئے ضرورت ہوئی کہ انہار کر رحمت سے انہیں تقویت دی جائے۔

علامہ یافعیؒ ہیں۔ شیوخ کبار نے فرمایا، حضرت مریم رضی اللہ تعالیٰ عنہا ابتداء کرامات کا ظہور زیادہ ہوا تا کہ ان کے ایمان کو قوت دی جائے۔ اور ان کے یقین کو دوجہ کمال تک پہنچایا جائے۔ بے موسم کے پھلوں کا ان کی خدمت میں آنا وغیرہ اسی لئے تھا۔ مگر جب ایمان و یقین کا لیت تک پہنچ گئے تو انہیں بھی وسیلہ اور سبب کا محتاج بنا دیا گیا، اور حکم ہوا کہ

کعبور کی شاخیں ہلاؤ تو تازہ پھل گریں گے۔ حالانکہ رب تعالیٰ چاہے تو بغیر شاخوں و ٹہنیوں کے بھی تازہ پھل عطا کرے۔ مگر چونکہ اب ایمان و یقین قوی ہو چکے تھے اس لئے نظام اسباب کے ساتھ عقیدہ کیا گیا۔

عارف حق شیخ شہاب الدین سہروردی کا ارشاد ہے۔

بندہ پر کرامتوں کے دروازے اس لئے کھولے جاتے ہیں کہ اس کا یقین قوی ہو جائے اور جن لوگوں سے کرامتوں کا صلہ ہوتا ہے ان سے اوپر ایک بلور طبقہ ان لوگوں کا ہے۔

جن کے قلوب سے پردے اٹھائے گئے ہیں۔ ان کے دل روح یقین سے زندہ ہیں۔ انہیں کرامت کی حاجت نہیں۔۔۔۔۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کی کرامتیں اسی وجہ سے کم، اور مشائخ متاخرین کی کرامات زیادہ منقول ہیں۔ صحابہ رضی اللہ عنہم کے قلوب روشن، نفوس پاک اور باطن صیقل تھے۔ دنیا سے بے غش ان کا مزاج بن چکا تھا۔ عبادت ان کی خصلت بن گئی تھی۔ انہوں نے آخرت کا معائنہ کر لیا تھا۔ اس لئے کہ ان حضرات نے محبت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نورانیت پائی تھی۔ انہوں نے نزول وحی کا مشاہدہ کیا تھا۔ فرشتگانِ قدس ان کے سامنے آتے جاتے تھے۔ اس لئے وہ حضرات کرامات و خوارق سے بے نیاز تھے۔ جو یقین کے اس کمال کو پہنچ جائے عالم حکمت کے نظام میں ہی ان حقائق کا مشاہدہ کر لیتا ہے، جو دوسروں کو انوارِ قدرت میں نظر آتے ہیں۔ وہ حکمت کے پردوں میں ہی قدرت کو پوشیدہ بلکہ عیاں دیکھتا ہے۔ اگر قدرت مجر د اور نمایاں ہو کر اس کے سامنے جلوہ گر ہو تو اسے کوئی حیرت نہ ہوگی۔ اور جو حیرت دے ہوں گے ان کے یقین کو تقویت ہوگی۔ کیوں کہ حجابِ حکمت کی وجہ سے جس قدرت کا انہیں مشاہدہ نہ ہو سکا تھا وہ ان پر آشکارا ہو چکی ہوگی۔

آپ ہی کا ارشاد ہے۔

اولیاء اللہ سے متعدد انداز میں کرامات کا ظہور ہوتا ہے، وہ حضرات غیب کے آوازیں سنتے ہیں ○ زمین کی گٹھائیں ان کے لئے کھینچی جاتی ہیں۔ کہ طویل فاصلہ چشمِ زدن میں طے کرتے ہیں، ○ اشیاء کی حقیقت و اسبیت ان کے لئے بدل جاتی ہے جیسے مٹی کا سونا بن جانا وغیرہ ○ دلوں میں پوشیدہ باتیں ان پر آشکار ہو جاتی ہیں ○ ہونے سے قبل انہیں بعض واقعات کا علم ہو جاتا ہے۔ اور یہ سب اطاعتِ رسول کا صدقہ ہے، جو بھی رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی اور اتباع زیادہ کرتا ہے، اسے زیادہ قرب حاصل ہوتا ہے۔۔۔۔۔ چنانچہ فرمانِ خداوندی ہے۔

قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ۔ (آل عمران ۳۱، ۳۲)

لے محبوب! آپ فرمادیجئے کہ اگر تم اللہ کو چاہتے ہو تو میرا اتباع کرو، اللہ تمہیں محبت سے نوازے گا۔

انہیں کے ارشادات میں ہے۔

اولیاء اللہ کی کرامات، معجزات انبیاء کا تکملہ میں۔ کیونکہ انہیں یہ خوارق انہیں حضرات کے اتباع سے حاصل ہوئے ہیں۔ اس لئے ولی کی کرامت اس کے نبی کے حق ہونے کی دلیل ہوتی ہے۔ جس رسول کے بھی کچھ تبع افراد ہوئے ہیں ان سے کرامات، اور خوارق عادت کا ظہور ہوا ہے۔

امام قشیری رضی اللہ عنہ تحریر فرماتے ہیں۔

ہر ولی کی کرامت اس کے نبی کا معجزہ شمار ہوتی ہے۔ کرامت کی بہت سی قسمیں ہیں۔ کبھی دعا مقبول ہوتی ہے، کبھی بھوک میں اللہ کی قدرت سے بغیر کسی ظاہری سبب کے کھانا ملتا ہے۔ اور پیاس میں پانی حاصل ہوتا ہے۔ کبھی مختصر وقت میں طویل سفر طے ہوتا ہے۔ کبھی دشمن سے چھٹکارا بخشتے ہیں۔ کبھی غیبی ندا سماعت کرتے ہیں۔ اسی انداز سے خلاف عادت چیزیں ظہور پذیر ہوتی ہیں۔

کرامت اور محرکات فرق بتاتے ہوئے، امام یافعی عینی رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔

بحر تو فاس، فاجر، بد دین، کافر، کتاب و سنت کے مخالفین سے ظاہر ہوتا ہے۔ مگر ظہور کرامت صرف اولیاء اللہ کے ذریعہ ہوتا ہے۔ اور اولیاء اللہ احکام دین، او آداب شرعیہ پر عمل کے سلسلہ میں بلند درجہ پر فائز ہوتے ہیں۔

کرامت کے منکر کئی طرح کے ہوتے ہیں۔

① — وہ طبقہ جو اپنی آنکھ سے دیکھے مگر تسلیم نہ کرے، مثلاً کسی ولی کو ہوا میں پرواز کرتے یا پانی پر چلتے دیکھ کر اسے جادو و سحر کہے۔ وہ محروم ازلی ہے۔ بزرگوں نے اس طبقہ کو اس طرح کہا ہے جیسا کہ ارشاد رب العالمین ہے۔

وَلَوْ شِئْنَا عَلَيْنَا كَيْفَا بَانِي قِسْطًا بِرَفْلَةٍ سُوْهُ بِأَيْدِيهِمْ لَقَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا إِنَّ هَذَا إِلَّا سِحْرٌ مُّبِينٌ • (الانعام ۶۶)

(اے محبوب!) اگر ہم آپ کے اوپر کاغذ پر تحریر شدہ کتاب نازل فرمائیں اور کفار سے اپنے ہاتھوں سے چھو کر دیکھ بھی لیں، پھر بھی وہ اہل کفر ہی کہیں گے کہ یہ کھلا جادو ہے۔

② — دوسرا گروہ وہ ہے جو اولیاء اللہ کی کرامتوں کا قائل ہے مگر اپنے دُور کے اولیاء اللہ کی کرامتوں کو تسلیم نہیں کرتا، البتہ اولیائے متقدمین کی کرامتوں کو مانگتا ہے۔ حضرت شیخ ابوالحسن شاذلی رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔

ان کی مثال یہود جیسی ہے جنہوں نے رسول خاتم صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ پایا تو ان کا انکار کیا۔ اور موسیٰ علیہ السلام کا زمانہ نہیں پایا مگر ان کی تصدیق کی۔

③ — ان کے علاوہ تیسرا طبقہ بھی ہے جو اپنے زمانے کے اہل اللہ کی کرامتوں کے بھی قائل ہیں، مگر اپنے دور کے اولیاء اللہ کو جان لینے کے باوجود ان کی تعین نہیں کرتے یہ لوگ بھی اولیاء اللہ کے فیض سے محروم رہتے ہیں۔

علماء فرماتے ہیں کہ اثبات کرامت کے لئے یہی دلیل کافی ہے کہ

إِنَّ اللَّهَ يَفْعَلُ مَا يُرِيدُ۔ (البقرہ ۲۵۲)

اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے کرتا ہے۔

اولیاء اللہ، رب تعالیٰ کی قدرت کے منظر — عبادت دریاخت، اور مجاہدہ کے ذریعہ مقرب، صالح، زاہد، عابد، صابر، شاکر، خائف، متقی، متوکل، راضی برضائے حق، عارف، سرگرم اطاعت، متبع شریعت، مشغول برحق، دنیا سے نفور، خواہشات سے دور ہوتے ہیں۔

وہ حضرات اپنے نفوس کو لغو و بانی کے لئے مردہ کر لیتے ہیں۔ پھر قادر و قیوم رب انہیں بقائے دوام سے نوازتا ہے۔ جلال و جمال حق ان پر متیل ہوتا ہے۔ یہ تمام نعمتیں انہیں اس لئے ملتی ہیں کہ وہ راہ حق میں جہاد و محافی کا حق ادا کرتے ہیں۔ اور ارشاد رب العالیٰ ہے

○ وَالَّذِينَ جَاهَدُوا فِينَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا۔ (التکوٰۃ ۲۹-۶۹)

اللہ جو ہماری راہ میں مجاہدہ کریں۔ ہم انہیں ضرور اپنی راہیں دکھائیں گے۔
آیات ذیل کا حقداران کے سوا کون ہوگا؟

○ وَبَشِّرِ الْمُحْسِنِينَ الَّذِينَ إِذَا ذُكِرَ اللَّهُ وَجِلَتْ قُلُوبُهُمْ (الحج ۲۲-۲۳)
اور (اے حبیب) خوشخبری سنا دیجئے ان عاجزی کرنے والوں کو، اللہ تعالیٰ کا ذکر سن کر
جن کے قلوب لرز اٹھتے ہیں۔

إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ الَّذِينَ إِذَا ذُكِرَ اللَّهُ وَجِلَتْ قُلُوبُهُمْ
وَإِذَا أُنْتَبِتَ عَلَيْهِمْ آيَاتُهُ نَادَوْهُمْ أَيْمَانًا وَعَلَىٰ رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُونَ
(الانفال ۲-۸)

ایمان والے وہی ہیں کہ جب اللہ کا ذکر ہوتا ہے تو ان کے دل ڈر جاتے ہیں۔
اور جب ان پر اللہ کی آیتیں پڑھی جاتی ہیں، تو وہ ان کے ایمان میں اضافہ کرتی ہیں،
اور وہ اپنے رب پر بھروسہ کرتے ہیں۔

○ إِنَّهُ لَيْسَ لَهُ سُلْطَانٌ عَلَى الَّذِينَ آمَنُوا وَعَلَىٰ رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُونَ (النمل ۹۹-۱۰۶)
بیشک ان پر شیطان کا کوئی زور نہیں ملتا، جو ایمان لائے اور اپنے رب پر بھروسہ کرے ہیں۔

○ حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ ایک بار منیٰ مدینہ کے کھال پہنے
ہوئے جا رہے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ملاحظہ کیا تو صحابہ کرام کو مخاطب کئے
فرمایا۔ مصعب کو دیکھتے ہو اللہ اور رسول کی محبت نے ان کا یہ حال کر دیا ہے،
○ ایک شخص نے بارگاہ رسالت مآب میں آکر سوال کیا، یا رسول اللہ
صلی اللہ علیک وسلم احسان کیا ہے؟ فرمایا۔ اللہ کی عبادت اس طرح کر گویا تو اسے دیکھ رہا
ہے۔ اگر یہ نہ ہو سکے تو اس طرح کر کہ وہ تجھے دیکھ رہا ہے۔

غور کیجئے تو ان فرامین مبارکہ کے سانچے میں ڈھل ہوئی زندگیاں اولیاء اللہ کی ہوتی
ہیں۔ ان بندگان خدا کو بیع و تجارت کچھ بھی یاد الہی سے غافل نہیں کرتیں۔ حرمیں
اہل دنیا بھلا ان اوصاف کے حامل کب ہو سکتے؟

رسول مدنی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔

اگر بکریوں کے ربوڑ میں دو بھیڑیے پہنچ جائیں تو وہ انہی تباہی و بربادی نہیں پھیلا سکتے
جتنا نقصان انسان کے دین کو مال و زر کی حرص پہنچاتی ہے۔

فرمانِ ربِّ علین ہے

إِنَّ الْإِنْسَانَ لَبَاطِلٌ أَكْثَرًا

اَشْتَعَلَتْ (العلق، ۹۶/۴-۶)

بے یک انسان سرکشی کرتا ہے — یوں کہ
وہ اپنے کو غنی دیکھتا ہے۔

(مختصاً از ص: ۳۰ تا ص: ۳۱)

مخوت و کبر پر قوت تجھے شیدا نہ کرے

تیری دولت تری دنیا تجھے رسوا نہ کرے

قطرہ آبِ نجس اصلِ حقیقت ہے تری

تو بھی سرخونِ زمانہ بنے اللہ نہ کرے

عبدیت سیکھ، غلامی محنت اپنا

ان کا شیدا تو دو عالم کی بھی پروانہ کرے

بدر

مقدمہ تمام ہوا۔ آگے واقعاتِ اولیاء کا آغاز ہوتا ہے۔ ان واقعات میں فضائلِ عمر، مقام، زمان کے لحاظ سے اولیائے کرام کے درمیان کسی ترتیب و تقدیم کا التزام نہیں، اولیائے کرام کے حالات و اوصاف اور مقامات و کرامات سے تعلق رکھنے والے واقعاتِ تیفیح و تیضیح کے ساتھ قلم بند کئے گئے ہیں تاکہ ان سے عبرت و مواعظ حاصل کی جائے اور ان کی سیرتیں اپنانے کی کوشش ہو۔



حکایات الصالحین

خشیت ربانی:

صحابائے عشقِ الہی کے رہ نور، اولیائے کرام، سلوک و مجاہدہ کی بلاخیز سختیوں سے گزر کر جو صفات عالیہ اپنی ذات میں اجاگر کرتے ہیں۔ ان میں خوفِ خدا، نہایت اہم ہے بزرگانِ دین، اولیائے کاملین کے نزدیک خوفِ خدا کیا ہے —؟ اسے مندرجہ ذیل واقعہ سے سمجھا جاسکتا ہے۔ (ب)

حضرت ذوالنون مصری علیہ الرحمہ اپنے احباب کے ہمراہ حج سے فارغ ہو کر ایک بمبئی بزرگ کی زیارت کے اشتیاق میں یمن تشریف لے گئے، بمبئی بزرگ خوفِ خدا، خشیتِ ربانی، تواضع اور حکمت کے باب میں یگانہ روزگار تھے، زائرین کی اس جماعت کے اندر ایک نوجوان بھی تھا۔ صالحیت کا نور جس کے چہرے پر بے سے نمایاں تھا، خوفِ الہی اس کے زرد رخسار، اور بہتی آنکھوں سے مترشح ہوتا تھا۔ اس کا لاغر و ناتواں جسم ریاضت و مشقت کا منہ بولتا ثبوت تھا۔

حضرت ذوالنون مصری اور ان کے تمام مصاحبین نے بمبئی بزرگ کی خدمت میں حاضری دی۔ تو نوجوان نے سب سے پہلے ان سے سلام و مصافحہ اور کلام کیا۔

نوجوان: حضور والا آپ حضرات کو رب تعالیٰ نے دلوں کے امراض کا معالج، اور طبیب بنایا ہے۔ میسر دل میں ایک زخم ہے۔ کاش! آپ اس کا کوئی علاج فرمائیں تو کرم ہو

نوجوان کی بات سن کر شیخ نے پہلے بیماریِ قلب کی اہمیت، اور اپنے عجز میں چند اشعار کہے، پھر فرمایا۔

بزرگ: بتاؤ کیا بات ہے؟

نوجوان، حضور! خوفِ الہی کیا ہے؟۔

بزرگ: اے جوان صالح! خوفِ خدا جسے مل جاتا ہے وہ تمام خوفوں سے مامون ہو جاتا ہے۔ اور دل کے اندر صرف وہی جاگزیں ہو جاتا ہے۔
بزرگ کی بات سنکر نوجوان کا جسم لرز اٹھا، اور اسے غش آگیا۔ چند لمحے بعد ہوش آیا تو پھر پوچھا۔

نوجوان: بندہ پرور! ارشاد فرمائیں کہ خائف ہونے کا یقین کب حاصل ہوتا ہے؟
بزرگ: اس وقت جب بندہ دنیا کی لذتوں کو اس طرح ترک کر دے جیسے مریض، خوفِ مرض سے کھانا پینا ترک کر دیتا ہے اور تلخ دواؤں پر قناعت کرتا ہے،
یہ سنکر نوجوان نے پھر ایک چیخ ماری۔ اور پھر بہوش ہو گیا۔ حضرت ذوالنون مصری اور ہمارے ہوں نے خیال کیا کہ شاید وہ مر گیا۔ مگر کچھ دیر بعد اسے ہوش آگیا۔
اور اس نے پھر پوچھا۔

نوجوان: عالمہ! اللہ تعالیٰ کی محبت کا ثبوت اور علامت کیا ہے؟۔

بزرگ: اے دوست محبت کا مقام بلند ہے۔

نوجوان: آخر کچھ تو ارشاد فرمائیں۔

بزرگ: یا حبیبی ان المحبین للہ تعالیٰ شقی لہم عن قلوبہم نابصر
بنور القلوب الی جلال عظمۃ اللہ المحبوب فصارت ارواحہم
روحانیۃ و قلوبہم حجبیۃ و عقولہم سماویۃ تسرج بین صفۃ
الملئکۃ الکرام و تشاہد تلک الامور بالیقین والیمان، فعدوہ
بمبلغ استطاعتہم لہ، لا طمعاً فی جنتہ ولا خوفاً من نادرہ۔

اے دوست! اللہ تعالیٰ کے محبین کا خاص مقام ہے۔ ان کے قلوب سے حجابات اٹھا دیئے جاتے ہیں۔ پس وہ دلوں کے انوار سے مجرب حقیقی کی غفلت و جلالِ مشاہد کرتے ہیں۔ ان کی ارواح روحانیہ، ان کے قلوب تجبیہ اور ان کی عقلیں سماوی ہو جاتی ہیں۔ وہ ملائکہ کرام کی صفوں میں رہتے ہیں۔ اور اس عالم کے امور کا یقین اور حقیقت

کی آنکھوں سے مشاہدہ کرتے ہیں۔ اور عبادت الہیہ میں اپنی پوری استطاعت صرف کرتے ہیں۔ اور اس عبادت کے ذریعہ انہیں جنت کی طمع ہوتی ہے نہ جہنم کا خوف ہوتا ہے۔ یعنی بزرگ کی بات سُن کر نوجوان تڑپنے لگا اور چند لمحوں بعد جاں بحق ہو گیا۔ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، بزرگ نے اس کی پیشانی کو بوسہ دیا اور فرمایا۔ یہ ہے خوفِ خدا اور محبت الہی کی دولت پانے والوں کا درجہ، (ص: ۲۳-۲۵)

مرحبا اے عشقِ خوش سودائے ما

اے دوائے جملہ علّیّائے ما

تاریکِ دنیا:

حضرت ذوالنون مصری علیہ الرحمہ ایک بار ملک شام تشریف لے گئے، ان کا گور ایک نہایت سیرسبز و شاداب خوشنما سیبوں کے باغ پر ہوا۔ انہوں نے دیکھا کہ ایک نوجوان شخص وہاں نماز میں مشغول ہے۔ حضرت ذوالنون کو اس جوان صالح سے ہم کلامی کا اشتیاق ہوا۔ جب اس نے نماز کا سلام پھیر لیا تو یہ اس سے سلام کر کے مخاطب ہوئے۔ مگر اس نے کوئی جواب نہیں دیا۔ بلکہ زمین پر یہ شعر لکھ دیا۔

مَنْعَ النَّاسِ مِنَ الْكَلَامِ لَا نَهْ كَهْفُ الْبَلَاءِ وَجَالِبُ الْأَفَاتِ

فَإِذَا نَطَقْتَ فَكُنْ لِسَانًا ذَاكِرًا لَا تَنْسَ وَاحْمَدُكَ فِي الْمَحَالَتِ

زبانِ کلام سے روک دی گئی ہے۔ اس لئے کہ وہ قسم قسم کی بلاؤں کا غار ہے۔ اور آفتیں

لانے والی ہے۔ اس لئے جب بلو تو اللہ ہی کا ذکر کرو۔ اسے کبھی وقتِ فراموشی نہ

کرو۔ اور ہر حال میں اس کی حمد کرتے رہو۔

نوجوان کی اس تحریر کا حضرت ذوالنون مہدی کے قلب پر گہرا اثر پڑا۔ اور ان پر گریہ طاری ہو گیا۔ جب افاقہ ہوا تو انہوں نے بھی زمین پر جواباً انگلی سے یہ شعر لکھے۔

وَمَا مِنْ كَاتِبٍ إِلَّا سَيَبْلَى وَيَبْقَى الدَّهْرُ مَا كَتَبْتَ يَدَا

فَلَا تَكْتَبْ بِكَلِمَةٍ غَيْرَ شَيْءٍ يَبْقَى فِي الْقَلِيمَةِ إِنَّ شَاءَ

ہر کھنے والا ایک دن قبر میں جا ملے گا، اور اس کی تحریر ہمیشہ باقی رہے گی۔ اس نے اپنے ہاتھ سے لکھو تو ایسی بات لکھو جسے دیکھ کر تمہیں قیامت میں خوشی میسر ہو۔

حضرت ذوالنون مصری کا بیان ہے کہ میرا نوشتہ پڑھ کر اس جوان صابج نے ایک چمچ ماری اور جانِ جانِ آفریں کے سپرد کر دی۔ میں نے سوچا کہ اس کی تجہیز و تکفین کا انتظام کر دوں۔ مگر ہاتھ غیبی نے آواز دی۔

ذوالنون! اسے رہنے دو۔ رب کائنات نے اس سے عہد کیا ہے کہ فرشتے اس کی تجہیز و تکفین کریں گے۔

یہ سن کر حضرت ذوالنون باغ کے ایک گوشہ میں مصروف عبادت ہو گئے۔ اور چند رکعتیں پڑھنے کے بعد نظر کی تو وہاں اس جوان کا نام و نشان بھی نہ تھا۔ رضی اللہ عنہ و عنہا (ص: ۴۵-۴۶)

شعور زیست اسی موت کو ترستا ہے یہی اجل تو ہے رشک حیات دارائی

وہ جہنمیں دامن محبوب چھپا لیتا ہے:

بیت المقدس اور اس کی نواحی پہاڑیاں ہزاروں انبیائے کرام اور صاحبانِ باطن کے خروشِ روحانی سے معمور ہیں۔ آج بھی اس سنگلاخِ خطہ ارض کی خاک میں خوب خدا سے پگھلنے والے قلوب کی نزہت جاں فزا کا احساس ہوتا ہے۔ ایک بار حضرت ذوالنون مصری سنگ زاروں میں عشق و عرفان کے گل بوٹے چن رہے تھے کہ انہوں نے ایک آواز سنی۔ جس کا مفہوم یہ تھا۔

بندوں کے اجسام سے مصائب کی کلفتیں دھل گئیں۔ وہ طاعت ربانی میں کھوکھور خوددوش سے بے نیاز ہو گئے۔ اور ان کے پیکرِ جہانی نالک حقیقی کے حضور قیام کی عادت سے آسنا ہو چکے۔

حضرت ذوالنون نے اس آواز کا تقاب کیا تو ایک نوجوان کہنا جس کے رخسار پر ابھی جوانی کا غارہ بھی نمودار نہ ہوا تھا۔ نحیف بدن، زردی پائل، شاخ نازک کی طرح

لکھتا قد، جسم پر چادروں کا لباس، آہٹ پا کر چھپنے لگا۔ حضرت ذوالنون نے آواز دی اس درجہ اظہارِ تنفر اور بدظنی نشانِ مومن کے خلاف ہے۔ مجھ سے ہم کلام ہوا درجہ کچھ نصیحت کر یہ سنکر وہ سجدہ میں گر کر مناجات کرنے لگا۔ جس کا مفہوم یہ ہے۔

اے اللہ! یہ مقام اس شخص کا ہے جس نے تیرے ساتھ قرار پکڑا۔ تیری پناہ معرفت میں آیا۔ تیری محبت کا شہید ہوا۔ تو اے مالکِ قلوب! اور دلوں میں بسنے والے جلال و عظمت کے مالک جو مجھے تجھ سے الگ کرنے والے ہیں تو مجھے ان سے پوشیدہ رکھو! یسوع ذوالنون فرماتے ہیں کہ اس کے بعد وہ میری نظروں سے اوجھل ہو گیا (ص: ۴۶)۔

تحفہ ابدال؛

ایک ابدال مرد کا ایک ابدال خاتون سے نکاح تھا۔ مجلس میں اجلہ اولیائے کرام تشریف فرما تھے۔ تصرف روحانی کا عالم یہ تھا کہ ہر شریکِ بزمِ فضا میں اپنا ہاتھ بلند کرتا اور قیمتی تحفہ پیش کر دیتا۔ اسی طرح کسی نے لعل و یاقوت پیش کئے۔ کسی نے اوکھ، امام الطائفہ حضرت جنید بغدادی رضی اللہ عنہ نے اپنے دست مبارک کو بلند کیا، اور زعفران پیش کر دیا۔ ————— وہاں خضر علیہ السلام بھی موجود تھے۔ انہوں نے فرمایا: آپ نے شادی کی مناسبت سے سب اچھا تحفہ دیا۔ (ص: ۴۶-۴۷)

غیر خدا سے پناہ؛

ایک عارفِ حق فرماتے ہیں۔ میں نے چالیس حوروں کو سنہرے اور نقرئی لباس زیب تن کئے ہوئے فضا میں محو پر داز دیکھا۔ میری نظر کچھ دیر ان پر ٹھہر گئی۔ اس کی وجہ سے چالیس روز زیرِ عتاب رہا۔ اس کے بعد ایک بار اسی حوریں جو حسن و جمال میں ان سے فردوں تر تھیں فضا میں نظر آئیں۔ میں نے فوراً نگاہیں جھکا لیں، سجدے میں گر پڑا۔ اور عرض گزار ہوا۔

اعوذ بٹھ ماسواٹ لا حاجة لی بمذا —

الہی! میں ترے سوا (ہر شے) سے تیری پناہ مانگتا ہوں۔ مجھے ان کی حاجت نہیں۔
 اللہ کریم نے میری عاجزی کو قبول فرمایا، اور انہیں ہٹا دیا۔ (ص: ۴۷)

غیبی معالج:

شیخ عبدالواحد بن زید رضی اللہ عنہ اپنے وقت کے عظیم بزرگ ہوئے ہیں۔ انہوں نے چالیس برس تک عشاء کے وضو سے نماز فجر پڑھی۔ دن خدا کی رضا میں، اور راتیں ریاضت و مجاہدے اور سجدہ گزاری میں بسر ہوتیں۔ ایک بار ان کی ٹانگوں میں شدید درد ہوا، جس کی تکلیف سے نمازوں میں غلغل ہونے لگا۔ ایک شب نماز کے لئے اٹھے مگر درد اس شدت کا اٹھا کہ مشکل رکعتیں پوری کر سکے، وہیں لیٹ گئے آنکھ لگ گئی۔ تو کیا دیکھتے ہیں کہ ایک حسین جلیل دوشیزہ چند چھوٹی سہیلیوں کے ساتھ آئی اور سلیفہ سے میرے قریب بیٹھ گئی۔ اس کی سہیلیاں بھی اس کے پیچھے بیٹھ گئیں۔ اس نے سہیلیوں سے کہا۔ اس کے لئے بستر لگا کر آہستگی سے اس پر ٹاؤ۔ دیکھو بیدار نہ ہو جائے۔ ان سبوں نے نرم و نازک سات تہوں کا بستر بچھا کر اس پر مجھے لٹایا، سبز نئے لگائے اور میرے ارد گرد خوشنما پھلوریاں سجا دیں۔ اس کے بعد وہ خوب رُومیرے قریب آئی۔ اور اپنے ہاتھ سے درد والی پنڈلی سہلائی۔ اور بولی۔

فمہ شفاک اللہ الی صلوٰتک غیر مضرور۔

اٹھ آرام سے اپنی نماز میں مشغول ہو، اللہ نے تجھے شفا بخشا۔

یہ سنکر میں بیدار ہو گیا۔ اور درد کا کہیں دور دور پتہ نہیں تھا۔ اس کے بعد پھر میں اس تکلیف میں کبھی مبتلا نہیں ہوا۔ اس کے یہ الفاظ آج بھی میرے کانوں میں رس گھول رہے ہیں۔
 فمہ شفاک اللہ الی صلوٰتک غیر مضرور۔ (ص: ۴۷)

شب زندہ داروں کے لئے:

شیخ منظر حسدی رضی اللہ عنہ اللہ تعالیٰ کی محبت میں ساٹھ سال تک گریہ و زاری

فرماتے رہے۔ ایک شب انہوں نے خواب دیکھا کہ ایک نہر کے کنارے ہیں نہر میں
مشک خالص بہہ رہا ہے۔ کنارے پر جواہرات کے درخت ہیں، جن کی شاخیں سونے
کی ہیں، شاخیں لہرا رہی ہیں۔ اتنے میں چند حسین و جمیل آراستہ پرستہ لڑکیاں
وہاں آئیں جوں کر یہ نعمت سچی کر رہی تھیں۔

سبحان المسبح لكل لسان سبحانه سبحان الموجود لكل مكان
سبحانه سبحان الدائم في كل الازمان سبحانه۔

پاک ہے وہ ذات جس کی پاکی ہر زبان بیان کرتی ہے، پاک ہے وہ ذات جس کا
وجود ہر جگہ کو محیط ہے، پاک ہے وہ ذات جس کا دوام ہر زمانے پر بچایا ہوا ہے، پاک
ہے وہ ذات،

انہوں نے پوچھا تم کون ہو اور کیا کرتی ہو —؟ انہوں نے آپ کو دو شعروں میں
جواب دیا، جس کا مفہوم یہ ہے کہ

ہمیں رب محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے ان لوگوں کے واسطے پیدا کیا جو شب کو قیام کرتے ہیں۔
سناجات کرتے ہیں اور اس کی محبت میں مات گزار دیتے ہیں، جبکہ لوگ خواب غفلت
میں پڑے رہتے ہیں،
(ص: ۴۸)

نورانی رائیں:

شیخ ابو بکر صریحی رحمہ اللہ کے جوار میں ایک نہایت خوبصورت، حسین و جمیل جوان
تھا۔ پرہیزگار اور عبادت گزار اتنا کہ ہر دن روزہ رکھتا اور شب بھر مشغول عبادت رہتا ایک
روز اس نے بیان کیا کہ آج کی شب میں غفلت میں سو گیا۔ خواب میں کیا دیکھتا ہوں کہ
سامنے سے محراب کی دیوار شق ہوئی۔ وہاں سے چند حسین و جمیل لڑکیاں نمودار ہوئیں۔
انہی کے ہمراہ ایک نہایت کریمہ النظر لڑکی بھی ہے۔ میں نے ان لڑکیوں سے پوچھا تم لوگ
کون ہو؟ اور کس کے لئے پیدا کی گئی ہو۔ اور یہ کون ہے؟۔ انہوں نے جواب دیا، ہم
تمام تمہاری روشن و منور عبادت سے نمودار ہیں۔ اور یہ بد شکل تمہاری آج کی

رات ہے۔ اگر تم آج کی رات مر جاؤ تو یہ تمہارے حصہ میں آئے گی۔ یہ خواب بیان کرنے کے بعد غلام نے ایک چیخ ماری۔ اور انتقال کر گیا۔ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ (ص ۳۹۱)

خوابِ رُبا:

ایک عارف کا واقعہ ہے کہ ایک شب ان پرزید کاغلبہ ہوا۔ یہاں تک کہ معمول کے اوراد و وظائف بھی چھوٹ گئے۔ خواب میں کیا دیکھتے ہیں کہ ایک پری پیکر دوشیزہ سامنے کھڑی ہے، خوبصورت ایسی کہ انہوں نے ایسی حسین صورت عمر بھر نہیں دیکھی تھی۔ اس کے جسم سے خوشبو کے آثار پھوٹے پڑ رہے ہیں۔ اس نے انہیں ایک رقعہ دیا۔ اور کہا اسے پڑھ لے۔ رقعہ میں یہ اشعار تھے۔

لَذِذْتُ بِنَوْمَةٍ عَنْ خَيْرِ عَيْشٍ مَعَ الْوَلَدَانِ فِي غُرْفِ الْجَنَانِ
تو لذت خواب میں مشغول ہو گیا۔ اور جنتی بالا خانوں کے عمدہ عیش آرام اور وہاں کے خدام سے غافل ہو گیا۔

تَعِيشُ مُخَلَّدًا لَا مَوْتَ فِيهَا وَتَبْقَى فِي الْجَنَانِ مَعَ الْحِسَانِ
جہاں تجھے ایسی دائمی زندگی ملے گی کہ موت کا گور نہ ہو، اور خوب روں کے ساتھ بقائے دوام نصیب ہو۔

تَقِظُ مِنْ مَنَامِكَ إِنَّ خَيْرًا مِنَ النُّوْمِ التَّهَجُّدِ بِالْقُرْآنِ
اٹھ خواب غفلت سے بیدار ہو، سونے سے تہجد اور قرآن کی تلاوت بہتر ہے۔
فرماتے ہیں۔ اس کے بعد میرا یہ حال ہو گیا کہ جب مجھے یہ اشعار یاد آ جاتے ہیں آنکھوں سے نیند اڑ جاتی ہے۔ رحمۃ اللہ علیہ (ص ۳۹۱)

شکستہ صراحی:

ایک روز کا ماجرا ہے کہ امام الطائفہ جنید بغدادی حضرت سَری سقلی رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ دیکھا کہ حضرت رونے میں مشغول ہیں۔ وجہ دریافت کی تو فرمایا،

رات گرنی زیادہ تھی۔ میری بیٹی آئی اور کہا ابا جان! آج گرمی کی شدت ہے۔ میں صراحی یہاں لٹکا کر رکھ دیتی ہوں تاکہ پانی ٹھنڈا ہو جائے میں نے کہا اچھا! پھر مجھ پر غنیمت غالب آئی۔ میں نے دیکھا کہ ایک حسین و جمیل عورت آسمان سے اتر کر آئی جو اپنے حسن و جمال میں بے مثال تھی۔ میں نے اس سے پوچھا تو کس کے لئے ہے؟ — اس نے کہا۔ اس کے لئے جو صراحی میں ٹھنڈا کیا ہو اپانی پینے والا نہیں، میں خواب سے بیدار ہوا اور اس صراحی کو زمین پر دے مارا۔ شکستہ صراحی اسی طرح پڑی رہی کسی نے اس کے ٹکڑوں کو سمیٹنے کی ہمت نہیں کی۔

ادراستگی | شیخ ابوسلمان دارانی بہت عظیم ولی اللہ ہیں۔ ان کو ایک رات غنیمت آگئی۔ اور عبادات و وظائف رہ گئے۔ انہوں نے خواب میں ایک جنتی حور کو دیکھا وہ کہہ رہی تھی۔

ابوسلمان تم بیٹی غنیمت سے رہے ہو اور میں تمہارے لئے پانچ سو برس سے آراستہ کی جا رہی ہوں۔ (ص ۱۴۹، ۵۰۱)

تم نے خرید کر مجھے انمول کر دیا:

مسیحی رومیوں کی سرحد پر مسلمان مشغول جہاد تھے۔ چودہ پندرہ سال کا ایک نوجوان مجنونا نہ انداز میں چنچ رہا تھا۔ اسے عینار مرضیہ تو کہاں ہے؟ اب تیری فرقت مجھے گوارا نہیں۔ اہل قافلہ حیران تھے کہ اس کو یک بیک کیا ہو گیا۔ نوجوان کی حالت میں یہ تغیر اس وقت سے ظہور پذیر ہوا جب وہ حضرت شیخ عبدالواحد بن زید کے قافلہ سجادین کے ہمراہ سرحد روم پر پہنچا تھا۔ وہ راتوں کو متواتر جگتا رہتا اور نمازیں پڑھتا۔ دن کو روئے رکھتا، رفتار اور ان کی سوار یوں کی خدمت کرتا۔ سرحد پر پہنچنے کے بعد ایک رات اس پر غنودگی طاری ہوئی۔ تو کیا دیکھتا ہے کہ ایک آنے والا آیا۔ اور اس نے عینار مرضیہ تیرا انتظار کر رہی ہے۔ پلو اس کے پاس چلیں۔ وہ نوجوان کو لے کر ایک خوبصورت باغ میں داخل ہوا۔ جہاں عاف و شفاف نہریں جاری تھیں۔ نہروں کے کنارے حسین و

جیل لڑکیاں زیور، اور لباس سے آراستہ موجود تھیں۔ ان لڑکیوں نے جب نوجوان کو دیکھا تو باہم سرگوشی کرنے لگیں کہ یہ عینار مرضیہ کا شوہر ہے۔ نوجوان نے پوچھا تم میں عینار مرضیہ کون ہے؟ — جواب ملا ہم سب تو اس کی کینز ہیں۔ نوجوان اور لگے بڑھا تو پہلے باغ سے زیادہ مرصع خوبصورت باغ ملا جہاں دودھ کی نہر جاری تھی۔ وہاں بھی پہلی عورتوں سے زیادہ حسین و جمیل لڑکیاں تھیں۔ انہوں نے بھی نوجوان کو دیکھ کر باہم کہنا شروع کیا کہ یہ عینار مرضیہ کا شوہر ہے۔ نوجوان نے ان لڑکیوں سے عینار مرضیہ کے بارے میں دریافت کیا۔ انہوں نے بھی وہی بات کہی کہ ہم سب اس کی خادما ہیں۔ آپ اور آگے تشریف لے جائیں۔ نوجوان آگے بڑھا تو اسے تیسرا باغ ملا اور اس باغ کی تزئین دونوں باغوں سے زیادہ تھی۔ وہاں شہد کی نہر جاری تھی۔ اور خوبصورت دوشیزاؤں کی جماعت موجود تھی۔ جن کے حسن و جمال گر مشستہ دونوں باغ والیوں سے فرد تر تھے۔ انہوں نے بھی نوجوان کا اسی طرح خندہ پیشانی سے استقبال کیا۔ اور کہا اے اللہ کے ولی ہم سب اس کی خادما ہیں۔ آپ آگے تشریف لے جائیں۔ اس کے بعد نوجوان آگے بڑھا تو اسے سفید موتیوں کا ایک محل نظر آیا۔ ایک ماہ و ش اس کے دروازے پر خدمت درباری انجام دے رہی تھی۔ اور وہ ایسے لباس و زیورات سے مزین تھی جس کا آج تک نوجوان نے تصور بھی نہیں کیا تھا۔ جب اس دربار خادما نے نوجوان کو آتے ہوئے دیکھا تو باادب استقبال کیا۔ اور خیمہ کے اندر جا کر عینار مرضیہ کو آمد کی خبر دی۔ اس کے بعد نوجوان خیمہ کے اندر داخل ہوا۔ تو وہاں دیکھا کہ سونے کا مرصع تخت بچھا ہوا ہے۔ اور اس پر ایک حسن و جمال کی ملکہ ممکن ہے۔ نوجوان اسے دیکھتے ہی مقنون ہوا۔ اس نے استقبال کیا۔ اور کہا مرحبا اے اللہ کے ولی! ہمارے پاس آپ کی آمد کا وقت قریب ہے۔ نوجوان بیقرار رہا اور چاہا کہ اس کے قریب جائے مگر عینار مرضیہ نے روکا اور کہا۔ صبر کیجئے ابھی آپ میں حیاتِ دنیوی کا اثر باقی ہے۔ اس لئے ہمارا وصال ناممکن ہے۔ مگر ہاں! انشاء اللہ آج شام آپ یہیں آکر روزہ افطار کریں گے۔

نوجوان اس خواب سے بیدار ہوا تو اس کی حالت متغیر تھی۔ سکون و چین غائب مگر

رضعت، دیوانوں کی طرح پکارتا پھرتا تھا اے عیناء مرضیہ تو کہاں ہے؟ — تمام
رفقاءے جہاد و نوجوان کی حالت سے متفکر ہیں۔

یہ وہی نوجوان ہے کہ ایک دن جب حضرت شیخ عبدالواحد بن زید رضی اللہ عنہ نے
اپنے رفقاء کے ہمراہ جہاد کی تیاری کی۔ اور آپ نے فرمایا جہاد کے فضائل میں قرآن مجید
کی دو آیتوں کی تلاوت کی جائے۔ رفقاء میں سے ایک نے قرآن مجید کی یہ آیت مبارکہ
تلاوت کی۔

إِنَّ اللَّهَ اشْتَرَىٰ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ أَنْفُسَهُمْ وَأَمْوَالَهُمْ بِآثَرٍ لَهُمْ
الْجَنَّةِ - (التوبہ، ۱۱۲: ۹)

بیشک اللہ نے مومنوں کی جان اور مال کو خرید لیا ہے اس قیمت پر کہ ان کے لئے جنت
ان رفقاء میں جو وہ پندرہ سال کا ایک لڑکا بھی تھا جس کا باب بہت ساری دولت
چھوڑ کر مرا تھا۔ یہ آیت سن کر اس نے شیخ سے پوچھا کیا وہی اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کی جان اور
مال کو جنت کے عوض خرید فرمایا ہے۔ شیخ عبدالواحد نے فرمایا۔ بیشک اللہ نے خرید
لیا ہے۔ اس نے کہا پھر آپ حضرات گواہ رہیں کہ میں نے اپنی جان اور مال جنت کے
بدلے بھی۔ شیخ نے اولاً تو اسے بہت فہمائش کی کہ اس راہ میں بیشمار مصائب ہیں مگر
اس نے ایک نہ مانی۔ اور سامان جہاد کے سوا تمام مال و دولت راہِ خدا میں لٹا کر حضرت
شیخ اور ان کے رفقاء کی فوج کے ہمراہ سرحدِ روم کی جانب چل پڑا۔

نوجوان کی اس حالت کی خبر جب شیخ عبدالواحد بن زید کو پہنچی اور انہوں نے نوجوان
سے ماجرا دریافت کیا تو اس نے مذکورہ بالا خواب ذکر کیا۔ حضرت شیخ کا بیان ہے کہ ابھی
نوجوان اپنی داستانِ ختم کر کے میری مجلس سے اٹھا بھی نہیں تھا کہ رومیوں کے ایک لشکر
نے مسلمانوں پر حملہ کیا۔ نوجوان نے اٹھ کر ان سے مقابلہ کیا اور ۹ کافروں کو مار ڈالا۔
اس کے بعد دسواں یہ خود تھا۔ زخم کھاکر زمین پر آ رہا۔ شیخ نے دیکھا کہ اس کا پورا جسم
خون میں لت پت ہے اور وہ زور زور سے ہنس رہا ہے مسرت و شادمانی کی ہنسی،
اور چند لمحے بعد اس کی روح قید جہاں سے آزاد ہو گئی۔

زمانہ سے کتنی ہے بیگانہ دل کو عجب چیز ہے لذت آشنائی

(ص: ۵۰: ۵۱)

جلوۂ جنت:

ایک بندہ حق نے چالیس سال تک عبادت و ریاضت کی۔ ایک روز عرض گزار ہوا اے مالک دُمولا: ترے فضل و کرم سے مجھے جنت میں جو کچھ ملنے والا ہے اس کی مجھے کوئی جھلک دکھا دے۔ ناگہاں کیا دیکھتا ہے کہ محراب شق ہوئی اور اس میں سے ایک حور برآمد ہوئی، حسین و جلیل ایسی کہ اگر دنیا والے دیکھ لیں تو سب دالہ و شہید ہو جائیں عابد نے پوچھا تو کون ہے؟ اس نے جواب دیا مجھے پروردگار عالم نے شب بھر تیری نعمت کے لئے بھیجا ہے۔ میں ترے لئے ہوں جنت میں مجھ جیسی سو اور حوریں تجھے دی جائیں گی، ان تمام حوروں میں سے ہر ایک کی سوخا دہائیں اور ہر خادمہ کی سو کنیزیں ہوں گی اور ہر کنیز کی نائب سو سو ہوں گی۔ عابد یہ تین سن کر خوشی سے حیرا رہ گیا۔ اور سوال کیا۔ کیا کسی کو جنت میں مجھ سے زیادہ بھی ملے گا۔ جواب ملا اتنا تو ہر اس عام جنتی کو ملے گا جو صبح و شام استغفر اللہ العظیم پڑھ لیا کرتا ہے۔ اپنے درجہ والوں کی شان تو اس سے بہت بلند ہوگی۔ (ص: ۵۲)

نومسلم عارف:

حضرت شیخ عبدالواحد بن زید رضی اللہ عنہ سمندری سفر فرما رہے تھے ان کے ہمراہ فقرا کی ایک جماعت تھی۔ سمندر میں طوفان اٹھا جہاز ایک جزیرہ سے جا لگا۔ حضرت شیخ نے وہاں ایک بت پرست کو دیکھا۔ اس سے پوچھا تم کس کی عبادت کرتے ہو اس نے اپنے بت کی جانب اشارہ کیا۔ آپ نے فرمایا یہ بت جو خود کسی کے ماتھے کا بنایا ہوا ہے معبود نہیں ہو سکتا۔ ایسا تو ہم بھی بنا سکتے ہیں۔ اس نے پوچھا آپ لوگ کس کی عبادت کرتے ہیں۔ شیخ نے فرمایا۔ ہمارا معبود وہ ہے جس نے اس بت اور ساری کائنات

کو تخلص فرمایا ہے۔ جس کا عرش آسمان پر، جس کا حکم زمین میں، جس کا اختیار زند و

اور مردوں پر جاری ہے۔ اس نے پوچھا نہیں یہ باتیں کیسے معلوم ہوئیں؟ شیخ نے فرمایا، اس بادشاہ حقیقی نے ہم میں ایک پیارے بھائی، اس نے ہمیں خدا تعالیٰ کی جانب بلایا، اس نے سوال کیا وہ رسول کہاں ہیں شیخ نے فرمایا، اللہ تعالیٰ نے انہیں جس کام کے لئے مبعوث فرمایا تھا وجہ اسے پورا کیجئے تو خدا انہیں تمنا لیا۔ اس نے پھر پوچھا۔ آپ کے پاس کیا ان کی کوئی نشانی بھی ہے۔ شیخ نے فرمایا۔

بیشک ان کی نشانی کتاب اللہ ہے اور پھر اسے قرآن مجید کی ایک سورہ پڑھ کر سنائی وہ سنکر اشکبار ہوا۔ اور کہنے لگا یہ جس کا مقدس کلام ہے۔ اس کی فرماں برداری تو

دل و جان سے کرنی چاہئے۔ اور ملان ہو گیا۔ شیخ اور ان کے رفقاء نے اسے قرآن کی کچھ سورتیں اور دین کے احکام سکھائے۔ رات کے وقت لوگ سو رہے تھے اس

نے پوچھا۔ کیا وہ معبود سوتا بھی ہے۔ جواب ملا وہ سونے سے پاک ہے۔ وہ ہمہ وقت زندہ اور قائم ہے۔ اس نے کہا جس کا آقا نہ سوتا ہو اس کے بندوں کو سونا کیسی بے

نقصی ہے۔ لوگ متعجب ہوئے۔ شیخ کا قافلہ جزیرہ سے روانہ ہوا۔ تو اس نے بھی ہمراہ چلنے کی درخواست کی لوگوں نے اسے بھی ساتھ لے لیا۔ وہاں سے آبادان پہنچے۔

ان لوگوں نے سوچا یہ اپنا نادار نو مسلم بھائی ہے باہم چندہ کر کے اس کی کچھ مالی مدد کریں مگر اس نے پیسے نہیں لئے اور کہنے لگا۔ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں عجیب معاملہ ہے

آپ ہی لوگوں نے مجھے راہ راست دکھائی اور آپ ہی بھٹک رہے ہیں۔ یا رب واجب میں سنان جزیرہ میں رہ کر بت پرستی کرتا تھا۔ اس وقت جب اس نے مجھے ضائع

ہونے سے بچایا تو اب جبکہ میں اسے پہچان چکا ہوں وہ مجھے کیوں محفوظ نہیں فرمائے گا؟ اس کے بعد تین روز گزرے تھے کہ رفقاء نے شیخ کو خبر دی کہ نو مسلم عالم جانکنی میں

شیخ پہنچے اور پوچھا کوئی خواہش ہو تو بتاؤ۔ جواب دیا۔ جس مالک الملک کے کرم نے آپ لوگوں کے ذریعہ جزیرہ میں دولت ایمان دی اسی نے میری تمام حاجتیں

پوری کر دیں۔ شیخ فرماتے ہیں کہ مجھے وہیں بیٹھے بیٹھے نیند کا غلبہ ہوا۔ اور میں نے خود کو ایک سرسبز باغ میں پایا، جہاں ایک خوبصورت قبر کے اندر تخت کے اوپر نہایت حسین

جیل نو عمر لڑکی بیٹھی ہے۔ اور وہ مجھ سے مخاطب ہو کر کہتی ہے۔ خدا را اس نو مسلم کو جلد میرے پاس بھیجو۔ میں اس کی جدائی میں اور زیادہ صبر نہیں کر سکتی۔ آنکھ جو کھلی تو اس کی روح پرواز کر چکی تھی۔ غسل و دفن کے بعد اسے دفن کیا گیا۔ شیخ نے رات میں پھر اسی قبہ اور باغ کو خواب میں دیکھا۔ اور دیکھا کہ اسی عورت کے پہلو میں نو مسلم موجود ہے اور قرآن مجید کی یہ آیت مبارکہ تلاوت کر رہا ہے۔

وَالْمَلَائِكَةُ يَدْخُلُونَ عَلَيْهِمْ مِنْ كُلِّ بَابٍ ۖ سَلَامٌ عَلَيْكُمْ بِمَا صَبَرْتُمْ
فَنِعْمَ عُقْبَى الدَّارِ (الرعد ۱۳-۲۴)

اور فرشتے ان پر ہر دروازے سے (یہ کہتے ہوئے) داخل ہوں گے تم پر سلامتی ہو۔
اس لئے کہ تم نے صبر کیا۔ تو کیا ہی اچھا ہے آخرت کا گھر! (ص ۵۳، ۵۴)

نمونہ قدرت:

شیخ ابو عبد اللہ قرشی بیان کرتے ہیں۔ ابواسحاق ابراہیم بن خریف کی خدمت میں ایک شخص نے آکر سوال کیا کہ حضرت کیا کوئی ایسا انسان اگر خود سے یہ عہد کرے کہ میں فلاں کام فلاں مقصد حاصل کئے بغیر نہیں کروں گا۔ تو ایسا کرنا جائز ہے یا نہیں؟۔ شیخ نے فرمایا کہ حضرت ابوبابہ انصاری رضی اللہ عنہ جنہوں نے خود کو مسجد نبوی شریف کے ستون سے باندھ لیا تھا۔ ان کے واقعہ سے ثابت ہے کہ ایسا کرنا جائز ہے راوی (ابو عبد اللہ قرشی) فرماتے ہیں کہ یہ مسئلہ سننے کے بعد میں نے اپنے دل میں یہ عہد کر لیا کہ جب تک میں قدرت الہیہ کا نمونہ نہ دیکھ لوں گا اس وقت تک نہ کچھ کھاؤں گا نہ پیوں گا۔ تین دن گزر گئے میں اپنی دوکان کی کرسی پر بیٹھا تھا۔ ایک شخص ظاہر ہوا۔ اس کے پاس ایک پیالہ تھا اس نے مجھے عشاء تک صبر کی ہدایت کی۔ اور غائب ہو گیا میں مغرب و عشاء کے درمیان ذکر و شغل میں تھا اتنے میں دیوار پھٹی اور اس میں سے ایک سوراخ برآمد ہوئی۔ اس کے ہاتھ میں وہی پیالہ موجود تھا۔ اس پیالہ میں سے مجھے شہد جیسے کوئی چیز تین بار چٹائی۔ میں بیہوش ہو گیا۔ اور جب ہوش میں آیا تو اس شے کی

حلاوت میں ایسا کھو گیا کہ اس کے بعد مجھے کسی بہترین غذا میں بھی کوئی لذت نہ ملتی۔ اور اس کی صورت و آواز ذہن میں اس طرح سمائی کہ کسی کی اور شکل مجھے یک لحظہ پسند نہیں آتی تھی۔ (ص ۵۴)

بصرہ کی گلیوں میں کسی امیر کبیر کی باندی خدمت گاروں کی جھڑ میں سوار پڑے ناز و بغیر سے چلی جا رہی تھی۔ حضرت مالک بن دینار رضی اللہ عنہ کی نظر پڑی۔ آپ سادہ رہتے تھے۔ اس سے دریافت کیا، کیا تیرا مالک تجھے فروخت کرے گا۔ کنیز نے غرور سے سر جھٹک کر کہا۔ اگر فروخت بھی کرے تو آپ جیسا مفلس مجھے کیا خرید سکے گا۔ حضرت مالک نے فرمایا۔ تو کیا شے ہے میں تجھ سے بھی بہتر کنیز خرید سکتا ہوں۔ آپ اس کے مکان تک تشریف لے گئے۔ باندی نے اپنے آٹا سے سارا قصہ ذکر کیا اس نے حضرت سے دریافت کیا کیا چاہتے ہو؟

حضرت مالک: میں اس کنیز کو خریدنا چاہتا ہوں۔
امیر: کیا آپ اس کی قیمت دے سکیں گے۔
حضرت مالک: میرے نزدیک تو اس کی قیمت کمجور کی دوسری گھٹیاں ہیں، ان سے زیادہ کچھ نہیں،

امیر: (بستے ہوئے) آپ نے ایسا کیوں کہا؟
حضرت مالک: اس کنیز میں بہت سے عیوب ہیں، اور عیب دار شے کی قیمت ایسی ہی ہوتی ہے۔

امیر: ذرا وہ عیب میں بھی تو سنوں۔
حضرت مالک: عیب ہی سنا چاہتے ہو؟ سنو! یہ اگر عطر و خوشبو نہ لگائے تو اس کا جسم بدبو کرنے لگے۔ منہ نہ دھوے تو اس سے لعن اٹھنے لگے۔ بالوں کی صفائی نہ رکھے تو جوں پڑ جائیں۔ اور ذرا عمر پاجائے تو اس پر بڑھا پٹاری ہو جائے۔ اور دیکھنے کے لائق بھی نہ رہے۔ حیض اسے ناپاک کرتا ہے۔ پیشاب پاخانہ اس کے عیوب میں سے ہیں۔ طرح طرح کی نجاستوں سے یہ آلودہ ہوتی ہے۔ رنج و غم اور تکلیفوں

اسے سابقہ پڑتا ہے۔ یہ تو ظاہری عیوب ہیں۔ باطنی عیوب کا حال یہ ہے کہ اس میں خود غرضی ہے۔ آج تمہارے لئے وفادار ہے کل کسی اور کے لئے ہو سکتی ہے۔ اس کی دوستی سچی نہیں، اور یہ قابل اعتبار نہیں۔ اس سے کم قیمت کی ایک کینز مجھے مل رہی ہے۔ مگر ان تمام باتوں میں وہ اس سے بہتر ہے۔ کافور و عطران مشک، جو ہر فور سے اس کی تخلیق ہوئی۔ کسی کھارے پانی میں آب دہن ال ڈے تو وہ آب شیریں میں تبدیل ہو جائے۔ مُردے سے ہمکلام ہو تو وہ جی اٹھے۔ سورج کے آگے کلائی کھول دے تو اس کی روشنی ماند پڑ جائے۔ زبور و پوشاک سے آراستہ ہو کر دنیا میں آجائے تو سارا جہاں معطر و مزین ہو جائے۔ مشک و زعفران کے باغوں یا قوت و مرجان کی شاخوں میں اس کی پرورش ہوئی۔ آب نسیم اور طرح طرح کے آرام و آسائش سے اسے بالا گیا۔ عہد کی پختہ، دوستی میں بکتا ہے۔ تم ہی بتاؤ ان دونوں میں خریدنے کے لائق کون سی ہے۔

امیر، اس کی قیمت کیا ہے؟

مالک بن دینار، اس کی قیمت تو ہر وقت ہر شخص کے پاس ہے۔ رات میں چند لمحوں کے لئے ہر شے سے بے نیاز ہو کر اخلاص نیت کے ساتھ دو رکعت نماز ادا کر دو، تمہارے لئے انواع و اقسام کے کھانوں کا دسترخوان چنا جائے تو اس وقت کسی بھوکے کو رضا حق کے لئے کھلاؤ۔ راستے سے گندگی اور زوڑے ہٹاؤ۔ اس کی قیمت یہ ہے کہ اپنی زندگی ننگہ ستی اور فقر میں گزار دو۔ فکر دنیا سے الگ رہو۔ حرم سے دور رہ کر قناعت اختیار کرو۔ پھر اس کا یہ ثمرہ ہو گا کہ کل تم آرام و سکون سے جنت کی راحتوں میں جاؤ گے اور بادشاہ کریم کے دائمی جوار سے سرفراز ہو گے۔

شیخ کی نصیحتوں کو سن کر کینز کے آقا نے کینز اور غلاموں کو آزاد کر کے اپنی جائیداد ان میں تقسیم کر دی۔ اور لباس فاخرہ پھینک کر فقر کا موٹا لباس پہن لیا۔ کینز نے یہ دیکھا تو اس نے بھی اپنے آقا کی تقلید کی۔ اور موٹا لباس پہن کر اس کے ساتھ ہوئی۔ حضرت مالک بن دینار رضی اللہ عنہ نے ان کے لئے دعائے خیر فرمائی۔ یہ دونوں دنیا سے بے

نیاز ہو کر عبادت حق میں مشغول ہوئے اور اسی حال میں خدا سے جا ملے۔
رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہا۔ (ص: ۵۴، ۵۶)

جنت کی سیح:

حضرت مالک بن دینار رضی اللہ عنہ ایک مرتبہ گھومتے پھرتے بصرہ کے ایک محلہ میں ایک عالیشان محل کے اندر داخل ہوئے دیکھا کہ وہاں ایک جوان رعنا، مزدوروں، بستریوں اور کام کرنے والوں کو بڑے انہماک اور توجہ سے ہر ہر کام کی ہدایت دے رہا ہے۔ حضرت مالک بن دینار نے اپنے رفیق جعفر بن سلیمان سے فرمایا: دیکھتے ہیں یہ جوان محل کی تعمیر و تزین کے معاملہ میں کتنی دلچسپی رکھتا ہے۔ مجھے تو اس کے حال پر رحم آ رہا ہے۔ اور چاہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ سے اس کے حق میں دعا کروں کہ اسے اس حال سے نجات دے۔ کیا عجب کہ یہ جوانان جنت سے ہو جائے۔ حضرت مالک بن دینار رضی اللہ عنہ جعفر بن سلیمان کے ساتھ اس کے پاس گئے سلام کیا۔ اس نے مالک بن دینار کو نہیں پہچانا۔ جب تعارف ہوا تو عزت و توقیر کی کسر نہ رکھی اور عرض کیا حضرت کو کوئی کام ہے؟

مالک بن دینار: اس عالیشان مکان پر کتنی دولت خرچ کرنے کا ارادہ رکھتے ہو؟
نوجوان: ایک لاکھ درہم

مالک بن دینار: اتنی بڑی رقم اگر تم مجھے دید و تو میں تمہارے لئے ایک ایسے عالی شان محل کی ضمانت لے لوں جو اس سے زیادہ پائیدار، خوبصورت اور دیر پا ہے۔ جس کی مٹی مشک و زعفران کی ہوگی۔ وہ کبھی مہندم نہ ہوگا۔ اور صرف محل ہی نہیں بلکہ اس کے ساتھ خادم، خادما میں اور سرخ یا قوت کے قبة، نہایت شاندار اور حسین خیمے وغیرہ محل کے ساتھ ہوں گے۔ اور اس محل کو سماروں نے نہیں بنایا، بلکہ صرف اللہ تعالیٰ کے کُن فرمانے سے بن گیا۔

نوجوان: مجھے اس بارے میں ایک شرب غور کرنے کی ہمت عنایت فرمائیں۔

مالک بن دینار بہت بہتر

اس مکالمہ کے بعد وہ لوگ وہاں سے چلے آئے۔ حضرت مالک بن دینار کو شب بھر بار بار اس نوجوان کا خیال آتا رہا۔ رات سے صبح تک اس کے حق میں دعائے خیر فرماتے رہے۔ صبح کے وقت پھر اس جانب تشریف لے گئے تو نوجوان کو اپنے دروازہ پر منتظر پایا۔

نوجوان، (مسرت و شادمانی سے ان لوگوں کا استقبال کرتے ہوئے) کیا کل کی بات یاد ہے۔

مالک بن دینار: کیوں نہیں؟

نوجوان: (ایک لاکھ درہموں کی تھیلیاں مالک بن دینار کے حوالے کرتے ہوئے)

یہ رہی میری پونجی، اور یہ حاضر ہیں قلم، دوات اور کاغذ

مالک بن دینار: کاغذ اور قلم ہاتھ میں لیکر اس مضمون کا بیع نامہ تحریر فرماتے ہیں۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم یہ تحریر اس غرض کے لئے ہے کہ مالک بن دینار فلاں بن فلاں کے

لئے اس کے اس مکان کے عوض اللہ تعالیٰ اسے ایک ایسا ایسا شاندار محل دلانے کا امانت

دار ہے۔ اور اگر اس محل میں مزید کچھ اور ہو تو اللہ تعالیٰ کا فضل ہے۔ اور اس ایک

لاکھ درہم کے بدلے میں میں نے جنت کا ایک محل فلاں بن فلاں کے لئے خرید لیا ہے۔

جو اس کے محل سے زیادہ وسیع اور شاندار ہے۔ اور وہ محل قرب الہی کے سامنے ہے

فقط۔

اور کاغذ نوجوان کے حوالے کر کے ساری دولت شام سے پہلے پہلے فترت وار د

مساکین میں تقسیم فرما دیتے ہیں۔ اس عظیم عہد نامے کو دیکھتے ہوئے ابھی چالیس روز

بھی نہیں گزرے تھے کہ نماز فجر کے بعد مسجد سے نکلتے ہوئے حضرت مالک بن دینار

کی نگاہ محراب مسجد پہ پڑی تو کیا دیکھتے ہیں کہ نوجوان کے لئے لکھا ہوا وہی کاغذ وہاں

رکھا ہے۔ اور اس کی پشت پر بغیر سیاہی کے یہ تحریر چمک رہی ہے۔

عزیز و حکیم اللہ کی جانب سے مالک بن دینار کے لئے پروانہ برات ہے کہ تم نے جس

محل کے لئے ہمارے نام سے ضمانت لی تھی وہ ہم نے اس جوان کو عطا فرمادیا بلکہ اس سے ستر گنا زیادہ نوازا۔

اس تحریر کو لے کر حضرت مالک بن دینار دوڑے ہوئے نوجوان کے گھر کی جانب تشریف لے گئے تو کیا دیکھتے ہیں کہ اس کے گھر کا دروازہ ماتم گسار ہے۔ اور اندر سے نالہ و شیون کی آواز آرہی ہے۔ پوچھنے پر معلوم ہوا کہ نوجوان کل خدا کو پسارا ہو گیا۔ نوجوان کے جنازہ کو غسل دینے والے شخص نے بتایا کہ اس نے مجھے بلوایا۔ اور وصیت کی کہ میرے جنازہ کو غسل و کفن تم دینا۔ اور کاغذ کا ایک ورق مجھے کفن کے اندر رکھنے کی وصیت کی۔ چنانچہ میں نے اس کی وصیت پر عمل کر کے اس کی تدفین کر دی حضرت مالک بن دینار نے محراب سے ملا ہوا کاغذ غسال کو دکھایا تو وہ چیخ پڑا کہ واللہ یہ تو وہی کاغذ ہے جو میں نے کفن میں رکھا تھا۔ یہ ماجرا دیکھ کر ایک شخص نے مالک بن دینار کی خدمت میں دو لاکھ درہم کی پیش کش پر ضمانت نامہ لکھنے کی التجا کی۔ تو آپ نے فرمایا جو ہونا تھا ہو چکا اللہ جس کے ساتھ جو چاہتا ہے کرتا ہے۔ حضرت اسے یاد کر کے بہت روئے۔

جس کو خدا نے بخش دی وہ خوش نصیب ہے

سب سے عظیم چیز ہے دولت یقین کی (بدر) (ص: ۵۶، ۵۷)

نالہ عیش شکن:

بنو امیہ کا بانکا، چھریرا، خوبصورت، حسین و جمیل نوجوان موسیٰ بن محمد بن سلیمان ہاشمی، اپنے عیش و عشرت، تن پروری، خوش لباسی اور ماہ و شش کنیزوں و غلاموں کی جھرمٹ میں سرسستی جیات کا عادی تھا۔ انواع و اقسام کے لڑائندے اس کا دسترخوان ہمہ وقت لبریز رہتا۔ زرق برق ملبوسات میں لپٹا مجلس طرب سبائے، رات کی رات غم و آلام دنیا سے بے خبر پڑا رہتا۔ ایک سال میں تین لاکھ تین ہزار دینار کی آمدنی تھی۔ اور یہ ساری کی ساری دولت وہ اپنی عیاشیوں پر قربان کر دیتا۔ شارع عام پر نہایت مبذال

خوبصورت مکان بنا رکھا تھا، جس کا گیٹ نہایت شاندار تھا۔ اپنے محل میں بیٹھا کبھی وسیع گزرگاہ کی رونقوں سے محظوظ ہوتا، عقبی جانب نہایت شاندار باغ لہلہا رہا تھا۔ جس میں حسین و جمیل پھولوں کی کیاریاں قرینے سے آراستہ رہتیں۔ کبھی اس میں مجلس طرب سجاتا۔ موسیٰ کے محل میں ہاتھی دانت کا بنا ہوا ایک قہر تھا جس میں جاندی کی غنیں تھیں۔ اور جس کے بعض حصوں پر سنہرا جڑاؤ تھا۔ قہر کے عین بیچ پر قیمتی تخت خاص شہزادہ کے جلوس کے واسطے بنایا گیا تھا۔ جسم پر قیمتی لباس اور جڑاؤ عمامہ پہنکر وہی اس پر بیٹھتا اور دگر دوست و احباب کی نشستیں ہوتیں۔ پشت پر خدام و غلام ایستادہ ہوتے قہر کے باہر مطربوں کے بیٹھنے کی جگہ بنی ہوئی تھی۔ جہاں بیٹھ کر وہ اپنے نغمہ و سرود سے موسیٰ اور اس کے ہم مشربوں کا جی بہلاتے۔ مہ جمال گانے والیاں بھی کبھی رونق مجلس بڑھاتیں۔ ان میں اور مردانہ نشست گاہ میں ایک باریک پردہ عائل رہتا جسے حسبِ خواہش کبھی ہٹا دیا جاتا۔ پردہ کو جنبش دینا اس بات کا اشارہ تھا کہ فوارہ نعمت کا ابال شروع ہوا۔ اور جب گانا بند کرنا چاہتا تو اس وقت بھی محض اشارہ کر دیتا۔

رات دھلے عیش و عشرت سے تھک کر ماہ و شش کینزروں میں سے جس کے ہمراہ چاہتا شبِ باشی کرتا۔ دن کو شطرنج و نرد کی بساطیں جیتیں۔ کبھی بھولے سے بھی اس کی مجلس پر موت یا کسی غم و اندوہ کے تذکرے کا سایہ نہ پڑتا۔ اسی عالم سرستی و شباب میں ستائیس سال گزر گئے۔

ایک رات کی بات ہے۔ موسیٰ اپنی مجلس طرب سجائے، نرغہ احباب میں، لباسِ مرصع سے آراستہ، خوشبوئیات کی بھر مٹ میں محو عیش تھا۔ محل کے باہر دور دور تک سنناٹا چھایا ہوا تھا۔ یک بیک ایک دردناک چج اُبھری جو مطربوں کی آواز سے مشابہ تھی۔ آواز کا کانون سے ٹکرانا تھا کہ محفل میں سنناٹا چھا گیا۔ موسیٰ نے قہر سے باہر سر نکالا اور آواز کا تعاقب کرنے لگا۔ شراب و شباب کا یہ سیسا اس کو بڑا آواز کی تلخی کو برداشت نہ کر سکا۔ اور غلاموں کو حکم دیا کہ اس مظلوم کو تھلا کس کر دو اور میرے پاس لاؤ۔

خدام و غلام محل سرا کے باہر اس کی تلاش میں نکلے تو انہیں پاس کی مسجد میں ایک کمزور، لاغر اور نحیف و نزار نوجوان ملا، جس کا جسم ہڈیوں کا بجر تھا۔ اور گویا کھال ہڈیوں پر منڈھ گئی ہو۔ رنگ زرد، لب خشک، بال پریشاں، پوٹی پرانی چادروں میں لپٹا رب کائنات کے حضور مناجات کر رہا تھا۔

غلاموں نے اس نوجوان کو ہاتھ پاؤں سے پکڑا، اور موسیٰ کے سامنے حاضر کر دیا۔ شہزادے نے پوچھا آخر وہ کون سی تکلیف تھی جس نے تجھے اس طرح جینے پر مجبور کیا۔ نوجوان نے کہا میں مسجد میں تھا۔ اور قرآن مجید کی تلاوت کر رہا تھا۔ قرآن مجید کی تلاوت میں ایسا مقام آیا جس نے مجھے بے حال کر دیا۔ موسیٰ نے کہا ذرا میں بھی تو سنوں نوجوان نے تعوذ و تسمیہ کے بعد یہ آیات تلاوت کیں۔

إِنَّ الْأَبْرَارَ لَفِي نَعِيمٍ ۝ عَلَى الْأَنْبَاءِ يُنْظَرُونَ ۝ تَعْرِفُ فِي وُجُوهِِهِمْ
نُصْرَةَ النَّعِيمِ ۝ يُسْقَوْنَ مِنْ رَحْنٍ مَحْضٍ ۝ خَمًّا مِمَّا فِيهِمْ ۝ وَمِنْ ذَلِكَ
فَلْيَتَنَزَّلِ الْمُنَافِقُونَ ۝ وَمِنْ أَجْلِهَا مِنَ تَسْنِيمٍ عَيْنًا لِّشَرِبٍ ۝ بِهَا
الْمُقْتَرَبُونَ ۝ (المطففين، ۸۳، ۸۴، ۸۵)

مقرب بندے، بیشک نیکی کرنے والے ضرور راحت میں (عزت کے بلند) نختوں پر (بیٹھے) دیکھتے ہوں گے۔ آپ پہنچیں گے ان کے چہروں میں راحت کی تازگی۔ انہیں صاف و شفاف شراب پلائی جائے گی جو مہر کی ہوئی ہے جس کی مہر مشک ہے اور عزت کرنے والوں کو اسی میں رغبت کرنی چاہئے۔ اور اس کی آمیزش سے (چشمہ) تسنیم (کا پانی) (ایسا) چشمہ جس سے میں گئے (اللہ کے) مقرب بندے،

نوجوان نے قرآن مجید کی یہ آیات تلاوت کرنے کے بعد شہزادے سے مخاطب ہو کر کہا۔ اسے فریب خوردہ بھلا وہ نعمتیں کہاں اور تیری یہ مجلس کہاں،

ع چہ نسبت خاک را با عالم پاک

بہشتی تخت کچھ اور ہی ہوگا، اس پر نرم و نازک بستر ہوں گے جن کے استراستہ برق کے ہوں گے اور سبز قالینوں اور بستروں پر آراستہ نیکوں سے ٹیک الگائے لوگ

آرام کرتے ہوں گے۔ وہاں دو نہریں ساتھ ساتھ بہتی ہیں۔ وہاں ہر پھل کی دو قسمیں ہیں، وہاں کے میوے نہ کبھی ختم ہوں گے اور نہ ان سے جنتیوں کو کوئی روکنے والا ہوگا۔ اہل جنت، جنت کے پسندیدہ عیش میں ہمیشہ رہیں گے۔ وہاں انہیں کوئی ناگوار بات بھی نہ سنائی دے گی۔ وہاں اونچے اونچے تختوں کے ارد گرد چمکدار آنکھوں سے قطار سے رکھے ہوں گے۔ یہ تمام نعمتیں تو اللہ کے متقی بندوں کے لئے ہوں گی اور کافروں کے لئے کیا ہوگا؟۔ ان کے لئے تو آگ ہی آگ ہے۔ اور آگ بھی ایسی جو کبھی سرد نہ ہونے والی، کافراں میں ہمیشہ رہیں گے۔ کبھی ان کا عذاب موقوف نہیں ہوگا وہ اس میں اوندھے منہ پڑے ہوں گے۔ اور جب سر کے بل گھسیٹا جائے گا تو کہا جائے گا لو یہ عذاب چکھو۔

ہاشمی شہزادے موسیٰ نے اس نوجوان کی یہ باتیں سنیں تو خود بھی چیخ ماری اور پڑا بے اختیاری میں تخت سے اترا اور اس نوجوان سے لپٹ کر رونے لگا۔ اور پھر عیش و عشرت کے ہمنشینوں اور مصاحبوں نیز خادموں سے کہنے لگا چلے جاؤ تم سب لوگ یہاں سے، نوجوان کو اپنے جسم سے لپٹائے گھر کے اندرونی حصہ میں داخل ہوا۔ اور ایک بورہ پر جا بیٹھا۔ اور اپنی جوانی ضائع ہونے پر خود کو ملامت کرنے لگا۔ صالح نوجوان اس کو دلاسا دیتا رہا۔ اور رہن درجیم پروردگار کی ستاری و غفاری یاد دلاتا رہا۔ اسی عالم میں پوری شب گزر گئی۔ اس طرح سپیدہ سحر کی نمود کے ساتھ اس شہزادہ عیش پسند نے اپنی سچی توبہ کے پانی سے غسل کیا نوجوان کے ساتھ مسجد میں داخل ہوا۔ عبادت اللہ کو اپنا مقصد بنایا۔ تمام مال و دولت سونا چاندی کپڑے صدقہ کر دیئے۔ کچھ غلاموں کنیزوں کو فروخت، کچھ کو آزاد کر دیا۔ تمام لوگوں کے حقوق شمار کر کے ادا کر ڈالے۔ موٹا لباس زیب تن کیا۔ شب بیداری کو شعار بنایا۔ دن کو روزہ رکھتا۔ اور رات بھر جاگ کر اللہ تعالیٰ کے حضور روتا، گڑ گڑاتا۔ مجاہدہ و ریاضت میں اتنا مشغول ہوا کہ دیکھنے والوں کو اس پر رحم آنے لگا۔ بڑے بڑے صلحاء اور زہاد اس کی زیارت کو آتے اور اتنی ریاضت شاقہ پر اسے روکتے۔ وہ جب یہ نصیحتیں سنتا تو اپنے گزشتہ غفلت کے ایام یاد کر کے خوب

اِشارے سے روکا۔ اور ہلکی آوازیں چند اشعار پڑھے جن میں کے دو شعر یہ ہیں۔

يَا صَاحِبِي لَا تَفْزِدْ بِنَعْمٍ فَالْعُمْرُ يُفْنَدُ وَالنَّعِيمُ يُزُولُ
وَإِذَا حَمَلْتُ إِلَى الْقَبْرِ جَنَازَةً فَأَعْلَمُ بِأَنْتَ بَعْدَهَا مَحْمُولُ

نعمت ہر پہاے دوست نہ ہر گز اترا
عمر بھی ایک دیا ہے کہ جو بھج جائے گا
لے کے میت جو چلا گور غریب ان تو آج

بس اسی طرح تجھے کل کوئی لے جائیگا (بدر)

نوجوان نے مزید کہا۔ اے ابو عامر اب میرا آخری وقت قریب آگیا ہے، میں تجھے چند وصیتیں کرنا چاہتا ہوں اور وہ یہ ہیں کہ میرا انتقال ہو جائے تو مجھے میرے انہیں کپڑوں میں دفن کر دینا۔

ابو عامر: ایسا کیوں؟ کیا تم سمجھتے ہو کہ میں تمہیں نیا کفن بھی نہیں دے سکتا۔
نوجوان: نئے کپڑوں کی ضرورت مردوں کے بلحاظ زندگیوں کو زیادہ ہوتی ہے
مجھے تو بس میرے انہی کپڑوں میں لپیٹ کر سپرد خاک کر دینا۔ جب پوری زندگی انہی کپڑوں
میں گزار دی تو اب نئے کپڑوں کی حاجت بھی کیا ہے۔

ابو عامر: اگر تم نے مجھے نئے کپڑوں کا کفن دے بھی دیا تو آخر ان کپڑوں کو بھی خاک
ہی ہونا ہے۔ ہاں باقی رہنے والی چیز صرف عمل صالح ہے۔ اور یہ لومیری زنبیل اور
تہبند گورکن کو دے دینا، اور میرے معاف شریف اور انگبشتری میں تمہارے سوا لے کر تا
ہوں یہ امیر المومنین ہارون رشید کی خدمت میں پہونچا دینا۔ اس بات کا خیال رکھنا کہ
یہ امانتیں تمہیں خود اپنے ہاتھوں سے پہونچانی ہیں۔ امیر المومنین کی خدمت میں یہ امانتیں
پہونچانے کے بعد مجھ مسکین و عاجز کی جانب سے عرض کر دینا کہ امیر المومنین! کہیں اسی
حالم غفلت میں وقت اخیر نہ آن پہونچے۔

یہی سب باتیں کرتے کرتے نوجوان نے آنکھیں موند لیں اور کچھ دیر بیٹھنا ہیچ سکون
لما نیت سے جان شیریں جاں آفریں کے سپرد کر دی۔

نوجوان کی وصیت کے مطابق ابو عامر نے اس کی تجہیز و تکفین کی۔ روشن تابناک پیشانی والے اس شکیل و صالح نوجوان کو سب پر دلحد کرتے وقت ابو عامر کو اس نوجوان کی چند ملاقاتیں یاد آ رہی تھیں، جن کو بار بار سوچ کر ابو عامر کی پلکیں آنسوؤں سے بھیگ جاتیں۔

وہ تو بصرہ کے بازار میں اپنے مکان کی ٹوٹی ہوئی دیوار کی مرمت کرانے کے لئے مستری اور مزدور کی تلاش کرنے گیا تھا۔ مزدوروں میں اسے یہ جوان ملا تھا ابو عامر کا دل خود بخود اس کی جانب کھینچا چلا گیا۔ اور اس نے پوچھا۔ کیا تم کام کر دو گے؟ نوجوان نے اثبات میں سر ہلایا۔ اور کہا، کام ہی کرنے کے لئے تو پیدا ہوا ہوں۔ لیکن تم کیا کام لینا چاہتے ہو؟۔

ابو عامر، مکان کی تعمیر کا کام نوجوان: کام تو میں کروں گا مگر ایک شرط ہے۔ شرط یہ کہ مزدوری ایک درہم اور ایک دانگ لوں گا۔ اور نماز کے وقت کام نہیں کروں گا، نماز ادا کروں گا۔ ابو عامر راضی ہو گیا اور چلنے کو کہا۔ نوجوان نے اپنی زنبیل اٹھائی، مصحف گلے سے لگایا، اور چل پڑا۔ ابو عامر نے گھر آکر نوجوان کو کام کی نوعیت سمجھائی۔ اینٹ گارے اور سامان دکھا دیئے اور خود اپنی ضرورت سے چلا گیا۔ مغرب کے وقت لوٹا تو کیا دیکھتا ہے کہ اس اکیلے لڑکے نے دس آدمیوں کا کام کر ڈالا ہے۔ ابو عامر خوش ہو گیا اور اس نے اسے دو درہم مزدوری پیش کی، مگر اس نے قبول نہیں کئے۔ اور کہا میں نے ایک درہم اور ایک دانگ پر بات طے کی تھی اس سے زیادہ نہیں لوں گا۔ اور بالآخر اتنا ہی لے کر چلا گیا۔

ابو عامر دوسرے روز پھر اس کی تلاش میں بازار پہنچا۔ مگر اسے وہاں نوجوان نہیں ملا۔ دوسرے مزدوروں سے اس کی تفتیش کرنے پر بتہ چلا کہ وہ لڑکا صرف شنبہ کے دن کام کرتا ہے۔

ابو عامر نے نہ جانے کیا سوچ کر اپنا کام بند کر دیا۔ اور شنبہ کے دن کا انتظار کرنے لگا۔ دوسرے شنبہ کو بازار پہنچا تو نوجوان کو اسی جگہ پایا۔ اور وہ اسی روز کی طرح شرط کو

پھر کام پر آیا۔ ابو عامر حیران تھا کہ اس نے گزشتہ ہفتہ ایک ہی دن میں اتنا زیادہ کام اکیلے کیسے کر لیا تھا۔ چنانچہ لڑکے کو کام پر لگا کر ابو عامر ایک خفیہ جگہ بیٹھ گیا۔

ابو عامر نے دیکھا کہ نوجوان نے گارا اٹھا کر بچایا، اس کے بعد انٹ پتھر خود بخود اٹھ کر ایک دو سکرے لگتے چلے جا رہے تھے۔ ابو عامر سمجھ گیا کہ یہ خدا رسیدہ نوجوان ہے، اور اس کے سر پر تاید غیبی کا سایہ ہے۔ شام ہوئی تو ابو عامر نے تین درہم مزدوری دینی چاہی مگر پھر نوجوان نے ایک درہم اور ایک دانگ قبول کئے اور چلا گیا۔

ایر آج جبکہ ابو عامر میرے ہفتہ نوجوان کی تلاش میں بازاریا گیا تو مزدوروں نے نوجوان کی سخت طالت اور ویرانہ میں اس کی موجودگی کا حال بتایا جسے سن کر ابو عامر وہاں پہنچا جس کے بعد اب اس کے مرقہ کی بالیں پر کھڑا تاسف کے آنسو بہا رہا ہے۔ ابو عامر نوجوان کا چہرہ، اس کے عادات و اطوار بار بار یاد آرہے تھے۔

بغداد عروس البلاد کی شاہراہوں پر قصر الرشید کے سامنے لشکر اسلامی کے ایک ہزار سواروں کا رسالہ گزر رہا ہے۔ عام لوگوں نے دور و یہ کھڑے ہو کر رسالہ کو گزرنے کا راستہ دے رکھا ہے۔ اس کے پیچھے بھی ایسے ہی فوج کا دوسرا دستہ آرہا ہے، اس میں بھی ہزار سوار ہیں۔ اسی طرح نوفوجی رسالوں کے بعد فوج کا دسواں دستہ رونما ہوا۔ لوگ جوش و خروش سے نعرے لگا رہے ہیں، سلام و تحیہ پیش کر رہے ہیں۔ دسویں رسالہ کی جلو میں امیر المومنین ہارون رشید کی سواری نظر آئی۔ دیکھنے والوں میں جوش و خروش اور بڑھ گیا۔ اور لوگ سلام و تحیہ گزارنے لگے۔ زائرین و ناظرین کی اسی بھیڑ میں بصرہ کا باشندہ ابو عامر بھی تھا جو امیر المومنین کے پاس اس نوجوان کی امانت پہنچانے آیا ہوا تھا۔

اور از دام اتنا کہ ابو عامر کا امیر المومنین تک پہنچنا دشوار تھا، کھوئے سے کھو اچل رہا تھا۔ ابو عامر سخت اضطراب میں تھا کہ کبھی طرح امیر المومنین تک رسائی حاصل کروں؟ انسانوں کے امنڈتے ہوئے سیلاب میں ابو عامر گویا ایک تنکے کی مانند بہ رہا تھا۔ بغداد کی شاہراہوں پر امیر المومنین کا جلوس دیکھنے کے لئے لوگ امنڈ کر آگئے تھے۔ امیر المومنین کی سواری جب ابو عامر کے قریب سے گزرنے لگی تو اس نے پوری قوت سے چنچا شریع کیا۔

اے امیر المومنین! آپ کو قربت رسول کا واسطہ ذرا توقف تو فرمائیں۔

امیر المومنین ہارون رشید کے کانوں تک ابو عامر کی چیخ و پکار پہنچی تو انہوں نے سواری رد کر لی۔ اور ابو عامر کو قریب آنے کا موقع دیا۔ ابو عامر نے امیر المومنین کو مصحف اور انگشتری سپرد کی اور کچھ کہنا چاہا۔ مگر امیر المومنین نے ابو عامر کو اپنے دربان کی نگرانی میں دیتے ہوئے خاموش رہنے کا اشارہ کیا۔ اس وقت امیر المومنین کی آنکھیں نمناک ہو گئی تھیں۔ جلوس سے واپسی کے بعد دربان نے ابو عامر کو خلیفہ کی خدمت میں حاضر کیا۔ ہارون رشید ابو عامر کو لے کر خلوت میں گئے۔ دروازے بند کرادیئے دربان نے ابو عامر کو سمجھا دیا تھا کہ امیر المومنین غمگین اور اداس ہیں، لہذا جہاں تک ممکن ہو کم باتیں کرنا۔

امیر المومنین: ابو عامر! آدمیرے قریب بیٹھو، بتاؤ کیا تم میرے لڑکے کو جانتے تھے؟

ابو عامر: حضور! وہ آپ کے شہزادے تھے، یہ کسی کو کیا معلوم؟

امیر المومنین: بتاؤ وہ کیا کام کرتا تھا؟

ابو عامر: گارے مٹی کا،

امیر المومنین: کیا تم نے بھی اس سے محنت مزدوری کر دانی؟

ابو عامر: جی حضور!

امیر المومنین: اے ابو عامر! میرے جگر گوشہ سے نہیں ایسا کام اور ایسی خدمت لیتے

ہوئے شرم نہیں آئی؟ کم از کم تم نے قربت رسول کا تو کچھ پاس و لحاظ کیا ہوتا۔

ابو عامر: امیر المومنین! مجھے معاف فرمائیں میں بالکل واقف نہیں تھا۔ البتہ وقت

وصال مجھے اس بات کا پتہ چلا کہ وہ آپ کے نور چشم اور پارہ جگر ہیں۔

امیر المومنین: کیا تو نے میرے لال کو اپنے ہاتھوں سے غسل دیا۔

ابو عامر: جی ہاں! میں نے اپنے انہی ہاتھوں سے آپ کے نور نظر کو غسل و کفن دیکر

سُپردہ کر دیا ہے۔

امیر المومنین: لاؤ اپنا ہاتھ میرے ہاتھوں میں دو۔ (یہ کہہ کر ہارون رشید نے ابو عامر

کے ہاتھوں کو تھام لیا۔ اور اپنے سینہ پر رکھ کر زار و قطار رونے لگے اور کہا۔ تو نے اس میرے فرزند دلبند کو کس طرح مٹی کے اندر دبایا۔ اس پر کس دن سے خاک ڈالی۔ اپنے فرزند صالح کے غم میں امیر المومنین نے رو کر اپنے دامن بجا کو تر کر لیا۔

حضرت شیخ یافعی یمنی فرماتے ہیں کہ امور خلافت میں مشغولیت سے پہلے ہارون رشید کے گھر اس فرزند کی ولادت ہوئی تھی۔ اسے زایدوں، درویشوں کی صحبت بہت پسند تھی۔ قرآن مجید، اور دیگر ضروری علوم کی تعلیم کے بعد اس کے دل سے دنیا کی محبت جاتی رہی۔ ماں کا نہایت خدمت گزار تھا۔ اس پر آخرت کا خوف طاری تھا۔ اس کا یہ حال تھا کہ قبرستان میں چلا جاتا۔ اور مردوں سے مخاطب ہوتا۔ اور کہتا، تم ہم سے پہلے موجود تھے، اور دنیا کے مالک تھے۔ اور اب تم قبروں میں محصور ہو، کاش مجھے معلوم ہوتا کہ تم لوگوں سے کیا کہا کرتے تھے، اور لوگ تمہیں کیا جواب دیا کرتے تھے۔ اور حسرت و یاس کی باتیں کہہ کہہ کر پھوٹ کر رویا کرتا تھا۔

حضرت ہارون رشید جب مسند خلافت پر متمکن ہوئے تو اس نے ان سے کنارہ کشی اختیار کر لی۔ دنیا کے مال و متاع میں سے کچھ بھی اپنے ساتھ نہیں لیا۔ ہارون رشید نے ایک انگوٹھی اس کی ماں کے توسط سے اسے دی۔ جسے محض ماں کی محبت و ملامت میں اس نے اپنے پاس رکھ لیا۔ اس کا یا قوت بڑا ہی قیمتی تھا مگر اسے فروخت کر کے اپنے مصروف میں نہیں لگایا۔ اور دم نزع ہارون کو دینے کے لئے ابو عامر کے حوالہ کیا۔

ایک دن کی بات ہے ہارون رشید اپنے دربار میں امراء و مصاحبین کے ساتھ تشریف فرما تھے۔ یہ شہزادہ جسم پر پرانا کجل اوڑھے ہوئے دربار میں آیا۔ حاضرین دربار نے دیکھا تو ان میں سے بعض کہنے لگے اس سے تو خلیفہ کی رسوائی ہوتی ہے۔ خلیفہ کو اس کے ساتھ سمجھنی کرنی چاہئے تاکہ اپنی یہ حالت بدل دے۔ اور خلیفہ کی رسوائی کا سبب نہ بنے۔ امیر المومنین نے مصاحبین کی ناگواری محسوس کر کے بیٹھے سے کہا۔ بیٹا، تو نے مجھے رسوا کر ڈالا۔

شہزادے نے خلیفہ کی طرف دیکھا اور جواب میں ایک لفظ نہیں کہا۔ البتہ دربار کے عین سامنے قصر کے کنگورے پر ایک پرندہ بیٹھا ہوا تھا۔ اس کو اشارہ کر کے کہا۔ اے پرندے! تجھے تیرے خالق و مالک کی قسم آ اور میرے ہاتھ پر بیٹھ، وہ پرندہ یہ سنکر محل سے اتر کر شہزادے کے ہاتھ پر آ بیٹھا۔ پھر کچھ دیر کے بعد شہزادے نے اسے اپنی جگہ چلے جانے کا حکم دیا۔ تو وہ اڑ کر چلا گیا۔ اور کہا۔ تجھے تیرے پیدا کرنے والے کی قسم امیر المومنین کے ہاتھ پر نہ آنا!

اس کے بعد شہزادہ ہارون رشید سے مخاطب ہوا۔

اباجان! — اب میں جارہا ہوں، آپ کو رسوا کرنے نہیں آؤں گا۔

امیر المومنین ابو عامر کے ہمراہ بصرہ کے اس ویرانے میں آئے جہاں ان کا سولہ سالہ نوجوان شہزادہ آسودہ خاک تھا۔ قبر کو دیکھتے ہی بیہوش ہو کر گر پڑے۔ اور ہوش میں آئے تو حسرت و غم کے اشعار زبان پر جاری تھے۔

اسی شب کی بات ہے ابو عامر اپنے اوراد و وظائف سے فارغ ہو کر سوئے تو انہوں نے خواب دیکھا کہ ایک نور کا قبہ ہے جس کے اوپر نورانی ابر چھایا ہوا ہے۔ ناگاہ وہ چادر ابر شق ہوئی اور اس میں سے وہی شہزادہ یہ کہتا ہوا برآمد ہوا۔

اے ابو عامر! رب تعالیٰ تمہیں جزائے خیر دے۔ تم نے واقعی مہربی و صیتوں کو نہایت خوبی سے پورا کیا۔ ابو عامر نے پوچھا صا جزا دے! آپ پر کیا گزری، اور آپ کا مقام کہاں ہے؟ جواب دیا، اپنے رحیم و کریم پروردگار کے قریب ہوں اور وہ مجھ سے راضی ہے، کچھ بھی ناراض نہیں۔ اور اس نے مجھے ایسی ایسی نعمتیں عطا کی ہیں جو نہ کسی انگٹھ نے دیکھیں، نہ کسی کان نے سُنیں، اور نہ کسی دہم و گمان میں آئیں۔ اور اللہ تعالیٰ نے بہ قسم فرمایا ہے کہ جو بندہ دنیا کی نجاستوں سے تیری طرح نکل آئے گا تو اس کو ایسی ہی نعمتیں دوں گا جیسی تجھے دی ہیں

(ص: ۹۰، ۹۳)

جو حب الہی کے سرمست ہیں، ہے ان کی نگاہوں میں دنیا ذلیل

ہے فرزند ہارون کا یہ واقعہ، زلمنے میں بدراس کی روشن دلیل

بہلول دانا اور ہارون رشید:

خلیفہ ہارون رشید ایک بار حج کرنے گئے ان کے ہمراہ بغداد کے حاجیوں کا ایک بڑا قافلہ تھا۔ واپسی کے وقت کو ذہ میں ہارون رشید کا گزر ایک ایسی جگہ سے ہوا جہاں حضرت بہلول دانا (مجدوب) کو بچے پریشان کر رہے تھے۔ خلیفہ کی سواری نزدیک پہنچی تو لڑکے دیکھ کر بھاگ گئے اور گلیوں میں چھپ گئے۔ ہارون رشید ایک شاندار اونٹنی پر ہودج میں سوار تھے۔ شاہی کڑو فرار دگر د تھا۔ اور ہودج پر پردہ پڑا ہوا تھا۔ حضرت بہلول نے دیکھا تو باوازلہ بند پکارا یا امیر المومنین! یا امیر المومنین! ہارون رشید نے ہودج کا پردہ ہٹایا اور کہا لیک یا بہلول! لیک یا بہلول!

حضرت بہلول: اے امیر المومنین! ہم سے امین بن نائل نے قدامہ بن عبد اللہ عامری سے روایت کیا۔ قدامہ فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مقام منیٰ میں ایک ایسے اونٹ پر سوار دیکھا جس پر بوسیدہ سا کجاوہ تھا۔ اور حضور کی سواری کے باعث نہ لوگوں میں ہٹو بھونچو تھی، نہ مار ڈھار، لہذا اے امیر المومنین آپ کے لئے تواضع ادا انکساری، تنکرا اور برتری جتانے سے بہتر ہے۔

خلیفہ ہارون رشید یہ سنکر رونے لگا۔ اس کے اشکوں کے قطرات زمین پر گرے، اور عرض کیا اے بہلول! مجھے کچھ نصیحت فرمائیے۔ انہوں نے دوشعر سنائے جن کا مفہوم یہ ہے:-

نعت ہر پہ اے دوست نہ ہرگز اترا عمر بھی ایک دیا ہے کہ جو بھج جائے گا
لے کے میت جو چلا گو ذریعہاں تو آج بس اسی طرح تجھے کل کوئی پہنچائے گا
یہ سنکر خلیفہ اور رونے لگا۔ اور کچھ مزید کہنے کی درخواست کی۔

حضرت بہلول: امیر المومنین! جسے اللہ تعالیٰ مال و دولت اور حسن و جمال سے نوازے، اور وہ اپنی دولت راہِ مولا میں خرچ کرے، اور حسن و جمال کو حرام سے بچا

دفتر مولا میں اس کا نام ابرار کی فہرست میں لکھا جائے گا۔
 خلیفہ: آپ نے نہایت قیمتی بات فرمائی اور انعام کے لائق کلام کیا۔
 حضرت بہلول: اپنا انعامی مال اسی کو واپس کر دیں جس سے لیا ہے، مجھے ضرورت نہیں۔

خلیفہ: اگر آپ کے ذمہ کوئی قرض ہو تو میں ادا کر دوں۔
 حضرت بہلول: دین سے دین کی ادائیگی کیا ہوگی؟۔ آپ حقداروں کا حق انہیں دیں اور اپنے نفس کا حق ادا کریں۔
 خلیفہ: اگر قبول کیجئے تو کچھ وظیفہ مقرر کر دوں۔
 حضرت بہلول: (آسمان کی جانب سر اٹھاتے ہوئے) امیر المؤمنین! ہم اور آپ دونوں اللہ ہی کے بندے ہیں۔ پھر یہ کیسے ممکن کہ اللہ تعالیٰ آپ کو با در کھے، اور مجھے فراموش کر جائے۔ ہارون رشید نے یہ سنکر محل کا پردہ گرادیا۔ اور سواری آگے روانہ کی۔

(اس واقعہ کو عبداللہ بن مہران رحمۃ اللہ علیہ نے روایت کیا) (ص: ۶۲، ۶۳)

حضرت سعدون اور ہارون رشید:

خلیفہ ہارون رشید نے ایک بار پیدل حج کرنے کی قسم کھائی۔ سفر شروع ہوا تو عراق سے حرم پاک تک حملی فرش کا انتظام کیا گیا۔ دوران سفر ایک جگہ خلیفہ بہت تھک گئے۔ تو راستہ کے کنارے نصب شدہ سنگ میل کو ٹیک لگا کر بیٹھ گئے۔ اتنے میں کہیں سے ادھر ہی سعدون مجذوب (جنہیں مجنون بھی کہا جاتا تھا) کا گزر ہوا۔ انہوں نے خلیفہ کو اس حال میں دیکھا تو چند اشعار پڑھے جن کا مفہوم یہ تھا۔

فرض کر لے کہ دنیا تیرے موافق ہے۔ لیکن موت تو آئے گی ضرور، اس سے تو بفر نہیں۔ پس دنیا لے کر کیا کرے گا تیرے لئے تو بس ایک سنگ میل کافی ہے۔ لے دنیا کے طالب خبردار! دنیا کو اپنے دشمن کے لئے ترک کر، یہ زمانہ آج جس طرح

تجھے ہنسارہا ہے کل رُلانے گا۔

خلیفہ ان اشعار کو سنکر بہوش ہو گیا۔ حتیٰ کہ تین نمازیں قضا ہو گئیں۔ ہوش میں آیا
تو سعدون علیہ الرحمۃ کو تلاش کرایا۔ مگر وہ بندہ حق وہاں سے جا چکے تھے۔ (ص ۶۴، ۶۵)

حضرت سعدون اور دعائے باران:

محمد بن صباح رحمۃ اللہ علیہ کا بیان ہے۔ بصرہ میں قحط پڑا، لوگ پریشان ہو کر دعائے
بارش کے لئے صواکی طرف نکلے۔ سر راہ سعدون مجذوب مل گئے۔ انہوں نے دیکھا تو پوچھا
کہاں کا ارادہ ہے۔ ہم نے کہا استسقاء کے لئے نکلے ہیں۔ فرمایا کھوکھلے دلو سے یا سماوی
دلوں سے؟ ہم نے کہا سماوی دلوں سے! فرمایا تو بس یہیں بیٹھ جاؤ۔ اور بارش کی دعا
کرو۔ ہم لوگ دعائیں مشغول ہو گئے۔ بڑی دیر تک دعا کرتے رہے۔ یہاں تک کہ دن چڑھ
آیا۔ اور آسمان کا حال یہ ہے بارش تو کیا ہوتی بادل کی کوئی چٹی بھی نظر نہ آئی۔ اوسوچ
ہے کہ تمازت اور دھوپ میں افاغہ ہی کرتا جا رہا ہے۔ حضرت سعدون نے یہ منظر دیکھا تو
پکارا ————— نادانوا! اگر تمہارے قلوب سماوی ہوتے تو اب تک بھلا بارش
نہ ہوتی؟ اتنا کہنے کے بعد اٹھ کر وضو کیا، دو رکعت نماز ادا کی۔ اور آسمان کی طرف سر
اٹھا کر کچھ کہا، جسے میں مطلق نہ سمجھ سکا۔ ان کی بات ابھی ختم بھی نہ ہونے پائی تھی کہ نہایت
زوردار بارش شروع ہوئی۔ اور سب جل تھل ہو گیا۔ ہم نے پوچھا بتائیے آپ نے اپنی
دعائیں کیا کہا تھا۔ فرمایا اٹھو جاؤ۔ ایسے وارفتہ دلوں کی ندائے شوق ہے جنہوں نے
مشاہدہ حق سے علم و یقین حاصل کیا۔ جادہ عمل پر گامزن ہوئے اور صرف خدا پر توکل
کیا۔ ایسے قلوب کی رازدارانہ مناجاتوں سے تمہیں کیا واسطہ! (ص ۶۵)

جنون عشق:

ایک بار حضرت مالک بن دینار رضی اللہ عنہ کا گزر صحرائے بصرہ کی طرف ہوا۔ جہاں ان
کی سیریز مجنون رضی اللہ عنہ سے ملاقات ہوئی۔ حضرت مالک بن دینار نے مزاج پر سکی تو انہوں

نے خواباً فرمایا۔

سعدون، اے مالک! اس شخص کا حال کیا پوچھتے ہو جسے صبح وشام غلیم سفر کا ارادہ ہو، اور زاد سفر کچھ نہ ہو، اور مالین کے پروردگار کے حضور پیشی ہو۔ یہ کہہ کر زار و قطار رونے لگے۔

مالک بن دینار: آپ رونے کیوں لگے؟

سعدون: بخدا میں حرص دنیا، یا موت و مصائب کے خوف سے نہیں روتا۔ بلکہ رونے کا سبب یہ ہے کہ زندگی میں ایک دن ایسا گزر گیا، جس میں مجھ سے کوئی اچھا کام نہیں ہوا۔ اور مجھے یہ بات بھی ڈلا رہی ہے کہ زاد راہ کم ہے، راستہ لمبا ہے، پرخطر گھاٹیاں سامنے ہیں۔ (دروم نہیں میرا ٹھکانا جنت ہے یا جہنم؟)

مالک بن دینار: لوگ تو آپ کو مجنون کہتے ہیں۔ مگر آپ تو نہایت عقلمند اور صاحب حکمت ہیں۔

سعدون: آخر تم بھی لوگوں کے قریب میں آہی گئے۔ مجنون تو لوگ مجھے کہتے ہیں، مجھ میں تو کوئی جنون نہیں۔ مگر ہاں! رب تعالیٰ کا عشق میرے قلب، میرے گوشت و پوست رگ و ریشہ، ہڈیوں اور خون میں سرایت کر گیا ہے جس کی دہرے میں متحیر ہوں۔

مالک بن دینار: آپ لوگوں کے پاس کیوں نہیں بیٹھتے؟ اور ملنا جلتا کیوں نہیں کرتے؟ حضرت سعدون رضی اللہ عنہ نے چند اشعار پڑھے، جن کا مفہوم یہ ہے۔

خلقت سے دور رہ کر خدا کے قریب جا ہے طالب حبیب تو سوائے حبیب جا
بچھو کے مثل اہل ہوس ہیں جہان میں دس لیں گے ہو شیارانہ ان کے قریب جا (بد)

(ص ۶۵۱، ۶۶)

جیسے دل میں آگ لگی ہو:

صحن بیت اللہ میں حضرت ذوالنون مصری طواف میں مشغول تھے۔ اتنے میں دیکھا کہ ایک شخص خانہ کعبہ پر نگاہیں ٹھنڈی آہ بھرتا ہے۔ اور اس طرح مصروف دماغ ہے۔

اے میرے رب! میں تیرا عاجز و مسکین بندہ۔ تیرے در سے بھگایا ٹھکرایا ہوا ہوں۔ یا اللہ! میں تجھ سے ایسی شے کا طالب ہوں جو تیری محبت و قرب کا ذریعہ ہو۔ اور ایسی عبادت کا طالب ہوں جو تجھے پسند ہو۔ اور اے میرے رب! میں تجھ سے تیرے برگزیدہ بندوں اور نبیوں کے وسیلہ سے سوال کرتا ہوں کہ مجھے اپنی محبت کا جام پلا دے۔ میرے قلب سے اپنی معرفت کے لئے پردے اٹھا دے تاکہ شوق کے پروں سے پرواز کر کے میں تیرے عرفان کے گلستانوں میں محو مناجات ہو جاؤں۔

اس مناجات کے بعد وہ ایسا الشک بار ہوا کہ لنگریوں پر اس کے آنسو گرنے کی آواز آنے لگی۔ پھر کب بیک وہ ہنستا مسکراتا ہوا اٹھا اور وہاں سے چلا گیا۔ حضرت ذوالنون بھی اس کے پیچھے ہو گئے۔ انہوں نے سوچا کہ یہ شخص یا تو کوئی بندہ عارف ہے، یا دیوانہ، وہ مسجد حرام سے نکل کر مکہ مکرمہ کے ویرانوں میں جانے لگا۔ اور حضرت ذوالنون کو اپنے پیچھے آنے دیکھا تو کہا۔ آخر کیوں تم میرا پیچھا کر رہے ہو؟ چلے جاؤ۔

ذوالنون: آپ کا نام کیا ہے؟

اجنبی: عبد اللہ!

ذوالنون: آپ کے والد کا اسم گرامی؟

اجنبی: عبد اللہ!

ذوالنون: یہ بات تو مجھے معلوم ہے کہ ہر شخص عبد اللہ اور ابن عبد اللہ ہے۔ مگر میں آپ کا مخصوص نام پوچھ رہا ہوں۔

اجنبی: میرے باپ نے میرا نام سعدون رکھا ہے۔

ذوالنون: کیا وہی سعدون جسے لوگوں نے مجنون کے نام سے موسوم کر رکھا ہے۔

سعدون: ہاں وہی!

ذوالنون: وہ کون لوگ ہیں جن کی حرمت کا واسطہ دے کر اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں آپ نے دعا کی ہے۔

سعدون: وہ اپنے رب کی جانب اس کی محبت کو نصب العین بنا کر چلتے ہیں۔ اور ان کے دلوں پر ربانیت کا ایسا تسلط ہے کہ ماسوا سے جدا ہو گئے ہیں۔
 سعدون: اے ذوالنون! میں نے سنا ہے کہ آپ بھی کچھ کہتے ہیں۔ اسباب معرفت کے بارے میں کچھ بتائیے۔
 ذوالنون: آپ ان لوگوں میں ہیں، جن کے علم و معرفت سے ہرگز استفادہ کرنا چاہئے، سعدون: سائل کا حق یہ ہے کہ اسے جواب دیا جائے۔ پھر دو اشعار پڑھے جن کا مفہوم یہ ہے۔

مارفین کے دلوں میں آتش شوق بھڑکتی رہے گی یہاں تک کہ جوار مولیٰ میں نہیں
 اقامت نصیب ہو۔ وہ اپنے مولیٰ کی محبت میں مخلص ہیں۔ تو یہ محبت کبھی ان
 سے جدا نہیں ہو سکتی۔ (ص: ۶۶، ۶۷)

یکے از مردانِ غیب؛

ایک بزرگ ابوالحوال مغربی کا بیان ہے کہ وہ ایک صالح انسان کے ساتھ بیت المقدس میں بیٹھے تھے۔ اتنے میں قریب سے ایک نوجوان آنکلا، اس کے پیچھے شریر بچوں کی ٹولیاں تھیں جو اسے کنکریاں اور ڈھیلے مار رہے تھے اور شور مچا رہے تھے کہ یہ پاگل ہے۔ نوجوان مسجد میں چلا آیا اور پکارا۔ یا اللہ! مجھے اس دار فانی سے راحت دے۔ ابوالحوال یہ سنکر اس کے پاس گئے۔ اور اس سے کہا۔ یہ بات تو تو نے دانشمندی کی کبھی۔ یہ کہاں سے سیکھی۔

نوجوان: جو انسان خالص اللہ تعالیٰ کے لئے خدمت و عبادت کرتا ہے تو اللہ اسے حکمت کی نایاب باتیں سکھا دیتا ہے۔ اور اسبابِ عصمت سے اس کی حمایت فرماتا ہے۔ یہ نہ سمجھو کہ بچہ جنون ہے بلکہ مجھے اضطراب و خوف ہے۔ اس کے بعد اس نے درد و شوق میں ڈوبے ہوئے اشعار پڑھے۔

ابوالحوال: تم نے تو نہایت عمدہ اشعار پڑھے۔ بڑے غلط اندیش ہیں وہ لوگ جو تمہیں

پاگل کہتے ہیں۔ ابوالجوال کی یہ بات سنکر وہ آبدیدہ ہو گیا۔ اور بولا۔
نوجوان: آپ جانتے ہیں اہل طریقت مرتبہ وصل کو کس طرح پہنچے؟
ابوالجوال: بتائیے

نوجوان: ان حضرات نے اپنے اخلاق کو ساری نجاستوں سے پاک کر کے مختصر روزی
پر قناعت کی۔ اور حب اللہ سے سرشار ہو کر آفاق عالم میں سرگرداں رہے۔ پھر سبائی کی
انار اور خوف خدا کی ردا سے توازنے گئے اور اس عالم فانی کو عالم باقی کے بدلے
فروخت کر دیا۔ اور ہمت و عزم کو مضبوط کر ڈالا۔ پھر ان کی یہ کیفیت ہوئی کہ پہاڑوں کی چوٹیوں
پر اور بیابانوں میں عمر بسر کی۔ خلق خدا سے چھپ گئے۔ ان کی یہ شان ہے کہ اگر وہ موجود
بھی ہوں تو انہیں کوئی پہچان نہ سکے۔ اور غائب ہوں تو ان کی کسی کو تلاش نہ ہو
مر جائیں تو کوئی جنازے پر نہ آئے۔

ابوالجوال کہتے ہیں کہ یہ عرفانی بیان سنکر میں دنیا کو فراموش کر بیٹھا ————— اور وہ
نوجوان چلا گیا۔ (ص: ۶۸، ۶۹)

ایک متحیر نوجوان

ابن القصاب صوفی رحمۃ اللہ علیہ اپنے کچھ دوستوں کے ہمراہ پاگل خانے کی سیر
کے لئے گئے۔ ان لوگوں نے وہاں ایک نوجوان کو دیکھا جو عالم تخیل میں گم تھا۔ یہ تمام لوگ
اس کے احوال کی جستجو میں گم ہو گئے۔ اور اس کے پیچھے پیچھے چلنے لگے۔ اس نے
ان لوگوں کو تعاقب میں دیکھا تو کہنے لگا۔

نوجوان: لوگو! انہیں دیکھو! یہ کیسے کیسے جبہ و دستار سے مزین، انواع و
اقسام کے قیمتی کپڑوں سے آراستہ، جسم کو عطر سے بسائے ہوئے لوگ تباہ و برباد دنیا
کا سارا کام چھوڑ کر ایک معمولی شے کے پیچھے پڑے ہوئے ہیں اور علم سے بالکل دور ہیں
ان لوگوں نے اس کی یہ باتیں سنیں تو نوجوان سے کہا کیا تم صاحب علم ہو؟ اگر مستقیم
پوچھیں تو قاعدے سے جواب دو گے؟

نوجوان: واللہ میں عہدہ جواب دوں گا۔ پوچھو تو یہی۔

سائلین: حقیقی سخی کون ؟

نوجوان: وہ جس نے تم جیسے لوگوں کو بھی روزی دی جب کہ تمہاری حیثیت ایک دن کی خوراک کے برابر بھی نہیں۔

سائلین: سب سے بڑا شکر اکون ؟

نوجوان: سب سے بڑا شکر ا وہ ہے جو کسی مصیبت سے چھٹکارا پا جائے۔ پھر اسی بلا میں کسی اور کو دیکھ کر نہ عبرت حاصل کرے نہ شکر ادا کرے۔

سائلین: کچھ خصال محمودہ سے ہمیں روشناس کیجئے۔

نوجوان: یہ وہی ہیں جن کے برخلاف تم جاوہ پتا ہو۔

یہ کہہ کر نوجوان نہ دپڑا۔ اور گویا ہوا اے میرے رب! اگر تو میری عقل نہیں لوٹاتا، تو میرے ساتھ ہی مجھے دیدے تاکہ میں ان سب کو ایک ایک چپت رسید کر سکوں۔ یہ سن کر ابن القصاب اور ان کے ساتھی وہاں سے لوٹ آئے۔ (ص ۱۶۹-۷۰)

رفیقِ جنت:

حضرت شیخ عبدالواحد بن زید رضی اللہ عنہ نے تین شب متواتر اللہ تعالیٰ کے حضور دعا کی کہ مولا پاک مجھے اس شخص کا دیدار کرا دے جو میرا رفیقِ جنت ہوگا۔ جواب ملا، میمونہ سوداہ تیری رفیقِ جنت ہے، جو کوفہ کے فلاں قبیلہ میں رہتی ہے۔ حضرت شیخ وہاں تشریف لے گئے۔ اور اس کے بارے میں لوگوں سے پوچھا۔ لوگوں نے جواب دیا کہ میمونہ تو ایک دیوانی عورت ہے۔ بکریاں لئے جنگل میں پڑی رہتی ہے۔ حضرت شیخ جنگل میں پہنچے۔ تو ملاحظہ کیا کہ عصا کا سترہ بنائے کھڑی مصروفِ ناز ہے اس کے جسم پر اون کا ایک جتہ ہے جس پر لکھا ہوا ہے۔

یہ خریدی اور بیچی نہیں جا سکتی۔

بکریوں کے ریوڑ پر نظر اٹھائی تو دیکھا کہ بکریاں اور بھڑیے قربِ قرب ہیں۔ مگر نہ

بکریاں بھڑیوں سے ڈرتی ہیں اور نہ بھڑیے بکریوں پر حملہ کرتے ہیں۔ شیخ کی آہٹ پا کر میمونہ نے نماز مختصر کی اور سلام پھیر کر بولی۔

میمونہ: ابن زید! اس وقت جاؤ۔ وعدہ یہاں (دنیا میں) ملنے کا نہیں، بلکہ کل کا ہے۔

شیخ عبدالواحد: تمہیں کس نے بتایا کہ میں ابن زید ہوں۔
میمونہ: کیا خبر نہیں کہ حدیث میں آیا ہے کہ ارواح لشکر کی لشکر ایک مقام پر ہیں۔ جن ارواح میں وہاں تعارف ہو گیا وہ یہاں بھی باہم متعارف ہیں۔ اور جن میں وہاں ناآشنائی رہی یہاں بھی رہی۔
شیخ عبدالواحد: مجھے کچھ نصیحت کرو۔

میمونہ: رب تعالیٰ نے جس بندہ کو دنیا کی کوئی شے ایک بار دیدی پھر وہ دوبارہ اس کی طلب میں رہا۔ رب تعالیٰ اس سے لذت خلوت سلب کر لیتا ہے۔ اور قرب کو بعد بدل دیتا ہے۔ اس کے دل میں وحشت بٹھا دیتا ہے۔ اور کچھ ناصحانہ شعر پڑھے۔
شیخ عبدالواحد: بھڑیے بکریوں کے ہمراہ کس طرح رہتے ہیں؟ کہ نہ وہ انہیں کھاتے ہیں اور نہ ان سے ڈرتی ہیں۔

میمونہ: جاؤ یہ باتیں نہ کرو۔ میں نے اپنے رب سے معاملہ درست کر لیا ہے۔ اس لئے اس نے بھڑیوں اور بکریوں میں بھی صلح کرادی ہے۔ (ص: ۷۰)

مرضی مولا میں انسان جو ڈھل جاتا ہے

وہ نظر کر دے تپتے پتھر بھی پگھل جاتا ہے

بدر

اہل ناز و نیاز کی راہیں:

حضرت ابوالزبیر رضی اللہ عنہ کا بیان ہے، میں، محمد بن منکر را در ثابث بنانی ایک شب ریحانہ مجنونہ کے پاس رہے۔ تو ہم نے دیکھا کہ ابتدائے شب میں کھڑی ہوئیں۔ اور مرثیہ شادمانی کے انداز میں یہ شعر پڑھا۔

قَامَ الْمُحِبُّ إِلَى الْمُؤْمِلِ قَوْمَةً كَادَ الْفَوَادُ مِنَ السَّرِّ وَيَطِيرُ
محب اپنے مرجع امید کے آگے اس طرح کھڑا ہے کہ اس کا دل خوشی سے اڑتا جا رہا ہے
آدمی رات ہوئی تو ان کی زبان پر یہ اشعار تھے۔

لَا تَأْمَنَنَّ بَيْنَ تَوَحُّشِكَ نَظَرُهُ فَمَنْعَنَ مِنَ التَّذْكَارِ فِي الظُّلَمِ
وَاجْهَدُ وَكَدًا وَكُنْ فِي اللَّيْلِ ذَا شَجْنٍ لَيْسَ قِيْلِكَ كَأْسٌ وَدَادِ الْعِزِّ وَالْكَرَمِ
اس سے الفت نہ رکھ جس کے نظر اٹھانے سے تجھے وحشت ہو جائے کیونکہ یہ شے اندھیروں
میں تجھے ذکر سے روک دے گی۔ اور راہِ حق میں محنت و مشقت کر، اور رات کو غمزدہ
رہ، اس کے عوض اللہ تعالیٰ تجھے اپنی دوستی اور بخشش کے جام سے نوازے گا؛
اور جب صبح کا وقت قریب ہو تو وحشت و یاس سے آہ بھرنے لگیں۔ اور نالہ کرنے
لگیں۔ میں نے سبب پوچھا تو فرمایا۔

ذَهَبَ الظَّلَامُ بِالنِّسَاءِ وَبِالنِّسَاءِ لَيْتَ الظَّلَامَ بِالنِّسَاءِ يَتَجَدَّدُ
رات اپنی تاریکی کے ہمراہ اپنے انس اور محبت کو بھی لے گئی۔ کاش! یہ تاریکی اسی انس
کے ساتھ بار بار آتی۔ (ص: ۷۱)

کشتہ منہج تسلیم

حضرت عتبۃ الفلام رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ایک روز بصرہ سے باہر نکل کر میں ویرانوں
میں چل نکلا۔ کچھ دوری پر بدوی خانہ بدوشوں پر گزرا۔ وہ لوگ خیموں میں رہتے تھے
اور کھیتی باڑی کرتے تھے۔ میں ان کے خیموں کے ارد گرد ٹہلنے لگا۔ ایک خیمہ میں دیکھا
کہ ایک مجنونہ لڑکی اونی جبہ پہنے ہوئے ہے۔ اور جبہ پر لکھا ہے کہ یہ نہ خریدی جائیگی
نہ بیچی جائے گی۔ میں نے اس کے پاس پہنچ کر سلام کیا۔ لیکن اس نے جواب نہیں
دیا۔ البتہ کچھ دیر بعد اشعار نگنانے لگی۔ میں نے اس سے سوال کیا یہ کھیتی کس کی ہے؟
اس نے جواب دیا اگر صحیح سلامت رہ گئی تو ہماری ہے۔
وہاں سے چل کر میں دوسرے خیموں کی جانب گیا۔ اتنے میں موسلا دھار بارش

ہونے لگی۔ پانی تھا تو میں پھر اس مجنونہ کے پاس گیا۔ اور سوچا کہ اس تباہ کن بارش پر اس کی کیفیت ضرور معلوم کرنا ہے۔ وہاں میں نے اسے اس حال میں پایا کہ کھڑی ہے اور کہہ رہی ہے۔

قسم ہے اس ذات کی جس نے میرے قلب میں اپنی محبت کی شراب خالص بھر دی ہے۔ میرا دل نیری رضا کا یقین رکھتا ہے۔

پھر میری جانب متوجہ ہو کر گویا ہوئی۔

دیکھ اسی نے قویہ زراعت ہوئی۔ اسی نے اگائی۔ اسی نے اسے قائم کیا۔ اسی نے اس میں بالیاں نکالیں۔ اور اسی نے اس کو بارش سے سیراب کیا۔ اور اسی نے اس کی حفاظت فرمائی۔ اور جب اس لائق ہوئی کہ غنیرب کائی جائے۔ تو اسی نے اس کو پانی میں غرق کر دیا۔

اس کے بعد آسمان کی جانب سر اٹھا کر کہا۔

اے اللہ! یہ سب تیرے ہی بندے ہیں۔ اور ان کا رزق تیرے ہی ذمہ ہے۔ اب تیری مرضی جو چاہے کر۔

میں نے کہا تو کیسے صبر کرتی ہے؟ اس نے جواب دیا۔

اے عقبہ! خاموش! میرا مہر دے نیاز اور محمود ہے۔ روزانہ اس کی جناب سے نیاز رزق آتا ہے۔ اس کا شکر ہے کہ میری خواہش سے زیادہ وہ مجھے عطا فرماتا ہے۔

سنت عقبر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ اس کے بعد مجھے جب کبھی اس کی باتیں یاد آجاتی ہیں تو قلب میں ایک عجیب ہیجان برپا ہو جاتا ہے۔ (ص: ۷۱، ۷۲)

کوہِ لکام کا عارف:

کوہِ لکام کے نشیب فراز میں حضرت ذوالنون مصری رضی اللہ عنہ اس عارف کامل کو تلاش کر رہے تھے جس کے سوز نفس کا چرچا دور و نزدیک تھا۔ یک ایک ان کے کانوں سے نالہ و شیلون، اور آہ و گریہ کے انداز میں ایک آواز نکلتی، کوئی

دل جلا یہ اشعار پڑھ رہا تھا۔

يَا ذَا الَّذِي أَلَسَ الْفُؤَادُ بِذِكْرِهِ
أَنْتَ الَّذِي مَا إِنْ سِوَاكَ رِيْدُ
تَفْنَى النَّبَاتِ وَالزَّمَانُ بِأَسْرِهِ
وَهَوَاكَ غَضُّ فِي الْفُؤَادِ جَدِيدُ
ہے تیرا ذکر ہی تسکین میری
رضا ہی تیرا میل مستقر ہے
فنا ہوتا ہے دن مٹتی ہیں راتیں
چمن ہے عشق کا جوازہ تر ہے بدر
حضرت ذوالنون رضی اللہ عنہ نے آواز سنکر قدم آگے بڑھائے۔ قریب جا کر
دیکھا تو ایک نکیل نوجوان بیٹھا ہے۔ لاغری اور کمزوری سے اس کا جسم دبلا ہو رہا
ہے، چہرے پر زردی چھائی ہوئی، آنکھیں حلقہ چشم میں دھنس گئی ہیں۔ ذوالنون
رضی اللہ عنہ کا سلام سنکر جواب دیا اور پھر اشعار پڑھے جس کا مفہوم کچھ اس
طرح تھا۔

ساری دنیا سے پھیر کر آنکھیں
دل میں تجھ کو بسالیا میں نے
نہیں کیا رات کیا اندھیرا کیا،
ذکر کا نور پالیا میں نے
نہیں آئی تو اپنی آنکھوں میں
تیرا جلوہ جمالیا میں نے (بدر)
اس کے بعد کہا اے ذوالنون! آپ مجھ جیسے مجنون کی کیا حاجت ہے؟ کیوں
یہاں آنے کی زحمت کی۔

ذوالنون: مجھے تم سے ایک بات دریافت کرنی ہے۔

نوجوان: پوچھئے۔

ذوالنون: آخر وہ کون سی بات ہے جس نے تمہیں دنیا سے کنارہ کشی اور
گوشہ گیری پر آمادہ کیا؟

نوجوان: محبت نے مجھے ویرانوں، جنگلوں اور پہاڑوں میں سرگردان کیا،
شوق نے مجھے آمادہ کیا، اور عشق نے مجھے سب سے علیحدہ کر دیا۔

ذوالنون: کیا آپ خود دیوانوں کی باتیں بھلی لگتی ہیں؟
ذوالنون: بخدا مجھے تم جیسے لوگوں کی باتیں بہت پیاری معلوم ہوتی ہیں۔ اور

ان باتوں سے مجھے رقت قلبی میسر آتی ہے۔

حضرت ذوالنون مصری رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اس کے بعد وہ نوجوان نگاہوں سے اوجھل ہو گیا۔ اور پھر میں اسے کہیں نہیں پاسکا۔ (ص: ۷۲)

عشق حقیقی کی صداقت:

مردوں ہی کی طرح عورتوں میں بھی بہت سی عارفہ خواتین گزری ہیں جنہوں نے اللہ تعالیٰ کی محبت کے میدان میں عبادت و ریاضت اور مشقت و مجاہدہ کر کے کمال روحانی حاصل کیا ہے۔ ایسی ہی ایک لڑکی کے بارے میں حضرت ذوالنون مصری رضی اللہ عنہ کو ان کے احباب نے خبر دی کہ وہ کوہِ مقطم میں رہتی ہے۔ حضرت ذوالنون نے وہاں جا کر اسے بہت تلاش کیا مگر کہیں سراغ نہ ملا۔ البتہ عابدوں کے گردہ کا ایک شخص نظر آیا۔ حضرت ذوالنون رضی اللہ عنہ نے اس عابد سے عارفہ لڑکی کے بارے میں سوال کیا۔

عابد: عجیب معاملہ ہے آپ فرزانوں سے دور جاتے ہیں اور دیوانوں کو تلاش کرتے ہیں۔

ذوالنون: آپ برائے کرم مجھے اس کا مسکن تو بتائیں۔

عابد: وہ فلاں جنگل کے فلاں گوشہ میں ہے۔

حضرت ذوالنون وہاں پہنچے تو انہوں نے در و کرب میں ڈوب ہوئی آواز سُنی۔ اور چٹان پر بیٹھی ہوئی ایک لڑکی کو پایا۔ سلام و جواب کے بعد لڑکی: ذوالنون! تمہیں دیوانوں سے کیا کام ہے؟

ذوالنون: کیا تو دیوانی ہے؟

لڑکی: ایسی نہ ہوتی تو لوگ "دیوانی" کہتے کیوں؟

ذوالنون: کس چیز نے تجھے دیوانگی تک پہنچایا؟

لڑکی: ذوالنون! میں اس کی محبت میں دیوانی بنی۔ اس کے شوق میں تجر تک پہنچی۔ اس

کی دریافت اور طلب نے مجھے مضطرب کر کے مرث بسمل بنا دیا۔ کیونکہ محبت تو قلب میں ہوتی ہے۔ اور شوق فواد میں، اور دریافت ستر میں،

ذوالنون: کیا فواد اور قلب دو چیزیں ہیں؟

لڑکی: فواد تو قلب کو کہا جاتا ہے، اور ستر نور فواد کو، اس طرح قلب محبت کرتا ہے۔ فواد مشتاق ہوتا ہے اور ستر حاصل کرتا ہے۔

ذوالنون: سرکس شے کو حاصل کرتا ہے؟

لڑکی: حق کو

ذوالنون: حق کو پانے کی کیفیت کیا ہوتی ہے؟

لڑکی: حصول حق بلا کیف ہوتا ہے۔

ذوالنون: تیرے حصول حق کا صدق؟

یہ سوال سنکر اس نے زار و قطار رونا شروع کر دیا۔ حضرت ذوالنون نے اس کی خستہ حالی دیکھ کر خیال کیا کہ کہیں اسی حال میں مر نہ جائے۔ بارے اس کیفیت سے ہوش میں آئی۔ سوز و گداز میں ڈوبے ہوئے چند اشعار سننا کر سرد آہیں کھینچیں۔ اور کہا۔

ذوالنون: دیکھ اہل صدق اس طرح جلتے ہیں۔ اس کے بعد یاد حق بلک اسی طرح ناری کہے ساتھ ہو کر گر پڑی۔ حضرت ذوالنون نے کچھ دیر بعد اسے جنبش دینے کی کوشش کی مگر وہ تھوڑا سا اصل بحق ہو چکی تھی۔ حضرت ذوالنون فرماتے ہیں میں نے سوچا کوئی شے ملے تو اس کی قبر کھودوں۔ مگر چند ثانیہ بعد دیکھا کہ اس کی لاش غائب تھی۔ علیہا الرحمۃ والرضوان۔ (ص ۷۲، ۷۳)

غذائے روح:

حضرت فضیل بن عیاض رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ ایک مرتبہ میں جامع کو فہ کے اندر تین شبانہ روز بے آب و دانہ پڑا رہا۔ چوتھے دن میں بھوک سے نڈھال ہو گیا۔

جسم میں لاغری کا احساس زیادہ ہونے لگا۔ میں نے دیکھا ایک مجنون ہاتھ میں بھاری پتھر اٹھاتے ہوئے گردن دوزنی طوق میں جکڑی ہوئی دروازہ مسجد میں در آیا۔ اس کے پیچھے لڑکے شور مچا رہے تھے۔ وہ مسجد میں اگر گردش کرتے کرتے میری طرف گھورنے لگا۔ میں نے جی ہی جی میں رب تعالیٰ سے عرض کی مولا! تو نے مجھے بھوکا بھی رکھا۔ اس کے بعد مجھ پر ایک دیوانے کو مسلط کر دیا جو مجھے ہلاک کر دے۔ دیوانہ قریب آیا اور اس نے یہ شعر پڑھا۔

محل بنات الصبر فیک غریزة فیالیت شعری هل نصیرت اخذ
مفہوم: جلوہ صبر کا این ہے تری فطرت میں اے سفر پیشہ! تری کیا کوئی منزل بھی ہے بدر
شعر سنکر میری غلط فہمی دور ہوئی۔ اور گھبراہٹ اطمینان سے بدل گئی۔ اور میں نے عرض کیا۔

حضرت فضیل: حضور والا! اگر امید نہ ہوتی تو میں صبر نہ کرتا۔

اجنبی بزرگ: تیری منزل امید کہاں ہے؟

حضرت فضیل: میری منزل امید وہی ہے جہاں افکار عارفین کو قرار نصیب آتا ہے۔

اجنبی بزرگ: سبحان اللہ! بہت خوب بیشک عارفوں کے قلوب کی آبادی افکار ہیں۔ حزن اور غم ان کا وطن ہے۔ انہیں اس کی معرفت حاصل ہو گئی تو اس کے سوا کسی سے انہیں الفت نہ رہی۔ اسی کی جانب وہ جادہ پیا ہیں۔ صرف عرفاء کی عقلیں صحیح ہیں۔ اور ان کے قلوب اللہ تعالیٰ کی تجلیات میں شرابور ہیں۔ اور ان کی رو میں ملکوت اعلیٰ میں ملتی ہیں۔

حضرت فضیل بن عیاض رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ اس بزرگ کے روحانی کلام سنکر میں بخود ہو گیا۔ اور مجھ پر ایسی مسرتی چھا گئی کہ بے آب و دانہ دس رو تک پڑا رہ گیا۔

اشک پی لیتا ہے کچھ آہ و بکا کرتا ہے لوگ کہتے ہیں کہ دیوانہ یہ کیا کرتا ہے

عشق جس شخص کو دنیا سے جدا کرتا ہے اس خدا مست کی رکھوالی خدا کرتا ہے بد
(ص: ۴۳، ۴۴)

ناز و نیاز عشق؛

ایک دن بہلول نے کرمشال سب
یہ تماشا دوڑتے تھے دشت میں
شیخ شبلی راستے میں مل گئے
ان سے فرمایا کہ اے پیارے رفیق
جار باہوں سوئے ربّ دوا الجلال
حضرت شبلی وہیں بیٹھے رہے
لڑکھڑاتے آگئے بہلول دھر
سرخ چہرہ، آنکھ نم، غم سے ٹدھال
حضرت شبلی نے پوچھا مارمن!
بولے پیش رب گیا اس آتش میں
میکدہ کے زندوں میں لکھ جائے نام
واں سے لیکن مجھ کو دھتکارا گیا
خود بلایا، اور پھر رسوا کیا،
محبوب چادر در دو غم کی ڈالری

ناز محبوب اور محبت کا نام ہے عشق
لاکھ جان اک ناز پر قربان ہے
ہر کس و ناکس کا یہ درجہ کہاں!
عارف مقبول کی یہ شان ہے بد

(ص: ۴۴، ۴۵)

اہل جذب اور حکیمانہ کلام:

حضرت سری سقلی رضی اللہ عنہ بھلول دانا رضی اللہ عنہ کو قبرستان میں المینان سے تشریف فرما دیکھا۔ پوچھا یہاں کیا کر رہے ہیں۔ فرمایا میں ایسے لوگوں میں مبتلا ہوں جو نہ مجھے اذیت دیتے ہیں اور نہ پس پشت غیبت کرتے ہیں۔ حضرت سری نے پوچھا۔ کیا آپ کو بھوک پیاس نہیں لگتی۔ یہ سنکر چہرہ پھیر لیا اور پڑھا۔

تَجُوعٌ فَإِنَّ الْجُوعَ مِنْ عِلْمِ التَّقَى وَانْ طَوِيلَ الْجُوعَ يَوْمًا سَيُشْبِعُ

(بھوک کے راکر کیونکہ بھوک تقویٰ کی علامت ہے۔ زیادہ بھوکا رہنے والا عنقریب آسودہ ہوگا۔)

ایک مجذوب بزرگ کو کسی نے قبرستان سے آتے ہوئے دیکھا تو پوچھا، کہاں سے تشریف لارہے ہیں۔ جواب دیا اس مقام پر ایک کارواں خیمہ زن ہے اسی کے پاس سے آ رہا ہوں۔ اس نے پوچھا کیا اہل کارواں سے کچھ گفت و شنید بھی ہوئی۔ فرمایا جی ہاں! میں نے ان لوگوں سے پوچھا کہ کوچ کب کریں گے کہنے لگے جب تم لوگ بھی شاملِ قافلہ ہو جاؤ۔

مجزوب بزرگوں کے بارے میں کسی نے اک عارف حق آگاہ سے پوچھا۔ یہ لوگ ہوتے تو مجنون ہیں۔ مگر باتیں نہایت حکمت کی کرتے ہیں۔ اس میں کیا راز ہے؟ فرمایا۔ ان لوگوں کے پاس فضل اور عقل دو نعمتیں تھیں۔ اللہ تعالیٰ نے عقل لے لی تو فضل رہ گیا۔ اس لئے حکمت کا کلام کرتے ہیں۔

عشق مولا حکمتوں کی جان ہے جو نہیں سمجھا لے، نادان ہے بدر

(ص ۵۱، ۵۲)

مقامِ محبوبیت:

حضرت عطا کا ایک بازار میں گزر ہوا۔ وہاں ایک پاگل کنیز کی بولی لگ رہی تھی

کوئی خریدار نہ تھا۔ انہوں نے اسے پاگل جانتے ہوئے بیس سات دینار میں خرید لیا۔ اور اپنے ساتھ گھر لائے۔ رات ہوئی تو دیکھا کہ اس نے آہستہ سے اٹھ کر وضو کیا اور نماز شروع کر دی۔ نماز میں اس کے انہماک اور تضرع کی یہ کیفیت تھی کہ آنکھوں سے آنسوؤں کی برساتا ہو رہی تھی، سانس پھول رہا تھا۔ اس کے بعد مناجات کرنے لگی تو اس طرح کی۔

اے میکہ پروردگار! اس محبت کی قسم جو تو مجھ سے فرماتا ہے مجھ پر رحم کر۔ حضرت عطاء رضی اللہ عنہ نے دعا کے یہ الفاظ سنے تو انہیں اس کے جنون کا ثبوت مل گیا۔ لونڈی کے قریب آکر کہا۔

حضرت عطا: اے لڑکی تجھے اللہ تعالیٰ سے اس طرح دعا کرنی چاہئے۔ اے میکہ پالنہار! اس محبت کی قسم جو میں تجھ سے کرتی ہوں مجھ پر رحم فرما۔ کینز: بے کار آدمی! چل دور ہو یہاں سے، تجھے اس ذات حق کی قسم! وہ اگر تجھ سے بار نہ فرماتا تو تجھے بیٹھی نیند سلا کر مجھے عبادت کے لئے نہ اٹھاتا۔ (یہ کہہ کر اوندھے منہ گر پڑی۔ اور درد و فراق کی آتش میں سلگتے ہوئے اشعار پڑھنے لگی۔ اس سے فارغ ہوئی تو بلند آواز سے پکار اٹھی)

اے ارحم الراحمین! اب تک تیرا اور میرا راز پوشیدہ تھا۔ مگر اب یہ راز لوگوں پر فاش ہو چکا ہے۔ اس لئے بس تو مجھے اپنے پاس بلا لے۔

حضرت عطاء فرماتے ہیں اس کے بعد ایک چرخ بلند ہوئی۔ اور اس کی روح نفس غصری سے پرواز کر گئی۔ رحمۃ اللہ علیہا۔ (ص: ۷۶)

تو کبھی جدا نہیں ہے:

ایک دیوانہ پٹھے مالوں گلیوں میں مارا مارا پھر رہا تھا۔ اور لڑکے اس پر پتھراؤ ڈھیلے برسارہے تھے۔ سر لہو لہاں، چہرے اور جسم سے خون بہ رہا تھا۔ ادھر سے حضرت شیخ شبلی رضی اللہ عنہ کا گزر ہوا۔ انہیں نے یہ کیفیت دیکھی تو لڑکوں کو ڈانٹا۔

لڑکوں نے عرض کیا، ہم لوگ اسے بلاوجہ نہیں مار رہے ہیں۔ یہ تو سنگسار کئے جانے کے قابل ہے۔ شیخ نے وجہ پوچھی تو لڑکوں نے کہا۔ یہ کفر بکنا ہے اور بکنا ہے کہ میں اللہ کو دیکھتا ہوں، اور اس سے کلام کرتا ہوں۔ لڑکوں کی باتیں سن کر شیخ شبلی رضی اللہ عنہ دیوانہ کے نزدیک گئے۔ وہ منہ ہی منہ میں سنش کر خود کلام تھا۔ اور کہہ رہا تھا۔

تو جو کر رہا ہے بہت بہتر، ان لڑکوں کو مجھ پر مسلط کر دینا کہ پتھر اؤ کریں۔

حضرت شبلی نے پوچھا۔ یہ لڑکے آپ کے بائے میں سیسی ایسی باتیں کرتے ہیں۔ دیوانہ: یہ لڑکے کیا کہتے ہیں۔

حضرت شبلی: تم اس بات کا دعویٰ کرتے ہو کہ اللہ تعالیٰ کو دیکھتا ہوں۔

دیوانہ: (ایک زوردار چیخ مار کر) اے شبلی! قسم اس ذات کی جس نے اپنے مشق میں مجھے چور چور کر دیا، اور اپنے قرب و بعد کے درمیان مجھے گم گشتہ فرما دیا۔ پلٹ جھکنے کی مقدار بھی اگر وہ مجھ سے اوجھل ہو جائے تو آتش فراق مجھے جلا کر رکھ کر دے۔

اتنا کہنے کے بعد وہ وہاں سے دوڑتا ہوا نکل بھاگا۔ اور یہ شعرا اس کی زبان پر تھا

جمالک فی عینی و ذکرک فی فنی و جئت فی قلبی فاین تغیب

ترا حسن میرا منظر، ترا ذکر میرا کلمہ تو بسا ہوا ہے دل میں تو کبھی جدا نہیں ہے بدر

(ص ۷۷)

لباسِ قرب:

ایک دیوانہ حضرت علی بن عبدان علیہ الرحمہ کے قریب رہتا تھا۔ دن کو اس کی حالت پاگلوں جیسی رہتی اور رات ہوتے ہی بہتر ہو جاتا، نماز ادا کرتا، ذکر و تسکین رہتا، روز و کو دعائیں کرتا۔ ایک دن حضرت علی نے پوچھا تم کب سے پاگل ہوئے ہو، جواب دیا۔ جس وقت سے عارف ہوا ہوں۔ اس کے بعد یہ اشعار پڑھے۔

أَنَا الَّذِي الْبَسْنِي مَسِيدِي لَمَّا اقْتَرَبْتُ لِبَاسِ الْوَدَادِ

فَصِرْتُ لَكَ اَوْحٰی اِلٰی مُؤَنِّبٍ اِلَّا اِنِّیْ مَالِكٌ رَزَقَ الْعِبَادَ

مجھے پیار کی یہ خلعت ہے کرم مرے خدا کا

میں اسی کا بن گیا ہوں نہیں اور کوئی میرا بدر

حضرت علی بن عبدان اس کے پاس سے چلے آئے۔ تو اس پر پھر جنون کا غلبہ ہو گیا۔ اور اسی حال میں یہ آیت تلاوت کر رہا ہے۔

اِنَّمَا عَدَّ اَمْنًا لَّقَدْ لَقِیْنَا مِنْ سَفَرٍ نَا هَذَا نَصَبًا (الکہف ۶۲، ۱۸)

علی بن عبدان سمجھ گئے کہ اس پر بھوک کا غلبہ ہے۔ انہوں نے کھانا کھلایا فارغ ہو کر حمد باری تعالیٰ کی۔ ابن عبدان نے کچھ نصیحت پیش کرنے کی درخواست کی اس کے جواب میں اس نے چند ناصحانہ اشعار پڑھے جس کا مفہوم یہ ہے۔

خوف الہی، تقویٰ اور حزن و ملال کو اپناؤ تمہیں اس کام سے نفع ہوگا۔ ترک دنیا کرو پرہیزگاری بہترین شے ہے۔ اندھیری شب میں عبادت کی کوشش کرو، اس وقت دروازہ کھٹکھٹانے رہو تو امید ہے کہ ایک روز دروازہ کھل جائے گا۔ ایک دوسرے بزرگ نے نصیحت فرمائی۔

مخلوق سے دور رہو، زیادہ میل جول نہ رکھو، اس طرح رب تعالیٰ سے رابطہ مضبوط ہوگا۔ اور عذاب کم ہوگا۔

صدق و تقویٰ سے دوستی کرے چھوڑ دے کبر اور نخوت کو
اپنے اس پر ہوا کو فابو کر، پائے گا منزلِ محبت کو بدر

(ص ۱۶۶، ۱۶۸)

حضرت شیبان مصاب رضی اللہ عنہ؛

کوہ لبنان کے ایک چھوٹے سے غار میں حضرت ذوالنون مصری علیہ الرحمہ ایک ایسے خدا رسیدہ ضعیف العمر بزرگ کی خدمت میں حاضر تھے جن کے سر اور ریش کے بال سفید تھے۔ لاغری جسم پر طاری تھی۔ اور گرد و غبار سے پورا بدن اٹا ہوا تھا۔ حضرت

ذوالنون ان کے پاس پہنچے تو وہ نماز پڑھنے میں مشغول تھے۔ سلام پھیرا، تو حضرت ذوالنون نے سلام کیا۔ انہوں نے سلام کا جواب دینے کے بعد فوراً پھر نماز کی نیت باندھ لی۔ اور متواتر عصر کے وقت تک مصروف نماز رہے۔ اس کے بعد ایک چٹان کا سہارا لیکر بیٹھے اور تسبیح پڑھنے لگے۔ اور حضرت ذوالنون سے کوئی بات نہیں کی۔ جب بہت دیر ہو گئی تو حضرت ذوالنون نے از خود پھر عرض کیا۔

حضرت ذوالنون: حضور! میرے حق میں دلوں کے خیر فرمائیں۔
بزرگ: اللہ تعالیٰ تجھے اپنے قرب سے مانوس فرمائے۔
حضرت ذوالنون: کچھ اور

بزرگ، فرزند! اللہ تعالیٰ جس کو اپنے قرب کی الفت سے نوازتا ہے اسے چار نعمتیں دیتا ہے۔ عزت، بغیر نسب، علم بے طلب، غنا بغیر مال، انس بے جماعت۔ اتنا فرمانے کے بعد ایک نعرہ مستان بلند فرمایا۔ اور چیخ کر بے ہوش ہو گئے۔ اور تین روز تک اسی حالت میں پڑے رہے۔ تین دن کے بعد ہوش آیا۔ تو اٹھ کر وضو فرمایا۔ اور حضرت ذوالنون سے دریافت کیا کہ میں نے کتنی نمازیں نہیں پڑھیں۔ انہوں نے بتایا کہ تین روز کی۔ فوراً کھڑے ہوئے اور تمام نمازیں پوری کیں اور نماز ادا کر لینے کے بعد حضرت ذوالنون کو سلام کر کے رخصت ہونے لگے مگر انہوں نے روتے ہوئے دامن تھام لیا۔ اور عرض کیا۔

حضرت! میں آپ کی خدمت میں تین روز سے حاضر ہوں۔ یہ امید تھی کہ آپ کو کچھ نصیحت فرمائیں گے۔

بزرگ، اپنے پروردگار سے محبت کر، اور اس محبت کے بدلہ کسی معاوضہ کا خیال نہ لا، کیونکہ جو اس کے سچے عاشق ہیں وہی ساری مخلوق کے تاجدار، زاہدوں کے سردار، رب کا انتخاب، خدا کے دوست، اللہ کے ولی اور اس کے حقیقی بندے ہیں۔ حضرت ذوالنون کہتے ہیں۔ اس وقت انہوں نے پھر ایک چیخ بلند کی۔ اور میں نے

دیکھا تو ان کا جسم بے جان پڑا تھا۔ تھوڑی دیر بعد پہاڑ کے مختلف گوشوں سے عابدوں کی جماعت آپہونچی۔ اور سب نے مل کر کفنِ دفن کیا۔ اور حضرت ذوالنون مصری نے ان عابدوں سے بزرگ کا نام دریافت کیا تو انہوں نے کہا: حضرت شبان مصاب رضی اللہ عنہ (ص ۷۸، ۷۹)

دختر زہرا ولہا نہ رضی اللہ عنہا؛

بیت المقدس کے صحراؤں کی خاک نوردی کرتے ہوئے حضرت ذوالنون مصری رضی اللہ عنہ نے کہیں دو برس سے ایک آواز سنی کوئی کہہ رہا تھا۔

اے بے حد بے حساب نعمتوں والے! اے جو دو کرم اور حقیقی بقا والے! میری نگاہِ دل کو اپنے عرصہٴ جبروت کی سیر سے سرفراز فرما۔ اور میری ہمت کو اپنے کرم سے وابستہ کر دے۔ اے رؤف! اپنے جلال کے طفیل اہل کبر اور باغیوں کے راستے سے پناہ عطا فرما۔ اور تنگی و فراخی دونوں حال میں مجھے اپنی طلب اور شوقِ مرحمت فرما۔ اے میرے قلب کو تجلی بخشنے والے! اور اے میرے حقیقی مطلوب و مقصود، تو میرا رفیق رہ۔

شوق و معرفت کے ان عجیب و غریب مضامین کو سماعت کر کے حضرت ذوالنون کو اس دعا کرنے والے بندہٴ حق سے ملنے کا اشتیاق ہوا۔ وہ اس مشغولِ مناجات کے پاس پہونچے تو دیکھا کہ وہ ایک خاتون ہے، جو عشقِ الہی کی آتش میں جل چکی خود بھی تڑپ رہی ہے اور اپنی مناجات سننے والوں کو بھی تڑپا رہی ہے۔ عبادتِ ریاضت اور مجاہدہٴ شاقہ نے اسے کمزور کر ڈالا ہے۔ جسمِ پراون کا ایک موٹا جبہ ہے۔ اور سر پر بالوں کی اڈھنی، ہڈی اور چمڑے کے سوا اس کے بدن پر کچھ نہ تھا۔ حضرت ذوالنون مصری نے اسے سلام کیا۔

عورت: وعلیکم السلام اے ذوالنون!

حضرت ذوالنون: لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ، آخر تجھے میرا نام کیسے معلوم ہوا؟ — اس سے

پہلے تو تو نے مجھے کبھی دیکھا نہیں۔

عورت: میرے محبوب حقیقی نے مجھ سے اسرار کے حجابات اٹھا دیئے۔ اور دل سے نابینائی دور کر دی ہے۔ اس لئے میں تیرا نام جان گئی ہوں۔
حضرت ذوالنون: اب جاؤ اپنی دعا و مناجات میں لگ جاؤ۔
عورت: (آہ) کھینچ کر)

اے نور اور رونق کے مالک! میرا تجھ سے سوال ہے کہ اس دنیا کی تکلیفوں کو دور فرما، اس زندگی سے مجھے وحشت ہو رہی ہے۔

اس کے بعد وہ مرکز زمین پر گر آئی۔ حضرت ذوالنون یہ دیکھ کر سخت حیران و فکر مند ہوئے۔ کچھ دیر بعد ایک ضعیفہ خاتون وہاں آئیں اور اس کا چہرہ دیکھ کر کہنے لگیں۔
شکر ہے اس پروردگار کا جس نے اسے عزت بخشی۔

حضرت ذوالنون رضی اللہ عنہ نے ضعیفہ خاتون سے اس کے بارے میں دریافت کیا۔ تو انہوں نے بتایا کہ

میرا نام زہرا ولدہا ہے۔ یہ میری بیٹی ہے اس کی بھی حالت بیس برس سے تھی لوگ
نواسے معجونہ اور دیوانی سمجھتے تھے۔ مگر حقیقت یہ ہے کہ رب تعالیٰ کے عشق کی آگ
نے اسے جلا کر کباب کر دیا تھا۔

قالوا اجننت بمن تهوى فقلت لهم مالذة العيش الا للربحانيين
(یعنی) لوگ طعنہ مارتے تھے تو ان کو کیا جواب ہے کوئی کیا جانے ترا دیوانہ ہی فرزانہ ہے بدر

سیدہ ریحانہ کو فیہ رضی اللہ عنہا:

کوہِ لکام اسلام کے دور عروج میں عارفانِ حق کا مسکن تھا۔ روشن جبیل و لیار
اللہ کی زیارت کے شائقین بہار کے نوکیلے پتھروں سے پیروں کو لہو لہان کرتے پھرتے
تھے۔ ایک بزرگ شیخ ابو عبد اللہ اسکندری علیہ الرحمہ کا بیان ہے
کہ میں بھی ایک بار وہاں اسی ارادہ سے گیا کہ کسی ولی اللہ سے ملاقات کر کے کچھ

روحانی استفادہ کروں۔ پہاڑی سناٹے میں ایک چٹان پر بیٹھا میں کچھ اشعار محبت گنگنارہا تھا۔ کیا دیکھتا ہوں کہ ایک عورت میرے قریب کھڑی ہے۔ اس پر میری نظر پڑی تو خیال پیدا ہوا کہ کاش کسی مرد سے سابقہ پڑتا۔ عورت نے میرے تصور کو پڑھ لیا۔ بولی۔

عورت: ابو عبد اللہ! عجیب ماجرا ہے جو انسان عورتوں کے مقام تک نہیں پہنچ سکا ہو، اسے مردوں سے ملنے کی تمنا کا کیا حق ہے؟

ابو عبد اللہ: اے عورت تو نے تو بہت بڑا دعویٰ کیا۔

عورت: اور دعویٰ بلا دلیل حرام ہے۔

ابو عبد اللہ: تو پھر ترے دعوے کی کیا دلیل ہے؟

عورت: دلیل یہ ہے کہ محبوب حقیقی میرے لئے ایسا ہے جیسا میں ارادہ کروں۔ کیونکہ میں اس کے لئے ایسی ہی ہوں جیسا وہ ارادہ فرمائے۔

ابو عبد اللہ: اگر بات ایسی ہے تو میں چاہتا ہوں کہ تلی ہوئی صبح و سالم پھلی بسا بھی آجائے۔

عورت: لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللّٰہ! اسی سے تیرے مقام کی پستی اور کھانے پینے سے تیری دلچسپی ظاہر ہوگئی۔ یہ کیوں نہ آرزو کی کہ رب تعالیٰ ایسے بازوئے شوق عطا فرمائے جس سے اس کی جانب پر داز کر سکے، جیسے میں پر داز کرتی ہوں۔

عورت نے یہ کہا اور میری نگاہوں کے سامنے سے پر داز کر گئی یہ دیکھ کر شیخ ابو عبد اللہ نہایت نادام ہوئے۔ انہیں اپنی پستی مقام کا درد ستانے لگا۔ اور اس خاتون کے مزہ عظمت کا اعتراف ان کی روح کی گہرائیوں تک اترنا چلا گیا۔ پر داز کرتی ہوئی اس عارفہ خاتون کی طرف شیخ تیزی سے دوڑے اور آواز دی: سیدہ! تمہیں اس ذات واجب کا واسطہ جس نے تم کو نوازا۔ اور مجھے محروم رکھا۔ تمہیں بخشنا اور مجھے بے نصیب کر دیا۔ میرے حق میں کچھ دعا ہی کرتی جاؤ۔

خاتون نے جاتے جاتے جواب دیا۔ تمہیں تو مردوں کی دعا مطلوب ہے عورتوں سے

کیا سروکار — ۹۔

ابو عبد اللہ: کچھ نہیں تو توجہ کی ایک نگاہ ہی ڈال دے۔

خاتون: میں جس عظیم الشان حال میں ہوں وہ تیری طرف توجہ سے بلند و برتر ہے۔

ابو عبد اللہ: دعا کے دو جملے ہی سہی۔

خاتون: کل صبح تجھے دعا کرنے والا بندہ بزرگ ملے گا۔ یہ کہا اور نگاہوں کی جھلک ہو گئی

صبح ہوئی تو ایک روشن و تابناک رخسار و پیشانی والے بزرگ کو ابو عبد اللہ نے

دیکھا جو گھٹنوں کے بل گھسٹ کر آرہے تھے۔ ان کے چہرے بشرے سے پرہیزگاری و

تقویٰ کے آثار نمایاں تھے۔ انہیں دیکھ کر ابو عبد اللہ نے یہ خیال کیا کہ ہونہ ہو یہی وہ بندہ بزرگ

ہوں خدا رسیدہ خاتون نے جن کے بارے میں بتایا تھا۔ ان کا یہ سوچنا تھا کہ وہ بزرگ

متوجہ ہوئے۔

بزرگ: تم نے صبح سمجھا میں وہی ہوں۔

ابو عبد اللہ: حضور! مجھ پر کرم فرمائیں۔ اور میرے حق میں ایسی دعا کریں جس سے

اللہ تعالیٰ تمک رسائی سہل ہو جائے۔

بزرگ: ابو عبد اللہ: جو ہر قسم کے دعوے سے خالی تھی اس کی دعا سے تو تم محروم رہ

گئے۔ کیا تمہارے پاس اتنی بصیرت بھی نہیں کہ عارف و روزگار و ریحانہ کو فنیہ کو پہچان سکو۔

میری دعا سے پہلے اب تمہیں دیوانوں سے ملنا ہو گا۔ ان سے تمہاری ملاقات کل ہو گی۔

یہ کہہ کر بزرگ بھی آنکھوں سے اوجھل ہو گئے۔ اور ابو عبد اللہ اسکندری پر غم و الم کا

سیلاب گزر گیا۔ دوسری صبح ہوئی تو ابو عبد اللہ کے کانوں میں درد و اثر میں ڈوبی ہوئی

تلاوت کلام اللہ کی آواز پڑی۔

وَعَلَى الثَّلَاثَةِ الَّذِينَ خَلَقُوا حَتَّىٰ إِذَا صَافَتْ عَلَيْهِمُ الْأَرْضُ بِمَا

رَحَبَتْ - (التوبہ: ۱۱۸، ۱۱۹)

اور اللہ رحمت کے ساتھ رجوع ہوا ان تین پر بھی جو موخر رکھے گئے تھے یہاں تک

کہ جب زمین اپنی فراخی کے باوجود ان پر تنگ ہو گئی۔

قاری کی آواز میں ایسا سوز و گداز اور اثر تھا کہ سنگ ل بھی پانی پانی ہو جائے۔ ابو عبد اللہ تلاوت سُنکر بخود ہونگے۔ اور کہنے لگے اس ذات پاک کی قسم جس نے تجھے ایسی دلکش آواز عطا کی۔ میرے شکستہ دل پر رحم کر، اس کے کچھ دیر بعد ایک اور شخص آیا۔ اس نے آتے ہی کہا۔ تجھے ایسے دیوانے سے کیا غرض جس کے آنسو کبھی خشک نہیں ہوتے۔ مگر چونکہ مجھے دعا کرنی ہے اس لئے میری بات سن! دیوانوں کی بارگاہ سے پیوستہ رہ، ان کی نسیم محبت سے مشام جاں موٹر کر، سنت خیر الانام علی صاحبہا الصلوٰۃ کو مضبوطی سے پکڑ، اور اس راہ سے کبھی نہ ہٹ،

(مزید کہنا۔)

اپنے کمزور نفس پر رحم کر یعنی گناہوں کو چھوڑ، دنیا کے قریب بھی نہ جا، کیونکہ دنیا وہ بے وفا ہے جو اپنے سب سے زیادہ پیار کرنے والے کو غرق کر دیتی ہے۔ متوسط لوگوں کو ہلاک کرتی ہے۔ اور کم چاہنے والوں کو جلا کر خاک بنا دیتی ہے۔ رب تعالیٰ تجھے قبولت اور اصول صدق سے مالا مال کرے۔ اور اپنے مقبول بندوں میں بنائے اور نہ گھبرا میں تجھے لذت نگاہ سے بے بہرہ نہ رکھوں گا۔ اور ان لوگوں میں کر دوں گا جو مشاہدہ کے بعد خبر پر قناعت کرتے ہیں۔

ابو عبد اللہ فرماتے ہیں۔ انہوں نے جو کچھ فرمایا میں اس کی گنت تک پہنچ گیا۔

(رحمہم اللہ تعالیٰ علیہم)

ہر بیشہ گماں مبرکہ حسالی است
شاید کہ پلنگ خفتہ باشد (ص ۸۰، ۸۱)

اجرو طلب سے بے نیاز؛

انطاکیہ کے علاقہ میں حضرت ذوالنون مصری رضی اللہ عنہ ایک پہاڑ پر تھے وہاں انہوں نے ایک مجنونہ لڑکی کو دیکھا، جس کے جسم پر ادنیٰ موٹا جبہ تھا۔ حضرت ذوالنون نے سلام کیا۔ اس نے سلام کا جواب دے کر کہا، تم ذوالنون ہو؟۔

حضرت ذوالنون: یہ بات تمہیں کیسے معلوم ہوئی؟۔

لڑکی: رب تعالیٰ کے عرفان سے، اچھا ذوالنون بتاؤ، سخا کیا شے ہے؟۔

حضرت ذوالنون: سخا، داد و دہش، بخشش و عطا کو کہتے ہیں۔

لڑکی: یہ تو دنیا کی سخا ہے۔۔۔ دین کی سخا بتاؤ؟۔

حضرت: اطاعت حق میں سعی، اور جہد و جہد،

لڑکی: اچھا جب تم اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں تیزی و سرعت کرو تو ضروری ہے کہ

وہ تمہارے دل کی کیفیت یہ دیکھے کہ اس میں کسی عوض کی طلب نہ ہو۔ اے ذوالنون میں بیس سال سے ارادہ کرتی ہوں کہ اس سے کچھ طلب کروں۔ مگر مجھے شرم آتی ہے کہ کیا میں بھی اس برے مزدور جیسی بن جاؤں جو کام کے بعد مزدوری کا طلب گار ہوتا ہے۔ لہذا میں اس بے نیاز مالک کے جلال و جبروت، اور عظمت و کبریائی کی وجہ سے اجرت سے بے نیاز ہو کر عمل کرتی ہوں۔

حضرت ذوالنون رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں اتنا کہنے کے بعد وہ وہاں سے رخصت ہو گئی۔ (ص: ۸۲، ۸۳)

عالم ارواح کا تعارف:

بنی اسرائیل کے دیرانے میں حضرت ذوالنون مصری رضی اللہ عنہ کی ملاقات ایک سیاہ پیکر عورت سے ہوئی جو حب خداوندی سے معمور تھی۔ اس پر تحیر کے آثار ظاہر تھے۔ آسمان کی طرف مست نگاہوں سے دیکھے جا رہی تھی۔ انہوں نے سلام کیا عورت، وعلیک السلام یاذا النون!

حضرت ذوالنون: تو نے مجھے کس طرح پہچان لیا؟

عورت: نادان! اتنا بھی نہیں جانتے کہ پروردگار عالم نے جسم کی تخلیق سے دو ہزار سال پہلے ارواح کو پیدا فرمایا تھا۔ تو جن روحوں میں وہاں تعارف ہو گیا وہ اس عالم میں بھی ایک دوسرے سے الفت رکھتی ہیں۔ اور جن میں وہاں شناسائی نہیں

ہوئی۔ ان میں یہاں بھی مناسبت نہیں ہے۔ اور میری روح نے تیری روح کو اسی عالم میں پہچان لیا تھا۔

حضرت ذوالنون، تمہیں تو اللہ تعالیٰ نے حکمت سے نوازا ہے۔ اپنے علم کی کچھ روشنی مجھے بھی دے۔

عورت: ابو الفیض! اپنے اعصار پر انصاف کی تر ازور کھ تاکہ ماسوا اللہ کا اثر بالکل ختم ہو جائے۔ اور قلب مصفیٰ ہو جائے۔ قلب میں اللہ کے سوا کوئی نہ ہو۔ اس وقت وہ بے نیاز تجھے اپنے باب عالی پر جگہ عنایت کرے گا۔ اور تجھے ایک نئی ولایت سے بہرہ مند فرمائے گا۔ اور تمام اشیاء کے محاطوں کو حکم دے گا کہ تیری اطاعت کریں۔

حضرت ذوالنون: اے میری اسلامی و عرفانی بہن! کچھ اور افادہ کر، عورت: اے ابو الفیض! اپنے نفس سے اپنا حق وصول کر، اور اللہ تعالیٰ کی عبادت خلوت میں کر، اس کے بعد جو دعا کرے گا قبول ہوگی۔

اس واقعہ کے راوی خود حضرت ذوالنون مصری رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں (ص ۸۲)

طوافِ رب البیت:

بیت اللہ شریف کے مطاف میں ایک بارسید الطائفہ جنید بغدادی رضی اللہ عنہ بیکہ دنہا موجود تھے۔ آپ کا معمول تھا کہ رات کے وقت جب خوب تاریکی چھا جاتی تو طواف کرتے۔ ایک بار آپ نے دیکھا کہ ایک نوجوان لڑکی بھی طواف کر رہی ہے۔ اور عشق و محبت کے جذبات میں ڈوبے ہوئے اشعار نہایت ذوق و شوق سے پڑھ رہی ہے۔ ان اشعار کا مفہوم یہ ہے۔

وہ اک روز ظاہر تو ہو کر رہے گا
کہاں عشق چھپتا ہے میرے چھپائے
بھربھائے جب آتش شوق دل میں
تو میں ہو کے بیکل کہوں بائے بائے
فدا اس پہ میں جو مرے پہلے دل کو
وصال حقیقی کے ساعنہ پلائے
نہجلی سے اپنی فنا کر دے مجھ کو
محرم کر کے پھر خاک میری جلائے

سید الطائفہ رضی اللہ عنہ نے اشعار سننے تو لڑکی سے کہا۔ بیت اللہ شریف میں ایسے اشعار پڑھتے ہوئے تجھے خدا کا خوف نہیں ہوتا۔ اس نے جواب دیا جنید اگر مجھے خوف خدا نہ ہوتا تو میٹھی نیند کو خیر باد کیوں کہتی۔۔۔۔۔۔ وہ خوف ہی تو ہے جس نے وطن سے بے وطن بنایا۔ اسی کی محبت میں میں ماری ماری پھر رہی ہوں۔ اسی کی محبت نے مجھے ششدر بنا ڈالا ہے۔۔۔۔۔۔ اے جنید! کعبہ کا طواف کر رہے ہو، یا رب کعبہ کا؟۔

حضرت جنید رضی اللہ عنہ نے جواب دیا۔ میں تو کعبہ معظمہ کا طواف کر رہا ہوں۔ لڑکی نے کہا: سبحان اللہ! تیری بھی کیا شان ہے؟۔ پتھر جیسی مخلوق خود پتھروں کا طواف کر رہی ہے۔

اس عارفہ لڑکی کی یہ بات سن کر سید الطائفہ جنید بغدادی رضی اللہ عنہ پر کیف طاری ہو گیا، اور وہ بخود ہو گئے۔ ہوش آیا تو لڑکی وہاں سے جا چکی تھی۔ اس واقعہ کی روایت خود سید الطائفہ رضی اللہ عنہ نے کی۔ (ص ۸۳۱، ۸۳۲)

گوشہ نشینی:

علاقہ شام میں ایک جوان موٹا اوئی جبہ پہنے ہاتھ میں عصا لئے شیخ محمد بن رافع علیہ رحمۃ کو ملا شیخ محمد! کہاں جا رہے ہو؟۔

جوان: معلوم نہیں۔

شیخ محمد: اور کہاں سے آرہے ہو؟۔

جوان: وہ بھی پتہ نہیں، (اس کی یہ باتیں سن کر شیخ نے سمجھا شاید کوئی دیوانہ ہے،

پھر پوچھا)

شیخ محمد: تمہیں کس لئے پیدا کیا؟ اس سوال کو سننا تھا کہ اس کے پورے پسیر جسمانی کارنگ پلا ہو گیا۔ معلوم ہو رہا تھا کہ زعفران میں رنگ دیا گیا۔

جوان: اپنی کیفیت خوف کی طرف اشارہ کر کے بولا! مجھے اس ذات نے تخلیق

چاہو تو یہ سب دوائیں استعمال کرو۔ ورنہ آرام کے گوشہ میں جا بیٹھو اور فتنوں کے طوفان سے کنارہ کش رہو۔ کیونکہ یہ شبِ دیجور کے ٹکڑوں کی طرح ہیں۔

شیخ محمد، قربِ خداوندی نصیب ہونے کے لئے کوئی عمل تلقین کرو۔
جوان: جانِ برادر! میں نے تمام عبادت کو آزمایا ہے جو تھے مجھے سب نفع بخش ملی وہ لوگوں سے کنارہ کشی ہے۔ قلب کے دس حصوں میں سے نو کا تعلق لوگوں سے ہے۔ اور صرف ایک حصہ دنیا سے متعلق ہے۔ لہذا جو تنہائی پر قادر ہو گیا، اس نے قلب کے نو حصوں پر قبضہ کر لیا۔

جوان نے یہ باتیں کہیں اور وہاں سے چلا گیا۔ (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) یہ روایت شیخ محمد بن رافع علیہ الرحمہ

قلب کے ساتھ دس سے ایک ہے صرف
رابطہ نو کا ہے مخلوق کے ساتھ
جس کو مل جائے نعمتِ عزت
قلب کی سلطنت ہے اس کے ہاتھ بدر

(ص: ۸۵، ۸۶)

گناہوں کا معالج:

سیدنا علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ بصرہ کے ایک کوچے سے گزر رہا رہے تھے۔ دیکھا کہ ایک مقام پر لوگوں کی بھیر جمع ہے۔ لوگ گمراہ نہیں بلند کر کر کے کسی کو دیکھنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ آپ نے خیال فرمایا آخر ایسا کون شخص ہے آپ بھی وہاں گئے۔ دیکھا کہ ایک نوجوان عزت و وقار سے کمرسی پر بیٹھا ہے۔ اور لوگ اسے نبض دیکھا رہے ہیں۔ کچھ لوگ تار و رے کی شیشیاں لئے کھڑے ہیں۔ وہ لوگوں کے امراض کی تشخیص کرتا جاتا ہے، اور نسخے تجویز کرتا جاتا ہے۔ حضرت مولائے کائنات نے قریب جا کر پوچھا۔ کیا تمہارے پاس جرمِ عصیاں کے مرنے کا بھی کوئی نسخہ ہے۔ طیب نے یہ سوال سنکر سر جھکا لیا۔ آپ نے دوبارہ اور پھر سہ بارہ جب اپنے سوال کو دہرایا۔ تو اس نے سر اٹھا کر جواب دیا۔

جناب مال: اس مرض کا علاج کرنے کے لئے لازم ہے کہ پہلے بوستانِ ایمان میں جائیں۔ اور وہاں سے یہ مفردات یکجا کریں۔ بیخ نیت، حبِ ندامت، برگِ تدبیر، تخمِ ورع، شرفِ شایخ یقین، مغزِ اخلاص، قشرِ جہاد، بیخِ توکل، اکماں اعتبارِ تریاق، تواضع، خضوعِ قلب اور فہمِ کامل، ان تمام کو کفِ توفیق اور انگشتِ تصدیق سے پکڑیں۔ پھر طبقِ تحقیق میں رکھ کر ندامت کے آنسوؤں سے دھوئیں۔ پھر امید و رجاء کی دیچی میں رکھیں اور اس قدر آتشِ شوق کی آبیج دیں کہ کفِ حکمت ابل کر ادا ہو جائے۔ پھر اسے رضا کے پیارے میں اٹھیل کر استغفار کے پنکھے سے ٹھنڈا کریں۔ اس طرح ایک لاجواب شربتِ تیار ہو جائے گا۔ اس کو ایسی جگہ بیٹھ کر استعمال کریں جہاں اللہ کے سوا کوئی نہ دیکھے۔ انشاء اللہ مرضِ عصیاں دفع ہو جائے گا۔

اس کے بعد اس نے دو شعر پڑھے۔ اور دل کی گہرائیوں سے ایک نعرہ مستانہ لگا کر چار بجن ہو گیا۔ مولائے کائنات نے فرمایا ——— واقعی تو دنیا و آخرت دونوں کا طبیب تھا۔ (ص ۸۶، ۸۷)

نسخہ روحانی:

حضرت ذوالنون مصری رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں ایک حاذق طبیب تھا جس کے پاس مریضوں کی بھڑنگی رہتی۔ مودوں اور عورتوں کا ماتنا بندھا رہتا۔ وہ لوگوں کو نہایت مناسب نسخے بتاتا، اور لوگ مطمئن ہوتے۔ شیخ ذوالنون بھی گئے اور پوچھا کیا آپ کے پاس گناہ کا بھی کوئی علاج ہے۔

طبیب: (تھوڑی دیر سرانگنہ رہا پھر گویا ہوا۔ اگر علاج بتاؤں تو کیا سمجھ لو گے؟۔ حضرت ذوالنون، انشاء اللہ سمجھنے کی کوشش کر دیں گا۔

طبیب: گناہوں کا علاج کرنے کے لئے پہلے کچھ مفردات جمع کرنے ہوں گے، ان کی تفصیل سنو ——— صبر کے بیج، شکر کے پتے، تواضع اور خشوع کی چھال، ہیبت کا روغن، محبت، سکینت اور صداقت کے بُرائے، ان تمام کو احکام

شرعیہ کے برتن میں ڈال کر اس کے نیچے آتش شوقِ جلاؤ، عظمت کی کفگیر سے آہستہ آہستہ ہلاتے جاؤ، یہاں تک حکمت کا جھاگِ سطح پر آجائے۔ پھر اسے صفائے فکر سے ہٹاؤ۔ خوب ستھرا ہو جانے پر جامِ ذکر میں انڈیل کر رضا کی چھلنی میں چھان لو اس کے بعد خیرۃِ انابت و عمل میں حل کرو۔ اور خلوت میں بیٹھ کر پو۔ پھر آبِ وفا سے کلی کرو۔ خوف، وجوع کی مسواک کرتے رہو۔ قناعت کے پھل بھی کھایا کرو، او اپنے منہ کو صاف کرنے کے لئے اعراض ماسوا اللہ کا رومال استعمال کرو۔ انشاء اللہ! گناہ کا مرض جاتا رہے گا۔ اور قربِ الہی حاصل ہوگا۔ (ص ۸۸، ۸۹)

اہلِ عزیمت!

عارفوں کے پیشوا، متقیوں کے رہنما شیخ ذوالنون مصری نے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ کے بے شمار ایسے بندے ہیں کہ انہوں نے گناہوں کے خارزار لگائے تھے۔ مگر پھر انہوں نے اعمال کی سر زمین کو توبہ کے پانی سے سیراب کیا۔ تو اس سے شرم و ندامت، اور حزن و ملال کے ثمر نکلے ان میں دیوانگی نہیں تھی۔ مگر دیوانے ہوئے۔ کوئی عیب نہیں تھا مگر عیبی ہو گئے۔ وہ فصاحت و بلاغت میں یکتائے روزگار ہونے کے باوجود گونگے ہو گئے۔ حقیقتِ حال یہ ہے کہ وہ اللہ عز و جل اور اس کے محبوبِ اعظم سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے عرفان میں کامل ہیں انہوں نے ساغرِ صفائے نوش کیا۔ تو انہیں مصائب و بلاؤں کے سلسلہ طوفانی کے صبر کا ورثہ ملا۔ ان کے قلوب ملکوت میں متعبر ہوئے۔ اور افکارِ عالمِ جبروت میں قلابیں بھرنے لگے۔ انہوں نے شجرِ ندامت کی گھنیری چھاؤں حاصل کر لی۔ اور اپنے قلوبِ خطا کے مبالغہ میں لگ گئے۔ حتیٰ کہ وہ پرہیزگاری کی سیڑھیاں طے کر کے زہد کی بلند فصیلوں پر پہنچ گئے۔ اور ترکِ دنیا کی تلخی انہیں شیریں معلوم ہونے لگی لیکن کی سخت جگہوں کو انہوں نے نرم بستر سمجھ لیا۔ یہاں تک کہ وہ سلامتی اور نجات کے عودۃ الوثقیٰ پر فائز ہو گئے۔ ان کی روحیں ظارِ اعلیٰ کی سیر میں مشغول ہو گئیں۔ او

وہ جنت نعیم میں خیمہ زن ہوئے۔ اور قلم حیات میں جا گئے۔ اور نفسانی خواہشات کے پلوں سے پار ہو کر معنٰی عالم میں جا اترے۔ اور حوضِ ملکوت سے آسودہ ہوئے۔ پھر سفینۂ عنایت میں سوار ہو کر گمشدہ راحت میں مسندِ عزت و کرامت تک پہنچے، شیخ ذوالنون دعا کرتے تو اس طرح عرض گزار ہوتے۔

اے ربِّ ذوالجلال! مجھے ان خوش نصیبوں میں شامل فرما جن کی ارواح عالم ملکوت میں حیران ہیں۔ اور جن کے لئے حجاباتِ جبروت سرکا دیئے گئے ہیں، تو وہ یقین کے دریا میں غوطہ زن، اور گلستانِ اہل تقویٰ میں محو خرام ہیں۔ جو سفینۂ توکل پر سوار، اور بادبانِ توسل پر لنگر انداز ہیں۔ جو بادِ محنت کے سہارے نہرِ قرب کے گزر کر اخلاص کے ساحل تک پہنچ گئے ہیں۔ جنہوں نے خطاؤں سے رخ پھیر کر طاعتوں کو گلے سے لگایا ہے۔

الفاظِ دعا یہ ہیں۔

اللّٰهُمَّ اجْعَلْنِي مِنَ الَّذِينَ تَاهَتْ اُرُوْحُهُمْ فِي الْمَلَكُوتِ وَكُشِفَ لَهُمْ حِجَابُ الْجَبَرُوتِ فَخَاضُوا فِي مَعْلَ الْيَقِيْنِ وَتَنَزَّهُوا فِي ظَهْرِ رِيَاضِ الْمُتَقِيْنَ وَرَكَبُوا فِي سَفِيْنَةِ التَّوَكُّلِ وَاقْلَعُوا بِشِيعَةِ التَّوَسُّلِ وَسَارُوا بِسَبِيْحِ الْمَحَبَّةِ فِي جِدَائِلِ قُرْبِ الْعِزَّةِ وَحَلُّوا بِشَاطِئِ الْاِخْلَاصِ، —
فَنَبِّذُوا الْخَطَايَا وَحَمَلُوا الطَّاعَاتِ بِرَحْمَتِكَ يَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ۔
(ص ۸۸-۸۹)

اولیاء اللہ کا شہر:

ایک مبارک اور طویل سفر سے لوٹ کر بھائی گھر پہنچا تو اس کی بہن جو اس سے چھوٹی تھی انگریز لڑ گئی۔ اور کہنے لگی بھائی جان! اس مبارک و مسعود سفر سے آپ میرے لئے کیا تحفہ لائے ہیں؟

بھائی، تحفہ کیسا تحفہ؟

بہن، کما آیت اپنے ساتھ کوئی عجیب و غریب تحفہ نہیں لائے ہیں؟

بھائی تحفہ تو میں کوئی بھی نہیں لایا ہوں، میرے پاس اتنی پونجی کہاں کہ تحفہ تحائف خریدوں۔

بہن! جان پدر! کیا آپ مجھے وہ انوکھا سبب نہیں کھلائیں گے جو مدت دراز گزرنے پر بھی خراب نہیں ہوتا۔

بہن کی یہ باتیں سنکر بھائی حیران رہ گیا کہ میری کس بہن کو عرفان دروہانیت کے اس عظیم واقعہ کا کیسے علم ہوا؟

مدینۃ النبى، شہر رسول میں عین روضۃ مقدسہ (علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام) کے قریب اولیاء اللہ کی ایک مقدس جماعت کسی جانب کا عزم کر رہی تھی۔ قافلہ میں نوا افراد تھے، اس نوجوان نے ان کی نورانی شکلوں اور پاکیزہ شبامتوں کو دیکھا تو ان کے پیچھے پیچھے چلنے لگا۔ جماعت اولیاء اللہ میں سے ایک نے نوجوان کی طرف توجہ کی اور پوچھا تم کہاں جا رہے ہو؟ جواب میں نوجوان نے کہا۔ مجھے اہل اللہ سے محبت ہے اور حضور ﷺ سے محبت ہے۔ اسی جذبہ سے میں آپ لوگوں کے ہمراہ چل رہا ہوں۔ خدا کرے مجھے بھی آپ لوگوں کی مصاحبت سے نعمت سرمدی میسر ہو۔ جماعت اولیاء کے دو سفر کرنے کہا۔ شاید تمہیں معلوم نہیں کہ ہم لوگ جہاں جا رہے ہیں وہاں صرف وہی لوگ جا سکتے ہیں جن کی عمریں چالیس سے کم نہ ہوں۔ اور تم تو کم عمر ہو۔

جماعت اولیاء کے تیسرے فرد نے کہا۔ یہ نوجوان اگر ہم لوگوں کے ہمراہ چل رہا ہے تو چلنے دو، ممکن ہے اللہ کے کرم سے یہ بھی وہاں داخلہ پالے۔

رب تعالیٰ کے ان نوبندگان خاص کے ہمراہ دسواں شخص یہ نوجوان بھی تیزی سے سفر کر رہا تھا۔ منزل میں سرعت سے طے ہو رہی تھیں۔ پیروں کے نیچے زمین خود بخود دو دو دو دوں سی۔ یہ لوگ ایک ایسے شہر میں پہنچے جو طلائی اور نقرئی تھا۔ ہر طرف سونے اور چاندی ہی نظر آرہے تھے۔ وہاں نہایت حسین و جمیل گھنے باغ تھے۔ صاف دشتاف پانی کی نہریں بہ رہی تھیں۔ درختوں سے بکثرت بھل ٹٹک رہے تھے۔ سب نے وہاں

بہن نے یہ سنکر آواز دی کہ اے شہر اولیاء حاضر ہو جا۔ فوراً وہی شہر سامنے
 آمو جو دھوا۔ سونے، چاندی کا شہر، گھیرے باغوں والا شہر، نہروں، فواروں والا
 شہر، اس کی لہلہاتی شاخوں پر پھل لدے ہوئے تھے۔
 بہن: اب بتاؤ تمہارا سبب کہاں ہے؟

بہن کا اشارہ پا کر اس باغ سے اتنے سبب گرے کہ اس جوان کے قد کے اوپر
 آگئے۔ یہ عجیب و غریب معاملہ دیکھ کر بھائی مسکرا پڑا۔ اور اسے یقین ہوا کہ میری بہن سلوک
 و روحانیت میں اتنی بلندی پر پہنچ چکی ہے کہ اس نے مقام محبوبیت حاصل کر لیا ہے۔
 رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہا۔ (ص ۹۴، ۹۵)

دودھا ورشہد دینے والی بکری:

قرن اولیٰ میں روئے زمین پر کیسے کیسے بالکمال لوگ چلتے پھرتے تھے۔ اور
 اہل اللہ کو تلاش کرنے والے بھی جہاں کہیں ایسے اہل باطن کا سراغ پاتے تلاش
 کرنے نکل پڑتے۔ حضرت شیخ ابوالریح مالقی رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ مجھے لوگوں
 نے بتایا کہ فلاں شہر میں ایک ولیہ خاتون رہتی ہیں، جن سے کراہتوں کا صدور ہوتا
 ہے۔ دور دراز سے لوگ ان کی زیارت کو آتے ہیں، نام فضہ ہے۔ حضرت شیخ کا
 طرز عمل یہ تھا کہ کبھی کسی عورت کی زیارت کو نہ جاتے۔ مگر ان ولیہ کی شہرت اتنی مستحکم
 آمادہ سفر ہو گئی۔ مشہور تھا کہ ان ولیہ کے پاس ایک بکری ہے جس کے
 تھن سے دودھ بھی نکلتا ہے اور شہد بھی، شیخ نے نیا پیالہ خریدا، ولیہ خاتون کے پاس
 تشریف لے گئے۔ سلام و تحیہ کے بعد گزارش کی کہ میں آپ کی بکری کے دودھ اور شہد
 سے مستفید ہونا چاہتا ہوں۔ خاتون ولیہ نے بکری حاضر کر دی۔ آپ نے دوا تو داتی
 دودھ اور شہد نکلا۔ آپ نے پوچھا یہ بکری آپ کو کہاں ملی اس کا واقعہ بتائیں۔ ولیہ
 خاتون نے بیان کیا۔

ہم نادار اور غریب لوگ تھے۔ ہمارے پاس ایک بکری تھی۔ میرے شوہر ایک صالح

انسان تھے۔ عید اضحیٰ کا موقع آیا تو میرے خاوند نے کہا۔ چلو ہم لوگ اس بکری کی قربانی کریں۔ میں نے کہا دیکھتے ہیں لوگ تو خود غریب ہیں۔ قربانی ہم پر فرض نہیں۔ اگر ہم لوگ قربانی نہ بھی کریں تو مواخذہ نہیں۔ رب تعالیٰ کو ہمارے حال کا علم ہے کہ ہم لوگ اس بکری کے زیادہ محتاج ہیں۔ میرے خاوند نے میری بات مان لی۔ اور قربانی نہیں کی اس کے بعد اسی روز ہمارے گھر ایک مہمان آیا۔ میں نے خاوند کی خدمت میں عرض کی پروردگار عالم نے ہم لوگوں کو مہمان کی خاطر وداعات کا حکم فرمایا ہے۔ اس نے اب بکری ذبح کرنی چاہئے۔ اپنے بچوں کو ذبح کے منظر سے بچانے کے لئے انہیں لے کر میں گھر میں رہی۔ اور خاوند دیوار کے باہر بکری ذبح کرنے لگے۔ کچھ دیر بعد میں نے دیکھا کہ ایک بکری دیوار پر کودی اور ہمارے گھر کے اندر آگئی۔ میں نے خیال کیا کہ شاید بکری قابو سے نکل گئی اور بھاگ کر دیوار پر چڑھ گئی۔ میں نے دیوار کے پیچھے شوہر کو دیکھا تو وہ بکری ذبح کر کے اس کی کھال اتار رہے تھے۔ میں نے اپنے شوہر سے دوسری بکری کا حال بتایا۔ انہوں نے کہا کیا عجب کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں اس سے اچھی بکری عنایت فرمائی ہو۔ اور واقعاً ایسا ہی ہوا وہ بکری دودھ دیتی تھی، اور یہ بکری دودھ کے ساتھ شہد بھی دیتی ہے۔ رب تعالیٰ نے ہمیں مہمان کی ضیافت کا یہ اجر عطا فرمایا۔

حضرت شیخ ابوالربیع المالکی کا بیان ہے، اس ولیہ خاتون نے اپنے اہل عقیدت کو مخاطب کر کے کہا۔

میرے فرزندو! یہ ہماری بکری تمہارے قلوب میں جرتی ہے۔ اگر تمہارے دل پاکیزہ ہوں گے تو اس کا دودھ بھی عمدہ ہوگا۔ اور اگر قلوب میں تغیر ہوگا تو دودھ بھی خراب ہو جائے گا۔ اس لئے تمہیں اپنے قلوب کو پاکیزہ رکھنا چاہئے۔

دوبابو فرزند زندہ نکلا

سیدنا سری سقطی رضی اللہ عنہ کی مزیدہ متعلمہ ایک نیک خاتون تھیں، جو اپنے اس

محترم کے پاس رہتی تھیں۔ ان کا ایک فرزند تھا جو ایک معلم کے پاس پڑھنے جایا کرتا تھا۔ لڑکے کو اس کے استاد نے پن چکی کسی کام سے بھیجا۔ سوئے اتفاق کہ لڑکا پانی میں جا کر اوقت پر اسے کسی نے نہیں نکالا اور وہ ڈوب گیا۔ لڑکے کا معلم اس حادثہ کی خبر لے کر حضرت سری سقطی رضی اللہ عنہ کے پاس پہونچا۔ حضرت کو سنکر بہت رنج ہوا۔ انہوں نے سوچا اس بات کی اطلاع لڑکے کی ماں کو اس طرح دیجائے کہ اسے صبر ہو جائے۔

حضرت اس خاتون کے پاس تشریف لے گئے۔ مصاحبین بھی ساتھ تھے آپ نے صبر کی فضیلت اور برکت کے بارے میں کلام فرمایا۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ کی مرضی پر راضی برضا ہونے کے فضائل گنائے۔

خاتون، جناب میں کچھ سمجھی نہیں کہ ان تقریروں کا کیا موقع ہے؟
حضرت سری: بات دراصل یہ ہے کہ تیرا بیٹا پانی میں ڈوب کر انتقال کر گیا ہے
خاتون، میرا بیٹا! نہیں نہیں، میرے رب نے یہ نہیں کیا۔
حضرت سری: اس میں شک نہیں، معلم صاحب نے اسے پن چکی پر بھیجا تھا وہاں وہ ندی میں گر کر ڈوب گیا۔

خاتون، مجھے اس جگہ لے چلئے۔
لوگ اس صالحہ خاتون کو لے کر نہر پر آئے، اور لڑکے کے ڈوبنے کا مقام دکھایا۔
خاتون نے آواز دی بیٹے محمد! پانی سے لڑکے نے جواب دیا البیک امی جان! پھر وہ پار سا خاتون نہر میں اتر گئی۔ اور اپنے فرزند کا ہاتھ پکڑ کر نکال لائی۔ وہ زندہ صبح و سلامت تھا۔

سید الطائفہ جنید بغدادی رضی اللہ عنہ سے حضرت سری سقطی رضی اللہ عنہ نے اس واقعہ کی عقدہ کشائی چاہی۔ تو انہوں نے کہا اللہ تعالیٰ کے احکام میں وہ خاتون اتنی مستعد ہے کہ اس کی برکتوں سے آنے والے واقعات کا علم اسے پہلے ہی کر دیا جاتا ہے۔ اور اپنے فرزند کے ساتھ ہونے والے حادثہ کی اطلاع چونکہ اسے پہلے ہی دیدی

گئی۔ اس لئے جب اسے آپ لوگوں نے بتایا تو اس نے اس سے انکار کر دیا۔ اور نہایت جزم سے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے ایسا نہیں کیا۔ کیونکہ اسے یقین تھا کہ اگر ایسا ہونے والا ہوتا تو مجھے خبر دی گئی ہوتی (اس واقعہ کو حضرت سری سغلی رضی اللہ عنہ کے ایک تلمیذ نے بیان فرمایا) (ص ۹۸، ۹۷)

دو مضطرب روہیں:

رسول خاتم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مبارک نورانی مسجد نبویؐ میں اپنے دور کے عظیم خطیب شیخ ابو عامر داغظ رضی اللہ عنہ مصروف عبادت تھے۔ ان کے پاس ایک سیاہ فام غلام آیا۔ اس کے ہاتھ میں ایک رقعہ تھا جو انہیں دیا۔ رقعہ کا مفہوم یہ تھا۔

پیارے بھائی! اللہ تعالیٰ آپ کو دولتِ فکر سے نوازے، عبرت پذیری سے مانوس کرے، حبِ غلوٹ دے، غفلت سے جگائے، میں آپ کا برادرِ طریقت ہوں۔ آپ کی آمد سنی تو میں خوش ہو گیا۔ اور زیارت دہکلامی کا ایسا شوق ہوا کہ اگر وہ مجھ کو کہیں ہو تو سائبان بن جائے۔ اور نیچے ہو تو مجھے اٹھالے۔ تمہیں اللہ تعالیٰ کی قسم دیتا ہوں کہ مجھے شرفِ لقار سے محروم نہ فرمائیے گا۔ والسلام

خط پڑھ کر ابو عامر قاصد کے ہمراہ چلے، وہ انہیں قبا کے علاقے میں لے گیا۔ جہاں ایک شکستہ مکان کے اندر جس میں کھجور کی لکڑی کا دروازہ تھا ایک سن رسیدہ نابالغ، معذور فقیر و کمزور بزرگ سے ملاقات ہوئی۔ شیخ ابو عامر نے سلام کیا تو وہ کہنے لگے۔ میں آپ کی زیارت کا مشتاق تھا۔ اور آپ کی باتیں سننے کا تمنی، جس سے میرے دل کا گھاؤ بھرے۔ میرا مرضِ امناسد یہ ہے کہ تمام اطباء اس کے علاج سے عاجز ہیں۔ ممکن ہے آپ کا وعظ میرے درد کی دوا ثابت ہو جائے۔ اس عارفِ حق کی باتیں سننے کے بعد ابو عامر سکستہ میں آگئے۔ اور بہت غور و فکر کے بعد انہیں بزرگ کی دقیق باتوں کی تک رسائی ہوئی۔ شیخ ابو عامر نے اس کے بعد جو کچھ بیان کیا اس کا خلاصہ یہ ہے۔

شیخ محترم! ذرا آپ اپنی قلبی نگاہ کو عالم ملکوت کی جانب اٹھائیے۔ کانوں کو اس طرف لگائیے اور حقیقت ایمان کو جنت مادی کی سمت متوجہ فرمائیے۔ تو رب ذو الجلال والا کرام نے جو بے بہا نعمتیں اپنے دوستوں کے لئے تیار فرمائی ہیں آپ کے سامنے ہوں گی۔ اس کے بعد آتش دوزخ کی طرف خیال کیجئے جہاں رب تعالیٰ نے باغیوں کے لئے عذاب تیار کئے ہیں۔ اس کے بعد آپ پر منکشف ہو جائے گا کہ مکانِ ثواب (جنت) اور مکانِ عذاب (جہنم) میں کتنا عظیم فرق ہے۔ اور ادلیار اللہ کا انتقال باغیانِ خدا کے مرنے جیسا نہیں ہے۔

شیخ ابو عامر کا خطبہ سنکر بزرگ پر گریہ وزاری طاری ہوئی۔ آہ سرد کھینچنے اور اضطراب و بیقراری میں بل کھانے لگے۔

بزرگ: بخدا اے ابو عامر آپ کی دعا مفید ثابت ہوئی۔ اور مجھے اس سے شفا کی پوری امید ہے، خدا آپ پر رحم کرے۔

ابو عامر: شیخ محترم! رب تعالیٰ آپ کا محرم اسرار ہے۔ آپ کی خلوت و خلوت سے واقف ہے۔ اور دنیا سے کنارہ کش ہو کر آپ کے بیٹھنے کو جانتا ہے۔

بزرگ: (ایک نعرہ مستانہ مار کر) کون ہے جو میرے فقر کو مٹائے، میرے فاقہ کو ختم کرے۔ کون ہے جو میری خطاؤں سے درگزر کرے۔ اے میرے مالک و مولیٰ! صرف تو ہی میرا حقیقی حاجت روا ہے۔ اور میرا دی و ملجا، اور ٹھکانا اور آسرا ہے۔

یہ کہتے کہتے بزرگ گر پڑے، شیخ ابو عامر نے اٹھنا چاہا تو دیکھا کہ عیشِ حقیقی کا مسافر اپنے محبوبِ حقیقی سے جا ملا ہے۔ بزرگ کے واصل بحق ہونے کے بعد ایک کمرے سے ایک نوجوان لڑکی نکل کر آئی جو صوف کا جیہ اور اوڑھنی پہنے ہوئے تھی۔ پیشانی پر نشانِ سجدہ منور تھا۔ ریاضت شاقہ اور عبادت نے اسے زرِ درگزیاتھا۔ اس نے کہا۔

اے عارفوں کے دل کا چین! سبحان اللہ آپ نے بڑا عظیم کارنامہ سرانجام دیا ہے آپ کا یہ عمل قبولِ بارگاہِ حق ہو۔ یہ میرے باپ ہیں، بیس سال سے ان کا یہی حال تھا۔ ریاضت و عبادت کرنے کرتے معذور ہو گئے۔ اور روتے روتے آنکھوں کی مینائی ختم

کر لی۔ آپ سے ملنے کی ہمیشہ تمنا کیا کرتے تھے۔ اور کہتے شیخ ابو عامر کی مجلس میں ایک با کی حاضری نے مجھے نئی زندگی سے نوازا۔ اور خوابِ غفلت سے بیدار کیا۔ اگر ایک بار او میں ان کی باتیں سنوں تو امید ہے کہ ان کا کلام مجھے زندہ نہ رہنے دے۔ اس کے بعد باپ کی لاش کے پاس آکر ان کی پیشانی کو بوسہ دیا۔ اور ان کی خُ بیان کر کے رونے لگی۔

لڑکی: والد گرامی! آپ کتنے اچھے تھے۔ گناہوں کے خوف سے گریہ و زاری نے آپ کو نابینا بنا دیا۔ اور مالکِ ذوالجلال کی وعید نے آپ کو ماری ڈالا۔ ابو عامر: اے لڑکی! تو اس قدر بیقاری سے کیوں روتی ہے۔ انہیں تو دارالجزا میں جگہ ملی۔ وہ آغوشِ رحمت میں جا پہنچے۔ شیخ ابو عامر کی یہ بات سکر لڑکی نے بھی اپنے باپ ہی کی طرح ایک لرزہ خیز چیخ مار کر اپنی جان جان آفریں کے سپرد کی۔

اہلِ ظاہر کیا سمجھ پائیں گے کیا راحت ملی

عاشقوں کو جان دیکر کون سی نعمت ملی (بدار ص: ۹۸، ۱۰۰)

شیخ ابو عامر نے ان دونوں کی تجہیز و تکفین کی، وہ حسینی سید تھے۔ شیخ نے خواب میں ان دونوں کو سبز ہشتی حلوں میں جنت کے اندر دیکھا۔ رضی اللہ عنہما۔

تیری نسلِ پاک میں ہے بچہ بچہ نور کا:

شہرِ بصرہ کی ایک گلی میں بچے اخروٹ اور بادام سے باہم کھیل رہے تھے۔ حضرت بہلول دانا مجذوب کا گزر ہوا۔ انہوں نے دیکھا تھوڑی دوری پر ایک کسں بچہ تنہا کھڑا ہے چہرے پر حزن و غم کے آثار ہیں۔ اور آنکھوں سے اشک رواں ہیں۔

حضرت بہلول: میاں صاحبزادے! آپ شاید اس لئے رو رہے ہیں کہ آپ کے پاس کھیلنے کو اخروٹ اور بادام نہیں ہیں۔ آئیے میں آپ کے لئے اخروٹ فراہم کر دوں بچہ: جناب! کیا ہم کھیل کود کے لئے پیدا ہوئے ہیں؟ حضرت بہلول: پھر کس کام کے لئے پیدا ہوئے؟

بچہ! ہم تو اس لئے پیدا کئے گئے ہیں کہ علم حاصل کریں۔ اور رب تعالیٰ کی عباد کریں
حضرت بہلول: رب تعالیٰ عمر دراز کرے، آپ کو اس مختصر عمر میں یہ علم کہاں
سے ملا؟۔

بچہ! رب تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے۔

أَفَحَسِبْتُمْ أَنَّمَا خَلَقْنَاكُمْ عَبَثًا وَأَتْلَعُ إِلَيْنَا لَتَرْجَعُونَ (المومن ۱۱۶:۱۲۳)
کیا تم خیال کرتے ہو کہ ہم نے تمہیں فضول اور بیکار پیدا کیا ہے۔ اور تم پلٹ کر ہمارے
پاس نہیں آؤ گے؟

حضرت بہلول: آپ تو مجھے صاحب عقل دکھائی دیتے ہیں۔ ذرا مجھے کوئی نصیحت
کریں۔

بچہ! دنیا محو سفر ہے نہ یہ کسی کے لئے رہے گی۔ اور نہ کوئی دنیا میں رہے گا۔ انسا
کے لئے اس عالم میں حیات و موت ان دو تیز و گھوڑوں کی طرح ہیں جو آگے پیچھے دوڑتے
ہیں۔ اے وارفتہ دنیا! دنیا کو ترک کر اور اسی میں آخرت کے لئے زاد سفر بنا دے ان
اشعار کا مفہوم ہے جو انہوں نے پڑھے۔

صاحبزادہ نے آسمان کی جانب دیکھا اور ہاتھ سے کچھ اشارہ کیا۔ ان کے نورانی
رخساروں پر آنکھوں سے سیلابوت کی طرح رُسنے لگے اور مناجات زبان پر جاری ہو گئی۔
مناجات کے اشعار نہایت پُر اثر اور رقت انگیز تھے۔ اس کے بعد بیہوش ہو کر گر پڑے
حضرت بہلول دانائے فرشتہ صورت کو خاک پر گرا دیکھا تو فوراً سر اٹھا کر اپنی گود
میں رکھ لیا۔ گرد و غبار آستین سے صاف کرنے لگے۔ کچھ لمحے بعد آنکھیں کھولیں خوف
خدا نے ان کے رخسار و جسم کو پیلا کر دیا تھا۔

حضرت بہلول: صاحبزادہ بلند اقبال! آپ کی یہ کیا حالت ہے؟ آپ تو ابھی کس
بچے ہیں۔ گناہوں اور بدکاریوں کی سیاہی سے آپ کا دامن اعمال بالکل صاف
ہے۔ پھر اتنی فکر مندی کیوں؟۔

بچہ! بہلول! مجھے اپنے حال پر چھوڑ دے۔ میں نے اپنی ماں کو دیکھا ہے وہ جب

جو لہا جلاتی ہیں تو بڑی لکڑیوں میں یک یک لگا نہیں لگاتیں۔ بلکہ پہلے گھاس پھوس اور لکڑی کے چھوٹے ٹکڑوں کو جلاتی ہیں۔ اس کے بعد بڑی لکڑیاں استعمال کرتی ہیں مجھے خوف ہے کہ جہنم کے ایندھن میں چھوٹی لکڑیوں کے طور پر استعمال ہونے والوں میں کہیں میرا بھی نام نہ ہو۔

حضرت بہلول: اے خشیت کے پیکر صاحبزادے! آپ تو عقل و فراست میں کمال رکھتے ہیں۔ مجھے کچھ اور نصیحت فرمائیں۔

بچہ: جیف! میں غفلت میں سرمست، اور موت پیچھے لگی ہے۔ آج نہیں تو کل جانا یعنی ہے۔ اس دنیا میں اگر جسم کو خوبصورت، بیش قیمت اور طام لباس سے چھایا تو کیا حاصل آخر تو اسے ایک دن خاک ہونا ہے۔ اور قبر میں خاک ہی کا بستر اور خاک ہی کی چادر ہوگی۔ وہاں سارا حسن و جمال زائل ہو جائے گا۔ ہڈیوں پر گوشت پوست کا نشان بھی نہیں رہے گا۔ افسوس عمر گزر گئی اور کچھ حاصل نہ کیا۔ سفر کے لئے کوئی زاد سفر تیار نہ کیا۔ مجھے اپنے مالک حقیقی اور احکم الحاکمین کے حضور اس انداز میں حاضر ہونا ہے کہ گناہوں کی گٹھری سر پر ہوگی۔ دنیا میں رہ کر سچپ چھپا کر جو معصیتیں کیں وہاں وہ سب ظاہر ہوں گی۔ دنیا میں اللہ تعالیٰ کے عقاب و عتاب سے بے خوف ہو کر گناہ نہیں کئے بلکہ اس کی رحمت و کرم پر بھروسہ کر کے، اب وہ ارحم الراحمین اگر عدل کرے تو عذاب دے اور اگر فضل کرے تو معاف کرے۔ سب اسی کے احسان و کرم پر ہے (یہ ان کے پڑھے ہوئے نامحاذ اشعار کا مفہوم ہے)

نیرانی پیشانی داپے کس صاحبزادے کا دل ہلا دینے والا وعظ منکر حضرت بہلول دانا بخود ہو گئے۔ خوف و ہراس سے جسم کا پٹنے لگا، اور بیہوش ہو گئے۔ جب ہوش آیا تو وہ وہاں سے جا چکے تھے۔ حضرت بہلول کھیلے ہوئے بچوں کے پاس گئے اور انہیں تلاش کیا۔ بچوں نے بتایا۔

جناب عالی! آپ جس جگہ پہنچے پوچھ رہے ہیں۔ وہ تو نبی مکرم رسول منظم صلی اللہ علیہ وسلم کے چمن کا پھول، مجلس مرتضوی کی بہار، بوستان فاطمہ الزہراء کی خوشبو ہے۔

شہزادہ ملکوں قبا شہید کر بلا سیدنا امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہم جمعین کے گھر کا چراغ ہیں۔

حضرت پہلول دانانے کہا یقیناً ایسا پھل ایسے ہی درخت پر ہو سکتا ہے۔ نفعنا

اللہ بہہ و بابا شہ۔ (ص ۱۰۰، ۱۰۲)

نبوت ان کے گھر آئی رسالت ان کے گھر آئی

تعالیٰ اللہ ہر رومانی نعمت ان کے گھر آئی

ہر اک آلودگی سے نسل سرور پاک ہے واللہ

طہارت اور علم و فضل و حکمت ان کے گھر آئی

اسی گمندان سے گلزار ہستی کی بہاریں ہیں

سے نشان الفقر فخری، سارنئی لت ان کے گھر آئی

علوم ظاہر و باطن جو پائیں شیر بادری سے

تعب کیا اگر جنس کرامت ان کے گھر آئی

حیات قلب سے اے بدر کیوں ایسے ہو تائے

عطا ہو گی گاہوں کو جو نعمت ان کے گھر آئی

شیخ ابو عبید خواص رضی اللہ عنہ:

یوم عرفہ رب ذوالجلال کے خاص انعام و اکرام کا دن ہے۔ رؤف و رحیم پروردگار کے فضل و کرم سے میدانِ عرفات میں اللہ تعالیٰ کی رحمتیں موسلا دھار برستی ہیں اور ضیوف الرحمن گناہ کی آلودگیوں سے اس طرح پاک و صاف کر دیئے جاتے ہیں جیسے شکمِ مادر سے پیدا ہونے کے وقت تھے۔ اسی میدانِ عرفہ میں رب ذوالجلال کا ایک عاشق غلبہٴ محبت سے رو رو کر دعائیں کر رہا ہے۔

اس کی ذاتِ سبح و قدوس ہے اگر ہم سربسجدہ رہیں اور اپنی انک آلود آنکھوں کو کھٹوں اور سوتیوں پر رکھ لیں اس کے بعد بھی اس کی دس نعمتوں میں سے ایک کی شکر

گراری کا حق ادا نہیں کر سکتے۔۔۔۔۔ بارالہا! ہم سے کتنی غلطیاں سرزد ہوئیں
اس وقت ہم تجھے بھولے رہے۔ اور اسے پروردگار تو ہمیں درپردہ یاد فرماتا ہے۔
ہم نے نادانی میں گناہ کئے اور اپنے خیال کے مطابق تجھ سے چھپایا۔ اور تیرا انتہائی
کرم کہ تو ہمارے ساتھ پھر بھی عفو کا سلوک کیا، اور ہماری خطاؤں کی پردہ پوشی کی۔

اس واقعہ کے راوی حضرت بشر حافی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: تھوڑی دیر بعد میں
نے اس مرد خدا کو اس جگہ نہیں پایا تو لوگوں سے دریافت کیا وہ کون تھے کہاں
گئے؟۔۔۔۔۔ تو لوگوں نے بتایا کہ وہ عصر حاضری کے عظیم حارف کامل شیخ
ابو عبد خواص رضی اللہ عنہ تھے۔ انہوں نے ستر سال تک آسمان کی جانب سر اٹھا کر
نہیں دیکھا۔ فرماتے تھے مجھے اس محسن حقیقی کی طرف اپنا منہ کرتے شرم آتی ہے۔

مقام تعجب ہے کہ نیک اور صالح حضرات انتہائی فرماں برداری اور حسن اطاعت
کے باوجود اس طرح عجز و انکسار کریں اور نافرمان و سرکش لوگ بے خوف رہیں۔
اور اپنی غلطیوں پر نادم نہ ہوں۔ سچ ہے۔ سچ جن کے سبے ہیں سوا، ان کو سوا مشکل ہے

(ص: ۱۰۲)

اے اللہ! ہمیں آئینہ دیدار سے محروم نہ فرما، اپنے اولیائے صالحین کی برکت سے فائدہ
پہونچا، اور دارین میں ہمیں ان کی معیت نصیب فرما۔

ذبح عشق:

حج بیت اللہ کے سفر میں حضرت مالک بن دینار رضی اللہ عنہ نے ایک ایسے نوجوان
کو دیکھا جو ذوق و شوق میں بھوتا، پیدل سفر کر رہا تھا۔ اس کے پاس نہ کوئی سواری
تھی نہ زاد سفر، نہ توشہ دان تھا نہ پانی کی چھانگل، حضرت مالک بن دینار اس کے حالات
کا جائزہ لینے کے بعد اس کے قریب گئے۔ سلام کیا۔ جواب ملا۔

مالک بن دینار: نوجوان! تم کہاں سے آرہے ہو؟
نوجوان: اسی کے پاس سے،

مالک بن دینار: کہاں جانا ہے؟۔

نوجوان: اسی کے پاس جانا ہے۔

مالک بن دینار: زادِ سفر کہاں ہے؟۔

نوجوان: اسی کے ذمہ،

مالک بن دینار: پانی اور توشہ کے بغیر سفر کیسے تمام ہوگا۔ میں تو تجھے خالی ہاتھ دیکھ

رہا ہوں۔

نوجوان: آپ فکر نہ کریں۔ گھر سے نکلنے وقت اپنے ہراد میں نے پانچ حرفوں کا توشہ

لے لیا ہے۔

مالک بن دینار: کون سے پانچ حرف؟

نوجوان: کلامِ ربّانی کھلی عَصَہ

مالک بن دینار: ان حروف کا مطلب،

نوجوان: اکت کے معنی کافی، تہ کے معنی ہادی، حی کے معنی مووی (جگہ دینے والا) ع

کا مطلب عالمِ حق کا مطلب صادق ————— وہ کافی، ہادی، مووی، عالم اور

صادق ذات جس کی مصاحب ہو، وہ ضائع ہو سکتا ہے اور نہ اسے کوئی خوف ہوگا، اور

نہ اسے زادِ سفر اور پانی کی احتیاج ہے۔

حضرت مالک بن دینار رضی اللہ عنہ نے اپنا کرتا اتار کر نوجوان کو پیش کیا تاکہ اسے

پہن لے، مگر اس نے پہننے سے انکار کر دیا۔

نوجوان: اے شیخ! دنیا کے کمرے سے ننگار بننا اچھا ہے یہاں کے حلال پر حرام

ہوگا۔ اور حرام پر حرام، رات کے وقت حضرت مالک بن دینار رضی اللہ عنہ نے

دیکھا کہ نوجوان آسمان کی طرف سر اٹھائے یوں عرض گزار ہے۔

اے رحیم و کریم پروردگار! جسے طاعت پسند ہے اور گناہ سے اس کا کچھ نقصان

نہیں مولا! جو تجھے پسند ہے مجھے عطا فرما، اور میرے گناہ جن سے تجھے کوئی نقصان نہیں

بخشتا رہے۔

مبقات پر پہنچ کر حاجیوں نے احرام باندھے۔ حضرت مالک بن دینار نے
س نوجوان سے کہا۔ سب لوگ احرام باندھ کر لبیک پکار رہے ہیں۔ تم
لبیک نہیں کہتے۔

نوجوان، میں ڈرتا ہوں کہ میں لَبَّيْكَ (اے میرے رب میں حاضر ہوں) کہوں
اور جواب میں طرف سے لَا لَبَّيْكَ وَلَا سَعْدَيْكَ نہ آجائے۔

حضرت مالک بن دینار کو یہ جواب دے کر نوجوان وہاں سے چلا گیا۔ انہوں نے
پھر اس کو منیٰ میں دیکھا۔ وہاں چند اشعار پڑھتا تھا جن کا مفہوم کچھ یوں ہے۔

وہ مرے قتل کا سامان کئے جاتے ہیں

دل میں برپا کوئی طوفان کئے جاتے ہیں

قتل جائز ہے مرا اہل حرم میں ان کو

خود مرا حملہ آسان کئے جاتے ہیں

جاں مری جائے تو قتل کو خوشی سے جائے

آج وہ مجھ پر جو احسان کئے جاتے ہیں

گر ہو ممکن تو کہیں عالم امکان مٹ دے

ہم تو ترسان بس اک جان کئے جاتے ہیں

عید کے دن بھی چوپایوں کی نذر لائے،

اور ہم خود ہی کو ترسان کئے جاتے ہیں۔ بدر

ایثار و قربانی عشق کے جذبات میں ڈوبے ہوئے اشعار پڑھنے کے بعد نوجوان
نے کہا۔ خداوند! آج لوگوں نے قربانی پیش کی اور تیرا قرب حاصل کیا۔ میرے پاس
تقرب کے لئے کچھ بھی تو نہیں جو قربان کروں۔ ہاں! تیرا ہی عطیہ یہ حقیر جان ہے اسے
میں تیرے حضور پیش کرتا ہوں۔ وادی منیٰ میں پھر ایک بھیاںک چمچ ابھری، جس نے
گرد و نواح میں سننا پیدا کر دیا۔ عشق الہی کی بادۂ ناب کا سرمست نوجوان چمچ کے ساتھ
ہی زمین پر گر پڑا۔ وادی منیٰ جہاں ہزاروں جانوروں کا خون خدا کے نام پر بہایا جا رہا تھا۔ ایک

نوجوان کے خونِ مگر سے بھی سیراب ہوئی۔ اس وقت لوگوں نے ہاتھ غیبی کی آواز
سنی۔

یہ خدا کا دوست ہے خدا کا مقتول ہے۔ عشقِ الہی کی تلوار سے قتل ہوا ہے۔
حضرت مالک بن دینار اور حجاج کرام کے جم غفیر نے اس مقتولِ محبت کو نماز جنازہ
پڑھ کر سپردِ دلدادہ کیا۔ حضرت مالک پر نوجوان کی موت کا صدمہ گہرا تھا۔ بے چینی اور
اضطراب میں مشکل نیند آئی تو خواب میں وہی نوجوان ملا۔
مالک بن دینار: اے جوان صالح! رب غفور نے تیرے ساتھ کیا معاملہ فرمایا۔
نوجوان: یا شیخ! افضل و احسان والے رب نے میرے ساتھ وہ معاملہ فرمایا
جو شہدائے بدر کے ساتھ فرمایا تھا بلکہ ان سے بھی زیادہ دیا۔
مالک بن دینار: ان سے زیادہ کیوں؟

نوجوان: ان سے زیادہ اس لئے کہ وہ حضرات کفار کی تلوار سے مارے گئے
تھے اور میں خدائے جبار کی سیفِ محبت سے شہید ہوا۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہ
دیوانگی عشقِ بڑی چیز ہے سیلاب
یہ ان کا کرم ہے جسے دیوانہ بنالیں، (ص ۱۰۲، ۱۰۳)

چوں عشقِ تشوِ زندہ:

سفرِ حج کے دوران حضرت ذوالنون مصری رضی اللہ عنہ کی جنگل میں یک نہایت
حسین و جمیل نوجوان سے ملاقات ہوئی۔ اس کا چہرہ چاند کے مانند خوبصورت تھا۔
اللہ تعالیٰ کی محبت اس کے رگ و پے میں سرایت کئے ہوئے تھی، جس نے اسے
سیماب صفت بنا دیا تھا۔ غلبہٴ محبت کے باعث دیوانوں جیسی حرکت کرتا۔ حضرت ذوالنون
مصری رضی اللہ عنہ نے اسے اپنا رفیق سفر بنالیا۔ ایک جگہ اس سے سفر کی دشواری اور
بعدِ مسافت کی بات کر رہے تھے۔ اس نے کہا۔
کابلوں اور آنام طلب لوگوں کے لئے بیگ دشوار اور دور ہے۔ مگر بے مشاقان

محبت کے لئے یہ سب کچھ نہیں۔

• حضرت شیخ ثعلبی رضی اللہ عنہ کے بارے میں منقول ہے کہ آپ حج کو تشریف لے گئے۔ تو عرفہ کے دن آفتاب غروب ہونے تک کسی سے کوئی بات نہیں کی۔ سعي میں جب میلین اخضرین سے آگے بڑھے تو ان کی آنکھوں سے آنسو برسنے لگے۔ اس وقت ان کی زبان پر عشقیہ اشعار تھے۔

• حضرت فضیل بن عیاض رضی اللہ عنہ نے عرفات میں فرمایا۔ اگر ہم کسی سخی سے ایک دانگ مانگیں تو کیا امید کرنے ہو وہ ہمیں دے گا؟ یا واپس لوٹا دے گا لوگوں نے کہا۔ واپس نہیں لوٹاے گا بلکہ دے گا۔ آپ نے فرمایا۔ بخدا رب تعالیٰ کی عطا و کرم کے حضور ہم لوگوں کی مغفرت اس سخی انسان کے ایک دانگ دینے کی بہ نسبت بہت کمتر ہے۔

حضرت فضیل بن عیاض رضی اللہ عنہ نے اکثر حج میں وقوف عرفہ کے دن سورج غروب ہونے کے وقت کسی سے کلام نہیں فرمایا۔ (ص ۱۰۴۱)

..... چاہت کی قسم:

ایک کینز خلاف کعبہ اپنے ہاتھوں سے تھامے ہوئے کہہ رہی تھی۔ میرے سردار! تجھے میسر چاہنے کی قسم! میرا دل مجھے واپس فرما دے۔ حضرت ابراہیم بن مہلب سائح رحمۃ اللہ علیہ وہیں موجود تھے۔ انہیں کینز کی مناجات پر تعجب ہوا۔ ابن مہلب: تجھے کیسے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ تجھے چاہتا ہے؟

کینز: اس کی عنایت آج مجھ پر کچھ نئی نہیں، بلکہ میں پہلے سے جانتی ہوں۔ اس نے میرے لئے شکر روانہ کئے۔ مال خرچ کئے۔ مجھے مشرکوں کے علاقے سے نکال کر توحید کے گہوارہ میں بلایا۔ اور اپنی ذات کی معرفت کرائی۔ اے ابراہیم! کیا یہ سب مہربانیاں اور نوازشیں چاہنے کی نشانی نہیں؟

ابن مہلب، اچھا یہ بتاؤ تجھے اس سے جو محبت ہے وہ کیسی ہے؟

کنیز: بہت عظیم و جلیل،

ابن مہلب، اس کی کیفیت تو بتاؤ۔

کنیز: خوش ذائقہ مشروب سے زیادہ رفیق، اور گل قند سے زیادہ شیریں، یہ کہہ کر کنیز وہاں سے چل گئی۔ (ص ۱۰۴، ۱۰۵)

اس کا اکرام ظہوری تو ہے ظاہر سب پر

نہج سے کیا مذہب اگر تو کسی قابل ہوتا

حالم پیری اور ریاضت:

ایک مرد صالح کے ہمایوں میں ایک ضعیفہ خاتون بھی تھی، جو کبیر السن ہونے کے ساتھ ساتھ مجاہدہ اور ریاضت میں سجدہ سعی کرتی تھی۔ ناتوانی اور ضعف کا اس کے جسم پر غلبہ تھا۔ اس مرد صالح کو اس کی حالت پر ترس آیا۔ اس نے ایک روز کہا: آپ کو اس قدر محنت و مشقت نہیں کرنی چاہئے۔ کچھ اپنے جسم اور اعضاء کو بھی آرام دیجئے اس باخدا ضعیفہ نے جواب دیا۔

اگر میں اپنی جان کو آرام دینے لگوں تو مالک حقیقی کے دروازے سے علامہ اور دور ہو جاؤں گی۔ اور جو دنیوی مشاغل کے باعث اس سے دور ہوا۔ اس نے خود کو عظیم آزمائش میں ڈالا۔ اور سعی و کوشش کے ساتھ عمل کروں تو بھی میرے عمل کی حیثیت کتنی؟ — اگر اس میں کوتاہی بھی کروں تو باقی کیا بچے گا۔

حسرت و غم ان کو جو آگے بڑھیں۔ فراق انہیں جو محبوب کے دور رہیں۔ آگے بڑھنے والوں کی حسرت یہ کہ محشر میں جب مردے قبروں سے اٹھیں۔ صالحین نور کے برات پر سوار جنت کو جائیں اور انہیں دوستوں کے رہنے ملیں۔ جو رؤفان ان کی خدمت کو دست بستہ ایستادہ ہوں۔ اور پیچھے والے کف افسوس ملتے رہ جائیں۔ اس وقت حسرت و غم سے ان کے قلوب پارہ پارہ ہو کر یہ جائیں گے۔ فراق یہ کہ لوگ میدان قیامت میں الگ الگ ٹولٹیوں میں تقسیم کئے جائیں گے۔

رب زدو الجلال سب کو بجا فرمائے گا۔ ایک اعلان کرنے والا اعلان کرے گا۔
 گناہگارو! تم الگ ہو جاؤ، رب تعالیٰ کے پرہیزگار بندے بامراد ہوئے۔
 وَامْتَنَّا ذَٰلِیْنَ یَوْمَآیَہَا الْجُحْمُ عَلٰی اَیْہِیْمَا وَحَدَّثْنَا ہُمَا حٰدِیْہُمَا
 (یس ۵۹، ۶۰)

اس روز شوہر اپنی بیوی سے، بیٹا ماں باپ سے، اور دوست دوست سے
 الگ ہو جائے گا۔ کوئی نحسی کے کام نہیں آئے گا۔ نفسی نفسی کا عالم ہو گا۔ کسی کو عزت و
 تکریم سے بہشت برس میں لیجائیں گے۔ نحسی کو زنجیر و سلاسل میں جکڑ کر داحسلِ جہنم
 کریں گے۔ جدا جدا راستے اور منزلیں ہوں گی۔ آنکھوں سے اشکوں کی نہریں جاری
 ہوں گی۔ جدائی اور فراق کے عالم میں ایک دوسرے کو حسرت سے دیکھیں گے۔
 اللہ رحیم و کریم اپنے کرم کے مدد سے عذاب اور موجباتِ عذاب سے بچائے۔
 آمین۔ (ص ۱۰۵)

آں را کہ خبر شد:

شہرِ بصرہ میں ایک متمول گھرانے کا خوش رو و نوجوان تھا۔ زرق برق لباس کھیل
 کو دار و خوشمال زندگی، حضرت مالک بن دینار کو وہ ایک روز بصرہ سے دوسری مقام
 پر مصروف آہ و بکا ملا۔ آنسوؤں کے موتی اس کی آنکھوں سے ڈھلک
 کر دامن کو بھگور رہے تھے۔ حضرت مالک نے اسے پہلے خوشمال اور توانائی میں دیکھا
 تھا۔ اب اسی کیفیت میں پا کر مشکل سے پہچان سکے۔ حضرت مالک بن دینار
 کی آنکھوں سے بھی آنسو چھلک پڑے۔ نوجوان نے حضرت مالک بن دینار سے
 گزارش کی۔

آپ اپنے اوقاتِ غامض میں میرے لئے دعا کیجئے گا۔ اور رب تعالیٰ سے میری توبہ اور
 بخشش مانگئے گا۔ میں امید کرتا ہوں کہ آپ کی دعا کی برکت سے غفار و ستار پروردگار
 مجھے معاف فرمادے۔ اور کچھ پروردگار شمار پڑے۔

لڑکا موسم، گرم گرم ہوا چلنے لگی۔ میں وہاں تنہا سخت پریشان، وہاں نہ کوئی آباد تھی۔ نہ انسان، لو کی تپش الگ بھلا ساری تھی۔ اتنے میں مجھے ایک لڑکا نظر آیا۔ میں جلدی سے اس کی طرف لپکا۔ یہ سوچ کر کہ کہیں یہ بھی ننگا ہوں سے اوجھل نہ ہو جائے۔ وہ ابراہیم تھا جیسے چودھویں کا چاند یا دوپہر کا دکھتا سورج، قریب جا کر،

شیخ ابراہیم: السلام علیکم در رحمۃ اللہ وبرکاتہ

لڑکا: وعلیکم السلام در رحمۃ اللہ وبرکاتہ! یا ابراہیم!

شیخ ابراہیم: سبحان اللہ! تم میرا نام بھی جانتے ہو، کوئی سابقہ دید و شنید تو مجھے معلوم نہیں، تم نے مجھے پہچانا کیسے؟

لڑکا: اے شیخ! میں نے جب سے پہچانا بھولا نہیں، اور جب سے ملا جدا نہیں ہوا۔ شیخ ابراہیم: تم اس شدید گرمی کے موسم میں بیابان کے اندر کیسے قیام پذیر ہو؟ لڑکا: میں نے اس کے علاوہ کسی سے دوستی نہیں کی، اور نہ کسی کی رفاقت اختیار کی، اور سب سے کٹ کر اسی کی طرف جا رہا ہوں۔ بس اسی کے معبود ہونے کا اقرار ہے۔

شیخ ابراہیم: کہاں سے کھاتے پیتے ہو؟

لڑکا: میرا محبوب میرا غنا من ہے۔

شیخ ابراہیم: بخدا میں اس تیز لڑکا اور شدت گرمی سے تیری جان کو ڈرتا ہوں، لڑکا: یہ بات سن کر رونے لگا اور اشعار پڑھنے لگا، جن کے مفہوم کو اردو کا جامہ پہنانے کی فکر پیر القادری نے کوشش کی ہے۔

میں ہوں بخوف مجھے یار کے گھر جانے	مجھ کو نامح نہ ڈر راہ کی کھٹائی سے،
دوست اللہ کا انسان سے بیگانہ ہے	عشق تڑپا ہے شوق حوصلہ اکسا تا ہے
ذکر پانی ہے براہ شکر مراد انہ ہے	بھوک لگتی ہے تو کر لیتا ہوں سگ سپری
نہی ساقی وہی ساغر وہی میخانہ ہے	دہر میں کچھ بھی نہیں اس کی عنایت ہوا
نامح! لگتا ہے تو عشق سے بیگانہ ہے	تو عشق میری دیکھ! میرا جسم نہ دیکھ

عشق ہی کوہ گن و عشق ہی طوفان بردار عشق سے شوق بگفت دشت ہے دیرا ہے
بے پروا بال اٹا کر مجھے لے جائے گا،

جس کو میں بان گیا جس نے مجھے جان لیا

شیخ ابراہیم: میں تجھے خدا سے ذوالجلال کی قسم دیتا ہوں مجھے اپنی عمر صحیح بتا۔
لڑکا، بخدا میری عمر بارہ سال ہے۔ بھلا آپ میری عمر کیوں دریافت کر رہے ہیں
شیخ ابراہیم: تیری باتوں نے مجھے درطہ حیرت میں ڈال دیا ہے۔

لڑکا، اللہ تعالیٰ کا بھلا شکر و احسان ہے کہ اس نے مجھے بہت سے ایمان
والوں پر فضیلت دی۔

شیخ ابراہیم کہتے ہیں میں اس بارہ سالہ عارف ربانی کی شبیریں کلامی میں کھو
گیا۔ اور رب تعالیٰ کی حمد و ثنا کرنے لگا جس نے اس محسنی میں پھول جیسے لڑکے
کے قلب کو اپنی محبت اور عرفان کا گہوارہ بنا دیا۔ مناجات سن کر لڑکے نے چند
ثانیہ کے لئے اپنا سر جھکا یا پھر سر اٹھا کر مجھے شکیلی نظروں سے دیکھا۔ اور گویا ہوا۔

لڑکا، اے شیخ! حقیقتاً جدا وہ ہے جسے دوست ترک کر دے۔ اور واصل وہ
ہے جو اس کا اطاعت گزار رہے۔ مگر آپ تو صرف قافلہ حجاج سے جدا ہو گئے ہیں
شیخ ابراہیم، ما جزا دے تو نے بالکل سچ کہا میں ایسا ہی ہوں۔ میں تجھے
خدا کا واسطہ دے کر دعا کرنے کی درخواست کرتا ہوں تاکہ میں اپنے قافلے سے
جاملوں۔

لڑکے نے آسمان کی جانب نگاہ اٹھا کر زیرب کچھ پڑھا (شیخ ابراہیم کہتے ہیں) اس
وقت مجھ پر غنودگی طاری ہوئی۔ ہوش اس وقت آیا جب میرے قافلے کے ساتھی
نے مجھے مخاطب کر کے کہا شیخ ابراہیم سواری پر سنبھل کر بیٹھو کہیں گرنہ جانا مجھے معلوم
نہیں وہ لڑکا آسمان کی جانب پرواز کر گیا یا کہاں چلا گیا۔ مگر میں اپنے قافلے میں
پہنچ چکا تھا۔ یہ سب کیسے ہوا خود میرے باعث تعجب ہے؟

ہمارا قافلہ مکہ معظمہ میں داخل ہوا تو ایک دن خانہ کعبہ کے قریب میری نگاہ ایک

لڑکے پر بڑی جو غلاف بیت اللہ شریف سے لپٹ کر رو رہا تھا۔ میں نے پہچان لیا یہ وہی لڑکا ہے۔ میرے قریب پہنچتے پہنچتے غلاف کعبہ کو چھوڑ کر اس نے سجدہ میں سر رکھ دیا۔ میں نے اس کے سر اٹھانے کا انتظار کیا۔ مگر اس نے سر نہیں اٹھایا۔ بہت دیر بعد میں نے اس کے بدن کو جنبش دی تو وہ بے جان تھا۔
 اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔

میں لڑکے کا جنازہ وہیں چھوڑ کر اپنی قیامگاہ گیا۔ کفن دفن کا انتظام کرنے کے لئے کچھ کپڑے وغیرہ لئے۔ اور واپس حرم شریف میں آیا تو وہاں اسے نہیں پایا۔ لوگوں سے دریافت کیا تو انہوں نے بھی کوئی خبر نہیں دی۔ گویا میسج سو اٹھی نے اس لڑکے کو زندہ یا مردہ دیکھا ہی نہیں۔ اور مصیحت خداوندی کے تحت اس کے احوال لوگوں سے پوشیدہ رہے۔ مجھے اس واقعہ نے بہت فکر مند کر دیا۔

اسی رات کی بات ہے میں نے خواب میں لڑکے کو دیکھا جو ایک عظیم مجلس کے آگے آگے چل رہا ہے۔ ایک نورانی بیش قیمت عبا زیب تن کئے ہوئے ہے۔ میں نے پوچھا کیا میں وہی نہیں جس کی تم سے ملاقات ہوئی تھی؟

لڑکا، آپ بیشک وہی ہیں!

شیخ ابراہیم! کیا تمہارا انتقال نہیں ہو چکا؟

لڑکا، بیشک میں وفات پا چکا ہوں۔

شیخ ابراہیم! تمہیں معلوم ہے کہ تمہارے کفن دفن اور نماز جنازہ کون کون سے کتنے

پریشان ہوا؟

لڑکا، شیخ ابراہیم! میری تجہیز و تکفین اس ذات نے کی جس نے مجھے یہ شہر سے نکالا۔ اپنی محبت کا شہید بنایا۔ مجھے میسر نہ گھر والوں سے الگ کر کے مسافت بخشی۔ میری تمام حاجتوں کا وہی کفیل ہے۔

شیخ ابراہیم! تمہارے ساتھ رب تعالیٰ نے کیا معاملہ کیا؟

لڑکا، مجھے اپنے حضور کھڑا کیا۔ اور پوچھا تیری مراد کیا ہے؟ میں نے عرض

کیا مولا! تو ہی میری منزل اور تو ہی میرا مقصود ہے۔ تیرے سوا میری اور کوئی مراد نہیں۔ ارشاد فرمایا۔۔۔۔۔ تو میرا مخلص بندہ ہے۔ تیرا انعام یہ ہے کہ جس کا تو طالب ہے وہ تجھ سے پوشیدہ نہ رہے۔ میں نے عرض کیا۔ میرے اہل زمانہ لوگوں کے حق میں میری سفارش قبول کرو، رب آملے نے میری یہ التماس قبول فرمائی۔

شیخ ابراہیم فرماتے ہیں اسی عالم خواب میں لڑکے نے مجھ سے مصافحہ کیا۔ میں جب نیند سے بیدار ہوا تو میسر ہاتھوں میں اس عارف کامل لڑکے سے مصافحہ کی یہ برکت باقی رہ گئی کہ ان سے دلتواز خوشبو نکلتی ہے۔

امام ابو محمد عبداللہ بن اسدیمنی یا فقی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ شیخ ابراہیم کے ہاتھوں میں وہ خوشبو تاحیات باقی رہی۔ اور ان سے مصافحہ کرنے والے کس عارف کے فیضانِ عشق سے متمتع ہوتے رہے۔ (ص ۱۰۷، ۱۱۰)

عطر و عنبر گلاب کی خوشبو،

ارغوانی شباب کی خوشبو

سب قرب نظر ہیں حق ہے ایک

عشق حق کے نصاب کی خوشبو

بدر

جن صحابہ کا مسکن؛

شاخوں بے ٹوٹے ہوئے پھول چند روز کے بعد مرجھا جاتے ہیں، مگر حضرت ابراہیم خواص رضی اللہ عنہ کے پاس پھولوں کی چند ایسی پنکھڑیاں تھیں جو سال بھر تک تروتازہ ہری بھری اور عطر بار رہیں۔۔۔۔۔ وہ انہیں کہاں سے ملیں؟ خود فرماتے ہیں۔

میں سفر حج میں تافلہ کے ہمراہ تھا۔ یکایک دل میں خیال آیا کہ سب جدا شاہراہ عام سے ہٹ کر مل، میں نے ایسا ہی کیا۔ تین دن اور تین راتیں اسی طرح چلتا رہا۔ اس دوران نہ مجھے بھوک پیاس لگی اور نہ کوئی دوسری حاجت محسوس ہوئی

بالآخر ایک سبز دشا داب باغ میں گزر ہوا جو ٹر دار پٹروں اور رنگ برنگے خوشبو دار پھولوں سے مرصع تھا۔ وہاں ایک خوبصورت تالاب بھی تھا۔ میں نے سوچا یہ تو جنت کا کوئی ٹکڑا ہے۔ باغ کی نفاست اور تزیین نے مجھے متعجب کر رکھا تھا وہاں مجھے لوگوں کی ایک جماعت ملی، جن کے چہرے انسانوں جیسے تھے۔ سب عمدہ لباس اور خوبصورت پنکوں سے مرصع تھے۔ ان لوگوں نے مجھے اپنے حلقہ میں لے لیا۔ سلام کیا میں نے جو اباً وعلیک السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ کہا۔ میں نے دل میں سوچا شاید یہ جن حضرات ہیں۔

ان میں سے ایک نے کہا۔ ہم لوگ ایک مسئلہ کے سلسلہ میں الجھے ہوئے ہیں ہمارا تعلق قوم جن سے ہے۔ اللہ تعالیٰ کا قرآن ہم نے رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مبارک زبان سے لیلۃ العقبہ میں سنا۔ سرکارِ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک باتوں نے ہمیں ابا دار فتنہ بنایا کہ ہم کو دنیا کے سارے کاموں سے الگ کر دیا اور رب تعالیٰ نے ہمارے واسطے یہاں یہ مقام متعین فرمایا ہے۔ میرے پوچھا میرے اہل قافلہ ساتھی یہاں سے کتنے فاصلے پر ہیں؟ ان میں سے ایک نے تبسم کرتے ہوئے جواب دیا۔ ابواسحاق! یہ مقام جہاں آپ اس وقت ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے اسرار و عجائب میں سے ایک ہے۔ یہاں انسانوں میں سے ایک شخص کے سوا کوئی نہیں آیا۔ اس کا ہمیں انتقال ہوا۔ اور وہ ہے اس کی قبر، یہ کہہ کر اس نے ایک قبر کی جانب اشارہ کیا۔ مقبرۂ تالاب تھی۔ قبر کے چاروں طرف پھولوں کی کیا ریانا تھیں، جن میں نہایت حسین و جمیل رنگ برنگے پھول مسکرا رہے تھے۔ اس جن نے مزید کہا۔ آپ کے ساتھیوں اور آپ کے درمیان مہینوں کا فاصلہ ہے۔

میں نے پھر ان جنوں سے صاحب قبر کے بارے میں دریافت کیا۔ جواب ملا، ایک روز ہم تالاب کے کنارے بیٹھے محبت کا ذکر رہے تھے کہ اچانک ایک شخص آیا اور اس نے سلام کیا۔ ہم نے جواب دے کر پوچھا کہاں سے آرہے ہو؟ اس نے کہا میثا پور سے آرہا ہوں۔ ہم نے پوچھا کب چلے گئے۔ کہا سات روز ہوئے۔ ہم

نے پوچھا۔ گھر سے نکلنے کا سبب؟ اس نے قرآن مجید کی یہ آیت تلاوت کی۔ وَ
 اَنْذِرْهُمْ اِلٰی رَبِّكُمۡ فَاسْتَغْفِرُوْا لَهُ مِنْ قَبْلِ اَنْ يَّآئِيْكُمْ الْعَذَابُ ثُمَّ
 لَا تُنصِرُوْنَ۔ (نہیمہ ص ۳۹۶)

(اور اپنے رب کی طرف رجوع کرو اور اس کے حضور گردن بھکاؤ اس سے
 پہلے کہ تم پر عذاب آئے پھر تمہاری مدد نہ ہو)

ہم نے پوچھا انابت کیا ہے؟ جواب ملا، انابت یہ ہے کہ اپنے رب
 کی طرف رجوع کر کے اسی کا ہو رہے۔ تسلیم کیا ہے؟ اس نے کہا، اپنی
 جان اس کے سپرد کر دے۔ اور جانے کہ خدا میری بہ نسبت اس کا زیادہ مستحق ہے
 ہم نے پوچھا اور عذاب؟ عذاب کا مفہوم بتانے کے بجائے اس نے ایک
 بیخ ماری اور جاں بحق ہوا۔ (رضی اللہ عنہ) مجھے سنکر تعجب ہوا۔ میں قبر کی بالیں پر
 گیا تو وہاں نرگس کے پھولوں کا گلہ ستر رکھا ہوا تھا۔ اور قبر پر یہ عبارت تحریر تھی،
 هٰذَا قَبْرُ حَبِيبِ اللّٰهِ قَيْسِ بْنِ الْعَلَاءِ۔

یہ اللہ تعالیٰ کے دوست کی قبر ہے۔ جسے غیرتِ عشق نے مارا۔

وہاں مجھے ایک ورق ملا جس پر انابت کا مفہوم لکھا ہوا تھا۔ جسے میں نے پڑھا ان
 لوگوں نے اس کی تفسیر چاہی میں نے اس کی تفسیر کی جسے سنکر ان پر سرخ طرب
 کی کیفیت چھا گئی۔ اور کہا۔ ہمیں اپنے مسئلہ کا جواب بھی مل گیا۔

شیخ ابراہیم خواص فرماتے ہیں، اس کے بعد مجھے نیندا آئی اور میں سو گیا۔
 آنکھ کھلی تو میں نے خود کو مسجد عائشہ رضی اللہ عنہا کے قریب پایا۔ میرے نزدیک ہی
 پھولوں کی یہ پنکھڑیاں تھیں۔ حضرت شیخ کے پاس وہ پنکھڑیاں سال بھر تک ترو تراز
 اور خوشبودار رہیں۔ ایک سال بعد وہ پنکھڑیاں خود بخود غائب ہو گئیں۔
 (رضی اللہ تعالیٰ عنہ وغنیم) (ص ۱۱۰، ۱۱۱)

اور پو پو سچ کھی:

شیخ ابواسحاق نے دیکھا کہ ایک نہایت مہیب بڑے منہ والا سانپ ان کی جانب

بڑھ رہا ہے۔ اس کے منہ میں خوشبودار پھولوں کی شاخیں ہیں۔ اور وہ سانس
کہہ رہا ہے اپنے مضمرات کے ساتھ یہاں سے دفع ہو جاؤ۔ یہاں تمہاری کیا ضرورت؟
مولا پاک اس بندہ سختی کی حفاظت کے لئے کافی ہے۔ وہ اپنے دوستوں سے
باخبر ہے۔ یہ دیکھ کر شیخ ابواسحاق بے ہوش ہو گئے۔

شیخ ابواسحاق حج کے ارادہ سے تنہا سفر کر رہے تھے۔ راستہ میں رات کو
ایک جگہ ٹراؤ کر لیا تھا۔ چاندنی چٹکی ہوئی تھی، تھکے ماندے تھے غنبد نے آگھیرا۔ ابھی
اچھی طرح سوئے نہیں تھے کہ کان میں کسی کے کراہنے کی آواز آئی۔ اٹھ کر گئے
تو کیا دیکھتے ہیں کہ ایک ضعیف انسان زندگی کی آخری ہچکیاں لے رہا ہے۔ انہیں
دیکھا تو کہا۔ اے ابواسحاق میں کل سے تمہارا منتظر ہوں۔ اس دیرانے
میں نہ کوئی آبادی تھی نہ دور دور تک مکان کا نام و نشان، ضعیف مرد کے قریب
ہی پھولوں کے ڈھیر موجود تھے۔ کچھ پھول تو ایسے تھے جو معروف و شہور ہیں۔ گران
میں کچھ ایسے پھول بھی تھے جنہیں شیخ اسحاق نے کبھی نہیں دیکھا تھا۔

شیخ اسحاق نے پوچھا آپ کہاں کے باشندے ہیں؟ — ضعیف مرد
نے پتہ بتایا۔ اور عرض حال کیا کہ میں ایک خوشحال گھرانے کا عزت دار انسان تھا،
میسرے دل میں تنہائی کی خواہش پیدا ہوئی۔ جنگل اختیار کیا، بیابانوں کی خاک
چھائی۔ اور اب موت کے دروازے پر دستک دے رہا ہوں۔ میں نے رب
ذوالجلال کی بارگاہ میں دعا کی کہ اس وقت اللہ کا کوئی دوست یہاں آجائے۔ سو تم
آگئے۔ شیخ ابواسحاق نے مرد ضعیف سے اس کے والدین اور کنہ کے بارے
میں پوچھا۔ اس نے کہا، ماں، باپ، بھائی، بہن سب ہیں۔ شیخ اسحاق نے پوچھا
کیا ان لوگوں کی یاد نہیں آتی؟ مرد ضعیف نے کہا یوں تو کبھی نہیں آتی تھی۔ لیکن آج
مجھے خواہش ہوئی کہ ان کی بوجہ حاصل کروں۔ تو وحشی دزدوں، اور جنگل کی مخلوق
نے مجھ پر رحم کھایا۔ اور مجھے اس باغ میں لاکر آرام پہنچایا۔ مرد ضعیف ابھی اتنا ہی کہہ

پایا تھا کہ شیخ ابواسحاق کی نظر اس حبیب سانپ پر پڑی۔

شیخ ابواسحاق ہوش میں آئے تو اس مرد خدا کا دمال ہو چکا تھا۔ اسی عالمِ بخود میں شیخ کو پھر زندہ لگئی۔ جب بیدار ہوئے تو حجاز کے راستے پر تھے۔ فریضہ حج سے فارغ ہو کر انہوں نے اس مرد با صفا کے وطن کا سفر کیا۔ وہاں انہیں ایک عورت ملی جس نے پانی کا برتن اٹھا رکھا تھا۔ ابواسحاق کہتے ہیں وہ اس مرد صالح کے بہت مشابہ تھی۔ اس نے مجھے دیکھا تو پوچھا۔ ابواسحاق میں تین روز سے تیری منتظر تھی۔ اس مرد کا حال بتاؤ۔ شیخ نے سارا ماجرا سنایا۔ جب اس بات کا ذکر کیا کہ اس نے کہا۔ آج مجھے خواہش ہوئی کہ ان کی بو پاؤں تو عورت چمچ مار کر گری، اور یہ کہتے ہوئے کہ آہ! بو پوچھ گئی۔ اپنی جان دے دی۔ اس کے بعد کچھ اور خوش پوشاک عورتیں بحر میں پٹکے باندھے نکلیں اور انہوں نے اس کی تجھیز و تکھیز کی۔

(ص ۱۱۲، ۱۱۱، ۱۱۰)

اولیاء اللہ کا مرکز:

بحری سفر در پیش تھا۔ تاجروں کے ساتھ مال تجارت بھی تھا۔ اور عزم حج بھی ایک بیک کشتی ٹوٹ گئی۔ بہت عین کئے گئے مگر اموال تجارت بچانے کی کوئی سبیل پیدا نہیں ہوئی۔ اور حج کے ایام بالکل قریب آ گئے۔ فرصت اگر چند روز کی اور اجازت دینی تو ممکن تھا مال تجارت بچانے کی راہ نکل آتی۔ ایک تاجر جس کا پچاس ہزار دنیا کا سرمایہ تھا اس نے سب چھوڑ کر حج کی حاضری کو مقدم کیا۔ اس کے چند ہمراہی تاجر بھی نے کہا تم بیکار رہے ہو؟ اس نے جواب دیا۔ بخدا اگر مجھے دنیا بھر کا مال مل جائے بھی میں اسے ادائے حج اور اولیاء اللہ کی ملاقات پر ترجیح نہیں دے سکتا۔ اس لئے کہ میری نگاہوں نے ان کی عظمت پہچان لی ہے۔ ہمراہیوں نے دریافت کیا۔ آخر کچھ ہمیں بھی تو بتاؤ۔ اس نے کہا۔

ایک مرتبہ ہم خشکی کے راستے سفر حج کر رہے تھے۔ پانی ختم ہو گیا سب پیاس سے

پریشان تھے۔ میں نے پورے قافلہ کا چکر لگایا۔ مگر قیمت دینے پر بھی کہیں پانی میسر نہیں آیا۔ پیاس کے غلبے نے بے حال کر دیا۔ اس وقت میں ایک طرف چل پڑا۔ وہاں ایک درویش سے ملاقات ہوئی۔ اس کے پاس ایک برہمچاری تھی۔ اور ایک چھانگل، اس نے میری پیاس دیکھی تو حوض جیسی ایک جگہ پر اپنی برہمچاری زمین بہا رہی اور پانی نالی بنا کر برہمچاری کی جڑ سے جاری ہو گیا۔ دیکھتے دیکھتے حوض بھر نے لگا، میں نے پہلے تو خوب پی کر سیرابی حاصل کی اس کے بعد اپنا مشکیزہ بھرا۔ او تمام ساتھیوں کو جا کر بتایا۔ اس طرح سب آسودہ ہوئے۔

اب آپ ہی لوگ بتائیں جہاں ایسے ایسے مردانِ حق جمع ہوتے ہیں ان مقدس مقامات کی حاضری کیسے ترک کی جاسکتی ہے۔ (ص ۱۱۲)

چھ کے صدقے چھ لاکھ مقبول:

میدانِ عرفات میں شب کا آخری حصہ تھا۔ حجاج کرام سے سارا میدان بھرا پڑا تھا۔ حضرت ابو عبد اللہ جوہری علیہ الرحمہ شب بیداری کے بعد تھوڑی دیر کے لئے سو گئے۔ خواب دیکھا کہ آسمان سے دو فرشتے نازل ہوئے۔ پہلا فرشتہ: اس سال کتنے لوگوں نے حج کیا۔

دوسرا فرشتہ: چھ لاکھ انسانوں نے گران میں سے صرف چھ کا حج قبول ہوا۔ شیخ جوہری نے سنا تو انہیں نہایت دکھ ہوا۔ اور انہوں نے چاہا کہ اپنے منہ پر لٹا پتھر لگائیں۔ اور زور زور سے اپنی حرمیں نصیبی پر ماتم کریں۔ اتنے میں مزید سنا۔ دوسرا فرشتہ: جن لوگوں کا حج مقبول نہیں ہوا۔ رب تعالیٰ نے ان کے حق میں کیا فیصلہ فرمایا۔

پہلا فرشتہ: کوہِ کرم نے ان پر تکریم فرمائی۔ اس نے چھ مقبولوں میں سے ہر ایک کو ایک ایک لاکھ بخش دیئے اور چھ کے صدقے میں چھ لاکھ کا حج قبول فرمایا۔ اس کا فضل بے نہایت اور اس کی عطا ہمیشہ ہے۔ ذَلِکَ فَضْلُ

اللَّهُ يُؤْتِيهِ مَن يَشَاءُ ۚ وَاللَّهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيمِ۔ (ص ۱۱۳، ۱۱۴)

وہی جاتا ہے اس در تک جسے مولا بلاتا ہے:

حضرت علی بن موقوف کا یہ ساتھواں حج تھا۔ حرم شریف میں تھے۔ ان کے ذہن میں خیال آیا کہ تک حج کے لئے ہر سال ویرانوں اور جنگلوں کی حناک چھانوں گے۔ اتنے میں نیند کا غلبہ ہوا سو گئے۔ اور کسی پکارنے والے کی آواز سنی۔ اے موقوف کے فرزند! تم اپنے گھر اسی کو تو بلاتے ہو جسے دوست رکھتے ہو، تو اس کے لئے مزدہ جسے اس کے مولانا دوست رکھا۔ اور اپنے گھولا کر مقام بلند سے سرفراز کیا۔

حضرت ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ نے خانہ کعبہ کے پاس ایک جوان کو دیکھا، جو پیہم نماز پڑھتا اور رکوع و سجود کرتا چلا جا رہا تھا، رکنے کا نام ہی نہ لیتا۔ انہوں نے پاس جا کر کہا۔ تم تو بہت نماز پڑھتے چلے جا رہے ہو۔ جواب دیا۔ میں از خود کیسے واپس ہو جاؤں، انتظار ہے کہ اجازت ملے تو جاؤں۔

شیخ ذوالنون مصری فرماتے ہیں۔ اتنے میں میں نے دیکھا کہ اس جوان کے اوپر ایک رفوہ گرا جس میں یہ لکھا ہوا تھا۔

یہ خط خدائے عزیز و غفار کی جانب سے اس بندہ شاکر و خالص کے لئے ہے واپس

جائے اگلے پھلے گناہ معاف ہیں۔ (ص ۱۱۳)

زمزم کی لذتیں:

ایک بزرگ کا بیان ہے کہ وہ خانہ کعبہ کے پاس تھے۔ انہوں نے دیکھا کہ ایک شخص کپڑے میں منہ چھپائے ہوئے چاؤ زمزم کے پاس گیا۔ اپنی ایک چھانگل میں اب زمزم نکال کر پیا۔ سمجھتے ہیں اس کا بچا ہوا پانی میں نے لے کر پیا۔ تو اس میں مجھے ایسے شہد آمیز پانی کا مزہ ملا، جس سے عمدہ کبھی مجھے میسر ہی نہ ہوا۔ اس کے

بعد نظر بھری تو وہ جا چکے تھے۔

دوسرے روز یہ چاہ زمزم کے پاس ان کے انتظار میں بیٹھے رہے۔ آج بھی دیکھا کہ وہ بزرگ چہرے پر کھڑا ڈالے ہوئے شریف لائے اور ایک ڈول سے پانی نکال کر پیا۔ کھتے ہیں ان کا بچا ہوا پانی آج جو میں نے یا تو اس میں شکر لے ہوئے دودھ کا نادر نقاب ذائقہ تھا۔ فرماتے ہیں۔ میں نے آج تک زندگی میں اس قدر لذیذ مشروب کبھی نہیں پایا جتنا لذیذ اس مرد خدا کا بچا ہوا زمزم شریف تھا (ص ۱۱۱)

کعبہ روحانیوں کا مرکز:

حضرت سہل بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ کا قول ہے۔ اللہ کے ولی کا لوگوں سے غلط ملط رکھنا باعثِ ذلت ہے۔ اور لوگوں سے الگ ہو کر اللہ تعالیٰ کے ساتھ رہنا اس کے لئے باعثِ عزت ہے۔ یہ مقرب طبقہ خلق سے منفرد رہتا ہے۔ حضرت عبد اللہ بن صالح مشغول بحق تھے جہنم الہی ان کے شامل حال تھا۔ لوگوں سے بچنے کے لئے ایک شہر چھوڑ کر دوسرے شہر کا رخ کیا کرتے تھے۔ حتیٰ کہ مکہ معظمہ پہنچے۔ وہاں بہت روز رہ گئے۔ حضرت سہل بن عبد اللہ نے پوچھا۔ یہاں تو آپ کا قیام کافی دنوں ہا فرمایا

کیوں نہ ہو اس جیسا کوئی شہر میں نے دیکھا ہی نہیں۔ جہاں اس سے زیادہ نزول رحمت و برکت ہوتا ہو۔ یہاں صبح و شام فرشتوں کی آمد و رفت رہتی ہے۔ اس شہر مبارک میں میں نے ہمیشہ عجائبات دیکھے ہیں۔ میں یہاں فرشتوں کو مختلف صورتوں میں مصروفِ لطافت دیکھتا ہوں۔ جو کچھ بھی دیکھتا ہوں ذکر کروں، تو ناقص الایمان لوگ باور نہ کریں

حضرت سہل نے عرض کیا۔ ان احوال کے بارے میں سے کچھ مجھے افادہ فرمائیں ارشاد فرمایا۔

کوئی ولی کامل ایسا نہیں جو مکہ معظمہ میں شبِ جمعہ نہ آتا ہو، میں نے یہاں اسی لئے قیام کیا ہے۔ میں ان اولیاء کے عجائب کا نظارہ کرتا ہوں۔ میں نے مالک بن قاسم جبلی

رضی اللہ عنہ نامی ولی اللہ کو دیکھا وہ تشریف لائے تو ان کے ہاتھ پر کھانے کا اثر تھا۔
میں نے پوچھا آپ ابھی کھانا کھا کر آرہے ہیں۔ کہنے لگے استغفر اللہ! ایک ہفتہ سے
میں نے کھانا نہیں کھایا ہے۔ معاملہ یہ ہے کہ میں نے اپنی والدہ کو ان ہاتھوں سے
کھانا کھلایا اور نماز فجر میں شرکت کے لئے تیزی سے آیا۔ ان کے گھر سے یہاں تک کا
فاصلہ نو سو فرسخ تھا۔ کیا تمہارا اس پر ایمان ہے۔ حضرت سہل نے کہا جی ہاں! فرمایا
اللہ تعالیٰ کا بیکہ شکر ہے کہ اس نے ایک مرد مومن سے ملایا۔

راوی بیان فرماتے ہیں کہ نو سو فرسخ کی ایک سو ستروہ منزلیں ہوتی ہیں۔ جو تین
۲۰۰ روز کی مسافت ہے موجودہ حساب سے تین ہزار کلومیٹر سمجھئے۔

ایک صاحب باطن نے خانہ کعبہ کے گرد انبیاء و اولیاء اور فرشتوں کی زیارت
کی ہے۔ یہ اکثر شرب جمعہ میں تشریف لاتے ہیں۔ اسی طرح شربِ دو شنبہ و شبِ غنیمہ کو
بھی بزرگ نے انبیاء اور اولیاء علیہم السلام، رضی اللہ عنہم اجمعین کی ایک
بڑی تعداد شمار کرائی۔ اور اس مقام کا بھی ذکر کیا جہاں وہ حضرات اپنے اہل قرابت
اور احباب کے ہمراہ تشریف فرما ہوتے ہیں۔ انہوں نے حضور انور سیدنا محمد رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا جن کے جلو میں اولیاء اللہ کی اتنی بڑی تعداد ہوتی ہے جس
کا علم خدا تعالیٰ ہی کو ہے۔

سیدنا ابراہیم علیہ السلام اور ان کی اولاد خانہ کعبہ میں مقام ابراہیم کے مقابل
جمع ہوتے ہیں۔ سیدنا موسیٰ علیہ السلام اور کچھ انبیاء علیہم السلام رکنِ یمانی درکن شامی
کے درمیان حصہ میں تشریف رکھتے ہیں۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور کچھ دوسرے انبیاء
علیہم السلام حجرِ اسود کی طرف بیٹھتے ہیں۔ اور اسی جگہ فرشتوں کی ایک جماعت کو دیکھا
حضور خاتم المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم رکنِ یمانی کے پاس منجانبہ زوالیاء تشریف فرما
ہوتے ہیں۔ انہوں نے یہ بھی ذکر کیا کہ حضرت ابراہیم و عیسیٰ علیہما السلام تمام نبیوں سے
زیادہ امت محمدیہ (علی صاحبہا الف صلواتہ) کے ساتھ پیار فرماتے ہیں۔ یعنی ذلک من
لہ الاطلاع علی الاخبار والاثار بل یفہم ذلک من القرآن (ص: ۱۱۳، ۱۱۵)

امام ترین العابدین رضی اللہ عنہ :

ہشام بن عبد الملک کے بارے میں منقول ہے کہ زمام خلافت سنبھالنے سے قبل حج کرنے گیا۔ طواف کے وقت حجر اسود چومنے کی کوشش کی مگر کثرت ازدحام کی وجہ سے کامیاب نہیں ہو سکا۔ اتنے میں لوگوں نے دیکھا کہ ایک درخشاں رُوءِ نورانی پیشانی والے بزرگ تشریف لائے اور حجر اسود سے استلام کے لئے بڑھے تو جمع کائی کی طرح پھٹ گیا۔ اور انہوں نے نہایت اطمینان سے حجر اسود کا بوسہ لے لیا۔ لوگوں نے ہشام سے پوچھا یہ کون شخص ہے۔ ہشام نے کہا۔ میں نہیں پہچانتا۔ فرزدق شاعر جو اہل بیت کا عاشق تھا وہ بھی وہیں موجود تھا۔ اس نے کہا مگر میں انہیں پہچانتا ہوں۔ اس نے مدحیہ قصیدہ کہا اور بتایا کہ آپ شہید گلگوں قبائلیہ امام حسین بن علی المرتضیٰ کے شہزادے امام زین العابدین علی ہیں (رضی اللہ تعالیٰ عنہم) دو شعر تبرکاً نقل ہیں۔

هَذَا ابْنُ خَيْرٍ عِبَادِ اللَّهِ كَلَامُهُ هَذَا النُّقْيُ النُّقْيُ الطَّاهِرُ الْعَلَمُ
هَذَا الَّذِي تَعْرِفُ الْبَطْحَاءُ وَطَائِفُهُ وَالْبَيْتُ يَعْرِضُهُ وَالْحُلُّ وَالْخَمَرُ

آپ بندگانِ خدا میں سب سے بہتر شخص کی اولاد ہیں۔ پاکیزہ، نقی، طاہر، کوہ بلند ہیں بطحاء ان کے نشانِ قدم سے آشنا ہے، بیتِ ائدار در محلِ حرم سب انہیں پہچانتے ہیں

آپ کی عبادت کا یہ حال تھا کہ روزانہ ہزار رکتیں پڑھتے تھے۔ سفر میں ہوں یا حضر میں نماز بہت کبھی ترک نہیں کرتے تھے۔ وضو کرتے تو خشتِ الہی سے چہرے کا رنگ زرد ہو جاتا۔ اور نماز کے لئے کھڑے ہوتے تو کانپنے لگتے۔ کسی نے اس کی وجہ پوچھی تو فرمایا۔ تم نہیں جانتے میں کس کے حضور کھڑا ہوتا ہوں۔ کبھی آندھی چلتی تو خوف سے بیہوش ہو جاتے۔ ایک مرتبہ آپ کے مکان میں آگ لگ گئی۔ آپ نماز پڑھ رہے تھے۔ سر سجدے میں تھا۔ لوگوں نے شور مچایا۔ اے فرزندِ رسول آگ بجھائی ہوئی ہے۔ مکان سے باہر تشریف لائیں۔ آپ نے آگ کی مطلق پروا نہیں کی۔ یہاں تک کہ

آگ بجھ گئی۔ اب آپ نے سر اٹھایا اور نماز سے فارغ ہوئے تو لوگوں نے اس بے پردائی کا سبب دریافت کیا۔ آپ نے ارشاد فرمایا۔

○ آتشِ آخرت کے خوف نے مجھے دنیا کی اس آگ سے غافل کر دیا۔
آپ کے فرمودات آبِ زر سے لکھے جانے کے قابل ہیں۔ دعا فرماتے:

○ رب العالمین میں اس بات سے پناہ مانگتا ہوں کہ لوگوں کی نظر میں میرا ظاہر اچھا ہو اور حقیقتاً میرا باطن بُرا ہو۔

○ کچھ لوگ اللہ کی عبادت اس کے خوف سے کرتے ہیں یہ غلاموں کی عبادت ہے۔ کچھ لوگ ثواب کی تمنا میں عبادت کرتے ہیں یہ تاجروں کی عبادت ہے۔ کچھ لوگ محض شکرِ نعمت میں عبادت کرتے ہیں یہ بندگانِ آزاد کی عبادت ہے۔ وضو یا طہارت میں آپ کسی سے مدد لینا ناپسند کرتے تھے۔ وضو کے لئے پانی خود لاتے۔ سونے سے پہلے پانی لا کر ڈھک دیتے۔ شب میں بیدار ہو کر مسواک کرتے اس کے بعد وضو کر کے نماز شروع فرماتے۔ دن میں اگر کچھ وظیفہ رہ جاتا تو اسے بھی رات میں پورا فرماتے۔ چلتے وقت ہاتھ زانو سے ملا کر رکھتے۔ ہاتھوں کو حرکت نہ دیتے۔ فرماتے:

○ فکر کرنے والے پر مجھے تعجب ہے۔ ابھی کل تک تو وہ ایک ناپاک نطفہ تھا۔ اور کل پھر ایک مردار لاش بن جائے گا۔ اور اس سے زیادہ حیرت مجھے اس شخص پر ہے جو فانی گھر کے لئے عمل کرتا ہے اور دارالبقار کے کام چھوڑ دیتا ہے۔

مدینہ منورہ کے بہت سے باشندے ایسے تھے جنہیں اپنے معاش کے بارے میں خود کچھ۔ بوم نہیں تھا کہ کہاں سے آتا ہے۔ کچھ لوگ حضرت امام زین العابدینؑ رضی اللہ عنہ کو بخیل خیال کرتے تھے۔ مگر جب آپ کا انتقال ہوا اور لوگوں کے گھر ان کی روزی نہیں پہنچی اس وقت راز کھلا کہ رات کی تاریکی میں آپ ان غلام کے گھر معاش پہنچا دیا کرتے تھے۔ اور ایسے مکانوں کی تعداد سو تھی۔

آپ کے شہزادے امام باقر رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔

میرے والد گرامی نے مجھے پانچ آدمیوں سے بچنے کی وصیت کی۔ فرمایا کہ نہ ان کے پاس بیٹھنا، نہ ان سے دوستی کرنا، اور نہ ان کے ہمراہ سفر کرنا (۱) بدکار، فاسق کیونکہ وہ ایک قلمبیا اس سے بھی کم میں تجھے بیچ دے گا۔ (۲) جھوٹا، کیونکہ وہ قریب نظر اور سراسر کی طرح ہے۔ قریب کو دور کر دے گا، اور دور کو نزدیک بنا دے گا۔ (۳) احمق، جو تجھے نادمہ پہنچانا چاہے مگر اپنی بیوقوفی سے تجھے نقصان پہنچا دے گا کہا جاتا ہے کہ عقل مند دشمن بیوقوف دوست سے بہتر ہے۔ (۴) قاطع رحم، درشتہ داروں سے تعلقات کاٹنے والا، اسے میں نے قرآن مجید میں تین مقام پر ملوث پایا۔ کسی نے آپ کی شان میں بدزبانی کی اور آپ پر افسوس کیا۔ آپ نے فرمایا۔ اگر میں واقعی ایسا ہوں جیسا تو نے بیان کیا تو رب تعالیٰ سے معافی چاہتا ہوں۔ اور اگر ایسا نہیں تو اللہ تعالیٰ تجھے معاف کرے۔ یہ خلق عالی دیکھ کر اس نے آپ سے معافی مانگی۔ اور سر مبارک کا لوسہ لیا پھر کہنے لگا۔ آپ پر میں قربان ہو جاؤں۔ یقیناً آپ لیے نہیں جیسا میں نے کہا تھا۔ اس خطار کے لئے میرے حق میں دلائل مغفرت فرمائیے آپ نے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ تجھے معاف فرمائے۔ اس نے کہا۔ — واللہ اعلم بحیث یجعل رسالتہ۔

ایک بار آپ اپنے مہمان کے ہمراہ دسترخوان پر تشریف فرما تھے۔ خادم تنور سے گوشت کا گرم برتن لا رہا تھا جو آپ کے کسی چھوٹے صاحبزادے کے سر پر گر پڑا۔ وہ صاحبزادے اس طرح جل گئے کہ اسی میں ان کا انتقال ہو گیا۔ آپ نے غلام کو آزاد کر دیا۔ فرمایا یہ غلطی تو نے جان بوجھ کر نہیں کی۔ اس کے بعد فرزند دلبند کی بھینر و بکھین میں مشغول ہوئے۔

حضرت اسمہ بن زید کے صاحبزادے حضرت محمد مبارک تھے۔ حضرت امیر المومنین ان کی بیمار پرسی کے لئے تشریف لے گئے۔ حضرت امام کو دیکھ کر محمد بن اسمہ رو پڑے امام زین العابدین، جانِ برادر! کیا بات ہے آپ کیوں زور رہے ہیں۔ محمد بن اسمہ: مجھ پر ایک قرعہ ہے اس سے سبکدوشی کی فکر مجھے رُلا رہی ہے۔

امام زین العابدین، آپ پر قرض کتنا ہے؟۔

محمد بن اسامہ: پندرہ ہزار دینار،

امام زین العابدین: آپ فکر نہ کریں، اس قرض کی ادائیگی میں کر دوں گا۔

ایک بار آپ مسجد سے باہر تشریف لارہے تھے، راہ میں ایک شخص ملا جس نے شان والا میں نازیبا کلمات کہے۔ غلام اور خادموں نے یہ بدتمیزی دیکھی تو اس کی جانب لپکے۔ آپ نے منع فرمایا۔ پھر گالی دینے والے کی جانب متوجہ ہوئے۔ اور فرمایا: ہمارا جو حال تم سے مخفی ہے وہ تو اس سے بہت زیادہ ہے جو تم نے بیان کیا۔ تمہیں کوئی حاجت ہے؟۔ جس میں ہم تمہاری کچھ مدد کر سکیں۔ وہ شخص شرم سے پانی پانی ہو گیا۔ جسم مبارک پر اس وقت جو چادر تھی آپ نے انار کر اسے دیدی۔ اور خدام سے ہزار درہم مزید دلوائے۔ اس کے بعد وہ گالی دینے والا ہمیشہ کہا کرتا تھا۔ میں شہادت دیتا ہوں کہ آپ واقعی اولاد رسول میں ہیں۔

شیخ یافعی یمنی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ اس سے کوئی نادان یہ نہ سمجھ لے کہ آپ دنیا دار تھے (دنیا کا مال بہت رکھتے) اور خرچ کرتے تھے۔ ایسا نہیں بلکہ حقیقت یہ ہے کہ آپ کرم تھے۔ سخی اور جواں مرد تھے۔ صاحب مردت، اور صاحب فضل و کمال تھے۔ اور خصائل نبویہ سے ہمہ جہت مرصع، اور آراستہ پراستہ تھے۔ دنیا آپ کے پاس آتی تھی مگر اسے جلد اپنے پاس سے دور کر دیتے تھے۔ رضی اللہ عنہ (ص: ۱۱۶)

امام باقر رضی اللہ عنہ:

امام زین العابدین کے شہزادے امام محمد بن علی بن حسین رضی اللہ عنہ جن کا لقب باقر ہے حج کے لئے گئے۔ لوگوں نے دیکھا کہ آپ جب مسجد الحرام میں پہنچے۔ خانہ کعبہ کو دیکھ کر زار و قطار روئے۔ آواز بلند ہو گئی۔ خدام و مصاحبین کہنے لگے۔ حضور! لوگ آپ کو دیکھ رہے ہیں آواز پر قابو کریں۔ اور اس طرح رونا بند کریں۔ لوگ کیا

کہیں گے — فرمایا۔

..... شاید اللہ تعالیٰ روزِ حشر میری طرف نگاہِ رحمت فرمائے اور نجات بخٹے،

ایک بے بداندوں نے طواف کیا۔ اور نفل ادا کر۔ یہ کہے۔ نے مقامِ ابراہیم کے پیچھے کھڑے ہوئے۔ مسجد سے سر اٹھایا تو دیکھا گیا کہ سجدہ گاہ آنسوؤں سے بھیگی ہوئی ہے۔ ایک مصاحب سے فرمایا۔ میں رنجیدہ ہوں میرا دل فکر سے خالی نہیں۔ بسببِ پوچھا گیا تو فرمایا۔ جس کے دل میں صاف ستھرا دینِ خالص جاگزیں ہوا وہ ماسوائے شے باز رہا۔ اور دنیا کیا ہے؟ کوئی سواری جس پر کچھ دیر سوار ہوئے یا کوئی کپڑا جسے پہن لیا۔ یا کوئی عورت جسے پالیا۔ یا کوئی ائمہ جسے کھالیا۔ اہل دنیا میں صاحبانِ تقویٰ سب سے کم سامان رکھنے والے، اور سب سے زیادہ لوگوں کی امداد کرنے والے ہیں۔ اگر تم انہیں فراموش کر دو تو بھی وہ تمہیں یاد کریں اور اگر تم انہیں یاد کرو تو تمہاری مدد کریں۔ خدا کا حق بہت زیادہ بیان کرنے والے، اور خدا کا حکم بہت زیادہ برپا کرنے والے — دنیا کو ایک منزل سفر سمجھو کہ شب کو اترے صبح کو کوچ کیا۔ یا کوئی مال جسے خواب میں دیکھا اور بیداری پر کچھ پاس نہیں۔ — بڑے نمونہ کا دار، غنا و عزت کی جولانگاہ ہے۔ یہ دونوں جب ایسی

جگہ پہنچتے ہیں جہاں توکل ہو تو اسی مقام کو اپنا وطن قرار دے لیتے ہیں۔ حضرت کے اس قول کی تشریح میں، امامِ یافعی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں۔ یعنی اگر کسی کے دل میں توکل نہ ہو تو غنا و عزت دونوں اس سے جدا ہو جاتی ہیں۔ اور دل میں اللہ کے خالص دین کے داخل ہونے کا مطلب رب تعالیٰ کی محبت ہے کیونکہ دینِ خالص کے لئے حقیقتِ محبت ضروری ہے۔ جس قلب میں حبِ صادق ہوگی وہیں دینِ خالص بھی ہوگا۔ اس وقت وہ دل محبوبِ حقیقی کے ساتھ مشغول ہو کر اس کے علاوہ سے اعراض کرے گا۔ اور وہ محض اللہ تعالیٰ ہی کے ساتھ سننے اور دیکھنے کا تعلق رکھے گا۔ اور اس قول جیبِ قلبی بہ سمعی بہ بصری وہ میرے دل کا محبوب ہے میرا دیکھنا اور اسی سے میرا سننا ہے۔ کیا یہی مطلب

ہے۔ اور اس کا ثبوت یہ حدیث ہے کہ کسی شئی کی محبت آدمی کو اندھا اور بہرا بنا دیتی ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمار کا قول ہے۔ میں نے عمار کو کسی کے سامنے علم و فضل کے اعتبار سے اتنا کمتر نہ دیکھا جتنا محمد بن علی بن حسین کے سامنے دیکھا۔ ان کے بالمقابل بڑے بڑے اہل علم کم درجہ معلوم ہوتے تھے۔

بَقَّی کا معنی چاک کیا باقیہ کا معنی چاک کرنے والا، بعض اہل لغت نے فرمایا، امام محمد بن علی کو باقرؑ اسی لئے کہا گیا کہ انہوں نے علوم کو چاک کیا۔ اور ان میں وسعت و کشادگی پیدا کی۔

سیدنا امام باقر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ میرا ایک بھائی میری نگاہ میں بڑا تھا۔ وہ میری نگاہ میں عظیم اس لئے ہو کہ دنیا اس کی نگاہ میں حقیر تھی۔
رضی اللہ تعالیٰ عنہ (ص ۱۱۹، ۱۲۰)

حق تعالیٰ کی محبت میں خدا ہیں باقر
واصل اللہ سے غیروں سے جدا ہیں باقر
ان کا ہر لمحہ ہے ایمان اطاعت بردوش
کیا بھلا اہل ہوس جانیں کہ کیا ہیں باقر
آل و اصحاب کے انوار کا مجموعہ عطر
سرور و حیدر و شہر کی دعا ہیں باقر
ہیں وہ اصحاب محمد کی دلائل سرشار
مصطفیٰ سے نہ صحابہ سے جدا ہیں باقر
ان کی جانب کسی فتنہ کو نہ منسوب کرو

وارثِ دولتِ اربابِ ردا ہیں باقر (رضی اللہ عنہ) بدر



امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ:

حضرت لیث بن سعد راوی ہیں، میں ۱۱۳ھ کے حج میں پیدل چل کر حاضر ہوا
مکہ میں ایک روز نماز عصر کے بعد بوقیس کی ہاٹری پر چڑھا۔ تو وہاں ایک مرد حق کو دعا د
ذکر میں مشغول پایا۔ اس کے بعد ذکر و دعا کی تفصیل اس طرح ہے) وہ کہنے لگا۔

یاد رب یاد رب..... یہاں تک کہ سانس پھول گیا

یاد باہ یاد باہ..... پوری ایک سانس بھر کہتا رہا

یا اللہ یا اللہ.....

یا حی یا قی.....

یا رحمن یا رحمن.....

یا رحیم یا رحیم.....

یا ارحم الراحمین یا ارحم الراحمین، مرتبہ یہاں تک سانس پوری ہو گئی
پھر دعا کی مالک و مولا! میں انکور کھانا چاہتا ہوں مجھے کھلا، اور مولا! میسری
چادریں بھٹ گئی ہیں۔ حضرت لیث بیان کرتے ہیں ابھی دعا ختم بھی نہ ہونے پائی
تھی کہ انکور سے بھری ہوئی ایک ٹوکری وہاں موجود تھی۔ حالانکہ اس وقت روئے زمین
پر کہیں انکور کا موسم نہیں تھا اور دچادریں بھی موجود تھیں۔ اس مرد حق نے انکور کھانا
چاہے میں۔ نے عرض کیا میں بھی حصہ دار ہوں۔ فرمایا، وہ کیسے؟ میں نے
عرض کیا آپ جب دعا کر رہے تھے میں آمین کہہ رہا تھا۔ فرمایا آگے آؤ تم بھی کھاؤ۔
میں نے قریب پہنچ کر انکور کے دلے کھائے۔ اتنے لذیذ انکور میں نے عمر میں کبھی
نہیں کھائے تھے۔ ان میں بیج بھی نہیں تھے۔ میں شکم سیر ہو گیا مگر انکوروں میں کچی نہیں
آئی۔ پھر فرمایا، ان چادروں میں سے جو پسند ہوئے لو۔ میں نے عرض کیا چادر کی
مجھے حاجت نہیں۔ پھر فرمایا تخلیہ کرو، میں کپڑے بدل لوں۔ میں ایک طرف ہو گیا،
انہوں نے ایک چادر کا تہبند بنایا اور دوسری اوڑھ لی۔ اور اتاری ہوئی چادریں

ہاتھ میں لئے بونیس سے نیچے اترے، میں بھی ہمراہ چلا۔ مسعی پر پہنچے تو ایک شخص ان کے قریب آیا۔ اور التجا کی اسے فرزند رسول! صلی اللہ علیہ وسلم مجھے جنت کے جوڑوں میں سے کوئی جوڑا پہننے کو عطا فرمائیے۔ آماری ہوئی چادریں آپ نے اس کے حوالے کیں اور آگے تشریف لے گئے۔ لیث بن سعد نے پوچھا یہ کون تھے۔

جواب ملا، گل گلزار زہرا، فرزند شہید کربلا ابن امام باقر حضرت جعفر بن محمد بن علی ہیں۔ حضرت لیث بن سعد کہتے ہیں یہ سنکرمیں آپ کو تلاش کرنے کے لئے دوڑا تا کہ فیضان نبوت کی کچھ اور کرنیں سمیٹ سکوں، مگر افسوس کہ آپ کو نہ پاسکا

حیف در چشم زدن صحبت یار آخر شد

روئے گل سیر ندیدیم دہوار آخر شد

حضرت سفیان ثوری رضی اللہ عنہ آپ کے اقوال بیان کرتے ہیں آئے فرمایا۔

• سلامتی کا حصول بڑا دشوار ہے اس نئی راہیں بھی مخفی ہیں۔ اگر سلامتی مل سکتی ہے تو گنہامی میں، اگر اس میں بھانٹے تو خلوت میں، اور خلوت گنہامی کی طرح نہیں، اور اگر اس میں بھانٹے تو خاموشی میں، اور خاموشی خلوت کی طرح نہیں ہے۔ اور اگر سلامتی خاموشی میں بھی نصیب نہ آئے تو قدیم بزرگوں اور نیک بندوں کے کلام میں ملے گی۔ نیک بخت وہ ہے جسے خود اپنی ذات میں خلوت حاصل ہو جائے۔

(ص: ۱۲۰، ۱۲۱)

روزانہ عشر و شرف ہے خلوت

نفس شعلہ ہے برت ہے خلوت

فاصل خلق، حق سے داحصل ہے

گوشہ اہل ظرف ہے خلوت

بدر

امام جعفر اور منصور خلیفہ:

خلیفہ منصور عباسی کے بارے میں روایت ہے کہ کسی بات پر ناراض ہو کر اس

نے اپنے سپاہیوں کو حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کی تلاش میں بھیجا۔ بلا فرخشی زیادہ تھی قتل کی دھمکی دے چکا تھا۔ حضرت امام جب تشریف لائے تو اس نے ہتھکڑیاں پہنیں۔ اور کہا۔

اہل عراق نے آپ کو اپنا امیر بنایا ہے۔ اور اپنی زکوٰۃ آپ کو دیتے ہیں۔ اور آپ میری خلافت سے بغاوت کر کے فساد برپا کرنا چاہتے ہیں۔ خدا مجھے قتل کرے اگر میں آپ کو قتل نہ کروں۔

امام محترم نے نہایت قنانت سے جواب ارشاد فرمایا۔
امیر المؤمنین! حضرت سلیمان علیہ السلام کو سلطنت و حکومت عطا کی گئی تو انہوں نے رب تعالیٰ کا شکر ادا فرمایا۔ حضرت ایوب علیہ السلام دنیاوی مصیبت میں مبتلا ہوئے تو انہوں نے صبر فرمایا۔ اور حضرت یوسف علیہ السلام بر ظلم و زیادتی ہوتی تو انہوں نے عفو و درگزر کا کام لیا۔

حضرت کے اس کلام کو سن کر منہ مہر کا غم نہ رہ گیا، ایذا کا خباں ترک کر دیا، اور وہ خوش ہو کر آپ کی توبہ کرنے لگا۔ ہاں سے، البتہ کسی نے دریافت کیا۔ منہ مہر! آپ نے منہ مہر کے پاس جانے سے قبل کچھ دعا فرمائی تھی۔ وہ دعا کیا تھی۔۔۔ ارشاد فرمایا۔ وہ دعا یہ تھی۔

اللَّهُمَّ احْرِسْنِي بِعَيْنِكَ الَّتِي لَا تَنَامُ وَ اكْفُنِي بِخَفِّكَ الَّذِي لَا يَرَامُ وَ اغْفِرْ لِي بِقُدْرَتِكَ عَلَى لَا اَهْلِكَ وَ اَنْتَ رَجَائِي اللَّهُمَّ اَنْتَ اَجَلٌ وَ اَكْبَرُ مِمَّا آخَافُ وَ آخِذٌ اللَّهُمَّ بِكَ اَدْفَعْ فِى غِيْثٍ وَ اَعُوْذُ بِكَ مِنْ شَيْءٍ
آپ نے اپنے والد گرامی سے روایت کیا۔ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔

اللہ تعالیٰ جسے کوئی نعمت عطا فرمائے، اس پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنا ضروری ہے۔ اور جسے روزی کی تنگی ہو اسے چاہئے کہ استغفار پڑھے۔ اور جو کسی کام کی وجہ سے رنجیدہ و فکر مند ہو اسے چاہئے کہ لَا اَجَلَ وَلَا اَكْبَرَ إِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَلِيمِ

کا در دکرے۔ (ص: ۱۲۱)

اہل نعمت کو شکر لازم ہے
ہم و غنم کا علاج ہے لاخو
ننگدستو! پڑھو تم استغفار
بھیدار شاد و ستیدار! بدر

جوان صالح

حضرت شفیق طہنی صوفیائے متقدمین میں ممتاز ہیں۔ ان کا بیان ہے کہ بچہ ۱۲۹ء میں حج کے ارادے سے نکلے، مقام قادسیہ میں رکے۔ اور اہل قافلہ کے حالات کا جائزہ لینے لگے۔ دیکھا کہ لوگ کیسی کیسی زینت کی چیزوں سے آراستہ ہیں۔ اتنے میں ان کی نظر ایک خوبصورت نوجوان پر پڑی جس کے جسم پر اعلیٰ قسم کا لباس تھا۔ اوپر سے ادنیٰ شان اور سے، پیروں میں جوتیاں، سب کتارہ کش ایک جانب بیٹھا تھا۔ شیخ شفیق نے خیال کیا کہ یہ کوئی صوفی نوجوان ہے۔ اور جوش میں بے راعیہ و زاد سفر نکل پڑا ہے۔ لوگوں پر بار بننا چاہتا ہے۔ میں چلوں اور اسے سمجھاؤں۔ اس سے قبل کہ حضرت شفیق کچھ کہیں، نوجوان نے کہا۔

اجْتَنِبُوا كَثِيرًا مِّنَ الظَّنِّ فَإِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ إِثْمٌ (الحجرات ۱۲، ۱۳)

بہت گمان سے بچو! بعض گمان گناہ ہے۔

اور وہاں سے اٹھ کر چلا گیا۔ حضرت شفیق کو ندامت ہوئی کہ یہ تو کوئی بندہ صالح ہے۔ اور میں نے اس کے بارے میں کچھ اور سوچا۔ پھر اسے میرے دل کی بات پر اطلاع بھی ہوگئی۔ میں اب پھر اس سے ضرور ملوں گا۔ اور معافی پاہوں گی حضرت شفیق تیزی سے اس جوان صالح کے پیچھے دوڑے۔ وہ نگاہوں سے غائب ہو گیا۔ حاجیوں کا قافلہ وہاں سے روانہ ہو کر مقام واقعہ میں پہونچا۔ حضرت شفیق نے دیکھا کہ جوان صالح مشغول نماز ہے۔ اس کے اعضاء تھر تھر کانپ رہے ہیں آنکھوں سے اشک رواں ہیں۔ حضرت شفیق نے سوچا اچھا موقع ہے۔ نزدیک پہنچ کر نمانہ سے فارغ ہونے کا انتظار کرنے لگے۔ اس بار بھی ان کے کچھ کہنے سے قبل

ہی کہا اے شفیق! اس آیت مبارکہ کی تلاوت کر،

وَإِنِّي لَتَفَقَّادٌ لِّمَن تَابَ وَآمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا تَقَاهُ هَدَيْتِي (آیہ ۸۲: ۲۰)

اور بیشک میں ضرور بخشنے والا ہوں جس نے توبہ کی۔ اور ایمان لایا اور نیک عمل کیا

پھر ہدایت باب ہوا۔

اور وہاں سے روانہ ہو گیا۔ حضرت شفیق نے سوچا، یہ جوان طبقہ ابدال میں سے ہو گا۔ میرے دل کی بات اس نے دوبار بیان کر دی۔ حضرت شفیق نے اسے تیسری بار منیٰ میں دیکھا۔ پانی کی چھاگل لے کنویں کے پاس کھڑا تھا چھاگل ہاتھ سے چھوٹ کر کنویں میں گر پڑی۔ اس نے آسمان کی جانب نظر اٹھائی۔ اور مناجات کی۔ ایک شعر پڑھا اور کہا۔

بار الہا! تو جانتا ہے کہ میرے پاس اس کے علاوہ کچھ نہیں ہے۔ توبہ مجھے حاصل کرادے۔ حضرت شفیق فرماتے ہیں واللہ العظیم میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ کنویں کا پانی اوپر تک ابل آیا۔ مرد حق نے اپنی چھاگل پانی سے بھر کر نکالی۔ اور وضو کر کے نماز کئے لے کھڑا ہو گیا۔ نماز سے فراغت پا کر ایک ریتیلے ٹیلے پر چڑھا۔ اور بالواٹھا کر چھاگل میں ڈالنا جاتا اور جنبش دے دے کر پیتا جاتا تھا۔ شیخ شفیق نے قریب پہنچ کر سلام کیا۔ جواب پایا۔

حضرت شفیق: حضور! مجھے اپنے پیالہ کا جھوٹا عطا فرمائیے۔ اور خدا نے آپ کو جو نعمت دی ہے اس کا کچھ بچا ہوا حصہ مجھے بھی دیجئے۔

مرد صالح: اے شفیق! اللہ تبارک و تعالیٰ کی ظاہری اور باطنی نعمتیں ہمہ وقت ہمارے ساتھ ہیں۔ اپنے رب کے ساتھ نیک گمان رکھو۔

یہ فرما کر پیالہ حضرت شفیق طینی کے حوالہ کر دیا۔ حضرت شفیق بیان کرتے ہیں اس میں شکر آمیز نہایت خوشبودار ستوتھا۔ بخدا اس سے لذت کوئی فحش میں نہ پائی زندگی میں نہیں پی ہوگی۔ اس کا اثر یہ ہوا کہ میری بھوک پیاس مٹ گئی۔ اور کئی روز تک اس طرح رہا کہ کھانے پینے کی کوئی خواہش نہ ہوتی۔ پھر اس جوان صالح سے

وہاں ملاقات نہیں ہوئی۔ جب ہم لوگ مکہ معظمہ میں پہنچے۔ آدھی رات کو ذخیرہ آب کے پاس میں نے ایک شخص کو نماز پڑھتے دیکھا۔ عجز دنیا زاد آہ و گریہ میں ڈوبی ہوئی نماز غور سے دیکھا تو وہی میرا صاحب واقعہ تھا۔ اس نے تمام شب اسی طرح گزار دی۔ صبح کے وقت مصلے ہی پر بیٹھا تسبیح خوانی کرتا رہا۔ پھر نماز فجر پڑھی خانہ کعبہ کا طواف کیا۔ اور مسجد حرام سے نکلا وہاں اس کے غلام و خدام نظر آئے۔ حضرت شفیق نے دوران سفر جس حال میں دیکھا تھا یہاں اس سے مختلف پایا لوگ اس کے گرد اگر جمع ہو گئے۔ سلام و آداب کرنے لگے۔

حضرت شفیق طبعی کو یہ دیکھ کر بہت حیرت ہوئی انہوں نے ان کے قریب ایک آدمی سے پوچھا یہ صالح جوان کون ہے؟ — جواب ملا، یہ حضرت امام موسیٰ بن جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہما ہیں۔

حضرت شفیق طبعی نے زبان اعتراف سے کہا۔ یقیناً ایسی عظیم کرامات و خوارق ایسے فرزند رسول ہی کے ہو سکتے ہیں۔ (ص ۱۲۲، ۱۲۳)

رسول پاک کے گلشن کا ایک اک بوٹا،

زمانے بھر کے گلستانوں سے نرالا ہے،

یہیں پہ دین و شریعت نے پرورش پائی

انہی کے دم سے طریقت کا بول بالا ہے

نبی کے لالوں کا سوزِ نفس ہے جیس سے

حرم میں نور ہے افصی میں بھی اجالا ہے

بدر

نگاہِ کشف :

مسجد حرام میں ایک کبل پوش فقیر کو حضرت ابو سعید خراذر رضی اللہ عنہ نے دیکھا وہ لوگوں سے کچھ سوال کر رہا تھا۔ انہوں نے دل میں سوچا۔ یہ شخص ضرور لوگوں پر بار ہوگا۔ — ادھر ان کے ذہن میں یہ بات ابھری، ادھر اس نے

نہیں، تو ہی میرا سوال ہے۔ تو ہی میری آرزو، اور تو ہی میری مراد ہے۔ کاش
مجھے اس بات کا علم ہو کہ تیری ملاقات کب نصیب ہوگی۔ میرا مقصود جنت کی نعمتیں
نہیں، مگر ہاں! جنت چاہتی ہوں تو صرف اس لئے کہ وہاں تیرا دیدار نصیب ہوگا
(ص ۱۲۳)

تو ہی محبوب ہے معبود ہے تو،
میرا مطلوب ہے مقصود ہے تو
قلب دیراں کو بسا دے تیرے
ہر گھر ٹی، ہر کہیں موجود ہے تو
خلد میں جلوہ عطا کر مجھ کو،
میں نہ راعب نہیں معبود ہے تو

بدر

صبر و توکل؛

توکل علی اللہ کے راہرو، شیخ ابو عبد الرحمن بن حنیف رضی اللہ عنہ حج کے لئے
روانہ ہوئے راہ میں بغداد ملا۔ اس سے گزرے مگر حضرت جنید بغدادی سے
بھی ملاقات نہیں کی۔ ریاضت و مجاہدہ کا یہ حال کہ چالیس روز تک نہ کچھ کھا یا نہ پیا۔
ہر وقت با وضو رہتے۔ بغداد سے آگے بڑھ کر دوران سفر بیابان سے گزر رہے تھے
پاکس کا غلبہ تھا۔ ایک کنواں نظر آیا جہاں انہوں نے دیکھا کہ اس کا پانی لبالب
ہے اور ہرن پانی پی رہا ہے۔ مگر جب یہ کنویں کے قریب پہنچے اور ہرن میراب
ہو کر روانہ ہو گیا تو کنویں کا پانی اندر چلا گیا۔ یہ دیکھ کر ان کے دل میں خیال آیا۔
مالک و مولا! میرے نزدیک میری قدر کیا۔ اس ہرن کے برابر بھی نہیں۔

اتنے میں آواز آئی، میں نے تیری آزمائش کی مگر تو نے صبر کا دامن چھوڑ دیا، جا
پانی پی ————— ہرن رکی ڈول کے بغیر تھا، اور تو رسی ڈول کے ساتھ ہے
نہج میں اور اس میں بڑا فرق ہے۔

یہ آواز غیبی سن کر شیخ ابو عبد الرحمن دوبارہ کنویں پر گئے تو پانی اس کی منڈ بڑک
 لبریز تھا۔ انہوں نے جھاگل کو پانی سے بھرا اور اسی پانی سے مدینہ منورہ تک لوہے
 سفر میں پیتے اور وضو کرتے رہے۔ مگر وہ ختم نہیں ہوا۔ حج و زیارت کے بعد اسی
 کے وقت جامع مسجد بغداد میں داخل ہوئے۔ شیخ ابو عبد الرحمن کو سید الطائفہ حضرت
 جنید بغدادی نے دیکھتے ہی فرمایا۔

اگر تم ذرا صبر سے کام لیتے تو پانی تمہارے پردوں تلے سے جاری ہوتا (ص: ۱۲۲)

ہر صبح کو غول پرندوں کا دانہ چگنے کو جاتا ہے
 جو جس کے نام کی روزی ہے ہر طائر اتنا پاتا ہے
 اللہ نگیباں ہوتا ہے اپنے متوکل بندوں کا
 گہرے کنویں کا پانی خود پیاسوں تک چل کر آتا ہے بدر

آبِ نیل سے زیادہ شیریں؛

ایک بندہ خدا جنگل بیابان میں سفر کر رہے تھے، انہوں نے ضعیف العمر بے
 سرو سامان، سر و پا پر ہنہ، خستہ حال مسافر کو بھی جاتے ہوئے دیکھا۔ اس کے جسم
 پر صرف دو کپڑے تھے۔ ایک کو تہنبد بنا کر پہن رکھا تھا۔ دوسرے کو چادر کی طرح
 اوڑھ لیا تھا۔ نہ اس کے پاس کوئی توشہ تھا۔ نہ پانی کا کوئی برتن، بندہ خدا نے
 سوچا کیا خوب ہو تاکہ یہ شخص اپنے ہمراہ کچھ لوٹا وغیرہ لے کر نکلتا تاکہ باسانی وضو وغیرہ
 کر سکتا۔ پھر کچھ سوچ بچ غیبی اس کے ساتھ ساتھ چلنے لگا۔ موسم بہت گرم تھا۔ کچھ دور
 چل کر اس نے ضعیف العمر شخص سے کہا۔ گرمی شدید ہے اور تیز دھوپ میں تم تنگ
 سر ہو۔ کپڑا جو کاندھے پر ہے اسے اپنے سر پر رکھ لو، تو کیا حرج ہے؟ — اس
 نے سنی ان سنی کر دی۔ اور چلتا رہا، کچھ راستہ ادا ملے ہوا۔ پیش کی دھب سے زمین
 گرم ہو گئی۔ اس نے پھر کہا۔ پاؤں گرمی سے جل رہے ہیں یہ میرے جوتے ہیں،
 کچھ دیر تم پہن کر چلو، کچھ دیر میں، پاؤں کو تھوڑا آرام مل جاتے گا۔ ضعیف العمر نے اسے

گھور کر دیکھا۔

ضعیف العمر: تم فضول باتیں بہت کرتے ہو، کیا تم نے یہ حدیث نہیں سنی۔

مِنْ حُسْنِ إِسْلَامِ الْمَرْءِ تَرْكُهُ انسان کی خوبی اسلام میں سے فضول بات
مَا لَا يَغْنِيهِ۔ کو چھوڑنا بھی ہے۔

بندہ خدا! میں نے یہ حدیث پاک سنی ہے۔

پھر دونوں خاموش ہو گئے اور سفر جاری رہا۔ وہ دونوں سمندر کے
کنارے آگئے اور چلتے رہے۔

ضعیف العمر: کیا تمہیں پیاس لگی ہے۔

بندہ خدا! ہاں! پیاس تو لگی ہے مگر اس بجائے تم میری پیاس کے لئے کیا کر سکتے ہو
مروضعیف نے اس کے ہاتھ سے پانی کا برتن لیا اور سمندر کے کنارے پانی
میں گھس کر اسے بھر لایا۔ اور کہا پیو۔ اس نے جب پانی پیا تو وہ دریائے نیل
سے زیادہ صاف اور شیریں تھا۔ وہ بندہ خدا کہتے ہیں کہ میں نے ان بزرگ کی
مصاحبت جا ہی مگر ناکام رہا۔ اور وہ پانی میں نے ایک بیمار دوست پر چھڑکا تو وہ
شفایاب ہو گیا۔ مگر میں پھر انہیں پیاس کا۔ رضی اللہ عنہ و نقیباہ آمین (ص: ۱۲۴، ۱۲۵)

دولت یقیں:

شیخ فتح موصی علیہ الرحمہ کو بیابان، ویرانے میں ایک نابالغ لڑکا ملا جو پیدل چل
رہا تھا۔ اور اس کے لب جنبش کمرہے تھے۔

شیخ فتح، السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

رد کا: وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

شیخ فتح: صاحبزادے کہاں کا ارادہ ہے؟

رد کا: بیت اللہ شریف کا،

شیخ فتح: ذیرب کیا پڑھ رہے ہو؟

لڑکا: قرآن مجید،

شیخ فتح: ابھی تو تم احکام شرعیہ کے مکلف نہیں ہو؟۔

لڑکا: مجھے پتہ ہے کہ موت مجھ سے چھوٹوں تک کو نہیں چھوڑتی۔

شیخ فتح: صاحبزادے اس کم عمری میں تم نے اتنے عظیم سفر کا ارادہ کیا ہے تمہارے قدم چھوٹے ہیں اور راستہ لمبا،

لڑکا: شیخ محترم! میری ذمہ داری قدم اٹھانے تک کی ہے۔ منزل تک پہنچانا اللہ تعالیٰ کے کرم پر ہے۔

شیخ فتح: زاد سفر اور سواری بھی تو تمہارے پاس نہیں؟۔

لڑکا: یقین میرا زاد سفر ہے، اور میرے پاؤں میری سواری،

شیخ فتح: میاں صاحبزادے! کچھ کھانا پانی تو ساتھ لے لیتے؟

لڑکا: عم محترم! کوئی عزیز اگر آپ کو اپنے گھر دعوت دے تو کیا آپ کو مناسب ہے کہ اپنی روٹی پانی ہمراہ لے کر جائیں۔

شیخ فتح: ہرگز نہیں،

لڑکا: میرے مالک و مولانے بندوں کو اپنے گھر بلایا، اپنے بیت اللہ کی زیارت

کا موقع غائب کیا، بندوں کے ضعف یقین نے انہیں زاد سفر لینے پر تیار کیا۔ مگر

میں اسے ناپسند کرتا ہوں۔ ادب پیش نظر رکھتا ہوں آپ کیا سمجھتے ہیں کہ وہ مجھے

ضائع کر دے گا۔

شیخ فتح: ہرگز نہیں۔

یہ باتیں کرنے کے بعد لڑکا وہاں سے غائب ہو گیا۔ اس کے بعد وہ شیخ فتح موصل کو مکہ معظمہ میں ملا۔ اور انہیں دیکھ کر بولا۔ شیخ محترم! آپ ہنوز ضعف یقین پر ہیں۔

(ص ۱۲۵)

منور اپنا بخند، شوم کر دے

یقین فولاد کو بھی موم کر دے

لگا عزم و یقین کی بد ہمبہ بند

یقین سے پانی میں لکھائی ہے آگ

یقین جس دل میں ہوتا ہے آماد وہ دل رہتا ہے غیر حق سے ناشاد
 یقین خود خضر راہ بندگی ہے
 یقین ایمان ہے اور زندگی ہے

بدر

رب کھلاتا ہے:

رہروان راہ سلوک میں سے ایک صاحب عرب کے دیرانے میں یکہ دتہا بے آپ
 دانہ مصروف ریاضت رہے۔ اسی دوران ان کے دل میں گرم سبزی اور روٹی کھا
 کی خواہش ہوئی۔ مگر پھر سوچنے لگے جس سبزی (باقلا) کی مجھے خواہش ہے۔ وہ تو
 عراق میں پیدا ہوتی ہے اور عراق یہاں سے لمبی مسافت پر ہے۔ اسی خیال میں تھے
 کہ کسی اعرابی نے آواز لگائی گرم باقلا اور روٹی، آگے بڑھ کر پوچھا۔ تمہارے پاس
 گرم باقلا اور روٹی ہے؟۔ اس نے کہا ہاں! اور اپنے جسم کی ایک چادر اتار کر کچا دی
 اس پر وہی سبزی اور روٹی گرم گرم رکھ دی۔ اور تقاضا کر کے پیٹ بھر کھلایا۔
 جو بھی بار اس نے مزید کھانے کا تقاضا کیا۔ تو انہوں نے پوچھا۔ اس ذات کی قسم
 جس نے آپ کو میرے لئے اس بیابان میں بھیجا۔ بتائیے آپ کون ہیں؟۔
 اعرابی نے کہا میں خضر ہوں اور غائب ہو گئے۔ سلام اللہ ورضوانہ
 علیہ۔ (ص ۱۲۶)

تلقینِ میت:

مکہ معظمہ میں ایک جنازہ کی تدفین کے بعد ایک شخص تلقین کرنے لگا اس وقت
 شیخ نجم الدین اصفہانی مسکراتے لگے۔ لوگوں نے وجہ پوچھی تو فرمایا۔ تلقین کرنے
 والا بیٹھا دساحب قبر نے کہا۔ اَلَا تَعْبُدُوْنَ مِثْلَ مَيْتٍ بَلَقْنِ حَيًّا۔ کیا تم لوگوں
 کو تعجب نہیں کہ مردہ زندہ کو تلقین کر رہا ہے۔ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ وَنَفَعْنَا
 بِہ۔ ۱۰۱۔ (ص ۱۲۷)

طے ارض:

مرکز عارفان، مورد کمالاں، مدینہ منورہ میں خاص مرتقد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سرشام ایک سالک نے کسی عجمی زائر کو دیکھا جو سرکار سے رخصت ہو رہا تھا۔ بزرگ نے اس شخص میں روحانی کمال کے آثار دیکھ کر اس کے پیچھے چلنا شروع کیا۔ مسجد ذوالحلیفہ میں جا کر درود شریف پڑھا، اور بلیہ کہا۔ بزرگ نے بھی ویسا کیا۔ اور ان کے پیچھے پیچھے چلنا شروع کیا۔

عجمی بزرگ: آخر تم کیا چاہتے ہو؟

میں آپ کی معیت کا خواہش مند ہوں۔

عجمی بزرگ: جی نہیں!

اگر مجھے اپنی صحبت سے محروم نہ کریں تو بڑا کرم ہوگا۔

عجمی بزرگ: اچھا ٹھیک ہے۔ اگر سچ پچ ساتھ رہنا چاہتے ہو تو میرے پیچھے چلے آؤ۔

چند ثانیہ دونوں آدمیوں کا سفر جاری رہا۔ سالک کو ان راستوں کی شناخت نہ ہوئی۔ رات کچھ گزری تو چراغوں کی روشنی نظر آئی۔ عجمی بزرگ نے کہا یہ مسجد عائشہ ہے تم آگے بڑھو گے یا میں چلوں۔

سالک نے کہا آپ جو پسند فرمائیں۔ عجمی بزرگ پہلے، اور سالک ان کے بعد مسجد میں پہنچے۔ سالک وہاں سو رہے، صبح ہوئی تو سالک مکہ معظمہ میں طواف سعی کر کے اس زمانے کے عظیم بزرگ شیخ ابوبکر کتانی علیہ الرحمہ کے پاس حاضر ہوئے شیخ اس وقت دیگر مشائخ کی جھرمٹ میں تشریف فرما تھے۔ انہیں دیکھا تو سلام و کلام کے بعد پوچھا۔ مدینہ منورہ سے کب آئے۔

سالک: رات آیا ہوں۔

شیخ کتانی: وہاں سے کب چلے تھے۔

سالک، شب گزشتہ (اس کے بعد سالک نے سارا واقعہ ذکر کیا تو سب لوگ تعجب سے دیکھتے رہ گئے)

شیخ کتانی: شاید تم نہیں جانتے کہ تم نے رات کس کے ہمراہ یہ سفر کیا۔ یہ حضرت ابو جعفر دامغانی تھے۔ اس کے بعد شیخ کتانی نے اپنے ساتھیوں کو فرمایا کہ جاؤ اور شیخ دامغانی کو تلاش کرو اور سالک کی طرف متوجہ ہوئے۔

میرے عزیز! تمہارے احوال تو ایسے نہیں ہیں کہ تم ایک شب میں مدینہ منورہ سے بلکہ پہونچ جاؤ۔ بناؤ حضرت دامغانی کے ہمراہ چلتے ہوئے زمین تمہارے قدموں تلے کیسی محسوس ہو رہی تھی۔

سالک: بالکل اس طرح جیسے موج رواں کشتی تلے محسوس ہوتی ہے۔

(ص ۱۲۷، ۱۲۸)

گر یہ شکر:

ہمارے جان و دل قربان ہوں مکہ معظمہ، سوق اللیل کے اس مکان کی دلیر پوچھاں کوئین کے سرتاج، رحمتِ دو عالم، سرکارِ محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ولادت ہوئی۔

اس دلیر پر یہ حضرت ابراہیم ادہم رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے آنسو بہا رہے ہیں راستہ تنگ ہے، لوگوں کی آمد و رفت ہے۔ انہیں اسی حال میں دور سے حضرت سفیان بن ابراہیم نے دیکھا، حضرت ابراہیم بن ادہم کی نظر سفیان پر پڑی تو دیوار سے چپک رہے۔ سفیان قریب پہونچ گئے۔ اس مقام مبارک پر درود پڑھا اور حضرت ابراہیم سے رونے کی وجہ دریافت کی اور پوچھا یہاں رونا کیسا ہے؟ حضرت ابراہیم: اچھا ہے۔

نقیض حال کے لئے حضرت سفیان نے دوہن بار چکر لگا لگا کر انہیں دیکھا۔ ہر بار روتے ہی پایا۔ وجہ گریہ جاننے کے لئے حضرت سفیان نے جب کئی بار تقاضا کیا

تو جواب ملا۔

حضرت ابراہیم: بیس سال کا عرصہ ہوا مجھے سبکنا (ایک قسم کی دلیا، جو کھانا ہوا گیہوں سرکہ، مصری یا شکر، گوشت اور کشمش ڈال کر بنتی ہے) کھانے کی خواہش ہوتی تھی رات کیا ہوا کہ خواب میں ایک خوبصورت جوان سے ملاقات ہوئی۔ اس کے ہاتھ میں ایک سبز رنگ کا پیالہ تھا، جس سے بھاپ نکل رہی تھی، اور سبکنا کی خوشبو پھیل رہی تھی۔ اس نے لا کر مجھے دیا اور کہا۔ ابراہیم! اسے کھاؤ، میں نے کہا۔ جو چیز خدا کے لئے ترک کر دی ہو کیسے کھاؤں؟۔ اس نے کہا کیا خود خدا ہی اگر کھلائے پھر بھی نہیں کھاؤ گے بچہ! اسکی اس بات کا میں کوئی جواب نہ دے سکا۔ سوائے اس کے میری آنکھوں سے اشک جاری ہو گئے۔ اس نے پھر تعاضا کیا لو کھاؤ، اللہ تعالیٰ تم پر رحم فرمائے۔ میں نے کہا ہمیں یہ حکم ہے کہ بغیر علم کے کوئی چیز اپنے برتن میں نہ ڈالیں۔ اس جوان نے پھر کہا۔ اللہ تعالیٰ تم سے درگزر فرمائے کھاؤ، یہ طعام مجھے جنت کے دار و دروازے لاکر دیا ہے۔ اور کہا ہے کہ اے خضر! یہ لے جا کر ابراہیم کو کھلاؤ۔ اللہ تعالیٰ نے اس کی جان پر رحم فرمایا ہے اس نے عظیم ممبر کیا اور خود کو خواہشات سے روکا۔ تمہیں اللہ تعالیٰ نے کھلا رہا ہے اور تم منع کر رہے ہو؟۔ اے ابراہیم! میں نے فرشتوں سے سنا ہے کہ جس شخص کو بے مانگے دیا جائے اور وہ شے اس کا انجام یہ ہو گا کہ ایک وقت طلب کرے گا اور نہ پائے گا۔ میں نے کہا اگر ایسا ہی ہے تو میں تمہارے رد و رد موجود ہوں۔ خدا کا یہ عہد اب تک نہیں توڑا ہے۔

ابھی اتنی بات ہوئی تھی کہ ایک دوسرا نو جوان وہاں آیا۔ اور اس نے حضرت خضر کو کچھ دیا۔ اور کہا: تعبی بنا کر ابراہیم کے منہ میں اپنے ہاتھ سے کھلا دو۔ اس کے بعد میں حضرت خضر کے ہاتھ سے کھانا رہا۔ جب میں سو کر بیدار ہوا تو کھانے کا ذائقہ میری زبان پر، اور رنگ زعفران ہونٹوں پر موجود تھا۔ میں نے چاہ زمزم پر جا کر منہ دھویا، کلی کی مگر نہ زبان سے لذت دور ہوئی نہ لبوں سے رنگ زعفران،

حضرت سفیان نے ان کے ہونٹوں پر غور کیا تو اس وقت بھی رنگ زعفران موجود تھا۔ حضرت سفیان نے یہ دیکھ کر وہیں کھڑے کھڑے حضرت ابراہیم ادہم رضی اللہ عنہ کے وسیلہ سے اپنے حق میں دعا کی۔ اور دیر تک مناجات کرتے رہے۔ (ص ۱۲۸، ۱۲۹)

پاسِ عہد:

حضرت ابراہیم بن ادہم رضی اللہ عنہ نے جب راہِ مولا میں قدم رکھا اور اپنا گھر بار چھوڑ کر دشتِ نوردی اختیار کی۔ اس وقت ان کی اہلیہ کی گود میں ایک شیر خوا بچہ تھا۔ ایک بار شیخ دوران حج طواف میں مشغول تھے۔ ایک نہایت حسین و جمیل نوجوان کو دیکھ کر رونے لگے۔ اس کے چہرے کی خوبصورتی، اور حسنِ مردانہ پر دیکھنے والے غش غش کرتے تھے۔ شیخ کی حالتِ گریہ دیکھ کر لوگ طرح طرح کی باتیں کرنے لگے۔ ایک شخص بولا شیخ کو غفلت نے گھر رکھا ہے۔ آخر اس نوجوان کو دیکھ کر رونے کا سبب کیا ہے؟ فرمایا۔

جانِ برادر! میں نے اپنے مالک و مولا سے ایک عہد کیا ہے جسے توڑنے کا مجھے یارا نہیں، ورنہ اس جوان کو قریب بلاتا، اور اسے اپنے سینے سے چماتا۔ یہ میرا نورِ نظر اور رحمتِ جگر ہے۔ میں نے اسے کس چھوڑا تھا۔ مجھے رب تعالیٰ سے شرم آتی ہے کہ جس کو اس کے خیر یاد کیا۔ اسے پھر کس طرح قریب کر دوں۔۔۔ برادر تو میرے فرزند کے پاس جا۔ اور میری طرف سے اس کو غائبانہ سلام پہنچا۔ ممکن ہے اس طرح میرے بچے میں دل کو کچھ تسلی نصیب ہو۔

فرستادہ جب جوان کے پاس پہنچا، اور کہا اللہ تعالیٰ تمہارے والد گرامی کو برکتوں سے نوازے۔ لڑکے نے باپ کا ذکر سنا تو کہنے لگا۔

عمِ محترم! کہاں ہیں میرے والد گرامی؟ وہ تو مجھے بچپن میں چھوڑ کر رب تعالیٰ کی طلب میں پلے گئے۔ کاش! میں ایک بار ان کا دیدار کر لیتا پھر جاؤں میرا دم نکل

مدد کو آگے جب بھی پکارا یا رسول اللہ:

ایک جوان کو لوگوں نے طواف کعبہ کرتے ہوئے دیکھا وہ درود شریف پڑھ رہا تھا۔ وجہ پوچھی گئی تو اس نے بیان کیا کہ میں اپنے باپ کے ہمراہ حج کے ارادے سے روانہ ہوا۔ راہ میں ان کا مزاج ناساز ہو گیا۔ حالت خراب ہوئی اور وہ انتقال کر گئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُونَ۔۔۔۔۔ ان کا چہرہ سیاہ، اور آنکھیں زرد ہو گئیں، شکم پھول گیا۔ یہ دیکھ کر مجھے رونا آ گیا۔ دبا ر غیر اور مسافرت کی حالت میں، اس حادثہ سے میں نہایت پریشان ہوا۔ رات کو مجھے چند لمحہ کے لئے نیند آئی تو میں نے خواب میں حضور سرور کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زیارت کی، حضور سفید لباس زیب تن کئے ہوئے تھے۔ عطر کی خوشبو کا جاں نواز جھونکا سر کا کے جسم مبارک سے پھوٹ رہا تھا۔ میرے باپ کی لاش کے پاس تشریف لا کر سرکار نے ان کے چہرے پر دستِ انور پھیرا۔ فوراً ہی ان کا سیاہ چہرہ دودھ سے زیادہ سفید اور روشن ہو گیا۔۔۔۔۔ شکم پر دستِ مبارک پھیرا، وہ برابر ہو گیا۔ حضور جب واپسی کے لئے پٹے تو میں نے اٹھ کر راتے مبارک کا گوشہ تمام لیا اور عرض گزار ہوا۔

اے سید و سرور! اس ذاتِ والا کا واسطہ جس نے ہماری حالت غربت میں آپ کو بھیجا۔۔۔۔۔ آپ کون ہیں؟۔

فرمایا۔

تم نے نہیں پہچانا، میں محمد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) ہوں۔ تیرا باپ نافرمان عامی تھا مگر مجھ پر کثرت سے درود پڑھتا تھا۔ جب یہ مصیبت میں گر قار ہوا تو مجھ سے استمداد کی اور میں فریاد کو پہنچا۔ میں ہر اس شخص کا فریاد رس ہوں، جو مجھ پر کثرت سے درود بھیجتا ہو۔

حضور کی شانِ شفاعت میں، میں نے کہا۔

عَلَيْكَ صَلَوةُ اللَّهِ يَا مُجَاهِدُ
 إِذَا قُبِلْتُ يَوْمَ الْحِسَابِ جَهَنَّمُ
 لَهُ شَرَفٌ الْعَالِي عَرْشٌ مُكْرَمٌ
 وَذَا مَوْا شَفِيعًا يَسْتَفَاتُ بِجَاهِهِ

(ص: ۱۳۲)

صبر کا پھل :

لواف بیت اللہ کے دوران شیخ ابوالحسن سراج کی نظر ایک عورت پر پڑی وہ نہایت حسین و جمیل اور خوب دھنسی۔ شیخ نے اپنے آپ سے کہا۔ بخدا میں نے آج تک ایسا چہرہ نہیں دیکھا۔ شاید یہ اس کی خوشحالی اور فکر و علم کی آزادی کی وجہ سے ہو۔

عورت نے شیخ کی بات سن لی، اس نے کہا کیا کہہ رہے ہو؟ — واللہ میں غموں میں گرفتار، اور فکروں سے زخمی ہوں۔ اور کوئی میرے ساتھ میرا غم بانٹنے والا بھی نہیں — شیخ نے کہا۔ تجھے کیا غم ہے؟ عورت بولی، میرے شوہر نے ایک بکری کو قربان کیا۔ میرے دو چھوٹے لڑکے کھیل رہے تھے ایک شیرخوار گود میں تھا، میں کھانا پکانے میں مصروف تھی۔ دونوں لڑکوں میں سے بڑے نے دو سکرے سے کہا۔ آؤ میں تمہیں بتاؤں ابا جان نے بکری کو کیسے ذبح کیا۔ چھوٹے نے کہا ہاں بتاؤ، بڑے نے چھری ہاتھ میں لی بھائی کو زمین پر لٹایا اور ذبح کر دیا۔ بھائی کا خون اور تڑپنا دیکھ کر خود پہاڑ پر بھاگ گیا۔ اس کا باپ اس کی تلاش میں گیا۔ مگر اسے نہ پاسکا — کیونکہ اس بیٹے کو بھڑیے نے پھاڑ کھایا تھا۔ میرا شوہر بھی پہاڑ سے زندہ واپس نہ آ سکا۔ پیاس کی شدت اور گرمی نے اس کی بھی جان لے لی۔ ذبح شدہ لڑکے کی آواز سن کر میں اسے دیکھنے گئی۔ اور شیرخوار بچہ کو چوہے کے پاس چھوڑ گئی تھی۔ اس نے گرم ہانڈی اپنے اوپر اندیل لی اور جل کر ہلاک ہو گیا۔ — میری ان تمام بچوں سے بڑی ایک بیٹی بھی تھی جس کی شادی ہو چکی تھی۔ وہ اپنے شوہر کے گھر رہتی تھی۔ ان

واقعات کی خبر اس کو پہونچی تو وہ صدمہ کو برداشت نہ کر سکی اور زمین پر تڑپ تڑپ کر مر گئی۔۔۔۔۔ اب صرف تنہا میں رہ گئی ہوں جو ان تمام غموں کا بوجھ لئے چل رہی ہوں۔

شیخ ابوالحسن نے سنا تو متعجب ہوئے اور پوچھا آخر تم ان پر صبر کیسے کرتی ہو عورت نے جواب دیا۔۔۔۔۔ جو بھی صبر اور بے صبری کو الگ الگ کر دے اسے دونوں کے درمیان نمایاں راہ مل جائے گی۔ خوشحالی ظاہر کر کے اگر صبر کر لیا تو اس کا انجام بہتر اور اس کا پھل میٹھا ہے۔ اور اگر بے صبری میں مبتلا رہا تو اس کا کوئی اجر و عوض نہ پائے گا۔۔۔۔۔ عورت نے شیخ سے یہ بات کہی اور ان کے پاس سے چلی گئی۔ (ص: ۱۳۳)

خواجہ خضر علیہ السلام:

ایک بار حضرت ابراہیم خواص علیہ الرحمہ دوران سفر شدتِ بیاس سے منہلوب بیہوش ہو کر گر پڑے۔ آنکھ کھلی تو دیکھا ایک حسین و جمیل مردان کے پہرے پر پانی چھڑک رہا ہے۔ وہ ایک شاندار گھوڑے پر سوار تھا۔ اس نے انہیں پانی پلایا اور انہیں اپنے ہمراہ لے لیا۔ حضرت ابراہیم نے تھوڑی دیر کے بعد خود کو مدینہ طیبہ میں پایا۔ اس پتہ سوار نے کہا اب تم جاؤ۔ اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں کہنا کہ آپ کے بھائی خضر نے سلام عرض کیا ہے۔ (ص: ۱۳۳، ۱۳۴)

سرکار کی میزبانی:

شیخ ابوالخیر انطع کا بیان ہے، وہ مدینہ طیبہ حاضر ہوئے، وہاں انہوں نے پانچ روز قیام فرمایا۔ اس مدت قیام میں کچھ کھانے کو نہ ملا، بھوک سے بے تاب تھے۔ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر انور پر حاضر ہوئے۔ سرکار اور خین کریمین پر سلام پیش کیا۔ اور عرض کیا یا رسول اللہ! آج میں آپ کا مہمان ہوں۔ کچھ دیر بعد منبر رسول

صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے جاسوئے۔ خواب میں نصیبہ جاگا اور زیارت رسول سے سرفراز ہوئے۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے دائیں، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو حضور کے بائیں، اور حضرت مولا علی رضی اللہ عنہ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے پایا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے شیخ ابوالخیر کو اٹھایا اور کہا۔ دیکھ سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم تیرے پاس تشریف لائے ہیں۔ شیخ ابوالخیر نے اٹھ کر حضور کی چشمان مبارک کے رخ میں بوسہ دیا۔ اس وقت تمام نعمت صلی اللہ علیہ وسلم نے شیخ ابوالخیر کو ایک روٹی عنایت فرمائی۔ انہوں نے خواب ہی میں آدھی روٹی کھالی۔ اور جب بیدار ہوئے تو آدھی روٹی ان کے ہاتھ میں موجود تھی۔ (ض: ۱۳۴)

تصوف کیا ہے؟

شیخ ابو جعفر سفار کئی دنوں تک جنگلوں میں سرگرداں رہے۔ اور بھوک پیاس کی وجہ سے کمزور ہو گئے۔ انہوں نے وہاں ایک شخص کو دیکھا نحیف و زار منہ کھولے آسمان کو تک رہا تھا۔ انہوں نے پوچھا یہاں کیوں کھڑے ہو؟۔ جواب دیا تم سے کیا سروکار؟۔ مالک و مولا اور اس کے بندے کے درمیان تم دخل کی والے کون؟۔ پھر ہاتھ سے راستے کی جانب اشارہ کیا۔ شیخ ابو جعفر اس راستہ پر چل پڑے۔ کچھ ہی دور گئے تھے کہ دو روٹیاں، گرم گرم گوشت، اور ایک گلاس پانی ایک جگہ رکھا تھا۔ انہوں نے آسودہ ہو کر کھایا۔ اور پانی پی کر سیراب ہو گئے پھر لوٹ کر اسی شخص کے پاس آ گئے۔

شیخ سفار: تصوف کیا ہے؟

شخص مذکور: بسر کرتے ہوئے ایک شے نمایاں ہونے والی تھی ہوئی جس نے ختم کر کے سب کچھ لوٹ لیا۔

شیخ ابو محمد عبد اللہ بن سعد مینی یا مینی فرماتے ہیں۔ یعنی تصوف وہ کشف ہے جو

اسرار پر دار و ہو کر بندے کو اچک لیتا ہے۔ اور اس کے مال و دولت کو لوٹ لیتا ہے۔ یہاں تک کہ بندہ اپنے لئے کچھ نہیں رکھتا۔

اسی ختم کی جانب شیخ ابوالغیث یمنی اشارہ فرماتے ہیں۔ اہل حضوری چار قسم کے ہوتے ہیں۔ ایک وہ جن کو خطاب ہوا تو وہ سراپا کان بن گئے۔ دوسرے وہ جنہیں مشاہدہ کرایا گیا تو وہ سراپا آنکھ بن گئے۔ تیسرے وہ جنہیں تمہلی کے انوار نے ختم کر دیا۔ چوتھے وہ جو شفاعت کی زبان مال ہیں۔ اور یہ سب سے بالکمال ہیں (ص ۱۲۴، ۱۲۵)

پیادہ حجاج کا رتبہ :

شیخ علی بن موفی رحمۃ اللہ علیہ ایک سال سواری پر سفر حج کے لئے روانہ ہوئے۔ حجاج کے قافلے میں بدل رواں دواں تھے۔ شیخ نے تبدیل چلنے والوں کو دیکھا، تو اپنی سواری پر ایک شخص کو سوار کر دیا۔ اور خود پیادوں کے ہمراہ چلنے لگے۔ فرماتے ہیں کہ چند لوگوں کے ساتھ راستہ سے الگ ہو کر چلنے لگا۔ ناگاہ مجھ پر اور میرے تمام ساتھیوں پر نیند کا غلبہ ہوا، سو گئے۔ میں نے خواب میں چند حسین و جمیل لڑکیوں کو دیکھا جو ہاتھوں میں سونے کے طشت اور چاندی کے ٹوٹے سنبھالے ہوئے تھیں۔ انہوں نے تمام تبدیل سفر کرنے والوں کے پاؤں دھلائے صرف مجھے چھوڑ دیا۔ پھر ان میں سے ایک نے کہا۔ کیا یہ بھی انہی لوگوں میں سے ہے دوسری نے جواب دیا۔ یہ تو سواری والا ہے۔ پہلی نے پھر کہا۔ سواری ساتھ ہونے کے باوجود ان کے ساتھ اس نے پیادہ پا چلنے کو ترجیح دی۔ اس لئے یہ بھی انہی میں سے ہے تو لڑکیوں نے میرے پاؤں بھی دھلائے جس کی وجہ سے ساری نکان بالکل ختم ہو گئی۔ (ص ۱۲۵)

حج کا ایصالِ ثواب :

حضرت شیخ علی بن موفی رضی اللہ عنہ نے پچاس سے زیادہ حج کئے۔ اور ان

سب کا ثواب حضور رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم اجمعین اور اپنے والدین کی ارواح کو بخش دیا۔ ایک حج باقی رہ گیا۔ ایک باب آپ عرفات کے میدان میں تھے۔ اور موقف میں حجاج کرام کی آوازوں کا شور سن رہے تھے۔ اس وقت انہوں نے بارگاہِ رب الصمد میں دعا کی۔

خداوند! ان حجاج میں اگر کوئی ایسا ہو جس کا حج نامقبول ہو تو میں نے اپنا یہ حج اسے بخش دیا تاکہ اس کا ثواب اسے مل جائے۔

اسی رات مقام مزدلفہ میں شب گزاری کے دوران خواب میں اللہ تعالیٰ کی زیارت سے مشرف ہوئے۔ اور یہ ارشاد سنا۔

اے علی بن موفی! میرے ہی اور پرخاوت کر رہا ہے۔ میں نے تمام اہل موقف، ان جیسے دو گئے چہار گئے لوگوں کی مغفرت کر دی۔ اور ان میں سے ہر ایک کی شفاعت اس کے گھر والوں، دوستوں اور پڑوسیوں کے حق میں قبول کی۔ اور میں اہل تقویٰ اور اہل مغفرت ہوں۔ (ص ۱۲۵)

اللہ جن کی قسم پوری فرماتا ہے:

بمیری جہاز میں بہت سے پیر و جوان سوار تھے۔ اتنے میں جہاز کے مالک کا دولت سے بھرا بٹوہ کھو گیا۔ اس نے اپنے خدام کو حکم دیا کہ تمام لوگوں کی تلاشی لی جائے۔ حضرت ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ بھی اسی کشتی میں موجود تھے۔ اور ایک حسین و جبل نوزانی پیشانی والا جوان بھی کشتی میں موجود تھا۔ سب کی تلاشی پوری ہو گئی۔ مگر بٹوہ برآمد نہیں ہوا۔ تلاشی لینے والے اب اس نوجوان کی طرف بڑھے۔ اور تمام مسافروں کی تعبیر اس نوجوان کو مشکوک نگاہوں سے دیکھنے لگی۔ مگر اس سے پہلے کہ تلاشی لینے والے نوجوان کے جسم پر ہاتھ لگاتے اس نوجوان نے ایک جست بمیری اور دریا کی لہروں پر اس طرح جا بیٹھا جیسے لوگ تخت پر بیٹھتے ہیں۔ سب کی نگاہیں بھٹی کی پتھر پر رہ گئیں۔ اس نے اپنے ہاتھوں کو بلند کر کے پکارا۔

اے میرے مالک و مولا! مجھ پر چوری کا الزام لگایا گیا۔ اے میرے قلب کے حبیب۔ میں تجھے قسم دیتا ہوں کہ تیری مخلوق میں سے جتنے جاندار پانی کے اس حصہ میں موجود ہیں تو انہیں حکم فرما کہ اپنا منہ جواہر دیا قوت سے بھر کر پانی سے باہر نکالیں۔

نوجوان کا جملہ ابھی تمام بھی نہ ہوا تھا کہ لوگوں نے دیکھا کہ سمندری جانور جہاز کے چاروں جانب اپنے دہن میں جواہر لئے ہوئے برآمد ہوئے۔ ان موتیوں کی چمک دمک سے ہر طرف روشنی روشنی ہو گئی۔ اور لوگوں کی نگاہیں خیرہ ہونے لگیں چند ثانیہ بعد نوجوان اپنی جگہ سے اٹھا۔ اوسط آب پر خراماں خراماں ناز و بخت سے یہ کہتا ہوا روانہ ہوا اَیَّاکَ نَعْبُدُ وَاَیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ یہاں تک کہ لوگوں کی نگاہ سے اوجھل ہو گیا۔ اس واقعہ کے راوی حضرت یحییٰ ذوالنون مصری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے اسی لئے سیاحت اختیار کی ہے کہ سفر میں اولیاء اللہ سے ملاقات ہو جاتی ہے۔ اور مجھے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان مبارک یاد آتا ہے۔ آپ نے ارشاد فرمایا۔

میری امت میں تیس نیک مرد ہمیشہ رہیں گے، جن کے قلوب سیدنا ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کے قلب پر ہوں گے۔ جب ان میں سے ایک کا انتقال ہو جائے تو اللہ تعالیٰ اس کی جگہ دوسرا بدل دیتا ہے۔ (ص: ۱۳۶)

بندگی کیا ہے کچھ نہ ہونا ہے :

حضرت ابراہیم خواص رحمۃ اللہ علیہ کو سفر کے دوران جنگل ویرانے میں سخت تکالیف کا سامنا درپیش ہوا۔ مگر انہوں نے خندہ پیشانی سے ان تکلیفوں پر صبر کیا۔ جب مکہ معظمہ پہنچے تو ان کے ذہن میں یہ خیال آیا کہ میں نے یہ بڑا کام کیا۔ اس خود بینی کا خیال آتے ہی انہیں دوران طواف ایک بوڑھی خاتون نے آواز دی۔

ابراہیم! میں بھی نبرے ساتھ اسی جنگل میں تھی۔ مگر میں نے جان بوجھ کر تجھ سے بات نہیں کی تاکہ تیری توجہ نہ بٹ جائے۔ یہ اپنے دل کا دوسوا نکال پھینک (ص ۱۳۶)؛
 شیخ ابوالحسن مزین رحمۃ اللہ علیہ نے جنگل ویرانہ میں ریاضت کی نیت سے ننگے پاؤں ننگے سر سفر اختیار کیا۔ دوران سفر ان کے ذہن میں یہ بات آئی کہ امسال اس طرح صعوبت سفر اٹھانے والا میرے سوا کوئی نہیں ہوگا۔ اتنے میں کسی نے پشت سے انھیں پکڑ کر کھینچا اور کہا۔

اے شخص! تو تک ان جھوٹی باتوں میں گرفتار رہے گا (ص ۱۳۶)؛
 ایک مرد حق نے فرمایا۔ ترک نفس ہی وصال حق ہے۔ اور وصال نفس ترک حق؛
 نیز کسی نے فرمایا۔ جبر آتش ہے اور وصل جنت، کسی اور نے فرمایا۔ رب تعالیٰ نے اپنے تمام بندوں کو معرفت بخشی۔ جسے معرفت کا جتنا حصہ ملا اسی لحاظ سے بلاؤں پر صبر کی قوت عطا ہوئی۔ (ص ۱۳۶)؛

چہار خصال درویشی:

حضرت سمنون رضی اللہ عنہ اکابر صوفیہ میں ہوتے ہیں۔ انہیں کسی نے طواوینا بہت اللہ کے دوران نہایت خوش اور ناز و داد سے چلتے ہوئے دیکھا۔ اس نے کہا اے شیخ! آپ کو بارگاہ رب العالمین میں کھڑے ہونے کی قسم دیتا ہوں مجھے بتائیں کہ آپ کس طرح اللہ کو بل گئے۔ بارگاہ رب العالمین میں کھڑے ہونے کا ذکر سن کر شیخ سمنون بیہوش ہو گئے۔ جب ہوش میں آئے تو فرمایا۔

جان پدر! میں نے خود پر پانچ خصلتیں لازم کر لی ہیں۔

● جو کچھ مجھ میں زندہ تھا (خواہش نفسانی) میں نے اسے مار ڈالا، اور جو شے مردہ تھی (حیات دلی) اسے زندہ کر لیا۔

● جو نظروں سے اوجھل تھا (عالم آخرت) میں نے اسے سامنے رکھا، اور جو سامنے تھا (عالم دنیوی) اسے اوجھل کیا۔

بیتِ عتیق کا طواف کیا کرو۔ (ص: ۱۳۸)

متوگلوں کا رزق:

شیخ ابو یعقوب بصری رحمۃ اللہ علیہ ایک بار حرم شریف میں دس روز تک بھوکے رہے۔ جسم میں تغاہت کا احساس ہوا۔ دل میں خیال آیا دیرانے کی جانب نکل جاؤں لیکن ہے کچھ مل جائے تو اس سے بھوک دفع کر لوں گا۔ دیرانے میں پہنچے تو ایک سلجم راستہ میں ملا مگر وہ سڑا ہوا تھا۔ اٹھانے کو تو اٹھالیا مگر اندر سے طبیعت میں تکرر پیدا ہوا کہ دس روز کی بھوک کے بعد تمھارے حصے میں کیا یہ سڑا سلجم ہی رہ گیا ہے؟۔۔۔۔۔ پھینک دیا اور پھر مسجد حرام میں لوٹ آئے۔ تھوڑی دیر بعد ایک شخص آیا۔ اور انکر شیخ کے رو برو بیٹھ گیا۔ اور ایک تھیلی کھولنے لگا۔ اور کہا یہ پانچ سو اشرفیاں آپ کے لئے ہیں۔ شیخ نے کہا میرے لئے کیوں؟ اس نے جوابا کہا۔

میں دس روز پہلے سمندری سفر کر رہا تھا۔ اور ہمارا جہاز غرقاب ہونے کے قریب تھا۔ تمام سواروں نے اپنے اپنے طور پر الگ الگ نذرین مانیں کہ کسی طرح غرقابی سے نجات مل جائے۔ میں نے یہ عہد کیا کہ زندہ بچ جاؤں تو یہ پانچ سو اشرفیاں خانہ کعبہ میں داخل ہو کر مجاورین میں سے اس شخص کی نذر کر دوں گا جس پر میری نگاہ پہلے پڑے۔ اور اب ہی پہلے شخص ہیں جن کو میں نے دیکھا۔ لہذا یہ قبول کیجئے۔۔۔۔۔ شیخ نے کہا تھیلی کھولو! تا جبر نے تھیلی کھولی تو اس میں روٹی، مصری، بادام کے چھلے ہوئے دانے اور شکر پارے تھے۔

شیخ نے اس میں سے ایک مٹھی لے لیا۔ اور کہا ملے جاؤ بقیہ اپنے گھر والوں میں تقسیم کر دینا یہ میری طرف سے انہیں ہدیہ ہے۔ شیخ فرماتے ہیں پھر میں نے اپنے دل میں کہا۔ اے نفس! تیری روزی دس دن سے تیری طرف چل کر آ رہی تھی۔ اور تو اسے دھونڈنے دیرانے میں گیا تھا۔ (ص: ۱۳۸)

عجب ہے تری شانِ حاجتِ روائی؛

مصر سے مکہ منظم جانے والی راہ پر شیخ بنان حال رحمۃ اللہ علیہ محو سفر تھے۔ ساتھ میں زاد سفر بھی تھا۔ ایک خاتون ملی اس نے کہا۔ تم واقعی حمال ہو، پیٹھ پر بوجھ لا کر چلتے ہو، کیا تمہارا خیال ہے کہ رہ تمہیں روزی نہ دے گا؟۔۔۔ عورت کی یہ بات سن کر شیخ کو غیرت آئی اور توشہ راہ میں بانٹ دیا۔ اس کے بعد سفر کرنے کرتے تین روز گزر گئے۔ اور انہوں نے کچھ نہیں کھایا۔ بھوک تیز ہونے لگی یک بیک انہیں راستہ میں ایک زیور (پازیب) ملا۔ انہوں نے سوچا اٹھالوں اس کا مالک آئے گا تو ممکن ہے مجھے کچھ دیے۔۔۔ اتنے میں وہی عورت پھر آئی پہنچی۔ اور کہا تم تو ایک بوپاری ہو، کہتے ہو اس کا مالک بیگا تو اس سے کچھ لوں گا۔ عورت نے یہ کہہ کر شیخ بنان کی طرف کچھ درہم ڈال دیئے۔ شیخ فرماتے ہیں کہ وہ درہم میرے لئے سیرا پس تک کافی ہوئے۔ (مس ۱۳۹)

وصفِ محبت:

ایام حج میں وادی القریٰ اہل اللہ کا مرکز خاص بن جاتی ہے۔ صوفیہ کرام، اور عارفانِ حق کا ایسا ہی اجتماع تھا۔ اور محبتِ حق کے عنوان پر باتیں ہو رہی تھیں مشائخ اپنے اپنے خیالات کا اظہار فرما رہے تھے۔ حضرت شیخ جنید بغدادی رضی اللہ عنہ بھی وہاں موجود تھے۔ اس وقت آپ ان صوفیہ کرام میں سب سے کم عمر تھے۔ لوگوں نے گزارش کی تم بھی کچھ کہو۔ شیخ ابو بکر کتانی کا بیان ہے امام الطائفہ جنید رضی اللہ عنہ نے سر جھکایا اور آنکھوں سے اشک رواں ہو گئے۔ پھر فرمایا۔

محب دہے جو خود رفتہ ہو جائے۔ ذکرِ حق سے حاصل ہو، اس کا حق ادا کرتا ہو اللہ تعالیٰ کی جانب دل سے دیکھتا ہو۔ اس کے قلب کو انوارِ ہیبت نے سوختہ

کر دیا ہو۔ اس کے لئے حبِ اللہ کی مئے شفاف کا جام ہو۔ عالم غیب کے پردوں سے ربِ اتماء اس کے لئے ظاہر ہو چکا ہو۔ کلام کرے تو حق کے ساتھ، حرکت کرے تو خدا ہی کے حکم سے، سکون پائے تو خدا ہی کے ساتھ، اور خدا ہی کے لئے، اور خدا ہی کے ہمراہ،

امام الطائفہ جنید بغدادی رضی اللہ عنہ کا یہ کلام شکر تمام موجود مشائخ پر گریہ طاری ہو گیا۔ سب نے بیک زبان کہا۔ اس سے زیادہ اور کوئی کیا ہے۔ اے عارفوں کے سرتاج مولایک آپ کو اور زیادہ فہم و دانائی اور علم و عرفان عطا فرمائے (ص ۱۳۹)

اسرارِ روحانی:

شب جمعہ چٹکی ہوئی چاندنی میں جامع مسجد کوفہ کے ارادہ سے حضرت ضحاک بن مزاحم اپنے دولتکدہ سے برآمد ہوئے۔ مسجد میں قدم رکھتے ہی ان کی نظر ایک جوان صالح پر پڑی۔ حضرت ضحاک نے پہلی ہی نظر میں یقین کر لیا کہ یہ کوئی دلی اللہ ہے قریب گئے تاکہ اس کی مناجات اور دعائیں سن سکیں۔ وہ کہہ رہا تھا۔

اے صاحبِ عز و شرف! میرا اعتماد اور بھروسہ بھی پر ہے، جو تجھے اپنا مقصود و مطلوب قرار دے لے وہ مسعود ہے۔ وقت کی قدر اسی نے کی۔ جو شب بھر خوف و ہراس میں رہا اپنے رب کریم ہی کی طرف اپنے دکھ و درد کی شکایت لاتا ہو۔ حالانکہ اسے نہ کوئی بیماری ہے نہ مرض، بس اتنا ہے کہ مولیٰ کا عشق اس پر حاوی ہے۔ جب شب نماز میں اپنے مالکِ حقیقی سے عاجزی کر رہا ہو تو رب کریم اس کی دعا قبول فرمائے اور اس کی صدا پر لبیک کرے۔ (جوان صالح نے یہ جملہ بار بار دہرایا)

حضرت ضحاک گریہ و زاری کے ساتھ اس کی دعا سنتے رہے اور خود بھی اس کے ہمراہ آنسو بہاتے رہے۔ اس کے بعد جوان صالح نے کچھ اور بھی کہا جس کا مفہوم یہ تھا۔

شیخ نے نور دیکھا اور یہ صدا سنی اسے میرے بندے میں حاضر ہوں تو میری پناہ میں ہے۔ اور نوجو کچھ کہہ رہا ہے میں سن رہا ہوں۔ فرشتے تیری آواز سننے کے شائق ہیں۔ میں نے تیری خطائیں معاف کر دیں۔

حضرت ضحاک بن مزاحم علیہ الرحمہ نے جو ان صالح کو سلام کیا۔ اس نے جواب دیا انہوں نے کہا۔ رب تعالیٰ تمہاری راتوں میں برکت عطا فرمائے اور تم پر رحم کرے تم کون ہو؟

جو ان صالح، میں سلیمان کا بیٹا راشد ہوں۔

حضرت ضحاک نے پہلے ہی سے اس نوجوان کے حالات سن رکھے تھے۔ اور اسے سے مشتاق ملاقات تھے۔ آج مل کر بید خوش ہوئے۔ حضرت ضحاک: کیا مجھے بھی اپنے ہمراہ رکھ سکتے ہو؟

جو ان صالح: یہ کیسے ممکن ہے، جو خلوت میں رب العالمین سے دعا و مناجات کا لذت چشیدہ ہو وہ مخلوق سے کیوں محبت کرے؟۔ بخدا اگر کوئی عارف حق دور حاضر کے مشائخ کو دیکھے تو ضرور کہے گا کہ یہ لوگ قیامت کا یقین نہیں رکھتے۔

یہ کہہ کر جو ان صالح وہاں سے غائب ہو گیا۔ حضرت ضحاک کہتے ہیں کہ معلوم نہیں وہ آسمان پر اڑ گیا یا زمین میں روپوش ہو گیا۔ مجھے اس کی جدائی کا بحد قلق ہوا۔ میں نے بارگاہ رب الصمد میں دعا کی خدا یا! موت سے قبل مجھے ایک بار پھر اس سے ملا دے۔ حضرت ضحاک فرماتے ہیں ایک سال میں حج کو گیا۔ تو راشد بن سلیمان کو کعبۃ اللہ کے سامنے میں دیکھا۔ اس کے ارد گرد لوگوں کا حلقہ تھا۔ لوگ اسے سورۃ انعام پڑھ کر سن رہے تھے۔ مجھے دیکھ کر مسکرایا، اور کہا یہ علما کی نوازش اور اولیاء اللہ کا انکسار ہے اور مصافحہ و معانقہ کیا۔ اور کہنے لگا آپ کی موت سے قبل ایک بار ملاقات کی دعا قبول ہوئی۔ اللہ کا بحد شکر ہے۔

حضرت ضحاک نے کہا۔ اُس شب تم نے جو کچھ دیکھا اور سنا تھا مجھے بتاؤ۔ اس سوال پر صالح جو ان نے زور سے چیخ ماری۔ گویا اس کے دل کا پردہ نش ہو گیا۔ اور

زمین پر بے سدھ گر پڑا۔ قرآن مجید سنانے والے ایک ایک کر کے چلے گئے۔ کچھ دیر بعد
افاقہ ہوا تو کہا۔ ان اسرار کو بیان کرنے میں قلوب اولیاء اللہ کے اندر کیسی ہیبت
و خوف ہے آپ سے مخفی نہیں۔

حضرت ضحاک: یہ قرآن مجید سنانے والے کون لوگ تھے؟
صالح جوان: یہ جن تھے۔ پرانی شناسائی کی وجہ سے میں ان لوگوں کا احترام کرتا
ہوں۔۔۔۔۔ یہ لوگ مجھے قرآن سناتے ہیں۔ اور ہر سال حج میں میرے ہمراہ
ہوتے ہیں۔

جوان صالح راشد بن سلیمان نے اس کے بعد کہا۔ رب تعالیٰ مجھے اور نہیں
بہشت میں جمع فرمائے، جہاں پھر جدائی نہیں ہوگی۔ اور نہ ہی وہاں رنج و غم والہم کا
شائبہ ہوگا۔ اس کے بعد وہ پھر نظر دس سے غائب ہو گیا۔۔۔۔۔ رضی اللہ
عنہما و نفعنا بہما۔ (ص: ۱۳۹، ۱۴۱)

وسیلہ رزق:

مسجد حرام میں ایک عابد خداوند کریم سے کو لگائے بیٹھا رہتا تھا۔ سوائے عبادت
ور یاضت کے تمام دنیاوی ملائق سے کنارہ کش ہو گیا تھا۔ دن بھر درود رکھتا۔
روزانہ شام کو ایک شخص اسے دو روٹیاں لاکر دے دیتا۔ وہ انہی سے افطار کر لیتا۔
اور پھر دو سکر دن تک کے لئے عبادت میں لگ جاتا۔

ایک روز اس کے دل میں بات آئی کہ یہ کیسا توکل ہے کہ ایک انسان کی
دی ہوئی روٹیوں پر تکبہ کر کے بیٹھے ہو۔ اور جو ساری خلقت کا رازق ہے، اس پر
بھروسہ نہیں۔ اس شام کو روٹیاں لے کر آنے والا آیا تو عابد نے واپس کر دیں۔
اسی طرح تین روز گزار دیئے۔ بھوک کا غلبہ ہوا، رب سے شکایت کی۔ شب کو
خواب دیکھا۔ رب تعالیٰ فرماتا ہے۔ میں اپنے بندے کے ذریعہ جو کچھ بھیجتا تھا، تو
نے اسے کیوں لوٹا دیا۔ عابد نے عرض کیا۔ مولا! میرے دل میں خیال آیا کہ تیرے

سواد سکے پر تکیہ کر بیٹھا ہوں۔ رب تعالیٰ نے فرمایا۔ وہ روٹیاں کون بھیجا کرتا تھا۔

عابد نے عرض کیا، خداوند! تو ہی بھیجنے والا ہے۔

حکم ہوا، اب جو میں بھیجوں اسے لے لینا، واپس نہ لو مانا۔

اسی وقت یہ بھی دیکھا کہ روٹیاں لانے والا شخص حضور رب العالمین میں حاضر ہے

رب تعالیٰ نے اس سے پوچھا تو نے اس عابد کو روٹیاں دینی کیوں بند کر دیا۔ اس نے عرض کیا۔ اے مالک و مولا تجھے خوب معلوم ہے۔

پھر پوچھا اے بندے! وہ روٹیاں تو کسے دیتا تھا۔ عرض کیا۔ میں تو تجھے دیتا تھا

ارشاد ہوا تو اپنا عمل جاری رکھ، میری طرف سے تیرے لئے اس کے عوض میں جنت ہے۔ رضی اللہ عنہما۔ (ص: ۱۴۱)

موسم سے بے نیاز:

حضرت ابوسلمان دارانی کے ہمراہ احمد بن حواری مکہ معظمہ کا سفر کر رہے تھے۔ راستے میں سواری سے پانی کی چھانگل گر گئی۔ حضرت ابوسلمان دارانی کو خبر دی گئی تو انہوں نے دھاک کی۔ اے گمشدہ چیزوں کے ملانے والے ہمارا مشکیزہ ہمیں لوٹا دے، چند لمحہ بعد ایک شخص آواز دیتا ہوا آیا یہ کس کا مشکیزہ ہے؟ ان لوگوں نے اپنا مشکیزہ لے لیا۔ شدید سردی کا موسم تھا۔ یہ لوگ پوستین پہنے ہوئے تھے۔ یہ لوگ اور آگے بڑھے تو انہیں ایک شخص نظر آیا، جس کے بدن پر دو مخدوش چادریں تھیں۔ اور جسم سے پسینہ نکل رہا تھا۔ حضرت ابوسلمان نے دیکھا تو پوچھا۔ اگر حاجت ہو تو ہم آپ کو سردیوں کا کچھ کپڑا دیدیں۔

اجنبی عارف: سردی و گرمی سب رب تعالیٰ کی مخلوق ہیں۔ اگر وہ حکم فرمائیگا تو یہ دونوں میرے پاس آئیں۔ اور وہ حکم فرمائے تو وہ دونوں مجھے چھوڑ دیں۔ میں تو میں برس سے اسی حال میں اس ویرانے میں پھرتا ہوں۔ نہ کبھی سردی میں ٹھنڈک

کی زیادتی سے کیا یا، نہ گرمی میں پسینہ نکلا۔ وہ سردی میں مجھے اپنی آتش عشق میں چھپاتا ہے۔ اور گرمی میں محبت کی ٹھنڈک سے نوازتا ہے۔

اے دارانی! تم کپڑے کی جانب اشارہ کرتے ہو اور زہد کو ترک کرتے ہو تو تمہیں سردی ستاتی ہے۔ اے دارانی! تم روتے چلاتے ہو اور ٹھنڈی ہوا سے آسائش پاتے ہو۔

حضرت دارانی نے فرمایا۔ مجھے اس آدمی کے علاوہ کسی نے نہیں پہچانا۔ اس واقعہ کا رمزیہ ہے کہ گمشدہ مشکیزہ ملنے سے شیخ دارانی میں اگر کچھ خود پسندی ابھری ہو تو اس مرد کامل کا سامنا کر کے رب تعالیٰ نے ان کے اس جذبہ کو سرد فرمایا تاکہ وہ خود کو حقیر شمار کریں۔ رب کریم اپنے محبوب دوستوں کے حالات کی اسی طرح آراستگی فرماتا ہے۔ اور انہیں نخوت و خود پسندی سے بچاتا ہے۔
رضی اللہ عنہا وفعنا بہما آمین۔ (ص ۱۴۲)

ایک درویش خانہ کعبہ کا طواف کر رہا تھا۔ اور جیب سے ایک کاغذ نکال کر دیکھتا تھا۔ ایک بزرگ نے کئی روز تک اسے بوہنی کرتے ہوئے دیکھا۔ پھر ایک روز دیکھا کہ وہ گرا اور انتقال کر گیا۔ جیب سے جب کاغذ کا ٹکڑا نکالا گیا تو اس پر یہ عبارت لکھی ہوئی تھی۔

وَاصْبِرْ لِحُكْمِ رَبِّكَ فَإِنَّكَ بِأَعْيُنِنَا۔
اپنے رب کے فیصلہ پر صبر کر بے شک تو ہماری نظر میں ہے۔ (ص ۱۴۲)

اللہ کے مستور بندے:

حضرت ابو العباس خضر علیہ السلام نے فرمایا کہ ان سے ابدال میں سے ایک بزرگ نے پوچھا۔ کیا آپ کسی اپنے سے بلند مرتبہ ولی اللہ کو بھی دیکھا ہے؟ — انہوں نے فرمایا۔ ہاں!

میں مسجد نبوی شریف میں حاضر ہوا۔ وہاں شیخ عبدالرزاق محدث علیہ الرحمہ درس

دو تین بار کہی۔ اس نے کہا کیا تو میرے کپڑے ضرور اندر لئے گا۔ میں نے کہا۔
ہاں! پھر اس نے اپنی دونوں انگلیوں سے میری آنکھوں کی طرف اشارہ کیا۔
اور میری دونوں آنکھیں نکل کر باہر گر پڑیں۔ میں بھونچکا رہ گیا۔ اور چنچا تھے خدا
کی قسم اپنا نام تو بتا دے۔ جواب ملا میں ابراہیم خواص ہوں۔

شیخ ابو محمد عبداللہ مبنی یا فعی فرماتے ہیں، حضرت ابراہیم خواص رضی اللہ عنہ
نے جان لیا تھا کہ چور اندھا ہوئے بغیر اپنی حرکت سے تائب نہ ہوگا۔ اس لئے ایسا
کیا۔ دوسری جانب حضرت ابراہیم ادم رضی اللہ عنہ کو جس شخص نے مارا تھا انہوں نے
اس کے حق میں دعائے جنت فرمائی۔ کیوں کہ انہیں اسے ایذا دینے میں اس کا
تائب ہونا معلوم نہیں ہوا۔ اس لئے ہمت جو انفراداں سے کام لیتے ہوئے اس کے حق
میں جنت کی دعا فرمائی۔ اور واقعی اس دعا کی خیر و برکت ظاہر ہوئی۔ مارنے والے
نے حاضر ہو کر معافی مانگی، اور معذرت پیش کی۔ حضرت ابراہیم نے پھر ہمت مردانہ
سے جواب دیا۔ اور فرمایا۔ وہ سرجے اعتذار کی ضرورت تھی اسے تو میں تلخ میں چھوڑ
آیا ہوں۔ (یعنی جب وہاں تخت شاہی پر ممکن تھا تو سر میں اپنی بڑائی کا سودا تھا۔ اب
تو طریق فقر اور مردانہ راہ کا پابند ہوں)

حج ٹیکس؛

یعنی حجاج کا قافلہ ساحل جدہ پر اتر کر حج کے لئے روانہ ہوا۔ جدہ سے کرایہ کے
اونٹ لئے گئے۔ اور مکہ مکرمہ کی طرف چلے۔ قافلہ کے ساتھ ایک یعنی بزرگ بھی تھے
راستے میں سلطان مکہ کا ایک لڑکا سر راہ اپنا گھوڑا روکے آنے والے حجاج سے
ٹیکس وصول کر رہا تھا۔ یہی شیخ اور ان کے ہمراہیوں کے ٹیکس دینے کی باری آئی
تو انہوں نے فرمایا۔ ہمارے اونٹ چھوڑ، شہزادے نے ترش رو ہو کر ضد کی،
اس طرح بات آگے بڑھ گئی۔ شہزادے نے کہا مجھے میرے باب کے سر کی قسم!
اتنا لئے بغیر نہیں جانے دوں گا۔ شیخ نے باب ذوالجلال کی قسم ہم کچھ نہیں دیں گے

اور ساربان سے کہا۔ ادنٹ کو آگے بڑھاؤ۔ شہزادہ اپنے گھوڑے کے ساتھ مجھ
ہو گیا۔ اس میں حرکت کرنے کی بھی سکت نہ رہی۔ وہ اور اس کے ساتھی حیران و
ششدر رہ گئے۔ یہ دیکھ کر شہزادے نے اپنے غلاموں کے ذریعہ شیخ کی خدمت
میں منت و حاجت کی۔ اس کے بعد وہ اپنی حالت پر واپس آیا۔ (ص: ۱۴۵)

مصاحبت حج کی شرطیں:

شام کے حجاج کرام کا ایک گروہ حضرت بشرحانی رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اسلام
کیا۔ آپ نے پوچھا کون ہو؟ — انہوں نے جواب دیا ہم شامی ہیں حج کا ارادہ
رکھتے ہیں۔ آپ نے انہیں قبولیت حج کی دعا دی۔ ان لوگوں نے کہا ہم چاہتے ہیں
کہ سفر حج میں آپ کے ہمراہ رہیں تاکہ صحبت سے مستفیض ہوں۔ آپ نے انکار کیا۔ وہ
لوگ مہر ہونے لگے تو فرمایا۔

میں تین شرطوں پر ساتھ جانا منظور کرتا ہوں۔ اپنے ساتھ کوئی توشہ نہ لینا، راستہ میں
کسی سے کچھ طلب نہ کرنا، اور اگر کوئی راہ میں تمہیں کچھ دے تو اسے قبول نہ کرنا۔
ان لوگوں نے کہا۔ پہلی دو شرطیں تو منظور ہیں۔ مگر تیسری یہ کہ باوجود ضرورت کے
اگر ہمیں کوئی کچھ دے تو قبول بھی نہ کریں یہ کیسے ہو سکتا ہے ہم تو اس پر عمل کرنے سے
قاصر ہیں۔

حضرت بشرحانی رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ لگتا ہے تم گھر سے حج کے لئے دوسروں کے
زاد سفر پر اعتماد کر کے چل رہے ہو۔ اللہ پر بھروسہ نہیں ہے۔ جاؤ اور میرے حال پر مجھے
چھوڑ دو۔ — پھر ارشاد فرمایا۔

فقر میں اچھے تین ہیں۔ ایک جو سوال نہیں کرتے، اور دیا جائے تو قبول نہیں کرتے
یہ روحانی فقراء ہیں، پاکباز روحانی لوگوں کے ہمراہ ہیں — دوسرا فقیر
مانگتا تو نہیں مگر کوئی دے تو لے لیتا ہے۔ اس کے لئے بارگاہ قدس میں خوانِ نعمت بچایا
جائے گا — تیسرا فقیر سوال کرتا ہے اور اگر دیں تو ضرورت بھر لے لیتا ہے۔

اس کا صدق اس کا غارہ ہے۔

آپ کی خدمت میں گدڑی پوش صوفیوں کی ایک جماعت آئی آپ نے فرمایا۔
خدا سے ڈرو! اور یہ لباس اتار چھینکو۔ کیونکہ اس سے تمہارا تعارف ہوتا ہے۔ سب کو
خاموش ہو رہے۔ مگر ایک جوان بولا۔ بخدا ہم تو اسے ضرور پہنیں گے یہاں تک کہ ساری
جماعت خدا کے لئے ہو جائے۔

آپ نے فرمایا۔ اے جوان صالح تو نے کیا بہترین بات کی، یقیناً تم جیسے لوگ اسے
پہننے کی اہلیت رکھتے ہیں۔ (ص ۱۲۵، ۱۲۶)

دنیا اولیاء اللہ کی خادمہ:

حضرت شیخ ابوالخیر اقطع رضی اللہ عنہ سے لوگوں نے درخواست کی کہ تعجب خیز احوال
میں سے کچھ بیان فرمائیں۔ انہوں نے فرمایا۔ عجیب تر شے جو میں نے دیکھی وہ یہ تھی کہ
مسجد طرطوس میں ایک سیاہ فام بندے نے اپنا سر کھلی میں ڈالا، اس کے دل میں زیارت
بیت اللہ کا خیال ہوا۔ اور جب گدڑی سے سرباز نکالا تو وہ محن حرم میں موجود تھا۔

اسی طرح شیخ ابو عامر بصری کا واقعہ، حضرت شیخ عبدالواحد بن زید رضی اللہ عنہما
بیان کرتے ہیں کہ حجاج بن یوسف نے جب انہیں اذیت دینے کے ارادہ سے بلایا
اس وقت وہ اپنے بالا خانے پر تھے۔ اس کے فرستادوں نے آکر گھر کا دروازہ کھٹکھٹایا
اور اندر چلے آئے۔ عین اسی وقت انہوں نے اپنے کوبوں میں لایا کہ بصرہ سے چشم زدن
میں مکہ معظمہ کے جیل الوقبیس پر جا پہنچے۔

حضرت عبدالواحد بن زید نے پوچھا۔ وہاں آپ کو کھانا کہاں سے ملتا تھا۔
شیخ ابو عامر نے جواب دیا۔ بصرہ میں افطار کے وقت جو ضعیفہ مجھے دور دیا
لا کر دیا کرتی تھی وہی مکہ میں بھی لا دیا کرتی تھی۔ حضرت عبدالواحد بن زید کا فرمان ہے،
کہ رب تعالیٰ نے دنیا کو حکم فرمایا ہے کہ ابو عامر کی خدمت کرے۔ ————— رضی اللہ
عنہما ونفعنا بہما۔ آمین۔ (ص ۱۲۶، ۱۲۷)

اولیاء اللہ کا علم :

شیخ ابو محمد حریری علیہ الرحمہ نے اپنے ہمیشینوں سے فرمایا: تم میں کوئی ایسا ہے کہ رب تعالیٰ اس مملکت میں جب کوئی نیا معاملہ ظاہر فرماتا چاہے تو ظہور میں لانے سے قبل اس بندے کو آگاہ کر دے۔

حاضرین! جی نہیں!

شیخ حریری! ایسے قلوب پر گریہ و زاری کرو جو رب تعالیٰ سے کچھ نہیں پاتے۔ بیان کیا گیا ہے کہ ایک بزرگ بیمار ہوئے۔ ان کے لئے پیالہ میں دوا پیش کی گئی۔ انہوں نے فرمایا۔

آج دنیا میں ایک نیا واقعہ پیش ہوا ہے، جب تک اس کا مجھے علم نہ ہو جائے میں نہ کچھ کھاؤں گا نہ پیوں گا۔

چند روز بعد خبر ملی کہ مکہ میں اسی روز قرطبی فرقہ کے باغیوں نے مکہ معظمہ میں داخل ہو کر قتل و غارت مچائی۔ اس واقعہ کے راوی نے کہا کہ یہ واقعہ میں نے جب ابن کاتب کو سنایا تو انہوں نے کہا حیرت ہے۔ اور شیخ ابوعثمان مغربی نے کہا۔ اس میں حیرت کی کیا بات ہے؟ یہ سنکر ابوعلی بن کاتب نے شیخ مغربی سے کہا۔ اچھا فرمائیے آج مکہ معظمہ کی کیا خبر ہے؟

شیخ مغربی نے جواب دیا۔ اس وقت طلحہ کا گرہ اور ادرا دل احسن باہم جنگ کر رہے ہیں۔ اول الذکر نے ایک حبشی غلام کو اپنا سردار بنالیا ہے۔ اور اس کے سر پر سرخ عمامہ ہے۔ مکہ معظمہ میں حرم شریف کے اوپر بادل چھایا ہوا ہے۔

ابن کاتب نے شیخ مغربی کی ان باتوں کی تصدیق کے لئے مکہ معظمہ خط لکھا تو ہر بات ہو بہو درست نکلی۔ رضی اللہ عنہم، (ص ۱۴۷)

نام خدا کی غیرت :

شیخ ابو جعفر متذکرہ جو حضرت جندب بغدادی کے استاذ ہیں۔ ان کا واقعہ ہے

کہ وہ مکہ معظمہ میں اقامت گزریں تھے۔ اور ان کے بال بہت بڑھ گئے تھے۔ حجامت مزدوری تھی مگر پاس نقد کچھ نہیں تھا۔ شیخ حجامت بنوانے کے ارادے سے ایک حجام کے پاس گئے اور کہا برائے خدا میری حجامت بنا دو گے؟ کہا، ہاں! فریاد ادا بھی ہوگا۔ وہ اس وقت کسی کے بال بنا رہا تھا۔ شیخ کی بات سُنکرا سے چھوڑا۔ اور پہلے ان کے بال درست کر دیئے۔ حجامت سے فارغ ہو کر اس نے کاغذ کا ایک لفافہ دیا۔ اور کہا اسے اپنی ضرورت میں خرچ کیجئے گا۔ شیخ نے لفافہ کھولا تو اس میں چند درہم تھے۔

اس وقت شیخ حداد نے سوچا یہ نہایت نیک حجام ہے۔ مجھے اگر کچھ نقد ہاتھ آیا، تو سب سے پہلے اس حجام کو دوں گا۔ واپس آتے ہوئے مجدد میں داخل ہوئے وہاں ایک دوست سے ملاقات ہوئی، جس نے تین سو دیناروں کی تھیلی پیش کی اور کہا یہ آپ کا ایک چاہنے والا بصرہ سے لایا ہے۔ شیخ نے وہ تھیلی ہاتھ میں لی۔ اور سیدھے حجام کے پاس پہنچے۔ اور کہا بھائی یہ تین سو اشرفیوں کی تھیلی لو اپنے کام میں خرچ کرنا۔ حجام نے ترش لہجہ میں کہا شیخ، شرم نہیں آتی مجھ سے تو کہا کہ خدا کے واسطے حجامت بنا دو۔ اب میں اس کی اجرت کیسے لے سکتا ہوں، یہ سب واپس جائے رب تعالیٰ آپ کو عافیت سے نوازے۔ (ص: ۱۴۶، ۱۴۸)

محبت مال باعثِ ذلت؛

حضرت شیخ شبلی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

میرے دل میں خیال آیا کہ شبلی تو بخیل ہے۔ میں نے انکار کیا، وہی صداد دوبارہ پھرا بھری۔ میں نے پھر فریب کی۔ پھر میں نے ارادہ کیا کہ جو کچھ مجھے اب ملے گا سب سے پہلے ملنے والے فقیر کو دے دوں گا۔ اس بات سے ابھی میرا ذہن خالی بھی نہیں ہوا تھا کہ فلاں شخص نے مجھے لاکر پچاس دینار دیئے۔ میں دینار ہاتھ میں لئے گھر سے نکلا۔ میں نے دیکھا ایک اندھا فقیر حجام کے سامنے بیٹھا حجامت بنوا رہا ہے۔ میں نے

وہ دینار اسے دیئے۔ اس نے کہا مجھے نہیں حجام کو دو۔ میں نے کہا یہ دینار میں
فقر نے سراٹھایا اور کہا۔ تم تو تم سے پہلے ہی کہا تھا کہ تم بخل ہو۔ میں نے
حجام سے کہا۔ تم لے لو، اس نے کہا جب یہ فقیر سر منڈانے بیٹھا۔ اسی وقت میں نے
رب تعالیٰ سے عہد کیا تھا کہ اس پر اجرت کچھ نہیں لوں گا۔ میں نے وہ دینار لیکر
دریا میں ڈال دیئے اور کہا۔

اے دنیا کی دولت خدا میرے ساتھ ہی معاملہ کرے۔ جس نے تجھے پیار
کیا ذلیل ہوا۔ (ص ۱۴۸)

شیخ خواص اور راہب:

وبرائوں اور جنگلوں میں ایک مرتبہ حضرت شیخ ابراہیم خواص رضی اللہ عنہ کو
ایک نصرانی ملا جو کہ میں زمانہ باندھے ہوئے تھا۔ اس نے ساتھ رہنے کا سوال کیا
چنانچہ ہم لوگ متواتر سات روز ہمراہ چلتے رہے۔ نصرانی نے کہا۔ اے مسلمان عابد و
زاہد! ہم لوگ بھوکے ہیں۔ اس وقت کچھ اپنی کرامت دکھائیے۔

شیخ ابراہیم خواص نے نہایت لجاجت سے دعا کی۔ بارالہا! مجھے اس شیخ
کے رد و بر و سوانہ کرنا۔ اور پھر غیب سے ایک طباق ظاہر ہوا، جس میں روٹی —
گوشت — تازہ کھجور اور پانی تھا۔ ہم دونوں نے کھایا اور پھر سفر شروع ہو گیا،
اس طرح سات دن اور گزر گئے۔ اب شیخ خواص نے کہا۔ اے نصرانی راہب!
اب تو تمہاری باری ہے۔ نصرانی نے اپنی لالچی پر ٹیک لگائی۔ اور دعا کرنے لگا۔

اور تھوڑی ہی دیر ہوئی تھی کہ غیب سے دو خوان ظاہر ہوئے جن میں میرے طباق
سے کئی گنا زیادہ اور لذیذ غذا ہیں۔ شیخ حیرت زدہ رہ گئے۔ اور
کھانے سے کترانے لگے۔ نصرانی نے اصرار کیا اور کہا آپ کھائیں میں آپ کو دو
بشارتیں سناتا ہوں۔ ایک یہ کہ میں نصرانیت سے تائب ہوا ہوں۔ یہ
کہہ کر زنا راتا رہی ہوئی دیکھا اَشْهَدُ اَنْ لَا اِلَهَ اِلَّا اللّٰهُ وَ اَشْهَدُ اَنْ مُحَمَّدًا

رَسُوْلُ اللّٰهِ — اور کہا اے شیخ! دوسری یہ کہ میں نے اس طرح دعا کی تھی۔ بارالہا! اگر تیری بارگاہ میں میرے ہمسفر مسلمان عابد کا کچھ حصہ ہے تو ہم پر اپنے کرم کا دروازہ کھول دے۔ یہ سب اسی کا اثر ہے۔

شیخ خواص علیہ الرحمہ نے یہ سنکر رب تعالیٰ کا شکر ادا کیا۔ مل کر کھانا کھایا، پھر وہ حج کے لئے ساتھ مکہ معظمہ آیا، اس کے بعد بھی ایک سال تک وہاں قیام پذیر رہا اور وہیں وفات پا کر مدفون ہوا۔ رضی اللہ عنہما۔ (ص: ۱۴۸، ۱۴۹)

حضرت خواص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ارشاد ہے۔ دل کی دوا پانچ چیزوں میں سے ① فکر و تدبیر کے ساتھ قرآن کی تلاوت ② نماز شب ③ خلوت باطن ④ وقت سحر گرہ و زاری ⑤ صالحین کی ہم نشینی،

نگاہ باطن:

حضرت حذیفہ مرعشی علیہ الرحمہ سے کسی نے دریافت کیا کہ آپ نے حضرت ابراہیم بن ادہم رضی اللہ عنہ کی کوئی عظیم کرامت دیکھی ہو تو فرمائیے۔ انہوں نے کہا کہ ان کی سرسے عجیب کرامت یہ ہے کہ ہم لوگ مکہ معظمہ کے راستے میں کئی روز چلتے رہے کھانے کو کچھ نہیں ملا، کو فہ پہنچ کر ہم لوگوں نے ایک ویران مسجد میں پناہ لی حضرت ابراہیم بن ادہم نے مجھے دیکھ کر فرمایا۔ حذیفہ! تم بھوکے لگتے ہو میں نے عرض کیا۔ حضور کا خیال بجا ہے۔ انہوں نے فرمایا۔

قلم دوات اور کاغذ لاؤ۔

رقعہ تحریر کیا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم، ہر حال میں تو ہی مقصود ہے اور ہر طرح نیری ہی جانب اشارہ ہوتا ہے۔

تین شعر بھی لکھے، جن کا مفہوم یہ ہے۔

میں حامد میں شاکر میں ذاکر ہوں۔ میں بھوکا، میں قانع، میں برہنہ ہوں

یہ چھ ہوئے جن میں سے نصف کا ضامن میں ہوں۔ تو اے میرے خالق باقی نصف کا ضامن تو ہو جا۔ تیرے سوا کسی اور کی مدد آگ کے شعلوں میں پڑنے کے مرادف ہے تو اپنے بندوں کو آگ میں جانے سے بچا۔

یہ رقعہ مجھے دے کر فرمایا۔ جاؤ خدا کے علاوہ کسی سے دل نہ لگانا، اور راستے میں جو شخص تمہیں پہلے ملے یہ رقعہ اسے دیدینا۔۔۔۔۔ میں مسجد سے رقعہ لے کر چلا کچھ دور پر ایک شخص ملا جو دراز گوش پر سوار تھا۔ میں نے اسے رقعہ دیا تو وہ بڑھ کر رونے لگا اور پوچھا اس کا لکھنے والا کہاں ہے؟ میں نے کہا فلاں مسجد میں مقیم ہے۔ اس نے مجھے ایک تھیلی دی جس میں چھ سو دینار تھے، اور چلا گیا۔ ایک دوسرے شخص سے پوچھنے پر معلوم ہوا کہ وہ خیر سوار تو نصرانی ہے۔

وہ دیناروں بھری تھیلی لے کر میں حضرت ابراہیم بن ادہم کی خدمت میں لوٹ آیا، اور سارا ماجرا کہہ سنایا۔ انہوں نے فرمایا درہمیں کو ہاتھ نہ لگانا۔ اس کا مالک ابھی تمہارا کچھ دیر بعد وہ راہب حضرت ابراہیم بن ادہم کی خدمت میں حاضر ہو کر قدموں میں گرا اور اپنے باطل مذہب سے تائب ہو کر دائرہ اسلام میں داخل ہو گیا۔ (ص: ۱۴۹)

جس کا تکیہ خدا پر ہوتا ہے :

سفر حج کے دوران ایک ویران علاقے سے گزرتے ہوئے شیخ ابو حمزہ خراسانی علیہ الرحمہ رہ گزر کے ایک کنویں میں جا گرے۔۔۔۔۔ مقرب اللہ، عارف حق موجد تھے۔ خیال آیا کہ آواز دے کر کسی کو مدد کے لئے پکاروں مگر پھر عہد کیا کہ خدا کسی غیر سے مدد نہ مانگوں گا۔ اسی اثناء میں کنویں کے دہانے پر دو شخص آئے اور آپس میں باتیں کرنے لگے کہ یہ کنواں سرِ راہ ہے اور نہایت خطرناک ہے۔ اس میں کوئی اجنبی گر سکتا ہے۔ لہذا سے بند کر دیا جائے۔ شیخ کے دل میں پھر خیال آیا کہ ان لوگوں سے کہہ کر جان بچاؤں مگر اپنا عہد یاد کر کے خاموش رہے۔ ان لوگوں نے کنویں کا منہ بالکل بند کر دیا، اور چلے گئے۔ شیخ ابو حمزہ علیہ الرحمہ نے رنگ

- ⑤ — غذا کا دروازہ بند کر لے فقر کا دروازہ کھول لے۔
 ⑥ — آرزوؤں اور خواہشات کا دروازہ بند کر لے موت کی تیاری کا دروازہ کھول لے۔ — (ص ۱۵۰)

غلامِ حق آگاہ:

وادی حجازِ قط سے دھو دھو جل رہی تھی۔ مکہ معظمہ میں خرد و کلاں، پیر و جوان صلوٰۃ استغفار پڑھنے کے لئے گھر سے باہر نکل آئے تھے۔ مسجد حرام کیوں سے بھر گئی تھی۔ حضرت عبداللہ بن مبارک رضی اللہ عنہ بھی باب بنی شیبہ کے قریب، ایک حصہ میں موجود تھے۔ انہوں نے دیکھا کہ اچانک ایک حبشی غلام وہاں آیا جس کے جسم پر معمولی لنگی اور چادر تھی۔ ایک پوشیدہ جگہ بیٹھا۔ اور چھپ کر دعا کرنے لگا۔

ربِّ ذوالجلال! کثرتِ معاصی، اور شامتِ اعمال سے لوگوں کی صورتیں فرسودہ ہو گئی ہیں۔ اور تو نے ہم سے بارش روک دی ہے تاکہ خلقِ خدا اس سے سبق لے اور آگاہ ہو۔ اے علم و برابری والے مولانا! اے وہ کریم جس کے بندوں کو اس کے احسان و کرم ہی سے آشنائی ہے۔ میں تجھ سے التجا کرتا ہوں کہ ابھی پانی برسا دے اپنے بندوں کو ابھی سیراب کر دے۔

جوان دعا کے یہی الفاظ بار بار کہتا رہا۔ حتیٰ کہ جھوم کر گھٹا اٹھی اور مکہ معظمہ جل تھل ہو گیا۔ اور وہ اپنی جگہ بیٹھا ذکر و تسبیح میں مصروف رہا۔ حضرت عبداللہ بن مبارک حبشی غلام کا یہ سوز دل دیکھ کر رونے لگا۔ وہ چلا نوا اس کے پیچھے پیچھے ہوئے۔ اور اس کی رہائش گاہ دیکھ آئے۔ پھر ملول خاطر حضرت فضیل بن عیاض رضی اللہ عنہ سے اگر سارا ماجرا سنایا۔ شیخ فضیل نے جو ان ملاح کا حال سن کر حیرت ماری، اور کہا مجھے جلد اس جوان باندے کے پاس لے چلو۔ رات زیادہ گزر گئی تھی۔ اس نے حضرت عبداللہ بن مبارک رضی اللہ عنہ نے وہاں جانا مناسب

نہیں سمجھا۔

صبح ہوئی تو اس کی تلاش میں اس کے مکان پر دستک دی۔ وہاں ایک ضعیف مرد سے ملاقات ہوئی۔ انہوں نے حضرت عبداللہ بن مبارک کو پہچانا۔ اور آنے کی عرض و غایت پوچھی۔ انہوں نے کہا مجھے ایک سیافام غلام چاہئے۔ اس کے پاس کئی اور بھی غلام تھے۔ ایک ایک کر کے ضعیف مرد نے اپنے سب غلاموں کو بلوایا۔ جب وہ غلام سامنے آیا تو حضرت عبداللہ بن مبارک نہایت خوش ہوئے اور اسے خریدنا چاہا مگر ضعیف مرد نے اولاً تو انکار کیا مگر حضرت فضیل بن عیاض و حضرت سفیان ثوری کی خواہش جان کر مجبوراً فروخت کر دیا ضعیف مرد نے کہا۔

اس غلام سے میرے گھر میں برکت ہے۔ اس پر میرا کچھ خرچ نہیں ہوتا۔ یہ خود رسی بٹنا ہے کم و بیش نصف دانگ روز کھاتا ہے یہی اس کی روزی ہے میرے اور غلام کہتے ہیں یہ رات بھر نہیں سوتا، تنہا رہتا ہے۔

حضرت عبداللہ بن مبارک اسے لے کر حضرت فضیل رضی اللہ عنہ کی طرف چلے راستہ میں غلام نے کہا۔ اے میسر آقا! حضرت عبداللہ نے کہا، لیسک اس نے کہا میسر آقا! آپ لیسک نہ فرمائیں۔ لیسک تو مجھے آپ کے بلانے پر کہنا چاہئے۔ حضرت عبداللہ نے فرمایا۔ تم میسر غلام نہیں دوست ہو میں نے تمہیں اپنی خدمت کے لئے نہیں خریدا۔ میں تمہارے لئے ایک مکان خریدواں گا تمہارا نکاح کر دوں گا۔ اور تمہاری خدمت کروں گا۔ وہ رونے لگا اور بولا ضرور آپ کو میرے رب تعالیٰ سے تعلقات کی خبر ہو گئی ہے۔ ورنہ ان غلاموں کو چھوڑ کر آپ مجھے پسند نہ کرتے۔

حضرت عبداللہ نے فرمایا۔ سچ ہے میں نے تمہاری دعا قبول ہونے ہوئے دیکھا ہے۔ پھر اس نے کہا، کیا یہ ہو سکتا ہے کہ کچھ دیر مجھے موقع دیں تاکہ میں اتار کی کچھ بقیہ رکعتیں ادا کر لوں۔

حضرت عبداللہ نے کہا۔ حضرت فضیل کی قیام گاہ اب یادہ دور نہیں۔

غلام: نہیں، میں بہیں پڑھنا پسند کرتا ہوں۔ خدا کے کام میں تاخیر مناسب نہیں۔ اس کے بعد ایک مسجد میں گیا۔ اور نماز پڑھنے لگا۔ نماز سے فارغ ہو کر پوچھا۔ اے میرے آقا! کیا آپ کو کوئی کام ہے۔ حضرت عبداللہؑ نے پوچھا۔ اس طرح کیوں دریافت کرتے ہو؟ — اس نے کہا۔ اب میں جانا چاہتا ہوں۔

حضرت عبداللہؑ کہاں آخر،

غلام: دارالبقار کو

حضرت عبداللہؑ: ایسا نہ کرو میں تمہاری زندگی سے اپنی مسرت چاہتا ہوں۔ غلام: کیا کروں جب تک میرا اور رب کائنات کا معاملہ مخفی تھا زندگی اچھی تھی اب تمہیں معلوم ہو گیا۔ تم سے اور لوگوں کو معلوم ہو گا۔ مجھے ایسی زندگی کی تمنا نہیں غلام یہ کہہ کر سجدے میں گرا اور عرض گزار ہوا۔

رب کائنات! اسی آن میری روح قبض فرما لے

حضرت عبداللہ بن مبارک اس کے قریب پہنچے۔ تو وہ واصل بحق ہو چکا تھا۔ فرماتے ہیں واللہ العظیم! میں جب بھی اسے یاد کرتا ہوں تو میرا غم بڑھ جاتا ہے۔ اور دنیا میری نظر میں خوار ہو جاتی ہے۔ (ص ۱۵۱، ۱۵۲)

عارفہ کنیز:

شیخ محمد بن حسین بغدادی حج کرنے گئے۔ بازار بکہ میں ایک بوڑھا شخص ایک باندی فروخت کر رہا تھا، اور پکار رہا تھا۔ میں اس کے عبسوں سے بری ہوں۔ کوئی بیس دینار سے زیادہ دے تو اسے لے سکتا ہے۔ باندی دہلی پتلی کمزور تھی۔ چہرہ زردی مائل تھا مگر اس میں ایک خاص روشنی موجود تھی۔

شیخ محمد بوڑھے کے پاس گئے۔ بزرگوار! باندی کی قیمت تو معلوم ہوگئی۔ یہ تو فرمایاں کہ اس میں کیا عیب ہے؟

بوڑھا: یہ پاگل ہے، ادا اس رہتی ہے، رات بھر بیدار رہتی ہے، پورا دن بغیر

کھائے پئے گزارتی ہے، تنہائی پسند ہے۔ شیخ نے بوڑھے کی یہ باتیں سُنیں اور باندی کو خرید لیا۔ قیام گاہ پر پہنچ کر باندی سرگرمیاں رہی۔ کچھ دیر بعد اس نے سر بلند کیا۔ اور پوچھا۔

باندی: اے میسر مجازی مولیٰ! رب تعالیٰ آپ پر رحم فرمائے، آپ کہاں کے باشندے ہیں۔

شیخ محمد: عراق کا رہنے والا ہوں۔

باندی: عراق میں کس شہر کے، کوفہ کے یا بصرہ کے؟

شیخ محمد: نہ کوفہ کا نہ بصرہ کا۔

باندی: پھر تو آپ ضرور مدینۃ السلام بغداد کے باشندے ہیں۔

شیخ محمد: یہ سچ ہے۔

باندی: کیا خوب وہ شہر تو عابدوں اور زاہدوں کا شہر ہے۔

شیخ محمد: (دل ہی دل میں تعجب کرتے ہوئے کہ حجروں کی رہنے والی باندی مردانِ

خدا کے احوال سے کس طرح واقف ہے) اچھا یہ بتاؤ تم بغداد کے بزرگوں میں سے کس کس کو جانتی ہو؟

باندی: حضرت مالک بن دینار، حضرت بشر حافی، حضرت ضارح مزنی، حضرت

ابو حاتم سجستانی، حضرت معروف کرخی، حضرت محمد بن حسین بغدادی، (ابعد عدویہ

شعوانہ، میمونہ، ان تمام عباد و زہاد کو میں جانتی ہوں۔

شیخ محمد: تم انہیں کہاں سے پہچانتی ہو؟

باندی: اے جوان صالح! بھلا انہیں میں کیوں نہ پہچانوں، وہ لوگ تو

دلوں کے معالج اور مجاہدانِ حق کے رہنما ہیں۔

شیخ محمد: کیا تمہیں معلوم ہے کہ میں ہی محمد بن حسین بغدادی ہوں۔

باندی: اے ابو عبد اللہ! میں نے رب تعالیٰ سے دعا مانگی تھی کہ محمد بن

حسین سے میری ملاقات نکلا دے۔ بتائیے آپ کی وہ دلسوز آواز کیا ہوتی رہے

اہل ارادت کے قلوب میں زندگی پیدا ہوتی تھی۔ اور سننے والوں کی آنکھیں اشک بار ہو جاتی تھیں۔

شیخ محمد، میری وہ آواز اپنے جال پر ہے۔
باندی: آپ کو ربِّ ذوالجلال کی قسم! مجھے کلام اللہ کی کچھ آیتیں سُنائیے،
حضرت شیخ فرماتے ہیں ————— میں نے تلاوت سے قبل تسبیح پڑھی۔
جسے سنتے ہی اس نے حنجہ ماری، اور بیہوش ہو گئی۔ میں نے اس کے منہ پر
پانی کے چھینٹے مارے تو ہوش آیا۔

باندی: اے ابو عبد اللہ! یہ تو اس کا نام ہے۔ اس وقت میرا کیا حال ہوگا
جب میں اس کا عرفان پاؤں، جنت میں اس کا دیدار کروں، اے ابو عبد اللہ
رب تعالیٰ آپ پر رحم فرمائے۔ اور پڑھئے۔
شیخ محمد نے پھر تلاوت شروع کی۔ اور آیت مبارکہ:

أَمْ حَسِبَ الَّذِينَ اجْتَرَحُوا السَّيِّئَاتِ أَنْ نَجْعَلَهُمْ كَالَّذِينَ
آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ سَوَاءٌ مَحْيَاهُمْ وَمَمَاتُهُمْ سَاءَ مَا
يَحْكُمُونَ (الجمانیہ ۲۵/۲۱)

کیا گمان کر لیا ان لوگوں نے جنہوں نے گناہ کئے کہ ہم انہیں کو دیں گے ان
لوگوں کی طرح جو ایمان لائے اور انہوں نے نیک کام کئے کہ ان (سب) کی
زندگی اور موت برابر ہو جائے۔ وہ کیا ہی برا فیصلہ کرتے ہیں۔
باندی: اے ابو عبد اللہ! ہم نے نہ کسی بت کی پرستش کی، نہ ہی کسی اور کو معبود
قبول کیا۔ اور پڑھئے اللہ تعالیٰ آپ پر رحم فرمائے شیخ محمد نے پھر تلاوت کی۔

إِنَّا أَعْتَدْنَا لِلظَّالِمِينَ نَارًا أَحَاطَ بِهَا نَارُ اللَّهِ وَإِنْ يَسْتَعِثُّوا
يُغَاثُوا بِمَاءٍ كَالْمُهْلِ يَشْوِي الْوُجُوهَ بِئْسَ الشَّرَابُ وَسَاءَتْ
مُرْقِفًا (الکہف ۱۸/۲۹)

ہم نے ظالموں کے لئے ایسی آگ تیار کی ہے جس (کے شعلوں) کی جہاں دیواری

(ہر طرف سے) انہیں گھیرے گی۔ اور اگر پیاس کی وجہ سے) وہ فریاد کریں گے
تو ان کی فریاد رسی (اس) پانی سے ہوگی جو پگھلائے ہوئے تانبے کی طرح ہوگا
ان کے منہ بھون دے گا۔ کیا ہی برا پینا ہے اور دوزخ کیا ہی بری آرام گاہ

نہے

باندی: اے ابو عبد اللہ! آپ نے اپنے کو پیاس کا پابند کر لیا ہے۔ امید دیم
کے درمیان رکھئے، اور کچھ پڑھئے۔ رحمکم اللہ، شیخ محمد نے پھر پڑھا۔

• وَجُودُهُ يَوْمَئِذٍ مُّسْفِرَةٌ مُّصَاحِكَةٌ • بہت سے چہرے اس دن چمکتے ہوں گے،
مُسْتَبْشِرَةٌ • (مس ۸۰/۲۸/۲۹) مسکراتے ہوئے مشاش بشاش،

• وَجُودُهُ يَوْمَئِذٍ نَّاصِرَةٌ • (الی) کتنے منہ اس دن تروتازہ اپنے رب کے دیدار
رَبِّهَا نَاطِقَةٌ • (القیامہ ۷۵/۲۲-۲۳) میں مصروف ہوں گے۔

باندی: جس روز وہ اپنے دوستوں کے لئے ظاہر ہوگا مجھے اس کے ملنے کا
کس قدر شوق ہوگا؟ اور پڑھئے، خدا آپ پر رحم کرے۔ شیخ محمد نے پھر پڑھا۔

يَطُوفُ عَلَيْهِمْ وِلْدَانٌ مُّخَلَّدُونَ • بِأَكْوَابٍ وَأَبَارِيقٍ وَكُؤُوسٍ
مِّنْ مَّعِينٍ • لَا يَصَدَّعُونَ عَنْهَا وَلَا يُنْفِقُونَ • وَفَاكِهَةٍ مِّمَّا
يَتَخَيَّرُونَ • وَلَحْمِ طَيْرٍ مِّمَّا يَشْتَهُونَ • وَخَوْرٍ عَيْنٍ كَامِلٍ
الْلَّوْلُؤُا۟ الْمَكْنُونِ • جَزَاءُ بِمَا كَانُوا يَعْمَلُونَ • (الواقعة ۵۶/۱۴-۲۳)

(خدمت کے لئے) آتے جاتے رہیں گے ان کے پاس ہمیشہ رہنے والے (ہستی)

(لڑکے) گلاس، اور آفتابے اور چٹے سے بہتی ہوئی شراب کے بربیز جام لے کر،

جس سے نہ انہیں درد نہ ہو، نہ ان کی عقل میں فتور آئے۔ اور ان کے پسندیدہ

لذیذ پھل، اور پرندوں کا گوشت جو وہ چاہیں گے۔ اور گوری کشا، چشمہ بیوان

جیسے چھپا کر رکھے ہوئے موتی، یہ ان کاموں کی جزا ہے جو وہ کرتے تھے۔

باندی: اے ابو عبد اللہ! میرا خیال ہے کہ آپ نے حور کو پیغام تو دیا ہے مگر

کیا مہر کے لئے کچھ خرچ بھی کیا ہے؟

شیخ محمد: میں تو مفلس ہوں، بتائیں کیا کروں؟۔
باندی: غازیوں سے شب بیداری کھجے۔ ہمیشہ روزہ رکھئے۔ اور فقراء و مساکین سے محبت رکھئے۔

اتنا کہتے کہتے باندی بیہوش ہو گئی۔ شیخ محمد نے اس کے چہرے پر پانی کے چھنٹے دیئے۔ ہوش میں آئی تو مناجات کرنے لگی۔ رب تہا لے کی حمد و ثناء، اور اس کے بعد التجا کرتے کرتے غاموش ہو کر زمین پر گر پڑی۔ شیخ محمد نے دیکھا تو اس کی روح نفس غصری سے پرواز کر چکی تھی۔ شیخ کو اس کے مرنے کا بڑا غم ہوا۔
نڈھال حالت میں کفن وغیرہ خریدنے کی نیت سے بازار گئے۔ بازار سے واپس ہوئے تو اسے کفن میں ملبوس، خوشبو سے آراستہ پایا۔ اس کے علاوہ اس پر بیز رنگ کے دو جوتی چلے پڑے ہیں۔ اور کفن پر دو نورانی سطریں لکھی ہیں۔

لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللَّهِ

الْآنَ أُولِيَاءُ اللَّهِ لَا خَافَ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ

شیخ محمد اس کے کفن دفن سے فارغ ہو کر اس ونگین اپنے حجرے میں چلے گئے۔ دو رکعت نماز پڑھ کر سو رہے، اسے خواب میں دیکھا کہ وہ جنت میں لعل و جواہر کے تاج پہنے، بہشتی لباس زیب تن کئے، پاؤں میں سرخ یا قوت کی جوتیاں ڈالے، آفتاب و ماہتاب سے زیادہ روشن و تابندہ رخسار کے ساتھ محو خرام ہے۔ انہوں نے پوچھا۔ اے کینز تجھے یہ عظیم مقام کیسے ملا؟۔
کینز نے کہا۔ فقراء و مساکین کی محبت، استغفار کی کثرت، اور مسلمانوں کے راستے سے تکلیف دہ چیزیں دور کرنے کے باعث، (ص: ۱۵۲، ۱۵۵)

قرآن کی تاثیر:

ایک عالم ربانی کی خدمت میں ایک باندی مسائل و معارف کے سلسلے میں آیا کرتی تھی۔ حسین و جمیل تھی۔ اور پردہ وغیرہ کا نہایت اہتمام کرتی تھی۔ انہوں نے ایک بازار میں

دیکھا کہ اسے ایک شخص فروخت کر رہا ہے۔ عالم صاحب اس کے پاس گئے اور کینز کو پہچان کر اس کے بچنے والے سے اس کا حال دریافت کرنے لگے۔ اس نے بتایا کہ اس کا مالک ایک آتش پرست ہے۔ اسی دوران وہ آتش پرست بھی آپہنچا، اس نے عالم صاحب کو بتایا کہ میں نے اسے ہوشیار اور خوبصورت دیکھ کر خریدا تھا۔ اور اس زمانے میں ہمارے معبود کی دل لگا کر عبادت کیا کرتی تھی — ایک شب کی بات ہے، تمہارا ایک ہم مذہب آیا اور اس نے کچھ اسے پڑھ کر سنایا جسے سنتے ہی یہ حیج مار کر گر پڑی۔ اس کے بعد اس پر بحر غالب آگیا۔ اس نے ہمارے مذہب اور طریقہ عبادت کو ترک کر دیا۔ ہمارا کھانا کھانے سے منکر ہوئی — اب یہ مسلمانوں کے قبلہ کی طرف رخ کر کے عبادت کرتی ہے۔ اس لئے میں اس سے نالاں ہوں۔ اب میں ایسی لونڈی کو رکھ کر کیا کروں گا؟۔

عالم ربانی نے کینز سے تصدیق چاہی تو اس نے بھی تصدیق کی۔ عالم ربانی نے دریافت کیا۔ مسلمان سنانے والے نے مجھے کیا سنا یا تھا؟۔

کینز: فَيَقْرَأْ إِلَى اللَّهِ اِنِّى لَكُمْ مِنْهُ نَذِيرٌ مُّبِينٌ وَلَا تَجْعَلُوْا مَعَ اللَّهِ إِلَهًا آخَرَ اِنِّى لَكُمْ مِنْهُ نَذِيرٌ مُّبِينٌ • (الذاریات ۵۱/۵۱، ۵۶)

تو اللہ کی طرف بھاگو! بیشک میں تمہارے لئے اس کی طرف سے واضح ڈراؤن والا ہوں اور اللہ کے ساتھ کوئی دوسرا معبود نہ بناؤ۔ بیشک میں تمہارے لئے

اس کی طرف سے کھلا ہوا ڈر سنانے والا ہوں۔

میں نے جب سے یہ آیت سنی ہے میرا دل بیقرار ہو گیا ہے۔ اور میرا جو حال ہے آپ سے پوشیدہ نہیں۔

عالم ربانی: کیا تم اس کے بعد کی آیتیں سنانا چاہتی ہو؟۔
کینز: سنا سکیں تو کرم ہو گا۔

عالم ربانی نے اِنَّ اللّٰهَ هُوَ السَّوْدَاقُ ذُو الْقُوَّةِ الْمَتِّينِ • تک تلاوت کیا۔ کینز نے شکر کہا۔ اس سے اچھی کیا بات ہوگی۔ اللہ تعالیٰ جس امر کا ضامن

ہوا تجھے وہی کافی ہے۔

عالم ربانی پھر اس کینز کے مالک سے قیمت کی بات چیت کرنے لگے۔ اسی اثنا میں مالک کینز کا ایک عم زاد آگیا، جو کینز سے محبت رکھتا تھا۔ اور اس نے اس سے یہ کہہ کر کینز سے لی کہ میں اسے دوبارہ مجوسیت پر لوٹا لاؤں گا۔ کینز کا دوسرا خریدار اسے جب اپنے ہمراہ لے جا رہا تھا تو عالم ربانی دیکھ کر فکر مند تھے۔ کینز نے کہا۔ آپ فکر نہ کریں۔

ع آگے آگے دیکھئے ہوتا ہے کیا،

عالم ربانی ایک روز اپنی مسجد میں نماز پڑھنے گئے تو کیا دیکھتے ہیں کہ کینز کو لے جانے والا نوجوان مسلمانوں کی صف میں کھڑا نماز پڑھ رہا ہے۔ عالم ربانی نے اس سے بعد میں دریافت کیا تو اس نے سرگزشت سنائی۔

نوجوان: میں اسے لے کر اپنے گھر گیا۔ اس کے بعد کینز نے یہ کیا کہ کرسی پر بیٹھ کر ذکر الہی، توحید خداوندی بیان کرنے لگی۔ اور میرے تمام اہل خانہ کو آگ کی عبادت سے ڈرا کر خدائے واحد کی عبادت پر مائل کرنے لگی۔ جنت کی خوبیاں ذکر کرنے لگی۔ یہ حالت دیکھ کر میں ڈرا کہ یہ تو میرے پورے گھر کو بگاڑ دے گی۔ میں اس کو اسلام سے پھیرنے کے لئے لایا تھا یہ تو ہم سب کو مجوسیت سے پھیر رہی ہے۔ اپنی اس الجھن کو میں نے اپنے ایک دوست سے بیان کیا۔ دوست نے رائے دی کہ اس پر سختی کا راستہ نکالنے کی ترکیب یہ ہے کہ اسے اپنی طرف سے کچھ مال امانت کے طور پر رکھنے کو دو۔ اور وہ جہاں رکھے، خاموشی کے ساتھ مال وہاں سے غائب کر دو۔ اس کے بعد امانت اس سے طلب کر دو۔ مال جب اس کے پاس ہے ہی نہیں تو دے گی کہاں سے؟۔ اس وقت تمہیں اختیار ہو گا کہ اس پہانے اسے خوب مار دپیٹو اور جیسے چاہو ویسے اسے کرنے کو کہو۔

میں نے اس رائے پر عمل کیا۔ اور کینز کو پانچ سو دینار کی تھیلی رکھنے کو دی۔

اور پھر جب وہ نماز پڑھ رہی تھی چپکے سے تھیل وہاں سے اڑا لی۔ اور
 اطمینان ہو جانے کے بعد میں نے کہا وہ تھیل لاؤ۔ تو وہ اس جگہ گئی اور پانچ سو
 دینار سے بھری ہوئی ایک تھیل لاکر میرے حوالے کر دی۔ میں نے غور کیا کہ وہ تھیل
 میں لے چکا ہوں۔ یقیناً اس کے معبود کے کرم سے اس کو یہ دوسری تھیل دستیاب
 ہو گئی ہے۔ تو معبود برحق اسی کینز کا معبود ہے۔ اس کے بعد میں، میرے
 گھر والے، اور میرا دوست سب سلمان ہو گئے۔ اور تسلیم کر لیا کہ یقیناً وہ خدا جس پر کینز
 کا ایمان ہے وہی سچا اور حقیقی معبود ہے۔ اور میں نے اس کینز کو آزاد
 کر دیا۔ (ص: ۱۵۵-۱۵۸)

مالک الملک کا اکرام بھی ہے لافانی،
 پھول کھل آئے اُری خوشبو فضا میں بدلیں
 خون کا پیاسا بنا لحظہ میں پیار اجانی
 دل کی کھلتی یہ جب ایقان کا برس پانی
 رب کا عرفان غلاموں کو کینزوں کو ملا
 دیکھا کھٹار نے توان کی بڑھی حیرانی
 اپنے جیلوں سے وہ اسلام کو رک دے نہ سکے
 باندھ بندھتے رہے اور بڑھتی رہی طغیانی، بدر

حق آشنا تحفہ:

وہ شب نہایت اضطراب و بے چینی کی شب تھی۔ معمولات سے فارغ ہونے کے بعد
 بھی حضرت سری عظمیٰ کی آنکھوں میں نیند کی کوئی علامت نہیں تھی۔ طبیعت پر یک گونہ
 بیقراری چھائی ہوئی تھی۔ پوری رات یوں ہی گزر گئی۔ ایک عالم کو طمانیت
 قلب کے نور سے معمور کرنے والے حضرت سری آج خود روح میں اضطراب کا درد
 لئے جامع مسجد میں داخل ہوتے ہیں کہ داعط کی تقریریں سن کر شاید کچھ سکون ہو۔ مگر وہاں
 سے بھی مقصد حاصل نہیں ہوا۔ ایک مجلس دُعَا سے اٹھ کر دوسری محفل
 میں شریک ہوئے مگر درد کی ٹیمیں اور بڑھنے لگیں۔

خیال ہوا وہاں جائیں جہاں مجرموں کو سزائیں دی جاتی ہیں۔ کوڑوں سے ضرب

لگائی جاتی ہے۔ کو تو الی جا پہنچے۔ کتنوں کو سزا پاتے دیکھا مگر خود ان کی حالت میں کوئی تغیر نہیں آیا۔ اس کے بعد شیخ سہری کے قدم خود بخود شفا خانے کی جانب اٹھنے لگے۔ جہاں بیماروں کو علاج کے لئے رکھا جاتا ہے شفا خانے پہنچتے ہی حضرت شیخ سہری کو اپنا درد دل وا ہوتا نظر آیا۔ طبیعت پر بشاشت چھانے لگی جیسے کسی متعین اور محسوس مقام سے نکل کر فرحت بخش فضا میں پہنچنے پر دل کو نشاط ملتا ہے۔۔۔۔۔ سیدنا سہری سقلی ایک عارف حق تھے، اور شفا خانے میں چشم گرماں، اور قلب بریاں لئے ایک پاکیزہ روح ٹرپ رہی تھی۔ انہوں نے دیکھا کہ ایک حسین و جمیل کینز کے ہاتھوں میں ہتھکڑی اور پاؤں میں بیڑی پڑی ہے آنکھوں سے آنسو جاری ہے۔ زبان پر عشقیہ اشعار ہیں جن کا مفہوم یہ ہے۔

کر کے یوں طوق و سلاسل میں سیر مجھ کو کس جرم کی سزا دو گے
دل تو پہلے ہی جل کے خاک ہوا آگ اب پھر کہاں لگاؤ گے
تم کو حق ہے چسلاؤ تیرے تیرا مجھ کو صدق و وفا میں پاؤ گے

شیخ سہری کو شفا خانے کے مہتمم نے بتایا کہ یہ باندی دیوانی ہو گئی ہے۔ اس کا مالک اسے یہاں رکھ گیا ہے تاکہ ٹھیک ہو جائے۔ باندی نے بھی مہتمم کی بات سنی اور رونے لگی۔ حضرت شیخ کی آنکھوں میں بھی آنسو چھلک آئے۔ فرمایا۔ میں نے اس سے وہ باتیں سنی ہیں جن سے دل کا غم فروں ہوا۔ دریں اضافہ ہوا۔ اور گریہ کی کیفیت پیدا ہو گئی۔

کینز: اے سہری! تم نے مجھ سے اس کی صفات سن کر رونا شروع کر دیا۔ اگر اس کا عرفان با جاؤ تو تمہارا کیا حال ہو؟۔ اتنا کہنے کے بعد وہ بے ہوش ہو گئی کچھ دیر بعد اٹھ کھولی۔

شیخ سہری: اے کینز یہ بتاؤ نے مجھے کس طرح پہچان لیا۔

کینز: جب سے مجھے معرفت ملی، میں نا آشنا نہیں رہی۔ اور جب خدمت کی مست نہیں ہوں۔ اور جب سے وصل نصیب ہوا جدا نہیں ہوتی۔ اہل درجہ

ایک دوسرے سے آشنا ہوتے ہیں۔

شیخ سری: تو محبت کرتی ہے۔ تیرا دوست کون ہے؟

کینز: میرا دوست وہی ہے جس نے اپنے پیار کے ساتھ مجھے معرفت دی۔

اور اپنی عظیم عطاؤں کے ساتھ سخاوت فرمائی۔ وہ دلوں کے قریب ہے۔ طلب کرنے والوں کا دوست ہے۔ سننے والا، جاننے والا، پیدا کرنے والا، حکمت والا، سخاوت والا، کرم والا، بخشش والا، اور رحم فرمانے والا ہے۔

شیخ سری: یہاں تجھے کس نے مقید کیا۔

کینز: میرے محاسنوں نے، ایک دوسرے کی مدد کی، اور بات طے کر لی۔

کینز نے اتنا کہنے کے بعد بلند آواز سے جھجھکی اور بیہوش ہو گئی۔ شیخ نے سوچا جاں بحق ہوئی مگر کچھ دیر بعد پھر ہوش میں آئی۔ شیخ نے ہتم شفا خانہ سے کہا اسے آزاد کر دو۔ اس نے چھوڑ دیا۔

شیخ سری: اے کینز! اب تو جہاں چاہتی ہے چلی جا۔

کینز: میں کہاں جاؤں؟۔ اسے چھوڑ کر جانے کا میرے لئے کون سا راستہ ہے میرے دل کے شرب نے اپنے ایک بندے کو میرا آقا بنا دیا ہے۔ اگر میرا آقا بخوشی راضی ہوگا تو چلی جاؤں گی ورنہ صبر اختیار کر دوں گی۔

شیخ سری: واللہ! یہ تو مجھ سے بھی دانشمند ہے۔

اس اثناء میں اس کا مالک آگیا۔ اور اس نے ہتم شفا خانہ سے دریافت کیا میری کینز تحفہ کہاں ہے؟۔ ہتم نے کہا اندر ہے۔ شیخ سری کی تشریف لائے ہیں تحفہ کے پاس بیٹھے ہیں۔ اس سے باتیں کر رہے ہیں۔ کینز کا مالک یہ سن کر بہت خوش ہوا۔ شیخ کے پاس آیا۔ ان کی تعظیم و تکریم کی۔

شیخ سری: تیری یہ کینز مجھ سے زیادہ تکریم کی مستحق ہے تجھے اس کی کیا بات ناپسند ہے؟۔

مالک: حضور والا! ایک دو باتیں ہوں تو ذکر کروں، بہت سی عادتیں اس

میں ایسی ہیں جو ناپسندیدہ ہیں۔ نہ کھاتی ہے نہ پیتی ہے، اور نہ سوتی ہے عقل سے خالی ہے۔ خود بھی جاگتی ہے ہمیں بھی سونے نہیں دیتی۔ ہر وقت فکر مند رہتی ہے۔ چھوٹی ٹھوٹی سی بات پر رونے لگتی ہے۔ نالہ و شایون کے سوا اسے کچھ اچھا ہی نہیں لگتا۔ اور جناب عالی! یہی میری دولت و ثروت ہے۔ میں نے اپنی کمائی کی کل پونجی بیس ہزار درہم دے کر اسے خریدا ہے۔ اور یہ امید تھی کہ اس سے دو گنا فائدہ حاصل ہوگا۔ کیونکہ یہ حسین و جمیل ہونے کے ساتھ ساتھ بہترین گانا بھی گانتی ہے۔ مگر ایک سال کا زمانہ ہوا۔۔۔۔۔ جب تک تک اس کی حالت میں یہ تغیر پیدا ہوا۔۔۔۔۔ ہاتھ میں عود لے لقمہ و سرود میں مشغول تھی۔ یکایک عود کو توڑ ڈالا۔ اور روتی چلاتی کھڑی ہو گئی۔۔۔۔۔ میں نے سوچا شاید اسے کسی شخص سے محبت ہو گئی ہے۔ مگر چھان بین کے بعد میرا یہ شک غلط ثابت ہوا۔

شیخ سری، تحفہ اب تو کچھ اپنے بارے میں بتا۔

کنیز: (دل جلے انداز میں بولی) میرے دل سے میرے خدا نے خطاب کیا۔ دوری کے بعد اس نے مجھے قربت سے نوازا۔ اپنے خواص میں منتخب کیا۔ میں جب رضا و رغبت سے طلب کی گئی، میں نے اس دعوت کو قبول کر لیا۔ او بلانے والے کے جواب میں لبیک کہی۔ اپنے سابقہ گناہوں سے ڈری۔ لیکن محبت نے میرے خوف کو دفع کر کے تمناؤں میں لا ڈالا۔

شیخ سری: (مالک سے مخاطب ہو کر) تم اس کی قیمت کا اندیشہ نہ کرو۔ میں اس سے زیادہ نہیں دوں گا۔

مالک: آپ تو خود ایک فقیر ہیں، اتنی بڑی رقم کہاں سے پائیں گے۔

شیخ سری: فکر نہ کرو، تم میرے واپس آنے کا انتظار کرو۔

شیخ وہاں سے شکستہ دل، بھیگی پلکوں کے ساتھ، رب تعالیٰ کی ذات پر اعتماد کر کے روانہ ہوئے۔ واقعتاً ان کے پاس اس وقت ایک درہم بھی موجود نہیں تھا۔۔۔۔۔ یہ رات حضرت شیخ نے روتے بلکتے، آہ و زاری کرتے رہی۔

کائنات کے حضور دعا مناجات میں گزاری۔ نہ بستر پر لیٹے اور نہ آنکھیں کونیند آئی دعا فرماتے رہے۔

اے رب کائنات تو ظاہر و باطن کا جاننے والا ہے۔ میں نے محض تیرے فضل و کرم پر بھروسہ کیا ہے۔ مجھے رسوا نہ کرنا۔ کینز کے مالک کا سامنا ہو تو مجھے شرمندگی نہ اٹھانی پڑے۔ یا ارحم الراحمین، یا اکرم الاکرمین،



اسی رات کی بات ہے احمد بن منشی نامی ایک دولت مند مسلمان نے خواب دیکھا۔ غیب کا منادی پکار رہا ہے۔ اے احمد! اشرفیوں کی پانچ تھیلیاں لے جا کر سرری کی خدمت میں پیش کر تا کہ ان کا دل خوش ہو۔ وہ میری بندی تحفہ کی قیمت دے سکیں۔ میں اس کینز کے حال پر مہربان ہوں۔ ابھی بغداد معلیٰ کی گلیوں میں ملجا اندھیرا چھایا ہوا تھا۔ فجر کا مؤذن بھی بیدار نہیں ہوا تھا۔ مگر احمد بن منشی کی قسمت بیدار نے اسے ایسا سہانا خواب دکھا کہ اس کی زندگی کے دامن میں خوشیاں بھردی تھیں۔ اس سے اجالا ہونے کا انتظار برداشت نہ ہو سکا۔ غلاموں کو حکم دیا اور شمع ہاتھوں میں لی اور اشرفیوں سے بھرے ہوئے طشت سروں پہ لئے چار غلام حضرت سرری سقطی کے عبادت خانے کے در پر جا پہنچے۔ دروازے پر دستک دی۔

شیخ سرری: کون ہے؟

احمد بن منشی: یا اران باد فایں سے ایک،

شیخ سرری: کس ضرورت سے آئے ہو؟

احمد بن منشی: ربِ کریم کا حکم مجھے یہاں لایا ہے۔ اور پانچ تھیلیاں اشرفیوں کی حاضر خدمت ہیں۔

نماز صبح ادا کرنے کے بعد احمد کو ہمراہ لئے شیخ شفا خانے داخل ہوئے مہتمم نے شیخ کا استقبال کرتے ہوئے بتایا کہ آج رات میں غیب سے یہ آواز سنی ہے کہ

”خداوند قدوس تحفہ پر مہربان ہے۔“ ادھر تحفہ نے دیکھا تو زور و کمر عرض کرنے لگی۔
 یا شیخ! آپ نے مجھے مشہور کر دیا۔ اتنے میں تحفہ کا مالک زار و قطار روتا ہوا وہاں
 پہنچا۔ شیخ نے کہا۔ پریشان نہ ہو۔ جتنی قیمت تم نے اس کنیز کی ادا کی
 ہے اس سے دو گنی رقم لایا ہوں۔

مالک! یا شیخ! آپ اب اگر مجھے ساری دنیا بھی دیں تو میں قبول نہیں کر سکتا۔
 میں نے آج رات ایسی تنبیہ اور زبردستی پائی ہے کہ میں دنیا کو چھوڑ کر رب کائنات
 کی جانب بھاگ چلا ہوں۔ اور میں اسے آزاد کیا۔

احمد بن منشی! حضور! میں تو محروم ہی رہ گیا۔ شاید جب اس نے مجھے اس خدمت
 کا حکم فرمایا۔ مجھ سے راضی نہ تھا۔ آپ گواہ رہیں کہ میں اپنی ساری دولت خدا کی راہ
 میں صدقہ کر رہا ہوں۔

شیخ سری! اللہ اللہ تحفہ کتنی برکت والی ہے۔

آزاد ہونے کے بعد تحفہ نے صوف کا ایک جبہ پہنا۔ اور وہاں سے چل کھڑی
 ہوئی۔ آزادی پر خوش ہونے کے بجائے وہ جاتے جاتے روتی جاتی تھی۔ وہاں سے
 جانے کے بعد لوگوں نے پھر تحفہ کو نہیں پایا۔

احمد بن منشی! وہاں سے لوٹ کر گھر نہ جاسکے اور قید ہستی سے ہمیشہ کے لئے آزاد
 ہو گئے۔ حضرت شیخ سری مازم مکہ ہوئے، ساتھ میں تحفہ کا آقا بھی تھا۔
 ایک روز دونوں مصروف طواف تھے کہ کسی رنجور دل سے نکلی ہوئی غمناک صدا
 ان دونوں کے کان میں آئی۔

خدا کا دوست دنیا سے علیل ہے۔ اس کی بیماری لمبی ہے۔ اس کا مرض ہی خود
 اس کی دوا ہے۔ اسے محبت کا جام پلایا، پلا کر خوب سیراب کیا۔ پھر محب اس کی
 محبت میں حیران اسی کی طرف متوجہ ہوا۔ اس کے علاوہ اور اسے کوئی محبوب نہیں
 اور یہی حالت اس کی ہے جو شوق کی راہ سے اللہ تعالیٰ کی طرف طلب کیا جائے
 وہ اس کی محبت میں حیران رہتا ہے، تا آنکہ اس کے دیدار سے مشرف ہو۔

دونوں جب اس مریضِ عشق کے قریب پہنچے اس نے شیخ سری کا نام لیکر مخاطب

کیا۔

شیخ سری: تم کون ہو؟۔

لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ تعارف کے بعد بھی یہ ناآشنائی میں تحفہ ہوں۔

شیخ فرماتے ہیں کہ اس وقت وہ بالکل نحیف و ناتواں، کمزور ہو چکی تھی۔ انہوں نے پوچھا۔ تحفہ! بناؤ مخلوق سے الگ تھلگ ہو کر جب سے تم رب تعالیٰ کی جانب متوجہ ہوئی ہو تمہیں کیا حاصل ہوا؟۔

تحفہ: خدائے کریم نے مجھے اپنے قرب سے انس عطا کیا۔ غیر سے نفرت و ہشتی شیخ سری: اے تحفہ! ابنِ مثنیٰ کا انتقال ہو گیا۔

تحفہ: اللہ تعالیٰ ان پر رحم فرمائے۔ میرے رب نے انہیں وہ انعام و اکرام بخشا جو کسی آنکھ نے دیکھا نہ کسی کان نے سنا۔ بہشت میں ان کا مقام میرے پڑوس میں ہے۔

شیخ سری: تمہارا آقا جس نے تجھے آزاد کیا میرے ہمراہ ہے۔

یہ سنکر تحفہ نے زرب کچھ دعا کی۔ اور چشمِ زدن میں اس کا جسم بے جان ہو گیا۔ تحفہ کے مالک نے اس کی یہ حالت دیکھی تو وہ بھی خود کو سنبھال نہ سکا۔ اور بے قابو ہو کر اسی پر گر پڑا۔ شیخ نے اسے اٹھانا چاہا تو وہ بھی خدا کو سارا ہو چکا تھا۔

اس طرح حرم کی مقدس زمین پر سالارِ عارفان حضرت شیخ سری رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں ان دونوں کی تجہیز و تکفین عمل میں آئی۔ رضی اللہ عنہما اجمعین (ص: ۱۵۸، ۱۶۳)

جس کو عرفان مل گیا تیرا

وہ زمانے سے بے نیاز ہوا

گھبراہٹ کیا، سہرہ کیوں ہو

عشق حق کا جوشاد باز ہوا

بدر

سورۃ الشمس کی برکت:

اللہ واسطے کی محبت مسلمان کا بہت عظیم سرمایہ ہے۔ شیخ ابو ہاشم کا بھی ایک ایسا ہی یار تھا جس کی دوستی کو چالیس سال پورے ہوئے تھے کہ موت نے اسے آلیا۔ شیخ ابو ہاشم اپنے اس دوست کی جدائی پر غمگین تھے۔ ان کی باہمی بھائی چارگی محض خدا واسطے کی تھی۔ ابو ہاشم کو آج وہ دن بڑی شدت سے یاد آ رہا تھا حبشہ دریا کے کنارے کھڑے بھرہ جانے کے لئے کشتی کا انتظار کر رہے تھے۔ ایک کشتی میں جگہ ملی۔ اس کشتی میں پہلے ہی سے ایک اور شخص موجود تھا۔ اس کے ہمراہ ایک خوبصورت کینز بھی تھی۔ کینز کے مالک نے ابو ہاشم کو دیکھ کر کہا تھا — تمہارے لئے کشتی میں جگہ نہیں، یہاں سے چلے جاؤ۔ مگر کینز نے کہا: مسکین معلوم ہوتا ہے، اسے ساتھ لے لو — اس طرح اس نے مجھے بٹھالیا۔ راستے میں اس نے کینز سے کھانا طلب کیا۔ اس نے دسترخوان لگا دیا۔ اس نے کہا اس مسکین کو بھی کھانا کھلاؤ۔ چنانچہ میں بھی شریک طعام ہوا۔ کھانا کھا لینے کے بعد اس نے کینز سے شراب منگوائی اور پینے لگا۔ مجھے بھی شراب پینے کے لئے بلوایا مگر میں نے انکار کیا — شراب سے بدمست ہونے کے بعد اس نے کینز سے کہا: ساز اٹھا۔ اور کوئی نغمہ سنا۔ کینز نے نغمہ سنی شروع کی۔ اور خوب گایا — پھر وہ میری جانب متوجہ ہوا۔ اور پوچھا کیا تم بھی ایسا کچھ سنا سکتے ہو؟ — میں نے کہا ایسا نہیں اس سے بہت بہتر، اس نے کہا پھر سناؤ، میں نے سورۃ والشمس اِذَا الشَّمْسُ اِذَا الْغٰشٰی عَطَلَتْ مَکَ پڑھی۔ وہ سُکر رونے لگا — جب میں اِذَا الصُّحُفُ نُشِرتْ پر پہنچا۔ اس نے باندی سے کہا جا! میں نے تجھے آزاد کیا۔ اور شہ اب جس قدر اس کے پاس تھی سب دریا میں بہا دی۔ ساز کو توڑ ڈالا۔ اور مجھ سے لپٹ گیا۔ اور بولا۔

کیا اگر میں توبہ کروں تو تمہیں امید ہے کہ رب تعالیٰ مجھے معاف فرمائے گا؟

میں نے کہا۔ رب غفور تو بہ کرنے والوں، اور گناہوں سے پاکی چاہنے والوں کو پسند فرماتا اور دوست رکھتا ہے، وہ دن اور آج کا دن ہماری دوستی اور بھائی چارگی میں کوئی فرق نہیں آیا۔ افسوس چالیس سال بعد وہی دوست بچھڑ گیا تھا۔ اب ہاشم اس کے لئے رنجیدہ تھے۔

شب میں سوئے تو خواب دیکھا۔ دوست نہایت خوش ہے۔ حال دریافت کیا تو اس نے کہا۔ میرے پیارے دوست! تم نے جو مجھے سورہ والشمس سنائی تھی اس کی برکت سے خداوند تعالیٰ نے مجھے بہشت عطا فرمائی ہے۔

(ص: ۱۶۲، ۱۶۳)

ایسا ہی واقعہ بنی مہلب کے ایک شخص کا حضرت شیخ اسماعیل بن عبداللہ خزاعی نے بیان کیا ہے۔ اس نے بصرہ جانے والی اپنی کشتی میں ایک صوف کا جبہ پہنے ہوئے عصا بردار جوان کو سوار کیا۔ اس نو جوان نے اسے قُلْ مَتَاعُ الدُّنْيَا قَلِيلٌ ۚ قُلْ الْآخِرُ مِنْ رَّبِّكَمُ الْخَيْرُ ۚ قُلْ يٰۤاَعْبَادِیَ الَّذِیْنَ اَسْرَفُوْا ۚ پڑھ پڑھ کر سنائی۔ آخری آیات کو سنکر اس نے جان دیدی۔ اس کا جنازہ قوم کے لوگوں تک پہنچایا گیا۔ اور اس کے ہمراہ جو کنیز تھی اس نے بھی فقر کی راہ پر زندگی گزار دی۔ اور چالیس دن اسی حال میں صائم الدہرا اور قائم اللیل رہی۔ ایک شب قرآن مجید کی مذکورہ آیات پڑھتی رہی۔

قُلْ الْآخِرُ مِنْ رَّبِّكَمُ الْخَيْرُ ۚ قُلْ يٰۤاَعْبَادِیَ الَّذِیْنَ اَسْرَفُوْا ۚ اَعْتَدْنَا لِلظَّالِمِیْنَ نَارًا ۚ اَحَاطَ بِهِمُّ سُرَادِقُهَا ۚ اِنَّ یَسْتَفِیْضُوْنَ ۚ یَغَاثُوْنَ اِبْمَاءً ۚ کَالْمُهْلِ یَشْوِی الْوُجُوْهَ ۚ وَیُسَّ الشَّرَابُ ۚ وَصَوَّءَتْ مُرْتَفَقًا ۚ (الکہف ۱۸/۲۹)

اور فرمادو کہ حق تمہارے رب کی طرف سے ہے۔ تو جو جاہے ایمان لائے او جو جاہے کفر کرے۔ بیشک ہم نے ظالموں کے لئے ایسی آگ تیار کی ہے جس کے شعلوں کی چہار دیواری (ہر طرف سے) انہیں گھیرے گی۔ اور اگر پیاس

کی وجہ سے وہ فریاد کریں گے تو ان کی فریاد رسی اس پانی سے ہوگی جو چھکلائے ہوئے تانبے کی طرح ہوگا۔ ان کے منہ بھون دے گا۔ کیا ہی برا مینا ہے اور دوزخ کیا ہی بدترین آرمگاہ ہے۔

اور انہی کی تلامذت کرتے ہوئے جان جاں آفریں کے سپرد کر دی —

(ص ۱۶۴، ۱۶۵)

دنیا بدل گئی؛

جانمندی چٹکی ہوئی تھی ہمہاں نہایت خوشگوار تھا۔ چند بزرگ ایلہ کے ساحل سے گزر رہے تھے۔ آبادی کے کنارے ایک فوجی کامکان تھا۔ فوجی نشاط و طرب میں کھویا ہوا تھا۔ اس کی مغنیہ کنیز خوش آوازی سے عشقیہ اشعار بربط کے سُروں سے ملا کر گارہی تھی۔

فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَدَّ
كُلَّ يَوْمٍ تَسَلُّونَ
كَانَ مِنِّي لَكَ يَبْدَلُ
غَدُ هَذَا بَلَّكَ أَجْمَلُ

خدا کی راہ میں میری جانب سے محبت کا ایک تحفہ تیرے لئے ہے۔ مگر روزانہ تیرا معاملہ بدلتا رہتا ہے جب کہ بہتر کچھ اور تھا۔

مکان کے باہر دیواروں کے سائے تلے ایک کجبل پوش فقیر لیٹا ہوا تھا۔ اشعار سنکر اس نے چیخ ماری۔ اور آواز دی پھر یہی گاؤ۔ بخدا اے باندی! میرے پروردگار کے ساتھ میرا بالکل یہی معاملہ ہے۔ باندی کے مالک نے اسے حکم دیا۔ عود و بربط چھوڑ صرف شعر سنا۔ یہ فقیر صوفی معلوم ہوتا ہے۔ باندی انہی دو شعروں کو متواتر دہراتی رہی حتیٰ کہ فقیر پر حال طاری ہوا۔ اسی کیفیت میں اس نے ایک زور کی آواز نکالی، اور زمین پر گر پڑا۔ لوگوں نے مبنعہ لالہ دیا مگر وہ جاں بحق ہو چکا تھا۔ گزرگاہ سے جاتے ہوئے بزرگ وہیں رک گئے۔ فوجی نے فقیر کی لاش اپنے مکان میں اٹھوائی۔ اور اپنے گھر کے تمام سامان لہو و لعب توڑ توڑ کر باہر بھینکنے لگا۔ رات زیادہ ہو گئی تھی۔ شہر ایلہ میں داخل ہو کر ان بزرگوں نے قیام کیا۔ اور لوگوں کو اس

واقعہ کی خبر دی۔ صبح کے وقت مسافر بزرگوں نے پھر فوجی کے مکان کی جانب رخ کیا۔ وہاں دیکھا کہ ہر طرف سے بوق در بوق لوگ جنازے میں شریک ہونے کے لئے چلے آ رہے ہیں جیسے کسی نے نہایت اہتمام سے منادی کوانی ہو بصرہ کے عمائدین اور شرفاء بھی شریک جنازہ ہوئے، قاضی شہر نے نماز پڑھائی۔ فوجی لوگوں نے دیکھا کہ جنازہ کے پیچھے برہنہ سر مل رہا تھا۔ نماز جنازہ اور تجہیز و تکفین کے بعد فوجی نے سب کو گواہ بنا کر اپنی سب باندیوں اور غلاموں کو خدا کی راہ میں آزاد کر دیا۔ اور تمام مال و اسباب زمین جائیداد، اور چار ہزار دینار خیرات کر ڈالے۔ اس کی یہ حالت دیکھ کر لوگ نزار و قطار روتے تھے۔ بس ایک تہبند، ایک چادر جسم پر ڈالے اس نے فقر کی راہ اختیار کی۔ (ص ۱۶۵، ۱۶۶)

بنی اسرائیل کے میدان تیسٹیں ایک بزرگ نے ایک ایسے بندہ حق کو مصر و ریاضت پایا جس کا جسم نہایت زار و نزار اور لاغر ہو گیا تھا۔ انہوں نے دریافت کیا۔ کس شے نے آپ کو اتنی جانفشانی پر آمادہ کیا۔ کہنے لگے۔ ثقلِ معاصی، خوفِ جہنم، اور خدا سے جبار کی حیا نے۔ (ص ۱۶۶)

اہلِ مراقبہ:

شیخ عبداللہ بن احنف مصر کے باشندے تھے انہوں نے ارادہ کیا کہ رملہ جاؤں۔ اور وہاں حضرت روز باری رضی اللہ عنہ کی زیارت کروں۔ انہیں عیسیٰ بن یونس مصری نے رائے دی کہ اس سفر میں آپ فلاں فلاں راستے سے جائیں اور صور "میں ضرور رکیں۔ کیونکہ وہاں دو کامل بزرگ اہل مراقبہ رہتے ہیں۔ اگر آپ نے ان لوگوں کی ایک نظر بھی زیارت کر لی تو عمر بھر کے لئے کافی ہے۔

شیخ عبداللہ نے ایسا ہی کیا۔ جب وہ صور پہنچے تو بھوک پیاس لگ رہی تھی۔ اور ان کے پاس دھوپ سے بچنے کا بھی کوئی سامان نہیں تھا۔

وہاں انہوں نے مذکورہ دونوں بزرگوں کی زیارت کی ان میں سے ایک ضعیف تھے۔ اور دوسرے جوان، شیخ عبداللہ بیان کرتے ہیں وہ دونوں رو بقلہ تھے، میں نے انہیں سلام کیا اور بات کرنی چاہی۔ مگر ان لوگوں نے جواب نہیں دیا۔ پھر میں نے انہیں قسم دی کہ مجھ سے بات کریں۔ اس پر ضعیف مرد نے سر کو بلند کیا۔ اور کہا — اے فرزند احنف! تمہارے پاس وقت کتنا بیکار ہے کہ وہاں سے چل کر ہم لوگوں کے پاس آئے پھر سرگرمیاں ہو گئے۔ میں اس جگہ کھڑا رہا۔ یہاں تک کہ ہم نے ہمراہ ظہر و عصر کی نمازیں پڑھیں۔ ان کی صحبت میں میری بھوک پیاس ختم ہو گئی۔ پھر میں جوان سے مخاطب ہوا۔ اور کچھ نصیحت کی درخواست کی۔ انہوں نے کہا ہم لوگ خود پریشانی میں ہیں۔ ہمارے پاس نصیحت کے قابل زبان نہیں۔ میں نے تین شبانہ روز اسی طرح ان کے ساتھ قیام کیا۔ اس وقفہ میں ان لوگوں نے نہ کچھ کھایا نہ پیا۔ تیسرے روز میں نے اپنے دل میں ان سے سواں کوسنے کا ارادہ کیا۔ شاید یہ لوگ مجھے کچھ مفید نصیحت سے نوازیں۔

اتنے میں نو جوان نے مراقبہ سے سر اٹھا اور کہا۔

جس کو دیکھنے سے تمہیں خرابا یاد آئے جس کی زبان حل سے (زبان قول سے نہیں) تمہیں نصیحت ہو۔ اس کی صحبت لازم پکڑو۔

اس کے بعد میں نے ان لوگوں کو وہاں نہیں پایا۔ رضی اللہ

عنہما۔ (ص ۱۶۰، ۱۶۱)

حقیقی انسان:

سید الطائفہ امام جنید بغدادی کو ایک بار خواب میں شیطان ننگا نظر آیا۔ (اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم) انہوں نے فرمایا تھے، انسانوں سے شرم نہیں آتی شیطان نے جواب دیا۔ کیا یہ لوگ آپ کے نزدیک انسان ہیں؟ انہوں نے فرمایا۔ بیشک! ابلیس تعین بولا، اگر انسان ہوتے تو میں ان سے اس طرح بازی

نہ کرتا جیسے بچے گیند سے کھیلنے ہیں۔ انسان تو حقیقتاً وہ لوگ ہیں، جو شونیزیم کی مسجد میں معتکف ہیں، جن کی عبادت و ریاضت سے میرا بدن نحیف و کمزور ہو رہا ہے۔ میں جب انہیں درغلانی بہکانے کا ارادہ کرتا ہوں تو وہ رب تعالیٰ کا اشارہ کرتے ہیں۔ اور میں جلنے لگتا ہوں۔ خواب سے بیدار ہو کر امام الطائفہ رضی اللہ عنہ مسجد شونیزیم میں گئے۔ وہاں انہوں نے تین شخصوں کو دیکھا جو اپنی گدڑی میں سر چھپائے بیٹھے ہیں۔ جب اُن کی آہٹ سنی تو ان میں سے ایک نے سر اپنی گدڑی سے باہر نکالا۔ اور کہا۔

اے ابوالقاسم! شیطان لعین کی بات سے دھوکا نہ کھائیے گا۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہم

(ص: ۱۶۷)

ظن کی شکستگی،

امام الطائفہ ابوالقاسم حضرت جنید بغدادی رضی اللہ عنہ ایک بار مسجد شونیزیم میں بیٹھے کسی جنزدے میں شرکت کا انتظار کر رہے تھے۔ اور بھی بہت سے باشندگان بغداد وہاں موجود تھے۔ آپ نے وہاں ایک فقیہ کو دیکھا جس کے چہرے بشرے سے عبادت و ریاضت کے آثار ہو رہے تھے۔ وہ لوگوں سے سوال کر رہا تھا۔ امام جنید رضی اللہ عنہ نے اپنے دل میں اس کے سوال کو ناپسند کیا اور سوچا کہ اس کے بجائے اگر یہ کوئی ایسا کام کرتا جس سے اس کی ضرورت پوری ہو جاتی تو بہتر تھا۔ اسی شب کی بات ہے عشاء کے بعد شیخ جنید نے اپنے معمولات شب میں کچھ بھی ادا نہیں کیا۔ کسی کام میں جی نہیں لگتا تھا۔ آنکھوں پر نیند کا غلبہ ہوا۔ فرماتے ہیں جب آنکھ لگی تو خواب دیکھا کہ اسی فقیہ کو لایا گیا، اور ایک دسترخوان بچھا ہوا ہے۔ اور مجھ سے کہا جا رہا ہے کہ تو اس کا گوشت کھا، تو نے اس کی غیبت کی ہے۔ اسی خواب میں مجھ پر منکشف ہوا کہ میں نے جو اس کے سلسلہ میں ایسا سوچا اس پر تنبیہ کی جا رہی ہے۔ میں نے عرض کیا۔ اس کی غیبت نہ کی۔ ہاں! اس سے متقن اپنے دل میں کچھ ایسا سوچا تھا۔ فرمایا گیا

تم ان لوگوں میں سے نہیں جن سے اس قدر بھی ہم گوارا کریں جاو اور اس بندے سے ملنا ملگ۔
 شیخ فرماتے ہیں صبح میں اس کی تلاش میں نکلا، دریا کے کنارے سبزیاں
 دھونے والے جو پتے چھوڑ جانے ہیں۔ وہ انہیں چن رہا تھا۔ میں نے سلام
 کیا، اس نے جواب دیا، اور فوراً کہا۔ اے ابوالقاسم! کیا پھر ایسا کرو گے؟
 میں نے کہا۔ نہیں، کہا جاؤ اللہ تعالیٰ ہمیں اور تمہیں معاف فرمائے۔

(ص: ۱۶۶ — ۱۶۸)

خدا سے تعلق والے:

شیخ ابراہیم خواص علیہ الرحمہ کا گزر لکام پہاڑ پر ہوا۔ وہاں انار کے درخت دیکھ
 کر انہیں انار کھانے کی خواہش ہوئی۔ انہوں نے ایک انار توڑ کر کھایا تو بہت ترش
 تھا۔ وہیں چھوڑ کر آگے بڑھ گئے۔ تھوڑی دوری پر انہوں نے ایک
 شخص کو دیکھا جس کے جسم پر بہت سی بھڑیں لٹی ہوئی ہیں۔ انہوں نے سلام کیا،
 جواب ملا، وعلیکم السلام یا ابراہیم! —
 آپ نے مجھے کیسے پہچان لیا۔

جو اللہ تعالیٰ کو پہچان لیتا ہے اس پر کچھ چھا نہیں رہتا۔
 میرے خیال میں آپ کو اللہ تعالیٰ نے خصوصی تعلق ہے۔ اگر آپ اس تعلق سے
 اپنے حق میں دعا کریں تو شاید وہ ان بھڑوں سے نجات دے۔ جہاں تک میں
 سمجھتا ہوں آپ کو بھی اللہ تعالیٰ سے خاص تعلق ہے۔ اگر آپ اس
 کے وسیلے سے دعا کرتے تو وہ آپ کو انار کی خواہش سے محفوظ رکھتا۔ کیونکہ
 لذت انار کی سزا تو آخرت میں بھگتنی ہوگی۔ اور ان بھڑوں کی تکلیف تو بس
 یہیں تک ہے پھر ختم ہو جائے گی۔ (ص: ۱۶۷)

نگاہِ صدیق:

فقرار کی ایک جماعت کے مرکز پر حضرت شیخ ابراہیم خواص رضی اللہ عنہ نے ایک

ہوشیار، چالاک، اور خوبصورت نوجوان کو دیکھا۔ حضرت شیخ نے حاضرین سے فرمایا۔۔۔۔۔ یہ تو مجھے یہودی لگتا ہے۔ فقرا نے شیخ کی بات ناگواری سے سنی شیخ جب وہاں سے چلے تو وہ نوجوان بھی ان کے ساتھ مجلس سے باہر نکلا۔ مگر معاہدہ واپس جا کر لوگوں سے دریافت کرنے لگا کہ شیخ ابراہیم میرے بارے میں کیا کہہ رہے تھے۔ لوگوں نے بتانے سے احتراز کیا۔۔۔۔۔ مگر جب اس نے زیادہ اصرار کیا تو بات بتا دی۔ وہ نوجوان اسی وقت دوڑتا ہوا شیخ ابراہیم کی خدمت میں پہنچا۔ اور کلمہ پڑھ کر مسلمان ہو گیا۔ اور کہا۔

ہماری کتابوں میں ملتا ہے کہ صدیقی کی فراست غلط نہیں ہوتی۔ میں نے سوچا کہ مسلمانوں میں شامل ہو کر اس کی آزمائش کروں۔ فقرا کا یہ گردہ مجھے تھپڑا، تو میں نے سوچا اگر صدیقی کوئی ہو گا تو ان ہی میں ہو گا کیونکہ یہ وہ لوگ ہیں جو ماسوی اللہ کو ترک کرتے ہیں۔۔۔۔۔ چنانچہ جب میں شیخ ابراہیم کے روبرو ہوا تو انہوں نے مجھے پہچان لیا۔ اور میں نے بھی انہیں جان لیا کہ وہ مرتبہ حدیث پر فاضل ہیں۔

وہ نوجوان آگے چل کر صوفیہ کبار میں سے ہوا۔ (ص: ۱۶۹)

ایسا ہی واقعہ شیخ ابوالعباس مسروق علیہ الرحمہ کا بھی ہے۔ ان کے پاس ایک بوڑھا شخص آیا کرتا تھا۔ اور نہایت میٹھی زبان میں اچھی باتیں کرتا رہتا تھا۔ اور کہتا تھا دل میں آپ لوگ جیسا خیال رکھتے ہوں بلا تکلف کہہ دیں۔ ایک روز شیخ نے اپنے احباب کی مجلس میں اظہار خیال کیا کہ یہ بوڑھا مجھے یہودی لگتا ہے۔ تو ان دوست جو یہودی پر یہ بات بہت گراں گزری۔۔۔۔۔ شیخ ابوالعباس نے ایک روز خود اسی سے کہا تمہارے کہنے کے مطابق تمہارے بارے میں میں اپنے خیال کا اظہار کرتا ہوں کہ تم یہودی ہو۔ یہ سن کر اس نے کچھ دیر سر جھکا کر رکھا۔ پھر سر اٹھا کر کہا۔۔۔۔۔ آپ نے سچ فرمایا۔ اور اب میں آپ کے سامنے کلمہ پڑھ کر اسلام

قبول کرتا ہوں۔ اور کلمہ پڑھ کر مسلمان ہو گیا۔ اس نے کہا۔
 میں نے تمام مذاہب کی چھان بین کی ہے۔ میرے دل میں یہ بات تھی کہ اگر سچائی
 ہوگی تو تمہارے ہی مذہب میں ہوگی۔ میں اس بات کا امتحان کر رہا تھا۔ اور
 آج تم نے میرے گمان کو یقین میں بدل دیا۔ (ص ۱۶۹)

يَنْظُرُ بِنُورِ اللَّهِ

امام الطائفة ابو القاسم جنید بغدادی رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔
 شیخ سری سقطی (میرے شیخ) مجھ سے فرمایا کرتے تھے کہ تم لوگوں میں وعظ کیا کرو
 اور میں لوگوں کے سامنے تقریر کرنے سے ہچکچاتا تھا۔ اور خود کو اس کا اہل نہیں
 سمجھتا تھا۔ ایک جمعہ کی شب میں سویا تھا کہ مجھے خواب میں حضور سرور کائنات
 صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زیارت ہوئی۔ حضور نے مجھ سے فرمایا کہ تم لوگوں کو نصیحت
 کرو۔ میں بیدار ہوا اور صبح کا انتظار کئے بغیر حضرت شیخ سری سقطی کے دروازے
 پر جا کر دستک دی۔ انہوں نے کہا۔ جب تک تم سے خود نہ فرمایا گیا تم نے میرے
 کہنے کا اعتبار نہیں کیا۔

حضرت شیخ جنید بغدادی نے اسی صبح سے جامع مسجد میں اپنا وعظ شروع کر دیا۔
 لوگوں میں یہ بات فوراً پھیل گئی کہ آج سے جنید بغدادی وعظ فرمانے لگے۔
 وعظ کے دوران بھیس بدل کر ایک نصرانی جوان مجلس میں آیا۔ اور کھڑے ہو کر سوال
 کیا۔ اے شیخ! بتائیے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد مبارک اَتَقُوْا
 فِتْنًا سَاءَ الْمُؤْمِنِ فَاِنَّهُ يَنْظُرُ بِنُورِ اللَّهِ (تَبَارَكَ وَتَعَالَى) کا کیا مطلب ہے؟
 ترجمہ: مؤمن کی فراست سے ٹھوکر اس لئے کہ وہ اللہ کے نور سے دیکھا کرتا ہے۔

شیخ جنید نے اس کا سوال سنا تو چند لمحے سر کو جھکا لیا۔ پھر سر اٹھا کر فرمایا۔
 تو نصرانی ہے۔ اور اب تیرے ایمان لانے کا وقت آن پہنچا ہے۔

اسلام لے آ۔ وہ جوان اسی وقت مسلمان ہو گیا۔ (ص ۱۶۹، ۱۷۰)

احسان کے بدلے احسانِ عظیم:

حضرت شیخ نبلی رضی اللہ عنہ ایک روز اپنے چالیس مریدوں کے ہمراہ شہر سے باہر تشریف لے گئے۔ ایک مقام پر پہنچ کر آپ نے فرمایا۔ اے لوگو! اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے رزق کا کفیل ہے۔ چنانچہ اس کا ارشاد کتنا پیارا ہے۔

وَمَنْ يَتَّقِ اللَّهَ يَجْعَلْ لَهُ مَخْرَجًا وَيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ
وَمَنْ يَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ فَهُوَ حَسْبُهُ (الطلاق ۳/۱۵)

اور جو اللہ سے ڈرے وہ اس کے لئے نجات کی راہ پیدا کر دے گا۔ اور اس کو روزی دے گا۔ جہاں سے اس کا گمان (بھی) نہ ہو۔ اور جو اللہ پر بھروسہ کرے تو وہ اسے کافی ہے۔

یہ وعظ فرمانے کے بعد شیخ نے مریدوں کو وہیں چھوڑا اور خود وہاں سے تشریف لے گئے وہ تمام مریدین تین روز تک وہاں رہے مگر ان پر کچھ واسطگاہ نہ ہوا۔ چونکہ وہ شیخ واپس آئے اور کہا۔ اے لوگو! اللہ تعالیٰ نے بندوں کے لئے سبب تلاش کرنا مباح فرمایا ہے، اور اس کی اجازت دی ہے۔ ارشاد فرماتا ہے۔

هُوَ الَّذِي جَعَلَ لَكُمُ الْأَرْضَ ذَلُولًا فَامْشُوا فِي مَنَاكِبِهَا وَكُلُوا مِنْ
يَذْقِيهَ۔ (الملك ۱۵/۶)

اور وہی (اللہ) ہے جس نے زمین تمہارے تابع کر دی۔ تو اسی کے راستے چلو اور اللہ کے رزق میں سے کھاؤ۔

اس لئے تم اپنے میں سے کسی اچھے کو بھیج دو امید ہے کہ وہ کچھ کھاتا لے کر آئے گا۔ مریدوں نے ایک غریب شخص کو بغداد شہر میں بھیجا۔ وہ غریب گلی گلی پھرتا رہا۔ مگر روزی ملنے کی کوئی راہ پیدا نہ ہوئی۔ تھک ہار کر ایک جگہ بیٹھ رہا۔ جہاں وہ بیٹھا تھا وہ ایک نصرانی طبیب کا مطب تھا۔ مریض اس کے پاس آ جا رہے تھے۔ اس طبیب کا طریقہ یہ تھا کہ مریض کا حال خود بتا دیتا تھا۔ سب سے پہلے اس نے اس

درویش کو بھی مریض سمجھ کر بلایا۔ اور پوچھا نہیں کیا مرض ہے۔ اس نے کچھ کہے بغیر ہاتھ اس کی طرف بڑھا دیا تاکہ وہ نبض دیکھے۔ طبیب نے نبض دیکھ کر کہا۔ میں تمہاری بیماری اور اس کے علاج دونوں سے باخبر ہو چکا ہوں۔ اور اپنے غلام کو حکم دیا کہ بازار جا کر بہت سی روٹیاں اور اسی لحاظ سے بٹھنا ہوا قیمہ اور اسی قدر حلوہ لائے۔ غلام نے تھوڑی دیر میں تمام چیزیں حاضر کر دیں۔ نصرانی طبیب نے فقیر کو وہ چیزیں دیں اور کہا تمہارے مرض کی یہی دوائیں ہیں۔ فقیر نے طبیب سے کہا۔ اگر تم اپنے طریقہ علاج میں صادق ہو تو سُنو اسی مرض میں مبتلا چالیس آدمی اشخاص بھی ہیں۔ طبیب نے سُننا اور غلاموں کے ذریعہ چالیس آدمیوں کے لئے ایسا ہی کھانا منگو کر فقیر کے ہمراہ بھجوا دیا۔ اور ان کے کچھ دیر بعد خود بھی ان سے چھپ کر چلا۔ کھانا جب شیخ کے روبرو رکھا گیا۔ تو انہوں نے کھانے کو ہاتھ نہیں لگایا۔ اور فرمایا فقیر! اس کھانے میں تو عیب راز مضمر ہے۔ کھانا لانے والے فقیر نے سارا قصہ سُنایا۔ شیخ نے فرمایا۔ ایک نصرانی نے ہمارے ساتھ جو یہ حسن سلوک کیا ہے۔ کیا ہم لوگوں کے لئے رواد ہے کہ ہم اسے اس کا کوئی بدلہ دیے بغیر کھانا کھالیں۔ مرید فقرا نے عرض کیا۔ حضور عالی! ہم تو غریب و نادار فقرا ہیں ہم کیا بے سکتے ہیں۔ شیخ نشلی نے فرمایا۔ کھانے سے پہلے اس کے حق میں دعا کرو۔ پچنانچہ دعا کی گئی۔

نصرانی طبیب یہ ساری باتیں چھپ کر سُن رہا تھا۔ اس کا دل اس طرح بدلا کہ اس نے فوراً ان کے روبرو حاضری دی۔ زناں نوڑ کر پھینکی۔ اور شیخ کے ہاتھ میں ہاتھ دے کر کلمہ شہادت پڑھ کر مسلمان ہو گیا۔ اور شیخ کے مریدوں میں شامل ہو کر بلند درجہ پایا۔ (ص ۱۶۰ — ۱۶۱)

طیبِ روحانی :

حضرت شیخ نشلی رضی اللہ عنہ ایک مرتبہ بیمار ہو گئے۔ لوگ بسلسلہ علاج آپ کے

شفا خانے لے گئے۔ شفا خانے میں بغداد کے وزیر علی بن عیسیٰ تھے۔ انہوں نے بادشاہ سے رابطہ قائم کیا کہ کوئی تجربہ کار معالج بھیجئے۔ بادشاہ نے ایک طبیب واذق کو بھیجا۔ وہ اپنے فن میں بہت ماہر تھا۔ اس کا مذہب نصرانیت تھا۔ اس نے بہتیرا علاج کیا مگر شیخ کو شفا نہ ہوئی۔ اس نے ایک روز کہا۔ اگر مجھے علم ہوتا کہ آپ کی دوا میسر پارہ گوشت میں ہے تو اپنے بدن کا گوشت کاٹ کر دینا بھی مجھ پر کچھ گراں نہ ہوتا۔ شیخ نے فرمایا۔ میرا علاج اس سے کم میں ہو سکتا ہے طبیب نے عرض کیا وہ کیا ہے۔ فرمایا۔ زنا توڑ دے اور مسلمان ہو جا۔ یہ سُن کر اس نے سخت سے توبہ کر لی، مسلمان ہو گیا۔ فوراً ہی شیخ بھی صحت مند ہو گئے۔ بادشاہ نے یہ واقعہ سنا تو اسکی بار ہو گیا۔ کہا۔

ہم نے تو اپنی دانست میں طبیب کو مریض کے پاس بھیجا تھا۔ مگر نابت یہ ہوا کہ مریض کو طبیب کے پاس بھیجا گیا تھا۔ (ص ۱۷۱)

صدق توکل:

حضرت شیخ ابوالہسین خواص رضی اللہ عنہ سفر کا ارادہ کرتے تو کبھی کو نہ بتانے۔ بس ایک لوٹا تھا جسے ہمراہ رکھتے۔ جب سفر کرنا ہوتا لوٹا اٹھانے اور چل پڑنے۔ شیخ ایک بار ایک مسجد سے آمادہ سفر ہوئے۔ حامداً سودنامی ایک نیک مریض ان کے ساتھ تھے۔ قادیسیہ پہنچ کر شیخ نے پوچھا حامد کہاں کا ارادہ ہے؟ انہوں نے کہا۔ حضور جہانم جاؤں۔ فرمایا، میں کد معظّمہ کا قصد رکھتا ہوں۔ انہوں نے عرض کیا۔ پھر میں بھی نقش بردار رہوں گا۔

وہاں سے تین روز سفر کرنے کے بعد ایک تیسرا نوجوان شخص ان لوگوں کے ہمراہ چلنے لگا۔ ایک روز گزرا تو حامداً سودنے شیخ سے عرض کیا۔ یہ نوجوان ہمارے ساتھ سفر کر رہا ہے نماز بالکل نہیں پڑھتا۔ شیخ نے نوجوان سے سبب دریافت کیا۔ نوجوان: اے بزرگ مجھ پر نماز ضروری نہیں، کیونکہ میں مسلمان نہیں عیسائی ہوں

اس نے مزید کہا۔ عیسائیت میں رہ کر میں توکل پر کاربند ہوں۔ اور اسے کامل حد تک پورا کرنا چاہتا ہوں۔ اسی لئے ویرانے جنگل میں نکل پڑا ہوں۔ کیوں کہ یہاں خدا کے سوا مدد کرنے والا کوئی نہ ہوگا۔ اور میں اپنے نفس کے دعویٰ توکل کا بہتر امتحان کر سکوں گا۔ شیخ ابراہیم نے اس کی باتیں سنیں تو حامد اسود سے فرمایا۔ اسے درگزر کر دو اب یہ ہمارے ساتھ ساتھ رہے گا۔

وہاں سے ہم تینوں ہمراہ چل کر لٹن مر پہنچے۔ شیخ نے وہاں اپنے کپڑے اتار کر دھوئے۔ اور نصرانی سے مخاطب ہوئے۔

شیخ، تمہارا نام کیا ہے؟

نصرانی: میرا نام عبدالمسیح ہے۔

شیخ: اے عبدالمسیح یہ مقام دہلیز حرم ہے۔ اللہ تعالیٰ تمہیں لوگوں کو اس کے اندر جانا حرام قرار دیا ہے۔ اس لئے تم حدود حرم میں نہ جانا۔

شیخ ابراہیم خواص اور حامد اسود اسے وہیں تھوڑ کر آگے بڑھے۔ مکہ شریف پھر عرفات گئے۔ حامد اسود کہتے ہیں۔ ہم نے اسے عرفات میں احرام پوش حالت میں لوگوں کا منہ تکتے دیکھا۔ ہمیں دیکھا تو اگر شیخ ابراہیم کے قدموں میں گر پڑا۔

شیخ ابراہیم: عبدالمسیح! ہم سے الگ ہونے کے بعد تم پر کیا گزری وہ بتاؤ۔

شیخ: اب مجھے عبدالمسیح نہ کہیں۔ اب تو میں اسی کا بندہ ہوں خود مسیح جس کے بندے تھے۔ آپ لوگوں کے آنے کے بعد میں اسی جگہ تھا کہ حاجیوں کا ایک قافلہ

آیا۔ میں نے مسلمانوں کا بھیس بنایا۔ احرام کا لباس پہنا۔ اور قافلہ حجاج میں

شامل ہو گیا۔ میں نے اس وقت خود کو ایک مجرم محسوس کیا۔ جب خانہ کعبہ پر میری

نظر پڑی تو دین اسلام کے علاوہ سب ادیان مجھے بے اصل لگنے لگے۔ اسی

وقت میں نے غسل کیا، مسلمان ہوا، اور احرام باندھ لیا۔ اور آج تو میں آپنی

لپٹا کو ڈھونڈ رہا تھا۔

شیخ ابراہیم خواص نے حامد کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا۔

نصرانیت میں رہ کر بھی صدق کی یہ برکت ہے۔ دیکھو اسے اسلام کی نعمت مل گئی،
اس کے بعد وہ فقرائے گروہ میں شامل ہو گیا۔ اور انہی کے ساتھ
زندگی کے دن پورے کر کے دصال پایا۔ (ص ۱۷۲ — ۱۷۳)

حضرات ابدال:

ایک بزرگ اس شوق میں مشرق و مغرب کا سفر اختیار کرتے تھے کہ کہیں حضراتِ
ابدال کی زیارت سے آنکھوں کو منور کریں۔ بیان فرماتے ہیں کہ ایک دن عشار
کے وقت میں بصرہ کے ساحل پر پہنچا۔ راستے سے دائیں جانب پانی کے
قریب اتر گیا۔ میں نے دیکھا کہ دس نورانی اشخاص اپنے اپنے مصلے پر تشریف فرما
ہیں۔ (اس دور میں صوفی حضرات اپنے ہمراہ لوٹا کر کھاتے تھے مگر ان میں کسی کے
پاں لوٹا نہیں تھا۔ وہ تمام میرے استقبال کو کھڑے ہو گئے۔ مجھ سے سب نے معافہ کیا
پھر سب سر جھکا کر بیٹھ گئے۔ کوئی ایک دو سکر کی طرف نظر نہ اٹھاتا۔ یہاں تک کہ
سورج غروب ہو گیا۔ تھوڑی دیر بعد ان میں سے ایک اٹھا۔ اور دریا میں سے اگیارہ
بھنی ہوئی مچھلیاں نکال لایا۔ حالانکہ وہاں آگ اور پکانے کا کوئی سامان نہ تھا۔
ان میں سے ایک دوسرا اٹھا اور اس نے ہر ایک کے سامنے ایک ایک مچھلی رکھ دی
اور خود ایک بڑی مچھلی لے کر سب سے دور جا بیٹھا۔ کچھ دیر بعد سب کے سب
پھر اپنے اپنے شغل میں لگ گئے۔ کسی کو کسی کی خبر نہ رہی۔ صبح کی سپیدی نمودار ہوئی
تو مؤذن نے اذان دی۔ جماعت سے نماز پڑھی گئی۔ اور سب اپنے اپنے مصلے پر
دریا پر پاؤں رکھ کر جانے لگے۔ سب سے پیچھے بڑی مچھلی لے کر الگ بیٹھنے والا بھی چلا
مگر وہ دریا میں غوطے کھانے لگا۔ انہوں نے اس سے کہا۔ خیانت کرنے والا ہماری
جماعت سے خارج کر دیا جاتا ہے۔ (ص ۱۷۳ — ۱۷۴)

مردان بے نفس:

آبادان کی جامع مسجد میں ایک بزرگ شیخ عبداللہ بن عبد اللہ عبادانی رضی اللہ عنہ

نے نماز عشاء کے اندر تین نورانی صورت لوگوں کو دیکھا۔ انہوں نے صفِ اول میں باجماعت نماز ادا کی۔ اور پھر مسجد سے نکل کر دریا کی طرف روانہ ہوئے۔ بزرگ نے بھی ان کی متابعت کی۔ اور دریا کی جانب ان کے پیچھے چلے۔ ان تینوں نے سطحِ آب پر قدم رکھ کر چلنا شروع کیا۔ تو ایسا لگا دریا کے اندر سے چاندی کے تاروں سے بنی ہوئی جالی جیسی تھی۔ ان کے لئے نکل کر سطحِ آب پر پھیل گئی۔ ان بزرگ نے سوچا کہ میں بھی ان نقرتی جالیوں پر پاؤں رکھ کر گزر جاؤں مگر وہ جالی زیرِ آب چلی گئی۔ اور وہ وہیں دریا کے کنارے غم سے رونے لگے، نماز صبح میں پھر وہ تینوں حضرات صفِ اول میں نظر آئے اور اس وقت سے دُ مسجد ہی میں رہے۔ اور عشاء بعد دریا سے گزر گئے۔ وہ بزرگ پھر ناکام لوٹے۔ تیسرے دن وہ تینوں حضرات پھر نظر آئے اور سطحِ آب سے گزر نہ سکے والے بزرگ نے انہیں دیکھ کر اپنے جی میں سوچا۔ یقیناً مجھ میں کوئی خرابی یا کمی ہے۔ اسی لئے تو یہ حضرات پار اتر جاتے ہیں اور میں رہ جاتا ہوں۔ انہوں نے تیسرے روز بھی ان حضرات کے پیچھے چل کر دریا پار کرنا چاہا۔ تو وہ چاندی کی جالیاں ان کے لئے بھی کچی رہیں۔ اور ان تینوں میں سے ایک نے انہیں سہارا بھی دیا۔ وہ فرماتے ہیں۔ ہم لوگ اس پار پہنچنے تو وہ سب مل کر سات آدمی تھے۔ آٹھواں میں تھا، تھوڑی دیر بعد آسمان سے ایک خوان اترآ، جس میں آٹھ بھنی ہوئی مچھلیاں تھیں۔ میں بھی ان کے ہمراہ کھانے کے لئے بیٹھا۔ اتفاقاً آٹھویں نو وار بزرگ نے ان میں سے ایک سے کہا کہ مابے پاس اگر رنگ ہوتا تو کیا بات تھی؟ اس پر انہوں نے ایک سرد آہ کھینچی اور فرمایا۔ تم ایسے لوگوں میں ہوؤ۔ اس کے بعد ان میں سے ایک نے میرا ہاتھ پکڑا اور تھوڑی دیر بعد میں نے خود کو ایک پن گھٹ پر پایا۔ اور پھر میں نے ان میں سے کسی کو کبھی نہیں دیکھا۔ (ص ۱۶۱، ۱۶۵)

خدا رسید غلام

شیخ عبدالواحد بن زید رضی اللہ عنہ نے ایک غلام خریدارات کا اندھیرا بچایا۔

اور شیخ نے غلام کو تلاش کیا تو پورے گھر میں کہیں پایا۔ دروازوں کو دیکھا تو سب بند ہیں، کوئی دروازہ بھی کھلا ہوا نہیں۔ وہ سخت حیرت میں پڑے کہ آخر وہ کیسے غائب ہوا۔ صبح ہوئی تو حاضر ہو گیا۔ اور شیخ کی خدمت میں ایک درہم پیش کیا۔ جس پر سورۃ اخلاص کندہ تھی۔ عرض کیا اگر آپ مجھے رات کی خدمت سے آزاد رکھیں تو ایسا ہی درہم میں روزانہ حاضر کیا کروں۔ شیخ نے اسے اس کی مہلت دے دی۔

کچھ عرصہ بعد شیخ کے چند بزرگ سیوں نے آکر ان سے شکایت کی کہ آپ کا غلام کفن چور ہے اسے بچ ڈالے۔ شیخ نے ان لوگوں کو رخصت کیا اور خود اس بات کی تحقیق کا ارادہ کیا۔ شیخ نے دیکھا کہ عشار کے بعد جب اس کے جانے کا وقت ہوا، اس نے بند دروازے کو اشارہ کیا وہ خود بخود کھل گیا۔ اسی طرح مکان کے تمام دروازوں سے گزردہ ایک چٹیل میدان میں پہونچا جو لباس اس کے بدن پر تھا اتار کر صوف کا مونگا کپڑا پہنا۔ اور صبح تک مصروف نماز رہا۔ صبح کے آثار نمودار ہوئے تو اس نے دعا کی۔ اے میرے آقا جسے حقیقی میرے مجازی آقا کی اجرت عطا کر!۔ آسمان سے ایک درہم اس کے ہاتھ میں گرا جسے اس نے رکھ لیا۔ شیخ یہ سارے واقعات دیکھ کر حیران رہ گئے۔ اور وضو کر کے دو رکعت نماز پڑھی۔ اور اس کے حق میں اپنی بطنی سے استغفار کیا اور اس کو آزاد کرنے کا عہد کیا۔ اس سے فارغ ہو کر انہوں نے غلام کو تلاش کیا تو وہاں اسے نہیں پایا۔ اور وہ میدان و بیابان بھی شیخ کے لئے اجنبی تھا۔ اسی وقت وہاں ایک اسپ سوار نمودار ہوا۔ اور خود ہی پوچھا عبد الواحد آپ یہاں کیسے؟ شیخ نے سارا قصہ ذکر فرمایا اسپ سوار: کیا آپ کو معلوم ہے یہ بیابان آپ کے شہر سے کتنی دور ہے فرمایا نہیں؟ اس نے کہا اگر تیز سواری سے سفر ہو تو دو برس میں آپ اپنے شہر پہونچ سکیں گے۔ آپ یہیں ٹھہریں، اور اس غلام کے آنے کا انتظار کریں۔ رات ہوئی تو غلام وہاں جا پہونچا۔ اس کے ہاتھ میں کستر خوان تھا جس میں نوا و اقسام کے کھانے تھے۔ اس نے عرض کیا۔ اے میرے آقا مجھے تناول

فرمائیے۔ اور آئندہ ایسا نہ کیجئے گا۔ شیخ نے کھانا کھایا۔ اور غلام بھرا اپنی نماز میں مشغول ہو گیا۔ نماز سے فارغ ہو کر اس نے کوئی اسم اعظم پڑھا۔ اور پھر چند قدم اٹھانے کے بعد ہم لوگ اپنے گھر جا پہنچے۔

غلام، اے میرے آقا! کیا آپ نے مجھے آزاد کرنے کا عہد نہیں کر لیا ہے؟ شیخ، میں اپنے عہد پر اب بھی قائم ہوں۔

غلام، میں آپ کا بے حد شکر گزار ہوں۔ مجھے آزاد رکھیے اور میری قیمت لے لیجئے۔ یہ کہہ کر اس نے زمین سے ایک پتھر اٹھایا جو اٹھاتے ہی خالص سونا بن گیا، وہ شیخ کو دیا، اور چلا گیا۔ شیخ اس عارف حق غلام کو جانتے ہوئے بھیجی ہوئی بلکوں سے دیکھتے رہے۔ بعد میں جب ہمسایوں نے جب شیخ سے دریافت کیا کہ اس غلام کا آپ نے کیا کیا۔ اور شیخ نے انہیں حقیقت حال سے باخبر فرمایا۔ اور اس کی کرامات سنائیں تو سب نے اپنی بدظنی پر توبہ کی اور تأسف کے اشک بہائے

(ص ۱۷۵ — ۱۷۶)

عبد عارف کی آزادی اور جہنم سے رہائی؛

شیخ ابراہیم خواص علیہ الرحمہ بازار بصرہ سے گزر رہے تھے۔ انہوں نے دیکھا کہ ایک شخص غلام فروخت کر رہا ہے۔ اور کہتا ہے اس کے ساتھ تین عیوب لگے ہوئے ہیں۔ شیخ نے پوچھا اس میں کیا خرابیاں ہیں۔ کہا۔

① شب میں سوتا نہیں ② دن کو کھاتا نہیں ③ کوئی غیر ضروری بات کرتا نہیں شیخ نے غلام سے کہا، مجھے تم عارف لگ رہے ہو؟

غلام، عارف ہوتا تو غیر خدا میں مشغول ہوتا؟

بس کی یہ بات سن کر شیخ کو اس کے دلی اللہ ہونے کا یقین داثی ہو گیا۔ اور انہوں نے اسے خرید لیا۔ غلام کے آقا کو اس کی قیمت چکاتے ہوئے شیخ نے اپنے دل میں نیت کی کہ اے اللہ کے لئے آزاد کروں گا۔ اسی لمحے غلام نے شیخ کی جانب دیکھا۔ اور کہا۔

آپ نے اگر مجھے دنیا میں غلامی سے آزادی تو ربِّ کائنات نے آپ کو آخرت میں دوزخ سے آزادی بخشی۔

فرماتے ہیں کہ یہ کہہ کر غلام چلا گیا۔ اور پھر کبھی نظر نہیں آیا۔ (ص: ۱۷۶)

اللہ تعالیٰ سے تعلق کا سبق:

اہل اللہ میں سے کسی نے ایک غلام خریدا۔ فرماتے ہیں، میں نے اس سے جو سوالات کئے اس نے اس کے جواب اس طرح دیئے۔

تمہارا نام کیا ہے؟

میرا نام وہی ہے جو آپ رکھ دیں۔

اور کام؟

آپ جو حکم دیں، اس پر عمل کرنا میرا کام،

اور تمہارا کھانا؟

آپ جو کھلائیں وہی میرا کھانا ہے۔

تمہارے دل کی اپنی کوئی خواہش؟

آقا کے ہوتے ہوئے غلام کی خواہش کیا؟ آپ کی مرضی ہی مری خواہش ہے۔

اس کی یہ تین باتیں سن کر مجھے رونا آگیا۔ اور مجھے اپنے مالک حقیقی سے اپنا

تعلق یاد آگیا۔ میں نے غلام سے کہا۔

عزیز من! تو نے مجھے ربِّ کائنات سے ادب کا سبق سکھا دیا۔ (ص: ۱۷۶)

بے غبار دل والے:

ایک اللہ والے کو ایک ساعت میں کئی بار ایک دروازے سے بلایا گیا۔ مگر

جب وہ پہنچنے بلانے والا واپس کر دیتا۔ انہوں نے اپنے دل پر اس کا کوئی غبار

نہیں لیا۔ اور بلارنج لوٹ آئے۔ اس دعوت دینے والے شخص نے جب دیکھا کہ

ان پر ہماری بدخلقی کا کوئی اثر نہیں ہوا، تو کہا یہ تو بہت بڑی بات ہے — اللہ والے بزرگ نے سنا تو فرمایا۔

یہ تو نہایت پھوٹی بات ہے جو کہتے ہیں پانی پانی جاتی ہے اسے جب بلاؤ آجاتا ہے اور راند دو تو چلا جاتا ہے۔

حضرت شیخ حسن بصری رضی اللہ عنہ فرمایا۔ کتے میں دس عادتیں ایسی ہیں، جو ہر مومن میں ہونی چاہئے۔

- ① — کتا بھوکا رہتا ہے جو صالحین کی خصلت ہے۔
- ② — کتے کا کوئی خاص مکان نہیں ہوتا جو اہل توکل کی علامت ہے۔
- ③ — کتا رات میں بہت کم سوتا ہے جو اہل محبت کی عادت ہے۔
- ④ — کتا مرنے کو کوئی وراثت نہیں چھوڑتا جو زاہدوں کی علامت ہے،
- ⑤ — کتا اپنے مالک کو خواہ وہ جفا کرے نہیں چھوڑتا جو مریدان صادق کا طریقہ ہے۔

- ⑥ — کتا تھوڑی سی جگہ پر قناعت کرتا ہے جو اہل تواضع کی نشانی ہے۔
- ⑦ — کتے کی جگہ پر کوئی قبضہ کر لیتا ہے تو وہ وہاں سے کہیں اور چلا جاتا ہے، جو اہل رضا کا شیوہ ہے۔

- ⑧ — کتا اپنے مارنے اور ستانے والے کے تھوڑے ٹکڑے پر پھر لوٹ آتا ہے کچھ بات بھول جاتا ہے جو خاشعین کی صفت ہے۔

- ⑨ — کھانا رکھا ہو تو کتا دور بیٹھا دیکھا کرتا ہے جو مساکین کا طریقہ ہے۔

- ⑩ — جس جگہ سے کوچ کرتا ہے پھر لوٹ کر ادھر نہیں دیکھتا، جو غمزدوں کی نشانی ہے۔ (ص: ۱۷۷)

کتوں سے سبق آموزی:

ایک پہاڑ کے غار میں بہت سے کتے رہتے تھے۔ ہفتہ بھر وہ غار سے باہر نہیں جاتے

تھے۔ ہفتہ میں صرف ایک دن فارسی نکل کر شہر کے ان مقامات پر جاتے ہیں ان
انہیں کچھ کھانے کو مل جاتا۔ پھر لوٹ کر اسی غار میں آ جاتے۔ ایک شخص نے
کتوں کے ان معمولات کو اپنے لئے رہنما بنایا۔ اور ہفتہ بھر انہیں کے ساتھ غار میں
رہنے لگا اور صرف ایک بار شہر جا کر وہاں کچھ کھا لیتا۔ گویا اس نے ان کتوں ہی
سے ریاضت اور آداب سیکھے۔ (ص ۱۷۷)

سید التالبعین خواجہ اویس قرنی رضی اللہ عنہ:

حضرت خواجہ اویس قرنی رضی اللہ عنہ کے بارے میں روایت ہے کہ آپ کوٹے
کو کٹ جمع ہونے کی جگہ سے پرانے کپڑے چُن چُن کر پاک کر لیا کرتے۔ اور انہی سے
گدڑی سی لیتے۔ سبزی فروشوں کے نکالے ہوئے پتے اور پھل وغیرہ کو کھانے کے
لئے اٹھا لیتے۔ ایک روز مزبلہ کے پاس ایک کتا آپ پر بھونکنے لگا۔ آپ نے جواباً
فرمایا۔

جو میرے قریب ہے اس سے تو کھا، جو میرے قریب ہے اس سے میں کھا رہا ہوں
تو مجھ پر بھونکتا کیوں ہے۔ اگر پل صراط سے میں سلامت گزر گیا تو میں تجھ سے بہتر
ہوں ورنہ تو مجھ سے بہتر ہے۔

آپ کا یہ حال تھا کہ گھر والے آپ کو جنہوں خیال کرتے تھے۔ اور اہل رشتہ
حقارت سے دیکھتے، تمسخر کرتے اور بچے پاگل سمجھ کر آپ کو کنکر پتھر مارتے تھے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک
روز فرمایا۔ اللہ تعالیٰ خلقت میں سے ان لوگوں کو پسند فرماتا ہے جو
مستقی و مخلص ہوں۔ پاک و صاف اور پوشیدہ زندگی گزارنے والے ہوں، ان
کے بال بکھرے ہوئے، چہرہ غبار آلود، اور شکم پیٹھ سے لگے ہوئے ہوں۔ وہ اگر
مالداروں کی مجلس میں جانا چاہیں تو اجازت نہ پائیں۔ خوش حال عورتوں سے
نکاح کرنا چاہیں تو رشتے نہ ملیں۔ اگر وہ کہیں چلے جائیں تو کوئی ان کا متلاشی نہ

ہو۔ اور جب کہیں سے آئیں تو دیکھ کر کوئی خوش ہونے والا نہ ہو۔ بیمار ہوں تو کوئی عیادت کو نہ آئے۔ مرجائیں تو کوئی جنازہ پر نہ پہنچے۔

صحابہ نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہم ان میں سے کسی شخص سے کیسے ملاقات کر سکتے ہیں؟

فرمایا: اویس قرنی ایسے ہی لوگوں میں سے ہوں گے۔
عرض: یا رسول اللہ! ان کی نشانی کیا ہوگی؟

فرمایا: آنکھیں نیلگوں، بال سرخی آمیز، سینہ چوڑا، میانہ قد، سخت گندمی رنگ اپنی ٹھوڑی سینے کی طرف مائل، اور نگاہ ہمیشہ جائے سجدہ اور اپنی نگاہ کی جانب بھکی رکھیں گے۔ اکثر اپنے داہنے ہاتھ کو بائیں پر رکھ کر روتے ہوں گے۔ دو کھل ساتھ رکھیں گے۔ ایک تہبند، دوسرا چادر کی جگہ استعمال کریں گے۔ اہل زمین میں گننام ہوں گے مگر اہل آسمان میں ان کی شہرت ہوگی۔ وہ اگر اللہ تعالیٰ پر کوئی قسم کھا بیٹھیں تو اللہ تعالیٰ ضرور یوری کر دے۔ ان کے بائیں مونڈھے تلے تھوڑا سا سفید داغ ہوگا۔

لوگو! یاد رکھو، روزِ حشر شبِ نیک بندوں سے توجنت میں جانے کے لئے کہا جائے گا۔ مگر اویس کو حکم ہوگا کہ تم ٹھہر دو لوگوں کی شفاعت کرو۔ پھر رب تعالیٰ ربیعہ و مضر قبیلوں کی تعداد برابر لوگوں کے بارے میں ان کی سفارش قبول فرمایا گیا اے عمر اور اے علی! جب تم لوگ ان سے ملاقات کرنا تو ان سے اپنے حق میں دعا و استغفار کرنا۔ اللہ تعالیٰ تمہاری خطاؤں سے درگزر فرمائے گا۔

اس کے بعد دس سال تک حضرت سیدنا عمر اور سیدنا علی رضی اللہ عنہما خواجہ اویس قرنی کی جستجو میں رہے۔ لیکن کامیابی نہ ہوئی بالآخر جب سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ اپنی حیات کے آخری سال حج میں تھے تو آپ بوقبیس کی کی ہٹاری پر چڑھے اور باوانہ بلذ اہل ین کو پکارا۔ اور پوچھا کہ کیا تم اہل وین نام کا کوئی آدمی ہے؟ — اس وقت ایک بوڑھا شخص جس کی ریش

دراز تھی وہ کھڑا ہوا۔ اور دست بستہ عرض کیا: ہمیں تو اویس کے بارے میں معلوم نہیں ہے۔ مگر اس نام کا میرا ایک بھتیجا ضرور ہے جو نہایت گنہگار، کم مال، بے وقت ہے وہ اس لائق نہیں کہ آپ کی خدمت میں لایا جائے۔ شتربانی کرتا ہے اور ہم لوگوں میں بہت معمولی حیثیت رکھتا ہے۔
حضرت عمرؓ: وہ کہاں ہے؟ کیا وہ نزدیک کہیں ہے؟
ضعیف مرد! جی ہاں! میدانِ عرفات میں ہے۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ جلدی سے عرفات پہنچے تو انہیں ایک درخت کے پاس کھڑے نماز پڑھتے پایا۔ اور ان کے گرد اونٹ چرنے میں مصروف تھے۔ ٹھوڑی دور پر اپنی سواری روک کر یہ دونوں حضرات قریب پہنچے، اور سلام کیا۔ خواجہ اویس نے نماز پوری کر کے کئے سلام کا جواب دیا۔ ان لوگوں نے پوچھا آپ کون ہیں؟

ایک شتربان اور لوگوں کا ملازم،
آپ کی شتربانی اور اجرت کاری سے متعلق ہمارا سوال نہیں، اپنا نام بتائیے؟
عبداللہ (اللہ کا بندہ)

یہ تو ہم بھی جانتے ہیں، تمام اہل زمین و آسمان اللہ کے بندے ہیں۔ آپ ہمیں اپنا وہ نام بتائیں جو آپ کی والدہ نے رکھا۔
آپ حضرات کو آخر مجھ سے کیا غرض ہے؟

بات دراصل یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم لوگوں کو اویس قرنی کی صفت اور ان کا حلیہ بتایا تھا جس میں سے بالوں کی سرخی، آنکھوں کا نیلا پن تو ہم نے دیکھ لیا۔ مگر سرکار نے ارشاد فرمایا تھا کہ اویس کے بائیں مونڈھے تلے قدرے سفیدی ہوگی۔ کیا آپ ہمیں دکھانے کی زحمت کریں گے؟

یہ سن کر خواجہ اویس قرنی رضی اللہ عنہ نے اپنا مونڈھا دکھایا تو وہ سپیدی موجود تھی۔ ان حضرات نے اس سپیدی کو بوسہ دیا۔ اور فرمایا۔

ہم لوگ گواہی دیتے ہیں کہ بیشک اویس قرنی آپ ہی ہیں — آپ ہمارے حق میں دعائے مغفرت کریں۔

خواجہ اویس، میں تو استغفار میں اپنی کسی فرزند آدم کی تخصیص نہیں کرتا سب کی بحثش مانگتا ہوں، مگر بحر دبر کے مومنین و مومنات، اور مسلمین و مسلمات میں مستجاب الدعوات کون ہے؟۔

خواجہ اویس: آپ لوگوں پر خدا نے میرا حال ظاہر کر دیا ہے، بتائیں آپ کون لوگ ہیں؟۔

سیدنا علی رضی: یہ ہیں امیر المومنین عمر بن خطاب، اور میں ہوں علی بن ابی طالب خواجہ اویس یسنکرا دبا کھڑے ہو گئے۔ اور کہا السلام علیک یا امیر المومنین ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، ویا ابن ابی طالب، اللہ تعالیٰ آپ حضرات کو اس امت کی جانب سے بہترین جزا عطا فرمائے۔ آپ کو بھی رب تعالیٰ جزائے خیر سے نوازے۔
امیر المومنین: آپ کے لئے میں مکہ شریف جا کر کچھ خرچ اور کچھ کپڑے لانا چاہتا ہوں۔ اس وقت تک آپ یہیں ٹھہرے رہیں۔

خواجہ اویس، امیر المومنین ایسا کوئی وعدہ نہ لیں۔ اور نہ ہم آج کے بعد دوبارہ ملیں گے۔ اور بھلا اس پیسے اور کپڑے کو میں کیا کروں گا؟ — آپ تو دیکھ ہی رہے ہیں کہ میرے پاس اون کی چادر اور لنگی موجود ہے۔ میں انہیں اتنی جلد تو نہ پھاڑ ڈالوں گا۔ اس کے علاوہ آپ دیکھ ہی رہے ہیں کہ میرے پاس مضبوط سلا ہوا جو قوس کا جوڑا بھی ہے۔ یہ ابھی کھا ٹوٹتے ہیں؟۔ اور آپ کو تو خبر نہیں — میں اونٹ چرانے کی اجرت چار درہم لیتا ہوں۔ آپ جلتے ہیں کہ میں انہیں کب تک کھاؤں گا۔ امیر المومنین: ہمارے اور آپ کے مابین ایک نہایت سخت گھاٹی آنے والی ہے۔ اس پر سے وہی پارا ترے گا جو ہلکا اور دبلا ہو گا۔ لہذا آپ بھی ہلکے ہی رہیں۔

امیر المومنین رضی اللہ عنہ نے خواجہ اویس کی یہ بات سنی تو اپنے کوڑے کو زمین پر

مارا۔ اور بہ آواز بلند بکارا۔ اے کاش عمر! تجھے تیری ماں پیدا نہ کرتی تو بہتر تھا۔ کاش وہ عقیقہ ہوتی، تیرے عمل کی مصیبت نہ اٹھاتی۔ اس کے بعد امیر المومنین اور سیدنا علیؑ مکہ کی طرف تشریف لے گئے۔ اور خواجہ اولیس قرنی نے اپنے اونٹوں کو ہنگاماً، اور سب اونٹ ان کے مالکوں کے حوالے کئے۔ اور شتر بانی چھوڑ کر صرف عبادت میں لگ گئے یہاں تک کہ وصال فرما گئے۔ (ص ۱۷۹، ۱۸۰)

صحیح مسلم میں فاروق اعظم سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ تمہارے پاس اولیس بن عامر بنی مراد پھر قرن کے یمنی لوگوں کے ساتھ آئے گا اے برس تھا جس سے اس کو شفا مل گئی ہے صرت درہم کے برابر سفیدی مل گئی۔ وہ اپنی ماں کا فرماں بردار ہے۔ اگر کوئی قسم کھائے تو خدا پوری کر دے۔ اگر تم اپنے لئے اس سے دوائے مغفرت کو اس کو تو ضرور کراؤ۔ پھر باقی حدیث حسبِ بلا بیان کی۔ یہاں تک اپنی اور حضرت علیؑ کی ملاقات کا ذکر کیا۔ اور یہ کہ ان سے دوائے مغفرت کو کہا تو انہوں نے دوائے مغفرت کی۔ پھر حضرت عمرؓ نے ان سے پوچھا۔ کہاں کا ارادہ ہے بتایا کو ذکا، فرمایا کیا آپ کے لئے میں کوفہ کے گورنر کو لکھ دوں؟ کہا مجھے نا ادا و گناہم رہنا زیادہ پسند ہے۔

مسلم کی ایک روایت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے ہے فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا ہے کہ

تابعین میں سب بہتر وہ شخص ہے جسے لوگ اولیس کہتے ہیں۔ (اہل خانہ میں) اس کی معض ماں ہے۔ اس کے جسم پر ذمہ سی سفیدی ہے۔ تم لوگ ان سے اپنے لئے دوائے مغفرت کراؤ۔

امام یافعی فرماتے ہیں کہ رسول اکرمؐ کا یہ ارشاد کہ اولیس خیر التابعین ہیں اس بارے میں صریح ہے کہ وہ تمام تابعین سے مطلقاً بہتر ہیں۔ اس ارشاد سے یہ دلیل بھی ملتی ہے کہ نفع لازم، نفع متعدی سے بعض اوقات افضل بھی ہوتا ہے۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ خدا شناس، علمائے باطن احکام شناس علمائے ظاہر سے افضل ہیں۔

حضرت علقمہ بن مرثد کا فرمان ہے۔

نزدنا بعین میں آٹھ آدمیوں پر ختم ہے۔ انہی میں سے ایک ادیس قرنی بھی ہیں۔ ان کے گھروالوں نے انہیں مجنوں خیال کو کے باہران کے واسطے ایک حجرہ بنا دیا تھا۔ اور وہ لوگ سالہا سال تک ان کو دیکھنے بھی نہ جاتے تھے۔ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ خلیفہ ہوئے تو موسم حج میں انہوں نے آواز دی۔ اے لوگو! سب کھڑے ہو جاؤ سب لوگ سنکر کھڑے ہو گئے۔ انہوں نے پھر فرمایا۔ میں والوں کے علاوہ سب بیٹھ جائیں۔ (چنانچہ میں کے لوگ کھڑے ہو گئے اور تمام لوگ بیٹھ گئے) اس طرح پھر اہل ین میں سے صرف ضلع مراد کے باشندوں کو، اس کے بعد مقام قرن کے باشندوں کو کھڑے رہنے کا حکم دیا۔ اس طرح سب لوگ بیٹھ گئے محض ایک آدمی کھڑا رہ گیا جو حضرت ادیس قرنی کا چچا تھا۔ حضرت عمر کیا تم خاتمی ان کے باشندے ہو؟

ضعیف مرد: ہاں! یا امیر المومنین

حضرت عمر کیا تم ادیس کو جانتے ہو؟

ضعیف مرد: امیر المومنین! آپ ادیس کو کیا پوچھتے ہیں۔ اس سے زیادہ بیوقوف مجنوں، اور محتاج ہم میں کوئی نہیں۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ بڑھے کی یہ بات سنکر رو پڑے۔ اور فرمایا یہ عیوب جو تو گنارہا ہے تجھ میں ہیں اس میں نہیں کیونکہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ ادیس کی شفاعت سے قبیلہ ربیع و مضر جتنے آدمی بہشت میں داخل ہوں گے۔

عمار بن یوسف ضعیفی کا بیان ہے۔

کسی نے ادیس قرنی رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا آپ صبح و شام کس طرح گزرتے ہیں؟ انہوں نے جواب دیا صبح کو اللہ تعالیٰ کی محبت میں رہتا ہوں، اور شام کو اس کی حمد و ستائش میں، ویسے تم ایک ایسے انسان کا حال دریافت کرتے ہو جو صبح کو شام تک کی زندگی کا یقین نہیں رکھتا۔ اور شام کو صبح

نیک کی زندگی کا، کیوں کہ موت اور اس کی یاد نے مومن کے لئے کوئی خوشی باقی نہ رکھی اور مال میں اللہ تعالیٰ کے حق نے مسلمان کے لئے چاندی سونے کی گنجائش باقی نہ رکھی۔ اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر نے مسلمان کا کوئی دوست نہ رہنے دیا جب ہم امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرتے ہیں تو وہ ہمیں برا جانتے ہیں۔ ہماری بے حرمتی کرتے ہیں۔ اور ہمارے مقابلہ میں اہل فسق کو اپنا مہنوا پاتے ہیں۔ بخدا نوبت باطل رسید کہ مجھ پر بڑے بڑے بہتان باندھ دیئے۔ اُتنا کہ کھلیں نے اپنا راستہ لیا۔ اور مجھے تنہا چھوڑ گئے۔

ہرم بن حیان رضی اللہ عنہ کہتے ہیں۔

میں اویس قرنی کے احوال سُکر کوئے پہنچا۔ ان سے ملاقات کے علاوہ میرا اور کوئی مقصد نہیں تھا۔ دوپہر کے وقت میں نے انہیں دریائے فرات کے کنارے وضو کرتے ہوئے دیکھا۔ ان کا جو حلیہ اور اوصاف میں نے سن رکھے تھے ان سے انہیں فوراً پہچان گیا۔ گندم گوں، غلگین صورت، سر کے بال مٹدے ہوئے، بامیبت آدمی تھے۔ میں نے سلام کیا انہوں نے جواب دیا۔ اور میری جانب دیکھا میں نے مصافحہ کو ہاتھ بڑھایا مگر انہوں نے مصافحہ نہیں کیا۔

ہرم بن حیان: اللہ آپ کو رحمت و مغفرت سے نوازے۔ آپ کس حال میں ہیں۔ (یہ کہتے کہتے میں اپنے دل میں چھپی ان کی محبت کے سبب سے رونے لگا اویس بھی مجھے دیکھ کر رو پڑے)

اویس قرنی: اے ہرم بن حیان! اللہ تعالیٰ تمہیں خوش و خرم رکھے تم کس طرح ہو؟ — اور تم کو میرا کہاں سے پتہ چل گیا۔

ہرم: اللہ تعالیٰ نے خبر دیدی۔

اویس: بیشک اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔ وہ ہمارا پروردگار، پاک اور منزہ ہے اس کا وعدہ پورا ہو کر رہتا ہے۔

ہرم: آپ نے میرا اور میرے باپ کا نام کیسے جانا۔ آج سے قبل تو ہم لوگوں نے

کبھی بار ملاقات نہیں کی۔

ادیس، مَبَآئِی الْعَلَمِیْنِ الْخَیْطِ (علیم و خیر رب نے بتا دیا)

ہرم، مجھے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی کوئی حدیث سنائیں؟

ادیس، مجھے تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زیارت و محبت نصیب نہ

ہوئی۔ البتہ میں نے ان لوگوں کی زیارت کی ہے جنہوں نے حضور کی زیارت کی تھی۔

مگر میں محدث، قاضی، یا مفتی ہونا پسند نہیں کرتا۔ اور میری طبیعت لوگوں سے اکتائی

ہے۔ ہرم، قرآن مجید کی کچھ آیات ہی سنا دیں۔ میرا جی چاہتا ہے کہ میں آپ سے کچھ

سنوں۔ اور مجھے کوئی ایسی نصیحت فرمائیں جسے میں یاد رکھوں۔

یَسْکُرُ اَنْہُوں نے میرا ہاتھ پکڑا۔ یہ پڑھا۔ اَعُوْذُ بِاللّٰهِ السَّمِیْعِ الْعَلِیْمِ مِنَ

الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ۔ اور فرمایا کہ بیشک سب سے بچی بات میرے پروردگار کی ہے

اور سب سے صادق قول اللہ ہی کا ہے۔

وَمَا خَلَقْنَا السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَیْنَهُمَا الْعِیْنِ ؕ لَوْ اَرَدْنَا اَنْ

نَسْخَحَ لَہُمْ اَلَّا تَخْذُنَا ؕ مِّنْ لَّدُنَّا اِنْ کُنَّا فَعٰلِیْنَ (الانبیاء ۲۱/۱۶)

اور ہم نے آسمان اور زمین اور ان کے درمیان کی چیزوں کو کھینچے ہوئے (بے

مقصد) پیدا نہیں کیا۔ اگر ہم کھیل تماشا بنانا چاہتے تو اپنے پاس سے اسے بنالیتے

اگر ہمیں کرنا ہوتا۔

یہاں سے آخری سورۃ تک تلاوت کیا۔ اور ایک سر داہ۔ چپنی جسے سُکریں نے

سوچا کہ اب بیہوش ہوئے۔ پھر فرمایا۔

اے ابن حیان! تمہارے والد تو مر ہی چکے ہیں۔ غریب تم بھی مر جاؤ گے معلوم

نہیں اس کے بعد تم جنت میں جاؤ گے یا جہنم میں، اس کے علاوہ دیکھو کہ بابا

آدم اور ماں حوا بھی اتنے قاتل کمر چکے۔ حضرت نوح بنی اللہ، حضرت ابراہیم

خلیل اللہ، حضرت موسیٰ کلیم اللہ، داؤد خلیفہ اللہ، محمد رسول اللہ (صلوات اللہ

تعالیٰ علیہ وعلیٰ جمیع الانبیاء والمرسلین) اور حضور کے خلیفہ ابو بکر صدیق، اور میرے بھائی اور میرے دو ہمت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہما سب کے سب وفات پا چکے۔

ہرم، ابھی امیر المومنین عمر بن خطاب تو بیجاات ہیں ان کا تو انتقال نہیں ہوا۔ ادیس: نہیں، ان کا بھی انتقال ہو چکا ہے۔ میں نے یہی سنا ہے، اللہ تعالیٰ کی جانب سے بھی یہی معلوم ہوا ہے، اور میرا دل بھی یہی کہتا ہے۔ اور ہم تم بھی مرنے والوں ہی میں ہیں۔ اس کے بعد درود اور دعا پڑھی اور فرمایا۔

میری نہیں بس اتنا ہی وصیت ہے کہ موت کو یاد رکھنا۔ اور زندگی میں ملک بھینکنے کے مقدار بھی اس ذکر کو دل سے الگ نہ کرنا۔ اور جب اپنے اہل و عیال میں پہنچنا تو انہیں خوفِ خدا کی تاکید کرنا۔ اور ساری امت کو سمجھانا۔ جماعت سے ملجھ نہ رہنا ورنہ دین سے جدا ہو کر دوزخ میں پہنچ جاؤ گے۔ اور تم میرے لئے اور اپنے لئے دعا کرو۔ پھر دیر تک میرے لئے دعا کرتے رہے۔ اور فرمایا۔ آج کے بعد اب تم مجھے نہیں دیکھ سکو گے۔ کیوں کہ میں شہرت کو ناپسند کرتا ہوں اور تنہائی کو عزیز رکھتا ہوں۔ اب نہ کسی سے میرے بارے میں سوال کرنا اور نہ مجھے ڈھونڈنا۔ بس یاد کر کے دعا کرتے رہنا۔ میں بھی تمہارے حق میں دعا کرتا رہوں گا اب تم چلے جاؤ میں بھی چل رہا ہوں۔

مجھے ان کے ہمراہ کچھ دیر چلنے کی خواہش تھی۔ لیکن انہوں نے اسے قبول نہیں کیا۔ اور میں رونا ہوا ان سے جدا ہوا۔ وہ بھی روتے رہے۔ میں انہیں جاتے ہوئے دیکھتا رہا۔ یہاں تک کہ وہ ایک گلی میں داخل ہو گئے۔ اس کے بعد میں نے انہیں بہت تلاش کیا، احمد لوگوں سے دریافت کیا مگر کوئی ان کا سراغ بتانے والا نہیں ملا۔ اور مجھ پر کوئی ہفتہ ایسا نہ گزرتا تھا جس میں ایک دو بار انہیں خواب میں نہ دیکھوں۔

حضرت اصغ رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔

اویس قرنی رضی اللہ عنہ کا یہ حال تھا کہ جب شام ہوتی تو بچتے بہ رکوع کرنے کی رات ہے۔ اور پھر پوری رات رکوع ہی میں گزار دیتے۔ کبھی فرماتے یہ رات سجدے کی رات ہے۔ اور رات سجدہ ہی میں بسر ہو جاتی۔ بعض اوقات شام کو کچھ کھا، پنج رہتا تو شام ہی کو خیریت کر دیتے۔ پھر دعا کرتے۔ اے اللہ! اگر کوئی بھوکا مر جائے تو مجھ سے مواخذہ نہ فرما۔ اور کوئی تنگنا ہو تو بھی مجھ سے مواخذہ نہ فرما۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا بیان ہے۔

دور فاروقی میں آذربائیجان میں جہاد ہوا تھا۔ جس میں ہم لوگ شریک ہوئے تھے اس میں خواجہ اویس قرنی بھی ہمارے ہمراہ تھے۔ جب ہم گسواں سے واپس ہوئے تو اویس بیمار ہوئے ہم نے انہیں اٹھانا چاہا۔ مگر ان کی طبیعت سنبھل نہ سکی۔ اور وہیں انتقال فرما گئے۔ وہاں کفن، خوشبو، اور قریار تھی۔ ہم لوگوں نے غسل و کفن دے کر نماز جنازہ ادا کی اور انہیں دفن کر کے چلے آئے۔ ہم میں سے کسی نے دوسرے سے کہا کہ ہم ان کی قبر جان لیتے تو اچھا ہوتا مگر لوٹ کر دیکھا تو نہ قبر نظر آئی نہ نشان قبر حضرت عبدالرحمن بن ابی لیلیٰ فرماتے ہیں۔

جنگ صفین میں کسی منادی نے آواز دی۔ کیا ان لوگوں میں اویس قرنی ہیں۔ تو اس جگہ وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے رفقاء میں شہید پائے گئے۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

(ص ۱۸۱ — ۱۸۵)

نگاہ کشف؛

حضرت ربیع بن خثیم رضی اللہ عنہ کو خواب میں بشارت ہوئی کہ میمونہ سودا جنت میں آپ کی بیوی ہوگی۔ صبح ہوئی تو انہوں نے میمونہ کا حال دریافت کیا۔ لوگوں نے بتایا کہ وہ بکریاں چراتی ہے۔ حضرت ربیع نے سوچا۔ اس کے قریب نہ کہ اس کے عمل کا جائزہ لینا چاہیے۔ فرماتے ہیں۔

میں نے دیکھا کہ اس نے دن میں فرض نمازوں سے زیادہ کچھ نہ پڑھا۔ شام ہوئی تو ایک بکری کا دودھ دبا اور خود پیا۔ پھر اسی کا دودھ دبا اور مجھے پلایا۔ دوسرے دن

بھی ہی معمول رہا۔ تیسرے دن میں نے کہا مجھے کسی اور بکری کا دودھ کیوں نہیں پلاتی بکریاں تو بہت ہیں۔ اس نے کہا میں ان کی مالک نہیں، میں نے کہا پھر اس بکری کا دودھ کیسے پلاتی ہے؟ ———— کہا یہ مجھے اس نے دی گئی ہے کہ اس کا دودھ خود پیوں احسن کو چاہوں پلاؤں۔

حضرت ربیع، تمہارے پاس اس سے زیادہ عمل نہیں جو میرے مشاہدے میں آیا۔

میمونہ انہیں، مگر میں نے جس حال پر بھی صبح شام کی تقدیر الہی پر رضا مند رہی۔ اور جس حال میں اس نے رکھا اس کے علاوہ کبھی حال کی میں نے تمنا نہ کی۔ حضرت ربیع، خواب میں مجھے بتایا گیا ہے کہ تم بہشت میں میری بیوی ہو گی۔ میمونہ: تو تم ربیع بن عثیم ہو۔ رضی اللہ عنہما۔ (ص ۱۸۵)

شان درویش:

شیخ ابو محمد حریری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا۔

شہباز میرے دروازہ پر آیا۔ لیکن میں اسے دام میں نہ لاسکا۔ پھر اس کے بعد چالیس سال ہو گئے۔ اس انتظار میں ہوں کہ وہ یا اس جیسا کوئی دوسرا شہباز میرے آئے۔ مگر اب تک نامراد ہوں۔

لوگوں نے شیخ سے اس بات کی توضیح چاہی تو فرمایا۔

میرے ہمان خانے میں ایک بار عصر کی نماز کے بعد ایک جوان شخص آیا۔ اس کا رنگ زرد، بال کھمرے ہوئے، ننگے سر، پاؤں برہنہ تھے۔ وضو کر کے نماز ادا کی۔ اور مغرب کے وقت تک گریبان میں سر ڈالے بیٹھا رہا۔ اس روز خلیفہ کے دربار میں ہم لوگوں کی دعوت تھی۔ وہاں سے ایک بلانے والا آگیا۔ میں نے اس جوان سے کہا کہ جماعت کے ہمراہ تم بھی خلیفہ کی دعوت پر چلو۔ اس نے گریبان سے سر نکال کر جواب دیا۔ میرے پاس خلیفہ کے دربار تک جانے کا دل نہیں

اور اپنی اشتہا کا اظہار کیا۔ البتہ میرا گرم حلوہ کھانے کو جی چاہتا ہے اس نے چونکہ جماعت کی معیت سے انکار کیا۔ اس لئے میں نے بھی اس کی بات پر توجہ نہیں دی۔ اور خیال کیا کہ ابھی راہ سلوک میں یہ جلدی داخل ہوا ہے ادب نہیں مانتا پھر میں دعوت میں چلا گیا۔ رات کے پچھلے پہر وہاں سے واپسی ہوئی۔ وہاں خانہ میں میں نے اس نوجوان کو اسی حالت میں سرگرمیاں دیکھا۔ میں نے بھی کچھ دیر مصلے پر ذکر فکر کیا۔ پھر مجھ پر مزید کاغلبہ ہوا۔ خواب میں میں نے دیکھا کہ بہت سے حضرات کا اجتماع ہے۔ ایک شخص مجھے بتا رہا ہے کہ یہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہیں۔ اور جملہ انبیاء علیہم السلام، میں نے حضور کی بارگاہ میں حاضر ہو کر سلام عرض کیا۔ مگر آپ نے مجھ سے روئے انور پھیر لیا۔ میں نے پھر دوسری جانب سے جا کر سلام کیا۔ مگر آپ نے توجہ نہیں فرمائی اور نہ سلام کا جواب دیا۔ میں نہایت پریشان ہوا۔ اور عرض کیا یا رسول اللہ! مجھ سے کیا خطا سرزد ہوئی کہ حضور روئے انور پھیر لیتے ہیں۔

فرمایا۔

ہماری امت کے ایک درویش نے تم سے اپنی ایک خواہش کا اظہار کیا اور تم نے اس کی تکمیل میں لا پرواہی کی۔ یہ سن کر میری غنودگی ختم ہو گئی۔ (میں بیدار ہو گیا) مجھ پر ہدایت طاری تھی۔ فوراً اس فقیر کے پاس گیا۔ مگر وہاں وہ نہیں ملا۔ میں نے دروازہ کھلنے کی آہٹ سنی۔ اس کی تلاش میں باہر پہنچا۔ تو اسے نکل کر جاتے دیکھا۔ میں نے آواز دی۔ اے نوجوان! میری بات سنو، جو کچھ تم طلب کرتے تھے میں ابھی حاضر کرنا ہوں۔ اس نے مڑ کر جواب دیا۔

فقیر نے تم سے ایک شئی طلب کی تو تم نے نہیں دی۔ اب ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء کی سفارش ہوئی تو تم اس کے لئے تیار ہوئے ہو۔ مجھے اب حاجت نہیں، یہ کہا اور مجھے چھوڑ کر چلا گیا۔ رضی اللہ عنہما ونفعنا بہما آمین۔

ترک ماسوا اللہ:

سیدنا سری سقلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ایک دن شہر بغداد کی جامع مسجد میں وعظ ہو رہا تھا۔ ایک خوش حال، خوش پوشاک جوان اپنے دوستوں کے ساتھ آیا۔ اور وعظ سننے لگا۔ دوران وعظ حضرت سقلی نے فرمایا۔

حیرت ہے کہ کمزور کیسے قوی کی نافرمانی کرتا ہے۔

یہ سننا تھا کہ جوان کارنگ فنی ہو گیا، اور وہ چلا گیا۔ دوسرے دن جب سری سقلی اسی مقام پر تشریف فرما ہوئے جوان پھر آیا۔ سلام کیا، دو رکعت نماز پڑھی، اور عرض کیا کل میں نے آپ سے یہ جملہ سنا۔

حیرت ہے کہ کمزور کیسے قوی کی نافرمانی کرتا ہے۔

ذرا اس کا مطلب مجھے بتائیں۔ فرمایا، مولا سے زیادہ قوی کوئی نہیں۔ اور بندے سے کمزور کوئی نہیں۔ پھر بھی بندہ اس کی نافرمانی کرتا ہے یہ سنکر وہ چلا گیا، دوسرے دن پھر حاضر ہوا۔ اب اس کے جسم پر صرف دو سفید کپڑے تھے۔ اور اس کے ساتھ اس کا کوئی دوست نہ تھا۔ عرض کیا، خدا سی کی راہ سے مجھے باخبر فرمائیں۔ فرمایا، اگر عبادت کرنا چاہتے ہو تو دن کو روزہ رکھو، رات کو نوافل میں مشغول رہو۔ اور اگر اللہ عز و جل کے طالب ہو تو ہر ماسوا کو ترک کر دو۔ اسے پالو گے۔ اور رہنے کے لئے مسجدوں، دیرانوں اور قبرستانوں کو اختیار کر دو۔ یہ سنکر اس نے کہا۔ خدا کی قسم میں تو دہی راہ اختیار کر دوں گا، جو سب مشکل اور دشوار ہے۔ یہ کہہ کر وہ چلا گیا۔

شیخ سری فرماتے ہیں کچھ روز بعد میرے پاس کچھ لڑکے آئے اور انہوں نے پوچھا احمد یزید کا کیا پتہ ہے؟

شیخ میں تو اس نام کے آدمی کو نہیں جانتا۔ البتہ ایسی ایسی عادت صورت کا ایک آدمی یہاں آیا تھا۔ اور اس نے مجھ سے یہ باتیں دریافت کیں۔ پھر چلا گیا

مجھے معلوم نہیں اب وہ کہاں ہے؟۔
 انہوں نے شیخ کو قسم دی کہ جب وہ شخص آپ کے پاس آئے تو ہمیں خبر کرا دیں
 پھر اس نوجوان کا سال بھر تک کوئی سراغ نہیں ملا۔۔۔۔۔ شیخ ایک روز عشاء
 کی نماز کے بعد اپنے حجرے میں تھے کہ کسی نے دروازہ پر دستک دی۔ شیخ نے اندر
 آنے کی اجازت دی تو وہی نوجوان اندر آیا۔ اس نے شیخ کی پیشانی چوم کر کہا۔
 یا شیخ! آپ نے جس طرح مجھے دنیا کی غلامی سے آزاد فرمایا ہے اسی طرح اللہ آپ
 کو آتش دوزخ سے آزاد کرے۔

شیخ نے نوجوان کے آنے پر ایک آدمی کو اشارہ کیا کہ اس کے گھر جا کر خبر کر دے۔
 تھوڑی دیر بعد ایک عورت بچوں کو لئے ہوئے آن پہنچی۔ اس کا ایک بچہ زیور دل ڈ
 کڑوں سے آراستہ تھا۔ اسے عورت نے شوہر کی گود میں ڈال دیا۔ اور کہا آپ نے
 تو اپنے جیتے جی مجھے بیوہ بنادیا۔ اور بچوں کو داغ میمتی دے دیا۔ نوجوان نے شیخ سری
 کی طرف مخاطب ہو کر کہا۔ آپ نے یہ کیا کیا۔ (کہ انہیں خبر کر دی)

پھر بیوی بچوں سے کہا۔۔۔۔۔ بخدا تم لوگ مجھے دل سے محبوب اور پیارے
 ہو۔ میری اولاد مجھے مخلوقات میں سب سے عزیز ہے۔ مگر کیا کروں انہوں کی شیخ سری منی
 (اللہ عنہ) نے ہی مجھ سے کہا کہ اللہ تعالیٰ کو راضی کرنا چاہو تو ماسوی اللہ سے قطع تعلق کرو
 پھر بچہ کے زیور کو اتار دیا اور بیوی سے کہا۔۔۔۔۔ یہ غریبوں مسکینوں میں تقسیم کر دو
 اور میرے کبل کا ایک ٹکڑا اس کو پہنا دو۔ بیوی نے کہا۔ واللہ! میں اپنے بچے
 کو اس حالت میں نہیں دیکھ سکتی۔ اور بچے کو چھین لیا۔ بیوی کو کشیدہ دیکھ کر نوجوان
 کھٹا ہو گیا۔۔۔۔۔ اور بولا: آج شب تو نے مجھے اپنے رب کی یاد سے بھی غافل
 کر دیا۔ اور وہاں سے چلا گیا۔ اس کے جاتے ہی اس کے گھر والے سب رونے لگے
 اس کی بیوی نے جاتے جاتے پھر شیخ سری سے عرض کی۔ اب اگر وہ پھر آئے تو
 مجھے ضرور خبر فرمائیں۔ شیخ نے انشاء اللہ فرمایا۔ بعد ازاں ایک عرصہ گزر گیا۔ مگر اس
 نوجوان کا کوئی پتہ نہیں چلا۔

ایک روز ایک بوڑھی خاتون شیخ سری کی خدمت میں حاضر ہوئی۔ اور پیغام دیا کہ مقام شومیزہ میں ایک لڑکا آپ کو یاد رکھ رہا تھا۔ شیخ شومیزہ گئے تو وہی احمد زید کاتب زمین پر پڑا تھا۔ زیر سر ایک اینٹ رکھی تھی۔ شیخ کا سلام سنکر آنکھیں کھولیں۔ اور بولا۔

شیخ کیا خیال ہے کہ رب تعالیٰ کے حضور میری غلطیاں معاف ہو جائیں گی؟
شیخ سری، اللہ تعالیٰ مغفور و رحیم ہے وہ معاف فرمائے گا۔

نوجوان، میں تو گناہوں میں غرق ہوں۔

شیخ سری، وہ غرق ہونے والوں، اور ڈوبتوں کو بچا لیتا ہے۔

نوجوان، میں نے بہت ظلم کیا ہے۔ اور مجھ پر لوگوں کا بہت حق ہے۔

شیخ سری، حدیث پاک میں آیا ہے کہ جس نے توبہ کرنی بروزر حشر اسے اور اس کے حقداروں کو بلایا جائے گا۔ اور انہیں یہ حکم ہو گا کہ تم انہیں معاف کر دو۔ اور اس کی جانب سے اللہ تعالیٰ اجر عطا کرے گا۔

نوجوان، میرے پاس گھیلوں کی فروخت کے چند درہم ہیں۔ میں مر جاؤں تو اسی کفن اور ضرورت کی چیزیں خریدے گا۔ میرے اہل خانہ کو نہ بتائیے گا۔ ورنہ وہ حرام کمائی کے کفن سے میرا یہ کفن تبدیل کر دیں گے۔

شیخ سری فرماتے ہیں۔ میں تھوڑی دیر اس کے پاس بیٹھا رہا۔ اس کی آنکھیں کھل رہیں۔ اس کے بعد اس نے پڑھا۔ بِمَثَلِ هَذَا فَلْيَعْمَلِ الْعَمِلُونَ — عمل کرنے والوں کو ایسے ہی اجر کے لئے عمل کرنا چاہئے — اور انتقال کر گیا۔ میں نے کفن خریدنے کے لئے بازار کا رخ کیا۔ واپس ہونے لگا تو میں نے دیکھا کہ لوگ بے تحاشا اسی جانب چلے آ رہے ہیں — میں نے وجہ پوچھی تو بتایا۔ ایک ولی اللہ کا انتقال ہو گیا ہے۔ ہم اس کی نماز جنازہ کے لئے دوڑے جا رہے ہیں۔ اس طرح ہم لوگوں نے نماز جنازہ پڑھ کر اسے دفن کر دیا۔

کچھ دنوں بعد اس کے اہل خانہ اس کی خبر گیری کرنے آئے تو میں نے انہیں بتا دیا

کہ احمد بن زید کا انتقال ہو چکا ہے۔ جوی نے جب یہ سنا تو رونے پٹنے لگی۔ اس کی قبر کا پتہ دریافت کیا۔ عورت نے دو گواہوں کی موجودگی میں سب باندیوں کو آزاد کر دیا، ساری زمینیں، جائیداد اللہ کے نام پر وقف کر دی۔ مال و دولت خیرات کر دی اور عمر بھر کے لئے شوہر کی قبر کے پاس بیٹھ رہی۔ بالآخر وہیں اس کا بھی انتقال ہو گیا۔
رضی اللہ عنہا۔ (ص: ۱۸۶، ۱۸۸)

حضرت ابراہیم بن ادہم اور ترک بادشاہی:

حضرت ابراہیم بن ادہم رضی اللہ عنہ مال و دولت، حکومت و ریاست چھوڑ کر راہ فقر پر کس طرح لگ گئے۔ اس کے بارے میں ایک روایت ہے۔
آپ ایک بار شکار کے لئے گئے ایک لومڑی یا خرگوش کا پیچھا کر رہے تھے کہ غیب سے آواز آئی۔ تم اسی نے پیدا کئے گئے ہو، یا اسی کا نہیں حکم دیا گیا ہے؟ پھر ان کے گھوڑے کی زین سے جواب آیا۔ نہیں، ہم نہ اس کے لئے پیدا کئے گئے ہیں اؤ نہ میں یہ حکم دیا گیا ہے۔

حضرت ابراہیم بن ادہم رضی اللہ عنہ یہ سن کر اپنی سواری سے اتر گئے۔ اپنے باپ کے گلابان کو راہ میں پا گئے۔ اس سے اون کا کھیل لے کر پہن لیا۔ اپنا گھوڑا اور جو کچھ ساتھ تھا اسے دے دیا۔ اور جنگل کی راہ لی۔ رضی اللہ عنہ۔ (ص: ۱۸۹)

دنیا بندگانِ حق کی باندی:

فرماں روا سے کرمان شیخ ابوالفوارس بن شجاع رضی اللہ عنہ ایک بار شکار کے ارادے سے نکلے جنگل میں شکار کی تلاش کرتے کرتے تنہا دوڑ نکل گئے۔ وہاں انہوں نے دیکھا کہ ایک نوجوان خوشنوار درندہ کی پشت پر سوار ہے۔ اور اس کے ارد گرد دیہت سے دزدے اور بھی ہیں۔ بادشاہ کو دیکھ کر دزدے ان پر چھپے۔ مگر نوجوان نے انہیں روک دیا۔

نوجوان، السلام علیکم، اے بادشاہ تم رب تعالیٰ سے کتنے غافل ہو۔ دنیا کے لئے آخرت کو بھولے ہوئے ہو۔ لذت و خواہشات کی پیروی میں اپنے مالک سے روگرداں ہو۔ اللہ تعالیٰ نے تمہیں دولت اس لئے دی کہ اس کے ذریعہ اس کی اطاعت میں سہی کرو۔ تم تھے تو اسے عیش و عشرت کا ذریعہ بنالیا۔

نوجوان ابھی یہ باتیں کر ہی رہا تھا کہ ایک بڑھیا ہاتھ میں پانی کا پیالہ لئے ہوئے آئی اور نوجوان کو دیا۔ نوجوان نے اس میں سے پہلے خود پیا۔ پھر شاہ کو پینے کے لئے دیا۔ پھر بڑھیا وہاں سے غائب ہو گئی۔

شاہ: میں تو آج تک اتنی لذت اور مزیدار شے عمر میں نہیں پی۔

نوجوان: وہ بڑھیا جسے تم نے دیکھا وہ دنیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اسے میری خدمت کے لئے متعین فرمایا ہے۔ جب بھی مجھے کسی چیز کی حاجت ہوتی ہے، دل میں خیال کرتے ہی حاضر کرتی ہے۔ کیا تمہیں معلوم نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے جب دنیا کو تخلیق فرمایا تھا تو اسے حکم دیا تھا کہ جو میری خدمت کرے تم اس کی خدمت کرنا۔ اور جو تمہاری خدمت کرے اس سے مزید اپنی خدمت لینا۔

شاہ کو مان نے جب یہ سنا تو دنیا داری سے توبہ کی۔ پھر ان کا حال و مقام کچھ اور ہی ہو گیا۔ رضی اللہ عنہ۔ (ص ۱۸۹)

حضرت مالک بن دینار کی توبہ کا سبب:

ایک شخص نے حضرت مالک بن دینار رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا کہ آپ نے دنیا سے تائب ہو کر راہ مولیٰ کیسے اختیار کی اس کا سبب کیا ہے؟ انہوں نے فرمایا میں ایک شرابی انسان تھا۔ ہر وقت شراب میں مدمت رہتا۔ اسی زمانے میں میں نے ایک حسین و جمیل کینز خریدی۔ اس کینز کے بلن سے ایک بچی پیدا ہوئی اس سے مجھے عید محبت ہو گئی۔ وہ بیٹی ذرا بڑی ہو کر جب گھٹنے لگی تو میرے دل میں اس کی محبت نے اور جڑ پکڑ لیا۔ پھر ایسا ہوتا کہ جب شراب لیکر بیٹھتا،

تو وہ میسر پاس آجاتی۔ اور شراب کا پیالہ مجھ سے پھینٹے ہوئے میرے کپڑوں پر گر کر
 دیتی۔۔۔۔۔۔ وہ میری بیٹی جب دو سال کی ہوئی تو اچانک اس کا انتقال ہو گیا۔
 اس کی موت کے غم نے مجھے بد حال کر دیا۔ شب براءت (پندرہویں شعبان) آئی۔
 جمعہ کی رات بھی تھی۔ میں نے اس سب بھی شراب پی۔ اور شراب کے نشے میں سو گیا
 عشاء کی نماز بھی نہ پڑھ سکا۔ خواب میں کیا دیکھتا ہوں کہ قیامت کا میدان ہے مرے
 قبروں سے نکل نکل کر آرہے ہیں۔ انہی میں میں بھی ہوں، مجھے اپنے چھپے کسی چیز کی
 آہٹ ہوئی۔ مگر جو دیکھا تو ایک بہت کالا سانپ منہ کھولے میری ہی طرف دوڑا
 آ رہا ہے۔ مجھ پر خوف طاری ہوا اور میں نے بھاگنا شروع کیا۔ ایک راہ پر مجھے ایک
 سفید پوش بزرگ شخص ملا۔ میں نے اس سے منت سماجت کی کہ مجھے اس ہلک
 سانپ سے بچا لو۔ مگر اس نے معذرت کی۔ اور کہا میں کمزور ہوں۔ اور سانپ بہت
 زبردست ہے اس لئے میں تمہاری مدد نہیں کر سکتا۔ مگر آگے جاؤ شاید مولا تعالیٰ
 تمہاری نجات کا کوئی راستہ ظاہر فرمادے۔ میں وہاں سے آگے چلا اور ایک بلند
 ٹیلے پر جا پڑھا۔۔۔۔۔۔ جہاں سے جہنم کی آگ، اس کے طبقات اور بھڑکنے
 شعلے صاف دکھائی دے رہے تھے۔ پیچھے آتے ہوئے سانپ کے اندیشے سے مجھے
 ڈر لگا کہ کہیں میں اس غار جہنم میں نہ گر پڑوں۔ اتنے میں میں نے غیب سے
 ایک آواز سنی۔ پیچھے ہٹ جاؤ ورنہ زخمی نہیں ہے یہ سنکر مجھے قدرے اطمینان ہوا
 میں وہاں سے پلٹا تو سانپ بھی میرے ساتھ آیا۔ ایک آواز سنکر میں ضعیف مرد
 کے پاس آیا۔ اور کہا آپ نے اس سانپ سے بچانے میں میری مدد نہیں کی ضعیف
 مرد میری بات سنکر رونے لگے۔ میں تو ضعیف و ناتواں ہوں۔ مگر تم اس ٹیلے پر چلے
 جاؤ جہاں اہل ایمان کی امانتیں رکھی ہوئی ہیں۔ اگر تمہاری بھی کوئی امانت ہوگی تو
 اس سے تمہیں ضرور مدد ملے گی۔ میں ادھر بھاگا۔ وہ ایک گول پہاڑی
 تھی۔ اس کے اندر بہت سے دروازے تھے۔ دروازوں پر ریشمی پردے لٹک
 رہے تھے۔ ہر دروازہ پر موتی اور یا قوت جڑے ہوئے سونے کے پٹ لگے ہوئے

تھے۔ میں پہاڑی پر دوڑا تو سانپ بھی میسرے تعاقب میں آیا۔ میں دروازے کے نزدیک پہنچا تو ایک فرشتے نے پکارا۔ پردے اٹھا دو، دروازے کھول دو۔ شاید اس بد حال کی پہاں کوئی امانت ہو جو اس کے دشمن سے اسے بچا سکے۔ دروازہ کھلتے ہی بہت سے چاند جیسے خوبصورت بچے میرے پاس آگئے۔ اتنے میں سانپ بھی میرے قریب آگیا۔ بچوں میں سے ایک نے چیخ مار کر کہا۔ سب کے سب جلدی ہونچو، سانپ تو اس کے قریب آگیا۔ اسی اثناء میں میری بیٹی بھی وہاں آگئی۔ اور مجھے دیکھ کر رو پڑی۔ اور بولی بھدایہ تو میرے باپ ہیں یہ کہہ کر بجلی کی سرعت کے ساتھ ایک نورانی جھولے میں میرے پاس آہونچی۔ پھر اپنا بایاں ہاتھ میری داہنی جانب بڑھایا جسے میں نے پکڑ لیا۔ پھر اس نے اپنا دایاں ہاتھ سانپ کی طرف بڑھایا تو وہ پیچھے بھاگ نکلا۔ پھر اس نے مجھے بٹھایا۔ اور خود میری گود میں بیٹھی۔ اور میری ریش پر ہاتھ پھیرا اور بولی۔

اَلْعَبَّٰثُ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اَنْ يَّخْشَعَ قُلُوْبُهُمْ لِذِكْرِ اللّٰهِ وَمَا نَزَلَ مِنَ الْحَقِّ۔ (الحمد، ۱۶/۵)

کیا وہ وقت نہیں آیا ایمان والوں کے لئے کہ ان کے دل جھک جائیں اللہ کی یاد اور اس حق کے لئے جو نازل ہوا۔

میں یہ سن کر آبدیدہ ہو گیا۔ میں نے پوچھا اسے بیٹی! کیا تم یہاں قرآن مجید بھی جانتی ہو؟۔

بیٹی، ہم لوگوں کو آپ لوگوں سے زیادہ اس کا علم ہے۔

باپ: تو بتاؤ یہ سانپ جو مجھے دوڑا رہا تھا یہ کیا مصیبت تھی؟۔

بیٹی: یہ آپ کا برا عمل تھا۔ آپ نے انہیں اسے مضبوط بنایا تو وہ توانا اور مضبوط ہو گیا۔ اور آپ کو جہنم میں لے جانا چاہتا ہے۔

باپ: یہ بزرگ مرد کون تھے؟۔

بیٹی: یہ آپ کا نیک عمل تھا، جسے آپ نے اتنا کمزور کر دیا کہ آپ کے عمل بد سے شکرانے کی اس میں قوت نہ رہی۔

باب: بیٹی! اس ہٹاری میں تم لوگ کیا کرتی ہو؟۔

بیٹی: ہم سب مسلمانوں کی اولاد ہیں۔ ہم قیامت تک یہیں رہیں گے۔ ہم لوگوں کو آپ لوگوں کا انتظار ہے تاکہ ہم شفاعت کریں۔

حضرت مالک بن دینار فرماتے ہیں: میری آنکھ کھلی تو میں حیران و پریشان تھا، مجھ پر خوف طاری تھا۔ صبح ہوئی تو جو سہرا یہ پاس تھا لوگوں کو دیدیا۔ اور اللہ تعالیٰ کے حضور صدق دل سے توبہ کی یہی واقعہ میری توبہ کا سبب ہوا۔

حضرت علامہ یافعی یمنی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں: حدیث میں آیا ہے۔ انسان قبر میں دفن ہوتا ہے تو اس کے اعمال اس کے ساتھ جاتے ہیں۔ اگر وہ اچھے ہیں اس کا اعزاز و اکرام کرتے ہیں۔ اور برے ہیں تو اسے تکلیف دیتے ہیں۔ یعنی اگر اعمال صالحہ ہیں تو اس سے انس کرتے ہیں اور اسے خوش رکھتے۔ اور قبر کو پُر نور اور کشادہ کر دیتے ہیں۔ اور اسے تکالیف سے بچاتے ہیں۔ اور برے اعمال ہیں تو اسے پریشان اور خوفزدہ کرتے ہیں، اور تسلتے ہیں۔ اور قبر کو تاریک کر کے اسے تنگ کرتے ہیں اور اس پر عذاب لاتے ہیں۔

میں نے بعض صاحبین سے سنا ہے کہ ملکِ بین میں لوگ ایک میت کو دفن کر کے لوٹنے لگے تو قبر میں بہت زور سے مار پیٹ اور بھگانے کی آواز آئی۔ میں نے دیکھا کہ اس کی قبر سے ایک سیاہ کتا نکل کر بھاگا۔ مرد صالح نے کتے کو مخاطب کیا اور کہا، تو کیا بتا رہے؟ اس نے جواب دیا میں اس مردے کا گناہ ہوں۔ انہوں نے پوچھا یہ مار پیٹ کس پر ہوئی، تجھ پر یا مردے پر؟ جواب دیا یہ حملہ مجھ پر ہوا۔ اس مردہ کے پاس سورہ یٰسین وغیرہ آگئیں جن کا یہ ورد کیا کرتا تھا۔ اور مجھے وہاں سے مار کر نکال دیا گیا۔

میں کہتا ہوں کہ اس کے نیک اعمال، قوی اور مضبوط تھے۔ اور اللہ تعالیٰ کی رحمت و کرم سے اس کی برائیوں پر غالب آ گئے۔ اگر برائیاں مضبوط ہوتیں تو وہ غالب آتیں اور قسم قسم کی تکلیفیں دیتیں۔ (اعوذ باللہ من عذاب القبر) ص ۱۸۹، ۱۹۰

بندہ مومن خدا کا خوف کر
نیک بن اور کر برائی سے حذر
آج جو بھیجے گا کل وہ پائے گا
زندگی کی فستیں ہیں مختصر مدت

بد عملی قبر کا سانپ:

ایک بدکردار انسان مر گیا۔ جب اس کے لئے قبر کھودی گئی تو اس میں بہت بڑا سانپ نکلا۔ لوگوں نے اس قبر کو بند کر دیا۔ اور دوسری قبر کھودی مگر اس میں بھی وہی سانپ نکلا۔ اسی طرح اس شخص کے لئے تیس قبریں کھودی گئیں مگر سب میں وہی سانپ نکلتا رہا۔ لوگوں نے جب سمجھ لیا کہ رب تعالیٰ کے عذاب سے کوئی بھاگ نہیں سکتا تو مجبوراً ایک قبر میں اسے دفن کر دیا گیا۔ اور یہ سانپ دراصل اس کا برا عمل تھا۔ (ص: ۱۹۱، ۱۹۲)

قبلہ سے منحرف موحّدین:

شیخ ابواسحاق فراری علیہ الرحمہ کی خدمت میں ایک آدمی آیا کرتا تھا جو اپنا نصف چہرہ ہر دم چھپا کر رکھتا۔ شیخ نے اس سے اس کی وجہ پوچھی تو اس نے راز داری کا عہد لینے کے بعد بتایا۔

میں ایک کفن چور تھا۔ ایک مرتبہ ایک عورت کی قبر پر کفن چرانے گیا۔ رات کا وقت تھا۔ قبر کی اینٹیں نکالنے کے بعد میں نے پہلے اس کی چادر کھینچ لی۔ پھر کفن کھینچنے لگا۔ ادھر سے مردہ عورت کھینچنے لگی۔ میں نے کہا تو مجھ سے طاقتور نہیں۔ بالآخر میں اپنے دونوں گھٹنوں سے زمین پر زور دے کر زور سے کھینچنے لگا۔ اتنے میں قبر سے عورت نے میسے گال پر ایک زناٹے وار تھڑ مارا۔ جس سے میرے رخسار پر اس کی پانچوں انگلیوں کے نشان بن گئے۔ شیخ نے کپڑا اٹھا کر دیکھا تو واقعی انگلیوں کے نشان ظاہر تھے۔ شیخ ابواسحاق اس کے بعد پھر کیا ہوا؟

اس کے بعد میں نے اس کا کفن واپس کیا۔ قبر کی اینٹیں درست کیں۔ مٹی برابر کر دی اور دل میں یہ پختہ عہد کیا کہ جب تک زندہ رہوں گا کبھی پھر یہ غلط کام نہیں کروں گا۔ شیخ ابواسحاق فرماتے ہیں کہ اس واقعہ کو میں نے من و عن شیخ اوزاعی علیہ الرحمہ کی خدمت میں لکھ بھیجا تو انہوں نے تحریر فرمایا۔

ذرا اس سے یہ تو پوچھو کہ تم اہل توحید مردوں کے کفن چرانے جاتے تھے۔ تو ان سب کا رخ قبلہ ہی کی جانب ہوتا تھا؟۔

اس نے جواباً کہا: بہتروں کے منہ قبلے سے منحرف ہوتے تھے۔ شیخ ابواسحاق نے شیخ اوزاعی کو جب اس کا یہ جواب لکھا تو شیخ نے جواب میں تین بار یہ لکھا۔

إِنَّا لَنَدُوْنَا آلِيَهُ رَاجِحُونَ يَا دُرَّكُوهُ جَسَاسٌ كَامَنٌ قَبْلَهُ سَے پھر گیا یہ وہ ہو گا جسے غیر سنت پر موت آئی۔

امام بافضی فرماتے ہیں۔ اس سے مراد دین حق کی مخالفت ہے۔ ہوتا یہ ہے کہ کبار کا ارتکاب انسانوں کو کفر کی حد تک پہنچا دیتا ہے۔ اسی کو قرآن نے فرمایا ہے۔ بُرَّائِی کُفْرَی دَالِیْنَ کَا اِنْجَامِیْہُ ہُوَا کہ انہوں نے ہماری آیتوں کو جھٹلایا۔ اور ان کا مذاق اڑایا۔ (ص ۱۹۲)

برتن میں جو ہو وہ ٹپکے :

ایک شخص عالم نزع میں تھا۔ لوگ اسے کلمہ طیبہ کی تلقین کر رہے تھے مگر وہ بار بار یہ شعر پڑھ رہا تھا۔

يَا رَبِّ قَاتِلِيْهُ يَوْمًا وَقَدْ تَوَعَّبْتُ اَيْنَ الطَّرِيقِ اِلَى حَتَّامٍ مِّنْجَابٍ

اصل واقعہ یہ ہوا تھا کہ ایک عورت حام جاتی ہوئی راستہ بھول گئی۔ یہ شخص اپنے دروازے پر کھڑا تھا۔ عورت نے اس سے حام کا پتہ پوچھا۔ اس نے اسے اپنے گھر کا راستہ دکھا دیا کہ حام یہی ہے۔ جب وہ گھر میں داخل ہو گئی تو اس نے اندر سے مکان

کا دروازہ بند کر لیا۔ عورت ہوشیار تھی۔ جب اس نے دیکھا کہ اس نے مجھے اپنے فریب میں لے لیا ہے تو اس نے مسرت و شادمانی کے انداز میں اس سے کہا۔ اگر تم مجھ کو چاہتے ہو تو ذرا کچھ خوشبو وغیرہ تولاؤ تاکہ میں اپنے جسم پر لگا لوں۔ مرد فوراً خوشبو لینے بازار چلا گیا۔ اور درخانہ کچھ کھلا چھوڑ دیا۔ عورت دروازہ کھلا باکریں نکلتے ہیں کامیاب ہو گئی۔ جب یہ بازار سے قنق و فخور کی نیت لے گھر لوٹا تو گھر خالی دیکھ کر بدحواس ہو گیا۔ اور مذکورہ شعر زور زور سے پڑھنے لگا۔ اس حاکم کا نام احمام منجاب تھا۔ اب جب اس کا آخری وقت آن پہنچا موت کی سختی کے وقت بھی اس کی زبان پر کلمہ غیبیہ کے بجائے وہی شعر تھا۔ (ص ۱۹۳۱)

جیسا جیتا ویسا مریا:

ایک گھاس بیچنے والے کے بارے میں بھی بیان کیا جاتا ہے کہ عالم نزع میں اسے کلمہ شریف پڑھایا جاتا تو وہ کہتا ایک پیسے میں ایک ٹکڑا ایک دو سکر مرد صلح کو ملا دیتا کا بچہ شوق تھا۔ وقت اخیر لوگوں نے کہا کہ **لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ** تو اس نے قرآن پڑھنا شروع کیا۔

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ . طه . مَا أَسْرَرْنَا عَلَيْكَ الْقُرْآنَ
لِنَشْفِيَ . تَايَاتٍ مَبَارَكَةٍ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ لَهُ الْأَسْمَاءُ الْحُسْنَى (طہ ۲/۸۱)
پھر لوگ کلمہ شریف کی تلقین کرتے تو پھر اسی کو پڑھنے لگتے۔ اسی حال میں انتقال کر گئے۔

شیخ یافعی مینی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

ان واقعات سے ثابت ہوتا ہے کہ انسان جس حالت میں زندگی بسر کرتا ہے اسی لحاظ سے وفات پاتا ہے۔ اور اسی حالت میں اس کا حشر ہوگا۔ رب تعالیٰ سے دعا کرتی چاہئے کہ وہ رحیم و کریم پروردگار سب کو اسلام اور اہل سنت و جماعت پر خاتمہ بالخیر کی سعادت بخشے۔ آمین۔ (ص ۱۹۳۱)

ایصالِ ثواب کا فائدہ:

باہمیہ نامی ایک صالحہ خاتون کا واقعہ ہے کہ جب اس کے انتقال کا وقت آیا، تو اس نے آسمان کی جانب منہ کر کے یہ دعا کی۔

میسرے پروردگار! میرا ذخیرہ اور توشہ سب کچھ تیری ہے۔ موت اور زندگی ہر حال میں میں نے صرف تجھ ہی پر بھروسہ کیا۔۔۔۔۔ اب جب کہ میرا وقتِ اخیر آیا تو مجھے رسوا نہ کرنا۔ اور وحشتِ قبر سے بچانا۔

اس کا انتقال ہو جانے کے بعد اس کے بیٹے کا طریقہ یہ تھا کہ وہ ہر جمعرات جمعہ کو ماں کی قبر پر جاتا اور کچھ قرآن شریف تلاوت کر کے اپنی ماں اور قبرستان کے تمام مدفونین کی ارواح کو ثواب پہنچاتا۔ ان کے حق میں دعا و استغفار کرتا اس نے بیان کیا۔ کہ

ایک بار میں نے اپنی ماں کو خواب میں دیکھا۔ سلام کرنے کے بعد میں نے دریافت کیا پیاری ماں آپ کس طرح ہیں؟۔۔۔۔۔ جواب دیا۔ موت کی تکالیف اور سختیاں تو بہت ہیں۔ لیکن میں اب تعالیٰ کے فضل و احسان سے آرام میں ہوں۔ عالمِ برزخ میں میسرے لئے فرش بچھا ہوا ہے۔ اور مسندس و استبرق کے گاؤتکے لگے ہوئے ہیں۔۔۔۔۔ میں نے پوچھا آپ کو کسی شے کی ضرورت ہو تو بتائیں۔۔۔۔۔ انہوں نے کہا۔ نور چشمِ تم جو میری زیارت کو آیا کرتے ہو۔ اور قرآن مجید پڑھ کر دعا کر جاتے ہو اسے ترک نہ کرنا۔ اے میسرے بیٹے! جمعرات جمعہ کو ہمیں تمہارے آنے سے بہت خوشی حاصل ہوتی ہے۔ جب تم میرے پاس آتے ہو تو تمام مردے میرے قریب اکٹھے ہو جاتے ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ اے باہمیہ! تمہارے بیٹے کے آنے سے ہم سب مسرور ہوتے ہیں۔ اس کے بعد میں نے اپنے اس معمول پر اور زیادہ پابندی سے عمل کیا۔ اور اپنی والدہ نیز تمام مردوں کے لئے دعا کرتا رہا۔۔۔۔۔ پھر ایک بار اور میں نے خواب دیکھا

کہ مگر پاس بہت سے لوگ آئے ہوئے ہیں۔ میں نے پوچھا آپ کون لوگ ہیں اور مگر پاس کیوں آئے ہیں۔ تو جواب ملا ہم اس قبرستان کے رہنے والے ہیں۔ اور تمہارا شکریہ ادا کرنے آئے ہوئے ہیں۔ اور تم سے درخواست کرنے ہیں کہ اپنا وہ ٹل خیرہ چھوڑنا۔ (ص ۱۹۴)

اولادِ صالح ذریعہ ثواب؛

ایک صاحبِ نظر اہل علم نے خواب دیکھا کہ قبروں کے مُردے باہر نکل کر زمین سے کچھ چن رہے ہیں جیسے لوگ پھل وغیرہ چنتے ہیں۔ انہی مُردوں میں ایک ایسا شخص بھی ہے جو ایک طرف مطمئن بیٹھا ہوا ہے۔ یہ دیکھ کر وہ متعجب ہوئے۔ اور اس شخص سے پوچھا یہ لوگ کیا کر رہے ہیں؟

اس نے جواب دیا مسلمان جو کچھ تلاوت، دعا، صدقہ وغیرہ ایصالِ ثواب کرتے ہیں یہ لوگ اسی کو لے رہے ہیں۔ پھر پوچھا۔ مگر تم ان سے الگ تھلگ بے نیاز کیوں بیٹھے ہو؟ اس نے جواب دیا۔ میرا بیٹا مجھے ایک ختم قرآن مجید کا ثواب خود پہنچا دیتا ہے۔ وہ فلاں بازار میں رہتا ہے۔

صبح ہوئی تو عالم اس بازار میں گئے اور اس شخص کے بیٹے کو دیکھا کہ ایک طرف تجارت کرتا تھا اور دوسری طرف اس کے لب ہل رہے تھے۔ عالم صاحب نے پوچھا تمہارے لب کیوں ہل رہے ہیں۔ اس نے کہا میں روزانہ ایک ختم قرآن شریف پڑھ کر اپنے مرحوم باپ کو ایصالِ ثواب کرتا ہوں۔

اس عالم ربانی نے عرصہ دراز کے بعد وہی خواب پھر دیکھا۔ اور اس نوجوان کے باپ کو بھی تمام مردوں کے ہمراز کچھ چنتے ہوئے دیکھا۔ اس کی صبح جب انہوں بازار میں جا کر نفیش کی تو معلوم ہوا کہ اس نوجوان تاجر کا انتقال ہو چکا ہے۔

علیہا الرحمہ۔ (ص : ۱۹۴، ۱۹۵)

ایصالِ ثواب:

ایک خاتون نے اپنی فوت شدہ سہیلی کو خواب میں دیکھا۔ وہ ایک تخت پر بیٹھی ہے۔ اور اس کے نیچے ایک نورانی برتن ڈھکا ہوا رکھا ہے۔ اس نے پوچھا اس میں کیا ہے؟ — اس کی سہیلی نے جواب دیا اس میں وہ تحفہ رکھا ہے جو کل رات میرے شوہر نے میرے لئے بھیجا ہے۔ بیداری کے بعد عورت نے اپنی سہیلی کے خاوند سے دریافت کیا کہ تو نے اپنی بیوی کو شب گزشتہ کیا ہدیہ روانہ کیا تھا؟ اس نے کہا میں نے قرآن شریف پڑھ کر ایصالِ ثواب کیا تھا۔ عورت نے اپنے خواب کا واقعہ اسے بتا دیا۔

شیخ یافعی ثمنی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ ملکِ مین میں ایک شخص نے اپنے دوست کو جس کا انتقال ہو چکا تھا، خواب میں دیکھا۔ اس نے کہا۔ ذرا میرے فلاں دوست کو میرا سلام کہہ کر شکر ادا کر دیجئے گا کہ مولا کریم انہیں بہترین جزا سے نوازے۔ انہوں نے میرے لئے قرآن مجید کی تلاوت کر کے ثواب بخشا ہے۔

بعض علماء نے تحریر فرمایا ہے کہ شیخ امام عزالدین بن عبدالسلام کو لوگوں نے ان کی وفات کے بعد خواب میں دیکھا تو سوال کیا کہ آپ تو قرآن مجید کے ایصالِ ثواب کو نہیں مانتے تھے اب اس بارے میں کیا خیال ہے۔ انہوں نے کہا۔

میں نے یہاں (عالمِ برزخ) میں اپنے گمان کے خلاف دیکھا — (ص ۱۹۵) موت کے بعد بھی انہوں نے تعلقِ مت کاٹ جس قدر ہو سکے کہ ان کو بھی ایصالِ ثواب آج تو ان پر جو احسان کرے گا اسے دوست کل تری قبر کو اللہ کرے گا شاداب قبر حضرت صالح مری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

جمعہ کی شب میں جامع مسجد کے ارادے سے نکلا تاکہ نماز فجر وہاں ادا کروں — ماسخہ میں میرا گزر ایک قبرستان سے ہوا۔ میں ٹھوڑی دیر کے لئے ایک قبر کے نزدیک بیٹھا رہا۔ اتفاقاً مجھے وہیں نیند آگئی — خواب میں میں نے

دیکھا کہ تمام مردے قبروں سے نکل نکل کر حلقہ دار بیٹھے ہیں۔ اور باہم گفتگو کر رہے ہیں۔ ان میں ایک نوجوان شخص بھی ہے جس کے کپڑے صاف ستھرے نہیں ہیں، اور ایک جانب الگ تھلک اُداس بیٹھا ہے۔ اتنے میں کچھ نورانی طبق نے ہوئے فرشتے آئے اور جن جن کے لئے تھا انہیں دے دیا۔ اور وہ سب مردے طبق لیکر اپنی اپنی قبروں میں واپس چلے گئے۔ صرف وہ ایک نوجوان مالِ مایوسی میں خالی ہاتھ اپنی قبر میں واپسی کے لئے اٹھا۔ تو میں نے پوچھا تم غم گین کیوں ہو؟ اور یہ جو میں دیکھ رہا ہوں اس کی حقیقت کیا ہے؟ اس نے کہا۔۔۔۔۔ جو نورانی طبق تم نے دیکھے وہ زندوں کی طرف سے مُردوں کو بھیجے جانے والے ثواب (ملاوت، دعا، ذکر، صدقات) ہیں۔ ان کے پاس ہر شبِ جمعہ اور جمعہ کو پہنچتے ہیں۔ اس کے بعد نوجوان نے طویل گفتگو کی جس کا خلاصہ یہ ہے کہ میری ایک ماں ہی ہے مگر وہ بھی دنیا دار ہو کر مجھے بھول گئی۔ ہے، اس نے نکاح کر لیا اور مجھ سے غافل ہو گئی۔ اب مجھے یاد کرنے والا کوئی نہیں۔ میں نے اس سے اس کی ماں کا پتہ دریافت کیا۔۔۔۔۔ صبح کو میں اس کی ماں کے گھر گیا۔ پردہ کی آڑ سے اس نے بیٹے کا سب حال سُنا، اور خوب رونی۔ پھر بولی اے صالح وہ میرا بیٹا میرا محنتِ جگر ہے۔ میں نے جس کے لئے اپنے شکم کو مکان، اپنی چھاتیوں کو مشک، اور اپنی آغوش کو بازی گاہ بنایا۔ میں اسے کیوں کر بھول سکتی ہوں۔ اب میں اس کے لئے دعا و صدقہ کرتی رہوں گی۔ اور یہ لو ایک ہزار درہم اس کے لئے میری طرف سے خیرات کر دو۔۔۔۔۔ میں نے اس کی طرف سے دراہم خیرات کر دیئے۔ دوسری شبِ جمعہ کو پھر میں جامع مسجد کے ارادے سے نکلا۔ اور اسی قبرستان میں آلیٹا۔ اور خواب میں پھر وہی منظر دیکھا کہ اہل قبور اپنی اپنی قبروں سے نکل رہے ہیں۔ انہی میں وہ نوجوان بھی تھا۔ مگر اب اس کے جسم پر سفید لباس تھا۔ اور وہ بھی اوروں کی طرح خوش تھا۔ میرے قریب آیا۔ اور کہا۔ اے صالح اللہ تعالیٰ آپ کو میری طرف سے جزائے خیر دے میرے پاس بھی ماں کا ہدیہ پہنچ

ہوا ہے۔ اس کو مرحوم اور نیک لکھنا چاہئے۔ کیوں کہ اللہ تعالیٰ کا فضل و کرم اس کی مصیبتوں اور غلطیوں کو محو فرما دے گا۔ اس مضمون سے متعلق یہ دو شعر کہے گئے ہیں —

لَمَّا رَأَوْهُ مُبْعَدًا عَنْ طَاعَتِي حَكَمُوا بَأَنِّي لَا أَجُودُ بِسِحْمَتِي
حَلَمِي أَجَلٌ وَلَنْ يَفْضِيَتْ عَلَى الْوَدَى مَنْ ذَا يَحْدُثُ أَمْرِي وَمِثْلَتِي
جب لوگوں نے بندے کو میری اطاعت سے دور دیکھا تو حکم لگا دیا کہ میں اپنی رحمت سے اسے نہیں بخشوں گا۔ میرا علم بہت عظیم ہے۔ اور مخلوق پر حکم کا دروازہ تنگ نہیں ہے۔ امر و مشیت کی حد بندی کون کر سکتا ہے۔

علامہ یافعی یعنی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں۔

اس شخص کو یہ سب اللہ تعالیٰ کی سابقہ عنایت سے حاصل ہوا۔ اس سے فریب خوردہ ہونا مناسب نہیں۔ کیوں کہ ہر شخص کو یہ مقام حاصل نہیں۔ گنہگار اس خطرہ سے محفوظ بالکل نہیں ہیں۔ بلکہ اطاعت گزاروں کو پتہ نہیں کہ اللہ تعالیٰ کی مشیت سے کیا درپیش ہو۔ ہم رب تعالیٰ سے داریں کی عافیت و مغفرت اور مسلمانوں کے لئے حسن خاتمہ، اور دین کی سلامتی کی دعا کرتے ہیں۔ مولا کریم قبول فرمائے — آمین

(ص: ۱۹۶ — ۱۹۷)

مقاماتِ قبر:

مقبولانِ بارگاہِ حق میں سے بعض نے حضورِ صمدیت میں دعا کی کہ مولا! موت کے بعد کے مقامات مجھے دکھا دے چنانچہ ایک شب انہوں نے خواب میں یہ مناظر ملاحظہ کئے قیامت قائم ہے — قریبِ تختِ میں — ان قبروں میں کوئی فرشتہ سندس پر، کوئی حریر پر، کوئی فرشِ دیبا پر، کوئی شاندار تخت پر، کوئی پھولوں کی سیج پر آرام کر رہا ہے۔ — کسی کا حال یہ ہے کہ رو رہا ہے۔ — اور کوئی خوشی سے منہس رہا ہے۔ صاحبِ خواب بزرگ نے عرض کیا۔ مولا! اگر تو چاہتا تو سب کو یکساں اعزاز و اکرام سے نوازتا۔ — اسی وقت اہلِ قبر میں سے ایک نے

جمع کر کہا۔ اے ظالم! یہ جو تو دیکھ رہا ہے، اعمال کے درجات ہیں — اچھے
اخلاق والے اور نیک حضرات فرشتے سندس پر ہیں — حریروں پر جنہیں دیکھ
رہے ہو وہ شہیدانِ ملت ہیں — بھولوں کی سیج پر آرام فرما رہے وہ دارِ حضرت
ہیں — اور تم جنہیں ہنستے ہوئے دیکھ رہے ہو یہ سچی توبہ والے ہیں —
اور یہ جو در رہے ہیں یہ گنہگار ہیں — اور بلند درجات میں وہ حضرات ہیں
جو خدا ہی کے لئے باہم محبت رکھنے والے ہیں۔

حضرت علامہ یافعی علیہ الرحمہ نے اس واقعہ کی توضیح میں طویل اور علمی تقریر فرمائی
ہے۔ اسی میں ہے کہ ترمذی کی حدیث میں رب تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

الْمُتَحَابُّونَ فِي اللَّهِ لَهُمْ مَنَابِدُ مِنْ نُورٍ يَغْطِيهِمُ النَّبِيُّونَ وَالشُّهَدَاءُ
خدا واسطے محبت کرنے والوں کے لئے نور کے منبر رکھے جائیں گے، جس پر انبیاء
اور شہداء رشک کریں گے۔

اور موطا میں ارشاد رب العالمین ہے۔

وَجِبَتْ مَحَبَّتِي لِلْمُتَحَابِّينَ فِي الْمَتَابِ السَّيِّئِ فِي الْمَتَابِ وَرِثَتِي فِي
وَالْمَتَابِ لِيْنِ فِي۔

جو لوگ میرے لئے محبت کرتے ہیں، میرے لئے مل بیٹھتے ہیں، میرے لئے ایک
دوسرے کی زیارت کرتے ہیں، اور میرے لئے خرچ کرتے ہیں، ان پر میری محبت
واجب ہے۔

ان دونوں احادیث سے بھی واضح ہوا کہ اصحابِ مراتب سے مراد تخت نشین
حضرات ہیں یہ عظیم درجہ ہے۔ اور اسی کے ساتھ ساتھ خوش عیشی اور رب تعالیٰ
کا قرب، اور جمالِ ربانی کی رودیت بھی ہے۔ (جو یقیناً تمام نعمتوں سے بڑی نعمت ہے)
اللہ تعالیٰ ان کی نعمتیں فزول نہ کرے۔ آمین — اور یہ سوال کہ یہاں متحابین
کا تخت پر ہونا، اور حدیث میں منبر نور پر ہونا مذکور ہے۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ منبر
قیامت میں ہوں گے اور تخت قبر میں، انشاء اللہ العزیز، (ص: ۱۹۷، ۱۹۸)

اے ایمان والو! خود کو اور اپنے اہل کو اس آگ سے بچاؤ جس کا اندھن آدمی اور پتھر میں۔ اس پر سخت مزاج قوی فرشتے متعین ہیں۔ وہ اللہ کا کوئی حکم نہیں ٹالتے اور جو حکم ہوتا ہے بجالاتے ہیں۔

یہ آیات سنکر وہ شخص گر پڑا، اور انتقال کر گیا۔ میں نے دیکھا کہ اس کے سینے پر قلم قدرت سے تحریر ہے۔

فَهُوَ فِي عِيشَةٍ رَاضِيَةٍ فِي جَنَّةٍ عَالِيَةٍ قَطُوفُهَا دَانِيَةٌ (الحاقہ ۶۹/۲۱)
تو وہ پسندیدہ عیش میں ہوگا۔ عالی شان جنت میں جس کے (پھلوں کے) گچھے بھکے ہوئے ہیں۔

انتقال کی تیسری شب منصور بن عمار نے اس نوجوان کو خواب میں دیکھا کہ وہ ایک مریض تخت پر لیٹا ہے۔ اور سر پر تاج چمک رہا ہے۔ انہوں نے پوچھا اللہ تعالیٰ نے تیرے ساتھ کیا معاملہ کیا؟۔۔۔۔۔ جواب دیا۔ کریم رب نے مجھے بخش دیا۔ اور اہل بدر کا ثواب عطا کیا۔ بلکہ اور زیادہ، اس لئے کہ حضرات اہل بدر تو شمشیر کفایت شہید ہوئے تھے۔ اور میں کلام ربانی سے شہید ہوا۔ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ رحمۃً واسعۃً (ص: ۱۹۹، ۲۰۰)

امام یافعی کی والدہ ماجدہ:

شیخ ابو محمد عبداللہ بن اسعد یافعی فرماتے ہیں۔ میں نے خواب میں ایک کھلی ہوئی قبر دیکھی جو اندر نہایت کشادہ تھی۔ اور اس میں صرف تخت کے چاروں بائے نظر آئے تھے جس پر کوئی موجود تھا۔ میں نے کہا اہل دنیا کیسے عجیب ہیں۔ مردوں کے لئے قبر میں تخت بچاتے ہیں۔ اور اپنے آرام و آسائش کو موت کے بعد نہیں چھوڑتے۔ میری یہ بات سنکر سربراہ تخت نے اوپر آنے کو کہا۔ میں زمین جیسی ایک چیز کے ذریعہ اوپر گیا۔۔۔۔۔ تو کیا دیکھتا ہوں کہ تخت پر میری والدہ آرام فرما ہیں۔ انہوں نے بڑی ہی شفقت اور مہر و محبت سے مجھے سلام کیا۔ میرا ایک بھائی زندہ تھا۔ اس کے حالات پوچھے۔ اور جو بھائی والدہ کی وفات کے وقت زندہ تھے مگر اس خواب

سے قبل وفات پا چکے تھے۔ ماں نے ان کے بارے میں نہیں پوچھا۔ پھر مجھے رخصت کیا۔ — شیخ فرماتے ہیں۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ مرنے والوں کا حال مردوں کو معلوم ہوتا ہے۔ اور جو لوگ دنیا سے مر کے وہاں جاتے ہیں مردے ان سے یہاں والوں کے احوال دریافت کرتے ہیں۔ اپنی ماں کے اس خواب کا اثر میرے دل پر سالہا سال تک رہا۔ (ص ۲۰۰، ۲۰۱)

اہل قبر کے لئے سفارش:

ادنیٰ اللہ اور بزرگانِ دین میں سے بعض کشف و کرامت کے ذریعہ اہل قبر کے احوال بر مطلع ہوتے ہیں۔ اور کچھ ایسے بن مرتبہ بھی ہوتے ہیں جو مردوں کو زندوں کے مانند دیکھتے ہیں، اور ان سے باتیں کرتے ہیں۔ اور ان کی حاجت ردائی بھی فرماتے ہیں۔ جیسے شیخ عارف باللہ، صاحب مقامات، ابوالذبیح اسماعیل بن محمد یمنی حضرمی رضی اللہ عنہ کے بارے میں روایت ہے۔

حضرت شیخ حضرمی رضی اللہ عنہ ملک یمن میں ایک مقبرہ سے گزرے۔ آپ پر گریہ طاری ہوا۔ اور سخت رنج و کلفت سے روئے — پھر کچھ دیر بعد خوب منہ سے — اور سرت و فرحت ظاہر ہوئی۔ حاضرین نے حضرت کے یہ حالات دیکھ کر تعجب کیا اور وجہ دریافت کی۔ فرمایا۔ — اس قبرستان کے لوگوں کی خستہ حالی مجھ پر ظاہر ہوئی۔ میں نے انہیں عذاب میں مبتلا دیکھا تو غم ناک ہو کر رویا۔ رب تعالیٰ کے حضور ان کے لئے گریہ و زاری کی۔ ارحم الراحمین کا حکم ہوا کہ ان کے حق میں تیری سفارش قبول ہوئی۔ یہ سنکر اس فلاں قبر کے مردے نے کہا۔ میں بھی انہی میں سے ہوں۔ میں فلاں گانے والی عورت ہوں۔ اس پر مجھے ہنسی آگئی۔ اور میں نے کہا تو بھی انہی کے ساتھ ہے — راوی کا بیان ہے کہ شیخ نے گورگن سے پوچھا۔ فلاں نئی قبر کس کی ہے۔ اس نے بھی بتایا کہ فلاں مُنّیہ کی قبر ہے۔ شیخ ابو محمد عبد اللہ اسعد یافعی یمنی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں۔

مردوں کو اچھی یا خراب حالت میں دیکھنا زندوں کے لئے ایک طرح کا کشف ہے جو اللہ تعالیٰ کی جانب سے ظاہر کیا جاتا ہے تاکہ اس کے ذریعہ کوئی خوشخبری، کوئی نصیحت، کوئی اچھائی، ایصالِ خیر، ادائے قرض یا اور کوئی مصلحت وابستہ ہوتی ہے۔۔۔۔۔ یہ کشف کبھی خواب کے ذریعہ ہوتا ہے۔ اور کبھی بیداری میں، ایسا اکثر خواب ہی میں ہوتا ہے۔ اس بارے میں حکایات بہت ہیں۔ (ص ۲۰۱)

قبر سے نکل کر بیعت لی:

شیخ اسعد یافعی مبنی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ حضرت محمد بن ابوبکر عکلی اور حضرت ابوالغیث بن جبیل قدس سرہا اپنے دور میں سرزمینِ یمن کے متنازعہ عارفین کا ملین میں ہوئے ہیں۔ ان کا وصال ہو جانے کے بعد ایک درویش ان کی خدمت میں حصولِ فیض کا ارادہ لے کر آئے۔ چنانچہ حضرت محمد بن ابوبکر عکلی رحمۃ اللہ علیہ اپنی قبر سے باہر تشریف لائے۔ اور درویش سے بیعت لی اور بہت کچھ عہد و شرط لیا جس کا ذکر طویں ہے۔ اسی طرح حضرت ابوالغیث رضی اللہ عنہ نے اپنی قبر سے ہاتھ باہر نکال کر بیعت فرمایا۔ مولاکریم ہمیں ان کی برکتوں سے نوازے۔ آمین۔ (ص ۲۰۲)

اہلِ قبر سے بات چیت:

فقیر محب الدین طبری سے عارف وقت شیخ اسماعیل بن محمد حضری نے ایک بار دریافت کیا۔ کیا تمہارا کلام موتی (مردوں کا بات کرنا) پر ایمان ہے؟ — انہوں نے جواب دیا — جی! بیشک — فرمایا۔ یہ قبر والا مجھ سے کہتا ہے کہ میں جنت کے ادنیٰ لوگوں میں سے ہوں۔

بیٹا باپ کی قبر پر:

شیخ یافعی مبنی علیہ الرحمہ نے اپنے والد کو ان کی وفات کے بعد تراویح میں دیکھا۔

وہ غصہ میں تھے۔ کیونکہ وقت انتقال میں دور دراز مقام پر تھا۔ میں نے عرض کیا ابا جان! سیدنا یعقوب علیہ السلام نے اپنی اولاد کے لئے کتنا صبر فرمایا۔ جو ابا انہوں نے کہا۔ میں انبیائے کرام سے مشابہت دے رہے ہوں یا کہا۔ ہمارا صبر بھلا انبیاء کے ہم پلہ ہو سکتا ہے؟ — اس کے بعد ایک بار ناہِ رجب شب جمعہ ان کی قبر پر میں تلاوتِ کر کے لیٹ گیا تو انہیں خواب میں دیکھا۔ مجھے دیکھ کر خوش تھے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ نے تجھ پر مین احسان کئے ہیں۔ ایک تمہاری ملاقات، اس سے قبل کہ کچھ اور کہیں میں بیدار ہو گیا۔ (ص: ۲۰۲، ۲۰۳)

درویش مر کے زندہ:

شیخ علی روزباری رضی اللہ عنہ کی خانقاہ میں درویشوں کی ایک جماعت آکر قیام پذیر ہوئی۔ — ان میں سے ایک درویش بیمار ہو گیا۔ اس کے ساتھی اس کی تیمارداری کو کر کے تھک گئے۔ اس کی علالت لمبی ہوتی گئی۔ درویش کے ساتھیوں نے ایک دن شیخ سے اس کے طولِ مرض کی شکایت کی — شیخ نے اس کی خدمت اپنے ذمہ لی اگرچہ نفسِ بچ میں حائل ہونا چاہتا تھا۔ مگر آپ نے اس کی مخالفت کی۔ اور اس کی تیمارداری کئے لئے قسم کھالی۔ درویش کچھ دنوں بعد انتقال کر گیا۔ غسل و کفن اور نماز جنازہ کے بعد شیخ نے قبر میں اتار کر جب اس کے کفن کا سر بند کھولا۔ تو درویش نے آنکھیں کھول دیں — اور کہا۔

بخدا میں اپنی جماعت سے روز قیامت آپ کی مدد کروں گا۔ جیسے اپنے نفس کی مخالفت میں آپ نے میری مدد کی۔ (ص: ۲۰۴)

اولیاء مرتے نہیں زندہ ہیں:

حضرت شیخ ابو سعید خراز رضی اللہ عنہ کہ معظّمہ میں باب بنی شیبہ سے گزر رہے تھے۔ انہوں نے دیکھا راستے میں ایک لاش رکھی ہوئی ہے۔ شیخ نے لاش کا چہرہ دیکھا۔ وہ

ایک نوجوان تھا۔۔۔۔۔ شیخ کو دیکھ کر مسکرایا اور بولا۔

ابوسعید! کیا آپ کو معلوم نہیں کہ اللہ تعالیٰ کے محبوب مر کر بھی زندہ ہوتے ہیں۔ وہ تو

صرف ایک عالم سے دوسرے میں منتقل ہوتے ہیں۔ (ص: ۲۰۴)

اسی طرح شیخ ابویقوب سنوسی علیہ الرحمہ کے پاس مکہ معظمہ میں ایک مرید آیا۔ اور عرض کیا۔ میں کل ظہر کے وقت مر جاؤں گا۔۔۔۔۔ یہ دنیا حاضر خدمت ہے۔ آدھے سے کفن کا، اور آدھے سے دفن کا انتظام کیجئے گا۔ دوسرے روز ٹھیک وہ ظہر کے وقت حرم شریف میں آیا، طوافِ کعبہ کیا۔۔۔۔۔ پھر فرار دور ہٹا اور انتقال کر گیا شیخ سنوسی فرماتے ہیں۔

میں نے غسل وغیرہ کرا سے کفن پہنایا۔۔۔۔۔ جب قبر میں اتارا تو اس نے آنکھ کھول

دی۔ میں نے کہا موت کے بعد بھی زندگی؟۔۔۔۔۔ اس نے کہا شیخ! میں زندہ

ہوں۔ اور خدا کا ہر محبوب زندہ ہوتا ہے۔ علیہ الرحمہ (ص: ۲۰۴، ۲۰۵)

ایک بزرگ ایک میت کو پہلا رہے تھے۔ اس نے بزرگ کا انگوٹھا پکڑ لیا۔ انہوں نے فرمایا۔ بیٹے! انگوٹھا چھوڑو۔ مجھے معلوم تو مردہ نہیں ہے۔ یہ تو ایک دنیا سے دوسری دنیا کی طرف انتقال ہے۔ اس نے چھوڑ دیا۔

ایک غسالہ عورت نے میت کو غسل دتے وقت ناخن تراشے، ایک ناخن کاٹنے میں کچھ اندیشہ محسوس کیا۔ تو میت نے اپنی انگلی پھینچ لی اور مسکرانے لگی۔ غسالہ اور مرنے والی دونوں نیک خواتین تھیں۔

حضرت شیخ ابن جلاء رحمۃ اللہ علیہ کا بیان ہے۔

میرے والد صاحب علیہ الرحمہ کا انتقال ہوا۔ اور غسل کے لئے انہیں تختہ پر رکھا گیا۔ تو ہنسنے لگے۔ کسی کو انہیں غسل دینے کی ہمت نہ ہوتی تھی۔ کہتے یہ تو زندہ ہیں۔ بالآخر

ان کے ہم رتبہ بزرگوں میں سے ایک بزرگ آئے تو انہیں غسل دیا۔۔۔۔۔

رحمۃ اللہ علیہ (ص: ۲۰۵)

سمندر می مقبرہ :

ایک بزرگ بحری سفر کر رہے تھے۔ انہوں نے کہا ہم میں ایک بیمار شخص کا جہاز میں انتقال ہو گیا ہے۔ ہم لوگ نماز جنازہ وغیرہ پڑھ کر اس کی لاش سمندریں ڈالنے کا ارادہ کر رہے تھے۔ اتنے میں سمندر کا پانی پھٹا اور ایک خشک زمین برآمد ہوئی۔ ہم نے اس کی لاش کو وہاں قبر کھود کر دفن کیا۔ پھر جہاز پر آگے تو دونوں طرف سے پانی آکر مل گیا۔ اور زمین غائب ہو گئی۔ (ص ۲۰۵)

غیبی روشنی :

ایک درویش کا انتقال ان کے تاریک مکان میں ہوا۔ غسل دینے کے وقت لگ جراثیم تلاش کرنے لگے۔ اتنے میں ایک بیک کھڑکی سے ایک نور ظاہر ہوا جس نے ماسے مکان کو روشن کر دیا۔ اور لوگوں نے نہایت اطمینان سے انہیں غسل دیا۔ جب سب کام پورا ہو گیا تو روشنی رخصت ہو گئی۔ (ص ۲۰۵)

قائم بحق :

ایک بزرگ نے بیان کیا۔

میں نے حضرت ابو تراب غنشی رضی اللہ عنہ کے جسم کو خجلی میں قبلہ رو کھڑا دیکھا۔ ان کی رُوح نکل چکی تھی۔ اور انہوں نے کسی شے کا سہارا بھی نہیں لیا تھا۔ اس کے باوجود جسم کھڑا تھا۔ میں نے چاہا کہ اٹھا کر لے جاؤں اور دفن کر دوں۔ مگر اپنے مقصد میں کامیاب نہ ہو سکا۔ ————— البتہ ایک غیبی آواز میرے کانوں میں آئی۔ اللہ کے دوست کو اللہ کے ساتھ چھوڑ دو۔ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ و نفعنا بہ آمین)

حضرت شیخ علی رُودباری علیہ الرحمہ کے دصال کا وقت قریب آیا تو انہوں نے آنکھیں کھولیں اور کہنے لگے۔ دیکھو یہ آسمان کے دروازے کھلے ہوئے ہیں۔ طبقات بہشت

سجاد بیٹے گئے ہیں۔ اور کوئی کہہ رہا ہے کہ اے ابو علی! ہم نے تمہیں اعلیٰ مقام پر پہنچایا
بادجو دیکھ تم اس کے طالب نہ تھے اور! شعار پڑھے

وَحَقِّكَ لَا نَنْظُرُ إِلَى سِوَاكَ يَعْنِي مَوَدَّةَ حَتَّى أَرَاكَ
وَلَا اسْتَحْسَنْتُ فِي نَظَرِي جَمَالَكَ وَلَا أَحْبَبْتُ حُبًّا عَيْرُذَاكَ
وَلَا اسْتَلْذَذْتُ فِي الدُّنْيَا لَذِيذًا وَلَا لِي بُغْيَةً إِلَّا رِضَاكَ
فَمَنْ بِنَظَرَةٍ فَضْلًا وَمَنْ وَبَلَقْنَا الْمَنَى حَتَّى أَرَاكَ

تیرے حق کی قسم! محبت کی آنکھ سے میں نے تیرے غیر کو نہیں دیکھا تا آنکہ تجھے دیکھ ل
میری نگاہ میں کوئی حسن و جمال پسند آیا، نہ اس حسن کے سوا کسی اور کی محبت میرے
دل میں سمائی۔ اور نہ دنیا میں کسی لذت کا ذرا چکھا۔ اور نہ تیری رضا کے سوا میرا کوئی
اور مطلوب ہے۔ لہذا اپنے فضل و کرم سے ایک نگاہ لطف فرما، مجھے سائل مراد
نک پہنچا۔ اور دیدار سے شرفیابی بخش۔ (ص ۲۰۵، ۲۰۶)

چوں مرگ آید بدم پر لب و ست:

حضرت ابن جنار رضی اللہ عنہ کو لوگوں نے وقت وفات دیکھا تو وہ ہمیں ریزتے
اہل طب و حکمت حیران ہوئے۔ ان کے طیب نے کہا وہ زندہ ہیں۔ اس کے بعد بعض
پر ہاتھ رکھا تو کہا نہیں، یہ تو مر گئے۔ پھر چہرے کو دیکھا تو کہنے لگا۔ یہ نہیں زندہ
ہیں یا انتقال کر گئے۔

حضرت عبداللہ بن مبارک رضی اللہ عنہ نے آخری وقت آنکھ کھولی۔ اور پڑھا۔
يُمِثِّلُ هَذَا فَلْيَعْمَلِ الْعَمِلُونَ۔ (یعنی ایسے ہی وقت کے لئے عمل کرنے والے
عمل کرتے ہیں)

سید الطائفة امام جنید بغدادی رضی اللہ عنہ کے وقت اخیر شیخ ابو محمد حریری موجود
تھے۔ وہ جمعہ کا دن تھا۔ نزع کے وقت تلاوت فرمانے لگے، حتیٰ کہ پڑھ کر لی۔ شیخ
حریری نے پوچھا۔ اس وقت ایسی کیفیت میں بھی؟ ————— جواب دیا۔

مجھ سے زیادہ اس عمل کا حقدار کون ہوگا جب کہ اس وقت میرا اعمال نامہ میٹھا جا رہا ہے،
حضرت امام احمد بن حنبلہ رضی اللہ عنہ کے عالم نزع کا حال حضرت محمد بن حامد علیہ الرحمہ
بیان کرتے ہیں۔

میں ان کے قریب بیٹھا تھا۔ وہ حالت نزع میں تھے۔ اس وقت حضرت کی عمر ۹۵
برس تھی۔ اس وقت ان کے مصاحبین میں سے کسی نے ایک مسئلہ دریافت کیا
حضرت کی آنکھوں سے آنسو رواں تھے۔ فرمایا۔ اے فرزند! میں ۹۵ سال
سے ایک دروازہ کھلوا رہا تھا۔ اب کھلنے کا وقت آگیا ہے۔ معلوم نہیں سعادت و
شقاوت میں سے کیا لئے ہونے کھلے گا۔ ان کے ذمہ، دینار قرض تھے۔ اور قرض
خواہ سراہیں موجود تھے۔ حضرت نے کہا۔ تو نے رہن کو قرض کا وثیقہ بنایا۔ اور تو ان
کا وثیقہ لینا چاہتا ہے۔ (یعنی میری جان) مولا! تو نے ہی فرمایا ہے۔ اُدْعُوْنِیْ اَسْتَجِبْ
لَکُمْ۔ دما کرو میں قبول کر دوں گا۔ میرا قرض ادا فرما دے اور میرے
قرض خواہوں کو مجھ سے راضی کر دے۔ تو ہر شے پر قادر ہے۔ اسی لمحے کسی نے دروازہ
کھلویا اور آواز دی احمد کے قرض خواہ کہاں ہیں۔ پھر ان کا سارا قرض فوراً ادا کر دیا
اور حضرت کی روح پر دروازہ کھل گئی۔ رضی اللہ عنہم و نفعنا بہم
آمین۔ (ص ۲۰۶، ۲۰۷)

مشتاقِ روح:

حضرت شیخ شبلی رضی اللہ عنہ سے ایک شخص نے پوچھا۔ حضور آپ ذکر میں اللہ اللہ
کہتے ہیں۔ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ کیوں نہیں کہتے۔ شیخ نے جواب دیا۔ میں اس کا کوئی بدل
نہیں چاہتا۔

سائل، حضور مجھے اس سے بلند جواب سے نوازیں۔
شیخ، مجھے خوف ہے کہ میں وحشتِ جناب میں نہ رہ جاؤں۔
سائل، اس سے بھی اعلیٰ جواب سے سرفراز کریں۔

شیخ، فرمایا، ارشاد رب العالمین ہے۔

قُلِ اللّٰهُ ثُمَّ ذَرْهُ فِیْ
خَوْضِهِمْ یَلْبَسُوْنَ (الانعام ۶۲/۶۱)

حضرت کا یہ جواب شکرِ سائل نے ایک چیخ ماری اور گر کر جاں بحق ہو گیا۔ اس کے اہل خانہ اور خاندان والوں کو پتہ چلا تو انہوں نے حضرت شیخ کے خلاف دربارِ خلافت میں استغاثہ کیا اور خون بہا طلب کیا۔

خلیفہ کے قاصد نے شیخ کی خدمت میں ان لوگوں کے استغاثہ کا حال بیان کیا تو شیخ شبل نے اسے جواب دیا۔

ایک روح اللہ کے شوق میں رونے لگی جب اسے طلب کیا گیا تو صدائے محبوب پر لبیک کہا اور چلی گئی۔ اس میں میری کیا خطا ہے؟

خلیفہ تک حجاب پہنچا تو اس نے بھی ایک سرود آہ نکھینچی اور کہا ————— وافی
ن کا کوئی تصور نہیں۔ (ص ۲۰۷)

اصلِ قرب:

ایک عارف ربانی کا وقتِ اخیر آیا۔ شیخ ابوالحسن، مرنے علیہ الرحمہ وہاں موجود تھے انہوں نے کلمہ شریف کی تلقین کی اور کہا ————— لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ پڑھے۔ بزرگ مسکرانے لگے۔ اور بولے ————— مجھے تعلیم دے رہے ہو؟۔ اس ذات کی قسم جسے موت نہیں، مہسکے اور اس کے باہین حجابِ عزت کے علاوہ اور کوئی پردہ نہیں اور فرودِ اذات پا گئے۔ شیخ مرنے علیہ الرحمہ اپنی ریش پکڑ کر کہا کرتے تھے۔ نہایت شرم کی بات ہے کہ مجھ جیسا فرد مایہ اولیاء اللہ کو کلمہ توحید سکھائے۔ اور بہت روتے تھے۔ رضی اللہ عنہما ونفعنا بہما آمین۔ (ص ۲۰۷)

کسی نے امام الطائفة ابوالقاسم جنید بغدادی رضی اللہ عنہ سے کہا حضرت ابوسمیعہ جراز رحمۃ اللہ علیہ کو موت کے وقت وجد آ رہا تھا۔ انہوں نے فرمایا۔

ان کی روح اگر فطرتِ شوق میں مائل پرواز نظر آئی تو اس میں حیرت کی کیا بات ہے؟
شیخ ابو محمدؒ ویم بیان کرتے ہیں۔ حضرت ابو سعید خراز علیہ الرحمہ وفات سے
قبل اشعار پڑھ رہے تھے، جن کا مفہوم یہ ہے۔

عارفوں کے دل ذکرِ حبیب کے مشتاق ہوتے ہیں۔ اور وقتِ مناجات وہ راز
کی باتیں کرتے ہیں۔ ان پر موت کے ساغرِ دل کا دور چلایا گیا۔ تو وہ دنیا سے یوں
غافل ہوئے جیسے نشہ والا غافل ہوتا ہے۔ ان کے افکار کا گشت ایسے لشکر میں
ہوتا ہے جس میں اللہ سے محبت والے نجومِ تاباں کے مانند ہیں۔ ان کے جسمِ زمیں پر
عشقِ حبیب میں شہید ہیں۔ اور روحیں پردے میں بلندی کی سیر کرتی ہیں۔ وہ
لوگ حبیب کے سوا کہیں نزلِ دل نہیں کرتے، اور تکلیف و مشقت سے نہیں پھرتے
(ص: ۲۰۴ — ۲۰۸)

مُوتُوا قَبْلَ أَنْ تَمُوتُوا

حضرت ابو علی بن مغیرہ علیہ الرحمہ سے خلف بن سالم نے پوچھا — آپ کا
مسکن کہاں ہے؟ — جواب دیا میرا ٹھکانہ وہاں ہے جہاں عزت دار اور ذلیل
دونوں برابر ہوتے ہیں۔

خلف: وہ جگہ کہاں ہے؟

ابو علی: وہ مقامِ قبرستان ہے۔

خلف: تاریک رات میں آپ کو وہاں خوف نہیں لگتا؟

ابو علی: ڈر لگتا ہے تو میں قبر کی سیاہی اور وحشت کو یاد کر لیتا ہوں، اُس وقت

تاریکی میرے لئے آسان ہو جاتی ہے۔

خلف: کہا آپ نے وہاں کبھی کوئی خوفناک شے دیکھی؟

ابو علی: دیکھی ہوگی — مگر خوفِ آخرت کے سامنے ہر خوف بے وزن

ہو جاتا ہے — (ص: ۲۰۸)

قابل رشک زندگی:

حجۃ الاسلام ابو حامد امام غزالی علیہ الرحمہ اپنے دادا استاد شیخ ابو بکر امام بن فورک رضی اللہ عنہ کا ایک واقعہ بیان کرتے ہیں۔

دور طالب علمی میں حضرت کے ایک ساتھی تھے جو ابھی ابتدائی کتابیں پڑھتے تھے نہایت متقی، پرہیزگار اور پڑھنے میں مہنتی تھے۔ مگر انہیں حاصل بہت کم ہوتا تھا۔ وہ اچانک بیمار ہوئے۔ مگر علاج کے لئے کسی طبیب کے پاس نہیں گئے۔ بلکہ خانقاہ ہی میں رہے۔ حضرت بھی ان کے قریب ہی رہتے تھے۔ ملائت کی حالت میں ایک روز انہوں نے آسمان کی طرف دیکھا۔ اور شیخ ابو بکر سے مخاطب ہو کر کہا۔ اے ابن فورک اِرْلِثْ لِہْذَا فَلْيَعْمَلِ الْعَمَلُوت۔ اور فوراً ان کا انتقال ہو گیا۔ رضی اللہ عنہ (ص ۲۸۱)

تول میں کمی کا وبال:

حضرت مالک بن دینار رضی اللہ عنہ کو خبر دی گئی کہ آپ کا ہمسایہ نزع کی حالت میں ہے۔ آپ تشریف لے گئے تو اس نے کہا۔ حضرت! میرے سامنے دو آگ کے پہاڑ ہیں۔ اور مجھے ان پر چڑھایا جا رہا ہے۔ حضرت نے اس کے گھر والوں کو چاہیہ کون سا کام کرتا تھا۔ انہوں نے کہا۔ اس نے دو پہیے رکھ لئے تھے۔ خریدتے وقت بڑا، اور بیچتے وقت چھوٹا پیمانہ استعمال کرتا تھا۔ حضرت نے دونوں پیمانوں کو منگوایا، اور توڑ ڈالا۔ مگر اس کی تکلیف میں افاقہ نہیں ہوا۔ اس نے کہا۔ تکلیف کی شدت میں اور اضافہ ہو رہا ہے۔

اسی طرح ایک ناپ تول کرنے والے کا آخری وقت آیا۔ ایک بزرگ موجود تھے۔ کلمہ شریف کی طعین کی۔ مگر وہ زبان سے کلمہ شریف نہ بول سکا۔ اور کہا ترازو کا کاشا زبان میں پیوست ہے، جو کلمہ شریف سے روک رہا ہے۔ بزرگ نے پوچھا

کیا تم پورا نہیں تولتے تھے؟

بولاً! میں پورا تو لیتا تھا مگر کبھی زازو کے پتے پر مٹی بیٹھ جاتی تو اس کی پرواہ نہیں کرتا تھا۔ (ص ۲۰۸، ۲۰۹)

امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ عالم برزخ میں:

حضرت امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ کو بعد وفات ان کے اصحاب میں سے بعض نے خواب میں دیکھا کہ وہ اگر کرکشان و مطراق سے خرام فرما رہے ہیں۔ انہوں نے پوچھا یہ چلنے کا کون سا انداز ہے؟ — فرمایا۔ یہ دار السلام کے لوگوں کا طریقہ ہے پوچھا۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کے ساتھ کیا معاملہ فرمایا۔

جواب دیا۔ مجھے بخش دیا۔ سونے کے جوتے پہنائے۔ اور ارشاد ہوا، تم نے جو کہا تھا کہ قرآن کلام اللہ غیر حادث ہے، یہ اس کی جوار ہے۔ اور مجھے اجازت دی کہ جہاں چاہو جاؤ۔ پھر میں جنت میں داخل ہوا۔ وہاں میں نے سفیان ثوری کو دیکھا ان کے دو سبز پر پہن جن کے ذریعہ ایک درخت سے دوسرے درخت پر اڑنے پھر رہے ہیں۔ اور یہ آیت تلاوت کر رہے ہیں۔

قَالُوا الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي صَدَقْنَا وَعَدَهُ وَأَوْدَيْنَا الْأَرْضَ نَبْتَأُ
مِنَ الْجَنَّةِ حَيْثُ نَشَاءُ فَنِعْمَ أَجْرُ الْعَمِلِينَ • (الزمر ۳۹/۴۰)

اور وہ کہیں گے سب خوبیاں اللہ کو جس نے اپنا وعدہ ہم سے سچا کیا۔ اور ہمیں اس زمین کا وارث بنایا کہ ہم جنت میں رہیں جہاں چاہیں۔ تو کیا ہی اچھا ثواب ملنے والوں کا ہے۔

مصاحب نے دریافت کیا حضرت عبدالواحد وراق کی کیا خبر ہے۔ فرمایا۔ میں نے دریائے نور کے اندر کشتی نور پر سوار ہو کر اللہ تعالیٰ کی زیارت کرنے ہوئے دیکھا۔ اور اسی حال میں چھوڑ کر آیا ہوں۔ اور پشمن حادث کس عالم میں ہیں۔ فرمایا۔ سبحان اللہ! ان کی طرح کون ہو سکتا ہے؟ میں

نے انہیں حق تعالیٰ کی جانب دیکھا۔ رب تعالیٰ ان کی طرف متوجہ ہو کر فرما رہا ہے، تجھے پتہ نہیں نیرامقام کیا ہے؟ — اے نہ پینے والے آب سیراب ہو کر پی، اور اے نہ کھانے والے آب آسودہ ہو کر کھا۔

حضرت شیخ معروف کرخی رضی اللہ عنہ کو بزرگوں میں سے کسی نے خواب میں دیکھا۔ وہ زیر عرش ہیں۔ رب تعالیٰ فرشتوں سے فرماتا ہے یہ کون شخص ہے؟ فرشتے جواب میں عرض کرتے ہیں۔ اے مالک و مولا تو خوب جانتا ہے کہ یہ کون ہے۔ فرماتا ہے یہ معروف کرخی ہیں، جو میری محبت کے فتنے میں بے ہوش ہیں انہیں میرے دیدار کے سوا کسی چیز سے ہوش نہیں آئے گا۔

حضرت امام شافعی رضی اللہ عنہ کو ربیع بن سلیمان علیہ الرحمۃ نے خواب میں دیکھا۔ پوچھا اے ابو عبد اللہ! اللہ تعالیٰ نے آپ کے ساتھ کیا معاملہ فرمایا۔ جواب دیا۔ اللہ رب العزت نے مجھے نور کی کرسی پر بٹھا کر مجھ پر چمکا رتنازہ موتی نچا اور فرماتے، شیخ ابوالحسن ابراہیم بن علی بن یوسف شبرازی رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد انہیں ایک بزرگ نے خواب میں دیکھا۔

سید لباس زیب تن کئے، سر بر تاج مرصع سجائے ہوئے ہیں۔ پوچھا یہ سفید لباس کیا ہے۔ فرمایا۔ یہ عبادت کی غفلت ہے۔ پھر پوچھا یہ تاج؟ — فرمایا۔ یہ علم کا دقار ہے۔ (ص ۲۰۹)

حضور رسول معظم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو شیخ عارف ابوالحسن شاذلی رضی اللہ عنہ نے خواب میں دیکھا۔ سرکار نے ارشاد فرمایا۔

اللہ تعالیٰ حضرت موسیٰ و عیسیٰ علیہما السلام کے روبرو، ابو حامد امام غزالی کے بارے میں مباہاتہ فرماتا ہے کہ کیا تم لوگوں کی امت میں بھی کوئی ایسا اہل علم ہے۔ وہ فرماتے ہیں نہیں۔ — رضی اللہ تعالیٰ عنہ وعن جمیع الاولیاء والعلماء اجمعین ونفعنا بہم، آمین۔ (ص ۲۱۰)

ماں کی خدمت کا صلہ:

بلال خواص رضی اللہ عنہ میدانِ تیرہ سے گزر رہے تھے۔ انہوں نے محسوس کیا کہ میسر ہمارا کوئی اور بھی چل رہا ہے۔ پھر وہ شخص ساتھ چلنے لگا۔ بلال خواص کو تعجب ہوا۔ اور ان کے دل میں خیال آیا کہ یہ حضرت جعفر ہوں گے۔

بلال خواص: رب تعالیٰ کی قسم! سچ بتائیں آپ کون ہیں۔
فرمایا: میں جعفر ہوں۔

بلال خواص: میں آپ سے امام شافعی کی نسبت دریافت کرنا چاہتا ہوں؟۔
فرمایا: وہ اوتا دیں سے ہیں۔

بلال خواص: اور احمد بن حنبل کے بارے میں کیا ارشاد ہے؟۔
فرمایا: وہ صدیق ہیں۔

بلال خواص: اور بشر بن حارث کا کیا مقام ہے؟۔

فرمایا: ان کے بعد ویسا انسان پیدا نہیں ہوا۔

بلال خواص: آج یہ جو میں آپ کی زیارت سے مشرف ہو رہا ہوں، یہ کس کی برکت ہے۔

فرمایا: ماں کی خدمت کے طفیل، (ص: ۲۱۰)

عظمتِ بشر رضی اللہ عنہ:

حضرت بشر بن حارث کو بعد وفات ایک بزرگ نے خواب میں دیکھا۔ دریافت کیا آپ کے ساتھ کیا معاملہ ہوا۔ جواب دیا۔

اللہ تعالیٰ نے مجھے بخش دیا۔ اور آدمی جنت میرے لئے مباح کر دی۔ اور فرمایا

تو دنیا میں کھانا پینا ترک کئے ہوئے تھا۔ اب سیر ہو کر کھاپی — اور فرمایا
اے بشر! میں نے تیری اتنی عزت لوگوں کے دلوں میں بٹھا دی ہے کہ اس کے شکر

میں اگر نو انگاروں پر بھی سجدہ کرے تو حق سے ہمہ برآ نہ ہوگا۔ (ایک دوسری روایت کے بموجب) نیز فرمایا — جس وقت میں نے تیری روح قبض کی اس وقت پوری روئے زمین پر کوئی شخص میرے نزدیک تجھ سے زیادہ محبوب نہ تھا۔ (ص ۲۱۰)

مرتبہ عمر ابن عبد العزیز رضی اللہ عنہ:

پارسا بزرگوں میں سے ایک کا بیٹا شہید ہو گیا۔ انہوں نے اسے کبھی خواب میں نہیں دیکھا۔ جس رات سیدنا عمر بن عبد العزیز کا وصال ہوا۔ انہوں نے بیٹے کو خواب میں دیکھا۔ پوچھا۔

اے نور چشم! کیا تم مرے نہیں ہو؟

ابو جان! میں مرا نہیں ہوں بلکہ شہید ہوا ہوں۔ اور اللہ تعالیٰ کے حضور زندہ ہوں مجھے رزق ملتا ہے۔

پارسا: آج یہاں کیسے آئے ہو؟

شہید: اہل فلک میں یہ اعلان ہوا کہ تمام انبیاء، صدیقین اور شہداء عمر بن عبد العزیز رضی اللہ عنہ کے جنازے میں جائیں۔ چنانچہ میں بھی اسی میں شرکت کے لئے آیا تھا۔ اسی طرف سے آپ کی خدمت میں سلام عرض کرنے چلا آیا۔ (ص ۲۱۰)

شان سفیان رضی اللہ عنہ:

مرد صالح میں سے ایک نے حضرت سفیان ثوری رضی اللہ عنہ کو انتقال کے بعد خواب میں دیکھا — حال دریافت کیا کہ اے ابو عبد اللہ! کیسے ہیں؟ انہوں نے یہ سن کر چہرہ پھیر لیا۔ اور کہا یہ کینٹ کے ساتھ پکارنے کا زمانہ نہیں۔ انہوں نے پھر پوچھا۔ اے سفیان! بتائیے کیا حال ہے؟ — تو جواب میں انہوں نے یہ اشعار پڑھے۔

فَطَرْتُ إِلَىٰ رَبِّي عِيَانًا فَقَالَ لِي هَيْثَا رَضَائِي عَنْكَ يَا ابْنَ سَعِيدٍ
 لَقَدْ كُنْتَ قَوَامًا إِذَا أَطْلَمَ الدُّجَىٰ بَعْبُورَةٌ مُّشْتَابِي وَقَلْبٍ عَمِيدٍ
 فَذُرْنِي فَإِنِّي عَنْكَ غَيْرُ بَعِيدٍ فَذُرْنِي فَإِنِّي عَنْكَ غَيْرُ بَعِيدٍ
 حق تعالیٰ کو میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا۔ فرمایا اے ابن سعید تمہیں ہماری رضا
 مبارک ہو۔ جب ظلمتیں بھلتی تھیں تو تم قیام لیل کرتے تھے۔ اور تمہارے قلب میں
 ہماری محبت تھی۔ اور آنکھوں میں آنسو بھرے ہوتے۔ تمہارے لئے اجازت ہے
 بہشت کے جس محل میں چاہو رہو۔ اور میری زیارت کرو کہ میں تم سے دور نہیں
 ہوں۔ (ص: ۲۱۱)

جنازہ پر نزول ملائکہ:

جب حضرت سہل بن عبد اللہ شتری رضی اللہ عنہ کا جنازہ اٹھایا گیا۔ تو حصول برکت
 کے لئے لوگ جنازہ پر ٹوٹے پڑتے تھے۔ ایک ہنگامہ کا عالم تھا۔ شور و سنکا ایک یہودی
 اپنے مکان سے نکلا جس کی عمر ستر سال سے زیادہ تھی۔ جنازے کی طرف دیکھ کر
 لوگوں سے کہا۔ جو میں دیکھ رہا ہوں کیا آپ لوگ بھی دیکھ رہے ہیں۔ لوگوں نے پوچھا،
 تم کیا دیکھ رہے ہو؟ — اس نے کہا۔ میں دیکھ رہا ہوں کہ حضرت سہل کے
 جنازے پر آسمانی مخلوق گروہ در گروہ اتر رہی ہے اور برکت حاصل کر رہی ہے۔
 اس کے بعد وہ سلمان ہو گیا۔ اور اسلام کا فیضان اس پر خوب ظاہر ہوا۔ رضی
 اللہ عنہ ونفعنا بہ آمین۔ (ص: ۲۱۱)

سیدہ رابعہ عدویہ رضی اللہ عنہا:

سیدہ رابعہ عدویہ رضی اللہ عنہا کے متعلق ان کی خادمہ نے بیان کیا۔
 رابعہ تمام رات ملوے فجزیک نماز پڑھتی رہتی تھیں۔ پھر کچھ وقفہ کے لئے مصلیٰ پر
 لیٹ جاتیں۔ اچانک گھبرا کر بیدار ہوتیں۔ اور کہتیں اے نفس! کب تک سونا

رہے گا اور عبادت کے لئے نہیں اٹھے گا۔ وہ وقت قریب ہے جب ایسی نیند سونا ہے کہ پھر ضرور قیامت ہی نے بیداری ہوگی۔ ان کی یہی حالت اخیر دم تک ہی وفات کا وقت قریب آیا تو مجھے بلا کر اون کا ایک جبہ دکھایا۔ اور کہا انتقال کے بعد مجھے اسی کا کفن دینا۔ اور کسی کو میسر کرنے کی خبر نہ دینا۔ وہ جبہ وہی تھا جسے وہ تہجد کے وقت پہنا کرتی تھیں۔ چنانچہ انہیں میں نے اسی جبہ اور ایک ادنیٰ چادر کا کفن دیا۔ اسی شب وہ مجھے خواب میں نظر آئیں۔ میں نے دیکھا کہ وہ سبز کستری کا جبہ اور سبز روشنی اور صنی زریب تن کئے ہوئے ہیں۔ میں نے پوچھا۔ وہ جبہ اور ادھر صنی کیا ہوئی۔ فرمایا۔ میرا وہ جبہ اور ادھر صنی سبز نہر اٹلی علیین میں رکھ دیا گیا ہے تاکہ روزِ حشر مجھے اس کا ثواب عطا ہو۔ اور ربِّ کائنات نے اس کے بدلے مجھے یہ لباس عنایت فرمایا ہے۔ خادمہ نے پوچھا۔ کیا آپ دنیا میں اسی لئے نیک اعمال کرتی تھیں؟ فرمایا۔ رب تعالیٰ نے اپنے اولیاء کو ایسی ایسی نعمتیں عطا فرمائی ہیں کہ ان کے بالمقابل اس کی کوئی حیثیت نہیں۔۔۔۔۔ خادمہ نے عرض کیا۔ مجھے کوئی ایسی نصیحت کیجئے جس سے اللہ تعالیٰ کا تقرب نصیب ہو۔ فرمایا۔ اللہ تعالیٰ کا ذکر کثرت سے کرو۔ غفر قریب نہیں قبر میں اس پر فرحت و شادمانی حاصل ہوگی۔ رضی اللہ عنہا، (ص ۲۱۱ — ۲۱۲)

سیدہ رابعہ شامیہ رضی اللہ عنہا؛

حضرت احمد بن ابوالحواری رضی اللہ عنہ اپنی زوجہ رابعہ شامیہ کے متعلق فرماتے ہیں ان کے متعدد حالات تھے۔ کبھی حُب کا غلبہ ہوتا، کبھی موانست کا، اور کبھی خوف کا، غلبہ محبت کے عالم میں میں نے انہیں یہ اشعار پڑھتے ہوئے سنا۔

حَبِيبٌ لِّسَنِي يَغْدِلُهُ حَبِيبٌ ، وَمَا لِيْ سِوَاكَ فِي قَلْبِيْ نَصِيبٌ
حَبِيبٌ غَابَ عَنِ بَصَرِيْ وَشَفِيفِيْ وَلَكِنْ عَنِ فُؤَادِيْ مَا يَغِيبُ
جس کا مفہوم کچھ یوں ہے

مرے حبیب سا جگ میں کوئی حبیب نہیں جز اس کے کوئی مرے درد کا حبیب نہیں
 بری نگاہ سے وہ خواہ دور ہو لیکن غلط ہے یہ کہ وہ دل سے مرے قریب نہیں
 اور جب کبھی ان پر انس غالب ہوتا تو اس حالت میں یہ پڑھتیں۔

وَلَقَدْ جَعَلْتُ فِي الْغَوَاذِ مَحَدِي وَابْتَحْتُ جِئْسِي مَنْ أَرَادَ جُلُوسِي
 فَالْجِئْسَةُ هُنَّ لِلْجَلِيسِ مُوَافِقِي وَحَبِيبُ قَلْبِي فِي الْغَوَاذِ أَنْفِيسِي
 میں نے دل میں تجھے اپنا ہم کلام بنایا۔ اور جسم کو ہم نشین کا حق ادا کرنے کے لئے
 رکھا۔ میرا جسم جلیس کے ساتھ موافقت رکھتا ہے۔ اور دل میں دل کا حبیب میرا
 موافق ہے۔

اور حالت خوف کا غلبہ ہوتا تو اس وقت انہیں یہ اشعار پڑھنے سُننا۔
 وَزَادِي قَلِيلٌ مَا أَدَاكَ مُبْلَغِي لِلزَّادِ ابْكِي أَمْرٌ لَطُولُ مَسَافَتِي
 اسْتَحْوِ قُنِي بِالنَّارِ يَا غَايَةَ الْمُنَى فَايْنِ رَجَائِي فَيْدُكَ أَيْنَ مَخَافَتِي
 میرے پاس تو شہ کم ہے، امید نہیں کہ اس سے منزل تک رسائی ہو۔ زاد راہ کم ہونے
 پر روتوں یا مسافت زیادہ ہونے پر روتوں۔ اے میرے معبود حقیقی! کیا تو مجھے
 آگ میں جلائے گا۔ اس وقت میری امید اور میرا خوف کہاں جائے گا۔
 حضرت شیخ احمد فرماتے ہیں۔

میں نے ان سے کہا۔ ساری رات نماز پڑھتے تمہارے سوا میں نے کسی کو نہیں دیکھا
 تو انہوں نے کہا سبحان اللہ! آپ جیسا شخص ایسی بات کہہ رہا ہے۔ حالانکہ میرا حال
 یہ ہے کہ مجھے جب آواز دی جاتی ہے اس وقت میں قیام لیل کے لئے اٹھتی ہوں
 ایک روز میں ان کی عبادت کے وقت کھانا کھانے بیٹھا۔ تو مجھ سے ذکرِ آخرت
 شروع کر دیا۔ اس پر میں نے کہا مجھے اچھی طرح کھلینے دو۔ اس پر بولیں ہم تم
 ایسے تو نہیں کہ آخرت کی یاد کرنے سے ہمارا کھانا بدمذا ہو۔ میں تم سے
 غافل ہوں اور شوہروں جیسی نہیں، بلکہ بھائیوں جیسی محبت کرتی ہوں۔ اور جب
 کوئی کھانا بنا کر تمہیں تو کہتیں۔ اے میرے سردار! اے کھاؤ بے تسبیح سے تیار شدہ

کھانا ہے۔ ایک دفعہ مجھ سے کہا نکاح کرو۔ میں نے تین نکاح کئے۔ مجھے کھانے میں گوشت دیتی تھیں۔ اور کبھی نہیں اپنی طاقت و قوت اپنی بیویوں پر صرف کرو۔ وہ کہا کرتی تھیں کہ مجھے اکثر جن اور حوریں دکھائی دیتی ہیں —
رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہا، (ص ۲۱۱، ۲۱۳)

شیخ ابو محمد عبداللہ بن اسعد باغی مبنی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں۔ ظاہر ا یہ پتہ چلتا ہے کہ جن اور حور کا دیکھنا جو اس میں مذکور ہے، اس سے مراد بیداری میں دیکھنا ہے۔ کیونکہ خواب میں تو اولیاء اللہ کے علاوہ عام لوگ بھی دیکھ لیتے ہیں۔

سیدہ شعوانہ رضی اللہ عنہا:

مشہور ولیہ سیدہ شعوانہ رضی اللہ عنہا جب بہت ضعیف ہو گئیں اور عبادت و نماز وغیرہ میں حرج پڑنے لگا تو ان دنوں انہوں نے کسی کو یہ اشعار پڑھتے سنا۔
اِذْ رِئِ دُمُوعُكَ اِذَا مَا كُنْتَ شَاجِيَةً اِنَّ الْبِنَا حَاقَةً لَا تَشْفِي الْحَزْنَ بَيْنِنَا
جِدِّي وَتُؤْمِي وَصُومِي الدَّهْرَ دَائِبَةً فَاِنَّمَا الدَّائِبُ مِنْ فِعْلِ الْمَطْبُوعِينَ
آنسو بہاؤ جب تک ہمارا غم ہے۔ کیونکہ آہ و بکا سے غمگینوں کو بھی شفا نہیں ہوتی۔ نماز روزہ میں کوشش کرتے رہو۔ اہل طاعت کی عادت اور حالت یہی ہے۔
یہ سنکر انہوں نے گریہ و زاری اور عبادت میں انہماک شروع کر دیا۔ اور ان کا یہ عالم تھا کہ خود بھی روتی تھیں اور معاضات مجلس کو بھی رلاتی تھیں — اس وقت یہ شعر پڑھیں۔

لَقَدْ اَمِنَ الْمَغْرُودُ دَائِمًا مَّامٍ وَيُوشِكُ يَوْمًا اَنْ يَتَخَفَ كَمَا اَمِنَ
مغرور اپنے ٹھکانے سے بے خوف ہو گیا ہے۔ ایک دن وہ انتہائی خوفزدہ ہو گا۔
جتنا آج بے خوف ہے۔

حضرت فیصل بن عیاض رضی اللہ عنہ ایک دن ان کے پاس تشریف لائے۔ اور اپنے حق میں دعا کی درخواست کی — انہوں نے جواب دیا۔

اے فضیل! کیا رب تعالیٰ اور آپ کے مابین یہ رازدارانہ عہد نہیں ہے کہ آپ اگر دعا کریں گے تو وہ قبول فرمائے گا۔

یہ بات سننے کے بعد حضرت فضیل رضی اللہ عنہ حیح مار کر بیہوش ہو گئے (ص: ۲۱۳)

سیدہ عمرہ رضی اللہ عنہا:

حضرت حبیب عجمی رضی اللہ عنہ کی اہلیہ عمرہ کا یہ معمول تھا کہ رات کے وقت اپنے شوہر کو بیدار کرتی تھیں، اور کہتیں۔

اٹھ جائیے رات گزر گئی۔ راستہ طویل ہے۔ اور ہمارے پاس زاد سفر بہت کم ہے۔ نیک بندوں کے قافلے ہم لوگوں سے بہت آگے جا چکے ہیں۔ اب پیچھے صرف ہم لوگ رہ گئے ہیں۔

ایک مرد حق فرماتے ہیں۔ میں نے ایک عورت کے ساتھ نکاح کیا۔ اس کا طریقہ یہ تھا کہ عشاء کی نماز سے فارغ ہو کر اچھے کپڑے پہنتی، عطر وغیرہ لگاتی اور مجھ سے پوچھتی کیا آپ کو کوئی کام ہے۔ اگر میں اثبات میں جواب دیتا تو میرے پاس رہتی۔ ورنہ وہ کپڑے انا رڈالتی اور عبادت کا لباس پہن کر صبح تک نمازیں قیام کرتی۔ (ص: ۲۱۳)

سیدہ جوہرہ رضی اللہ عنہا:

ایک بادشاہ کے پاس جوہرہ نامی ایک کینز تھی، جسے اس نے آزاد کر دیا جوہرہ آزادی پا کر چلی تو اس زمانے کے مشہور بزرگ ابو عبد اللہ ترابی رحمۃ اللہ علیہ کے پاس سے اس کا گزر ہوا۔ انہیں دیکھا کہ اپنی جھونپڑی میں مصروف عبادت رہنے ہیں۔ جوہرہ نے ان سے نکاح کر لیا، ان کے ہمراہ مصروف عبادت ہو گئی۔ ایک شب اسے خواب نظر آیا کہ بہت سے خیمے قطار در قطار نصب ہیں۔ پوچھا۔ یہ خیمے کس کے ہیں؟ اسے بتایا گیا کہ یہ تہجد کی نماز پڑھنے والوں کے

واسطے ہیں۔ اس کے بعد اس نے رات میں سونا چھوڑ دیا۔ خود اپنے شوہر کو بیدار کرتی اور کہتی اے ابو عبد اللہ! قافلہ آگے نکل گیا۔ اور اشعار پڑھتی جس کا مفہوم یہ ہے ہنوز منزل مقصود دور ہے میری! ابھی میں باغ کی دیوار تک نہیں پہنچا ہوں قافلین کے خیمے ادھر ادھر آگ میں نہ چھوڑی میں تو دربار تک نہیں پہنچا

فقیر خصلت شہزادی:

حضرت شیخ شاہ کرمانی رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی کے لئے بادشاہ کرمان نکاح کا پیغام بھیجا۔ شیخ نے کہلا بھیجا کہ مجھے جواب کے لئے تین روز کی مہلت دیں۔ اس دوران وہ مسجد گھوم کر محسوس صالح انسان کو تلاش کرنے لگے۔ ایک لڑکے پر ان کی نگاہ پڑی جس نے اچھی طرح نماز ادا کی اور دعا مانگی۔ شیخ نے اس سے پوچھا تمہاری شادی ہو چکی ہے؟ — اس نے نفی میں جواب دیا۔ پھر پوچھا — کیا نکاح کرنا چاہتے ہو؟۔ لڑکی قرآن مجید پڑھتی ہے، نماز روزہ کی پابند ہے، خوبصورت پاکباز اور نیک ہے — اس نے کہا۔ بھلا میرے ساتھ کون رشتہ کرے گا شیخ نے فرمایا۔ میں کرتا ہوں۔ لیوہ درہم، ایک درہم کی روٹی، ایک درہم کا سلن اور ایک درہم کی خوشبو، خرید لاؤ۔ — اس طرح شاہ کرمانی نے اپنی دختر کا نکاح اس سے پڑھا دیا۔ لڑکی جب شوہر کے گھر آئی تو اس نے دیکھا پانی کی صراحی پر ایک روٹی رکھی ہوئی ہے۔ اس نے پوچھا یہ روٹی کیسی ہے؟۔

شوہر: یہ کل کی باسی روٹی ہے۔ میں نے افطار کے لئے رکھی ہے۔ یہ سنکر وہ واپس ہونے لگی۔
شوہر: مجھے معلوم تھا کہ شیخ شاہ کرمانی کی دختر مجھ غریب انسان کے گھر نہیں رک سکتی۔

لڑکی: میں تیری مفلسی کے باعث نہیں لوٹ رہی ہوں بلکہ اس لئے کہ خدا پر تمہارا یقین بہت کمزور نظر آ رہا ہے۔ بلکہ مجھے تو اپنے باپ پر حیرت ہے کہ انہوں نے

نتیجے پاکیزہ خصلت، عقیف اور صالح کیلئے کہا جب کہ اللہ تعالیٰ پر تمہارے اعتقاد کا یہ حال ہے کہ روٹی بچا کر رکھتے ہو۔

نوجوان نے اس کی بات سنی تو کہا۔ اس کمزوری سے معذرت خواہ ہوں۔
لڑکی، اپنا عذر تم جانو! البتہ ایسے گھر میں میں تو نہیں رک سکتی، جہاں ایک وقت کی خوراک جمع رکھی ہو۔ اب یا میں رہوں گی یا روٹی۔

نوجوان نے فوراً جا کر روٹی خیرات کر دی۔ اور ایسی درویش خصلت شہزادی کا شوہر بننے پر خدا کا شکر ادا کیا۔

حضرت علامہ یافعی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں ایسی عورتوں کی مدح میں کسی نے بہت عمدہ بات کہی ہے۔

لَوْ كَانَتِ النِّسَاءُ كَمَا ذَكَرْنَا لَفُضِّلَتِ النِّسَاءُ عَلَى الرِّجَالِ
فَلَا التَّائِبُ إِلَّا سِيمُ الشَّمْسِ عَيْبٌ وَلَا التَّذَكُّيرُ فَخْرٌ لِلْهَلَالِ
اگر عورتیں ایسی ہی ہوتیں جیسی ہم نے بیان کیا تو ضرور عورتیں مردوں سے افضل قرار پاتیں۔ کیونکہ شمس کے نام کا مونٹ ہونا اس کے لئے باعث عیب ہے اور نہ ہی ہلال کا مذکور ہونا اس کے لئے باعث فخر ہے۔ (مس، ۲۱۴، ۲۱۵)

شکم سیری کا وبال:

حضرت یحییٰ بن زکریا علیہما السلام پیغمبر کے پاس ابلیس آیا۔ آپ نے اسے دیکھ کر منہ پھیر لیا۔ آپ پر وحی آئی کہ اے پیغمبر! اس سے کچھ پوچھئے۔ آپ سے یہ سچ بولے گا آپ نے اس سے چند باتیں پوچھیں۔ ان میں یہ بھی تھی۔

حضرت یحییٰ علیہ السلام ابلیس کو کبھی مجھ پر بھی قادر ہوا۔

ابلیس: ایک رات ایسا موقع ملا۔ جب آپ کھانے سے شکم سیر ہوئے جس کے نتیجے میں اپنا وظیفہ بڑھے بغیر سو گئے۔

حضرت یحییٰ علیہ السلام، ثواب میں کبھی پیٹ بھر کھانا نہیں کھاؤں گا۔

ابلیس، نعوذ باللہ منہ، اب میں کبھی کو نصیحت نہیں کروں گا۔ (ع: ۲۱۵)
 آپ ہی کے بارے میں منقول ہے کہ ایک شرب آپ نے جو کی روٹی شکم بھرنا ول
 کی۔ اور اوراد و طائف پڑھے بغیر سو گئے۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان پر وحی آئی۔
 اے بھئی! کیا تو نے میرے دربار سے بہتر کوئی دربار دیکھا ہے، اور میرے قرب سے
 بہتر کوئی قرب جلتے ہو؟ میری عود و جلال کی قسم! اگر فردوس پر تمہاری نظر پڑ
 جائے تو (عبادت سے) تمہارا جسم گل جائے، اور جنت کے شوق سے تاجان نکل جائے
 اور اگر دوزخ کو دیکھ لو تو تمہاری آنکھوں سے آنسو کے بعد پیپ نکلے اور تم صوف
 کی جگہ لوہے کا لباس پہننے لگو۔ (ص: ۲۱۶)

ابدال:

سید الطائفہ ابوالقاسم امام جنید بغدادی رضی اللہ عنہ جامع مسجد میں تشریف فرما
 تھے۔ اچانک ایک شخص ان کے پاس آیا۔ اور دو رکعت نماز پڑھ کر مسجد کے کونے
 میں جا لیٹا۔ اور حضرت شیخ کو بلا کر کہا۔

اے ابوالقاسم! اللہ تعالیٰ سے اور دوستوں سے ملاقات کا وقت آن پہنچا
 جب میں گزر جاؤں تو آپ کے پاس ایک قوال آئے گا۔ میری یہ گڈری، پھڑی
 اور لوٹا اسے دے دیجئے گا۔

شیخ جنید: آپ کے یہ تبرکات اور قوال کو، یہ کیوں؟

جواب دیا، اس لئے کہ وہ میری نیابت کا اہل ہو چکا ہے۔

حضرت شیخ جنید فرماتے ہیں۔ جب اس کا انتقال ہو گیا۔ اور ہم لوگ اس کے
 کفن دفن سے فارغ ہوئے تو میرے پاس مصر کا رہنے والا ایک نوجوان آیا اسلام
 کرنے کے بعد لولا۔

میری جو امانتیں آپ کے پاس ہیں مجھے عنایت کریں۔

شیخ جنید: ان امانتوں کے حقدار تم کیسے ہوئے، ذرا تفصیل تو بتاؤ؟

نوجوان، میں فلاں مقام کے ساحل پر تھا کہ میں نے غیبی پکار نے والے کی آواز سنی۔ جاؤ اور شیخ جنید کے پاس جو کچھ ہے اسے حاصل کر لو۔ وہ چیزیں میری ہیں۔ اور تو فلاں ابدال کا جانسیں مقرر کیا گیا۔

حضرت شیخ جنید نے فوراً وہ اشیاء مصری نوجوان کے حوالے کیں۔ اس نے غسل کر کے گدڑی پہن لی۔ اور عصا لٹوٹا لے کر اسی وقت شام کی جانب روانہ ہو گیا۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہ (ص: ۲۱۶)

جسے اللہ عزت دے:

ایک نوجوان کے بارے میں مشہور ہے کہ وہ لوگوں کو نیکیوں کا حکم دیتا۔ اور برائیوں سے روکتا تھا۔ اس نے اپنی تقریر میں خلیفہ ہارون رشید کو امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کیا، احد سخت باتیں کہیں۔ خلیفہ نے اسے پکڑ کر ایک ایسے مکان میں بند کر دیا جہاں سانس لینے کے لیے بھی کوئی سوراخ نہیں تھا تاکہ ہلاک ہو جائے۔

پانچ روز بعد ایک شخص نے خلیفہ کو خبر دی کہ آپ نے جسے محبوس کیا تھا وہ شخص تو فلاں باغ میں پھل رہا ہے۔ بادشاہ نے اسے بٹو کر پوچھا۔ ہارون رشید: تمہیں اس قید خانہ سے کس نے نکالا۔ نوجوان واعظ: مجھے اسی نے نکالا، جس نے باغ میں پہنچایا۔ ہارون رشید: تجھے باغ میں کس نے پہنچایا۔ نوجوان واعظ: باغ میں اسی نے پہنچایا جس نے قید خانہ سے نکالا۔ ہارون رشید: عجیب حیرت ناک بات ہے؟۔ نوجوان واعظ: تیرے رب کا کون سا کام حیرت ناک نہیں ہے۔

یہ سن کر خلیفہ رونے لگا۔ اور اسے عزت و احترام سے رکھا۔ اور حکم دیا کہ اس شخص کو شاہی گھوڑے پر سوار کر کے شہر میں جکوس نکالو، اور زندہ کر دو کہ اللہ تعالیٰ نے اس شخص کو

عزت بخشی۔ اور ہارون رشید نے اس کو ذلیل کرنا چاہا مگر کامیاب نہیں ہوا۔ بالآخر ہارون رشید کو بھی اس کی عزت کرنی پڑی۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہ و نفعنا بہ آمین (جلد ۱۶ ص ۲۱۷)

کھاراپانی شیریں ہو گیا:

باشندگان آبادان میں سے ایک شخص نے بیان کیا کہ ساٹھ سال سے زیادہ زمانہ گزرا جب سے میں جانتا ہوں کہ آبادان کی نہر کا پانی کھار ہے۔ ساحل کے ایک بزرگ آبادان میں رہتے تھے۔ رمضان کا مہینہ، سخت گرمی کا موسم تھا۔ افطار کے وقت ذخیرہ آب (سقاہ) میں پانی ختم ہو گیا۔ تو میں نہر کے پاس گیا تاکہ وضو کروں۔ وہاں میں نے انہیں دیکھا نہر کے اندر کھڑے مناجات کر رہے ہیں۔

اے میرے پروردگار! تو اگر میرے عمل سے راضی ہے اور میری طاعت سے خوش ہے تو میں تیرے حضور دست سوال دراز کروں۔ مولا! ترے نافرمان کے لئے تو حاکم کا غسالہ کافی ہے۔ مجھے اگر تیرے غضب کا خوف نہ ہوتا تو میں پانی کو ہرگز نہ چمکتا۔

بزرگ نے یہ کہہ کر نہر سے ایک چلو پانی پیا۔۔۔۔۔ راوی کہتا ہے کہ یہ دیکھ کر مجھے تعجب ہوا کہ اتنا کھاری پانی انہوں نے کیسے پی لیا۔ پھر جب وہ وہاں سے چلے گئے تو میں نے بھی اسی مقام سے جا کر پانی پیا۔ بخدا وہ شکر کی طرح شیریں تھا۔ میں نے پی کر آسودگی حاصل کر لی۔ بزرگ نے ایک روز راوی سے کہا۔ میں نے خواب میں یہ آواز سنی ہے کہ مبارک ہو ہم نے تیرا گھرتیار کر دیا ہے۔ اسے دیکھ کر تیری آنکھیں ٹھنڈی ہو جائیں گی۔ ایک ہفتہ میں اسے خوشبودوں سے بسا دیا جائیگا۔ اس کا نام دارالسر در ہے۔۔۔۔۔ راوی نے کہا۔ ٹھیک ساتویں روز جمعہ تھا۔ وہ وضو کے لئے نہر پر گئے۔ اندر داخل ہونا چاہا اتنے میں پاؤں پھسلا اور وہ ڈوب کر انتقال کر گئے۔ نماز جمعہ کے بعد ان کی تدفین عمل میں آئی۔ تین روز بعد میں نے خواب میں انہیں لباس سبز پہنے دیکھا۔ حال دریافت کیا تو فرمایا۔ اللہ تعالیٰ

نے مجھے دارالسرور میں آمارا۔ وہ مکان میرے لئے تیار کر آیا تھا۔ راوی نے پوچھا وہ کیسا مکان ہے؟ — فرمایا۔ اس کی توصیف ممکن ہی نہیں، کاش میرے اہل و عیال کو خبر ہو کہ اسی کے نزدیک ان سب کے لئے بھی مکانات بنائے گئے ہیں ان مکانات میں ہر نعمت موجود ہے۔ اور ہاں! بسن وہاں تیرے لئے بھی مکان ہے۔ — دعا ہے کہ رب کریم! اپنے ان نیک بندوں کے طفیل ہمیں بھی جنت عطا فرمائے۔ آمین۔ (ص: ۲۱۴، ۲۱۸)

بی بی ریحانہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں۔

الْهٰی لَا تُغَدِّبْنِیْ فَاِنِّیْ
اَوْ مِثْلُ اَنْتِ افْوَزَ بَعْضِیْ دَارِ
وَاَنْتِ مَجَاوِزُ الْاَسْرَادِ فِیْهَا
فِیَا طَوْلِ لَهْمٍ فِیْ ذَا الْحَوَابِ
الہی! تو مجھے عذاب میں نہ ڈال کیونکہ میں جنت میں پہنچنے کی امید دار ہوں۔
جنت میں تو خود نیکوں کا ہمسایہ ہے، جن کو ایسا ہمسایہ ملے وہ بہت خوش بخت ہیں۔ رضی اللہ عنہا۔ (ص: ۲۱۸)

وضو کے لئے غیب سے پانی:

سیدنا سہل بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے۔

میں نے عجائب و کرامات میں سب سے پہلے جو دیکھا وہ یہ کہ ایک دیران مقام کی طرف آنکلا وہاں میرے قلب کو قرب الہی کی لذت سے شاد کامی حاصل ہوئی۔ وہ جگہ مجھے نہایت بھلی معلوم ہوئی۔ نماز کا وقت آپہنچا۔ اور میری عادت تھی کہ ہر نماز کے لئے تازہ وضو کیا کرتا تھا۔ اس وقت پانی نہ ہونے پر میں غمگین ہوا۔ اتنے میں ناگہاں مجھے ایک آدمی دور سے چل کر آتا ہوا نظر پڑا۔ قریب ہوا تو دیکھا کہ وہ ایک ریچھ ہے جو دونوں ہاتھوں میں پانی کا مٹکائے اٹھائے ہوئے ہے۔ نزدیک آکر سلام کیا۔ مجھے یہ چیز عجیب لگی۔ میں نے پوچھا یہ پانی اور مٹکا کہاں سے آیا؟ ریچھ نے جواب دیا۔ ہم لوگ وحوش ہیں۔ ہم نے اللہ تعالیٰ کی محبت میں اور اسی

پر توکل کر کے تعلقات دنیوی کو چھوڑ رکھا ہے۔ ابھی ہم آپس میں ایک مسئلہ پر گفتگو کر رہے تھے کہ اچانک یہ آواز آئی، سہل اس وقت تازہ وضو کرنے کے لئے پانی تلاش کر رہے ہیں۔ یہ سنکر میں نے یہ پانی کا مٹکا اٹھایا۔ ناگاہ دو فرشتے آگئے۔ میں ان کے نزدیک ہوا۔ ان فرشتوں نے نصائے اس ٹکے میں پانی ڈالا۔ اس میں پانی گرنے کی آواز مجھے سنائی دے رہی تھی۔ ریچھ کی اتنی بات سننے سننے مجھ پر غشی آگئی۔ افاقہ ہوا تو میں دیکھا کہ پانی کا ٹھکار کھا ہوا ہے۔ اور ریچھ کا کہیں پتہ نہیں۔ میں افسوس کرنے لگا کہ میں نے کچھ اور باتیں کیوں نہ پوچھ لیں۔ اس پانی سے میں نے وضو کیا۔ اور کچھ مینا چاہتا تھا کہ آواز آئی۔ اسے سہل! ابھی تمہارے لئے اس پانی کے پینے کا وقت نہیں آیا ہے۔ پانی کا وہ مٹکا جنبش کرنے لگا اور پھر ننگا ہوں سے اوٹھل ہو کر معلوم نہیں کہاں گیا۔ (ص: ۲۱۸)

قصر اولیاء:

حضرت سہل بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کے ابتدائی دور کا واقعہ ہے کہ جمعہ کے دن جامع مسجد میں اس وقت پہنچے جب مسجد بھر چکی تھی اور امام خطبہ دینے کے لئے منبر پر جا رہے تھے۔ یہ صفوں کو چیرتے ہوئے آگے پہنچے اور پہلی صف میں جا بیٹھے۔ ان کے دائیں جانب ایک نوجوان معطر اونی چادر اوڑھے بیٹھا تھا۔ اس نے حضرت سہل کو دیکھا تو پوچھا: سہل! کیا حال ہے؟

حضرت سہل: میں اچھا ہوں۔ اَصْلَحْتَ اللہ۔

حضرت سہل نے اس نوجوان کو بات کا جواب دیدیا مگر وہ اس ادھیڑ میں رہے کہ یہ ہے کون شخص، جس نے مجھے پہچان لیا اور میں اسے نہ پہچان سکا؟ اسی دوران حضرت سہل کو پیشاب کی حاجت محسوس ہوئی۔ مگر وہ سوچنے لگے اس وقت اگر یہاں سے نکلوں تو پھر لوگوں کو تکلیف دوں گا۔ لامحالہ پھلانگ کر ہی جانا ہوگا۔ اور اگر نہیں جاتا تو نماز خراب ہوتی ہے۔ وہی نوجوان اتنے میں پوچھا ہے۔

آپ کو پیٹاب کی حاجت ہے؟

حضرت سہل: بات تو ایسی ہی ہے۔

نوجوان نے اپنے کندھے سے چادر اتار دی، اور حضرت سہل کو اڑھادی اور کہا جلد فارغ ہو کر نماز میں شامل ہو جاؤ۔ حضرت سہل فرماتے ہیں۔

میری آنکھ لگ گئی اور جب کھلی تو میں نے خود کو ایک بڑے دروازے پر پایا ایک شخص دروازے پر کھڑا کہتا ہے اندر چلے آؤ۔ اندر ایک عالیشان محل تھا۔ اور ایک جانب ایک درخت تھا، جس کے پاس ایک ٹوٹے میں پانی رکھا ہوا تھا۔ وہیں پر استنجانہ بھی تھا۔ اور ایک طرف مسواک اور رومال موجود تھے۔ میں نے استنجا اور غسل کیا۔ اب وضو کر رہا تھا۔ اتنے میں اس شخص کی آواز آئی جب اپنا کام پورا کر چکے ہو تو ہاں کہو تو میں نے کہا۔ ہاں! ————— پھر جب

اس نے میرے اوپر سے چادر اتاری تو میں مسجد میں اسی جگہ موجود تھا۔ اور میرے اس واقعہ کا کسی کو علم نہیں ہوا۔ اور میرا یہ حال کہ میں فکر میں ڈوبا ہوا تھا کہ قصہ کیا ہوا؟ ————— میں کبھی اس واقعہ کی تصدیق کرتا، اور کبھی تکذیب کرتا۔ اتنے میں جماعت کھڑی ہوئی۔ لوگوں کے ساتھ میں نے بھی نماز پڑھی۔ مجھے اس نوجوان کا برابر خیال رہا۔ نماز ختم ہونے کے بعد میں اسی کے پیچھے چلا۔ وہ ایک مکان میں داخل ہوا۔ اور میری جانب دیکھ کر کہنے لگا۔ کیا آپ کو اپنے دیکھے ہوئے پر اعتبار نہیں آیا۔ میں نے کہا نہیں۔ نوجوان نے کہا۔ اچھا آئیے اس دروازہ میں داخل ہوئے۔ میں اندر گیا تو دیکھا کہ یہ تو وہی قعر ہے۔ اندر درخت لٹا، بھیگا ہوا رومال سب کچھ بعینہ موجود تھا۔ میں نے کہا۔ اَمَنْتُ بِاللّٰہ۔

نوجوان، اے سہل! جو انسان اشہر کی فرماں برداری کرتا ہے ہر چیز اس کی فرماں برداری کرتی ہے۔ آپ بھی اس کے طالب ہوں تو اسے پالیں گے۔

یہ سن کر میری آنکھیں اشکوں سے تر ہو گئیں۔ اس نوجوان نے میرے آنسو کو نچھو دیئے۔ اس کے بعد جب میں نے آنکھ کھولی تو نہ نوجوان وہاں موجود تھا نہ وہ محل میں

اس مرد حق اکامہ کے جانے سے اور اس کی صحبت کی محرومی سے افسوس کرنے لگا پھر
کارِ عبادت میں لگ گیا۔ رضی اللہ عنہما و نفعنا بہما۔ (ص ۲۱۸ — ۲۱۹)

بیک وقت دو جگہ موجود

حضرت سہل بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ایک حاجی نے عرفات کے اندر حج میں دیکھا
حالانکہ اس سال انہوں نے سفر حج نہیں کیا تھا۔ وہ لوٹ کر آیا، تو اس نے یہ بات قسم
کھا کر اپنے بھائی سے کہی۔ اور کہا اگر میں جھوٹا ہوں تو میری بیوی کو طلاق ۱۰ اور اس کا
بھائی خود حضرت کی مجلس کا حاضر پاش تھا۔ اس نے کہا ۹ ذی الحجہ کو تم نے انہیں عرفات
میں دیکھا۔ اور ۸ تراریح کو مکان حضرت بشرمانی کے بالمقابل حضرت سہل کی خانقاہ
میں میں ان کے پاس موجود تھا۔ دونوں بھائی واقعہ کی تحقیق کے لئے اور قسم کے
بارے میں حکم شرع معلوم کرنے حضرت سہل کی خدمت میں پہنچے — حضرت
نے فرمایا۔ تم لوگوں کا اس بات سے تعلق نہیں — جاؤ اور اللہ کی عبادت کرو
اور حاجی سے فرمایا۔ تم اپنی بیوی کے ساتھ حسب سابق رہو۔ اور میری اس بات کا پرچا
نہ کرو۔ مگر اس واقعہ کے بعد حضرت سہل رضی اللہ عنہ اپنی اس خانقاہ میں بہت کم قیام
کرتے تھے۔ آبادان اور بصرہ کے درمیان ایک جزیرہ تھا آپ نے خود کو لوگوں کی بھڑ
بھاڑ سے بچانے کے لئے اس جزیرہ کا انتخاب کر لیا تھا۔ وہیں چلے جاتے اور سکون و
المانیت سے ذکر و فکر میں مشغول رہتے۔ آپ کے ایک مصاحب فرماتے ہیں۔

میں نے تیس برس ان کی خدمت کی۔ اس دوران کبھی انہیں بستر پر پہنچتے نہیں
دیکھا۔ نہ دن کو نہ رات کو، عشاء کے وضو سے فجر کی نماز ادا فرماتے تھے — رضی
اللہ تعالیٰ عنہ و نفعنا بہ آمین۔ (ص ۲۲۰)

واعظ حق نما

ایک مرد حق و عظم فرمایا کرتے تھے۔ ایک بار ایک یہودی ان کی بزم تقریر سے گزرا،

تورک کر تقریر کرنے لگا۔ اس وقت وہ مرد حق لوگوں کو خدا بنار یا د دلار ہے تھے۔

وَإِنْ مِنْكُمْ إِلَّا وَارِدُهَا كَانَ عَلَىٰ ذَٰلِكَ حَتْمًا مَّقْضِيًّا (مریم ۱۹/۱۹) کے رب پر یہ بات قطعی فیصلہ کی ہوئی ہے۔

یہودی نے یہ سنا تو کہا۔ اگر یہ کلام سچلے تو ہم تم برابر ہیں۔ مرد حق واعظ نے جواب دیا۔ ہرگز نہیں، ہم تم برابر نہیں۔ کیوں کہ ہم تو وارد ہو کر نکل آئیں گے اور تم لوگ اسی میں رہو گے۔ ہمارے وہاں سے نکلنے کی بنیاد ہمارا تقویٰ ہوگا۔ اور تمہارا وہاں رہ جانے کی وجہ تمہارا ظلم، سنو! اسی رب العالمین کا ارشاد ہے۔

ثُمَّ نُنَجِّي الَّذِينَ اتَّقَوْا وَنَذَرُ الظَّالِمِينَ فِيهَا جِثَا (مریم ۱۹/۲۲) گھٹنوں کے بل گرا ہوا چھوڑ دیں گے۔ اور ظالموں کو

یہودی نے کہا۔ یہ کیسے ثابت ہوگا کہ متقی آپ ہیں۔ میں تو کہتا ہوں متقی ہم لوگ ہیں۔ شیخ نے فرمایا۔ سچ یہی ہے کہ متقی تم لوگ نہیں بلکہ ہم ہیں۔ ارشاد خداوندی اس کا معنی ہے۔

وَرَحْمَتِي وَسِعَتْ كُلَّ شَيْءٍ فَسَاكُنْهُمَا الَّذِينَ يَتَّقُونَ وَيُؤْتُونَ الزَّكَاةَ وَالَّذِينَ هُمْ بِآيَاتِنَا يُؤْمِنُونَ الَّذِينَ يَتَّبِعُونَ الرَّسُولَ النَّبِيَّ الْأُمِّيَّ (اعراف ۱۵۶/۱۵۷ — ۱۵۸)

اور میری رحمت ہر شے کو احاطہ کیے ہوئے ہے۔ اور میں اسے لکھوں گا ان لوگوں کے واسطے جو متقی ہیں اور زکوٰۃ دیتے ہیں۔ اور ہماری نشانیوں (آیات) پر ایمان لاتے ہیں۔ اور نبی امی رسول کا اتباع کرتے ہیں۔

یہودی نے کہا۔ اس کے علاوہ بھی اس کی کوئی دلیل دیجئے کہ ہم (یہود اور غیر مسلمین) جہنم میں جلیں گے۔ اور آپ (مسلمان) نہیں جلیں گے۔ بزرگ نے کہا۔ دیکھنا جاہو تو ابھی دیکھ سکتے ہو۔ تم اپنے کپڑے اتارو، میں اپنے کپڑے اتارتا ہوں دونوں کو آگ میں ڈالنے میں جس کے کپڑے کو آگ جلا دے سمجھ جاؤ وہ ناری ہے۔ چنانچہ یہودی کا کپڑا شیخ کے کپڑے کے ساتھ آگ میں ڈال دیا گیا۔ کچھ دیر بعد بھڑکنے ہونے شروع ہوئے

میں شیخ خود داخل ہوئے اور اپنا کرتا اٹھالائے۔ یہودی کا کپڑا اگرچہ شیخ کے کپڑے میں اپنا ہوا تھا مگر وہ جل کر راکھ ہو گیا۔ اور شیخ کا کرتا آگ میں صاف تھرا ہو گیا۔ مگر جلانہیں۔ یہودی بہ دیکھ کر مسلمان ہو گیا۔ (ص ۲۲۰ — ۲۲۱)

حسرت و شوق؛

ایک بزرگ نے یہاں کہا۔
 شیخ ابو محمد حریری رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں تھا۔ ایک شخص آیا اور اس نے کہا
 میں مقام انس میں تھا۔ اچانک نجر برباب بسطہ دا ہوا۔ اس میں میں ایک ایسی لغزش
 کا شکار ہوا جس سے میرا مقام نجر سے چھپ گیا۔ اب میں اسے دوبارہ پالینے کے
 لئے کیا کروں؟ — شیخ حریری رحمۃ اللہ علیہ نے یہ سنا تو بہت روئے،
 اور چند اشعار پڑھے جس میں اس بزرگ کی مشکلات کا حل تھا۔

قف بالديار فهذه اثارهم وابك الاجنة حسرة وتشويقاً
 كم قد وقفت بزعمها مستغبراً عن اهلها متحيراً ومشفقاً
 فاجابني داعي الهوى في سمعها فارقت من تهوى وعز الملتقى
 دیار محبوب میں کھڑا رہ کر یہی ان کے آثار ہیں۔ اور دوستوں کے نہ ہونے پر حسرت
 و شوق سے آنسو بہا، اس کے مقام میں بسا اوقات میں دریافتِ خبر کے لئے کھڑا
 رہا کہ اس کے باشندے کہاں ہیں۔ اور مجھ پر حیرت و اندیشہ کا غلبہ تھا۔ تو داعی
 عشق نے جواب دیا کہ تیرا محبوب جدا ہو گیا۔ اب ملنا دشوار ہے۔ (ص ۲۲۱)

نالہ و عشق؛

ایک بزرگ فرماتے ہیں کہ میں حضرت شیخ جنید بغدادی رضی اللہ عنہ کے ہمراہ تھا۔
 کسی قوال نے یہ شعر پڑھا۔

منازل كنت تهاوها وتالفها ايامانت على الايام منصور

یہ وہ منزلیں ہیں جن سے تجھے پیار تھا۔ ان دنوں جب تو دنیا میں کامیاب کامراں تھا حضرت بنید رضی اللہ عنہ نے اس شعر کو سنا تو بہت روئے۔ اور فرمایا۔
محبت دانس کا مقام کتنا پیارا ہوتا ہے۔ اور منزل مخالفت و وحشت کتنی اذیت ناک، مجھے ہمیشہ ابتدائی ارادت، شوق، سخت مجاہدہ اور پرخطر احوال کا اشتیاق رہتا ہے۔ اور یہ اشعار پڑھے۔

خَلِيلِي هَلْ بِالشَّامِ عَيْنٌ حَزِينَةٌ تَبْكِي عَلَى نَجْدٍ فَا نِي أَعْيُنُهَا
وَأَسْلَمَهَا الْوَأَشُونَ الْأَحْمَامَةُ مَطْوُوقَةٌ وَرَقَاءُ بَانَ قَرْنُهَا
اے دوست! کیا شام میں کوئی آنکھ رونے والی بھی ہے، جو نجد کی جدائی پر غم کھے
ناک میں اس کا ساتھ دوں۔ اسے چنلی کرنے والوں نے چھوڑ دیا ہے۔ مگر ایک کبوتر
جس کے گلے میں پٹہ ہے جس کا ساتھی اس سے جدا ہو گیا۔ (ص ۲۲۱)

غذائے روح:

ایک صالح مرد نے سفر کے دوران ایک کم عمر بدوی لڑکی کو دیکھا۔ انہوں نے پوچھا۔ تم رہتی کہاں ہو؟
لڑکی: جنگل میں
مرد صالح: تم کو تنہا جنگل میں وحشت نہیں ہوتی۔
لڑکی: اے نادان! کیا اللہ سے انس رکھنے والے اس کے ساتھ رہ کر وحشت زدہ ہوں گے۔

مرد صالح: تم کھاتی کہاں ہو؟

لڑکی: یہ بات اللہ ہی کے علم میں ہے کہ وہ اپنے بندوں کو کہاں سے رزق دیتا ہے؟ جب وہ اپنے منکروں کو کھلاتا ہے تو اہل ایمان کو کیوں نہیں کھلاتے گا جو قلوب اللہ تعالیٰ کی معرفت میں فنا ہیں ان کا رزق اللہ کی محبت اور اس کا عشق اور اس کے جمال و کمال کا مشاہدہ ہے۔ اہل اللہ ہیں۔ روحانی

قوت والے ہیں۔ وہ شرب و روز تہیج کر کے بھی تھکے نہیں ہیں۔ (ص ۲۲۱، ۲۲۲)

اصل کام:

سیدنا حسن بصری رضی اللہ عنہ کو خبر دی گئی کہ ایک شخص ہے جو لوگوں سے الگ ایک ستون کے پیچھے تنہا بیٹھا رہتا ہے۔ یہ سنکر آپ اس کے پاس تشریف لے گئے، اور دریافت کیا۔

حضرت حسن: تم تنہائی پسند لگتے ہو؟ کیا بات ہے کہ لوگوں سے نہیں ملتے ہو۔
جواب: ایک کام میں لگا ہوا ہوں، جس کی وجہ سے لوگوں سے ملنے جلنے کی فرصت نہیں،

حضرت حسن: یہاں جو ایک آدمی حسن بصری نام کا رہتا ہے اس کے پاس توجا رکھتے ہو۔

جواب: جس مشغولیت کی وجہ سے اوروں سے نہیں مل پاتا، حسن بصری سے بھی نہیں مل سکتا۔

حضرت حسن: اللہ تم پر اپنا رحم و کرم فرمائے آخر وہ ایسا کون سا کام ہے؟
جواب: میرے ساتھ ایک طرف خدا کی نعمت ہے، اور دوسری طرف میرا گناہ تو میں مناسب یہ سمجھتا ہوں کہ اپنے کو نعمت کے شکر اور گناہ سے استغفار میں مصروف رکھوں۔

حضرت حسن: بندہ خدا! تم خود حسن سے بڑے فقیہ ہو، بس اپنے کام میں لگے رہو
رضی اللہ عنہما۔ (ص ۲۲۱)

دعا سے منظور کا اثر:

حضرت منصور بن عمار رحمۃ اللہ علیہ کی مجلس میں ایک فقیر نے آکر چار درہم کا سوال کیا۔ آپ نے فرمایا جو شخص نیچے چار درہم دے گا میں اس کے حق میں چار

دعائیں کروں گا۔ اس وقت ایک غلام وہاں سے گزر رہا تھا۔ اس نے حضرت منصور کی یہ بات سُن لی اس کے پاس چار درہم تھے۔ اور مجلس شراب نوشی میں بیٹھے ہوئے اس کے مولانا نے غلام کو یہ درہم اس لئے دیئے تھے کہ وہ بازار سے جا کر میوے خرید لائے اور مجلس شراب کے ہمیشینوں کو کھلائے۔ حضرت منصور کی بات سُن کر غلام کے قدم تھم گئے۔ اس نے مجلسِ شیخ میں حاضر ہو کر فقیر کو درہم دیدیئے۔ حضرت منصور: بتاؤ! کیا دعا کرنا چاہتے ہو؟۔

غلام: پہلی دعا یہ فرمائیں کہ مجھے غلامی سے آزادی مل جائے۔

حضرت منصور: (دعا فرماتے ہیں) اور کیا چاہتے ہو؟۔

غلام: اللہ تعالیٰ مجھے ان درہموں کا بدلہ عنایت فرمائے۔

حضرت منصور: (پھر دست بدعا ہوتے ہیں) نیسری کیا خواہش ہے جس کے لئے دعا کروں؟۔

غلام: دعا فرمائیں کہ میرا کیم مجھے اور میرے آقا کو توبہ نصیب فرمائے۔

حضرت منصور: (دعا کے لئے پھر ہاتھ اٹھا کر رب التجا کرتے ہیں) اب تمہارے لئے چوتھی دعا کیا ہونی چاہئے۔

غلام: حضور! اب یہ دعا فرمادیں کہ اللہ تعالیٰ مجھے، میرے آقا کو، آپ کو اور ان تمام حاضرین مجلس کو بخش دے۔

حضرت منصور علیہ الرحمہ نے بارگاہِ رب العزت میں پھر ہاتھ اٹھایا۔ اور غلام کی خواہش کے مطابق دعا فرمادی۔

اس کے بعد غلام اپنے آقا کے پاس پہنچا تو اس نے تاخیر کا سبب پوچھا۔ غلام نے سارا واقعہ ذکر کر دیا۔ آقا نے دریافت کیا بتاؤ! تم نے شیخ سے کیا چار دعائیں کرائیں؟۔

غلام: مہر آقا! میں نے ایک دعا توبہ کرائی کہ میں غلامی سے آزاد ہو جاؤں، آقا: چلو میں نے تمہیں اپنی غلامی سے آزاد کیا۔

غلام، دوسری یہ کہ اللہ تعالیٰ مجھے ان درہموں کا بدل عطا فرمائے۔
 آقا، میں نے نہیں چار درہموں کے بجائے چار ہزار درہم دیئے۔
 غلام، تیسری یہ کہ رب تعالیٰ مجھے اور آپ کو توبہ عطا فرمائے۔
 آقا، میں اللہ تعالیٰ سے اپنے گناہوں کی توبہ کرتا ہوں۔
 غلام، چوتھی دعا میں نے یہ کرائی تھی کہ اللہ تعالیٰ مجھے آپ کو شیخ منصور اور
 ساری قوم کو بخش دے۔

آقا، یہ چیز تو میرے اختیار کی نہیں ہے۔ اسی شب کی بات ہے
 آقا خواب دیکھتا ہے کہ کسی تجھنے والے نے کہا۔

جو تمہارے اختیار میں تھا جب تم نے وہ سب کر لیا تو کیا میں وہ نہیں کروں گا
 جو میرے قبضہ قدرت میں ہے۔ میں ارحم الراحمین ہوں میں نے تمہیں تمہارے
 غلام کو اور منصور کو نیز سارے حاضرین مجلس کو بخش دیا۔ (ص ۲۲۲، ۲۲۳)

عظمتِ ذکر:

سیدنا سلیمان علیہ السلام کے بارے میں منقول ہے کہ آپ اپنے تخت پر تشریف
 لے جا رہے تھے۔ آپ کے اوپر پرندے سایہ کر کے اڑ رہے تھے۔
 اور انسان، جن، وحشی جانور اور چوپائے دائیں بائیں تھے۔ آپ قوم بنی اسرائیل
 کے ایک عابد کے پاس سے ہو کر گزرے۔ عابد نے کہا۔

بھدا! اے ابن داؤد (علیہا وعلیٰ نبینا الصلوٰۃ والسلام) اللہ تعالیٰ نے آپ کے بہت

عظیم ملک عطا فرمایا ہے۔ سیدنا سلیمان علیہ السلام نے جواب دیا
 صحیفہ مؤمن کے اندر ایک تسبیح ملک سلیمان سے بہت افضل ہے۔ کیونکہ یہ ملک فنا
 ہو جائے گا اور تسبیح باقی رہے گی۔ (ص ۲۲۲)

اسی نادرمضمون کو راقم الحروف بدر القادری نے یوں شعری جامہ پہنایا ہے۔
 ذکر کرتے ہوئے جس شب کی سحر ہوتی ہے ✽ ظلمتِ قبر میں وہ نورِ نظر ہوتی ہے

روزِ شبابِ غافل کچھ ہوش سے گزار
ہر آنے والی صبح کی ایک شام موت ہے
اس سے کوئی پرندہ آزاد ہو سکا،
فطرت کا وہ بچا یا ہوادا موت ہے (بدتر)

غیبی ناصح:

ملکِ کندہ کے بادشاہوں میں سے ایک بادشاہ کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ وہ عیش و عشرت کا دلدادہ اور لہو و لعب کا شوقین تھا۔ ٹسکار کھیلنے یا کسی اور ارادہ سے ایک روز محل سے نکلا۔ اور ویرانہ دیبا بان میں ساتھیوں سے جدا ہو کر تنہا رہ گیا۔ وہاں اس نے ایک جوان شخص کو دیکھا جو بوسیدہ انسانی ہڈیوں کو الٹ پلٹ کر رہا ہے۔ اس کا جسم کمزور، چہرہ اداس اور رنگ پھیکا ہے۔ بادشاہ نے اسے اس حال میں دیکھا تو پوچھا۔

بادشاہ: بھئی! کیا حال ہے؟ اور اس سُنانِ بیابان میں کیلے کیا کر رہے ہو؟
جوان: میرا یہ خراب حال اس وجہ سے ہے کہ مجھے ایک طویل سفر درپیش ہے۔ دو موکل مجھ پر لگے ہوئے ہیں جو مجھے خرمزدہ کو کے آگے کو دوڑا رہے ہیں۔ سامنے تنگ و تاریک نکلیں بھرا مکان ہے۔ مجھے زیر زمین سڑنے لگنے کے لئے چھوڑ دیا جائے گا۔ وہاں تنگی اور پریشانی کے باوجود مجھے کپڑوں کی خوراک بننا ہوگا۔ اور میری ہڈیاں بوسیدہ اور الگ الگ ہو جائیں گی۔ اتنے ہی پرس نہیں، اس کے بعد صدائے حشر کی جانب جانا ہوگا۔ اور وہ نہایت کٹھن مرحلہ اور سنگین مقام ہوگا۔ معلوم نہیں بعد ازاں مجھے کس گھر میں جانا ہو۔ تم ہی بتاؤ! جس کا انجام کا رہے ہو وہ کیسے خوشی منائے؟

یہ باتیں سن کر بادشاہ فکر سے نڈھال ہو کر گھوڑے سے نیچے آ رہا۔ اور بولا۔

بادشاہ: اے بندہ خدا تیری باتوں نے میرا چین و کون چھین لیا۔ اور دل کو اپنی گرفت میں لے لیا۔ ذرا ان باتوں کو وضاحت کے ساتھ پھر کہہ،
جوان: یہ میرے سامنے جو ہڈیاں جمع ہیں انہیں دیکھ رہے ہو۔ یہ ایسے بادشاہوں

کی ہڈیاں ہیں جنہیں دنیا نے اپنی زینت میں الجھا کر فریب دیا۔ اور ان کے دلوں پر حکمرانی کی — آخرت سے غافل رہے — یہاں تک کہ انہیں اچانک موت آگئی — اس وقت آرزو میں ناتمام رہ گئیں — نعمتیں سلب کر لی گئیں — عنقریب ان کی ہڈیوں کو پھر زندگی ملے گی۔ اور یہ مکمل جسم ہو جائیں گی۔ پھر ان کے کاموں کا بدلہ انہیں ملے گا۔ پھر نعمتوں والے گھر بہشت میں جائیں گے، یا عذاب والے گھر دوزخ میں،

اتنا کہنے کے بعد وہ نوجوان بادشاہ کی آنکھوں سے اوجھل ہو گیا۔ معلوم نہیں کہاں چلا گیا۔ اور ادھر بادشاہ کے خدم و حشم اس کے پاس پہنچے تو اس کا چہرہ سرد اس اور آنکھوں سے اشک رواں تھا — رات آئی تو بادشاہ نے لباس شاہی کو خیر باد کیا۔ اور دو چادریں جسم پر ڈال کر راہِ فقر میں نکل گیا۔ پھر اس کا پتہ نہ چلا کہ کہاں گیا۔ کسی نے خوب کہا۔

أَفْنَى الْمُلُوكِ الَّتِي كَانَتْ مُنْعَمَةً كَثُرَ اللَّيَالِي إِقْبَالَ وَإِدْبَاراً
يَا رَأْفَتُ اللَّيْلِ مَسْ وِراً بِأَوَّلِهِ إِنَّ الْحَوَادِثَ قَدْ يَطْرُقُنَ أَسْحَاداً
لَا تَأْمَنَنَّ بَلِيلٍ طَابَ أَوَّلُهُ فَزَيْتُ أَخْرِيلَ أَجَجَ السَّارَا
زمانہ کی گردش اقبال و ادبار نے نعمت والے بادشاہوں کو فنا کر ڈالا۔ اے ابتدا
شب میں خوشی کے ساتھ سونے والے، اکثر رات کے آخری حصوں میں حادثوں
کا زول ہوتا ہے۔ اول شب کی خوشی اور آرام پر نہ پھول، کیونکہ اکثر اخیر شب میں
آگ بھڑک اٹھتی ہے۔ (ص ۲۲۴ — ۲۲۵)

لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ کی برکت:

دورِ قدیم کے ایک ظالم بادشاہ کی حکایت ہے کہ وہ مسلمانوں کے ساتھ نہایت سرکش تھا — اور اپنی بادشاہت کے زعم میں اپنے پیدا کرنے والے خالقِ حقیقی سے بھی سرکشی کرتا تھا۔ خدا کی مرضی ایسی ہوئی کہ مسلمانوں نے اس سے جہاد

کیا۔ اور زندہ گرفتار کر لائے۔ چونکہ بادشاہ کے ظلم و ستم کے خلاف ہر سینے میں نفرت کی آگ سلگ رہی تھی اس لئے بادشاہ کو کھولتے ہوئے پانی میں سزا دینے کا فیصلہ ہوا۔۔۔۔۔ اسے پانی میں رکھ کر جب آگ جلائی گئی تو اس نے اپنے تمام معبودوں کو باری باری پکارا۔ ہلاکت سے اپنی رہائی کے لئے ان سے مدد مانگی۔ مگر کسی سے کوئی مدد نہیں ملی۔۔۔۔۔ اس وقت آسمان کی جانب سر اٹھا کر صدقل سے اس نے لا الہ الا اللہ کہا، اور دعا کی۔ اللہ کا ایسا کرم ہوا کہ فوراً بارش ہوئی جس نے آگ بجھا دی۔ اور جس دنگ میں اسے رکھا گیا تھا اسے ہوا اڑا لے چلی۔ اور وہ برابر لا الہ الا اللہ کا ورد کرتا رہا۔ آسمان پر گشت کرانے کراتے ہوا نے اسے لے جا کر ایک بے دین قوم میں گرا دیا۔ وہاں کے لوگوں نے اس کے احوال پوچھے تو اس نے اپنی تمام سرگزشت بیان کر دی۔ اور اپنے باطل معبودوں کی حقیقت ذکر کی۔ اس کی یہ بات سن کر اس پوری قوم نے اسلام قبول کر لیا۔۔۔۔۔

(ص: ۲۲۵ — ۲۲۶)

شہر لافانی؛

ایک بادشاہ نے ایک نئے شہر کی بنیاد رکھی۔۔۔۔۔ اور اپنے دور کے لحاظ سے تمام ساز و سامان سے سجایا۔ آرائش و زیبائش میں کوئی دقیقہ فرو گزاشت نہیں کیا۔ تکمیل کے بعد اس کی نمائش کا اہتمام کیا۔ اور لوگوں کو دعوت دی۔ شہر کے دروازے پر دو آدمیوں کو مقرر کیا تاکہ وہ واپس ہونے والوں سے ان کے خیالات معلوم کریں۔ جو بھی آتا شہر دیکھتا اور کھانا کھا کر تعریف کرتا ہوا جاتا۔ اور دونوں پوچھنے والے جب پوچھتے کہ تمہیں اس شہر میں کوئی عیب نظر آیا تو کہتے نہیں۔۔۔۔۔ آخر میں کچھ قبل پوش فقیر آئے ان سے عیب پوچھا گیا تو انہوں نے کہا کہ ہمیں اس کے اندر دو خرابیاں نظر آتی ہیں۔ سہا ہیوں نے ان کو بادشاہ کے روبرو پیش کیا۔۔۔۔۔

بادشاہ: آپ لوگوں نے میرے اس شہر میں کون سے دو عیب نکالے ہیں۔

کبل پوش: ایک عیب تو یہ کہ برا جڑ جائے گا۔ اور دوسرا یہ کہ اس کا مالک مرجائیگا، بادشاہ: کیا کوئی مکان ایسا ہے جو دیران نہ ہو اور جس کا ممکن ہمیشہ زندہ رہے؟ بادشاہ کے اس سوال کے جواب میں کبل پوش درویشوں نے جنت اور اس کی نعمتوں کا نام لیا۔ اور مؤثر تقریر کی کہ اس میں جنت کا شوق بے حد ہو گیا، اور جہنم کی ہولناکیوں سے ایسا ڈرا یا کہ بادشاہ کا دل دنیا سے سرد ہو گیا۔ اور وہ کاروبار سلطنت سے کنارہ کش ہو کر خدا کی عبادت میں مشغول ہو گیا۔
رحمۃ اللہ علیہ، (ص ۲۲۶)

ناصح فاتح:

زمانہ قدیم کی بات ہے ملکِ یمن کے بادشاہوں میں جنگ ہوئی۔ ایک نے دوسرے پر غلبہ پایا اور اسے قتل کر دیا۔ جشنِ فتح منانے کے لئے انتظام کیا گیا۔ اور فاتح بادشاہ کا دربار آراستہ پرآستہ ہوا۔ لوگ مبارک سلامت کیلئے آنے لگے۔ بادشاہ بھی اپنی سواری پر سچ دھج سے دربار کے لئے نکلا۔ راستہ میں ایک شخص نے جسے لوگ دیوانہ سمجھتے تھے یہ اشعار پڑھے۔

نَمَتَّ مِنَ الْأَنْبَاءِ إِنَّكَ كُنْتَ حَازِمًا	فَانْكَ فِيهَا بَيْتٌ نَاهٍ وَامِيرٌ
فَكَرَمَ مَلِكٌ قَدْرُكُمْ التَّوْبُ فَوْقَهُ	وَعَهْدِي بِهِ بِالْأَمْسِ فَوْقَ الْمُنَابِ
إِذَا كُنْتَ فِي الدُّنْيَا بَصِيرًا فَانْمَا	بَلَاغُكَ مِنْهَا مِثْلُ نَادٍ الْمَسَافِرِ
إِذَا بَقِيَ الدُّنْيَا عَلَى الْمَرْءِ دِينُهُ	فَمَا فَاتَهُ مِنْهَا فُلَيْسَ بِضَائِبِ

اگر تو عقل مند ہے تو اپنے ایم زندگی کو کام میں لگا کر فائدہ اٹھائے، کیونکہ اس میں حکم دینے والے بھی ہیں اور روکنے والے بھی، بہت سے بادشاہوں کے اوپرٹی کے ڈبیر لگ چکے ہیں جب کہ ابھی کل ہم نے انہیں منبر کے اوپر دیکھا تھا اگر تو دنیا میں اہل بصیرت اور سمجھ دار ہے۔ تو تجھے مسافر کی ضرورت کے مطابق زاد سفر لینا چاہئے۔ اگر دنیا آدمی کے دین کو باقی رکھے تو پھر جو کچھ بھی فوت ہو جائے۔

اس سے اس کا کچھ نہیں بگڑے گا۔

بادشاہ نے یہ اشعار سننے تو رک کر بولا یہ سچ ہے۔ اور گھوڑے سے اتر کر ایک پہاڑ پر چڑھ گیا۔ اور مصاحبین کو قسم دے کر منع کر دیا کہ کوئی میرے پیچھے نہ آئے۔ اس طرح اس نے تا عمر راہ فقر نہ چھوڑی۔ اور کئی دنوں تک اس کا ملک بادشاہ سے خالی تھا۔ بعد میں لوگوں نے دوسرا بادشاہ منتخب کیا۔ (ص ۱۲۲، ۱۲۳)

تین صالِح بھائی:

ایک بزرگ کا گھر ایک گاؤں میں ہوا۔ وہاں انہوں نے ایک ہی طرح کی تین قبریں برابر برابر بنی ہوئی دیکھیں۔ ان پر اشعار لکھے ہوئے تھے۔ پہلی قبر پر تھا۔

وَكَيْفَ يَلْذُّ الْعَيْشَ مَنْ هُوَ عَالِمٌ بِأَنَّ اللَّهَ الْخَلْقُ لَا بَدَأَ سَأَلُهُ

فِي اخْذٍ مِنْهُ ظِلْمَهُ لِعِبَادِهِ وَيَجْزِيهِ بِالْخَيْرِ الَّذِي هُوَ فَاعِلُهُ

وہ شخص زندگی کا عیش کیوں کر حاصل کر سکتا ہے جو اس بات کو جانتا ہے کہ خالق

دو جہاں مزدور سوال کرے گا۔ اگر اس نے مخلوق پر ظلم کیا ہو تو اس سے بدلہ لے گا

اور اگر نیکی کی ہو تو جزا دے گا۔

دوسری قبر پر یہ اشعار تھے۔

وَكَيْفَ يَلْذُّ الْعَيْشَ مَنْ كَانَ مُوقِنًا بِأَنَّ الْمَنِيَا بَعْتَهُ سَتَعَا جَلَهُ

فَتَسْلَبُهُ مُلْكًا عَظِيمًا وَنَهْجَةً وَتُسْكِنُهُ الْقَبْرَ الَّذِي هُوَ أَهْلُهُ

وہ شخص زندگی کی لذت کیوں کر پاسکتا ہے جو یقین رکھتا ہے کہ اسے اپنا ملک موت

آئے گی۔ اس کا وسیع ملک اور رونق سلب کر لی جائے گی۔ اسے قبر میں ٹھکانا

ملے گا جہاں اسے رہنا ہے۔

اور تیسری قبر پر یہ اشعار تھے۔

وَكَيْفَ يَلْذُّ الْعَيْشَ مَنْ كَانَ صَائِلًا إِلَى جَدَبِ بَيْتِ الشَّبَابِ مَنَازِلُهُ

وَيُذْهِبُ مَاءَ الْوَجْهِ بَعْدَ بَهَائِهِ سَرِيعًا وَبَيْتُ جِسْمِهِ وَمَفَاصِلُهُ

وہ شخص زندگی میں لذتِ بیش کیسے حاصل کر سکتا ہے جو ایسی قبر کی طرف جانے والا ہے جو جوانی کو بوسیدہ کرنے والا مقام ہے۔ بہت جلد چہرے کی آب و تاب اٹل کر دینے والا اور جسم اور جوڑوں کو بوسیدہ کرنے والا ٹھکانا ہے۔

انہوں نے گاؤں کے ایک بزرگ سے دریافت کیا کہ میں نے آپ کے یہاں یہ عجیب چیز دیکھی۔ اور مینوں قبروں کے سلسلہ میں بات کی۔ انہوں نے جواب دیا۔

ان قبروں سے زیادہ حیرت ناک قبر والوں کے حالات ہیں۔ اور واقعہ سنایا۔

یہ لوگ تین بھائی تھے۔ ایک امیر — دوسرا تاجرا اور تیسرا زاہد، زاہد کی موت کا وقت قریب آیا تو اس کے دونوں بھائی آئے اور مدد کرنے کے لئے اپنی قیمتی دولت دینے لگے۔ مگر برادر زاہد نے انکار کیا۔ اور کہا اس کی مجھے حاجت نہیں، مگر میں ایک وعدہ کرنا چاہتا ہوں، جس کی خلاف ورزی نہ کرنا۔ دونوں بھائیوں نے پوچھا وہ کیا ہے؟ — زاہد نے کہا۔ میرے مرنے کے بعد مجھے غسل دو

کفن پہناؤ اور نماز جنازہ پڑھ کر کسی بلند مقام پر میری قبر بناؤ۔ اور میری قبر پر یہ اشعار لکھ دو۔ (وہی جو ہمیں پہلی قبر نظر آئے) اس کام سے فارغ ہو کر میری قبر پر برابر آتے رہنا۔ شاید اس سے ہمیں نصیحت ہو۔ اس بھائی کے انتقال کر جانے کے بعد

بقیہ دونوں بھائیوں نے وصیت کے مطابق ہر کام سرانجام دیا۔ — اور

وہ بھائی جو مسندِ امارت پر تختِ روزانہ اپنے زاہد بھائی کے مزار پر جاتا، اور لوحِ مزار

پڑھ کر روتا۔ — ایک روز وہاں سے واپس جا رہا تھا اتنے میں اس نے

قبر کے اندر کسی بھاری چیز کے گرنے کی آواز سنی، جس سے اس کا دل دہل گیا۔ مگر کیا

کر سکتا تھا سہاڑا ہوا گھر لوٹ گیا۔ — شب میں بھائی کو خواب میں دیکھا۔

پوچھا کہ کل تمہاری قبر سے کیا چیز گرنے کی آواز آئی تھی؟ اس نے جواب دیا۔ وہ

لوہے کا کڑا لگا۔ — آواز تھی۔ اس وقت مجھ سے پوچھا جا رہا تھا کہ فلاں مظلوم کی

تم نے دیکھنے سننے مدد کیوں نہیں کی۔ — اس بات کا امیر بھائی کے

دل پر یہ اثر ہوا کہ صبح ہوتے ہی اس نے تیسرے تاجر بھائی کو طلب کیا۔ اور کہا۔

مرحوم بھائی نے اپنی قبر پر جو اشعار لکھوائے تھے وہ میرے ہی لئے تھے۔ میں تم کو اؤ تمام حاضرین کو گواہ بنا کر عہد کرتا ہوں کہ اب میں امارت سے سبکدوش ہو کر صرف عبادت میں وقت گزار دوں گا۔ چنانچہ درویشی اختیار کر لی، جنگلوں ویرانوں کو اپنا لیا۔ یہاں تک کہ اس کی موت کا وقت بھی قریب آپہونچا۔ اس لمحے وہ ایک چرواہے کے پاس تھا جس نے اس کے بھائی کو اطلاع دی۔ وہ آیا، اور گزارش کی بھائی کوئی وصیت کرو۔ اس نے کہا میرے پاس مال دولت تو ہے نہیں، جس کے لئے وصیت کروں۔ لیکن میں تم سے ایک عہد لینا چاہتا ہوں وہ یہ کہ میں مر جاؤں تو مجھے بھائی کے پہلو میں دفن کرنا۔ اور میری قبر پر یہ اشعار لکھ دینا۔ اور وہ اشعار بتائے جو تم نے دوسری قبر پر دیکھے۔ اور یہ کر لینے کے بعد تین روز تک برابر میری قبر پر آکر دعا کرنا، شاید اللہ تعالیٰ مجھ پر رحم فرمائے۔ اس کے بعد اس دوسرے امیر بھائی کا بھی انتقال ہو گیا۔ اسی طرح میرے بھائی نے وصیت کے مطابق ہر کام کیا۔ اور روانہ قبر پر جاتا۔ میرے دن پھر حسب معمول قبر پر گیا، خوب رویا اور دعا کی۔ لوٹنے کے وقت اس نے قبر کے اندر سے ایک دھماکہ کی آواز سنی۔ جبران و پریشان گھر لوٹا۔ رات کو خواب میں بھائی سے ملا، بہت خوش ہوا۔ اور پوچھا تم میری ملاقات کے لئے آئے ہو۔ اس نے جواب دیا۔ جیف صد جیف! اب کہاں کی ملاقات اور کیسا ملنا۔ اب تو مجھے میرے ہی گھر میں قرار مل چکا ہے۔ اس نے پوچھا حال بتاؤ؟ کتنے لگا اللہ کے فضل سے اچھا ہوں۔ تو بہ سے بہت سی نیکیاں جمع ہو جاتی ہیں۔۔۔۔۔۔ اور وہ ہمارا زاد بھائی کہاں کس حال میں ہے؟ وہ تو ائمہ ابرار کے ساتھ ہے۔ بتاؤ! مجھے کس کام کا حکم دیتے ہو؟۔

پیارے بھائی! جو انسان پہلے سے کچھ نیکیاں بھجتا ہے وہ اسے پانا ہے۔ زندگی کو موت سے قبل قیمت شمار کر۔۔۔۔۔۔ صبح اس میرے بھائی نے بھی ترک کر دینا کا ارادہ کر لیا۔ دنیا کی نبھستوں سے دست کش ہو گیا۔ جائیداد خدادوں، اور

غریبوں میں بانٹ دی۔ اور اللہ کی عبادت میں لگ گیا۔ اس کا ایک حسین و جمیل بیٹا تھا اس نے باپ کی جگہ تجارت سنبھال لی۔ جب اس تیسرے بھائی کا وقت اخیر آیا تو اس کے بیٹے نے وصیت کرنے کی درخواست کی۔ باپ نے کہا بیٹے! تیرے باپ کے پاس کچھ مال و دولت تو ہے نہیں پھر وصیت کس چیز کے لئے کرے۔ مگر ہاں! ایک اقرار کرو کہ میرے مرنے کے بعد مجھے میرے دونوں بھائیوں کے بغل میں دفن کرنا۔ اور میری قبر پر یہ اشعار لکھ دینا، جو تم نے تیسری قبر پر دیکھے اور جب ان کاموں سے فارغ ہونا تو تین روز تک متواتر میری قبر پر آکر دعا کرنا۔ شاید اللہ تعالیٰ میرے حال پر رحم فرمائے۔ باپ کی موت کے بعد لڑکے نے ایسا ہی کیا۔ تیسرے روز باپ کی قبر سے اس نے بھی دردناک آواز سنی۔ جس سے اس کے رونگٹے کھڑے ہو گئے۔ اور چہرہ متغیر ہو گیا۔ قبرستان سے بخار زدہ لوٹا۔ رات کو باپ سے خواب میں ملاقات ہوئی۔ انہوں نے کہا بیٹے! بہت جلد عالم آخرت میں تم مجھ سے ملنے والے ہو۔ سفر آخرت کے لئے زادراہ کی حاجت ہے۔ اور موت اس سے بھی پہلے ہے، سفر کی تیاری کرو۔ ماضی دیر سے حقیقی اقامت گاہ کی جانب اسباب روانہ کرو۔ دنیا کی زندگی پر فریفتہ نہ ہو۔ جس طرح نہج سے قبل بہت سے لوگوں نے فریب کھایا۔ لمبی لمبی تمنائیں کیں اور آخرت کے واسطے تیاری نہیں کی۔ موت کے تحت شرمندہ ہوئے۔ اور زندگی راگیاں جانے پر تأسف کیا۔ موت کے وقت ندامت و افسوس نے انہیں کوئی فائدہ نہیں پہنچایا۔ اور نہ ان کی مصیبتوں کی سختی شرمندگی سے کم ہوگی تو اے میرے فرزند! جلدی کرو۔ جلدی کرو۔ جلدی کرو۔ صبح ہوئی تو نوجوان نے کہا مجھے لگتا ہے کہ وقت موعود آن پہنچا۔ قرض خواہوں کا قرض چکایا۔ حقداروں کو ان کا حق دیا۔ اور سارا مال و دولت صدقہ و خیرات کر دیا۔ تیسرے دن تمام اہل و عیال کو بلا کر اوداع کہا۔ سلام کو کے قبلہ رو متوجہ ہوا۔ اور کلمہ طیبہ کی تلاوت کرتے ہوئے وفات پائی۔ اب حال یہ ہے کہ لوگ ان

قبروں کی زیارت کرتے ہیں۔ اپنی ضرورتوں میں ان کے توسل سے دعائیں کرتے ہیں۔ تو رب تعالیٰ ان حاجت مندوں کی دعائیں قبول فرماتا ہے۔
فكان الناس يزدرون قبورهم ويتوسلون بهم الى الله تعالى
في قضاء حوائجهم فتقضى - رضی اللہ عنہم - (ص ۲۲۹، ۲۲۸)

دنیا کی حقیقت:

امام الطائفہ ابو القاسم جنید بغدادی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔
میں ایک بار کوہ گیا۔ وہاں ایک رئیس کا مکان دیکھا، جس سے عیش و تنعم خوب
جھلک رہا تھا۔ دروازہ پر دست بستہ غلام کھڑے تھے۔ اور ایک درجہ میں ایک
خوش گلو کیز کھڑی یہ نغمہ الاپ رہی تھی۔

أَلَا يَأْذَنُ لَكَ خَزَنٌ وَلَا يَعْبَثُ بِكَ لِكِ الزَّمَانِ
فَنِعْمَ الدَّارُ أَنْتَ لِكُلِّ ضَيْفٍ إِذَا مَا الضَّيْفُ أَعْوَزَ الْمَكَانِ
اے مکان تجھ میں کبھی غم نہ داخل ہوا، نہ تیرے بسنے والوں کو زمانہ پامال کرے۔ تو ہر
ہمان کے واسطے کیا عمدہ ٹھکانا ہے جب اسے اور کوئی مکان میسر نہ آئے۔

اس کے کچھ عرصہ بعد میرا پھر وہاں جانا ہوا۔ اور میں نے اس مکان کو دیکھا تو اس
کے دروازے پر سیاہی چھا رہی تھی۔ اس میں رہنے والے اجر چکے تھے۔ ذلت و
پراگندگی نے سب کو ملیا میٹ کر دیا تھا۔ گویا اب وہ زبان حال سے کہہ رہا تھا۔
ذَهَبَتْ مَعَا سِنَّهَا وَبَانَ شَجْوُهَا
فَاسْتَبَدَّتْ مِنَ الْأَسْهَابِ تَوَحُّشٌ
وَالدَّهْرُ لَا يَبْقَى مَكَانًا سَالِمًا
وَمِنَ الشُّرُكِ وَالْعِزَاءِ رَاغِمًا
اس کی زیبائش جاتی رہی، اور غم ظاہر ہو گیا۔ زمانہ کسی مکان کو صحیح و سلامت نہیں
چھوڑتا۔ اس کا انس و حشر سے تبدیل ہو گیا۔ اور غم و ذلت نے اس کی خوشیوں
کی جگہ اختیار کر لی۔

حضرت شیخ نے اس کی وجہ دریافت کی تو معلوم ہوا کہ مالک مکان مر گیا ہے۔ اوپر

اس کی حالت بدل گئی۔ اس اجر طے ویران مکان میں حضرت شیخ کو ایک نجف آواز والی باندی ملی، جس نے اس ویران خانے کی المناک داستان سُنائی۔ اور کہا، وہ لوگ یہاں کے عارضی باشندے تھے۔ ان کی تقدیر انہیں دارالقرار کی جانب لے گئی۔ اس دنیا میں جو بھی آتا ہے ایک روز چلا ہی جاتا ہے، جو اس سے باوقار ہو رہتا ہے دنیا اس سے بے وفائی ضرور کرتی ہے۔

حضرت شیخ نے پوچھا، پہلے اس مکان کے درپے میں ایک باندی یہ نعمت سخی کرتی تھی کہ **اَلَا يَا دَارُ لَا يَدُ خَلَقَ حَزَنُ الْخَلَقِ**

باندی: وہ بد نصیب میں ہی ہوں۔ میرے سوا اب کوئی بھی باقی نہ رہا۔ دنیا پر اترانے والے لائق افسوس ہیں۔

حضرت شیخ: تجھے اس ویران خانے میں کیا ملتا ہے، جو یہاں بڑی ہوئی ہے؟۔ باندی: آپ نے تو نہایت سخت بات فرمائی۔ کیا یہ محبوبوں کے رہنے کی جگہ نہیں، پھر چند اشعار کہے جن کا مفہوم یہ ہے۔

لوگ کہتے ہیں کہ تو محبوب کے مکان میں رہ کر اس سے مانوس ہو گیا حالانکہ تجھ جیسا آدمی ایسے ویران خانے کو برداشت نہیں کر سکتا۔ میں نے دل کی پسلیوں سے ہم آواز ہو کر جواب دیا۔ اس حال میں کہ جان نکل رہی تھی، اور شوقِ روح کو ضائع کر رہا تھا کہ محبت کا مقام میرے قلب میں بڑی اہمیت رکھتا ہے۔ اگرچہ وہ اب نعمت وصال سے محروم ہے۔ میں اسے چھوڑ دوں کیسے کہ دل اس میں لگا ہوا ہے اس محبوب کے باعث جو کبھی اس میں رہتا تھا۔

حضرت شیخ جنید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

میں دماں سے روانہ ہوا۔ مگر اس کے اشعار میرے دل میں گھر کر گئے۔ اور دل میں عشق کی فراوانی ہو گئی۔

علامہ یافعی بمبنی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں۔

حضرت کو اس کے اشعار اس لئے پسند آئے کہ اس میں محبت، محبوب اور

وصل کی صفات کا ذکر تھا۔ اور وہ اپنی محبت میں صادق تھی۔ اور ویران ہو جانے کے باوجود صبر کے ساتھ اپنے محبوب کے مکان میں پڑی ہوئی تھی۔ (ص: ۲۹، ۲۳۱)

حصول مقصد کی دھن:

ایک چور کو سزا کے طور پر باندھ کر لٹکا دیا گیا تھا۔ کیوں کہ اس کا جرم پہلا جرم نہیں تھا بلکہ اس سے قبل ایک بار چوری کے سلسلہ میں اس کا ایک ہاتھ کاٹا جا چکا تھا۔ دوبارہ پھر چوری کی تو اس کا بایاں پاؤں قطع کر دیا گیا۔ تیسری بار پھر اسی حرکت میں گرفتار ہوا تو بایاں ہاتھ، اور چوتھی بار سسے جرم میں دایاں سر بھی گنوا چکا تھا۔ (جیسا کہ امام شافعی رضی اللہ عنہ کے مذہب میں ہے) اسے لٹکا ہوا دیکھ کر ایک بزرگ نے فرمایا: میں اس کی غلام ہوں۔ مریدوں نے عرض کیا حضرت کیا فرما رہے ہیں؟

جواب دیا، اس نے اپنے محبوب کی طلب میں سب کچھ گنوا دیا۔ اور کسی سزا اور اذیت نے اسے اس کے مقصد سے باز نہیں رکھا۔ (ص: ۲۳۱)

گوشہ نشین عابد:

جبل لکام کی سیر کے دوران حضرت ذوالنون مصری علیہ الرحمۃ ایک ایسے خطے میں پہنچے جہاں سرسبز درختوں کی قطار اور رنگ برنگے پھول کھلے ہوئے تھے۔ اس دلکش نظارہ کو حضرت ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ دیکھ کر خوش ہو رہے تھے۔ اتنے میں ان کے کانوں سے ایک ایسی آواز نکرائی جس نے آنکھوں کو اشکبار، اور دل کو غم سے زیر بار کر دیا۔ آواز کا تعاقب کرتے ہوئے وہ جبل پڑے — کچھ دور چل کر انہیں پتہ چلا کہ یہ آواز دامن کوہ کے غار سے آرہی ہے جہاں ایک خشہ جاں عبادت گزار، اللہ کا بندہ بیٹھا ہوا ہے، اور کمرہ رہا ہے۔

پاک ہے وہ ذات جس نے اہل شوق کی تفریح کے لئے طاعت کے بلاغ بھلے۔
پاک ہے وہ جس نے اہل بصیرت غفلتوں کو یہ سمجھا دیا کہ وہ ماسوا اللہ پر اعتماد نہ

کریں۔ پاک ہے وہ جس نے اہل محبت کے نفوس کو دریائے محبت پہنچا دیا۔ وہ اسی کی جانب مائل ہوتے ہیں۔

اتنا کہنے کے بعد وہ خاموش ہوا تو شیخ ذوالنون نے مخاطب کیا اور کہا — السلام علیکم اے غم کے یار اور رنج کے رفیق!

عابد، ولیک السلام، آخر تم ایک ایسے شخص کے پاس کیسے پہنچ آئے، جو سوالِ رب العالمین کے مقام سے خوفزدہ ہو کر تنہا رہتا ہے۔ اور اپنے محاسبہ نفس میں منہمک ہے۔ اور لوگوں کی باتوں پر غور و فکر کرنا ترک کر چکا ہے۔

شیخ ذوالنون: مجھے عبرت و نصیحت کی طلب، اور قلوب صالحین کی عنایات کے شوق نے آپ تک پہنچایا ہے۔

عابد: اے جوان! اللہ تعالیٰ کے کچھ ایسے بندے ہیں کہ ان کے قلوب میں محبت کے چمٹاؤں نے عشق کی چنگاری بھڑکا دی ہے۔ وہ لوگ و فوراشتیاق کے باعث ریاضِ حکومت کی سیر کرتے پھرتے ہیں۔ اور جو کچھ ان کے لئے پردہ بہرہ روت میں پوشیدہ ہے، اسے ملاحظہ کرتے رہتے ہیں۔

شیخ ذوالنون، ان حضرات کا کچھ وصف بیان فرمائیں۔

عابد: وہ حضرات رحمتِ خداوندی کے غار میں پناہ گزیں ہیں۔ اور بادِ اَلْسَتْ کے جاں پیتے ہیں۔ (پھر دعا کی) اے میرے مالک و مولا! مجھے بھی ان حضرات میں ملا دے، اور ان حضرات جیسے اعمال کی توفیق عطا فرما۔

شیخ ذوالنون: مجھے کچھ بند نصیحت فرمائیں۔

عابد: اللہ سے محبت اس کے شوقِ بقا میں کود۔ کیوں کہ وہ ایک روز اپنے اولیاء کو اپنے جمال کی تجلی دکھائے گا۔

قَدْ كَانَ لِي دَمْعٌ فَأَقْنَيْتَهُ قَدْ كَانَ لِي جَفْنٌ فَأَدْمَيْتَهُ

میرے بھی کبھی آنسو تھے تو نے انہیں فنا کر دیا۔ میرے بھی جلیں تھیں تو نے انہیں خونِ ناب کر دیا۔

وكان لي جسم فأبليتَه وكان لي قلب فأضيتَه
میرا بھی جسم تھا تو نے اسے بوسیدہ کر دیا۔ میرا بھی دل تھا تو نے اسے ضعیف کر دیا۔
وكان لي يا سيدي ناظرٌ أدري به الخلق فأعميتَه
اے میرے مالک! میری آنکھیں بھی تھیں جن سے میں مخلوق کو دیکھتا تھا۔ پس تو
نے اندھی کر دیں۔

عَبْدُكَ أَضْحَى سَيِّدِي مُؤَثَّقًا لَوْشَتَ قَبْلَ الْيَوْمِ أَوْيَتَه
اب تیرا بندہ مجھوس و مقید ہو کر رہ گیا ہے۔ اگر تو چاہتا تو آج سے پہلے ہی
اسے اپنے پاس بلا لیتا۔
رضی اللہ تعالیٰ عنہ وَنَفَعْنَا بِهِ وَجْهِ الصَّالِحِينَ - آمین (ص ۲۲، ۲۳)

کام کا وقت:

آدھی رات کے وقت حضرت ذوالنون مصری کو لبنان پر تھے۔ وہاں انہوں
نے بلوط کے پتوں کی جھونپڑی سے ایک چاند سا چہرہ برآمد ہوتے ہوئے دیکھا۔ سر
نکال کر وہ بندہ خدا یوں مناجات کرنے لگا۔

واردات کے دوران میرے دل نے گواہی دی ہے کہ تو تمام صفات کمالات سے
موصوف ہے۔ اور قلوب تیری کُنہ ذات تک رسائی میں متغیر ہیں۔ اور میرا دل
بھلایہ گواہی کیوں نہ دے کہ وہ تیرے غیر کی محبت کا مادہ ہی نہیں رکھتا۔ جیف
مد جیف! کہ تیری محبت میں کوتاہی کرنے والے رسوا در ذلیل ہوں گے۔

اس نے اتنا کہہ کر اپنا سر بلوط کے پتوں سے بنائی ہوئی اوٹ کے پیچھے چھپا لیا
شیخ ذوالنون ان کی روپوشی سے افسوس میں پڑ گئے۔ اور دیں کھڑے رہے۔
یہاں تک فجر کے وقت مرد حق نے پھر چاند سا چہرہ باہر نکالا۔ اور چاند کی طرف دیکھ

لے اس درخت کو ہندی میں نسبتا ساری کہتے ہیں — اس کی چھال سے رنگ بنایا
جاتا ہے۔ اور اس سے جڑے رنگتے ہیں۔

گر کہتا

اے اللہ! زمین و آسمان تیرے ہی نور سے روشن ہیں۔ اور تیرے ہی نور سے تاریکیوں میں اجالا ہوتا ہے۔ تیرا جلال آنکھوں سے محجوب ہے۔ — اور آشنا دلوں کا رشتہ اس سے مربوط ہے۔

پھر اس کے بعد کہا۔

میں اپنے اس درد و غم میں تجھی سے التجا کرتا ہوں۔ تو مجھ پر ایسی نظر کرم فرما، جو پکا پر عاثر ہو جانے والوں پر کی جاتی ہے۔

حضرت ذوالنون نے آگے بڑھ کر انہیں سلام کیا۔ انہوں نے جواب دیا۔
حضرت ذوالنون: میں آپ کے کچھ پوچھنا چاہتا ہوں۔ بے رحمک اللہ۔
بندہ خدا: نہیں۔

حضرت ذوالنون: آخر کیوں؟

بندہ خدا: میرے دل سے اب تک تیرا خوف زائل نہیں ہوا۔

حضرت ذوالنون: جب ہی! کس بات نے آپ کو مجھ سے خوفزدہ کیا؟

بندہ خدا: اے ذوالنون! آپ کام کے وقت فضول پھر رہے ہیں، معاذ کاوشہ لینے سے غافل ہیں، گمان پر ٹھہرے ہوئے ہیں۔

ان کی یہ باتیں سن کر حضرت ذوالنون مصری رضی اللہ عنہ بیہوش ہو گئے۔ جب دوپہر کی دھوپ اور گرمی ان کے جسم پر لگی اور بیہوشی میں آئے تو فرماتے ہیں کہ نہ وہ بندہ خدا وہاں موجود تھا، اور نہ ہی ان کی جھوٹی بیہوشی، اور میں اپنے دل میں حسرت و افسوس لئے ہوئے وہاں سے روانہ ہو گیا۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ولفقناہ آمین (ص: ۲۳۶، ۲۳۵)

نشانِ عارف:

حضرت ابراہیم بن شیبان رضی اللہ عنہ سے کسی نے سوال کیا کہ عارف کی نشانی کونسی ہے؟ — انہوں نے فرمایا۔ ایک روز میں اپنے شیخ و مرشد ابو عبد اللہ

مغربی رضی اللہ عنہ کے ساتھ کواہ طور پر تھا۔ ہمارے ساتھ اور تقریباً ستر آدمی تھے۔ ہم لوگوں کے پاس ایک نوجوان آیا۔ اس پر خشوع کا اثر تھا۔ جب ہم لوگ نماز پڑھتے تو وہ ہمارے ساتھ نماز پڑھتا۔ اور علیٰ مذاکرہ کرتے تو وہ ایک گوشہ میں بیٹھ کر سنا کرتا، موسم بہار تھا۔ ہر طرف ہریالی تھی۔ ایک روز ہم لوگ سبزہ زار میں بیٹھے تھے۔ اور حضرت شیخ معرفت کا بیان فرما رہے تھے۔ شیخ کا بیان سنکر اس نوجوان نے ایک آہ کھینچی جس کی گرمی سے اس کے سامنے کی ہریالی جل اٹھی۔ پھر وہ غائب ہو گیا۔ حضرت شیخ نے فرمایا۔

هَذَا هُوَ الْعَارِفُ وَهَذَا وَصْفُهُ یہ ہے عارف اور یہ ہے عارف کی نشانی،

رضی اللہ تعالیٰ عنہ ونفعنا بآیہ۔ امین۔ (ص: ۲۲۱)

دیکھنا اور لحاظ رکھنا:

ایک بزرگ کوہِ لکام میں عابدوں زاہدوں کی تلاش میں گھوم رہے تھے۔ انہوں نے بیان کیا کہ وہاں میں نے ایک دلق پوش کو پتھر پر بیٹھا ہوا دیکھا۔ اس کی نگاہیں زمین پر گڑی ہوئی تھیں۔ میں نے کہا اے شیخ! یہاں کیا کر رہے ہو؟ جواب دیا، دیکھ رہا ہوں، اور نگہداشت کر رہا ہوں۔ میں نے کہا۔ تمہارے سامنے تو پتھر کے سوا کچھ ہے نہیں، بھلا کسے دیکھ رہے ہو۔ اور کس چیز کی نگہداشت کر رہے ہو؟ یہ سنکر اس کا چہرہ بدل گیا۔ اور شکلیں نگاہوں سے مجھے دیکھ کر فرمایا۔

أَنْظَرُ خَوَاطِرَ تَلْبِيٍّ وَأَدْعِي أَوَامِرَ اپنے قلبی خیالات کو دیکھ رہا ہوں اور رب دہی۔

قسم ہے اس خالق و مالک کی جس نے مجھے مجھ پر ظاہر فرمایا۔ یہاں سے چلا جا۔ میں نے کہا۔ مجھے کچھ مفید نصیحت کرو، تو میں جاؤں۔

فرمایا، جو چو کھٹ تھام لے وہ خدمت گزار لکھ دیا جاتا ہے، جو گناہوں کو یاد کرے

وہ نادام ہوتا ہے، جو اللہ کے بھروسے بے نیاز ہو، ناداری اور غربت سے محفوظ ہو جاتا ہے۔ اتنا کہا اور روانہ ہو گیا۔ رضی اللہ عنہ ولفعا بہ، (ص ۲۳۹، ۲۳۷)

تو ہی میرے دل کا حبیب تو ہی میرے غم کا طیب ہے:

بیت القدس سے ایک بزرگ کو ایک ضرورت کے لئے کسی نواحی بستی میں جانا پڑا۔ فرماتے ہیں۔ راہ میں میں نے ایک ضعیفہ کو دیکھا کہ وہ ایک کبل کا جبہ اور چادر اوڑھے ہوئے ہے۔ میں نے سلام کیا اس نے جواب دیا۔

ضعیفہ: اے نوجوان! کہاں جا رہے ہو؟

میں: ایک ضرورت کے پیش نظر فلاں قریہ میں جا رہا ہوں۔

ضعیفہ: تیرا مکان یہاں سے کتنے فاصلے پر ہے؟

میں: اٹھارہ میل کے فاصلے پر،

ضعیفہ: ایک ضرورت کی جستجو میں اٹھارہ میل سے آئے ہو، کوئی اہم ضرورت ہوگی؟

میں: جی ہاں!

ضعیفہ: صاحبِ قریہ سے کیوں نہ سوال کیا کہ تمہاری ضرورت کی پیر تمہارے پاس بھیج دیتا۔ اور تمہیں مشقت نہ اٹھانی پڑتی۔

میں نے ضعیفہ کی اس بات کا مطلب نہیں سمجھا۔ اور کہا، صاحبِ قریہ سے میری آشنائی نہیں ہے۔

ضعیفہ: تیرے اور اس کے درمیان کس نے نا آشنائی کرا دی۔ اور کس نے تیرے اور اس کے تعلق کو منقطع کر دیا۔ ضعیفہ کی اس بات کا مطلب میں سمجھ گیا۔

اور رونے لگا۔

ضعیفہ: تو اللہ سے محبت کرتا ہے؟

میں: ہاں!

ضعیف: سچ بتا؟

میں: واللہ میں اسے دوست رکھتا ہوں۔

ضعیف: اس نے جب تجھے محبت کے درجہ پر ناز کیا تو کس حکمت سے نوازا؟

اس کا جواب میرے پاس نہیں تھا۔

ضعیف: شاید تو محبت کو پوشیدہ رکھنے والے لوگوں میں ہے؟

میں اس بات کا جواب بھی نہیں دے سکا۔

ضعیف: اللہ تعالیٰ اپنی حکمت و معرفت، اور پوشیدہ محبت کو نااہلوں کی آلودگی سے بچاتا ہے۔

میں: اللہ تعالیٰ تم پر رحم کرے، اللہ تعالیٰ سے دعا کرو کہ وہ میرے دل کو بھی محبت میں مشغول کرے۔

اس کے جواب میں اس نے میسر سامنے ہاتھ جھاڑا میں نے اپنی وہی بات پھر دہرائی۔

ضعیف: اپنے کام کے لئے جا! (اس کے بعد پھر کہا) اور سلب کا اندیشہ نہ ہوتا تو ایک راز کا انکشاف کرتی۔ اور ایک آہ سر دھنچ کر کہا۔

افسوس کہ اس اشتیاق کا بجز تیرے علاج نہیں، اور اس غم کی تیرے سوا کوئی

دوا نہیں۔ رضی اللہ عنہا و نفعنا بہا۔ آمین۔ (ص ۲۲۷)

لکریاں سونا بن گئیں:

ملک شام میں دو نوجوان عبادت اللہ میں مشغول رہتے تھے، حسن عبادت کے باعث ایک کا نام صبح اور دوسرے کا نام یحییٰ پڑ گیا تھا اتفاقاً ان لوگوں نے کئی روز تک کچھ نہیں کھایا، بھوکے رہے۔ — باہم مشورہ کیا کہ آؤ، ویرانے میں چل کر کسی کو دین کی تعلیم دیں۔ ممکن ہے اس عمل کی برکت سے اللہ تعالیٰ ہمیں نفع پہنچائے، انہوں نے بیان کیا کہ جنگل میں ہمیں ایک جھٹی ملا۔ جو سر

لکڑیوں کا بوجھ اٹھائے آ رہا تھا۔

صبحِ ولیم: اے شخص تیرا رب کون ہے؟ — ہماری یہ بات سُن کر اس نے لکڑی کا گھڑ زمین پر رکھا۔ اور اس پر بیٹھ گیا۔

حبشی: یہ نہ پوچھو کہ تمہارا رب کون ہے؟ بلکہ یہ پوچھو کہ تمہارے دل میں ایمان کا مقام کیا ہے؟ ہم دونوں یہ سُن کر ایک دوسرے کا منہ تکنے لگے۔ پھر اس نے کہا پوچھو، پوچھو۔ مرید کو اپنا سوال نہیں روکنا چاہئے۔ اس نے جب دیکھا کہ ہم کوئی جواب نہیں دے رہے ہیں تو کہنے لگا۔

اے اللہ! اگر تو جانتا ہے کہ برے بعض بندے تجھ سے جو طلب کرتے ہیں تو انہیں دیتا ہے تو میرا یہ بوجھ سونے کا کر دے — آنا نانا لکڑیوں کا پورا گٹھا سونے کا بن گیا۔ اور چمکنے لگا۔

پھر کہتا۔

اے اللہ! اگر تو جانتا ہے کہ برے بعض بندے گناہی کو پسند کرتے ہیں۔ اور شہرت سے بچتے ہیں تو اسے پھر لکڑی کر دے۔

وہ گھر پھر لکڑی کا ہو گیا، جسے اس نے اپنے سر پر اٹھایا اور چل پڑا۔ اور پھر یہیں اس کے پیچھے جانے کی جرات نہ ہوئی۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ولفعا بہ آمین (ص ۳۷، ۲۳۸)

اللہ کے خاص بندے:

ایک بزرگ حضرت ذوالنون مصری رضی اللہ عنہ کی نماز کا حال بیان فرماتے ہیں کہ میں نے ان کے پیچھے نماز عصر پڑھی۔ جب انہوں نے اللہ کہا تو جلالِ الہی کے باعث ہیبت زدہ ہو گئے۔ گویا ان کے جسم میں جان ہی نہ ہو۔ اور جب اکبر کہا تو مجھے ایسا لگا کہ ہیبت تکبیر سے میرا دل پاش پاش ہو گیا۔

حضرت ذوالنون مصری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے ساحلِ شام کے علاقہ میں ایک عابد کو کہتے سنا۔

اللہ تعالیٰ کے کچھ بندے ایسے ہیں، جنہوں نے اسے تحقیق و یقین کے ساتھ پہچانا اور اس کی معرفت حاصل کی ہے۔ انہوں نے رضائے الہی کو ہی اپنا مقصود اصلی قرار دے لیا ہے۔ اس راہ میں مصائب برداشت کرتے ہیں اس امید پر کہ اس کے حضور کامیاب ہوں۔ وہ دنیا میں غم کے ساتھی ہیں۔ اور بدخ و تبیینِ زندگی گزارتے ہیں۔ وہ دنیا کی طرف رغبت کی نگاہ سے نہیں دیکھتے۔ اور اس سے مسافر کے زاد سفر سے زیادہ نہیں لیتے۔ راستے میں رہزنی نہ ہو جائے اس خوف سے جلد چل پڑتے ہیں اور نجات کی امید پر محکم ارادہ کرتے ہیں۔ اور اپنی روح کو قربان کرتے ہیں۔ رضا پر حق کے لئے آخرت کو پیش نظر رکھتے ہیں۔ اور دل کے کانوں سے آخرت کی خبر سماعت کرتے ہیں۔ تو اگر انہیں دیکھے تو ایسے نظر آئیں کہ ان کے ہونٹ پر مردہ، ان کا شکم دہلا، ان کے دل ریختہ، اور جسم نحیف و نزار، اور آنکھیں گریہ گمان لگی وہ نہ کسی کام کی وجہ ڈھونڈیں گے، اور نہ کسی امر کے ادا کرنے میں دیر کریں گے، دنیا کی قلیل شے پر قانع، لباس فاخرہ کے بجائے پرانی چادر وں پر اکتفا کرنے والے ہوں گے۔ اور شہروں کے بجائے دیہاتوں پر زندگی گزارتے ہوں گے۔ وطن سے دور بھاگتے ہوں گے۔ دوستوں کے بجائے تنہائی سے الفت پیدا کر لی ہے۔ تو اگر انہیں دیکھے تو ایک ایسی قوم نظر آئے گی، جنہیں راتوں نے بیداری کے خنجر سے ذبح کر ڈالا ہے۔ اور تکلیف کی چھری سے ان کے اعضاء الگ الگ کر دیئے ہیں۔ سیرِ شب کے باعث ان کے شکم دبے پتلے ہوتے ہیں — بے خوابی کے سبب سے بال پراگندہ ہو رہے ہیں، جو نکان پر نکان اٹھاتے ہیں — او کوچ کئے ہمیشہ تیار رہتے ہیں۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہم ولفعا بہم (ص ۲۳۸، ۲۳۹)

اللہ کی دعوت:

حجاج بن یوسف ثقفی کے بارے میں سعید بن ابی عروبہ روایت کرتے ہیں کہ وہ ایک بائع کرنے آیا۔ اور اس نے مکہ مکرمہ اور مدینہ طیبہ کے درمیان ایک تالاب پر

اپنا خیر نصیب کر لیا۔ صبح کے کھانے کے وقت اس نے اپنے دربان سے کہا۔ کسی شخص کو تلاش کر کے لاؤ جو میرے ساتھ کھانا کھائے۔ اور میں اس سے کچھ یہاں کے حالات بھی دریافت کر سکوں۔ دربان پہاڑی کی طرف گیا۔ وہاں اس نے ایک بدوی کو دیکھا جو ایک چادر پہنائے، اور دوسری چادر اوڑھے سو رہا ہے، دربان نے اسے پاؤں سے ٹھوکر ماری۔ اور کہا امیر تجھے بلارہے ہیں وہ آیا۔

حجاج، ہاتھ دھوئے اور میرے ساتھ کھانے میں شریک ہو۔ بدوی، جو تجھ سے بہتر ہے اس نے مجھے دعوت دی ہے۔ اور میں اس کی دعوت قبول کر چکا ہوں۔

حجاج: وہ کون ہے؟

بدوی: اللہ تعالیٰ نے مجھے روزہ کی دعوت دی اور میں روزہ دار ہوں۔

حجاج: اس شہید گری میں؟

بدوی، بیشک! اس سے بھی سخت گری کے دن کی تیاری میں روزہ رکھا ہے۔

حجاج: اچھا آج افطار کر لے، کل روزہ رکھ لینا۔

بدوی، تو اگر کل کی زندگی کا ذمہ لے تو میں افطار کرتا ہوں۔

حجاج: یہ تو میرے اختیار میں نہیں۔

بدوی، پھر مجھ سے کیوں کہتے ہو کہ آج کی نعمت کو اس کل کی امید پر چھوڑ دے جس پر تجھے قدرت بھی نہیں۔

حجاج: یہ بہت عمدہ کھانا ہے۔

بدوی: اس کھانے کو تو اتیرے باورچی نے اچھا نہیں بنایا۔ بلکہ اچھا تو اس وقت ہے جب عافیت ہو۔ یہ تو خدا کا ہی کام ہے۔ (مس: ۲۳۹)

حق گوئی دے باکی:

زمانہ حج میں ایک شخص کو لوگوں نے دیکھا، بیت اللہ شریف کا طواف کرتے ہوئے

بلند آواز سے لبیک پکار رہا تھا۔ اس سال حجاج بن یوسف بھی حج کے لئے آیا ہوا تھا۔ اور وہ اس وقت مکہ شریف میں موجود تھا۔ اس نے سنا تو اپنے پاس بلوایا۔

حجاج: تم کن لوگوں میں سے ہو؟

حاجی: مسلمانوں میں سے!

حجاج: میں یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ کس ملک کے باشندے ہو؟

حاجی: یمن کا!

حجاج: محمد بن یوسف (حجاج کا بھائی) کے بارے میں بتاؤ وہ کیسا ہے؟

حاجی: وہ لمبا، چوڑا، موٹا، تازہ، خوش پوش، اسپ سوار، شہر کے اندر باہر دوڑ دھوپ کرنے والا انسان ہے۔

حجاج: میں تم سے اس کے اخلاق کے بارے دریافت کرنا چاہتا ہوں۔

حاجی: نہایت ہی ظالم و جابر، مخلوق کا فرماں بردار اور خالق کا نافرمان ہے۔

حجاج: تو نے اتنی سخت بات کیوں کہی۔ حالانکہ اس بات سے واقف ہے کہ میرا اس سے کیا رشتہ ہے؟

حاجی: تیرا اس کے ساتھ ایک رشتہ ہے۔ اور میرا میرے خدا کے ساتھ ایک رشتہ

ہے۔ کیا تو سمجھتا ہے کہ تجھ سے رشتہ کی بنیاد پر وہ اس سے زیادہ معزز ہو جائے گا،

جو میرا اپنے پروردگار کے ساتھ ہے۔ اور جب کہ اس وقت میں خانہ خدا میں آیا

ہوں۔۔۔۔۔ اس کے پیارے نبی کی تصدیق کرتا ہوں۔ (یا یحییٰ حاجی نے یوں

کہا کہ) میں اس وقت اس کے گھر کی زیارت کے لئے آیا ہوں۔ اس کا فرض ادا

کر رہا ہوں۔ اس کے دین کی پردی میں لگا ہوں۔

اس مستانہ توحید کی یہ باتیں سن کر حجاج کو چپ لگ گئی۔ اور وہ کوئی جواب

نہ دے سکا۔ وہ یحییٰ حاجی اس سے اجازت لئے بغیر وہاں سے چلا گیا۔ اور غلاف

کعبہ پکڑ کر رب تعالیٰ سے یوں مناجات کرنے لگا۔

اللھم بک اعوذ وبک الود اللھم فرجک القریب و

معروف القديمر وعادتك الحسنة۔

اے اللہ! تجھی سے میں پناہ مانگتا ہوں، نیری ہی پناہ لینا ہوں، نیری کٹائش
قرب، تیرا احسان قدیم، اور عادت بہتر ہے۔

رضی اللہ تعالیٰ عنہ وَفَعْنَا بِهِ - امین - (ص: ۲۴۰)

گڈری میں لعل:

شیخ طاہر مقدسی علیہ الرحمہ کا بیان ہے۔

میں مردان ابرال کی جستجو میں عسقلان سے نکلا، اور غزہ جارہا تھا۔ ناگہاں ایک
شخص مجھے ساحل پر نظر آیا۔ بوسیدہ چادریں اس کے بدن سے لپٹی ہوئی تھیں
میں اسے نظر انداز کر کے آگے بڑھ گیا۔ وہ میری طرف متوجہ ہوا، اور کہا۔

لَا تَنْبُ عَنِي بَأَن تَرَى خَلْقِي فَاتِمَا الدِّمَا دَاخِلَ الصَّدَفِ
عملی جدید و ملبس خلق و منتهی اللبس منتهی الصلَفِ
شعری ترجمائی:

دیکھ کر حال زبوں میرا نگاہیں مت پھیر
لعل، بے دام صدف، ہی میں دبا ہوتا ہے
جو ہے خوش پوش، ہو خوش خلق ضروری تو نہیں
حق کا عرفان تو سینے میں چھپا ہوتا ہے

(ص: ۲۴۰)

درویش کا کشف:

شیخ عبداللہ دینوری علیہ السلام کے پاس ایک فقیر آیا۔ اس میں ریاضت مجاہدہ
اور اللہ کی راہ میں تکلیف برداشت کرنے کی نشانیاں ظاہر تھیں۔ شیخ دینوری کے
دل میں آیا کہ میں اس کی کچھ خدمت کر دوں۔ اور اپنی جانب سے اس کی کچھ
کچھ خرید کر لا دوں۔ نقد پیسے موجود نہیں تھے۔ انہوں نے سوچا،

اپنے جوتے گردی رکھ دیتا ہوں۔

نفس: (نے رکاوٹ ڈالی اور وجہ پیش کی) ننگے پاؤں رہو گے تو پاؤں نجاست اور کچڑ سے کیسے بچاؤ گے؟ ٹھیک ہے جوتے نہیں تو لٹا سہی!

نفس: لٹا اگر گردی رکھ دو گے تو وضو کیسے کرو گے؟ جوتے اور لٹا اگر اس قدر ضروری ہیں تو رومال بیچ دینے میں تو کوئی حرج نہیں؟

نفس: رومال نہیں رہے گا تو پھر ننگے سر پھر کر دو گے۔ اس میں کیا حرج ہے؟ شیخ عبداللہ دینوری ابھی ارادہ نفس کے مناظرہ میں یہیں تک پہنچے تھے کہ وہ درویش اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہوا۔ عصا سنبھال کر بولا۔

اے بہت ہمت! تو اپنا رومال سنبھال کر رکھ میں جا رہا ہوں۔

شیخ عبداللہ دینوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ میں نے اللہ تعالیٰ سے عہد کیا کہ جب تک اس فقیر سے ملاقات نہ کروں روٹی نہیں کھاؤں گا۔ منقول ہے کہ اس کے بعد آپ تیس سال تک زندہ رہے، اور روٹی تناول نہیں فرمائی۔
رضی اللہ تعالیٰ عنہما ولفظا بہما۔ آمین۔ (ص ۲۴۰، ۲۴۱)

اہل جنت کی آنکھ:

حضرت سمری سقطی رضی اللہ عنہ ایک خاتون کا واقعہ بیان فرماتے ہیں۔

جب وہ تہجد پڑھنے اٹھی تو دعا کرتی۔ اے اللہ! ابلیس بھی تیری ایک مخلوق ہے اس کی پیشانی تیرے قبضے میں ہے۔ وہ مجھے دیکھتا ہے اور میں اسے دیکھنے سے قاصر ہوں۔ اور تو اسے دیکھتا ہے۔ جب کہ وہ تجھے نہیں دیکھ سکتا۔ اور تو اس کے تمام کاموں پر قادر ہے۔ اور وہ تیرے کسی کام پر قدرت نہیں رکھتا۔ اے اللہ اگر وہ میری بدخواہی کو کرے تو تو اسے روک دے اور اگر وہ مجھ سے منکر کرے تو تو اس کے منکر کا اسے بدلہ دے۔ میں اس کے شر سے تیری پناہ مانگتی ہوں۔ اور تیری مدد سے اس کو دھتکارتی ہوں۔

وہ خاتون یہ دعا کر کے رویا کرتی تھیں۔ کچھ دنوں بعد ان کی ایک آنکھ کی روشنی جاتی رہی۔ لوگوں نے کہا۔ کہیں دوسری آنکھ بھی نہ جاتی رہے۔ انہوں نے کہا۔ اگر میری یہ آنکھ جنت دالوں میں سے ہے تو اللہ تعالیٰ اس کا عوض مجھے ضرور عطا فرمائے گا۔ جو بالیقین اس سے اچھی ہوگی۔ اور اگر یہ اہل جہنم میں سے ہے تو بہتر ہے کہ اسے خداوند قدوس مجھ سے دور کر دے۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہا و نعمتا بہا۔ آمین۔ (ص: ۲۴۱)

ذکر اللہ سے غافل مچھلیاں :

بصرہ میں ساحل دریا پر شیخ ابوالعباس بن مسروق رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کو مچھلی کا شکار کرتے دیکھا۔ اس کے ساتھ اس کی ایک چھوٹی سی بچی بھی تھی۔ جب کوئی مچھلی کانٹے میں پھنستی تو وہ اسے نکال کر ٹوکری میں ڈال دیتا۔ ٹوکری لڑکی کے پاس تھی۔ وہ اس مچھلی کو نکال کر پھر پانی میں ڈال دیتی۔ ایک بار اس نے خیال کیا۔ تو ٹوکری مچھلیوں سے خالی تھی۔

شکاری: بیٹی! مچھلیاں کیا ہوئیں؟

بچی: ابوجان! آپ ہی نے تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا فرمان سنا یا تھا کہ جو مچھلی ذکر اللہ سے غافل ہوتی ہے، وہی کانٹے میں پھنستی ہے۔ اور جو مچھلی ذکر اللہ سے غافل ہو اس کی برکت نکل جاتی ہے۔ اس لئے میں نے ان غافل مچھلیوں کو پھر سے دریا میں ڈال دیا تاکہ ایسی مچھلیوں کو کھا کر ہم لوگ نقصان میں نہ پڑیں۔

شکاری نے کس بچی کی یہ بات سنی تو رونے لگا۔ اور بیٹی کاٹا پھینک کر وہاں سے چلا گیا۔ رضی اللہ عنہا۔ (ص: ۲۴۱ — ۲۴۲)

ظاہری اور باطنی اطاعت :

سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ اپنے دور خلافت میں حسب عادت ایک سب

پاسبانی کے لئے مدینہ طیبہ کی گلیوں میں گشت فرما رہے تھے۔ ٹھک گئے تو ایک دیوار کی ٹیک لگا کر بیٹھ رہے۔ آپ نے سنا کہ ایک عورت اپنی بیٹی سے کہہ رہی ہے اس دودھ میں پانی ملا دے۔

لڑکی نے جواب دیا۔ امی جان! کیا آج آپ نے امیر المومنین کا اعلان نہیں سنا جو ان کا منادی کہہ رہا تھا کہ کوئی شخص دودھ میں پانی کی ملاوٹ نہ کرے۔

ماں! یہاں حضرت عمر اور ان کا منادی دیکھ تو نہیں رہے ہیں؟۔
لڑکی! بخدا میں ایسا ہرگز نہیں کروں گی کہ سامنے تو امیر المومنین کی اطاعت کروں اور پیچھے نافرمانی،

علامہ یاضی علیہ الرحمہ تحریر فرماتے ہیں۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کو اس لڑکی کی بات پسند آئی۔ اور انہوں نے اپنی اولاد میں سے ایک کا اس کے ساتھ عقد کرایا۔ اُداسی لڑکی کی نسل سے حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہ و نفعنا بہ و سلفہ و کجمع الاولیاء و الصالحین۔ (ص ۲۴۱، ۲۴۲)

مکسن اولیاء اللہ:

حضرت شیخ حاتم امم رضی اللہ عنہ کی دہلیز پر ایک امیر اترا۔ اس کے ساتھ اس کے مصاحبین بھی تھے۔ انہوں نے وہاں پانی مانگ کر پیا۔ اور سب نے وہاں کچھ نقد پھینکا اور پھینک کر چلے گئے۔ گھر کے لوگ نقد پا کر خوش ہوئے۔ مگر شیخ کی چھوٹی لڑکی خوش نہیں ہوئی، بلکہ رونے لگی۔ لوگوں نے اس کے رونے کی وجہ پوچھی۔ تو جواب دیا۔

ایک مخلوق نے ہیں محبت کی نظر سے دیکھا تو ہم غنی ہو گئے۔ اگر اللہ تعالیٰ ہمیں نگاہِ رحمت سے دیکھے تو کیا حال ہو۔ رضی اللہ عنہ (ص ۲۴۲)

(۲)

شیخ یحییٰ بن معاذ رازی رضی اللہ عنہ کی ایک بچی تھی۔ ایک روز اس نے اپنے

والد سے کھانے کی کوئی چیز مانگی۔ شیخ نے فرمایا۔ بیٹی! اللہ تعالیٰ سے طلب کرو، اس نے جواب دیا۔

ابو جان! بخدا میں اللہ تعالیٰ سے کھانے کی چیز مانگتے ہوئے شرماتی ہوں۔

(ص ۲۴۲)

(۳)

شیخ ابو عبد اللہ جبار رضی اللہ عنہ کی والدہ ماجدہ نے ایک روز اپنے شوہر سے پھل لانے کی فرمائش کی۔ شیخ کے والد بازار گئے۔ اور اپنے فرزند (ابو عبد اللہ جبار) کو بھی ہمراہ لے گئے۔ بازار سے پھل خریدی، اور ایک مزدور تلاش کرنے لگے تاکہ وہ پھل گھر تک پہنچا دے۔ ایک لڑکا ملا اور اس نے پھل سربراٹھالی، اور ساتھ جلا۔ راستے میں مؤذن کی اذان سنائی دی۔ اس مزدور لڑکے نے کہا نماز کے لئے مجھے طہارت کی حاجت ہے، اور اذان ہو رہی ہے۔ اگر آپ راضی ہوں تو میرا انتظار کر لیں۔ ورنہ اپنی پھل لے کر جائیں۔ اتنا کہہ کر اس نے پھل وہیں چھوڑی اور مسجد میں چلا گیا۔ شیخ کے والد نے کہا اس لڑکے کا اللہ تعالیٰ پر توکل ہے۔ ہمیں بدرجہ اولیٰ توکل کرنا چاہئے۔ چنانچہ پھل وہیں چھوڑ کر ہم لوگ نماز پڑھنے چلے گئے۔ ہم لوگ نماز پڑھ کر نکلے تو پھل اپنی جگہ تھی۔ لڑکے نے اٹھالی اور ہم لوگ گھر پہنچے۔ شیخ کے والد نے یہ واقعہ اپنی اہلیہ کو بتایا۔ شیخ کی ماں نے سُن کر کہا۔ اس سے کہئے تھوڑی دیر رک کر ہم لوگوں کے ساتھ پھل کھانے میں شریک ہو۔ لڑکے نے کہا میں روزے سے ہوں۔ شیخ کے والد نے کہا۔ اگر ایسی بات ہے تو شام کو آکر بیہیں کھانا کھاؤ۔

لڑکا، میرا طریقہ یہ ہے کہ جب ایک بوجھ اٹھالیتا ہوں تو دوبارہ نہیں اٹھاتا کسی قریب کی مسجد میں جا کر رہوں گا۔ میں شام کو آ جاؤں گا۔ شام ہوئی تو وہ آیا۔ اور سب لوگوں نے مل کر کھانا کھایا۔ اور وہ وضو کر کے ایک گوشہ میں جا بیٹھا۔ شیخ جبار اور ان کے والد نے جب دیکھا کہ اسے تنہائی پسند ہے تو اسے وہیں چھوڑ کر ہٹ گئے۔

شیخ جلال کے گھر میں ایک اباہج عورت تھی۔ رات کو لوگوں نے دیکھا کہ وہ از خود چل کر آرہی ہے۔ لوگوں کو سخت تعجب ہوا۔ اس نے کہا میں نے دعا کی کہ مولا! اس مہمان کی برکت سے مجھے اچھا کر دے۔ رب تعالیٰ نے مجھے شفا دیدی۔ شیخ جلال اور ان کے گھر والے نے اس کمرے کو دیکھا جہاں لڑکا گوشہ نشین تھا تو کمرہ کو خالی پایا۔ اور دروازہ بند تھا۔

شیخ باغی مینی علیہ الرحمہ رقم طراز ہیں۔

ادلیہ راشدؒ بھی ہوتے ہیں اور بڑے بھی، غلام بھی اور آزاد بھی، عورتیں بھی اور مرد بھی، دیوانے بھی اور عقل مند بھی،

ملک بین میں ایک شیخ کا ایک کمسن لڑکا تھا۔ بچوں کے ہمراہ کھیلتا اور جو شخص اس سے کسی شے کی فرمائش کرتا، ہاتھ اٹھا کر حاضر کر دیتا تھا۔ ایک روز اس کے والد نے اس سے کہلایے! کچھ فلاں چیز کھلاؤ۔ اس نے فوراً حاضر کر دی۔ شیخ اپنے اس بیٹے سے بہت خوش ہوئے۔ اس کے سر پر محبت سے ہاتھ پھیرا۔ اور برکت کی دعا دی۔ پھر اس سے کچھ طلب کیا۔ مگر اب بچے نے ہاتھ اٹھایا تو وہ شے نہیں آئی۔ گویا شیخ کی توجہ سے وہ دروازہ بند کر دیا گیا۔ اور شیخ نے اس کے لئے اسی میں بہتری جاڑ کر۔ جو شہرت اور عجب و خود بینی میں مبتلا نہ ہو جائے۔ رضی اللہ عنہما ولفعا بہما (ص ۴۳۲)۔

اے مرے دل کے دوست؛

وادی کسان میں حضر۔ والذیل معہ۔ رعنہ کورات میں سر راہ کسی کے پڑھنے کی آواز نہ مادی۔

وبد اللہ۔ واللہ مالہم یکنوا اور ظاہر ہوا اللہ کی طرف سے ان پر جو ان محسب۔ کے گمان میں بھی نہ تھا۔

قرب آنے پر معلوم ہوا کہ وہ اونی جبہ اور نقاب پہنے ایک خاتون ہے، جس کے ہاتھ میں ایک لٹا اور یب عصا بھی ہے۔

عورت: اے شخص تم کون ہو؟۔

حضرت ذوالنون: میں ایک مسافر ہوں۔

عورت: کیا اللہ تعالیٰ کے ساتھ ہوتے ہوئے بھی کوئی مسافر ہوتا ہے جبکہ وہ غریب البیار کا مونس اور کمزور کا معاون ہے عورت کی یہ بات سنکر حضرت ذوالنون پر گریہ طاری ہو گیا۔

عورت: روتے کیوں ہو؟۔

حضرت ذوالنون: زخم پر مرہم لگ گیا۔

عورت: اگر تمہاری یہ بات سچ ہے تو پھر رونا کیسا؟

حضرت ذوالنون: کیا کچھ بھی نہیں روتے؟۔

عورت: نہیں!

حضرت ذوالنون: آخر اس کی وجہ؟۔

عورت: رونا دراصل دل کی تشغی کے لئے ہوتا ہے۔ اور یہ ایک سہارا ہوتا ہے جس کی پناہ لی جاتی ہے۔ حالانکہ گریہ وزاری سے زیادہ پوشیدہ رکھنے کی کوئی چیز نہیں۔ اللہ تعالیٰ کے دوستوں کے نزدیک رونا ضعف کی نشانی ہے یہ باتیں سنکر حضرت ذوالنون رضی اللہ عنہ کو حیرت ہوئی۔

عورت: مجھے کیا ہو گیا ہے؟۔

حضرت ذوالنون: مجھے تمہاری باتوں پر تعجب ہو رہا ہے۔

عورت: اللہ تعالیٰ تم پر رحم فرمائے، کیا اپنی بیماری بھول گئے۔

حضرت ذوالنون: رب تعالیٰ تم پر رحم فرمائے۔ اگر مناسب سمجھو تو کچھ بتاؤ جس سے مجھے فائدہ ہو۔

عورت: طیب تجھے جتنا بھی بتائے گا تو اور مانگنے سے بے نیاز نہیں ہو سکتا،

حضرت ذوالنون: یہ بات سچ ہے کہ میں اولیاء اللہ سے مزید طلب کرنے سے مستغنی نہیں۔

عورت، اے مسکین! تو نے سچ کہا۔ اپنے مولا سے محبت کر، اور اس کا شوق دل میں پیدا کر، کیونکہ ایک روز وہ اپنے اولیاء اللہ، اصغیار اور اہل محبت کے اہلِ شان کے واسطے اپنے جمالِ کامل کے ساتھ تجلی فرمائے گا اور اپنے بادۂ جمال اور عینانۂ وصال سے ان سب کو سیراب فرمائے گا جس کے بعد وہ کبھی پیاسے نہیں ہونگے۔
اتنا کہتے کہتے اس پر وجد کا غلبہ ہوا، اور کہنے لگی۔

یا حبیبِ قلبی انی کم تخلصنی اے میرے دل کے حبیب! تو مجھے کب
بدا دے لا اجد فیہا صدیقاً تک اس دنیا میں چھوڑے گا۔ جہاں میں پنا
صادقا۔ کوئی سجادہ دست نہیں پاتی۔

حضرت ذوالنون مصری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ پھر مجھے چھوڑ کر وہ جنگل کی
طرف چلی گئی۔ اور یہ کہتی جاتی تھی۔

تیری جانب نہ کہ نار کی جانب، تیری جانب نہ کہ نار کی جانب، تا آنکہ آواز مجھ
تک آئی بند ہو گئی۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہا و نفعنا بہا آمین۔ (ص ۲۴۳، ۲۴۴)

ایک شرابی پر اللہ تعالیٰ کا کرم:

دریائے نیل کے کنارے حضرت ذوالنون مصری رضی اللہ عنہ کو ایک بھونٹا نظر
آیا۔ انہوں نے سوچا اس مودی جانور کو مار دوں۔ ابھی وہ ہاتھ میں
پتھر اٹھا ہی رہے تھے کہ وہ بھاگ کر پانی کے قریب پہنچ گیا۔ اور اسی وقت
کہیں سے ایک مینڈک نکلا، بچھواس کی پشت پر سوار ہو گیا۔ مینڈک
پانی میں تیرا ہوا دوسرے کنارے جانے لگا۔ حضرت ذوالنون کو بھی جستجو ہوئی
اور وہ بھی اس طرف جا پہنچے۔ بچھو مینڈک کی پشت سے آکر خشکی میں
ریختا ہوا ایک طرف چلا، جہاں ایک بدست شرابی کے سر پر اڑ رہا اسے ڈسنے
کا ارادہ کر رہا تھا۔ بچھو نے بڑھ کر اڑ دیا کو ڈنک مارا اور وہ ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا۔
حضرت ذوالنون مصری نے شرابی کو جگایا۔ وہ جب بیدار ہوا تو اپنے

پاس اڑ دیا دیکھ کر ڈر سے بھاگنے لگا۔ شیخ نے کہا اب اس سے کیا بھاگتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے کرم فرمایا اور بچھو کے ذریعہ تمہاری جان بچالی۔ اور پھر پورا قصہ سنایا۔۔۔۔۔ شرابی نے سُن کر آسمان کی طرف سر اٹھایا۔ اور کہا۔

خدا ایک نافرمان پر تیرا یہ احسان ہے تو فرماں برداروں پر تیرا کرم کتنا عظیم ہوگا، تیری عزتِ جلال کی قسم! میں اب کبھی تیری نافرمانی نہیں کروں گا۔

اور رد و کر یہ اشعار پڑھتے ہوئے وہاں سے چلا گیا۔

يَا رَافِدَاُ وَالْجَلِيلُ مَحْرُوسُهُ مِنْ كُلِّ شَوْءٍ يَدْبُ فِي الظُّلُمِ
اے سونے والے اللہ تعالیٰ تیری نگہبانی فرمانا ہے ہر بری شے سے جو اندھیرے میں چلتی ہے۔

كَيْفَ تَمَامُ الْعَبْوَنَ عَنْ مَلَبٍ تَابِيكَ مِنْهُ كَذَائُ النِّعَمِ
کس طرح سوئی ہیں آنکھیں ابے بادشاہ سے جس کی جانب سے برے پاس
عہدِ نعمتیں پہنچتی ہیں۔۔۔۔۔ (ص، ۲۲۳، ۲۲۵)

ولی اللہ کے صفہ:

ایک شخص شراب کے نشہ میں دھت سر راہ پڑا ہوا تھا۔ اس کے منہ سے جھاگ نکل رہا تھا۔ اتفاقاً اس طرف سے حضرت ابراہیم بن ادہم رضی اللہ عنہ کا گزر ہوا۔ حضرت نے اس کو دیکھا تو رک گئے۔ اور پانی سے اس کا منہ دھویا۔ اور زبان صاف کر دی۔ فرمایا۔ کون ایسی زبان ہوگی جسے یہ آفت لگی۔ ایک وقت یقیناً اسی زبان سے وہ اللہ عز و جل کا ذکر کر چکا ہے۔ وہ شخص جب ہوش میں آیا تو لوگوں نے اسے بتایا کہ حضرت ابراہیم بن ادہم نے تمہارا منہ دھلایا۔ اس شخص نے سُنا تو بہت نادم ہوا۔ اور سچے دل سے تائب ہو گیا۔

حضرت ابراہیم بن ادہم نے خواب میں دیکھا کہ کوئی پکارنے والا پکار کر کہہ رہا ہے اے ابراہیم! تو نے ہمارے لئے اس کی زبان پاک کی۔ ہم نے تیری وجہ سے

اس کا دل پاک کر دیا۔ رضی اللہ عنہ — (ص: ۲۴۵)

توقیر بسم اللہ کی برکت:

حضرت بشر بن مارث رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا کہ حضور! آپ کا نام تو اصل ایمان میں ایسا روشن ہے کہ جیسے انبیاء کا ہوتا ہے۔ آپ فرمائیں کہ آپ کی ابتدائی حالت کیا تھی؟ — فرمایا۔

یہ جو کچھ ہے سب اللہ تعالیٰ کا فضل و کرم ہے۔ میں ایک ہوشیار، چالاک، نقشب اور فخر کا رسیا انسان تھا — میں نے راہ میں کاغذ کا ایک ٹکڑا پایا جس پر بسم اللہ الرحمن الرحیم لکھا تھا۔ میں نے اس کو صاف کر کے جیب میں رکھ لیا۔ اس وقت میرے قبضہ میں صرف دو درہم تھے اس کے علاوہ کچھ نہیں تھا۔ میں نے ان درہموں سے عطر خریدا۔ اور اس سے اس کاغذ کو معطر کیا۔ رات میں جب سویا تو ایک کہنے والے کو کہتے سنا — اے بشر! تو نے میرے نام کو خوشبو سے بسایا۔ ہم بھی تیرے نام کی خوشبو دنیا و آخرت میں پھیلائیں گے۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہ و نفعنا بہ آمین۔ (ص: ۲۴۵)

دروازہ حکمت:

حضرت منصور بن عمار رضی اللہ عنہ کو راہ میں بسم اللہ الرحمن الرحیم شریف لکھا ہوا کاغذ ملا۔ انہوں نے وہ کاغذ رکھنے کی کوئی مناسب جگہ نہیں پائی تو اسے کھا لیا۔ رات میں خواب دیکھا۔ قائل کہہ رہا ہے۔

اس کاغذ کے احترام اور توقیر میں اللہ تعالیٰ نے تجھ پر حکمت کے دروازے کھول دیئے۔

یہی بات حضرت کے رجوع الی اللہ کا ذریعہ بنی — رضی اللہ تعالیٰ عنہ و نفعنا بہ آمین — (ص: ۲۴۵)

حضرت بشر حافی کی توبہ:

حضرت بشر حافی رضی اللہ عنہ اپنے زمانہ توبہ سے قبل ایک روز اپنے معاصروں کے ہمراہ گھر میں شراب و کباب، اور نغمہ و سرود کی مجلس سجاے ہوئے تھے۔ ایک بزرگ نے دروازہ پر دستک دی۔ باندی نے دروازہ کھولا۔ بزرگ نے پوچھا۔ اس مکان کا مکین غلام ہے یا آزاد؟ باندی نے کہا، آزاد، فرمایا، سچ کہا آزاد ہے اسی لئے تو عیش و عشرت میں مگن ہے۔ اگر غلام ہوتا تو غلام جیسے کام کرتا۔ اور آداب بندگی بجالاتا۔ بشر حافی کے کانوں میں ان کی بات پڑی۔ وہ اس وقت ننگے سر ننگے پاؤں (حافی) تھے۔ اسی حالت میں دوڑ کر دروازہ پر پہنچے۔ مگر بزرگ وہاں سے جا چکے تھے۔ باندی سے ان کی ساری باتیں دریافت کیں۔ اور اسی حالت میں گھر سے نکل کر انہیں تلاش کیا۔ اور جب مل گئے تو عرض کیا کہ آپ نے جو کچھ باندی سے فرمایا تھا، پھر ارشاد فرمائیے۔ بزرگ نے اپنی بات پھر دہرائی تو بشر حافی زمین پر مرغ بسل کی طرح ٹپنے لگے۔ اپنے رخساروں کو مٹی میں مٹے اور فرماتے جاتے۔ آزاد نہیں غلام ہے غلام غلام غلام، اس کے بعد ان کا یہ حال ہوا کہ ننگے سر اور ننگے پاؤں گھومتے رہتے۔ اسی لئے لوگوں نے انہیں حافی کہا شروع کر دیا۔ لوگوں نے پوچھا آپ ننگے پاؤں کیوں رہتے ہیں، جوتے کیوں نہیں پہنتے۔

فرمایا۔ جب میں نے اللہ تعالیٰ سے مصالحت کی تھی اس وقت اسی طرح ننگے پاؤں تھا۔ تو میں مرتے دم تک اس حالت کو چھوڑنا نہیں چاہتا۔

ایک بار حضرت بشر حافی رضی اللہ عنہ سے ایک چھٹی بی بی نے کہا۔ اگر آپ دانگ کی جوتی خرید لیں تو آپ کا نام حافی نہ رہے۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہ و نفعنا بہ، آمین

(ص: ۲۴۵ — ۲۴۶)

توبہ اطاعت:

الاستاذ ابو علی دقاق علیہ الرحمہ بیان کرتے ہیں۔

ایک بار حضرت بشر حافی رضی اللہ عنہ لوگوں کے پاس سے ہو کر تشریف لے گئے تو وہ لوگ آپس میں باتیں کرنے لگے کہ یہ انسان تمام رات جاگ کر عبادت کرتا ہے۔ اور تین دن کے بعد افطار کرتا ہے۔ حضرت بشر رضی اللہ عنہ نے سنا تو رونے لگے۔ اور فرمایا — مجھے یاد نہیں کہ میں کبھی تمام شب بیدار رہا ہوں اور اگر کبھی روزہ رہتا ہوں تو اسی شام کو افطار کرتا ہوں — لیکن اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے بندہ کے کام سے زیادہ لوگوں کے قلوب میں عزت ڈال دیتا ہے — (ص: ۲۴۶)

احترام ولی کا ثمرہ:

حضرت بوعلی روزباری رضی اللہ عنہ کی ہمیشہ فاطمہ بنت احمد فرماتی ہیں۔ شہر بغداد میں دس جوان تھے۔ ان کے ساتھ دس نوخیز لڑکے بھی تھے۔ انہوں نے لڑکوں میں سے ایک کو کسی ضرورت سے بھیجا۔ اس نے لوٹنے میں تاخیر کر دی۔ یہ لوگ غضب ناک ہونے لگے۔ انہیں میں وہ ایک خر بوز مئے ہنستا ہوا آپہونچا۔ جوانوں نے دریافت کیا ایک تو تودیر سے آرہا ہے اس پر ہنستا بھی ہے۔ لڑکے نے کہا۔ میں آپ لوگوں کے لئے ایک عجوبہ لایا ہوں۔ سب نے پوچھا۔ وہ کیا؟ لڑکے نے اپنے ہاتھ کا خر بوزہ انہیں پیش کیا اور کہا۔ اس خر بوزہ پر حضرت بشر حافی رضی اللہ عنہ نے ہاتھ رکھ دیا تھا۔ اس لئے میں نے اسے بیس درہم میں خرید لیا۔ لڑکے کی بات سن کر سب نے خر بوزہ کو چوما اور اپنی اپنی آنکھوں سے لگایا۔ ان میں سے ایک نے کہا۔ حضرت بشر کو کس چیز نے اس مقام پر پہنچایا۔ کسی نے کہا۔ تقویٰ نے، سائل نے کہا۔ میں تمہیں گواہ بنا کر اللہ سے توبہ کرتا ہوں۔ اس کے بعد سب نے اسی کی طرح توبہ کی۔ کہتے ہیں کہ وہ سب مظلوس گئے اور وہیں شہادت پال — رضی اللہ عنہم — (ص: ۲۴۶ — ۲۴۷)

کارپاکاں راقیاس از خود مگیر

ایک صاحب علم و فضل بیان کرتے ہیں کہ بغداد میں ایک سوداگر تھا۔ میں اس سے ہمہ وقت صوفیائے کرام کی شان میں بدکلامی سنتا تھا۔ اس کے کچھ عرصہ بعد میں نے اسی کو صوفیائے کرام کی صحبت میں دیکھا۔ اور سنا کہ اس نے اپنی ساری دولت انہیں پر لٹا دی ہے۔ انہوں نے وجہ دریافت کی تو سوداگر نے کہا۔ میں اس وقت جو سوچ رہا تھا وہ بات نہیں تھی، مجھے اس کا علم اس طرح ہوا۔

ایک جمعہ کی نماز کے بعد میں نے حضرت بشر کو دیکھا کہ بہت جلدی میں مسجد سے نکل کر جا رہے ہیں میں نے سوچا اس شخص کو دیکھو جو بہت بڑا صوفی کہلاتا ہے۔ اور تھوڑی دیر کے لئے مسجد میں رکنا بھی نہیں۔ انہوں نے بازار جا کر ان بانی کے پاس سے نرم نرم روٹیاں خریدیں۔ میں نے سوچا صوفی صاحب کو دیکھئے نرم نرم روٹیاں لے رہے ہیں۔ اس کے بعد کباب دالے کے پاس سے ایک درہم کے کباب خریدے۔ یہ دیکھ کر براغصہ اور فزوں ہوا۔ وہاں سے وہ علوانی کی دوکان پر پہنچے اور ایک درہم کا فالودہ خریدا۔ میں نے سوچا۔ ٹھیک ہے خریدنے دو۔ جب یہ کھانے بیٹھیں گے اس وقت میں ان کا مزہ کرکڑا کر دوں گا۔ یہ سب لے کر انہوں نے جنگل کی راہ لی۔ میں نے سوچا انہیں بیٹھ کر کھانے کے لئے شاید کسی سبزہ زار کی تلاش ہے۔ میں بھی پیچھے ہی لگا رہا۔ عصر کے وقت بشر ایک قریہ میں داخل ہو کر وہاں کی مسجد میں گئے۔ جہاں ایک بیمار آدمی تھا۔ اس کے بالیں پر بیٹھ کر اسے کھانا کھلانے لگے۔ میں تھوڑی دیر اس گاؤں کی سیر کے لئے وہاں سے ٹل گیا۔ پھر جب واپس لوٹا تو بشر کو وہاں نہیں پایا۔ اس بیمار شخص سے بشر کے بارے میں پوچھا کہ وہ کہاں ہیں؟ اس نے کہا وہ بغداد چلے گئے۔ میں نے پوچھا۔ یہاں سے بغداد کتنی دوری پر ہے۔ اس نے کہا پالیس فرسخ یعنی پانچ منزل

(۱۲ میل) میری زبان سے نکلا۔ اِنَّا لَشَدَوَاتَا اِلَيْهِ رَا جُؤُن، میں نے خود پر یہ کون
 مصیبت ڈال لی۔ میرے پتے نہ اتنے پیسے ہیں کہ سواری پر جاؤں، اور نہ جسم
 میں اتنی قوت کہ پیدل چل کر پہنچوں۔ — بیمار شخص نے کہا۔ بشر کے آنے
 تک یہیں رہو۔ چنانچہ میں دوسرے جمعہ تک وہیں رہا۔ اور بشر اپنے سابقہ وقت
 پر وہاں پہنچے۔ ان کے ہمراہ وہی مریض کا کھانا تھا۔ اسے جب دکھلا چکے
 تو اس نے کہا اے ابونصر! یہ شخص گزشتہ جمعہ تمہارے ہمراہ یہاں آیا تھا۔
 اور ہفتہ بھر یہیں پڑا رہا۔ اب اسے پہنچا دو۔ — حضرت بشر نے مجھے
 جلال سے دیکھا۔ اور پوچھا میرے ساتھ کیوں آئے تھے۔ میں نے کہا ظلی ہوئی
 فرمایا۔ — چل اٹھ۔ — میں ان کے پیچھے مغرب تک چلا۔ جب شہر کے
 نزدیک پہنچے تو پوچھا۔ تیرا محلہ کون سا ہے؟ — میں نے بتایا۔ اور
 انہوں نے فرمایا۔ بہتر ہے جا، دوبارہ ایسا نہ کرنا۔ اسی وقت میں نے بارگاہ
 حق میں ان حضرات کی بدگوئی سے توبہ کر لی۔ اور ان کی صحبت اختیار کی،
 اور اب اسی پر قائم ہوں گا انشاء اللہ تعالیٰ، — رضی اللہ تعالیٰ عنہ
 وَتَقْنَابِہِ آمین — (ص ۲۴۷، ۲۴۸)

ریاضت میں تدریج کا لحاظ:

ایک بزرگ نے ریاضت و مجاہدہ کے ابتدائی دور میں خلوت اختیار کی۔ اور
 اللہ تعالیٰ سے عہد کیا کہ چالیس روز تک کچھ نہیں کھاؤں گا۔ فرماتے ہیں۔ جب
 بیس دن سے کچھ زیادہ ہوئے تو فاقہ کی سختی نے زور پکڑا، اور خواہش بڑھ گئی،
 اور میں خلوت سے نکل کر چل پڑا۔ مجھے یہ بھی ہوش نہیں کہ جا کہاں رہا ہوں۔ —
 اچانک بازار میں مجھے ایک فقیر نظر آیا، جو کبہ رہا تھا۔ میں نے اللہ تعالیٰ سے ایک
 رطل میدے کی روٹی، ایک رطل کباب، اور ایک رطل حلویے کا سوال کیا ہے
 اس فقیر کا سوال مجھے وزنی لگا۔ اور وہ اپنی وہی صدا لگاتے ہوئے بار بار میرے

غریب سے گزرتا۔ اور مجھ سے کچھ نہیں کہتا تھا۔ میں دل ہی دل میں کہتا کہ یہ عجیب آدمی ہے۔ مزے مزے کی چیزیں مانگ رہا ہے۔ ایک میں ہوں کہ صرف روٹی کے سوکھے ٹکڑے پاتا تھا بھلا، وہ بھی نہیں ملنے۔ کچھ دیر بعد اس کو اس کی مطلوبہ چیزیں مل گئیں، تو وہ نے کر میرے پاس آیا۔ اور مجھے دے کر میرے کان محرم کئے۔ پھر کہا۔

تاکس کا کام زیادہ وزنی ہے، اس کا جو عمدہ تور کر غلوت سے خواہش نفس کے لئے نکل آئے، یا اس شخص کا جو بھوکے انسان کے لئے عمدہ غذا میں بھیا کر کے لائے تاکہ اس کی قوت اور حواس بحال ہوں۔ اس کے بعد فرمایا۔

جو شخص جلد پورا کرنا چاہتا ہے اسے تدریجاً ملے کرنا چاہئے۔ یکبارگی نہ ملے کرے ورنہ بھوک لانا بھرک کر حملہ آور ہو جائے گا۔

اور کہا آئندہ ایسا نہ کرنا۔ اور مجھے چھوڑ کر چل دیا۔ ————— رضی اللہ تعالیٰ عنہما ولفنا بہما۔ آمین۔ (ص ۲۴۸)

پایا لمحوں میں منصب ابدال:

میں کے ایک شیخ کا واقعہ ہے کہ وہ مقام زبید سے ساحل کی طرف مقام اہواب کے رخ پر چلے۔ ان کا ایک شاگرد بھی ہمراہ تھا۔ راستے میں بید کا ایک جنگل ملا۔ شیخ نے لہند سے کہا۔ یہاں سے ایک بید لے لو۔ شاگرد نے شیخ کے حکم کی تابعداری کی۔ بید لے لیا۔ مگر سوچتا رہا کہ حضرت اسے کیا کریں گے؟ ————— پھر قوم سنساک نامی غلاموں کی بستی میں پہنچے، اس قوم کا یہ حال تھا کہ یہ مردار خور اور نشہ باز تھے۔ اور نماز روزہ بابت ہی نہ تھے۔ وہاں اس وقت شراب نوشی کی مجلس اجماع تھی۔ اور ————— ان کے کانے میں لگے ہوئے تھے۔ شیخ نے شاگرد سے فرمایا۔ اس طویل القامت بوڑھے شخص کو جو طلبہ پیٹ رہا ہے بلا کر لاؤ۔ ————— شاگرد نے

جا کر اس سے کہا تو وہ گردن سے پبلہ بھٹک کر آگیا پھر شاگرد کو حکم دیا کہ اسے بید کی ضرب لگاؤ۔ شاگرد نے بوڑھے شخص کو شراب کی حد شرعی لگائی۔ اور اسے اپنے آگے آگے سمندر کے کنارے تک لائے۔ اور فرمایا غسل کرو، کپڑے پاک کرو اور خود ہی اسے غسل دہارت اور وضو کا طریقہ بتایا، نماز سکھائی۔ اس کے بعد تینوں آدمیوں نے مل کر نماز پڑھی۔ امامت شیخ نے فرمائی۔ جب نماز سے فارغ ہوئے تو اپنے مصلے کو سطح سمندر پر بچا دیا۔ اور اس بوڑھے شخص سے کہا۔ آگے بڑھو۔ اس نے آگے مصلے پر قدم رکھا اور پھر بائی پر چلتے چلتے نظروں سے غائب ہو گیا۔ شاگرد نے شیخ کی خدمت میں عرض کیا۔ افسوس کہ مجھے آپ کی خدمت کرتے اتنے سال ہو گئے اور اب تک اس درجہ سے محروم ہوں۔ اور اس شخص نے چند لمحوں میں اتنا کچھ پایا۔ اور اس سے اتنی شاندار کرامت کا ظہور ہوا، شیخ نے روتے ہوئے جواب دیا۔ فرزند عزیز! میں کیا، میری حقیقت کیا؟ یہ جو کچھ ہوا سب اللہ تعالیٰ نے کیا مجھے تو حکم دیا گیا کہ فلاں مقام کے ابدال کا انتقال ہو چکا ہے اس کی جگہ فلاں شخص کو مقرر کرو۔ میں نے خادموں کی طرح صرف ارشاد کی تعمیل کی۔ خود میری آرزو تھی کہ یہ مقام مجھے مل جاتا۔ یہ تھے حضرت شیخ علی بن مرتضیٰ رضی اللہ عنہ جو حضرت شیخ کبیر محمد بن ابوالباطل کے اصحاب میں ہیں ان کی قبر عدن میں ہے۔ اور لوگ اس کی زیارت کرتے ہیں۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہ و لغنا بہ آمین۔ (س: ۲۴۸، ۲۴۹)

خود خدا جس کا باطن سنوارے:

سرزمین عدن میں مدفون حضرت شیخ کبیر جو ہر رضی اللہ عنہ کے بارے میں روایت ہے کہ آپ غلام تھے۔ آزاد ہوتے پھر بازار میں خرید و فروخت کیا کرتے تھے۔ فقرا کی محبت سے انس رکھتے تھے۔ عقیدت سے حاضری دیتے تھے۔ بڑے لکھے نہیں تھے۔ سرزمین عدن کے عظیم بزرگ حضرت سعد حداد رضی اللہ عنہ کا وقت

وصال قریب آیا تو لوگوں نے دریافت کیا۔ آپ کا جانشین کون ہوگا؟۔ فرمایا میری موت کے تیسرے روز تمام فقراء کی موجودگی میں جس کے سر پر سبز پرندہ گرے وہی میرا جانشین ہوگا۔ تیسرے روز تمام مشائخ اور فقراء قرأت اور ذکر سے فارغ ہو کر انتظار میں بیٹھے تھے۔ اور جلیل القدر مشائخ اس عظیم نعمت کو پانے کے مشتاق تھے کہ پرندہ ہم پر گرے۔ مگر پرندہ شیخ جوہر کے سر پر گرا۔ حالانکہ انہیں اس کا گمان بھی نہیں تھا۔۔۔۔۔ یہ دیکھ کر تمام بزرگ ان کی جانب دوڑ پڑے تاکہ ان کی دستار بندی ہو۔ اور انہیں سجادہٴ مشیخت پر بٹھایا جائے۔ اور خود ان کا یہ حال کہ وہ زار و قطار روتے تھے۔ اور کہتے تھے کہ میں اس کے قابل نہیں ہوں۔ میں ایک بے پڑھا لکھا بازاری انسان ہوں۔۔۔۔۔ آدابِ مشیخت اور طریقہٴ فقراء سے ناواقف ہوں۔ اور بازار کے لوگوں کے مجھ پر تقاضے ہیں۔ میں اس ذمہ داری کو کیسے نبھاسکتا ہوں۔

تمام مشائخ و فقراء نے بیک زبان عرض کیا۔ یہ آسمانی فیصلہ ہے، جو اس طرح ظاہر ہوا ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کی تعلیم و تربیت خود فرمائے گا۔۔۔۔۔ وہی جنتی وال ہے۔

شیخ جوہر نے ان لوگوں سے کہا مجھے کچھ مہلت دیں تاکہ لوگوں کے حقوق سے سبکدوش ہو آؤں، مہلت ملی۔ گھر جا کر تمام حقداروں کو ان کا حق پہنچایا۔ دوکان ختم کر دی۔ بازار ترک کر دیا۔ اور واپس آکر گوشہٴ تنہائی اختیار کیا۔ پھر ان کے پاس فترا جمع ہوئے۔۔۔۔۔ حتیٰ کہ وہ اپنے نام کی طرح حقیقی جوہر بن گئے۔ ان کے فضائل اور کرامات بہت ہیں۔ فَبَشِّرَ الصَّالِحِينَ الصَّالِحِينَ، ذَلِكُمْ فَضْلُ اللَّهِ يُؤْتِيهِ مَن يَشَاءُ وَاللَّهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيمِ۔

ما رہیں فرماتے ہیں، اور یہ کتنی پیاری بات ہے۔

اللہ تعالیٰ کا فضل اور اس کی نگاہِ کرم جس کی سرسختی کرے وہ اس سے بڑھ کر ہے جسے تدبیرِ مٹی باادب بنائے۔

نیز یہ کہ :

ساک سلوک میں چار چیزوں کا محتاج ہوتا ہے۔ ایک علم کا، جو اس کی پاسبانی کرے۔ دوسرے ذکر کا، جو اس پر یاد کرے۔ تیسرے پرہیزگاری کا، جو اس کی صیانت کرے۔ چوتھے یقین کا، جو اسے اٹلی مرتبہ تک لے جائے۔
علامہ ربیع بنی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں۔

رہایت حق جسے حاصل ہو جائے وہ ان چار چیزوں سے بے نیاز ہو جاتا ہے۔
کیونکہ وہ اسی رہایت حق کے ذریعہ صاحب علم، صاحب انس، محفوظ اور مقام بلند تک پہنچا دیا جائے گا۔ (ص : ۲۴۹ — ۲۵۰)

پہلے خود کو نصیحت :

حضرت محمد ابن سماک رضی اللہ عنہ نے ایک بار تقریر فرمائی۔ خود انہیں اپنا یہ وعظ بہت اچھا لگا۔ اس کے بعد سوئے تو خواب میں کسی نے اشعار پڑھے جن کا مفہوم یہ ہے۔

اے دوسروں کو تعلیم دینے والے خود کو یہ تعلیم کیوں نہیں دیتے۔ تو کمزور دل و بیماروں کو نسخہ بتاتا ہے حالانکہ کمزوری اور بیماری خود تجھے لاحق ہے۔ تو اپنے بیان کے ذریعہ ہماری عقل کو بھردیتا ہے۔ حالانکہ خود اس ہدایت سے عاری ہے۔ اس کام کی ابتداء اپنے نفس اور اپنی ذات سے کر اور اسے غلطیوں سے باز رکھ اگر ایسا ہوگا تو یقیناً تو حکیم حاذق ہے۔ نیز قول ۳۱، وقت مقبول اور تقریر قابل عمل ہوگی۔ اور نیری تعلیم ۷ لوگوں کو فائدہ ہوگا۔ لوگوں کو ایسے کام سے نہ روک جائے تو خود کر رہا ہے۔ اگر ایسا ہے تو یہ بڑی شرم کی بات ہے۔

خواب سے بیدار ہوئے تو قسم کھالی کہ ایک ماہ تک تقریر نہیں کروں گا۔ (فتاویٰ : ۲۵۱/۵)
ایک بار حضرت فضیل بن یاسر اور حضرت محمد ابن سماک باہم ملے تو حضرت فضیل

نے فرمایا۔

مالم دین کا معالج ہوتا ہے۔ اور مال دین کی بیماری ہے۔ اگر علاج کرنے والا ہی بیماری کو پاس بلائے تو دوسروں کا علاج کیا کرے گا۔ (ص: ۲۵۱)

لوگوں کی تباہی کا ذمہ دار:

حضرت شیخ حسن بصری رضی اللہ عنہ نے ایک مسئلہ میں فتویٰ صادر کیا۔ ایک شخص نے ان سے کہا۔ اور فقہا کا اس باب میں آپ کے خلاف فتویٰ ہے حضرت حسن بصری نے فرمایا۔

نیرا براہو تو نے فقیہ دیکھے کہاں؟ — فقیہ تو دنیا سے اجتناب کرنے والے کو کہتے ہیں۔ نیز فرمایا۔ دنیا میں پانچ قسم کے لوگ ہیں (۱) علماء وہ تو انبیاء علیہم السلام کے وارث ہیں (۲) زاہد جو ہر میں (۳) قازی — جو سیف اللہ ہیں (۴) تاجر جو اللہ کے امین ہیں (۵) بادشاہ جو خلقت کے سربراہ ہیں — عالم، اگر لالچی اور دولت کا حریص ہو جائے تو بھلا کس کی اقتدا کی جائے؟ — زاہد، خود اگر دنیا کی طرف راغب ہو جائے تو راستہ کس سے پوچھا جائے اور ہدایت کس سے ملے؟ — قازی، اگر ریاکار ہو، (اور ریاکار کا کوئی عمل مقبول نہیں) تو دشمن پر فتح کس طرح حاصل ہو؟ — تاجر، اگر خیانت کرنے لگے تو امانت داری کہاں نکالش کی جائے؟ — اور بادشاہ، اگر خود بھڑیا بن جائے تو بیکیوں کی حفاظت کون کرے؟ — واللہ! لوگوں کو برباد کرنے والے لوگ یہ ہیں۔ دین میں مداخلت کرنے والے علماء، دنیا کی رغبت کرنے والے زاہد، ریاکار نمازی، خیانت کرنے والے تاجر، اور ظالم بادشاہ، وَ سَيَعْلَمُ الَّذِينَ ظَلَمُوا أَيَّ مُنْقَلَبٍ يَنْقَلِبُونَ۔ (ص: ۲۵۱)

حضرت شیخ عبدالعزیز دیرینی رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے۔

اِذَا مَاتَ ذُو عِلْمٍ وَتَقْوَىٰ
وَمَوْتُ الْعَابِدِ الْمَرْضِيِّ نَقْصٌ
فَقَدْ ثَلِمَتْ مِنَ الْإِسْلَامِ ثَلْمُهُ
بِحُكْمِ الْحَقِّ مُنْقَضَةٌ وَقَصْمُهُ
فَمَوْتُ الْفَارِسِ الضَّرْعَاءِ هَذَا
فَلَمْ شَهِدَتْ لَهُ بِالنَّصْرِ عِزُّهُ
وَمَوْتُ فَتَى كَثِيرِ الْجُودِ مَحَلٌ
فَانْ بَقَاءُهُ خِصْبٌ وَبِقَمِهِ
فَحَبْلُكَ خَمْسَةٌ يُسَبِّحُ عَلَيْهِمُ

وَمَوْتُ الْغَيْرِ تَخْفِيفٌ وَرَحْمَةٌ (ص: ۲۵۲)

حضرت شیخ کے کلام کی ترجمانی کرتے ہوئے فقیر بدر القادری نے عرض کیا ہے

عالم متقی کی مرگ کے ساتھ
کشتی دین میں بڑا ہے شگاف
رفض کرتا ہے ہو کے خوش بلیس
بھٹتا ہے شرع مصطفیٰ کا غلاف
مرگ عابد سے صحن عالم میں
ہاؤ ہو کی صدائیں آتی کھی
ایک شب زندہ دار جب نہ رہا
کون دے گا زمین دل کو نخی
موت اک حکمران عا دل کی
پوری ملت کا اک خسارہ ہے
کیونکہ دنیا میں شاہ عدل پسند
قوم کا اک بڑا سہارا ہے
موت مرد شجاع، عنازی کی
گویا جھکنا ہے دین کا پرچم
کیونکہ تاریخ عظمت اسلام
ہوئی ہے اس کی تیغ ہی سے رقم
موت مرد سخی، دلاور کی
قوم کے حق میں خشک سالی ہے
کیونکہ اس کے غنائے باطن سے
گل بکف مسکنت کی ڈالی ہے
ایسے لوگوں کی موت پر رونا!

ما سوا ان کے بدرست کہ نہ کر،

کس کے لینے کو قبر منہ کھولے

خدا رس درویش!

حضرت شیخ عبدالعزیز درینی رحمۃ اللہ علیہ کو ان کے مریض نے جنگل میں اکٹ

فریرِ حاضری کے دوران کافی دیر تک روتے ہوئے دیکھا تو متعجب ہوئے۔ اور سبب دریافت کیا تو انہوں نے یہ واقعہ بیان کیا۔

ایک شہر میں مجھے ایک شخص سے کچھ کام تھا جس کے لئے میں سفر کر رہا تھا۔ راستے میں ایک جگہ مغرب کی نماز کے لئے مسجد میں گیا۔ وہاں ایک فقیر نماز پڑھا رہا ہے تھے۔ میں بھی جماعت میں شامل ہو گیا۔ قرات میں ان سے کچھ غلطی ہوئی جسے سن کر میں نماز ہی میں سوچنے لگا کہ جس کام کے لئے جا رہا ہوں اس سے رک جاؤں، اور انہیں کچھ قرات کی تعلیم دے دوں، یا پہلے جا کر اپنا کام کر لوں؟ — اسی جیسے بیس میں رہا اور نماز ختم ہو گئی — سلام پھیرنے کے بعد امامت کرنے والے درویش مجھ سے مخاطب ہوئے اور فرمایا۔ شیخ عبدالعزیز آپ اپنے کام کے لئے تشریف لے جائیں۔ میری قرات کی یہ غلطی ضرور سنا نہیں ہے اور آپ جس کے پاس جا رہے ہیں وہ شخص پاہر رکاب ہے مجھے تعلیم دینے کی فکر نہ کریں۔

فقیر کی یہ باتیں سن کر میں ان کے کشف پر حیران رہ گیا۔ اور ان کے کہنے کے بموجب اپنے کام کے لئے جلد چلا گیا۔ وہاں پہونچا تو واقعی وہ شخص سفر کیلئے سواری پر بیٹھ چکا تھا۔ مجھے دیکھ کر ٹھہر گیا۔ اور میرا کام کر دیا۔ اگر میں مزید تھوڑی دیر کرتا تو مقصود فوت ہو جانا۔ اس بات نے مجھے مزید حیرت میں ڈالا۔ — اور ان درویش کی محبت میں سے قلب میں زرق کر گئی — میں نے ارادہ کیا کہ حاضر ہو کر ان کی خدمت کر دوں، اور کچھ برکت سیکھوں۔ — میں نے چند روز ہی ان کی خدمت کا شرف پایا تھا کہ وہ واصل بحق ہو گئے۔ اور یہ قبر انہی مرد درویش کی ہے۔ رضی اللہ عنہ و تقنا بہ آمین۔ — (ص ۲۵۲)

محرمانِ اسرار:

ایک صاحب کا بیان ہے کہ میں شہر منیضہ میں تھا۔ وہاں دو شخص ملے جو خدا

تعالیٰ کے ساتھ خلوت کے بارے میں کلام کر رہے تھے۔ وہ لوگ وہاں رخصت ہونے لگے۔ تو ایک نے دوسرے سے کہا کہ ہمیں اپنے اس علم کا کوئی ثمرہ اور نتیجہ مرتب کرنا چاہئے تاکہ یہ ہمارے لئے مفید ثابت ہو اور ہمارے خلاف حجت نہ بنے تو باہم گفتگو کر کے یہ بات طے کی کہ مخلوق کی تیار کی ہوئی چیزیں نہیں کھائیں گے میں نے بھی ان کے ساتھ رہنے کا ارادہ کیا۔ اور ان کے ہمراہ چلا تو ان لوگوں نے فرمایا۔ تم بھی اسی شرط پر ہمارے ساتھ چل سکتے ہو۔ چنانچہ میں نے قبول کر لیا۔ اور چلا۔۔۔۔۔ کوہِ لکام پر پہنچ کر ان دونوں حضرات نے مجھے ایک غار میں بیٹھ کر عبادت کرنے کے لئے کہا۔ اور خود پہاڑ پر چڑھ گئے۔ ان لوگوں کی طرف سے میرے مقصد کی روزی مجھے ملتی رہی۔ میں ایک زمانہ تک وہاں رہا۔ پھر سوچا بہاں اس طرح کب تک پڑا رہوں۔۔۔۔۔ اب چل کر شہر طوس میں مال حلال کماؤں۔ قرآن مجید اور علم دین سکھاؤں۔ چنانچہ اس غار سے نکل کر میں طوس آگیا۔ ایک سال گزر جانے کے بعد ایک روز میں نے ان دونوں میں سے ایک بزرگ کو اپنے پاس کھڑا دیکھا وہ کہہ رہے تھے۔

تو نے وعدہ میں خیانت اور عہد شکنی کی۔ اگر ہماری طرح صبر کرتا تو جو کچھ ہمیں عطا کیا گیا تو بھی پاتا۔ میں نے پوچھا آپ لوگوں کو کیا ملا؟۔۔۔۔۔ فرمایا۔ ایک توبہ کہ ایک قدم میں مشرق سے مغرب کا فاصلہ طے کرتے ہیں۔ دوسرے پانی پر قدم رکھ کر چلتے ہیں۔ تیسرے جب چاہتے ہیں لوگوں کی نظر سے غائب ہو جاتے ہیں۔ یہ کہہ کر غائب ہو گئے۔ میں نے کہا اس ذات کی قسم جس نے آپ کو یہ کمال بخشا، مجھ پر ظاہر ہو جائے۔ میرا دل سچا ہے۔ وہ پھر ظاہر ہوئے، اور پوچھا کیا بات ہے؟۔۔۔۔۔ میں نے عرض کیا، کیا میں اپنے حال پر لوٹ سکتا ہوں۔ ٹھیک!۔

کوئی بھی اپنی امانت خیانت کرنے والے کو نہیں سونپتا۔ اور یہ اشعار پڑھے۔
 مَنْ سَادَ رَوْحَهُ فَاَبْدَى السَّيِّئِ مِثْلَهُ لَعْنًا مُنْذَرَةً عَلَى الْاَسْرَادِ مَا عَاشَا

جب کسی سے اسرار بیان کئے گئے اور اس نے انہیں مشہور کر دیا۔ پھر زندگی بھر اسے اسرار کا امین نہیں بناتے۔

وَابْعَدُوهُ وَلَمْ يُعَذِّبْهُمْ وَأَبْدَلُوهُ مَكَانَ الْإِنْسِ بِحَاشَا
اور اسے اپنے سے دور کر دیتے ہیں اور قرب کی سعادت نہیں بخشے اور اس کے انس کو دشت سے بدل دیتے ہیں۔

وَمَنْ أَنَا هُمْ بِهِمْ لَمْ يَخْجِبُوهُ بِهِ حَاشَا وَلَاهُمْ مِنْ ذَلِكَ حَاشَا
اور جو ان کے پاس ان ہی کے وسیلے سے حاضر ہو تو اس سے محبوب نہیں رکھتے اور ان لوگوں کی محبت اس جہاں سے پاک ہے پاک۔

فَكُنْ بِهِمْ وَلَهُمْ فِي كُلِّ نَائِبَةٍ إِلَيْهِمْ مَا بَقِيَ الدَّهْرَ حَاشَا
ہر معیت و معاشرت کا امین انہی کا ہو رہے، اور ان سے زندگی بھر خوشی مناتا رہے،
رضی اللہ عنہم و نفعنا بہم آمین۔ (ص: ۲۵۲)

صلاحیت بھی تو پیدا کرے دلِ نادال؛

یوسف بن حسین رحمۃ اللہ علیہ اپنا واقعہ بیان کرتے ہیں۔
مجھے کسی طرح یہ بات معلوم ہوئی کہ حضرت ذوالنون مصری رضی اللہ عنہ کو امِ اعظم کا علم ہے۔ چنانچہ میں نے مکہ معظمہ سے مصر کا سفر کیا۔ اور مجھے حضرت سے وہاں کے ایک لنگر خانے میں شرفِ ملاقات ملا۔ اس وقت میرے چہرے پر لمبی ڈاڑھی تھی۔ ایک لنگی باندھے، ایک اوڑھے، تسمہ دار جو تپا پیٹے، اور ہاتھ میں بڑا سا ٹوٹا اٹھائے ہوئے تھا۔ اس حال میں مجھے دیکھ کر شاید انہیں کہت ہوئی۔ میں نے جب سلام کیا تو انہوں نے مجھے تحقیر سے دیکھا۔ خندہ پیشانی کے ساتھ نہیں پیش آئے۔ میں نے دل میں سوچا میں کہاں آگیا۔ میں ان کے قریب بیٹھ گیا، اور ساتھ رہنے لگا۔ چند روز بعد ان کے پاس ایک شخص آیا جس نے ان سے مناظرہ کیا۔ اور بات میں ان پر غالب آگیا۔ مجھے یہ دیکھ کر دکھ ہوا،

چنانچہ میں نے اس سے بات شروع کی۔ اور مناظرہ میں اسے خاموش کر دیا۔
 اس کے بعد میں نے اس مناظرے مزید دقیق علمی کلام کیا، جو اس کے پتے بھی
 نہیں پڑا۔ حضرت ذوالنون یہ دیکھ کر متحیر ہوئے۔ اور اپنی جگہ سے ہٹ کر
 پاس آئے، حالانکہ وہ مجھ سے بڑے تھے۔ اور فرمایا میں نے تمہارا علمی مقام نہیں
 جانا، اور عذر خواہی کی۔ اور مزید فرمایا۔ اب تم میرے نزدیک سب
 سے معزز ہو۔ اس کے بعد یہ حال ہوا کہ اپنے مریدوں میں سب سے زیادہ مجھے
 نوازتے تھے۔ اسی طرح میں پورا ایک برس ان کی صحبت میں رہا۔ ایک روز
 میں نے عرض کیا۔ استاذ محترم! میں ایک مسافر آپ کی خدمت
 میں ایک سال سے ہوں۔ اب اہل و عیال سے ملنے کو جی چاہتا ہے۔ اب
 آپ پر میرا کچھ حق بھی ہے۔ اور آپ نے میرے حالات کا بھی جائزہ لے لیا ہے
 اور مجھے اچھی طرح سے جان گئے ہیں۔ مجھے پتہ چلا ہے کہ آپ کے پاس ائمہ عظم
 کا علم ہے۔ اگر ایسا ہے تو مجھے تعلیم فرمائیں۔ میری بات سن کر حضرت خاموش
 رہے، کوئی جواب نہیں دیا۔ مجھے یہ گمان ہوا کہ آئندہ کبھی سکھا دیں گے۔
 اس طرح پھر چھ ماہ گزرے۔ ایک روز فرمایا۔ اے ابویقوب! میرے سلاں
 دوست جو فلاں جگہ خیمہ میں رہتے ہیں تم انہیں جانتے ہو؟ میں نے
 عرض کیا جی ہاں! اس کے بعد میرے پاس ایک سینی لے کر آئے جس پر خوان پوش
 پڑا تھا۔ اور ڈھکن سے بند تھا۔ فرمایا یہ ان کے پاس خیمہ میں پہونچا دو۔ میں نے
 لباق جب ہاتھ میں اٹھایا تو بہت ہلکا تھا جیسے اس میں کوئی چیز نہ ہو۔ میں
 جب انگر خانہ اور خیمہ کے درمیان پہونچا تو سوچا کہ حضرت ذوالنون ایک
 شخص کے پاس سینی میں ہدیہ بھیج رہے ہیں حالانکہ اس میں کچھ معلوم نہیں ہوتا
 میں تو پہلے کھول کر دیکھوں گا کہ ہے کیا؟ جب میں نے خوان
 ہٹا کر ڈھکن کھولا فوراً اس میں سے ایک چوہا نکلا اور بھاگ گیا۔ یہ دیکھ کر مجھے
 غصہ آیا۔ اور میں نے سوچا۔ انہوں نے مجھ سے مذاق کیا۔ اور

میں نے یہ خیال نہیں کیا کہ ان کا مقصد کیا تھا میں اسی عالم غضب میں لوٹا۔ وہ بات سمجھ گئے۔ مجھے دیکھ کر مسکرانے لگے۔ اور فرمایا۔

يَا مَجْنُونُ اسْتَمْنَنْتُ عَلَى فَارِثٍ فَخَسَّنْتَ فِكْرَكَ كَيْفَ اَنْتَ مَنَّكَ عَلَى
اسْمِ اللّٰهِ الْاَعْظَمِ فَهَ عَنِّي فَاَنْ تَعْلَ وَلَا اَدَاثَ بَعْدَ هَذَا۔

اے بے عقل! میں نے نبرے پاس ایک چوہا امانت رکھا۔ تو نے اس میں خیانت کی۔ تو بھلا اللہ تعالیٰ کا اسم اعظم نیری امانت میں کیسے دوس بکل بہا سے اور اب سے میں تجھے نہ دیکھوں۔

اس کے بعد میں وہاں سے لوٹ آیا — (ص: ۲۵۳ — ۲۵۴)

ایک راہب:

حضرت عمر بنانی علیہ الرحمہ نے ایک راہب کو قبرستان میں دیکھا، جس کے دونوں ہاتھوں میں کنکریاں تھیں۔ داسنے ہاتھ میں سفید اور بائیں ہاتھ میں سیاہ انہوں نے پوچھا یہاں کیا کرتے ہو؟ — اس نے کہا۔ میں جب اپنے دل میں کیفیت نہیں پاتا ہوں تو یہاں آجاتا ہوں — اور یہاں اگر عبرت و نصیحت حاصل کرتا ہوں۔ پوچھایہ کنکریاں کیسی ہیں؟۔ اس نے جواب دیا۔ جب کوئی نیکی کرتا ہوں تو سفید کنکری کالی میں ڈال دیتا ہوں۔ اور جب گناہ صادر ہوتا ہے تو سیاہ کنکری سفید میں ڈالتا ہوں۔ شام کو اگر نیکیوں کی تعداد زیادہ دیکھتا ہوں تو افطار کرتا ہوں اور اپنا وظیفہ پڑھتا ہوں۔ اور اگر گناہ کی زیادتی ہوتی ہے تو نہ کچھ کھاتا ہوں، نہ پیتا ہوں۔ (ص: ۲۵۴ — ۲۵۵)

عشق نے خاک کر دیا عقل کی کائنات کو:

حضرت ذوالنون مصری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ میں نے حضرت شیبان مجنون رضی اللہ عنہ سے ملاقات کی۔ — اور اپنے حق میں دعا کی درخواست

کی۔ انہوں نے دعا فرمائی، اللہ تعالیٰ تمہیں اپنے قرب کا انس مرحمت فرمائے اور جیخ مار کر بہوش ہو گئے۔ روز بعد انہیں ہوش آیا — اس وقت انہوں نے یہ شعر پڑھا۔

إِنَّ ذِكْرَ الْحَبِيبِ هَيْجٌ شَوْقِي ثَغْرُ حُبِّ الْحَبِيبِ أَذْهَلَ عَقْلِي

ذکر حبیب نے میرے شوق کو بھڑکا دیا۔ پھر اس کی محبت نے میری عقل گم کر دی انہیں کے یہ اشعار بھی ہیں۔

تَرَى الْمُحِبِّينَ صَرَعِي فِي دِيَارِهِمْ كَفَيْتَهُ الْكَهْفَ لَا يَدْنُوْنَ كَمْ لَبَسُوا

ماشوقوں کو محبوب کے دیار میں گرے پڑے ہوئے دیکھو گے جیسے اصحابِ کہف جنہیں بہت نہیں غار میں کتنا ٹھہرے؟

وَاللّٰهُ لَوْ حَلَفَ الْعُشَّاقُ اَنْهُمْ قَتَلُوْا مِنَ الْحُبِّ يَوْمَ الْبَيْنِ مَا حَنُّوا

بخدا! اگر عشاق قسم کھائیں کہ وہ فراق کے روز محبت کے مقول ہیں، تو وہ حاش نہیں ہوں گے۔ (ص: ۲۵۵)

گریہ اشتیاق:

ایک شخص حضرت علامہ ابن زیاد رضی اللہ عنہ کے پاس حاضر ہوا۔ اور کہا مجھے خواب میں نظر آیا کہ ایک آنے والے نے کہا۔ علامہ سے مل کر کہو کہ کب تک روتے رہو گے؟ — جب کہ تمہاری مغفرت کی جا چکی ہے۔ یہ سن کر آپ اور رونے لگے اور فرمایا۔ اب مجھ پر حق ہے کہ آرام سے نہ بیٹھوں۔ (ص: ۲۵۵)

حضرت جنید بغدادی رضی اللہ عنہ نے سیدنا آدم علی نبینا السلام کو خواب میں دیکھا کہ آپ رورہے ہیں۔ پوچھا حضور! کیوں رورہے ہیں؟ — کیا، اللہ تعالیٰ نے آپ کی مغفرت کر کے پھر جنت میں بلانے کا وعدہ نہیں فرمایا؟ سیدنا آدم علیہ السلام نے حضرت جنید رضی اللہ عنہ کی بات سن کر انہیں ایک قہ غایت فرمایا۔ اور وہ جب بیدار ہوئے تو قہ ان کے ہاتھ میں تھا، اس پر روم تھا۔

أَحْصِرُنِي بِالنَّارِ نَارِ مِنَ النَّوَى وَنَارِ النَّوَى نَارُ أَحَدٍ مِنَ النَّاسِ
کیا تو مجھے آتشِ فراق میں جلاتا ہے۔ حالانکہ جدائی کی آگ اس آگ سے زیادہ
تیز ہے۔

شَغِفْتُ بِجَارٍ لَا يَذِيرُ سَكَنَتَهَا عَلَى الْجَارِ ابْنِي لَا عَلَى سَكَنَتِ الدَّارِ
میں صاحبِ خانہ کا عاشق ہوں اس مکان کا نہیں، جس میں سکونت پذیر تھا۔
تو اس گھر والے کی وجہ سے روتا ہوں، گھر کی سکونت کے باعث نہیں۔

وَلَوْ لَعَيْدُنِي بِالزُّجُوعِ إِلَى الْمَنَى هَلَكْتُ وَلَكِنْ نِلْتُ بِالْوَعْدِ وَطَارَى
اور اگر اس تنہائی کی جانب دوبارہ لوٹا تو مجھ سے وعدہ نہ فرماتے تو میں کب
ہلاک ہو جاتا۔ مگر میں نے وعدہ کے ذریعہ بہت سے مقاصد حاصل کر لئے۔

(ص ۲۵۵، ۲۵۶)

اندازِ اطاعت:

حضرت سالم الحداد رضی اللہ عنہ ابدال میں تھے۔ شیخ فتح موصلی رضی اللہ عنہ کے
پاس ان کی آمد و رفت ہوتی تھی۔ ان کا یہ حال تھا کہ جب اذان سنتے تو چہرے
نئی حالت بدل جاتی۔ رنگ پیلا پڑ جاتا، بچپن ہو جاتے، اور دوکان کھلی چھوڑ کر
نماز کے لئے تشریف لے جاتے۔ اور اشعار پڑھتے جن کا مفہوم یہ ہے۔

نیرا منادی جب آواز دیتا ہے تو سب سے بڑے مولا کی ہیکار قبول کرتے ہوئے
میں فوراً کھڑا ہو جاتا ہوں، جس مالک و مولا کا کوئی مثل نہیں — وہ جب
بلاتا ہے تو قبولیت کے کان سے سُنا ہوں اور فرماں برداری کو پہنچ جاتا ہوں
حالت یہ ہوتی ہے گویا ایک نشہ لاری ہوتا ہے۔ اور اے مہربان! لبیک کہتا
ہوں، خوف و ہیبت کی وجہ سے میرا رنگ زرد پڑ جاتا ہے۔ اور ہر کام چھوٹ
جاتا ہے۔ اور اس مالک و مولا کا کام شروع ہو جاتا ہے۔ قسم ہے تمہارے حق
کی، تمہارے ذکر کے سوا مجھے کوئی شے لطف نہیں دیتی۔ اور تمہارے غیر کی بات
میرے منہ میں کبھی مزہ نہیں دیتی — زمانہ ہمارے تمہارے مائین

کب اجتماع کرے گا۔ اور یہ مشتاق تو دھال ہی سے خوشی پائے گا، جس کی آنکھوں نے تمہارے جمال کا مشاہدہ کیا۔ وہ تمہارے ہی شوق میں مرے گا،
جڑ تیرے ہرگز اطمینان نہیں پائے گا (ص ۲۵۶)

محبوب نے پکارا نادان اٹھ کھڑا ہو ناز و نیاز الفت کا کچھ تو حق ادا ہو
محبوب کا منادی آواز دے رہا ہے آجائے مجھ سے ملنے جو صاحب فدا ہو

وہ دل جو پائے ذکر محبوب کی حلاوت

دنیا کی لذتوں سے سیری پھر اس کو کیا ہو؟ بدر

گناہوں سے پاک اعمالنامہ:

حضرت شیخ فتح موصلی رضی اللہ عنہ کے بارے میں ان کے ایک مصاحب کی روایت ہے کہ میں ایک روز حضرت کی خدمت میں حاضر ہوا۔ تو آپ رو رہے تھے اور آنکھوں سے زرد رنگ کے آنسو بہ رہے تھے۔

عرض: یا سیدی! خدا کا واسطہ کیا آپ خون کے آنسو رو رہے تھے؟
حضرت فتح: واں اگر تم قسم نہ دلاتے تو میں نہیں بتاتا۔ میں آنسو بھی رویا، اور خون بھی رویا۔

عرض: حضرت آنسو رونے کا سبب؟

حضرت فتح: وہ رونا خدا کے تعالیٰ کے حق سے کوتاہی کے باعث تھا۔

عرض: اور خون کے آنسو رونے کی وجہ؟

حضرت فتح: وہ اس لئے کہ شاید میرے آنسو ناقابل قبول ہوں۔

راوی کہتے ہیں کہ جب حضرت کا انتقال ہو گیا تو میں نے انہیں خواب میں دیکھا پوچھا۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کے ساتھ کیا کیا؟

حضرت فتح: مجھے بخش دیا اور فرمایا۔ اے فتح تم کیوں رو رہے تو میں نے عرض کیا۔ تیرے حق سے کوتاہی اور دوری کے باعث ————— پھر پوچھا۔ اور خون

کے آنسو کیوں روئے؟ — میں نے عرض کیا۔ مالک و مولا اس لئے کہ ہو سکتا ہے میری گریہ و زاری نامقبول ہو۔ فرمایا اے فتح ان سب سے تیرا کیا مقصد تھا؟ میری عزت و جلال کی قسم! تیرے محافظ فرشتے چالیس برس تک ترا اعمال نامہ میسر پاس لاتے رہے۔ اور اس میں ایک بھی گناہ نہ ہوتا۔ (ص ۲۵۶، ۲۵۷)

خلوت نشین:

حضرت ذوالنون مصری رضی اللہ عنہ کو جبال بیت المقدس کی سیر کے دوران ایک بزرگ ملے جو خوف و امید کے منظر تھے۔ سلام کے بعد انہوں نے پوچھا کہاں سے آمد ہو رہی ہے؟ — فرمایا، دیار انس سے، اور کہاں جا رہے ہیں؟ فرمایا، طمانیتِ نفس کی جانب، اس کے بعد اشعار پڑھے جن میں کا ایک یہ ہے۔
 دمن هجدا الخلق كلهم ونخلني فھو بالله طيب الخلوات
 جو خلعت کو چھوڑ کر خلوت گزیں ہوا۔ وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ اچھی خلوت کا حامل

ہے۔ — (ص ۲۵۷)

کانٹوں کے پیر میں کھجور:

جنگل میں ایک شخص نے ایک بزرگ کو دیکھا جو ایک خاردار درخت کے گرد گھوم گھوم کر کھجوریں توڑ کر کھا رہے تھے۔ اس نے سلام کیا اور بزرگ نے جواب دے کر فرمایا۔ آؤ گھاؤ۔ وہ سواری سے اتر کر درخت کے پاس آیا۔ اس نے بھی چند کھجوریں توڑیں۔ — مگر وہ اس کے ہاتھ میں پہنچتے ہی کانٹا بن جاتی تھیں، بزرگ دیکھ کر مسکرائے اور کہا۔

انسوس! اگر تو خلوت میں اس کی اطاعت کرتا تو وہ جنگل میں ضرور نچے کجور کھلاتا۔ — رضی اللہ عنہ و نفعنا بہ آمین۔ — (ص ۲۵۷)

بہول کے درخت سے کھجور:

حضرت ذوالنون مصری رضی اللہ عنہ اپنے معاصیین کے ہمراہ جنگل میں ایک بہول کے درخت تلے تشریف فرما تھے۔ ایک صاحب نے کہا کیا اچھا ہوتا اگر اس پیڑ میں کھجوریں ہوتیں۔ حضرت ذوالنون نے فرمایا، کھجوریں کھانے کو جی چاہتا ہے تو لو کھاؤ، یہ کہہ کر درخت کو ہلایا، اور فرمایا اے درخت تجھے تیرے خالق کی قسم! لذت کھجوریں گرا۔ چنانچہ بہول کے اس پیڑ سے عمدہ قسم کی کھجوریں جھڑنے لگیں۔ اور لوگوں نے پیٹ بھر کھایا اور سو رہے۔ وہی صاحب کہتے ہیں کہ بیدار ہونے کے بعد ہم نے ہلایا تو کانٹے گرے۔ (ص: ۲۵۸، ۲۵۹)

رُمانہ العابدین:

حضرت محمد بن مبارک صوری رحمۃ اللہ علیہ کا بیان ہے۔ میں حضرت ابراہیم بن ادم کے ہمراہ بیت المقدس کے راستے میں ایک انار کے پیڑ تلے فیلولہ کے وقت مصروف نماز تھا۔ پیڑ کی جڑ سے آواز آئی۔

اے ابواسحاق! ہم سے کچھ تنا دل کیجئے، اور ہماری قدر افزائی فرمائیے۔ یہ آواز تین مرتبہ آئی۔ حضرت ابراہیم بن ادم رضی اللہ عنہ نے سن کر سر جھکا لیا۔ درخت سے پھر آواز نکلی۔ اے محمد آپ سفارش کر دیں کہ ہم سے کچھ کھالیں حضرت محمد حضور! آپ نے کچھ سنا؟

حضرت ابراہیم نے فرمایا۔ ہاں! اور اس درخت سے دو انار توڑے، ایک خود تنا دل فرمایا۔ دوسرا مجھے دیا۔ میں نے کھایا تو انار ترش تھا۔ ابھی وہ پیڑ بھی چھوٹا ہی تھا۔ بیت المقدس کی زیارت سے واپسی پر ہم نے دیکھا کہ وہ درخت بہت بڑا ہو گیا ہے۔ اس کے پھل بھی میٹھے ہو گئے ہیں۔ اس میں دوبار انار پھلتے تھے۔ بعد میں اس درخت

تے مابین ٹھہرا کر رہے تھے۔ اور اس کا نام رمانہ العابدین پڑ گیا۔ (ص: ۲۵۸)

مخالفتِ نفس کا ثمرہ:

ایک بزرگ سمندری سفر کر رہے تھے ان کی بیوی ہمراہ تھیں۔ سمندر میں کشتی ٹوٹ گئی۔ بزرگ اور ان کی اہلیہ لکڑی کے ایک تختہ پر زندہ رہ گئے۔ اسی عالم میں ان کی بیوی کے بطن سے بچی پیدا ہوئی۔ بیوی نے کہا۔ پیاس سے میری جان نکل رہی ہے۔ بزرگ نے کہا وہ ہمارا حال دیکھ رہا ہے۔ اتنے میں دیکھا کہ فضا میں ایک شخص پرواز کرتے ہوئے آیا۔ اس کے ہاتھ میں سونے کی زنجیر تھی، جس میں سرخ یا قوتی پیالہ لٹک رہا تھا۔ جس میں پانی تھا۔ انہوں نے کہا لو پیو، میں نے پیالہ لے لیا۔ اور دونوں میاں بیوی نے سیراب ہو کر پیا۔ پیالہ کا پانی برف سے ٹھنڈا، شہد سے میٹھا، اور مشک سے خوشبودار تھا۔

بزرگ! (اے پانی لانے والے) اللہ تم پر رحم فرمائے تم کون ہو؟

میں تمہارے مالک کا بندہ ہوں۔

بزرگ! اس مقام رفیع تک کیوں کر پہنچے۔

رفائے حق کے لئے میں نے خواہشاتِ نفس کو ترک کر دیا۔ تو اس نے مجھے ہوا پرستِ علما فرمائی۔

یہ کہہ کر وہ نگاہوں سے اوجھل ہو گیا۔ اور پھر نظر نہیں آیا۔ (ص: ۲۵۸)

ریت کا ستو:

ایک بزرگ سلطان میں تھے۔ ان کے پاس ایک نوجوان آتا جاتا، ادب باتیں کرتا تھا۔ اور باتوں سے فارغ ہو کر نماز میں مشغول ہو جاتا۔ ایک روز وہ بزرگ کے پاس آیا اور کہنے لگا اجازت دیجئے میں اسکندریہ کا قصد کر رہا ہوں۔ بزرگ کچھ دور اسے پہنچانے کے لئے گئے۔ اور چند درہم دینے لگے۔ مگر اس نے لینے

سے انکار کر دیا۔ بزرگ نے جب بہت اصرار کیا تو اس نے اپنے لوٹے میں زمین سے ریت ڈال کر بانی میں ملائی۔ اور اس پر کچھ ٹپڑھا تو وہ گھلا ہوا شکر آمیز ستو بن گیا۔ اس کے بعد کہتا جس شخص کا یہ حال ہو اسے تمہارے درہموں کی کیا حاجت، اور یہ شعر پڑھا۔

بِحَقِّ الْهَوَىٰ يَا أَهْلَ وَدَىٰ تَفَهَّمُوا لِسَانٌ وَجُودٌ بِالْوَجْدِ غَرِيبٌ

حَرَامٌ عَلَىٰ قَلْبٍ تَعْرِضَ لِلْهَوَىٰ يَكُونُ لَغْوًا الْحَقُّ فِيهِ نَصِيبٌ

محبت کی قسم! اے میرے دوستو کچھ لو، زبانی وجود، وجود حقیقی کے ساتھ نادر ہے جو عشق کے درپے ہے اس پر حرام ہے کہ اس کے قلب میں غیر حق کا کچھ بھی حصہ ہو

پانی کا چشمہ وریشے کا پیالہ: (ص ۲۵۸ — ۲۵۹)

شیخ ابو زراب بخشی رضی اللہ عنہ کے ہمراہ ان کے مریدین مکہ معظمہ جا رہے تھے، شیخ عام راستے سے ہٹ کر ایک کنارے تشریف لے گئے تو ایک مرید نے عرض کیا: حضور! میں بہت پیاسا ہوں۔ شیخ نے زمین پر پانی کی ضرب لگائی فوراً میٹھے پانی کا چشمہ ابل پڑا۔ مرید نے عرض کیا، حضور میں پیالہ میں پینا چاہتا ہوں۔ شیخ نے زمین پر ہاتھ مارا اور نہایت خوبصورت شیشے کا پیالہ نکل آیا، راوی کہتے ہیں۔ اس نے خود پیا۔ اور میں بھی پلایا۔ اور وہ پیالہ ہمارے ساتھ مکہ معظمہ تک رہا۔ (ص ۲۵۹)

کنکریاں ہیرا بن گئیں:

امیر یعقوب بن لیث کو ایک ایسی بیماری لاحق ہوئی جس کے علاج سے اہلکار عاجز آ گئے۔ لوگوں نے اسے بتایا کہ تمہارے ملک میں فلاں جگہ ہل بن عبد اللہ نام کا ایک صالح انسان رہتا ہے۔ شاید اس کی دمار سے شفا ہو۔ انہیں بلوایا گیا۔ اور یعقوب بن لیث نے ان سے دعا کی درخواست کی۔ انہوں نے فرمایا

نہارے حق میں کسی کی دعا کیسے قبول ہو جب کہ تیری قید میں کتنے مظلوم گرفتار ہیں۔
 یعقوب نے حکم دیا فوراً تمام قیدیوں کو رہا کر دیا جائے۔ قیدیوں کی آزادی
 کے بعد شیخ بول دھاگو ہوئے۔

اے اللہ جس طرح تو نے اسے گناہوں کی ذلت دکھائی، اب اسی طرح اطاعت
 کی عزت دکھا۔ اور اس کی بیماری دفع فرما۔

اس کے بعد یعقوب اچھا ہو گیا۔ اس نے خوشی میں شیخ کو بہت سامان اور دولت
 دینا چاہا مگر انہوں نے لینے سے انکار کر دیا۔ کچھ لوگوں نے کہا۔ اگر آپ
 وہ نئے کمرے کو دیدیتے تو بہتر ہوتا۔ اس وقت آپ جنگل میں تشریف فرما تھے۔
 آپ نے زمین کی کھدائیوں پر ایک نظر جو ڈالی تو سب جواہر بن گئیں۔ پھر فرمایا جس کو
 اتنی دولت حاصل ہے کیا وہ یعقوب بن لیث کے مال کا محتاج ہے؟ (ص ۲۵۹)

کنکر یا سونا بن گئیں،

سعید بن یحییٰ اصری رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میں حضرت عبدالواحد بن زید
 رضی اللہ عنہ کے پاس حاضر ہوا۔ وہ ایک درخت کے سائے میں تشریف فرما تھے۔
 عرض کیا۔ اگر آپ اپنے لئے وصیت رزق کی دعا فرماتے تو امید ہے قبول ہوتی فرمایا،
 اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی بھلائی بہتر جانتا ہے۔ اس کے بعد زمین سے مٹھی بھر کنکری
 اٹھائی اور کہا۔ اے اللہ! اگر تو چاہے تو اسے سونا بنا دے۔ سعید کہنے
 میں نے دیکھا کہ سب سونا بن گئیں انہیں میری طرف پھینک دیا۔ اور فرمایا تو
 انہیں اپنی ضرورت میں خرچ کر دے۔ جو کچھ آخرت کے لئے ہو، دنیا میں اس کے
 علاوہ کوئی خیر نہیں۔ (ص ۲۵۹ — ۲۶۰)

جواہرات کا جنگل،

شیخ ابو علی سندھی رضی اللہ عنہ ابو زید کے مکان پر تشریف لائے۔ ان کے

پاس ایک توشہ دان تھا۔ اسے کھولا تو اس میں سے ہیرے جواہر نکلے۔ انہوں نے پوچھا۔ آپ یہ کہاں سے لے آئے؟ فرمایا۔ میں ایک جنگل میں گیا تو وہاں یہ چراغ کی طرح چمک رہے تھے۔ میں نے ان میں سے اتنے لے لئے۔ (ص: ۲۶۰)

غیرت فقر:

شیخ ابو بکر کتانی علیہ الرحمہ مکہ معظمہ کے راستے میں ٹھک کر چور تھے۔ ناگہاں ان کی نظر ایک پھیلی پر پڑی، جس میں درہم چمک رہے تھے۔ انہوں نے سوچا اٹھا لوں درہم بچل کر مکہ شریف کے فقیروں پر خرچ کر دوں۔ غیب سے آواز آئی۔

اگر تو نے اسے یا تو ہم تجھ سے تمہاری ولایت چھین لیں گے۔ (ص: ۲۶۰)

حضرت حبیب عجمی رضی اللہ عنہ کی مزدوری:

حضرت حبیب عجمی رضی اللہ عنہ کی زوجہ بتداءً نہایت بد خلق تھیں۔ ایک دن کہنے لگیں تم نے اتنی عبادت کی مگر خدا نے کچھ کٹائش نہ فرمائی، جا کر محنت مزدوری کرو اور کسی کی خدمت کر کے کچھ کماؤ۔ حضرت گھر سے نکل کر جنگل میں گئے۔ اور دن بھر عبادت میں مشغول رہے۔ شام کو لوٹے تو دل میں بیوی سے شرمسار اور متفکر تھے۔

بیوی، مزدوری کہاں ہے؟

حضرت حبیب: میں نے جس کی مزدوری کی ہے وہ بہت کرم ہے اس نے جلد مزدوری طلب کرنے میں مجھے شرم آئی۔

اس طرح کئی روز گزر گئے۔ ہر روز جنگل میں جا کر عبادت کرتے، اور شام کو گھر آجاتے، اور بیوی سے کہتے مجھے اجرت مانگتے تو مجھے شرم محسوس ہوتی ہے۔ آخر

جنگ آکر،

بیوی: آج باتو اس سے کام کی مزدوری لے کر آنا، یا وہ کام چھوڑ کر کسی دوسرے کی مزدوری کرنا۔

حضرت حبیب: تم فکر نہ کرو میں آج مزدوری طلب کر کے آؤں گا۔
بیوی کو اس طرح تسلی دے کر حضرت نے بھر جنگل کی راہ لی۔ اور حسب معمول دن بھر عبادت میں مشغول رہے۔ — شام کو گھر لوٹتے ہوئے پھر قدم رکھنے لگے اور بیوی کے سوالات کا خیال آیا۔ اور اس کی بد مزاجی سے خائف تھے۔ مگر گھر کے دروازہ پر پہنچے تو دیکھا کہ چوہے کا دھواں اٹھ رہا ہے۔ اور دسترخوان آراستہ ہے۔ اور بیوی بہت خوش ہے۔ آپ کو دیکھا تو کہا۔ واقعی اس نے کربوں جیسی مزدوری بھیجی ہے۔ اور اس کے قاصد نے مجھ سے کہا۔

حبیب سے کہہ دو کام میں مزید محنت کرے۔ اور یہ جان لو کہ ہم مزدوری میں تاخیر مال نہ ہونے یا کجھوسی کے باعث نہیں کرتے۔ اپنی آنکھیں ٹھنڈی اور اپنا دل خوش رکھو۔

اس کے بعد بیوی نے دیناروں سے بھری ہوئی کئی تھیلیاں دکھائیں جنہیں دیکھ کر حضرت حبیب علی رضی اللہ عنہ بہت روئے۔ اور فرمایا۔

اے میری شریک زندگی! یہ مزدوری اس کریم نے بھیجی ہے جس کے ہاتھ میں زمین و آسمان کے تمام خزانے ہیں۔ بیوی نے حضرت کی بات سنی تو توبہ کی اور قسم کھائی کہ پھر کبھی انہیں ایسی اذیت نہ دے گی۔ (ص ۲۹۰)

خداوندی رسالہ ہے:

شہر بصرہ میں ایک عابد رہتے تھے۔ ایک روز وہ لکڑیوں کا گھر خریدنے کے ارادے سے چلے۔ راستے میں ایک مسجد سے اقامت کی آواز آئی۔ فوراً مسجد کی جانب مڑ گئے۔ اس وقت انہیں ایک تھیلی پڑی نظر آئی۔ اس پر

لکھا تھا۔ اس میں سودنار ہیں۔ انہوں نے اسے نظر انداز کیا۔ اور نماز پڑھ کر لکڑی کا گٹھا خریدا، اور گھملائے۔ گٹھا کھولا تو سودناروں والی تھیلی بھی اس گٹھے سے نکلی۔۔۔ اسی وقت آسمان کی طرف منہ اٹھا کر کہنے لگے۔

خداوند! جس طرح تو بندوں کا رزق فراموش نہیں کرتا۔ اسی طرح بندے کو توفیق دے کہ تیرے ذکر کے وقت وہ ذکر کو نہ بھولے۔

پھر اپنے نفس کو مخاطب کر کے کہا۔

اگر تو اس کی عبادت میں مشغول ہوتا، اور نافرمانی سے خود کو بچاتا تو اس کی عظیم مہربانیوں کے جلوے دیکھتا۔ (ص ۱۰۶۱)

حیرت انگیز سیدب:

ایک شخص کو حضرت شیخ ابوالخیر علیہ الرحمہ نے دو سیدب دیئے۔ اس شخص نے سوچا میں انہیں نہیں گھاؤں گا تبرک بنا کر رکھوں گا۔ چنانچہ اس نے ایسا ہی کیا کئی کئی فالتے کرنے کے باوجود اس نے سیدب کو جیب میں رہنے دیا۔ اور کھایا نہیں۔۔۔ مگر ایک مرتبہ بھوک نے بہت شدت اختیار کر لی۔ تو ایک سیدب نکال کر کھالیا۔ دوسرا سیدب نکالنے کے لئے جب جیب میں ہاتھ ڈالا تو جیب میں ایک کے بجائے دو سیدب موجود تھے۔۔۔ پھر اس شخص کا یہ معمول بن گیا کہ جیب سے نکالتا رہا کھاتا رہا۔ اور جیب میں دو کے دو سیدب موجود ہوتے۔ وہ ایک بار شہر موصل گیا، وہاں اس کا گرا ایک دیران مقام پر ہوا، جہاں اس نے کسی مریض کو اپنے کی آواز سنی۔۔۔ وہ کہہ رہا تھا مجھے سیدب کھانے کی خواہش ہے حالانکہ وہ سیدبوں کا موسم نہیں تھا۔ اس نے جیب سے سیدب نکال کر مریض کو کھلائے، جس کے فوراً بعد ہی اس کا انتقال ہو گیا۔ اس وقت یہ عقد کھلا کہ شیخ ابوالخیر نے سیدب اس مریض کے لئے عطا کئے تھے۔

اہل رضا:

حضرت ذوالنون بمصری رضی اللہ عنہ کی مسجد میں ایک خراسانی جوان ایک ہفتہ رہا۔ حضرت اس کے لئے روز کھانا حاضر کرتے، مگر وہ کھانا لوٹاتا رہا۔ ایک روز ایک سائل آیا۔ اس سے خراسانی جوان نے کہا۔ تو اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہوتا تو وہ تجھے مخلوق سے بے نیاز رکھتا۔ سائل بولا، میرا یہ منصب کہاں؟۔ جوان نے کہا۔ اچھا یہ بناؤ، تم کیا چاہتے ہو؟۔ مجھے تو بس جان بچانے کے لئے غذا، اور جسم ڈھلپنے کے لئے کپڑا چاہئے۔ خراسانی جوان نے محراب کے پاس کھڑے ہو کر دو رکعت نماز پڑھی۔ اس کے بعد ایک نابھوڑا یہودوں سے لبریز ایک طباق سائل کو لا کر دیا۔ حضرت ذوالنون رضی اللہ عنہ نے اس سے پوچھا۔ اے بندہ خدا! اللہ تعالیٰ کے نزدیک تیرا یہ مقام ہے۔ اور تو نے ہفتہ بھر سے کچھ تناول نہیں کیا؟۔

جوان: (دوڑا تو بیٹھ کر) اے ابوالفیض! جن کے تلوٰبِ رضا کے نور سے لبریز ہوں ان کی زبان سوال کے لئے کیسے کھل سکتی ہے؟۔
حضرت ذوالنون: کیا اہل رضا سوال نہیں کرتے؟۔

جوان: کوئی ناز و داد کی وجہ سے طلب کرتا ہے، کوئی توبہ کے لئے، اور کوئی دوسروں پر لطف و کرم کے لئے مانگتا ہے۔ اتنے میں نماز کی اقامت ہو گئی۔ اور اس نے ہمارے ساتھ نماز داد کی — اور لوٹاے کر باہر چلا۔ میں نے خیال کیا کہ رفع حاجت کے لئے جا رہا ہے مگر اس کے بعد وہ دوبارہ نظر نہیں آیا۔ رضی اللہ عنہ ولفغایہ آمین۔ (ص ۲۶۲)

اونٹ کا گوشت:

حضرت ابراہیم بن ادہم رضی اللہ عنہ کے ہمراہ بزرگوں کی ایک جماعت سمندر کے ساحل پر تھی۔ قریب ہی جنگل بھی تھا، جہاں خشک لکڑیاں تھیں۔ درویشوں

نے کہا۔ اگر ہم رات کو یہاں رہیں تو ان سوکھی لکڑیوں کو جلا سکتے ہیں۔ حضرت نے فرمایا۔ اگر تم چاہتے ہو تو یہیں رک جاتے ہیں۔ چنانچہ لوگوں نے آگ روشن کی اور جو روٹیاں باس تھیں انہیں آگ پر سینک کر کھانے لگے۔ ان میں سے کسی نے کہا یہ آگ تو گوشت بھوننے کے لائق بہت اچھی ہے۔ حضرت نے سنا تو فرمایا۔ اللہ تعالیٰ تمہیں کھلانے پر قدرت رکھتا ہے۔

اتنے میں لوگوں نے دیکھا کہ ایک شیر ایک اونٹ کو دوڑائے لئے آ رہا ہے۔ اور ان لوگوں کے قریب ہی آکر اونٹ گر گیا۔ اس کی گردن ٹوٹنے لگی حضرت نے فرمایا۔ اسے ذبح کرو، یہ خدائے تعالیٰ نے تمہیں کھانے لئے بھیجا ہے۔ ہم نے ذبح کیا اور اونٹ کا گوشت بھون کر کھایا۔ اور شیر کھرا دیکھتا رہا۔

یا قوت کا پیالہ اور چاندی کی مسواک، (ص: ۲۶۲)

حضرت ابراہیم خراسانی علیہ الرحمہ نے فرمایا۔ کسی ویران مقام پر مجھے وضو کی ضرورت ہوئی تو میں نے دیکھا کہ ایک پانی سے لبریز یا قوت کا پیالہ، اور ایک چاندی کی مسواک جو ریشم سے نرم تھی رکھی ہوئی ہے۔ میں نے مسواک کی اور وضو کر کے وہاں سے روانہ ہوا۔

آپ ہی فرمایا کہ ایک سفر کے دوران کئی روز تک مجھے کوئی جاندار نظر نہیں آیا، یہاں تک کہ میں نے کسی پرندے کو بھی نہیں دیکھا۔ ناگہاں ایک آدمی آیا اور مجھ سے کہا۔ اس درخت سے کہو کہ اس میں دینار پھلیں۔ میں نے اس کے حکم کی تعمیل کی، مگر دینار نہیں پھلے۔ پھر اس نے خود کہا۔ اے درخت دیناروں سے بھر جا۔ اچانک اس کے تمام پھل دینار بن کر ٹھکنے لگے۔ میں اس شخص کو دیکھنے کے لئے مڑا تو وہ غائب تھا۔ اور پھر درخت کو دیکھا تو اس پر دینار بھی نہیں تھے، رضی اللہ تعالیٰ عنہ ولفعا بہ آمین۔ (ص: ۲۶۲ — ۲۶۳)

ترک توکل کا وبال :

ایک بزرگ اپنے ساتھی کے ہمراہ ایک پہاڑ پر عبادت میں مشغول تھے۔ ساتھی گھاس اور پتوں پر گزرتا تھا۔ اور بزرگ کے پاس روزانہ ایک ہرنی آتی۔ اور انہیں اپنا دودھ پلا جاتی۔ بزرگ اور وہ ساتھی کچھ دوری پر گوشہ گیر تھے۔ ایک روز وہ ساتھی بزرگ کے پاس آیا اور کہا۔ قریب میں کچھ دھنسانی لوگ خیمہ زن ہیں آئیے ان کے پاس چلیں۔ شاید ان سے ہمیں کچھ دودھ وغیرہ مل جائے۔ بزرگ نے منع کیا، مگر ساتھی نہیں مانے۔ بالآخر دونوں بدویوں کے پاس گئے۔ ان لوگوں نے کھانا کھلایا۔ پھر دونوں اپنے اپنے مقام پر لوٹ گئے۔ مگر اس روز کے بعد سے ہرنی جو روزانہ بزرگ کو دودھ پلانے آتی پھر کبھی نہیں آئی بزرگ فرماتے ہیں کہ مجھے معلوم ہے کہ یہ میری اس خطا کے باعث ہوا کہ میں ہرنی کے دودھ سے غذا حاصل ہونے کے باوجود اس پر فاع نہ رہا۔

حضرت علامہ باغی فرماتے ہیں۔

یہاں گناہ کے تین اسباب ہیں ① توکل سے خدوج، جس میں وہ داخل ہو چکے تھے ② طمع اور ترک قناعت ③ غیر طیب غذا کا کھانا۔ انہی وجوہات کی بنا پر اس خاص رزق حلال سے محرومی ہوئی، جس رزق کو اللہ تعالیٰ نے محض اپنی بخشش و عطا سے جاری کیا تھا تاکہ کرامتِ اولیاء کا اظہار فرمائے۔ اس پاک خدا کے لئے شک بھی پاک ہی ہونا چاہئے تھا۔ اور انہوں نے اس ظرف کو ایسی گندگی سے آلودہ کیا، جس کی صفائی استغفار کے غسلِ غلے میں بنتِ مادیق کے صابون، اور توبہ کے پانی سے دھو کر اوپر سے آبِ توکل بہانے کے بغیر نہیں ہو سکتی، جو غسلِ خانہ کہ شبِ آخر کے کنارے واقع ہو۔ پھر آنکھوں کے پانی سے صاف کیا جائے جس میں وفا کے گلاب چھڑکاو ہو جس پر آیاتِ قرآنہ اور احادیثِ نبویہ پڑھی جائیں۔ اور دل کے کان او

قلب کے یقین سے سماعت ہو۔ پھر کہیں جا کر وہ نجاست دور ہو سکتی ہے۔
وَمَنْ يَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ فَهُوَ
حَسْبُهُ۔ کے لئے کافی ہے۔

لَوْ تَوَكَّلْتُمْ عَلَى اللَّهِ حَتَّىٰ تَوَكَّلَهُ لَرَزَقَكُمْ كَمَا يَرْزُقُ الطَّيْرَ
تَقْدُزُ إِخْصَاءًا وَتَرَوْحُ بِطَانًا۔ (ص ۲۶۳۱ — ۲۶۳۲)

اگر تم اللہ پر توکل کرتے جو توکل کا حق ہے۔ تو نہیں وہ رزق پہونچاتا جس طرح
پرندوں کو روزی پہونچاتا ہے کہ خالی پیٹ صبح کو گھونسلے سے نکلتے ہیں۔ اور
پیٹ بھر کر واپس ہوتے ہیں۔

ہر آنکھ خدا کے لئے نم ہوتی نہیں ہے ہر اک کے لئے اشک بہانا نہیں ہوتا
ہر قلب تجلی گو محبوب کہاں ہے؟ ہر دل میں توکل کا ٹھکانا نہیں ہوتا

حرم دنیا کی نجاست کو بھارا جائے، صدق اور توبہ سے پھر دل نکھارا جائے
رنگِ صفت کا رہے عشق و وفا کی خوشبو قلب یوں حق کے لئے اپنا سنوارا جائے

اندھی چڑیا سے عبرت؛

حضرت ذوالنون مصری رضی اللہ عنہ ایک گاؤں کی جانب جا رہے تھے۔
راستے میں ایک مقام پر سو رہے۔ جب بیدار ہوئے تو انہوں نے ایک اندھی
چڑیا درخت سے گرتی دیکھی۔ اسی وقت زمین شق ہوئی۔ اور اس میں سے
دو دھڑیل برآمد ہوئیں۔ ایک سونے کی، دوسری چاندی کی، ایک طشتی میں
تیل رکھے ہوئے تھے اور دوسری میں گلاب یا خالص پانی تھا۔ چڑیا نے تیل گھا
لکا کر پانی سے پیاس بجھائی۔ شیخ فرماتے ہیں۔

یہ دیکھ کر مجھے عبرت و نصیحت ہوئی۔ اور میں نے اپنے مولا کے در کو مضبوطی
سے پکڑ لیا حتیٰ کہ اس نے مجھے قبول فرمایا۔ (ص ۲۶۳۱ — ۲۶۵)

درس توکل:

فصلوں کی کٹائی کا زمانہ تھا، کسان کھیتوں میں مشغول تھے۔ ایک نیک بخت شخص اس زمانے میں رزق کی تلاش میں اپنے گوشہ سے نکلا۔ راستہ میں بارش ہونے لگی تو وہ ایک جگہ رک گیا۔ جہاں سے ایک فار نظر آیا۔ اس نے دیکھا کہ اس کے اندر ایک اندھا عقاب پڑا ہوا ہے۔ نیک مرد نے سوچا یہ عقاب کہاں سے کھانا پیتا ہوگا۔ اتنے میں اس نے دیکھا کہ ایک کبوتری بارش سے بھاگ کر اس غار میں پھنسے کے لئے داخل ہوئی۔ اور اتفاقاً عقاب پر گر پڑی۔ عقاب نے اسے اپنے پنجہ میں لے لیا، اور کھا گیا۔ نیک مرد یہ واقعہ دیکھ کر وہیں سے توکل کے ساتھ اپنے گوشہ میں لوٹ آیا۔ (ص ۲۶۴ — ۲۶۵)

ڈاکو نیک بن گئے:

کردستان میں ڈاکوؤں کا ایک سردار تھا۔ اس نے بیان کیا کہ ایک روز ہم لوگ لوٹ مار کی نیت سے ایک جگہ بیٹھے ہوئے تھے۔ اس جگہ میں کھجور کے درخت تھے مگر صرف ایک پر پھل لگے ہوئے تھے۔ میں نے دیکھا ایک چڑیا پھل دار پٹر سے کھجور منہ میں لے کر دوسرے پٹر پر جاتی ہے۔ اس چڑیا نے اس طرح دس بار چکر لگایا۔ میرے دل میں جستجو ہوئی کہ کھجور چڑیا کھجور سے جا کر کسے کھلاتی ہے۔ درخت پر چڑھ کر جب دیکھا تو ایک اندھا سائب منہ کھولے بیٹھا تھا۔ اور چڑیا کھجور لا کر اسی کے منہ میں ڈالتی تھی۔ یہ دیکھ کر مجھے رونا آگیا اور میں نے کہا۔

یا رب العالمین! یہ وہ موزی جانور ہے جس کے قتل کا حکم تیرے محبوب رسول سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیا ہے۔ جب وہ اندھا ہو گیا تو، تو نے اس کی روئے پہنچانے کے لئے چڑیا کو متعین فرما دیا۔ اور میں تیرا بندہ تیری

وحدانیت کا معترف ہو کر لوٹ مار میں پھنسا ہوں۔

اسی لمحہ میرے دل میں یہ بات اتری کہ اے شخصِ توبہ کا دروازہ کھلا ہوا ہے، میں نے اپنی تلوار توڑ ڈالی، اور توبہ توبہ چلاتے ہوئے وہاں سے بھاگا۔ اس وقت غیب سے آواز سنائی دی۔ اے بندے میں نے تیری توبہ قبول کی۔ ڈاکوؤں کا سردار اپنے ساتھیوں کے پاس آیا۔ اور انھیں سارا دانہ کھہر سنا یا۔ اور کہا میں راندہ درگاہ تھا۔ مگر اب رحمتِ خداوندی نے مجھے پناہ دیدی ہے۔ اور میں نے اطاعت پر صلح کر لی ہے۔ ساتھیوں نے بھی اپنے سردار کا اتباع کیا۔ اور اپنی اپنی تلواریں توڑ کر رہزنی کے کپڑے اتار پھینکے۔ اور مکہ معظمہ کا قصد کر کے سب نے احرام باندھا۔ تین شبانہ روز چلنے کے بعد جب لوگ ایک گاؤں پہنچے تو وہاں انہوں نے ایک نابینا ضعیفہ کو پایا۔ اس نے پوچھا تم لوگوں میں فلاں نام کُردی ہے؟ (اور اس نے ان کے سردار کا نام لیا) سردار نے کہا ہاں! وہ میں ہوں۔

ضعیفہ میرے بیٹے کا انتقال ہو چکا ہے۔ یہ سب اس کے کپڑے رکھے ہیں، میں تین روز سے متواتر حضورِ سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھتی ہوں۔ سرکارِ کاکم ہے کہ یہ تمام کپڑے میں تمہیں دوں۔

اس طرح ڈاکوؤں نے سچی توبہ کر کے حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم کی بشارت کے ذریعہ صالحیت کے لباس پہنے۔ اور انہیں پہن کر حرمینِ طیبین کی جانب روانہ ہوئے۔ رضی اللہ عنہم ولفغانہم آمین (ص ۱۶۵)

دیناروں کی بارش:

حضرت عبدالواحد بن زید رضی اللہ عنہ کی مجلس میں قریش کے کچھ شرفا بٹھا کرتے تھے۔ ایک روز ان میں سے کسی نے کہا ہم لوگوں کو ننگدستی کی وجہ سے تباہی اور موت کا اندیشہ ہے۔ حضرت نے آسمان کی جانب نگاہ اٹھا کر دعا کی۔

اللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ بِاسْمِکَ المَرْفِیعِ الَّذِیْ تُکْرِیْمُ بِهِ مَنْ شِئْتَ
مِنْ اَوْلِیَائِکَ وَتُجَلِّسُهُ الصِّفَیَّ مِنْ اَحْبَابِکَ اَنْ تَرُدُّ قُلُوبَنَا بِرِزْقِ
مِنْ لَدُنْکَ السَّاعَةِ تَقْطَعُ بِهِ عِلَاقَتِ الشَّیْطَانِ مِنْ قُلُوبِنَا وَ
قُلُوبِ اَصْحَابِنَا اِنَّکَ اَنْتَ الْحَنَّانُ الْمُنَانُ الْقَدِیْمُ الْاَحْسَنُ
اللّٰهُمَّ السَّاعَةَ السَّاعَةَ السَّاعَةَ۔

اے اللہ میں تجھ سے سوال کرنا ہوں تیرے اس اسم رفیع کے وسیلہ سے جس سے
تو ضرور راہ لیا رہی ہے جسے چاہتا ہے نوازنا ہے اور وہ نام اپنے برگزیدہ بندے
کے دل میں بہا کر فرماتا ہے۔ تو اسی وقت ہمیں ایسا رزق عطا فرما جس سے شیطان
خیالات میرے اور میرے دوستوں سے دور ہو جائیں۔ بیشک تو احسان فرمانے
والا، قدیم الاحسان ہے۔ اے اللہ ابھی — ابھی — ابھی۔

اسی وقت حاضرین نے چھت شق ہونے کی آواز سنی اور دیناروں کی بارش
ہونے لگی۔ پھر حضرت نے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ پر توکل کر کے غیر خدا سے بے نیاز
ہو جاؤ۔ پھر آپ نے حکم دیا کہ یہ سب دینار اٹھا لو۔ ان لوگوں نے لے لے
اور حضرت نے خود کچھ نہیں لیا۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہ و نفعنا یہ آمین۔

(ص: ۲۶۵ — ۲۶۶)

دعائے والدین کی کرامت:

اللہ تعالیٰ نے حضرت سلیمان علیہ السلام کو وحی فرمائی کہ سمندر کے کنارے جاؤ
اور قدرت الہیہ کا مشاہدہ کیجیے۔ حضرت اپنے معاصجین کے ساتھ تشریف لے گئے
مگر انہیں کوئی ایسی شے نظر نہیں آئی۔ آپ نے ایک جن کو حکم دیا کہ سمندر میں غوطہ
لگا کر اندر کی خبر لاؤ۔ حضرت نے غوطہ لگایا مگر کچھ نہ پایا۔ اور واپس آکر عرض
کیا اے اللہ کے نبی! میں نے غوطہ لگایا مگر سمندر کی تہ تک نہیں پہنچ سکا، اور نہ
کوئی شے دیکھی۔ حضرت سلیمان علیہ السلام نے اس قوی جن کو غوطہ خوری
کا حکم فرمایا مگر وہ بھی نامراد واپس آیا۔ فرق یہ ہے کہ اس سے دو گنی مسافت تک

اندر گیا۔ اب آپ نے اپنے وزیر آصف بن برخیا رضی اللہ عنہ کو سمندر میں اترنے کا حکم دیا۔ انہوں نے تھوڑی دیر میں ایک سفید کاوری قبۃ لاکر حضرت سلیمان علیہ السلام کی خدمت میں حاضر کیا، جس میں چار دروازے تھے۔ ایک دروازہ موتی کا، دوسرا باقوت کا، تیسرا ہیرے کا اور چوتھا زمر کا، چاروں دروازے کھلے ہونے کے باوجود اندر سمندر کے پانی کا ایک قطرہ بھی داخل نہیں ہوا تھا۔ حالانکہ قبۃ سمندر کی نہ میں تھا۔ حضرت سلیمان علیہ السلام نے ملاحظہ فرمایا کہ اس کے اندر ایک خوبصورت جوان صاف ستھرے کپڑے پہنے ہوئے نماز میں مشغول ہے۔ آپ قبۃ کے اندر تشریف لے گئے۔ اور اسے سلام کرنے کے دریافت فرمایا اس سمندر کی نہ میں تم کیسے پہنچ گئے؟ اس نے جواب دیا۔

اے اللہ کے نبی! میرے ماں باپ معذور تھے اور میری ماں نابینا تھیں میں نے ان دونوں کی ستر سال تک خدمت کی۔ میری ماں کا جب انتقال ہونے لگا تو اس نے دعا کی خداوند! اپنی لماعت میں میرے فرزند کو مردار عطا فرما۔ اسی طرح جب میرے باپ کا وصال ہونے لگا تو انہوں نے دعا کی۔ پروردگار میرے بیٹے کو ایسی جگہ عبادت میں لگا جہاں شیطان کا دخل نہ ہو سکے۔ میں اپنے والد کو دفن کر کے جب اس ساحل پر آیا تو مجھے یہ قبۃ نظر آیا۔ اس کی خوبصورتی کا مشاہدہ کرنے کے لئے میں اس کے اندر چلا گیا۔ اتنے میں ایک فرشتہ وارد ہوا۔ اور اس نے قبۃ کو سمندر کی نہ میں اتار دیا۔

حضرت سلیمان علیہ السلام نے اس سے دریافت کیا۔ تم کس زمانے میں یہاں آئے۔ نوجوان نے جواب دیا۔ سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے زمانے میں۔ حضرت سلیمان علیہ السلام نے جان لیا کہ اسے دو ہزار سال ہو گئے ہیں مگر وہ اب تک بالکل جوان ہے۔ اور اس کا بال بھی سفید نہیں ہوا ہے۔ حضرت سلیمان علیہ السلام، تم وہاں کھاتے کیا ہو؟

نوجوان، اے اللہ کے نبی! ایک سبز برندہ روزانہ اپنی چوہ میں سر برابر

کی ایک زرد چیز لے کر آتا ہے میں اسے کھا لیتا ہوں۔ اور اس میں نیسا کی تمام نعمتوں کا لطف ہوتا ہے۔ اس سے میری بھوک بھی مٹ جاتی ہے اور پیاس بھی رفع ہو جاتی ہے۔۔۔۔۔ اس کے علاوہ گرمی سردی، زہند سستی، غنودگی اور ناموسی و وحشت یہ تمام چیزیں مجھ سے دور رہتی ہیں۔

حضرت سلیمان علیہ السلام: جب تم ہمارے ساتھ بیٹھنا چاہتے ہو یا تمہیں تمہاری جگہ پہنچا دیا جائے؟۔

نوجوان: حضور! مجھے میری ہی جگہ بھجوا دیں۔

حضرت سلیمان علیہ السلام نے حضرت آصف رضی اللہ عنہ کو حکم فرمایا: ادا انہوں نے قبۃ اٹھا کر پھر سمندر کی تہ میں پہنچا دیا۔

اس کے بعد حضرت سلیمان علیہ السلام نے لوگوں کو مخاطب کر کے فرمایا۔

اللہ تم پر رحم کرے دیکھو والدین کی دعا کتنی مقبول ہے۔ ان کی نافرمانی نہ پجو،

(ص ۲۶۶ — ۲۶۷)

جن کو حق سے قرار ملتا ہے:

شیخ ذوالنون مصری رضی اللہ عنہ راوی ہیں۔ اللہ تبارک و تعالیٰ کی طرف

سے حضرت موسیٰ علیہ السلام پر وحی آئی۔

اے موسیٰ! اس پزندہ کی طرح زندگی گزار دو جو اکیلے رہتا ہے۔ درختوں سے اپنی

روزی لیتا ہے۔ خالص پانی یا یہ کہ نہر کا پانی پیتا ہے۔ رات کے وقت کسی غار

میں پناہ لے لیتا ہے۔ اس لئے کہ اسے مجھ سے محبت اور میرے نافرمانوں

سے نفرت ہے۔ اے موسیٰ! یہ میری قسم ہے کہ کسی عمل کے دعویدار کا عمل پورا

نہیں ہونے دوں گا۔ اور جو میرے علاوہ کسی سے امید رکھتا ہے۔ اس کی امید

کاٹ ڈالوں گا۔ اور جو غیر اللہ پر اعتماد کرے گا اس کی پشت توڑ دوں گا۔ او

جو غیر اللہ سے انس رکھے گا اسے طویل وحشت میں گرفتار کر دوں گا۔ اور جو

غیر سے محبت کرے گا اس سے کنارہ کش ہو جاؤں گا۔ اے موسیٰ! میرے کچھ

بندے ایسے ہیں کہ وہ اگر مجھے پکارتے ہیں تو میں ان کی طرف تو جھڑپا ہوں میری جانب چلتے ہیں تو انہیں اپنے نزدیک کرتا ہوں۔ میرا تقرب تلاش کرتے ہیں تو جام و مال پلاتا ہوں، اور کفایت کرتا ہوں۔ مجھے سرپرست بناتے ہیں تو سرپرستی قبول کرتا ہوں۔ اگر مجھ سے غلصۂ محبت کرتے ہیں تو میں بھی اسی طرح پیار کرتا ہوں۔ عمل کرنے میں تو بدلہ دیتا ہوں۔ ان کے معاملات کی میں ہی تدبیر فرماتا ہوں۔ ان کے دلوں کی نگہداشت کرتا ہوں۔ ان کے حالات کی سرپرستی کرتا ہوں۔ میں نے ان کے قلوب کی تسلی صرف اپنے ذکر سے فرمادی ہے۔ ذکر ہی ان کے امراض کا علاج ہے۔ ذکر ہی سے ان کے قلوب میں روشنی ہے۔ میرے علاوہ وہ کسی سے انس اختیار نہیں کرتے۔ اور اپنے قلوب کی مثل میرے پاس بناتے ہیں۔ اور انہیں میرے سوا قرار بھی نہیں آتا۔ — اللہ تعالیٰ ہمیں بھی ان بندگان خاص سے ملحق فرمائے آمین (ص ۲۶۸، ۲۶۹)

انقطاع و کیسوی:

حضرت فضیل بن عیاض رضی اللہ عنہ مسجد میں تشریف فرما تھے ایک شخص آپ کے پاس آیا۔ سلام کر کے بیٹھا، آپ نے دریافت فرمایا۔ کیوں آئے ہو؟ اس نے کہا۔ اے ابو علی! آپ سے انس کے لئے آیا ہوں۔

فرمایا، یہ انس تو ہوا نہیں، یہ تو زری وحشت ہوئی۔ خیر اب تو بتا تو یہاں سے جاتا ہے یا میں خود چلا جاؤں، وہ چلا گیا۔

حضرت ابراہیم بن ادہم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

تو اگر خود کو ہمہ وقت توبہ کے آئینے میں دیکھتا رہے تو معصیت کی قباحت تجھ پر عیاں ہو جائے گی — (ص ۲۶۸)

انہی کا ارشاد ہے۔

لوگوں سے پہچان کم کرو، جن لوگوں سے جان پہچان نہیں ہے۔ ان سے پہچان

نہ پیدا کرو۔ اور جن سے ہے ان سے بھی کنارہ کشی کرو۔ اور جس طرح خونخوار
دزدے سے دور رہتے ہو، اسی طرح لوگوں سے بھاگو۔ جمعہ اور جماعت سے
کبھی پیچھے نہ رہو۔

ایک بزرگ نے فرمایا۔

تم انجان لوگوں سے پہچان پیدا کرنا چاہتے ہو، اور ہم پہچان والوں سے انجان
بننے میں ————— (ص: ۲۶۸)

میں نے سوچا مجھے اچھا سا کوئی دوست ملے
وادی سنگ نظر آئی مجھے ہرستی جو ملادل کو نیازِ خشم لگانے والا
حضرت علامہ یافعی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں۔

جو کچھ حضرت ابراہیم بن ادہم وغیرہ نے فرمایا یہ سلف صالحین کے دو مذہبِ فکر
میں سے ایک ہے۔ وہ حضرات تنہائی کو سلامتی کا ذریعہ خیال فرماتے ہیں تاکہ عباد
کے لئے فراغت رہے۔ اور یں جوں کے بعد جو لوگوں کے حقوق ہو جاتے ہیں
ان سے نجات رہے۔

اور بعض صوفیہ کرام نے ملنے جلنے کو رد رکھا ہے جیسا کہ ظاہرِ احادیث میں صالحین
کی صحبت میں بیٹھنے کی ترغیب ہے۔ اور نیک لوگوں سے ملنے جلنے کو آخرت کے لئے
سو مند بتایا گیا ہے ————— خود فرمانِ رب العالمین ہے۔

الْأَخْلَافُ يَوْمَئِذٍ لِّبَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ إِلَّا الْمُتَّقِينَ (الزخرف ۶۷)

اس روز دوست باہم دشمن ہوں گے، مگر متقی حضرات کہ وہ دوست ہی رہیں گے۔

حضرت احمد بن حواری رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا گیا کہ نجات کا راستہ کیا
ہے؟ ————— تو فرمایا جعت! ہمارے اور اس راستے کے درمیان بے شمار
گھاٹیاں ہیں، جو محض اس طرح سر ہو سکتی ہیں کہ بڑی سرعت سے سفر ہو۔ اللہ تعالیٰ
سے اپنا معاملہ درست کیا جائے ————— اور مشغول کرنے والے تعلقات کو ختم کیا
جائے ————— رضی اللہ عنہم و تقناہم، آمین ————— (ص: ۲۶۸)

شیر نے بات مان لی:

حضرت ابراہیم بن ادہم رضی اللہ عنہ اپنے معاصیین کے ساتھ تشریف فرمائے۔ کچھ لوگ پریشاں حال مجلس میں آئے اور پہننے لگے حضور والا! ایک شیر ہمارے راستے میں آگیا ہے۔ حضرت وہاں تشریف لے گئے اور شیر سے فرمایا۔

ابو الحارث! اگر تجھے ہمارے لیے میں کوئی حکم ہوا ہے تو اس پر عمل کر، اور اگر اس نہیں ہے تو راستے سے ہٹ جا۔

حضرت کی بات سن کر شیر وہاں سے چلا گیا۔ جاتے ہوئے دل گرفتہ چلاتا جا رہا تھا۔ پھر آپ نے لوگوں کو یہ دعا تلقین فرمائی کہ نیند سے اٹھنے کے بعد اسے پڑھ لیا کرو۔
 اللَّهُمَّ اخْرِسْنَا بَعِينِكَ الَّتِي لَا تَنَامُ وَاحْفَظْنَا بِذِكْنِكَ الَّذِي لَا يُرَامُ وَارْحَمْنَا بِقَدْرَتِكَ عَلَيْنَا فَلَا تُهْلِكْ وَأَنْتَ ثَقُفْنَا وَدَجَّأْنَا۔

اے اللہ! تو اپنی چشم غائب سے جسے کبھی نیند نہیں، ہماری نگہبانی فرما۔ اور اپنی اس پناہ سے جس کا قصد کوئی کر ہی نہیں سکتا، ہماری حفاظت فرما۔ اور اپنی قدر سے ہم پر رحم کر کیونکہ تجھ پر بھروسہ اور امید کرنے کے بعد ہم ہلاک نہیں ہوں گے۔

(ص ۲۶۹)

شیر کی روٹیاں:

حضرت ابراہیم خواص رضی اللہ عنہ دوپہر کو کسی جنگل سے گزر رہے تھے، اچانک ایک بڑا شیر نظر آیا۔ حضرت نے رٹائے الہی کے تابع رہنے کا قصد کر لیا۔ تھوڑی دیر میں شیر ان کے قریب پہنچ گیا مگر وہ لنگڑا کر چل رہا تھا۔ ایک آواز نکالتے ہوئے قریب پہنچ کر بیٹھ گیا۔ اور زخمی پاؤں حضرت کی گود میں رکھ دیا۔ حضرت نے دیکھا کہ سر سوجا ہوا ہے۔ اور زخم کے اندر مواد پیپ ہے۔ انہوں نے ایک نوک دار لکڑی سے زخم صاف کر کے اس پر کپڑے کی ایک ٹپی باندھ دی۔ اور شیر چلا گیا۔

حضرت فرماتے ہیں کہ میں نے ایک ساعت دیکھا کہ شیر آ رہا ہے اور اس کے ساتھ اس کے دو بچے بھی دم ہلاتے چلے آ رہے ہیں۔ اور ان کے ساتھ دو درویشا ہیں، جو انہوں نے مجھے لاکر دیں۔ (ص ۲۶۹)

حضرت ابراہیم خواص رضی اللہ عنہ مکہ معظمہ کے راستے میں ایک دیران مقام پر تھے۔ ناگہاں انہیں ایک بہت بڑا درندہ نظر آیا جسے دیکھ کر حضرت ابراہیم خوفزدہ ہو گئے۔ فرماتے ہیں اسی وقت ہاتھ نے آواز دی۔

فاطمہ جمع رکھو تمہارے گرد ستر ہزار فرشتے حفاظت پر مقرر ہیں۔ (ص ۲۶۹)

شیر کی گوشمالی :

حضرت سیفان ثوری اور شبیان راغی رضی اللہ عنہما حج کے لئے تشریف لے جا رہے تھے۔ حضرت سیفان فرماتے ہیں اچانک ہمارے راستے میں ایک شیر آگیا۔ حضرت سیفان، (شبیان راغی سے مخاطب ہو کر) اس کے کو آپ دیکھ رہے ہیں، جو سامنے آ رہا ہے۔

حضرت شبیان: ڈرو نہیں!
اور حضرت شبیان کی آواز سن کر شیر کتنے کی طرح دم ہلانے لگا۔ اور ان کو خوش کرنے لگا۔ اور حضرت شبیان نے اس کا کان گرم کیا۔
حضرت سیفان، شبیان: آخر یہ سب کیا ہے؟

حضرت شبیان: کچھ بھی نہیں سیفان، اگر مجھے شہرت کا اندیشہ نہ ہوتا تو اپنا زاد سفر اس کی پشت پر لا کر مکہ معظمہ لے جانا۔

ایک بزرگ کے بارے میں روایت ہے کہ وہ پہاڑ پر رہتے تھے جب بارش ہوتی یا انہیں سردی لگتی تو کئی شیر جمع ہو کر انہیں پلٹا لیتے اور ان کے جسم کو گرمی فراہم کرنے۔ (ص ۲۶۹)

شیر چپا ننا ہے عارف کو :

ایک صانعِ مرد اپنے نفس پر ناراض ہوئے۔ اور فرمایا آج میں تجھے ہلاکت کی جگہ ڈالوں گا۔ ان کا قیام شیروں کے جنگل سے قریب تھا وہ اٹھے اور شیر کے دذخوں کے درمیان جا کر بیٹ گئے۔ تھوڑی دیر بعد شیر منہ میں گوشت لئے ہوئے آیا مگر جب بزرگ کو دیکھا تو گوشت منہ سے رکھ کر الگ جا بیٹھا۔ اس کے بعد شیرنی بھی منہ میں گوشت کا ٹوٹھرا لئے آئی اور انہیں دیکھا تو گوشت رکھ کر غزاتی ہوئی جھپٹی۔ مگر شیر نے اسے روک دیا۔ اور وہ بھی ایک جانب جا بیٹھی۔ اور دونوں نے انہیں کوئی اذیت نہیں دی۔ البتہ کچھ دیر بعد شیر نے اپنے بچوں کو ایک ایک کر کے بزرگ کے پاس سے آہستہ آہستہ اٹھایا اور شیرنی کی طرف یکے بعد دیگرے پھینک دیا۔ یقیناً اللہ تعالیٰ کی اپنے دوستوں پر خاص کرم نوازی اور مہربانی ہے۔ رضی اللہ عنہم و تغنا بہم، آمین۔ (ص ۲۶۹، ۲۷۰)

اصلاح باطن :

فقہار کی ایک جماعت کسی بزرگ کی زیارت کو گئی، ان کے سچے نماز پڑھی تو ان کی قرارت میں غلطی پا کر فقہار کی عقیدت زائل ہو گئی۔ رات کو سوئے، تو سب کو اجھلام ہوا۔ صبح اندھیرے منہ تالاب کے کنارے کھڑے آثار کر سب فقہار ٹھنڈے پانی سے غسل کے لئے داخل ہوئے۔ اتنے میں ایک شیر آکر کھڑوں پر بیٹھ گیا۔ اب ان کا حال یہ ہوا کہ شیر کے خوف سے ٹھنڈے پانی میں کھڑے رہے۔ ناگہاں بزرگ وہاں آپہنچے اور انہوں نے شیر کا کان پکڑ کر فرمایا۔ میں نے تجھ سے کہا تھا کہ میرے مہمانوں کو تکلیف نہ دینا۔ پھر فقہار کی جانب مخاطب ہو کر فرمایا۔

آپ حضرات ظاہر کی اصلاح میں ہیں تو شیر سے ڈرتے ہیں۔ ہم اصلاح باطن میں

ہیں تو شیر ہم سے ڈرتا ہے۔

حضرت علامہ یافعی بمبئی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

میں نے جنگلوں میں قیام فرمانے والے ایک بزرگ سے دریافت فرمایا کہ آپ شیروں میں کس طرح رہتے تھے؟ انہوں نے جواب دیا۔ مجھے ہیبتِ ربانی کا لباس پہنا دیا گیا تھا تو میں خود شیروں سے بڑا شیر تھا۔ شیر مجھے دیکھ کر بھاگتے۔ نفس و شیطان کو زیر کرتے ہیں سچ کہو تو دلیس ہیں یہ لوگ شیر کہتے ہیں ان کی چوکت کے حق تعالیٰ کے شیر ہیں یہ لوگ بدتر

(ص: ۲۷۰)

پیرندے اور حق آگاہی :

ایک بزرگ نے حضرت سمون رضی اللہ عنہ کو مسجد کے اندر بیٹھے ہوئے محبت کا کلام فرمانے ہوئے سنا۔ ایک پھوٹی سی چڑیا آتی قریب ہوئی اور قریب قریب آتی گئی یہاں تک کہ اگر ان کے ہاتھ پر بیٹھ گئی۔ پھر اتر کر زمین پر چوہ مارنے لگی، اور زمین سے خون نکلا۔ اور وہ فوراً مر گئی۔

اسی طرح آپ ایک روز مسجد ہی میں محبت کا کلام کر رہے تھے۔ ناگہاں مسجد کی ساری قندیلیں ٹوٹ کر گر گئیں۔

شیخ ابوالریح المالقی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں تنہا سفر میں تھا۔ اللہ تعالیٰ نے میرے ہمراہ ایک پرندہ متعین فرما دیا تھا جو رات کو مجھ سے باتیں کرتا۔ اور یا قدّوس یا قدّوس کا ذکر کرتا۔ اور صبح ہوتی تو پردوں کو پھر پھڑاتا اور کہتا۔ سبحان الذیاق حضرت سری سقطی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ ایک رات میں ملک شام کے ایک قریب میں رکا۔ اجالک میں نے ایک آواز سنی کہ میں نے گناہ کیا اب پھر نہیں کروں گا۔ صبح کو میں نے لوگوں سے اس کے بارے میں پوچھا تو بہتہ چلا کہ وہ ایک چڑیا ہے، جسے فاقد الفہ (وہ جس کا دوست سمجھ گیا) کہتے ہیں۔

حضرت شیخ سری سقطی فرماتے ہیں اس وقت میں نے ایک نامعلوم شخص کی آواز

سنی جو یہ اشعار پڑھتا تھا۔

طَبِيعُ عَجَلٍ بَادُضِ الشَّامِ أَفْلَقَهُ ذِكْرُ الْعَجِيبِ لَهُ نَطَقٌ بِأَضْمَادِ
سرزمین شام میں ایک نازک پرندہ ہے جسے محبوب کے ذکر نے بے چین کیا ہے
وہ دل سے کلام کرتا ہے۔

يَقُولُ أَخْطَأْتُ حَتَّى الْقَبْعِ يُسْعِدُهُ مَوْتُ شَيْخٍ وَبَيْكِي وَقْتُ اسْمَاعِيلَ
صبح تک کہتا رہتا ہے کہ میں نے خطا کی۔ اس کی موافقت اس کی دردناک آواز
کرتی ہے اور صبح کے وقت روتا ہے۔ (ص ۲۴۱، ۲۴۲)

پرندے کی بشارت :

حضرت ابو مسلم خولانی رضی اللہ عنہ روم کے ایک جہاد میں مسلمانوں کے ہمراہ تھے۔
سردار لشکر نے فوج کا ایک دستہ ایک جانب روانہ کیا۔ اور اس کی واپسی کے
لئے تاریخ اور وقت مقرر کر دیا۔ مگر ہوا یہ کہ متعلقہ تاریخ پر وہ فوجی دستہ واپس نہیں
پہونچا جس سے مسلمان مجاہدین اور سردار لشکر بھی کو نہایت تشویش ہوئی۔ حضرت ابو مسلم
خولانی اپنے نیزہ کا سترہ بنا کر نماز پڑھ رہے تھے کہ ایک پرندہ آکر نیزے پر بیٹھا۔ اور
بولا کہ مسلمانوں کا فوجی دستہ سلامتی کے ساتھ مالِ غنیمت لے کر آ رہا ہے۔ فلاں روز اتنے
وقت پہونچ جائے گا۔ حضرت ابو مسلم خولانی رضی اللہ عنہ نے اس سے پوچھا تم پر اللہ رحم
فرمائے بتاؤ تم کون ہو؟ — پرندے نے کہا میں مسلمانوں کے قلوب سے غم دور
کرنے والا ہوں۔ اس نے جس وقت لشکر پہونچنے کی خوشخبری دی تھی وہ اسی وقت
پہونچا۔ (ص ۲۴۱)

وجد و کیف :

حضرت خیرفتاج رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں۔
ہر گ مسجد میں تھے اتنے میں حضرت شبلی رضی اللہ عنہ تشریف لائے ان پر وجد طاری

نہا۔ ہم لوگوں کو دیکھا مگر کچھ فرمایا نہیں۔ پھر حضرت جنید بغدادی رضی اللہ عنہ کے مکان میں جا گئے۔ حضرت جنید کے پاس ان کی بیوی تھیں۔ انہوں نے چاہا کہ حجاب کریں مگر حضرت جنید رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ اس کی کوئی ضرورت نہیں۔ انہیں تو ہوش نہیں ہے، انہیں تو یہ جانتے بھی نہیں۔ حضرت سہلی رضی اللہ عنہ نے حضرت جنید رضی اللہ عنہ کے سر پر پانی بجائی اور یہ اشعار پڑھے۔

عَوْدُ وَفِي الْوِصَالِ وَالْوَصْلُ عَذْبٌ وَدَمَوْنِي بِالصَّدِّ وَالصَّدُّ مُعَبِّ
مجھے وصال کا عادی بنا دیا ہے اور وہ نہایت شیریں ہے اور مجھے بتلائے مجھ کیلئے
اور وہ نہایت نخت ہے۔

ذَعَمُوا حِينَ عَاتَبُوا أَنَّ جُورِي فَرَطُ حُبِّي لَعْنُ وَمَا ذَاكَ ذَنْبٌ
عقاب میں کہتے ہیں فرط محبت ہی میرا جرم ہے — مگر یہ تو کوئی جرم نہیں ہے۔
لَا وَحْسِنَ الْخُصُوعِ عِنْدَ التَّلَاقِ مَا جَزَا مَنْ يُحِبُّ إِلَّا يُحِبُّ
قسم ہے وقت ملاقات کے عمدہ برتاؤ کی کہ محبت کی جزا سوا محبت کے اور کچھ نہیں
یہ اشعار سن کر حضرت جنید رضی اللہ عنہ بھومنے لگے اور فرمایا ہو ذاک وہ تو وہی
ہے۔ حضرت سہلی نے ان کی بات سنی تو غش کھا کر گر پڑے۔ اور کچھ دیر کے بعد رونے
شروع کیا۔ اس وقت حضرت جنید رضی اللہ عنہ نے اپنی المیہ سے فرمایا۔ اب پردہ کر لو
کیونکہ انہیں ہوش آگیا ہے۔

ایک بزرگ حضرت سہلی رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو انہیں دیکھا کہ مچھنے
سے اپنے بھروسوں کا گوشت نوح رہے ہیں۔ انہوں نے کہا آپ یہ کیا کر رہے ہیں۔ اس
سے تو آپ ہی کو تکلیف پہنچے گی۔ فرمایا۔

مجھ پر حقیقت کا انکشاف ہوا اور مجھ میں اس کی طاقت نہیں۔ اس لئے درد کا یہ
سامان کر رہا ہوں تاکہ جی کا میلان اس درد کی جانب ہو، اس طرح حقیقت درد پیش
ہو جائے مگر نہ درد ہونا ہے نہ حقیقت درد ہونا ہوتی ہے۔ اور نہ ہی مجھ میں ضبط کا
یارا ہے۔

سید الطائفہ ابوالقاسم حیدر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ میں نے حضرت سری سقلی
رضی اللہ عنہ سے سنا کہ بندہ پر بھی ایسا حال طاری ہوتا ہے کہ اس وقت اگر اسے تلوار
ماریں تو بھی اسے احساس نہ ہو۔ اس بات میں میں کچھ مشتبہ تھا مگر پھر واضح ہو گیا کہ
درست ہے۔

حضرت علامہ یافعی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، اللہ تعالیٰ کا فرمان،
فَلَمَّا دَآئِنَةُ الْبَوْنَةِ وَقَطَعْنَ
پس نہان مصر نے حضرت یوسف کو دیکھا تو انہیں
عظیم باننا اور اپنے اپنے ہاتھ کاٹ لئے۔ (یوسف ۱۲/۲۱)

اس کی تائید فرماتا ہے۔ تفسیر میں ہے کہ ان عورتوں کو اپنی انگلیاں کٹنے کی خبر
بھی نہیں ہوئی۔ جب مخلوق کی محبت کا یہ حال ہے تو بھلا خالق کی محبت کا کیا حال ہوگا
اور اس کا انکار وہی کرتا ہے جس نے اس کی لذت نہ چکھی ہو۔ اور جو اس قسم
(اولیاء اللہ) کے حال سے ناواقف ہو۔ اسی طرح اس کی تصدیق اس واقعہ سے بھی
ہوتی ہے کہ ایک بزرگ کے پاؤں میں ناسور ہو گیا۔ الہبار نے فیصلہ کیا کہ اگر پاؤں کاٹا
گیا تو یہ مرجائیں گے۔ ان کی ماں نے طبیعوں سے کہا۔ جب یہ نمازیں کھڑے ہوں
اس وقت پاؤں کاٹنا کیونکہ اس وقت انہیں کسی شے کی خبر نہیں ہوتی۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا،
اور انہیں احساس نہیں ہوا۔ رضی اللہ عنہم ولفغانہم آمین۔ (ص ۲۴۲، ۲۴۳)

شیخ ابوسعف نیشاپوری رضی اللہ عنہ لوہاری کا کام کرتے تھے۔ قاری کو تولادت
کرتے سنا تو ان پر حال طاری ہو گیا۔ اس حالت میں آپ نے اپنا دست مبارک بھی
میں ڈال کر آگ سے سرخ لوہا نکال لیا۔ اور آپ کو کچھ نہیں ہوا۔ ان کا ایک
نمیز وہاں موجود تھا یہ دیکھ کر جمع پڑا کہ حضور! یہ کیا کر رہے ہیں۔ اس کے بعد آپ نے دوکان
چھوڑ دی اور وہ پیشہ ترک کر دیا۔ (ص ۲۴۳)

تَابَضْبَط :

حضرت شیخ حیدر بغدادی رضی اللہ عنہ کی محبت میں ایک صالح جوان رہتا تھا۔ اس کا

یہ حال تھا کہ جب کوئی ذکر سنا تو جمع پڑتا۔ ایک روز حضرت شیخ نے فرمایا۔ اُسندہ ایسا کیا تو میرے ساتھ نہیں رہ سکتے۔ اس کے بعد اس کی یہ کیفیت ہوئی کہ جب ذکر سنا تو ضبط کرنا اور چہرہ متغیر ہو جاتا۔ اور اس کے رونگٹے رونگٹے سے خون جاری ہو جاتا۔ ایک روز اسی حالت میں زوردار جمع اس کے منہ سے نکل اور وہ انتقال کر گیا۔
رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔ (ص: ۲۴۴)

شیخ علی رودباری رضی اللہ عنہ ایک محل کے پاس سے گزرے آپ نے دیکھا کہ ایک جوان رعنا زمین پر بے حس و حرکت پڑا ہے لوگوں کی بھر جمع ہے۔ شیخ نے ماجرا دریافت کیا۔ تو بتایا گیا کہ محل کے اندر ایک باندی یہ اشعار پڑھ رہی تھی۔

کَبُرَتْ هَمَّةٌ عَيْنٍ طَلَعَتْ فِي أَنْتَ تَرَاكَ

وہ آنکھ بڑا حوصلہ رکھتی ہے جسے تجھے دیکھنے کی طمع ہے۔

أَوْ مَا حَبَّ لِعَيْنٍ أَنْ تَرَى مَنْ قَدْ رَاكَ

کیسا آنکھ کو یہ کافی نہیں کہ اسے دیکھ لے جس نے تجھے دیکھا۔

محل کے باہر اس جوان رعنا نے باندی کے یہ اشعار سنے اور چیخ مار کر پڑا۔ ہم لوگوں نے جا کر دیکھا تو روح پرور ازکر چلی تھی۔ (ص: ۲۴۴)

سَمَاعُ :

حضرت عمرو بن عثمان بنی اصفہان تشریف لے گئے۔ ان کے ہمراہ ان کا کوئی ہمراہ نہ تھا جو ان بھی تھا جسے اس کے باپ صحبت صوفیہ سے روکنے تھے۔ وہ جوان اصفہان میں بیمار ہو گیا۔ شیخ عمرو اس کی عیادت کے لئے تشریف لے گئے۔ تو ساتھ ایک نوال بھی لیا تھا۔ جوان نے شیخ سے فرمائش کی کہ نوال سے کچھ سنوائیں۔ اس نے سنایا۔

مَا لِي مَرِيضٌ فَلَمْ يَعِدْنِي عَابِدٌ مِنْكُمْ وَمِنْكُمْ عَبْدُكُمْ فَاَعُوذُ

مجھ میں کیا ہے کہ میں بیمار ہوا تو تمہارا کوئی آدمی بیمار پر کسی کو نہیں آیا۔ اور تمہارا کوئی غلام بھی بیمار ہوا ہے تو میں عیادت کو آتا ہوں۔

شعر سُکرِ نوجوان اٹھ کر بیٹھ گیا۔ اور مزید کچھ سُنانے کے لئے کہا۔ قوال نے پڑھا
 وَاسْتَدْمِنَ مَرَضِي عَلَى صُدُودِكُمْ وَصُدُودُ عِبْدِكُمْ عَلَى شَدِيدِ
 اور مجھ پر میرے مرض سے زیادہ شدید بیماری بے رخی ہے۔ اور مجھ پر تو تمہارے غلام
 کا اعراض بھی سخت ہوتا ہے۔

اشعار سُنانے کے بعد اس پر یہ اثر ہوا کہ اس کے جسم میں سردی کا احساس بڑھ گیا۔
 اور وہ لوگوں کے ہمراہ نکل کر باہر چلا۔ لوگوں نے شیخ عمرو بن عثمان سے اس کا سبب
 دریافت کیا تو انہوں نے فرمایا۔

جب سماع سے پہلے اشارہ ہوتا ہے تو مریض کو شفا ملتی ہے اور وہ اوپر سے ہوتا
 ہے۔ اور اگر سماع کے بعد اشارہ ملتا ہے تو یہ نیچے سے ہوتا ہے اور اس مریض
 کی ہلاکت ممکن ہے۔

یعنی اگر حق تعالیٰ کی صحبت کا اشارہ پہلے ہو پھر سماع سنیں تو شفا ہوتی ہے۔ او
 سماع کے بعد یہ اشارہ صحبت پیدا ہو تو قوت برداشت نہ ہونے کی وجہ سے ہلاک ہو جاتا
 ہے جس طرح کہ مریض ادنیٰ اشارہ سے دوبارہ بیمار پڑ جاتا ہے اور یہ بیماری سخت
 ہوتی ہے۔ کیونکہ مریض میں قوت کم ہوتی ہے اور اکثر ایسی حالت میں ہلاکت ہوتی ہے

ہوا میں رقص:

ایک بزرگ پانچ فقراء کے ہمراہ ایک دیہات میں گئے ان لوگوں کے ساتھ ایک
 قوال بھی تھا۔ فقیروں میں سے ایک صاحبِ وجد تھا۔ ہر وقت قوال سے کچھ سُنانے
 کی فرمائش کرتا۔ اور قوال جب کوئی کلام سُنا تا تو اسے حال آ جاتا۔ بزرگ نے اس
 فقیر کو سرزنش کی کہ آخر یہ کیسا وجد ہے؟ — فقیر سُکر چپ رہا۔ بزرگ غرملنے
 میں کچھ دیر بعد میں نے مڑ کر دیکھا تو وہی فقیر ہوا میں رقص کر رہا تھا۔ میں اس کی طرف
 دوڑ کر نکلا کہ اس سے معافی مانگوں مگر وہ نگاہوں سے اوچل ہو گیا۔ اور اس کے نہ
 ملنے کا مجھے اب تک افسوس ہے۔ (ص ۱۷۵)

وجد و مستی الہیہ؟

ابوالقاسم جنید بغدادی رضی اللہ عنہ سے وجد و حال کے بارے میں سوال کئے گئے۔
سوال: حضور! کیا بات ہے کہ آدمی نہایت اطمینان و سکون سے ہوتا ہے پھر جب
سماع سنا ہے تو بیقرار ہو جاتا ہے۔

جواب: اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے ارواح کو مخاطب کر کے اَللّٰهُ یَدْرِیْ کُفَّ
تکما میں تمہارا رب نہیں ہوں ارشاد فرمایا تھا جس کے جواب میں روحوں نے بتائی
کہ تو نہیں، بیشک تو ہمارا رب ہے۔ کہا تھا۔ اللہ تعالیٰ کے اس قول اَللّٰهُ کی
علاوت ارواح میں رچ بس گئی۔ اب جب سماع سنتے ہیں تو وہی علاوت تازہ ہو کر
بچپن و بیقرار کر دیتی ہے۔

اسی طرح حضرت شیخ ابواسحاق ابراہیم خواص رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا گیا۔
سوال: اس کی کیا وجہ ہے کہ لوگوں کو قرآن مجید سکر و جہ نہیں آتا، اور قرآن کے
علاوہ کلام سن کر آ جاتا ہے؟

جواب: قرآن عظیم غلبہ اور مصیبت کا کلام ہے جس کی وجہ سے حرکت نہیں ہوتی اور
دوسرے کلام میں نشاط و لذت موجود ہے اور غلبہ و مصیبت نہیں ہے۔ یہی شے وجد و
حال کا سبب ہے۔

حضرت ذوالنون مصری رضی اللہ عنہ سماع کی نسبت فرماتے ہیں۔

سچا وجد دل کو ہلا دیتا ہے۔ سماع اگر کوئی حق کے لئے سُنے تو صاحب حقیقت
ہو جاتا ہے۔ اور اگر بوجہ فسق سُنے تو زندقہ ہو جاتا ہے۔

حضرت شیخ ابوالقاسم جنید بغدادی رضی اللہ عنہ کے بارے میں ارشاد فرماتے ہیں۔
یہ قلب کی طاقت، صفائے باطن، اور رب تعالیٰ کی جانب سے عجائب قربت
و مصیبت کے کشف و مشاہدہ کے لحاظ سے اثر انداز ہوتا ہے۔

سید الطائفہ امام جنید بغدادی رضی اللہ عنہ کا یہ بھی قول ہے۔

فقر پر بین وقت نزل رحمت ہوتا ہے۔ ایک سہل کے وقت کیونکہ وہ حق تعالیٰ کے لئے سنتے ہیں اور دجہ میں کھڑے ہوتے ہیں۔ دوسرے کھانے وقت کیونکہ وہ بغیر فاقہ کے تناول نہیں فرماتے۔ اور تیسرے طبی بات چیت کے وقت کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کے دستوں ہی کی باتیں کرتے ہیں۔ (ص ۲۷۵، ۲۷۶)

حضرت شبلی رضی اللہ عنہ کا وجد:

حضرت شیخ شبلی رضی اللہ عنہ سماع میں تشریف فرماتے۔ زور کی چیخ ماری لوگوں نے جب دجہ پوچھی تو یہ شعر پڑھا۔

لَوْ يَسْمَعُونَ كَمَا سَمِعْتُ كَلَامَهَا خَشَوْا الْعِزَّةَ رُكْعًا وَسُجُودًا
اگر لوگ میرے مانند اس کی باتیں سنتے تو عزہ کے لئے رکوع و سجد میں گر پڑتے
اللہ کا ایک بندہ اس شعر کو پڑھ رہا تھا۔

اسْتَلِ عَنْ سُلَىٰ فَهَلْ مِنْ مُّخْبِرٍ يَكُونُ لَهُ عِلْمٌ بِمَا آيُنَ تَنْزِلُ
میں سلی کے بارے میں دریافت کر ماہوں تو کیا مجھے کوئی ایسا بتانے والا ہے
جسے نہ ہو کہ وہ کہاں مقام کئے ہوئے ہے۔

حضرت شیخ شبلی رضی اللہ عنہ نے سنا تو چیخ ماری اور فرمایا دونوں عالم میں اس سے متعلق بتانے والا کوئی نہیں ہے۔ (ص ۲۷۶)

شیخ نوری رضی اللہ عنہ کا حال:

حضرت ابوالحسن نوری رضی اللہ عنہ نے کسی کو یہ شعر پڑھتے ہوئے سنا۔
مَا زِلْتُ أَنْزِلُ مِنْ وَادٍ مَنَزِلًا تَتَخَيَّرُ الْبَابَ دُونَ نَزْوَلِهِ
تیری محبت میں میں ایسی منزل پر پہنچتا رہتا ہوں جہاں پہنچنے کے لئے عقلیں
جبرت زدہ رہ جاتی ہیں۔

شعر سنتے ہی ان پر حال طاری ہوا۔ اور وہ جنگل میں کٹے ہوئے بانسوں کی

لنگہ اجڑوں پر تھیں کرتے ہوئے اسی شعر کو دہراتے رہے۔ پاؤں لہو لہان ہو گئے۔ صبح تک یہی عالم رہا اس کے بعد میوش ہو کر زمین پر گر پڑے۔ زخمی ہو کر پاؤں سو ج گئے۔ اُداسی حال میں دمال ہو گیا۔ رضی اللہ عنہ ولفغا بہ آمین۔ (ص ۲۶۱)

وجد و حال امت مسلمہ کے خواص و ولیا کا حصہ ہے؟

یہ واقعہ حضرت ابوالقاسم جنید بغدادی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔
 حضرت صوفیہ کی جماعت کے ساتھ کوہ طور پر تھے۔ نمرانیوں کے گربانے متعل ایک چشمہ پر اترے ہمراہ قوال تھا۔ اس نے سماع شروع کیا۔ صوفیہ پر وجد و حال طاری ہوا۔ اور وہ کھڑے ہو کر رقص کرنے لگے۔ گرجا کا راہب اوپر سے یہ منظر دیکھ رہا تھا اور اللہ تعالیٰ کی قسم، اور دین حنیف کی قسم دے دے کر انہیں اپنے پاس بلارہا تھا۔ مگر کسی کو اس پر توجہ کی فرصت نہ تھی۔ جب وجد و حال ختم ہوا۔ اور سب لوگ سکون و المینان سے ہوئے تو راہب آیا۔ اور پوچھا آپ لوگوں کا استاذ و مرشد کون ہے۔ تمام لوگوں نے امام الطائفہ جنید کی طرف اشارہ کیا۔ راہب نے شیخ سے پوچھا۔ یہ صرف تمہارے دین میں خاص لوگوں کی چیز ہے یا عام شئے ہے؟ — شیخ نے فرمایا۔ یہ خاص چیز ہے جس کے لئے ترک دنیا اور تقویٰ بھی شرط ہے۔ راہب نے شیخ کی باتیں سن کر اسی وقت کلمہ شہادت اَشْهَدُ اَنْ لَا اِلَهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَسُوْلُ اللّٰهِ (صلی اللہ علیہ وسلم) پڑھ کر اسلام قبول کر لیا۔ راہب نے مزید کہا۔ میں نے انجیل میں دیکھا ہے کہ امت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں کے مخصوص حضرات ترک دنیا کی شرط کے ساتھ سماع میں حرکت کریں گے اور ان کا لباس رنگین یا اون کا ہو گا۔ اور دنیا سے بغد و حاجت حاصل کریں گے۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہم ولفغا بہم آمین۔ (ص ۲۶۱۔ ۲۶۲)

نااہل مجلس بدرہ

شیخ جنید بغدادی رضی اللہ عنہ ایک رات مردوں کے ساتھ ایک دعوت میں تشریف لے گئے۔ آپ نے مجلس میں ایک اجنبی شخص کو دیکھا تو اسے بلا کر اپنی چادر دی اور فرمایا۔ اسے رہن رکھ کر دو سیر شکر فقیروں کے لئے خرید لاؤ۔ وہ شخص جب چادر لے کر باہر گیا تو آپ نے اندر سے دروازہ بند کر کے باوازنہ فرمایا۔ اسے شخص چادر لے کر جا اور یہاں لوٹ کر نہ آنا۔ لوگوں نے پوچھا آپ نے ایسا کیوں کیا۔ فرمایا۔ اپنی چادر بیچ کر آج کی شب تمہارے لئے میں نے وقت کی طہارت خریدی ہے اور تم میں سے ایک ایسے شخص کو الگ کر دیا جو تم میں کا نہیں تھا۔ آپ نے فرمایا۔

سماع کے لئے تین چیزوں کی حاجت ہے۔ (زمان، مکان، اخوان — یعنی) وقت اور مقام مناسب ہو، اور شرکائے مجلس اہلیت رکھتے ہوں۔ ایک بزرگ فرماتے ہیں۔

میں ایک رات علمائے اجاب کے ساتھ تھا۔ وہ لوگ سماع کے لئے جمع ہوئے تھے۔ تو اب جب کوئی شعر پڑھتا تو ان پر دھڑکاری ہوتا اور وہ کھڑے ہو کر رقص کرتے۔ میں نے یہ دیکھ کر دل ہی دل میں انکار کیا۔ اسی شب کی بات ہے میں نے خواب دیکھا کہ قیامت قائم ہے اور صوفیہ پل صراط سے رقص کرتے ہوئے گزر رہے ہیں۔ اور لوگ ان سے پیچھے رہ گئے ہیں۔ یہ دیکھ کر جب میں بیدار ہوا تو عہد کیا کہ ان لوگوں پر کبھی انکار نہیں کر دوں گا۔ (ص: ۲۷۷)

آسماں با صوفیاں ہم خو رقص :

شیخ کبیر ابوالفیث ابن جمیل مینی رضی اللہ عنہ نے خود فرمایا کہ ابتداء وہ بھی سماع کے منکر تھے اور سننے والوں سے محارض ہوتے تھے۔ مگر آخر میں آپ نے یہ طریقہ چھوڑ

دیا۔ اس کی وجہ یہ ہوئی۔

ایک شیخ فقہاء کی ایک جماعت کے ہمراہ تشریف لائے اور سماع کرتے ہوئے گاؤں میں داخل ہوئے۔ آپ نے گاؤں والوں سے فرمایا کہ انہیں ایسا کرنے سے روکو چنانچہ لوگ لاثمیاں لے کر شیخ ابن حیل کے ساتھ مزاحمت کے لئے نکلے۔ اتنے میں وہ لوگ سماع کرتے ہوئے وہیں پہنچے۔ شیخ ابن حیل پر بھی وجد طاری ہو گیا۔ اور آپ رقص کرنے لگے۔ ساتھیوں کو یہ دیکھ کر حیرت ہوئی۔ آپ نے فرمایا قسم ہے عورت و جلال والی ذات کی، عورت صرف اسی کے لئے ہے۔ میں نے جب دکھا کہ آسمان بھی محور رقص ہے تو میں نے رقص کیا۔ (ص ۲۷۷، ۲۷۸)

شیخ کبیر محمد بن ابوبکر خلکی مینی رضی اللہ عنہ سماع کے قائل تھے۔ فقہاء میں سے بعض حضرات آپ پر اعتراض کرتے تھے۔ ایک روز آپ نے انکار کرنے والے فقیہ سے جن حالت سماع میں فرمایا۔ اے فقیہ! اوپر دیکھ،

انہوں نے سر اٹھایا تو ہوا میں فرشتے رقصاں نظر آئے۔ (ص ۲۷۸)

امام عارف فقیہ احمد بن موسیٰ رحمی اللہ عنہ جن کی شان ادبیہ میں ایسی ہے جیسے حضرت بحی علیہ السلام انبیاء علیہم السلام میں، آپ سے صوفیہ کرام کے سماع کی نسبت دریافت کیا گیا تو آپ نے ارشاد فرمایا۔

اگر میں اسے مباح کہوں تو خود اس کا اہل نہیں، اور اگر انکار کروں تو مجھ سے بہتر لوگوں نے اسے سنا ہے۔

شیخ ابوالحسن بن سالم رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا کہ کیا آپ اہل سماع پر کچھ نکیر کرتے

ہیں۔ فرمایا۔

میں نیکیے انکار کروں جبکہ مجھ سے اچھے اور بہتر لوگوں نے سنا ہے جن میں حضرت

عبد اللہ بن جعفر طیار رضی اللہ عنہ، حضرت سری سقطی، حضرت ذوالنون مصری،

حضرت ابوالحسن نوری، حضرت ابوالقاسم جنید بغدادی، حضرت شبلی رضی اللہ

تعالیٰ عنہم جیسے لوگ ہیں۔

بعض مشائخ فرماتے ہیں۔

اگر ہم سماع کا انکار کریں و شتر اولیائے کرام کا انکار کریں گے۔
مولائے کائنات حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے نافوس کی آواز سنی تو لوگوں سے دریافت فرمایا۔ جانتے ہو یہ کیا کہہ رہا ہے؟ عرض کیا گیا نہیں، فرمایا یہ کہتا ہے
سُبْحَانَ حَقَّاقَاتِ السَّمَوَاتِ صَمَدٌ بَقِی۔ سماع کے منکر ایک فقیہ صاحب کے پاس ایک صوفی صاحب تشریف لے گئے۔ دیکھا تو فقیہ صاحب گھر کے اندر گردش کرنے جا رہے ہیں۔

صوفی صاحب، آخر کس بات پر یہ گردش ہے۔

فقیہ صاحب، ایک مسئلہ عرصہ سے سمجھ میں نہیں آ رہا ہے ابھی حل ہوا ہے۔ اسی خوشی میں جھوم رہا ہوں۔

صوفی صاحب، آپ ایک مسئلہ پر اس قدر جھوم رہے ہیں پھر بھلا اللہ پر دُعا کرنے والوں کا انکار کیوں کرتے ہیں؟

حضرت علامہ یافعی توضیح فرماتے ہیں۔

ان دونوں خوشیوں میں فرق ہے۔ ایک خوشی وہ ہے جو اللہ کے حکم کو سمجھنے پر حاصل ہوئی۔ اور ایک وہ ہے کہ جب قلب اللہ تعالیٰ کی محبت اور شوق دید سے پُر ہو جاتا ہے۔ اس وقت اللہ تعالیٰ کی تجلی جمال اور صفت کمال پر اللہ تعالیٰ کے شیریں ذکر اور درد و حال اور مراتب کی بلندی سے نشاط پیدا ہوتا ہے۔ اور

بادۂ محبت کا نشہ حاصل ہوتا ہے۔ (ص: ۲۷۸ — ۲۷۹)

شیخ جنید بغدادی رضی اللہ عنہ نے خواب میں حضور سرور کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت کی۔ عرض کیا یا رسول اللہ! یہ سماع جن میں ہم راتوں کو حاضر ہوتے ہیں، اچھ بھی اس میں کوئی بھی پیدا ہوتی ہیں اس کے بارے میں آپ کا کیا ارشاد ہے؟ فرمایا، میں ہر شب تمہارے ساتھ حاضر ہوتا ہوں۔ مگر اسے قرآن شریف سے شروع کر کے قرآن شریف پر ہی ختم کیا کرو۔ (ص: ۲۸۰)

حضرت علامہ یافعی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔
شیوخ کے سماع کا ذکر سن کر کوٹا جاہل دھوکا نہ کھائے اور یہ نہ خیال کرے کہ
سماع ہر ایک کے لئے جائز ہے۔ نہیں نہیں، یہ تو محض ان حضرات کے لئے
ہے جن کو حق سبحانہ و تعالیٰ کا شوق غالب ہو۔ اور جن سے خواہشات نفسانی
اور صفاتِ بھیمہ صاف ہو چکی ہوں۔ اور جو اہل حال کے ان صفات سے متصف
ہوں۔

دَلَمَّا حَفَظْنَا بِالسَّمْعِ وَرَبَّيْنَا بِالسَّمْعِ
اور ہم جس وقت سرور کے ساتھ بزم میں حاضر ہوئے تو ہم پر عالم غیب کے انوار
روشن ہوئے۔

علامہ یافعی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ میرے نزدیک سماع انہی شرطوں کے ساتھ
جائز ہے جو شارح نے اپنی تصانیف میں بیان کی ہیں۔ ان کے اندر ترتیب تہذیب
اور تحقیق کے لحاظ سے شیخ شہاب الدین سہروردی کی کتاب "معارف المعارف" بہت
عمدہ ہے۔ اور عثمان حیری رضی اللہ عنہ کا قول کیسا پیارا ہے۔ فرمایا۔

سماع بن قسم کا ہے ایک ابتدائی مریدوں کا، جو احوال شریفہ خود میں پیدا کرنا
چاہتے ہیں لیکن ان کے سماع میں فتنہ کا خطرہ ہے۔ دوسرا مادیقین کا، جو
اپنے احوال میں ترقی چاہتے ہیں۔ اور اوقات کی مناسبت سے سنتے ہیں
تیسرا اہل استقامت کا، سماع ہے جو عارف حضرات میں۔ ہر حال میں ان کا
قطع اللہ سے ہے۔ اور وہ ہر حال میں اللہ ہی کے اختیار پر قائم ہیں۔ اس کی
رضا کے بغیر بڑے جی نہیں۔ یہی تیسرا گروہ ہے جس کے بارے میں بعض حضرات
فرماتے ہیں کہ سماع صرف ان کے لئے جائز ہے جنہوں نے ریاضت سے نفس
کا طمان کر لیا ہے۔ اور اسے صفاتِ ذمیہ سے پاک کر کے منوعات سے محفوظ
کر لیا ہے۔ نیز خیالات اور دل کو زہریلے آفتوں سے ظاہر بنالیا ہے۔ اور اسے اسرار
و صفات کا عرفان میسر آچکا ہے ایسے انسان کو سماع جائز ہے رضی اللہ عنہم۔
(ص: ۲۸۰، ۲۸۱)

شیخ ذوالنون مصری اور وجد و حال :

حضرت شیخ ذوالنون مصری رضی اللہ عنہ کے بارے میں ائمہ بنی مقلدین کا بیان کرتے ہیں کہ حضرت جب بغداد شریف پہنچے تو مشائخ صوفیہ آپ کے پاس آئے۔ ان لوگوں کے ساتھ قوال بھی تھا۔ آپ سے سماع کی اجازت لے کر قوال نے یہ اشعار پڑھے۔

صَغِيرٌ هِيَ اَكْ عَذْبَنِي فَكَيْفَ يَدَا اِذَا احْتَنَكَا
تیری تھوڑی محبت نے مجھے مذاہب میں ڈال رکھا ہے اس وقت کیا حال ہوگا
جب وہ خوب نچتے ہو جائے۔

وَاَنْتَ جَمَعْتَ فِي قَلْبِي هَوًى قَدْ كَانَ مُشْتَرَكَا
اور تو نے میرے دل میں اس محبت کو جمع کر دیا جو مشترک تھی۔

اَمَّا سَرْدِي لِمُكْتَسِبٍ اِذَا ضَحِكَ الْخَلْقُ بَنَكَا
کیا ایسے غمزہ پر رحم نہ کر دو گے کہ جب فارغ البال ہوتا ہے تو وہ روتا ہے۔

حضرت ذوالنون مصری اللہ عنہ یہ اشعار سن کر کھڑے ہوئے اور پھر منہ کے بل گر پڑے اور ان کا خون جاری تھا۔ مگر وہ زمین پر نہیں پڑتا تھا۔ آپ کے بعد ان لوگوں میں سے ایک آدمی اور اٹھا اور وجد کرنے لگا۔ حضرت ذوالنون مصری اللہ عنہ نے اس سے فرمایا۔ وہ تجھے قیام اور حال کرتے دیکھ رہا ہے۔ وہ حضرت کی بات سن کر اپنی جگہ جا بیٹھا۔ (ص ۲۸۲، ۲۸۳)

حضرت الاستاذ شیخ ابو علی دقانی رضی اللہ عنہ واقعہ کی توضیح میں فرماتے ہیں۔ حضرت ذوالنون پر اس وقت اس شخص کا حال منکشف ہوا۔ اور حضرت نے اسے تنبیہ فرمائی مگر یہ تیرا منصب نہیں۔ اور وہ شخص بھی انصاف پسند تھا کہ حضرت کی بات مان کر بیٹھ گیا۔

حضرت امام شافعی رضی اللہ عنہ کے بارے میں بیان کیا گیا کہ آپ نے ایک لڑکی

کو یہ شعر پڑھتے ہوئے سُننا۔

خَلِيلِي مَا بَالُ الْمَطَايَا كَانَتْهَا سُدَّهَا عَلَى الْأَعْقَابِ بِالْقَوْمِ تَنَكُّصِ

اے دوست! بالکل سولہویں کو کیا ہو گیا ہے لگتا ہے قوم کو اٹھے پاؤں ٹوٹا رہی ہیں
احمد بن علیہ ہمراہ تھے۔ آپ نے پوچھا یہ شعر سن کر نہیں کچھ کیف آیا۔ انہوں نے
عرض کیا کچھ بھی تو نہیں۔ حضرت امام شافعی رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ تم تو بے حس ہو۔
ایک بزرگ یہ شعر سن کر وجد میں آ گئے۔ (ص ۲۸۳)

بِاللَّهِ رُدُّوْا فَوَادَ مَكْنَسِيبَ لَيْسَ لَهُ مِنْ حَبِيبٍ خَلْفٌ

خدا کے واسطے اس غمزدہ کا دل پھیر دو۔ جسے اپنے حبیب کا ثانی نہیں ملتا۔
اسی کیف وستی میں رات بھر کھڑے رہے۔ کبھی کبھی گر پڑتے پھر سنبھل کر کھڑے
ہو جاتے تھے۔ آپ کے ساتھ معالجین بھی کھڑے روتے اور اشک بہاتے رہے
(ص ۲۸۴)

جلالت کیف :

ایک بزرگ کی بیوی کو زچگی میں دشواری ہوئی۔ وہ دعا کرانے کی نیت سے
حضرت شیخ ابوالحسن دینوری رضی اللہ عنہ کے پاس شبیٹے کا گلاس لے گئے تاکہ کچھ
لکھیں۔ انہوں نے جب گلاس پر لبم اللہ الرحمن تحریر فرمایا تو گلاس پھوٹ ٹوٹ گیا،
اور شیخ پر غشی چھا گئی۔ اس کے بعد وہ بزرگ دوسرا دیکھرا اور کئی گلاس لاتے رہے
اور ہر گلاس ٹوٹتا رہا۔ شیخ نے آخر میں فرمایا۔۔۔۔۔ جاگسی اور سے لکھوائے
میرے پاس جتنے گلاس لاتے گا سب ٹوٹ جائیں گے۔ میں اپنے مولا کو جب بھی
یاد کرتا ہوں ہیبت و حضور کی کیفیت کے ساتھ یاد کرتا ہوں۔ (ص ۲۸۴)

اکشاف راز :

حضرت ابوزراب غنشی رضی اللہ عنہ اپنے ایک مرید پر ہیبت کرم فرماتے تھے، اس
کی ضرورتیں خود پوری کرتے۔ اور وہ عبادت کرتا رہتا۔ آپ نے ایک روز اس

مرید سے فرمایا۔ اگر تم حضرت ابو یزید کی خدمت میں حاضر ہوتے تو اچھا ہوتا۔
مرید: میں ان سے مستغنی ہوں۔

شیخ ابوتراب: نہیں نہیں حاضری دینی چاہئے۔ (شیخ نے بار بار کہا تو مرید کا
وجد بھرک اٹھا۔ اور کہنے لگا)

مرید: میں ابو یزید سے مل کر کیا کروں گا میں نے تو اللہ تعالیٰ کو دیکھ لیا ہے
(شیخ فرماتے ہیں۔ اس پر میری طبیعت بھرک اٹھی اور میں بے قابو ہو کر کہنے لگا)

شیخ ابوتراب: (عالم جلال میں) اللہ تعالیٰ کے دیدار پر غرور کرتا ہے۔ تیرا ایک
بار ابو یزید کو دیکھنا میرے شہر بار اللہ کو دیکھنے سے بہتر ہوتا۔

یہ سن کر مرید حیران رہ گیا۔ اور کہا یہ کیسے ہو سکتا ہے؟

شیخ ابوتراب: تو اللہ کو اپنے پاس دیکھتا ہے تو میرے درجہ کے مطابق تجھ پر
اس کی تجلی ہوتی ہے جب خدا کو بایزید کے ساتھ دیکھے گا تو ان کے درجہ کے مطابق
اس کی تجلی تجھے نظر آئے گی۔ یعنی تجھ پر رب تعالیٰ کی صفات جلال
وجہال کا اظہار ابو یزید کے حال کے لحاظ سے ہو گا۔

مرید نے عرض کیا مجھے ابو یزید رضی اللہ عنہ کے پاس لے چلیں۔ چنانچہ شیخ
ابوتراب اپنے اس مرید کے ہمراہ ایک پہاڑی پر جا کر انتظار کرنے لگے۔ کیوں کہ
حضرت ابو یزید خاص شہروں کے جنگل میں عبادت فرماتے تھے۔ شیخ ابوتراب فرماتے
ہیں۔۔۔۔۔ وہ الٹی پوستین پیٹھ پر رکھے ہوئے ہمارے قریب گزرے

میں نے دیکھتے ہی مرید سے کہا یہ ہیں حضرت ابو یزید، مرید نے انہیں دیکھا، اور
دیکھتے ہی یہ ہوش ہو کر گر پڑا۔ انہوں نے اسے بلایا تو وہ مردہ تھا۔

شیخ ابوتراب: حضرت کیا آپ نے میرے مرید کو ہلاک کر دیا۔ آپ کو ایک نظر
دیکھتے ہی وہ مر گیا۔

شیخ ابو یزید: وہ سمجھا تھا، اس کے قلب پر ایک سر کا انکشاف نہیں ہو پا رہا
تھا مجھے دیکھتے ہی وہ منکشف ہوا۔ مگر وہ اسے برداشت نہیں کر سکا۔۔۔۔۔ اور

مرگیا۔ رضی اللہ عنہم ونفعنا بہ آمین ————— (ص ۲۸۴ — ۲۸۵)

عالی مرتبت ابو یزید :

عارف باللہ شیخ ابو یزید رضی اللہ عنہ کے بارے میں یحییٰ بن معاذ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میں نے انہیں عشاء کی نماز کے بعد صبح تک مراقبہ میں اس طرح دیکھا کہ پاؤں کی اٹریاں اور پنجے اٹھائے ہوئے محض انگلیوں پر کھڑے، ٹھوڑی سینہ پر ٹکائے اور آنکھیں کھولے ہوئے ہیں ————— صبح کے وقت سجدہ ریز ہوئے اور بہت لمبا سجدہ کیا پھر قعدے میں بیٹھ کر دعا کی۔

اے اللہ! ایک قوم نے تجھ سے تجھی کو مانگا، تو تو نے انہیں پانی پر چلنا، ہوا پر پرواز کرنا، زمین کا طے کرنا، اشیاء کی ماہیت بدل دینا اور اسی قسم کی بیسیوں کرامات کا ذکر فرمایا، انہیں علما فرمایا۔ اور وہ اس پر راضی ہو گئے۔ اور میں ان باتوں سے تیری پناہ مانگتا ہوں۔

راوی کہتے ہیں اس کے بعد میری طرف توجہ دی اور فرمایا یحییٰ ہے ؟۔
حضرت یحییٰ اجمعی حضور !

شیخ ابو یزید : یہاں کب سے کھڑے ہو ؟۔

حضرت یحییٰ : کافی دیر سے کھڑا ہوں۔ (کچھ وقفہ بعد) کچھ احوال مجھے بھی افادہ کریں
شیخ ابو یزید : تم سے تمہارے مناسب حال کچھ ذکر کرتا ہوں۔

اللہ رب العزت نے مجھے فلک زیریں میں داخل فرمایا۔ اور ملکوت سفلی کی سیر کرائی۔ زمین میں تخت الشریٰ تک دکھایا۔ اس کے بعد مجھے فلک علوی تک رسائی بخشی۔ اور تمام افلاک عرش اور جنات کی سیر سے نوازا۔ پھر اپنے حضور کھڑا کر کے فرمایا۔ تجھے ان میں سے کیا پسند آیا تاکہ وہ تجھے بخش دوں۔ میں نے عرض کیا مجھے ان میں سے کوئی شے پسند نہیں آئی، جو میں طلب کروں ————— ارشاد ہوا۔

أَنْتَ عَبْدِي حَقًّا تَعْبُدُنِي لَا جَبَلِي صِدْقًا لَا فَعَلْتَ لَا فَعَلْتَ —————

تو میرا سچا بندہ ہے اور میری عبادت صرف میسر لے کر رہا ہے۔ میں تیرے لئے یہ کروں گا، یہ کروں گا (اور بہت سی نعمتوں کا ذکر فرمایا)

حضرت یحییٰ یہ باتیں سن کر تعجب سے گھبرا اٹھے اور پوچھ بیٹھے ایسے وقت میں حضرت نے معرفت کا سوال کیوں نہ کیا جبکہ مالک الملک نے آپ سے فرما دیا تھا کہ جو چاہو مانگ لو۔

شیخ ابوزید: نادان خاموش! تجھے کیا خبر اس پر مجھے خود اپنی ذات سے غیرت معلوم ہوئی۔ اور میں نہیں چاہتا کہ اس کو اس کے سوا کوئی اور پہچانے — کسی شاعر نے کہا ہے۔

لَا تَذْكُرْ إِلَى الْعَامِرِيَّةِ إِنِّي
أَخَارُ عَلَيْهَا مِنْ فَمِ الْمُسْتَكْمِرِ
میرے رد و عامریہ کا ذکر نہ کر، کیوں کہ جب اس کا ذکر غیر کے منہ سے سنتا ہوں تو مجھے غیرت آتی ہے۔ (ص: ۲۸۵ — ۲۸۶)

وقت کشف:

ایک بزرگ نے حضرت عبدالرحمن بن یحییٰ سے توکل کے بارے میں سوال کیا انہوں نے جواباً ارشاد فرمایا — توکل یہ ہے کہ اگر تواڑ دھبے کے منہ میں ہاتھ ڈال دے اور اڑ دھاتیہ بے ہاتھ کو پہنچوں تک نگلے، اس وقت بھی مجھے غیر خدا سے کوئی اندیشہ نہ ہو۔

حضرت ابن یحییٰ سے جواب حاصل کرنے کے بعد سائل اسی بات کو دریافت کرنے کی نیت سے شیخ ابوزید کے آستانہ عالیہ پر حاضر ہوا۔ اور دروازہ پر دستک دی۔ شیخ نے دروازہ کھولے بغیر اندر ہی سے فرمایا — کیا تجھے عبدالرحمن کا جواب کافی نہیں؟

سائل: حضور! پہلے دروازہ تو کھولیں۔

فرمایا: تم میری زیارت کا ارادہ لے کر تو آئے نہیں، اور جواب نہیں دروازہ

کے باہر ہی سے مل چکا ہے۔۔۔۔۔ سائل کا بیان ہے کہ اس کے ایک برس بعد
میرے دل میں ان سے ملنے کی خواہش ہوئی حاضر ہوا تو دروازہ کھول کر خندہ
پیشانی سے میرا استقبال کیا۔ اور فرمایا۔ اب تم زیارت کی نیت سے آئے ہو۔
راوی کہتے ہیں کہ میں حضرت کی خدمت میں ایک ہینہ رہا۔ جب کوئی بات میرے
دل میں آئی حضرت فوراً اس کا جواب غایت کرتے۔۔۔۔۔ رضی اللہ عنہ
نفعناہ آمین۔ (ص ۲۸۶)

بحر آشام:

حضرت شیخ ابویزید رضی اللہ عنہ کو حضرت یحییٰ بن معاذ رازی نے تحریر کیا کہ
میں رب تعالیٰ کی شرابِ محبت کی زیادتی کے باعث مدہوش ہو گیا۔۔۔
شیخ نے جواب دیا۔

وغيرك شرب بحور السموات والارض وما دوى بعد ولسانه
خارج وهو يقول هل من مزيد۔

اور کسی کا تو یہ حال ہے کہ آسمان و زمین کے سمندر پی کر بھی سیراب نہیں ہوا اور
نشنگی کے سبب اس کی زبان باہر نکلی ہوئی ہے۔ اور هل من مزيد
کی صدا بلند کر رہا ہے۔

اسی مضمون میں محشی نے فرمایا ہے۔

مجھے اس شخص سے تعجب ہے جو کہتا ہے میں اللہ کا ذکر کیا۔ کیا میں کبھی اسے
فراموش بھی کرتا ہوں جو یاد کر دوں۔ میں نے شرابِ محبت کے جام پر جام پئے۔
لیکن نہ شراب ختم ہوئی میں سیراب ہوا۔ (ص ۲۸۶)

بے ادبی کا وبال:

ایک مرتبہ حضرت شفیق بلخی اور حضرت ابوتراب غنشی رضی اللہ عنہما حضرت شیخ

ابو یزید رضی اللہ عنہ کی زیارت کے لئے تشریف لائے۔ کھانے کے لئے دسترخوان بچھایا گیا تو وہاں ایک نوجوان کھڑا تھا۔ حضرت شفیق رضی اللہ عنہ نے اسے کھانے پر بلایا۔

حضرت شفیق: اے نوجوان! ہمارے ساتھ کھانے میں شامل ہو جا۔

جوان: میں روزہ سے ہوں۔

حضرت شفیق: ہمارے ہمراہ کھالے، اور تیرے لئے ایک ماہ کے روزہ کی ثواب جوان: انکار،

حضرت ابو یزید: آ جا کھالے، اور تیرے لئے ایک سال کے روزہ کی ثواب

جوان نے پھر انکار کیا۔ تو حضرت ابو یزید نے فرمایا: جو اللہ کی نظر سے

گزر گیا اسے چھوڑو۔ وہ نوجوان ایک سال کے بعد چور بن گیا۔ اسی جرم میں

گرفتار ہوا۔ اور اس کا ہاتھ کاٹا گیا۔ (اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے اولیاء کی بے ادبی سے

بچائے اور اپنے غضب سے مامون فرمائے آمین) ص ۲۸۶، ۲۸۷

بقیہ کی سنرا:

شیخ ابو الحسن نوری رضی اللہ عنہ کی ایک خادمہ تھی جس کا نام زیتونہ تھا۔ اس نے اپنا واقعہ بیان کیا کہ ٹھٹھرتی ہوئی سردی کے زمانے میں میں نے حضرت شیخ نوری رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا کہ کچھ کھانے کے لئے لاؤں۔ حضرت نے دودھ اور روٹی لانے کو فرمایا۔ میں دودھ روٹی لے کر حاضر ہوئی۔ آپ کے پاس کوئلہ رکھا ہوا تھا جسے آپ ہاتھ سے الٹ پلٹ کر رہے تھے۔ کوئلے کی سیاہی ہاتھ میں لگی ہوئی تھی۔ آپ نے کھانا شروع کیا۔ اور اسی ہاتھ سے کوئلے کو پٹایا اور کوئلہ میں بگ بگ اٹھی۔ دودھ آپ کے ہاتھ پر بہنے لگا۔ میں نے جی میں خیال کیا۔ اے اللہ! مجھے پاکی ہے تیرے اولیاء کیسے ہیں ان میں معافی نہیں؟۔ خادمہ بیان کرتی ہے کہ میں جب حضرت کے گھر سے نکلی اتنے میں ایک عورت

حسنِ ظن ختم ہو جائے گا۔ آپ نے اس کی بات سن کر لا حول پڑھا۔ اور اس کے غدد کو اپنے ہاتھ سے چھو کر اس پر کپڑے کی پٹی باندھ دی۔ اور فرمایا اس پٹی کو گھر پہنچ کر کھولنا۔ وہ شخص اپنے ہمراہیوں کے ساتھ وہاں سے چل کر ایک قریب پہنچے۔ اور وہاں روٹی اور دو روہ سے بنا ہوا کھانا (شراقہ) کھایا۔ کھانا کھانے کے لئے اس نے بے خیالی میں پٹی کھول دی تو ہاتھ میں غدد نہ تھا۔ نہ اس کی کوئی علامت بلکہ اسے یہ اندازہ لگانا مشکل ہو گیا کہ غدد ہاتھ کے کس حصہ میں تھا؟۔ (ص: ۲۸۸)

گم شدہ بیل؛

ایک شخص کا بیل گم ہو گیا۔ وہ مارف فقیہ محمد بن حسین نجفی رضی اللہ عنہ کے پاس حاضر ہوا۔ حضرت نے فرمایا اگر اپنا بیل واپس چاہتے ہو تو فلاں جگہ چلے جاؤ ہمارے شیخ ہل جوت رہے ہوں گے ان سے اپنا بیل واپس لئے بغیر نہ آنا۔ چنانچہ وہ شیخ محمد بن ابوبکر علی رضی اللہ عنہ کے پاس جا کر ان سے پٹ گیا۔ اور کہا میرا بیل مجھے لوٹاؤ۔ وہ شیخ کو جانتا نہ تھا بلکہ وہ تو یہ سمجھ رہا تھا کہ انہوں نے ہی میرا بیل چرا لیا ہے۔ حضرت شیخ نے دریافت کیا۔ میسر پاس کس نے بھیجا ہے؟۔ بیل کے مالک نے شیخ محمد بن حسین کا نام بتایا۔ اور کہنے لگا یہ باتیں بھوڑے مجھے میرا بیل چاہئے۔ آپ نے اس سادہ مزاج کسان کی حالت پر رحم کھا کر قسم فرمایا اور کہا جاناں جگہ تیرا بیل ایک پٹر سے بندھا ہوا ہے جا کر کھول لے۔ وہاں گیا تو واقعی بیل موجود ہے۔ اس نے اپنا بیل کھولا اور فرحان و شاداں لے کر واپس آگیا۔ اب جو جس نے وہاں بیل لے جا کر باندھا وہ پہنچا تو بیل نہ پایا۔ اور رنجیدہ و غمزدہ لوٹا بلکہ آٹم و گنہگار اور غائب و خامر ہوا۔ اور حضرت شیخ اس کی باریابی کرا کے اجر و ثواب کے مستحق ہوئے۔

گم شدہ دستاویز مل گئی؛

ایک شخص کے سودینار کسی پر قرض تھے۔ وصولیابی کی تاریخ آئی تو پہنچا کہ دستاویز

جو قرض کا ثبوت تھی گم ہے۔ وہ دوڑا ہوا حضرت بنان المال رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچا اور دعا کرنے کو کہا۔ انہوں نے فرمایا میں بوڑھا ہو چکا ہوں، اور میں حلوائی نہ کرتا ہوں۔ جا کر بازار سے ایک رطل حلوائی لاؤ تو میں تمہارے لئے دعا کرتا ہوں۔ وہ بازار سے حلوائیا، آپ نے فرمایا۔ جس کاغذ میں حلوا رکھا ہے وہ کھول کر میرے سامنے رکھو۔ اس نے کاغذ جو کھولا تو دیکھا ہی اس کی دستاویز ہے۔ حضرت نے فرمایا، اپنی دستاویز لے جا۔ اور حلوائی لے کر اپنے بچوں کو کھلا دے وہ شخص لے کر خوشی خوشی چل دیا۔ اور آپ نے حلوائے سے نہ کچھ لیا نہ چکھا۔

آپ نے فرمایا۔ میں ایک بار اکیلے صحرا میں گیا وہاں مجھے وحشت محسوس ہوئی۔ ہاتھ غیبی کی آواز آئی۔ کیا عہد شکنی کرتے ہو؟۔ وحشت کیوں ہو رہی ہے کیا دوست تمہارے ہمراہ نہیں ہے؟۔ (ص ۱۸۹)

حضرت شبلی و غسل:

حضرت شیخ شبلی رضی اللہ عنہ کے ایک مرید (حضرت بکیر) حضرت کے مرض الموت کا واقعہ ذکر کرتے ہیں۔

جمعہ کے روز حضرت کو مرض سے کچھ آفاقہ ہوا۔ اور حضرت میرا ہاتھ بکیر کو جامع مسجد تشریف لے گئے۔ ہم لوگ جب صوفوں کے بازار سے گزرے تو ایک آدمی رصافہ کی جانب سے آیا۔ حضرت نے مجھ سے فرمایا۔ کل اس شخص سے میرا سابقہ پڑے گا۔ اسی شب حضرت کا انتقال ہو گیا۔ لوگوں نے مجھ سے کہا کہ سقوں کے محلہ میں ایک غسال ہے جا کر اسے لے آؤ۔ اور مجھے بتایا۔ میں نے وہاں جا کر آہستگی سے دروازہ پر دستک دی۔ اور السلام علیکم کہا انہوں نے اندر سے کہا کیا شبلی کا انتقال ہو گیا۔ میں نے جواب دیا جی ہاں!۔ جب دروازہ کھول کر برآمد ہوا۔ تو میں نے دیکھا کہ یہ تو وہی شخص ہے جس کے متعلق

حضرت شیخ نے فرمایا تھا کہ کل اس کے ساتھ میرا معاملہ ہو گا۔ میں نے تعجب سے کہا۔ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ اس نے کہا لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ کس بات پر تعجب ہو؟ میں نے کہا۔ جب آپ سے ملاقات ہوئی تھی، تو حضرت شبلی نے فرمایا تھا کہ کل اس سے میرا معاملہ ہو گا۔ بخدا! سچ بتائے کہ آپ کو کس طرح پتہ چلا کہ شیخ شبلی کا وصال ہو چکا ہے۔ فرمایا نادان! کل شیخ شبلی کو کیسے علم ہوا کہ آج ان کا معاملہ میرے ساتھ ہو گا؟ (رضی اللہ عنہ)

جب حضرت شیخ شبلی رضی اللہ عنہ کا آخری وقت قریب آیا تو آپ نے فرمایا۔ مجھ پر ایک درہم کا ظلم ہے جس کے بدلے میں نے ہزاروں درہم مدد کئے۔ مگر ہنوز اس سے زیادہ میرے دل پر کوئی چیز گرا نہیں۔ (ص ۲۸۹، ۲۹۰)

تیسرا از آہ مظلومان:

ایک اسرائیلی مومنہ کا واقعہ ہے کہ اس کا مکان شاہی محل کے سامنے تھا جس کی وجہ سے محل کی خوشنمائی داغدار ہو رہی تھی۔ بادشاہ نے بار بار کہا کہ یہ مکان میرے ہاتھ فر دخت کر دو مگر وہ راضی نہیں ہوئی اور انکار کر دیا۔ ایک بار جب وہ سفر میں گئی اس وقت بادشاہ نے اس کا مکان منہدم کر دیا۔ جب وہ واپس آئی اور یہ حال دیکھا تو آسمان کی طرف سراٹھا کر عرض کیا۔ الہی! میں سفر میں تھی مگر تو تو مہاجر تھا، کمزوروں اور مظلوموں کا تو ہی تو مددگار ہے۔ یہ کہہ کر وہیں زمین پر بیٹھ رہی۔ بادشاہ جب سواری پر ادھر نکلا تو پوچھا یہاں کیوں بیٹھی ہے اور کس چیز کا انتظار کرتی ہے۔ اس نے کہا تیرے محل کے دیوان ہونے کا انتظار ہے۔ یہ سن کر بادشاہ ہنسنا اور اس مظلومہ کا مذاق اڑایا۔ مگر ہوا یہ کہ اسی رات بادشاہ کا محل زمین بوس ہو گیا۔ اور بادشاہ مع اہل خانہ اس میں دفن ہو گیا۔ اور ایک دیوار پر کچھ اشعار لکھے ہوئے نظر آئے جن کا مفہوم یہ ہے۔

کیا دما کو حق جان کر اس کا مذاق اڑاتا ہے کیا اسے معلوم نہیں کہ دمانے کیا کر ڈالا

رات کے تیرکھی خطا نہیں کرتے، لیکن اس کے لئے ایک دفعہ ہوتا ہے۔ اور مدت کا اختتام کبھی تو ہے۔ اُس نے وہی کیا جو تو نے دیکھا۔ اور تمہاری مملکت کو دوام ہرگز نہیں۔ (ص ۲۸۹، ۲۹۰)

حضرت رجا بن کثیر علیہ الرحمہ نے بیان فرمایا کہ ہم کو فہم اپنے شیخ کی خدمت میں بیٹھے حدیث لکھ رہے تھے۔ وہاں سے ایک عورت گزری، جو اونی کرتا اور چادر میں لپٹی ہوئی تھی۔ اس نے ہمیں السلام علیکم کہا۔ اور محل شاہی کی جانب اشارہ کر کے بولی۔

یہ لوگ محلوں پر شاہاں، اور اس کی آسائش پر نازاں ہیں۔ اور جو کچھ انہوں نے آخرت کی جانب بھیجا اس پر قبروں میں نادم ہیں۔ اس وقت غرور میں نہ پڑو، ہم لوگ بوڑھے ہیں۔ موت ہماری کشتِ زندگی کی کٹائی کا وقت ہے قبر ہمارا اکھیاں ہے، اور قیامت ہمارے لوٹنے کا مقام ہے۔ لہذا جو انسان نیکی کے بیج بوئے گا آسائش کی گھنٹی کاٹے گا۔ اور جو برائی بوئے گا وہ پشیمانی کاٹے گا۔ تھوڑے صبر میں غنیمت زیادہ ہے۔ کچھ روز کی تکلیف ہوئی پھر راحتِ دوام ملتی ہے۔ (ص ۲۹۰، ۲۹۱)

مظلوم صیاد کی بددعا؛

ساحل پر ایک شخص پکار پکار کر کہہ رہا تھا جو مجھے دیکھے وہ کسی پر ظلم نہ کرے۔ حضرت عمر بن دینار علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ ایک اسرائیلی نے پکارنے والے سے پوچھا کیا ماجرا ہے؟ اس نے بتایا۔

میں ایک سپاہی تھا۔ اسی ساحل پر میں نے ایک شخص کو مچھلی کا شکار کرنے دیکھا۔ میسرے سامنے ہی اس نے ایک مچھلی کا شکار کیا۔ میں نے اس سے وہ مچھلی مانگی مگر اس نے نہیں دی۔ میں نے کہا خیر مفت میں نہیں دیتے تو فردختِ مکر میں خرد لیتا ہوں۔ اس نے پھر بھی انکار کیا۔ میں نے اس کو کوڑا رسید کیا۔ اور مچھلی

زبردستی لے لی۔ مچلی کو میں نے جارہا تھا اتنے میں اس مچلی نے میرا انگوٹھا اپنے منہ میں کپڑ لیا۔ میں نے لاکھ چھڑاتا جا ہنگو کامیاب نہ ہوا۔ گھر جا کر گھر والوں کو دکھایا تو انہوں نے بہت دشواری سے میرا انگوٹھا چھڑایا۔ اس کے بعد میرا انگوٹھا سوچ گیا، اور سڑنے لگا۔ اور اس میں جہاں مچلی کے دانت لگے تھے وہاں وہاں سوراخ ہو گئے۔ میں نے ایک دوست طبیب کو دکھایا۔ اس نے کہا یہ کھلے ہے۔ اگر تم اپنا انگوٹھا نہیں کٹواؤ گے تو ہلاک ہو جاؤ گے۔ میں نے انگوٹھا کٹوایا۔ مگر زخم پھیلیں میں ہو گیا۔ پھر میں طبیب کے پاس گیا اور اس نے کہا۔ اگر پھیلیں نہیں کٹواؤ گے تو ہلاک ہو جاؤ گے میں نے پھر کٹوائی سے ہاتھ کٹوا دیا۔ مگر زخم بڑھ کر بازووں میں ہو گیا۔ یہ دیکھ کر میں بد حال ہو گیا۔ اور اہل دیوال کو چھوڑ کر جینا چلنا تھا گ نکلا۔ ایک دن دیرانے میں روتا پھر رہا تھا۔ وہاں ایک درخت کے سائے میں جا بیٹھا۔ سو گیا تو خواب دیکھا ایک شخص کہہ رہا تھا یوں کب تک ایک ایک کر کے اپنے اعضا کٹوائے گا۔ حق، حقدار کو واپس کر نجات پا جائے گا۔ یہ خواب دیکھ کر مجھے یقین ہو گیا کہ یہ سب اللہ ہی کی طرف سے ہے۔ میں ساحل پر پہنچا تو صیاد کو جال پھینکتے پایا۔ وہ بیٹھا شکار کر رہا تھا جب اس نے جال کھینچا تو اس میں بہت سی مچلیاں تھیں۔ میں نے قریب جا کر عرض کیا۔ اے اللہ کے بندے میں تمہارا غلام ہوں۔ اس نے کہا بھینجے تو کون ہے؟۔ میں نے کہا میں وہی سپاہی ہوں جس نے کوڑا مار کر تم سے مچل چینی تھی۔ اور پھر اسے اپنا ہاتھ دکھایا۔ میرا ہاتھ دیکھ کر اس نے کہا۔ نَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الْبَلَاءِ۔ بلاؤں سے خدا کی پناہ، اور مجھ سے کہا میں نے تجھے درگزر کیا۔ اس کی طرف سے معافی ملے ہی میرے زخم کے کیڑے بھر گئے۔ میں جب اس کے پاس سے آنے لگا تو اس نے مجھے روکا۔ اور کہا مجھ سے یہ نا انصافی ہوئی کہ ایک مچلی کی وجہ سے میں نے تمہیں بددعا دی۔ حالانکہ مچل کی کیا حیثیت ہے۔ اور وہ بھی قبول ہو گئی۔ میرا ہاتھ پکڑ کر اپنے گھر لے گیا۔ اور اپنے

فرزند کو بلوا کر مکان کے ایک کونے کی زمین کھدوائی۔ اور وہاں سے تین ہزار دینار سے بھر اترن نکالا۔ اور اسی فرزند سے گنوا کر دس ہزار درہم بھے دلوئے۔ اور مجھ سے کہا اے اپنے خرچ میں لاؤ۔ اور اس سے اپنی حسنة مالی کا تدارک کرو۔ اس کے علاوہ مزید دس ہزار دلو کر کہا اے اپنے پڑوس اور رشتے کے غبار و مساکین میں تقسیم کر دو۔ میں نے آتے وقت پوچھا۔ نہیں خدا کی قسم دیتا ہوں۔ یہ تو بناؤ۔ بد دعا کیسے کی تھی؟۔ صبا دے کہا۔ جب تم نے کوڑا مارا اور پھلی چھین لی تو میں آسمان کی طرف منہ کر کے رویا۔ اور التجا کی اے رب! اس کو اور مجھ کو تو نے ہی پیدا فرمایا۔ اور تو نے ہی اس کو مجھ سے زیادہ قوت دی، اور مجھ کو در بنایا۔ اور اس کے بعد مجھ پر اسے مسلط کر دیا اور نہ تو نے مجھے بچایا۔ اور نہ ہی مجھے اتنی قوت دی کہ اس کے ظلم سے خود کو بچاتا۔ میں تجھ سے تیری اسی قدرت کا واسطہ دے کر سوال کرتا ہوں جس نے اسے قوی و مجھے کمزور بنایا۔ اس انسان کو لوگوں کیلئے سامان عبرت بنا دے (ص ۹۱، ۹۲)

عالم اسباب؛

یہ واقعہ حضرت علی بن حرب رحمۃ اللہ علیہ نے بیان فرمایا کہ میں اور کچھ نوجوان دریائے موصل کے کنارے ایک کشتی پر بیٹھے کشتی جب درمیان میں پہنچی تو ایک مچھلی دریائے کو در کشتی میں آگئی۔ سب نے جب مچھلی کو دیکھا تو سوچا کسی جگہ کشتی روک کر اسے بھونا جائے۔

چنانچہ جب ناؤ ایک کنارے پر لگائی گئی اور آگ جلانے کے لئے لکڑیاں جمع کی جانے لگیں۔ اسی دوران ہم نے ایک ویرانہ دیکھا جہاں پرانے کھنڈرات اور قدیم مکانوں کے آثار تھے۔ اور دیکھا کہ ایک شخص پڑا ہوا ہے جس کے ہاتھوں کو کسی نے اس کے شانوں کے پیچھے اتنی طرح باندھ دیا ہے۔ اور وہیں پر ایک دوسرا شخص ذبح ہو کے مرا پڑا ہے۔ اور نزدیک ہی سامان سے لدا ہوا ایک پتھر کھڑا ہے

ہم لوگوں نے بندھے ہوئے شخص سے اجزا دریافت کیا۔ اس نے کہا۔
 میں نے اس شخص کا پتھر کر اب پر لیا تھا یہ مجھے راستے سے یہاں بھٹکا لایا۔ اور
 میری شکیں کس دیں۔ اور کہا کہ میں تجھے قتل کروں گا۔ میں نے اس کو منہ کا
 واسطہ دیا کہ ظلم نہ کرو، اور میرے قتل کا گناہ اپنی گردن پر نہ لے۔ اور میں
 نے یہ بھی کہا کہ یہ سارا سامان تو لے لے میں نے یہ تیرے لئے حلال کیا۔ اور میں
 اس کی کسی سے شکایت بھی نہ کروں گا۔ میں نے اسے قسم بھی دی مگر وہ اپنے
 ادا دے پڑا رہا۔ اور مجھے مارنے کے لئے اس نے اپنی کمر میں سختی سے ٹھونسا
 ہوا پتھر اٹھینا تو وہ آسانی سے نہیں نکلا۔ مگر جب اس نے پتھر اذور سے جھٹکا دیکر
 نکالا تو وہ ایک دم اس کی حلق پر لگا۔ اور وہ خود بخود زخموں میں گویا جیسا کہ آپ لگ
 دیکھ رہے ہیں۔ ہم نے اس کی شکیں کھول دیں۔ اور وہ شخص پتھر اور اپنا سامان
 لے کر اپنے گھر گیا۔ پھر ہم لوگ کشتی میں سوار ہوئے کہ مچلی نکالیں تو وہ کو در دریا
 میں جا چکی تھی۔ یقیناً یہ واقعہ نہایت حیرت انگیز ہے۔ ————— قَسْبَحَان
 اللطیف الخیر۔ (ص ۲۹۲ — ۲۹۳)

سمندر کے طوفان سے جس نے بچایا :

ایک عورت خانہ کعبہ کا طواف کرتے ہوئے چیخ چیخ کر کہہ رہی تھی یا کریم یا کریم
 عہدک القدیم اس عورت کی پشت پر ایک بچہ بھی بندھا ہوا تھا — ایک
 بزرگ نے عورت سے دریافت کیا کہ تیرے اور اللہ تعالیٰ کے درمیان کیا عہد
 ہے؟ — جواباً عورت نے اپنا واقعہ بزرگ کو سنایا کہ تاجروں کے ایک
 گروہ کے ہمراہ میں ایک کشتی پر سوار تھی۔ سمندر میں زور کا طوفان آیا۔ اور سب
 ڈوب گئے۔ میں اپنے بچے کے ہمراہ اٹختے پینڈہ بچ رہی اور دوسرے تختہ پر ایک حبشی
 سلامت رہا۔ صبح ہوئی تو حبشی پانی طے کرنا ہوا میرے قریب آیا۔ میرے تختہ پر سوار
 ہو گیا۔ اور مجھے اپنی خواہش کے لئے راضی کرنے لگا۔ میں نے اس سے کہا تجھے

ذرا بھی اللہ کا خوف نہیں، ہم تو خود گرفتار ہمارے ہیں۔ اس مصیبت سے نجات کے لئے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی ضرورت ہے اور تو نافرمانی سوچ رہا ہے؟۔

اس نے کہا۔ یہ باتیں چھوڑ، میں نے جو کہا وہ ضروری ہے۔ اور یہ کچھ میری گود میں سو رہا تھا۔ اسے میں نے جی بھر کر جگا دیا۔ اور وہ رونے لگا، میں نے کہا میں ذرا اس بچے کو سلا تو لوں، حبشی نے بچہ کو ہاتھ میں اٹھا کر پانی میں ڈال دیا، اس وقت میں نے آسمان کی طرف دیکھ کر کہا۔ اے اللہ! تو آدمی اور اس کے دلی ارادے کے درمیان حائل ہونے والا ہے۔ اپنی طاقت و قدرت کے ذریعہ میرے اور اس کے درمیان جدائی کر دے یقیناً تو سب چیزوں پر قادر ہے۔ یا مَنْ يَحُولُ بَيْنَ الْمَرْءِ وَقَلْبِهِ حُلْ بَيْنِي وَبَيْنَ هَذَا الْاَسْوَدِ بِمَحْلُوكٍ وَقَوْلِكَ اِنَّكَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ۔ بخدا میں ابھی اپنے کلمات پورے بھی نہ کر سکی تھی کہ سمندر سے ایک جانور منہ بھاڑے ہوئے نکلا۔ اُداس نے اس حبشی کو ایک لقمہ بنالیا۔ اور غوطہ مار کر تہ میں چلا گیا۔ اس طرح اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے اپنی قوت و قدرت سے مجھے بچالیا وہ ہر شے پر قادر ہے۔

پھر موجوں نے مجھے نھڑے دیئے اور میں ایک جزیرہ پر پہنچ گیا۔ میں نے سوچا جب تک میں کسے کوئی صورت ظاہر نہ ہو اسی جزیرہ کے سبزے اور پانی پر بس کر دوں گی۔ اس طرح میں نے وہاں چار روز گزارے پانچویں روز مجھے دُور سے ایک کشتی گزرتی دکھائی پڑی۔ میں نے ایک پہاڑی ٹیلے پر چڑھ کر ان کی جاب کپڑے سے اشارہ کیا۔ ان میں سے تین شخص ایک چھوٹی سی ناؤ پر بیٹھ کر میرے پاس آئے۔ میں ان کے ساتھ اس بڑی کشتی میں پہنچی تو وہاں میں نے اپنے بچے کو دیکھا جسے حبشی نے سمندر میں پھینک دیا تھا۔ میں بے تاب ہو گئی۔ اور خود کو بچہ پر گرا کر اسے چومنے لگی۔ ان لوگوں نے کہا تو شاید پاگل ہو گئی ہے۔ میں نے کہا نہیں، بلکہ مجھ پر ایسا ایسا واقعہ گزرا۔ ان لوگوں نے عورت کی بات سن کر اس سے کہا۔ اب ہم کسے سن! ہماری کشتی موافق ہوا کے رخ پر چل

رہی تھی۔ اتنے میں ایک سمندری جانور ہماری راہ میں حاکم ہو گیا۔ اور یہ بچہ اس جانور کی پشت پر تھا۔۔۔۔۔ اس وقت ایک غیبی آواز آئی کہ اگر اس بچہ کو نہیں بچاؤ گے تو ہلاک ہو جاؤ گے۔ چنانچہ ہم میں سے ایک شخص نے جانور کی پشت پر سے بچہ کو جا کر اٹھا لیا۔ اور وہ جانور فوراً غوطہ مار کر غائب ہو گیا۔ بچہ کا قصہ اور تیرا واقعہ نہایت تعجب ناک ہے۔ ہم سب لوگ اس بات کا عہد کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ آج کے بعد ہمیں گناہ میں نہ دیکھے اور میں نے بھی عہد کیا۔ سبحان اللہ اللطیف الخبیر، جمیل العوائد، سبحان مدمک الملہوف عند الشداہد۔۔۔۔۔ (ص ۱۹۳، ۱۹۴)

غیبی مدد :

علامہ باقی علیہ الرحمہ نے بیان فرمایا ہے کہ دو زبوی میں ایک تاجر مدینہ سے شام اور شام سے مدینہ مال لاتا اور لے جاتا تھا۔ اور قافلہ کے ساتھ سفر نہیں کرتا تھا بلکہ اللہ عز و جل پر اپنے قوی توکل کے باعث تنہا سفر کرتا تھا۔ ایک بار ناگہاں ایک ڈاکو گھوڑے پر سوار ان کی راہ میں حائل ہوا اور لکار کر تاجر پر جھپٹا۔ تاجر نے کہا۔ اگر تو مال کے لئے ایسا کر رہا ہے تو مال لے لے اور مجھے چھوڑ۔ اس نے کہا مال تو میں لوں گا ہی، اسی کے ساتھ تیری جان بھی لوں گا۔ تاجر نے دوبارہ اسے وہی کہا مگر وہ بغیر رہا۔ تاجر نے بالآخر اس سے اتنی مہلت مانگی کہ وضو کر کے نماز پڑھے اور کچھ دما کرے ڈاکو راضی ہو گیا۔ تاجر نے وضو کر کے چار رکعت نماز پڑھی اور ہاتھ اٹھا کر یہ دعا کی۔

یا ودود یا ودود یا ودود، یا ذا العرش المجید، یا مبدی یا معید
یا قتال لما یرید اسئلک بنور وجهک الذی ملأ اذکان عرشک
واسئلک بقدر ذلک الی قد دت بها علی جمیع خلقک و برحمتک
الئی وسعت کل شیء لا الہ الا انت یا مغیث اغثنی (میں بار یہ دعا کی)

دعا سے فارغ ہو کر کیا دیکھا کہ ایک شخص سفید گھوڑے پر سوار، سبز کپڑوں سے
لبوس ہاتھ میں نورانی طوار نے ہوئے موجود ہے۔ اب ڈاکو اس سوار کی
طرف روانہ ہوا۔ مگر قریب پہنچتے ہی اس کا ایک نیزہ کھاکر زمین پر آ رہا۔ اس
سوار پھر تاجر کے پاس آیا اور چہانوا سے قیل کرتا جبر نے کہا تم کون ہو؟ میں نے
اب تک کسی کو قتل نہیں کیا۔ اور نہ اسے قتل کرنا میرے دل کو گوارا ہوگا۔ اس
سوار نے پلٹ کر ڈاکو کو مار ڈالا۔ اور تاجر کو بتایا کہ میں تیسرے آسمان پر رہنے
والا ایک فرشتہ ہوں۔ جب تم نے پہلی بار دعا کی تو ہم نے آسمانی دروازوں کی
کھٹ پٹ سنی جس سے ہم نے جان لیا کہ کوئی واقعہ ہوا ہے۔ اور جب تم نے دو
بارہ دعا کی آسمان کے دروازے اس زور سے کھلے کہ ان سے چنگاریاں نکلنے
لگیں۔ تمہاری سب بارہ دعا سن کر حضرت جبریل علیہ السلام تشریف لائے اور انہوں
نے آواز دی کون ہے جو اس قسم رسیدہ کی مدد کو جائے؟ میں نے اپنے رب سے
دعا کی یا اللہ! اس کے قتل کا کام میرے ذمہ فرما۔

یہ بات یاد رکھو جو مصیبت کے وقت تمہاری یہ دعا پڑھے گا چاہے کیسا ہی عاڈ
ہو اللہ تعالیٰ اسے اس مصیبت سے محفوظ رکھے گا۔ اور اس کی داد دے گا۔
تاجر اس واقعہ کے بعد سلامتی کے ساتھ مدینہ شریف پہنچا۔ اور حضور انور صلی اللہ علیہ
وآلہ وسلم کی خدمت میں پہنچ کر پورا ماجرا سنایا، اور دعا بھی سنائی۔ حضور نے ارشاد
فرمایا اللہ تعالیٰ نے تیرے دل میں اپنے وہ اسمائے حسنی القا فرمادیے جن کے
قدیمہ و ماقبول ہوتے ہیں۔ جو اٹکا لگتا ہے جعفر علامہ یا فنی فرماتے ہیں کہ یہ حدیث علماء کی ایک
جماعت نے اپنی تصانیف میں بیان کی ہے۔ (ص ۲۹۴، ۲۹۵)

اَمِّنْ يُجِيبُ الْمُضْطَّرَّ كَمَا مَوْكَلٌ :

شہر کوفہ میں ایک خچر والا باربر دار دیانت داری میں مشہور تھا۔ بڑے بڑے تاجر
اپنی امانتیں اس کے حوالے کر دیتے اور اعتبار کرتے تھے۔ ایک مرتبہ وہ تنہا سفر

میں نکلا۔ آبادی سے باہر اسے ایک آدمی ملا۔ اس نے پوچھا کہاں جا رہے ہو اس نے بتایا فلاں شہر جانا ہے۔ اجنبی نے کہا اگر میں سیدل چل سکتا تو تمہارے ہمراہ چلتا مگر یہ ممکن نہیں۔ تم اگر ایک دینار مجھ سے لے کر مجھے بھی اپنے خچر پر سوار کر لو تو مہربانی ہوگی۔ خچر والے نے دینار لیا اور اسے اپنے ساتھ بٹھالیا۔ ایک دور راہ پر پہنچ کر خچر والے سے سوار نے پوچھا کس راستے سے جاؤ گے۔ بار بردار، سرک سے جاؤں گا۔

سوار، مگر میرے خیال میں یہ دوسرا راستہ قریب تر ہے۔ اور اس راستہ میں جانور کے لئے سبزہ دار بھی ہے۔

بار بردار: میں کبھی اس راستہ سے نہیں گیا۔

سوار: میں اس راستہ سے بارہا جا چکا ہوں۔

بار بردار: تم جس طرف سے جاہو چلو۔

خچر والے نے اس کی دلداری میں اسی کا بتایا ہوا راستہ اختیار کیا۔ مگر کچھ ہی دور چلنے کے بعد وہ راستہ ایک بھیاںک جنگل میں جا کر ختم ہو گیا۔ قلی نے دیکھا کہ وہاں بہت سی لاشیں پڑی ہوئی ہیں۔ بار بردار وہاں پہنچ کر بولا۔ میرے خیال میں راستہ ختم ہو چکا ہے۔ سوار اترا اور کمر سے خنجر کھینچ کر خچر والے کو قتل کرنا چاہا۔ اس نے یہ صورت حال دیکھی تو کہا ایسا نہ کرو۔ یہ سب کچھ بے لواء مجھے نہ مارو، مگر وہ نہ مانا۔ بار بردار نے جب ناچاری دیکھی تو کہا۔ تم اگر مجھے قتل ہی کرنا چاہتے ہو تو مجھے اجازت دو کہ اپنے عمل کی کتاب دو رکعت نماز پر ختم کر لوں۔ اجنبی نے کہا ٹھیک ہے جا اور نماز بھی پڑھ لے۔ تجھ سے پہلے ان تمام مردوں نے ایسا ہی کیا تھا۔ مگر کسی کی نماز نے اسے فائدہ نہیں پہنچایا۔ اور میرے ہاتھ سے نہیں بچ سکے۔

اس نے جلدی سے تکبیر کہہ کر نماز شروع کی۔ اور سورۃ فاتحہ تلاوت کرنے کے بعد اس کی زبان رکستے لگی۔ فیصلہ نہ کر سکا کہ آگے کیا پڑھوں۔ اجنبی ڈاکو نے زور

چھت پر وضو کا انتظام کرو تا کہ وہاں سے فرار نہ ہو سکے۔ محل کی چھت چالیس گز اونچی تھی۔ نوجوان جب چھت پر پہنچا تو التجا کی۔ بار الہا! مجھے بدکاری پر مجبور کیا جا رہا ہے مگر میں خود کو چھت سے نچا دینا گناہ میں مبتلا ہونے سے بہتر سمجھتا ہوں۔ اور بسم اللہ پڑھ کر خود کو محل کے باہر گرا دیا مگر اللہ کی ایسی مرضی کہ اسے ذرا بھی تکلیف نہیں ہوئی مگر میں کہ رب تعالیٰ نے ایک فرشتہ مقرر کر دیا تھا، جس نے اسے بازو پکڑ کر زمین پر لا کر رکھ لیا۔

نوجوان نے بارگاہِ خداوندی میں دعا کی۔ پروردگار! اگر تو چاہے تو مجھے اس تجارت کے بغیر بھی روزی دے سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے کرم فرمایا۔ اور اس کے لئے سونے کی ایک تھیلی بھیج دی۔ اس میں سے نوجوان نے اپنے دامن بھرا کھا لیا اور عرض کیا الہی! اگر یہ میری دنیا کی روزی ہے تو میرے لئے اس میں برکت دے۔ اور اگر یہ میرے ثواب کے بدلے میں ہے تو مجھے اس کی ضرورت نہیں جواب ملا۔ چھت سے گرتے وقت جو صبر تو نے اختیار کیا تھا یہ اس کے ثواب کے ۲۵ حصوں کا ایک حصہ ہے۔ عرض گزار ہوا اے رب! میری آخرت کی نیکی کو کم کرنے والی کوئی شے مجھے نہیں چاہئے۔ چنانچہ وہ تمام سونا اٹھا لیا گیا۔ اس نوجوان کے بارے میں شیطان سے پوچھا گیا کہ تو نے اسے چھت پر بہکا یا کیوں نہیں؟ وہ بولا، میں ایسے جاں باز مرد کو بھلا کیا بہکا سکتا ہوں جس نے اللہ تعالیٰ کے لئے اپنی جان ہی داؤ پر لگا دی۔ رضی اللہ عنہ وفعلاً بہ آمین۔ (ص ۲۹۷، ۲۹۸)

موتی کے چار ٹکڑے:

ایک نیک بخت بارسا انسان کے پاس بادشاہ نے اپنا بیش قیمت موتی امتا رکھا۔ اس نیک انسان نے بادشاہ کی امانت کو عین کے ساتھ محفوظ جگہ لارکھا۔ اتفاق سے اس کا ایک لڑکا تھا۔ کسی طرح وہ موتی لڑکے نے پالیا۔ اور اسے

پتھر پر بار کر بھوڑ ڈالا۔ اور موتی کے چار ٹکڑے ہو گئے۔ بار ماٹھن اس واقعے سے نہایت فکر مند ہوا۔ اور خیال کیا کہ شہر چھوڑ کر کہیں اور چلے جائیں۔ مگر اس کے ایک دوست نے اسے شہر بدری کے ارادے سے باز رکھا۔ اور اسے یہ شعاں سکھائے کہ اسے پڑھنا۔ انشاء اللہ العزیز مشکل آسان ہو جائے گی۔

وَكَمَلَهُ مِنَ لُطْفِ حَقِّي بِدِقِّ خَفَاةٍ عَنْ نَهْجِ الذِّكْرِ
اللہ تعالیٰ کی بہت سی پوشیدہ مہربانیاں ہیں کہ پوشیدگی کی وجہ سے انہیں ہوشیار انسان بھی جان نہیں پاتا۔

وَكَمَلَتْ لِي رَاحَتِي تَكْوِيْلَ كَيْفِ بَعْدَ آيَاتِ جَنِّ مَنُومٍ دَلَّ اضْطِرَابَ نَحْمٍ هَوَّيَا
اور بہت سی راحتیں تکلیف کے بعد آئیں جن سے منوم دل اضطراب ختم ہو گیا۔

وَكَمَلَتْ لِي رَاحَتِي تَكْوِيْلَ كَيْفِ بَعْدَ آيَاتِ جَنِّ مَنُومٍ دَلَّ اضْطِرَابَ نَحْمٍ هَوَّيَا
اور بہت سے حادثے جو صبح کو باعثِ قلق تھے انہیں سے شام کو مسرت پیدا ہوئی

اِذَا ضَافَتْ بَيْتُ الْاَحْوَالِ يَوْمًا فَتَقَّ بِالْوَحِيدِ الْفَرْدِ الْعَلِيِّ
جب کسی دن تجھے اپنے احوال پریشان کریں تو اللہ واحد یکتا بزرگ پر اعتماد کر،

وہ پارسا نیک مرد ایک روز انہی کو پڑھ رہا تھا اتنے میں بادشاہ کا قاصد آیا اور اس نے بتایا کہ بادشاہ کے فلاں خاص آدمی کی طبیعت نہایت ناساز ہے،

اور طبیعوں نے یہ علاج تجویز کیا ہے کہ ہیرے کے چار ٹکڑے کر کے پانی میں ڈالا جائے اور وہی پانی اسے پلایا جائے۔ اب بادشاہ کا حکم ہے کہ ان کی جو امانت

تمہارے پاس ہے کسی ماہر جوہری سے اس کے چار ٹکڑے کر لاؤ۔ اور خیال کھنا

کہ ٹکڑے کم دیش نہ ہوں۔ پارسا مرد نے ہیرے کے ٹکڑے بادشاہ کو پیش کئے

جس سے بادشاہ بہت خوش ہوا۔ اور اس کا احسان مند ہو کر اسے انعام بھی دیا۔

وہ خوشی خوشی گھر واپس آیا۔

بیشک اللہ تعالیٰ نہایت لطف و کرم والا ہے جو مقرر دلوں کو خود چین و غلا

فرماتا ہے۔ تبارک اللہ رب العالمین۔ (ص ۲۹۸، ۲۹۹)

www.maktabah.org

ہر قید سے نجات کا ذریعہ :

ایک بادشاہ ایک درویش پر بہت ناراض ہوا۔ اور قلعہ کے بلند برج پر اسے نظر بند کروا دیا۔ اور برج کی ساری کھڑکیاں ٹمک بند کرا دیں تاکہ اس ٹمک ہوا بھی نہ پہنچے، کھانا پانی کجا،

تین روز بعد لوگوں نے بادشاہ کو خبر دی کہ وہ درویش تو فلاں جگہ خوش و خرم ٹھل رہا ہے۔ بادشاہ نے کہا اے میرے پاس لاؤ۔ درویش پھر حاضر کیا گیا۔ بادشاہ نے پوچھا۔ میرے اس برج سے جس ذات تجھے نکالا، میں اس کی قسم دیتا ہوں۔ بتا تو کیسے وہاں سے نکلا؟۔

درویش نے کہا۔ میں نے ایک دعا کی تھی۔ اسی کی برکت سے نکل آیا۔ وہ دعا یہ ہے۔

اللّٰهُمَّ بِالطَّيِّفِ بِالطَّيِّفِ يَا مَنْ وَسِعَ لَطْفُهُ اَهْلَ السَّمَوَاتِ
وَالْاَرْضِينَ اَسْأَلُكَ اللّٰهُمَّ اَنْ تَلْطِفَ لِيْ مِنْ خَفِيٍّ خَفِيٍّ لَطِيفٌ
الْخَفِيُّ الْخَفِيُّ الْخَفِيُّ الَّذِي اِذَا لَطِفْتَ بِهِ لِاحِدٍ مِنْ عِبَادِكَ كَفَى
فَاِنَّكَ قُلْتَ وَقَوْلُكَ الْحَقُّ الْمُبِيْنُ لَطِيفٌ بِعِبَادِهِ يَرْزُقُ مَنْ يَّشَاءُ
وَهُوَ الْقَوِيُّ الْعَزِيْزُ

کس تیر دین ہے تو غرق اے اہل نجات
تیرے پل پل یہ نظر رکھا ہے قدرت والا
رستے سحر و دود کو دیتا ہے ہمت کچھ دن
رگ جہاں بٹ دبا دے تری تو مردہ ہے
تجھ کو کس چیز نے فرعون بنا رکھا ہے
ظلم کا تو نے جو طوفان مچا رکھا ہے
آسمان کس نے یوں سربراہا رکھا ہے
پھر ترے واسطے اس خاک میں کیا رکھا ہے

پھونک مارے تو مرد و خور کے دے کچھ جائیں
آزمائش کو جہاں اس نے سب رکھا ہے

دعائے ملائکہ :

حضرت شیخ سہری ستعلی رضی اللہ عنہ نے بیان فرمایا۔ میرے پڑوس میں قرآن مجید کا ایک صاحب متقی شخص رہتا تھا، جو نہایت غریب اور مفلس تھا۔ ایک مرتبہ اس پر فاقہ اور تکلیف کا سخت وقت آیا۔ تو اس نے اپنے دل کا حال ایک کاغذ پر لکھ کر بارگاہِ خداوندی میں پیش کرنے کا ارادہ کیا۔ چنانچہ اس نے رقعہ لکھا اور رات آئی تو لکھا ہوا رقعہ لے کر محرابِ مسجد میں پہنچا نماز پڑھی اور دعا کرتے ہوئے رقعہ آسمان کی طرف بلند کیا۔ یہی عمل وہ کافی دیر تک کرتا رہا۔ بالآخر اس پر شب بیداری سے تکان لاحق ہوئی اور وہ بیٹھ کر نماز پڑھنے لگا۔ جب رات کا مختصر حصہ باقی رہ گیا تو اسے غینہ آگئی۔ دیکھا کہ ایک حسین و جمیل شخص اس سے مخاطب ہے۔ مرد شکیل، اسے ابوبشر! تجھ پر کیسی غفلت طاری ہے کہ رب تعالیٰ کے حضور روشنائی سے لکھا ہوا رقعہ پیش کر رہا ہے؟۔

ابوبشر! پھر کیا کروں؟۔

مرد شکیل، سن! جب اس بارگاہ میں کوئی درخواست کا ارادہ کرے، تو دستِ شکر کو دریائے ذکر سے دھو کر اپنے قلب پر قلمِ صبر کے ذریعہ بیاضِ فکر سے تحریر کر،

ابوبشر! کیا تحریر کر دوں؟۔

مرد شکیل: یہ دعا،

يَا مَنْ اِفْضَالُهُ اَفْضَلُ اِفْضَالِ الْمُفْضِلِينَ وَاِنْعَامُهُ اَنْعَمُ اِنْعَامِ
الْمُنْعَمِينَ يَا مَنْ عَجَزَ عَنْ شُكْرِهِ شُكْرُ الشَّاكِرِينَ قَدْ جَزَيْتُ
غَيْرَكَ مِنَ الْمَاْمُولِينَ بَعْدِي مِنَ السَّائِلِينَ فَاِذَا كُلُّ قَاصِدٍ
اِلَى غَيْرِكَ مَسْدُودٌ وَكُلُّ طَرِيقٍ اِلَى سِوَاكَ مَسْدُودٌ وَكُلُّ خَيْرٍ
عِنْدَكَ مَوْجُودٌ وَعِنْدَ سِوَاكَ مُعْدُومٌ وَمُنْقُودٌ۔

اے وہ ذات جس کے افضال سارے فضل کرنے والوں سے افضل ہیں اور تیرے انعام تمام انعام کرنے والوں سے بہتر ہیں۔ تیرے شکر سے تمام شکر کرنے والے عاجز ہیں۔ میں نے دوسرے مانگنے والوں کے ذریعہ ان سب کو آزمایا جن سے کوئی امید وابستہ کی گئی تھی۔ معلوم ہوا کہ تیرے غیر کے سامنے ہاتھ پھیلانے والا مردود ہے اور غیروں کا ہر راستہ بند ہے ہر خیر تیرے پاس موجود ہے۔ اور تیرے غیر کے پاس نہیں۔

ابو بشر: یا سیدی! یہ تو بہت خوب ہے۔

مرد فکیل: اگر ریاض بصیرت باقی رہے اور تو اپنے ارادے کی تصریح کی مزید ضرورت سمجھے تو تو یہ تحریر کرو،

يَا مَنْ إِلَيْهِ نَوَسَلْتُ وَعَلَيْهِ فِي الشَّرَاءِ وَالْعُرْءِ عَوَّلْتُ حَاجَاتِي
مَصْرُوفَةً إِلَيْكَ وَأَمَالِي مَوْفُوفَةً لَدَيْكَ كُلُّ مَا وَقَفْتَنِي لَهُ
مِنْ خَيْرِ أَعْمَلُهُ وَأَطِيقُهُ فَأَنْتَ ذَلِيلِي عَلَيْهِ وَطَرِيقُهُ۔

اے وہ ذات کہ میں نے تیرے لئے بھی کوہِ وسیلہ بنایا۔ اور راحت و تکلیف میں بھی پراغما دیکھا ہے۔ میری حاجتیں تیری ہی طرف مصروف ہیں۔ اور امیدیں تیرے ہی سامنے قائم ہیں جس کام کی تو نے مجھے توفیق دی۔ تو ہی اس کا رہنما، اور تو ہی اس کا ذریعہ ہے۔

ابو بشر: سیدی! یہ تو اس سے بھی بہتر ہے۔

مرد فکیل: اور اگر ریاض بصیرت میں اس سے زیادہ تصریح کی ضرورت ہو تو، مزید یہ لکھ دے۔

بِأَقْدِيرِ الْأَوْدَةِ الْمَطْلُوبِ وَيَا مَلِكًا يُرْغَبُ إِلَيْهِ كُلُّ رَاغِبٍ مَا
زِلْتُ مَمْحُوبًا مَنَّكَ بِالنِّعَمِ جَارِيًا عَلَى عَادَاتِ الْإِحْسَانِ وَالْكَرَمِ
يَا مَنْ بَكَرَ مِنْهُ يُبْلَغُ الْكَرَمُ وَمِنْ حَمْدِهِ يَزِيدُ النِّعَمُ۔

اے قدیر! طلب مجھے عاجز نہیں کرتی، اور اے بادشاہ! ہر رغبت والا تیری طرف

مجھتا ہے۔ میں ہر وقت تیری نعمتوں سے مالا مال ہوں جو مجھ پر صرف تیرے فضل و کرم سے اترتی ہیں۔ اور اے وہ ذات کہ تیرے کرم سے ہر شخص کرم کا مستحق ہوتا ہے۔ اور تیری تعریف سے نعمت بڑھتی ہے۔
ابوبشر: سیدی! یہ اس سے بھی خوب تر ہے۔
مرد شکیل: بیاض بصیرت اگر اور بانی ہے اور تو مزید حاجت تصریح رکھے تو یہ رقم کر،

يَا مَنْ جَعَلَ الصَّبْرَ عَوْنًا عَلَىٰ بَلَاءِهِ وَجَعَلَ الشُّكْرَ مَادَّةَ النُّعْمَانِ اَسْأَلُكَ صَبْرًا جَمِيلًا عَلَىٰ الْحُجْنِ وَتَوْفِيقًا لِلشُّكْرِ عَلَىٰ الْمِنَّةِ فَقَدْ عَظُمَتْ بِمُحْنِكَ عَنْ صَبْرِي وَجَلَّتْ نِعْمَتُكَ عَنْ شُكْرِي فَقَضَّلْ عَلَىٰ اِقْرَارِي بَعْضِي اَنْتَ اَوْسَعُ لَهُ وَقَدْ نَعَمَ عَلَيْهِ فَاِنْ لَمْ يَكُنْ لَدُنِّي عُدَدُ نِعْمَتِكَ فَاَجْعَلْهُ ذَنَبًا تَغْفِرَ۔

اے وہ ذات جس نے صبر کو بلا پر بندہ کے لئے معاون بنایا، اور شکر کو نعمت بڑھانے والا بنایا، میں تجھ سے سختی میں صبر کی اور نعمت پر شکر کی توفیق مانگتا ہوں۔ تیری آزمائش میرے صبر سے زیادہ ہے، اور تیری نعمت میرے شکر سے زیادہ ہے۔ تو میرے اقرار پر غموں کی چادر ڈال تو قادر و توانا ہے۔ اور اگر میرے گناہ کا کوئی عذر نہیں تو تو اپنی جانب سے اسے معاف فرما۔
مرد شکیل: اے ابوبشر! مقام تبیل میں مغفرت اور بخشش کی جگہ کھڑا ہو۔ اور انکساری اور عاجزی کے ساتھ فضل کا امیدوار رہ، اور توسل کی زبان سے اللہ تعالیٰ کا شکر کر۔

ابوبشر: یہ اور اچھی بات ہے۔
مرد شکیل: یہ خاص ملائکہ کی دعائیں ہیں جو تجھے تعلیم کی گئیں۔
ابوبشر: اس میں کوئی شک نہیں انشاء اللہ
اس کے بعد اس حسین و خوبصورت مرد غیب نے ابوبشر کے سینہ اور شکم پر

انہا ہاتھ پھیر جس سے وہ جاگ اٹھے اور ساری باتیں انہیں یاد تھیں اس طرح کہ ایک حرف بھی بھولے نہیں تھے۔

حضرت سری سقطی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ فجر کی نماز کے بعد انہوں نے یہ تمام باتیں اور دعائیں ہمیں بتائیں۔ ہم نے ان کو پسند کر لیا اور تحریر کر لیا۔
رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین و نفعنا بہم (ص ۲۹۹، ۳۰۱)

حاجت روار رسول :-

حضرت ابو بکر بن مجاہد عراق کے مشہور قاری تھے جہاں لوگ ذوق و شوق سے قرأت و تجوید کی تعلیم حاصل کرنے آتے تھے۔ انہی کی درسگاہ کے ایک متعلم نے یہ واقعہ بیان کیا کہ میرے استاد محترم کے پاس پٹھے پرانے کپڑے پہنے ہوئے ایک بوڑھا شخص آیا۔ استاد محترم نے ان سے ان کے بال بچوں کا حال دریافت کیا۔ انہوں نے جواب دیا شب گزشتہ میری بیوی کے قیصری لڑکی پیدا ہوئی۔ بیوی نے مجھ سے ایک دانگ مانگا، جس سے مٹی اور شہد منگا کر مٹی کے منہ میں رکھے۔ مگر میرے پاس کچھ نہیں تھا۔ اسی فکر میں رات بھر پریشان رہا۔ نیند آئی تو خواب میں حضور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت سے شاد کام ہوا۔ سرکار نے ارشاد فرمایا: فکر نہ کرو صبح کو مٹی بن عیسیٰ وزیر کے پاس جا کر میرا سلام کہنا۔ اور اسے یاد دلانا کہ میرے مزار پر حاضر ہو کر تم نے چار ہزار بار درود شریف پڑھا تھا۔ وہ تمہیں ایک سو دینار دے گا۔ قاری ابو بکر بن مجاہد نے ضعیف مرد کی بات سن کر کہا کہ یقیناً اس میں کوئی بڑا فائدہ ہے۔ چنانچہ انہوں نے سبق پڑھا نا بند کر دیا۔ اور اس مرد ضعیف کے ہمراہ فوراً وزیر کے پاس گئے وزیر نے قاری ابو بکر کے ہمراہ ایک نئے شخص کو دیکھا تو پوچھا یہ کون صاحب ہیں قاری ابو بکر: آپ خود نزدیک بلا کر ان سے دریافت کر لیں۔
مٹی بن عیسیٰ وزیر، فرما بے شیخ آپ کون ہیں؟ اور کیا بات ہے۔

ضعیف مرد، میری دوڑ کیاں پہننے سے تھیں شب گزشتہ ایک تیسری بجی
 پیدا ہوئی ہے۔ میری بیوی نے گمی اور شہد کے لئے مجھ سے ایک دانگ مانگا،
 مگر میرا ہاتھ خالی تھا، شب بھر میں اسی فکر میں تھا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم
 کی زیارت سے شاد کام ہوا۔ اور حضور نے مجھے آپ کے پاس بھیجا ہے۔ اور فرمایا
 ہے کہ اس علامت کے ساتھ کہ علی بن موسیٰ نے میری قبر پر چار ہزار درود پڑھا ہے
 یہاں اس سے بیان کرو اس سے تم کو سو دینار ملیں گے۔

وزیر (ابن سترک) انکھوں سے آنسو برساتے ہوئے (اللہ اور رسول نے سچ فرمایا۔
 میرا یہ عمل اللہ اور رسول کے سوا کوئی نہیں جانتا، یقیناً تو نیک انسان ہے۔ اور غلام
 سے دینار و درہم کی تعمیل لانے کو کہا۔ غلام نے تعمیل لا کر وزیر کے سامنے رکھی۔ اور
 اس نے اس میں سے تین سو دینار نکلو اگر مرد ضعیف کو دیتے — اور
 کہا۔ ایک سو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کی تعمیل کے ہیں۔ اور ایک سو
 بشارت کے صلہ میں ہیں۔ اور بقیہ ایک سو میری جانب سے ہدیہ ہیں۔
 علامہ شیخ یافعی فرماتے ہیں۔

اس مرد ضعیف کو اللہ تعالیٰ کی رحمت اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی برکت سے
 بھلائی حاصل ہوئی۔ اسی طرح وزیر کو بھی فیض پہنچا۔ اور وہ وزارت ترک
 کر کے مکہ معظمہ میں مسجد حرام کا مجاور بن گیا۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اس
 وزیر کا ذکر اسی لئے فرمایا کہ سرکار کو اللہ تعالیٰ کی جانب سے اس کی سعادتمندی
 کا علم ہو چکا تھا، اور اس کے انجام کار کی خبر تھی — کہا جاتا ہے
 کہ ایک روز وزیر بیت بڑا جلوس لے کر نکلا۔ پر دیسی لوگ پوچھنے لگے یہ کون
 ہے، یہ کون ہے؟ — ایک عورت بولی کب تک پوچھتے رہو گے
 یہ کون ہے یہ کون ہے؟ — یہ ایک ایسا بندہ ہے جو خدا کی نظر سے گر گیا تو اس
 بلا میں گرفتار ہوا۔ وزیر نے یہ سنا تو اسی دن وزارت ترک کر دی اور مکہ معظمہ
 جا کر مجاورت اختیار کی — رضی اللہ عنہم ولفغانہم (ص ۲۰۱، ۲۰۲)

شیخ شاذلی کی پانچ خلعتیں:

حضرت اشیح ابوالحسن شاذلی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ میں نے شب قدر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا۔ یہ رمضان المبارک کی ستائیسویں شب اور جمعہ کی رات تھی۔ حضور نے ارشاد فرمایا۔

اے علی! اپنے لباس پاک کر، تجھے اللہ تعالیٰ کی جانب سے ہر لمحہ حصہ ملتا رہے گا۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کون سے لباس؟ فرمایا۔ اللہ تعالیٰ نے تجھے پانچ لباس عطا فرمائے ہیں۔ — لباس محبت، لباس معرفت، لباس توحید، لباس ایمان اور لباس اسلام،

اللہ سے محبت رکھنے والوں کی نظر میں تمام چیزیں حقیر ہو جاتی ہیں۔
اللہ کی معرفت رکھنے والوں کی نگاہ میں تمام چیزیں چھوٹی معلوم ہوتی ہیں۔
اللہ کی توحید رکھنے والے کسی کو اس کا شریک نہیں بناتے۔
اللہ پر جو ایمان رکھتا ہے وہ ہر شے سے مامون اور بے خوف ہو جاتا ہے۔
اور جو شخص اسلام لاتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی نہیں کرتا۔ اور اگر کچھ بھی گناہ ہو جائے تو فوراً معذرت کرتا ہے۔ اور جب معذرت کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی معذرت قبول فرماتا ہے۔

حضرت شیخ شاذلی فرماتے ہیں۔ اس وقت مجھے آیت وَثِيَابَكَ فَطَهَّرْ کی تفسیر کا علم ہوا۔

(طہارۃ یا فنی طہرہ الرحمہ نے ان غمزدہ کی حارثانہ بسط تشریح واقعہ کے ذیل میں فرمائی ہے جسے یہاں بخوف طوالت قلم انداز کیا جاتا ہے)

تومیرا ہو جائے

حضرت اشیح ابوالحسن شاذلی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ ابتدائی زمانے میں مجھے

نزد دھاک آبادی اور شہروں میں قیام کروں یا کسی جنگل میں جا ٹھہروں۔ مجھے لوگوں نے بتایا کہ فلاں پہاڑ کی بلندی پر ایک عارف گوشہ گیر ہے۔ میں ان سے ملنے چل پڑا۔ پہنچ کر شام ہو گئی۔ دل میں سوچا شب میں ان کے پاس جاؤنگا تو انہیں اذیت ہوگی۔ بہتر یہ ہے کہ صبح کو جا کر زیارت کروں۔ چنانچہ فارغے دہانہ ہی پر رات بھر گزارا۔ رات میں عارف کو یہ دعا کرنے سنا۔ اے اللہ تجھ سے لوگ تسخیر کی دعا کرتے ہیں۔ اور تو نے ان کے لئے لوگوں کو مسخر فرمادیا۔ اور وہ لوگ اس پر خوش ہو گئے۔ اور میں چاہتا ہوں کہ تو لوگوں کو مجھ سے دور رکھنا کہ میرے سوا مجھے کوئی سناہ گاہ نہ ملے۔

میں نے اپنے نفس کو مخاطب کر کے کہا۔ دیکھ بھلا یہ شیخ کس دریا سے چلتا بھر رہے ہیں۔ صبح ہوئی تو میں نے ان کے پاس جا کر سلام عرض کیا مگر میسر نہ دل پر ہیبت چھا گئی۔ میں نے ان کا حال دریافت کیا؟ فرمایا اللہ تعالیٰ سے تسلیم درمنا کی سردی کا شاکی ہوں، جسے تم تدبیر و اختیار کی گرمی کی شکایت کرتے ہو۔ میں نے عرض کیا تدبیر و اختیار کی گرمی تو میں جانتا ہوں، مگر یہ تسلیم درمنا کی سردی کیا ہے؟ اور آپ اس سے کبوں شاکی ہیں؟ فرمایا۔ مجھے خوف ہے کہ تسلیم درمنا کی سردی مجھے تمہیں اس سے غافل نہ کر دے۔ پھر میں نے ان سے رات والی دعا کے متعلق پوچھا تو مسکرا کر فرمایا۔

اے فرزند! تم سخیڑی (میرے لئے مسخر کردے) کے بجائے گسٹ بی (نومبر ہو جا) کی دعا کرو۔ تم خود بناؤ کہ جب اللہ تمہارا ہو جائے گا تو تمہیں درد کی کیا ہیبت؟۔۔۔۔۔ تم بھول گئے غلطی کیوں کرو؟۔
علامہ باقی فرماتے ہیں۔

میں نے علم و تقویٰ کے مجمع البحرین بعض مشائخ کے بارے میں سنا ہے کہ جب ان سے کوئی دعا کی درخواست کرتا تو کان اللہ لک (اللہ نرا ہو جائے) فرماتے۔ (ص: ۲۰۲، ۲۰۵)

توفیق ذکر اللہ کی یاد فرمائی کا ثمرہ ہے :

ایک بزرگ فرماتے ہیں، میں اور شیخ نصر خرابلی ایک مقام پر شب میں کچا تھے۔ آپس میں علمی باتیں ہو رہی تھیں۔ شیخ نے فرمایا، اللہ تعالیٰ کے ذکر کو پہلا فائدہ یہ ہوتا ہے کہ وہ جانتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس وقت اسے یاد فرما رہا ہے۔ لہذا اسی کی برکت سے ذکر اللہ تعالیٰ کو یاد کرنے لگتا ہے۔ میں نے مخالفت کی تو انہوں نے فرمایا اس وقت اگر حضرت خضر علیہ السلام ہوتے تو میری تصدیق کرتے اسی وقت ایک شخص فصاحت میں ہمیں نظر آئے، ہمیں سلام کیا پھر فرمایا۔ سبح کہت کہ اللہ کا ذکر اللہ تعالیٰ کے یاد فرمانے کی برکت سے اس کا ذکر کرتا ہے۔ اس وقت ہمیں معلوم ہوا کہ وہ حضرت خضر علیہ السلام ہیں۔ رضی اللہ عنہم ولفعنا بہم (ص ۳۰۵، ۳۰۶)

اونٹ نے کلام کیا :

شیخ احمد بن عطاء اللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، میں ایک بار مکہ معظمہ جا رہا تھا راستے میں میں کئی بار بردار اونٹ دیکھے جن پر سامان لدے ہوئے تھے۔ اور گردنیں بلند کئے رواں دواں تھے۔ میں نے کہا پاک ہے اللہ جس نے ان اونٹوں کے ذریعہ بار برداری آسان فرمادی۔ اور انہیں اس کام کے لائق بنایا۔ اسی وقت ایک اونٹ نے میری طرف متوجہ ہو کر کہا۔ کہو عجل اللہ (اللہ برتر و بزرگ ہے) میں کہا جَلَّ اللہ، رضی اللہ عنہ ولفعنا بہم (ص ۳۰۶)

درخت نے بات کی :

حضرت شیخ شبلی فرماتے ہیں، میں نے ایک مرتبہ عہد کیا کہ حلال کے علاوہ نہیں کھاؤں گا۔ میں محراب میں گھوم رہا تھا۔ وہاں مجھے ایک انجیر کا درخت نظر آیا۔ میں نے اس کی طرف ہاتھ لپکایا تاکہ اس سے پھل توڑ کر کھاؤں۔ اتنے میں درخت سے

سے آزاد کیا جاتا۔

نوجوان اپنی ماں کا اکلوتا فرزند تھا۔ اس کے علاوہ بوڑھی ماں کا کوئی اور دنیاوی سہارا نہیں تھا۔ وہ اپنی دکھ بھری کہانی لے کر ایک شیخ عارف کے پاس حاضر ہوئی اور کہا: میرے بیٹے کھد میوں نے گرفتار کر لیا ہے۔ میرے پاس میری مختصر جھوپڑی کے علاوہ کوئی اثاثہ نہیں جسے بیچ کر بیٹے کا فدیہ ادا کروں۔ آپ ہی کوئی تدبیر فرمائیں، بڑھاکے جانے کے بعد شیخ نے زمین پر تلخ جمانی اور کچھ بڑھا۔

کچھ روز بعد بڑھاکے اپنے فرزند کو لئے خدمت شیخ میں حاضر ہوئی۔ اور اس نوجوان نے اپنا واقعہ خود ذکر کیا کہ میں زنجیروں اور پٹروں میں گرفتار جنگل میں کام کر رہا تھا کہ یک بیک میری زنجیریں اور پٹریاں خود بخود گر گئیں۔ سپاہیوں نے پھر اور مضبوط زنجیریں اور پٹریاں ڈال دیں مگر پھر ویسا ہی ہوا۔

نصراہوں نے اپنے راہب کو بلایا۔ اس نے آکر پوچھا کیا تیری ماں ہے؟ نوجوان نے کہا: ہاں! راہب نے کہا: یہ اسی کی دما کا اثر ہے۔ اور کہا تجھے اللہ نے آزاد کر دیا ہے ہم تجھے قید نہیں کر سکتے۔ اس طرح ان لوگوں نے مجھے اپنے آدمی کے ہمراہ مسلمانوں کی سرحد میں بھجوا دیا۔ نوجوان نے اپنی زنجیریں اور پٹریاں کٹ کر گرنے کا جو وقت اور تاریخ بتائی وہ وہی سب کچھ تھا جس دن شیخ نے اس کی ماں کی خواہش پر دعا فرمائی تھی۔ (ص ۳۰۷)

ظالم سے نجات :

طرستان میں ایک ظالم بادشاہ تھا شہر کی دو شہزادہ لڑکیوں کی آبروریزی کو مانغا۔ ایک مرتبہ ایک بڑھیا حضرت شیخ ابو سعید قصاب رضی اللہ عنہ کی خدمت میں گریہ دزاری کرتی ہوئی آئی۔ اور فریاد کی کہ حضور! میری دستگیری فرمائیں۔ بادشاہ نے مجھے کھلوا لیا ہے کہ آج وہ میری بیٹی کی عورت لوٹنے والا ہے۔ یہ منوس خبر سن کر میں آپ کی خدمت میں بھاگ کر آئی ہوں کہ شاید آپ کی

دعا ہے اس بلا کو ٹالا جاسکے۔

شیخ ابوسعید قصاب رضی اللہ عنہ نے ضعیفہ کی بات سن کر چند ثانیہ کے لئے سر جھکائے رکھا۔ اس کے بعد سر بلند کر کے فرمایا۔ بوڑھی ماں! زندگی کے اندر تو ایسا کوئی مستحبات الدعوات نہیں رہا۔ تو فلاں قبرستان جا، وہاں تجھے ایسا ایسا شخص ملے گا وہ تیری حاجت پوری کرے گا۔ ضعیفہ قبرستان میں پہنچی تو وہاں ایک ٹیکل درخت، خوش پوش نوجوان سے اس کی ملاقات ہوئی، جس کے لباس سے خوشبوؤں کے فوارے اُبل رہے تھے۔ ضعیفہ نے سلام کیا۔ اور جواب دینے کے بعد نوجوان نے ضعیفہ کے احوال پوچھے۔ اس نے سارا ماجرا کہہ سنا۔

نوجوان نے ضعیفہ کی پوری بات غور سے سننے کے بعد اس سے کہا۔ تو پھر شیخ ابوسعید کی خدمت میں جا اور ان سے دعا کے لئے کہہ، ان کی دعا قبول ہوگی، ضعیفہ نے جھجھکا کر کہا۔ عجیب بات ہے زندہ مجھے مردوں کے پاس بھیجتا ہے، اور مردہ مجھے پھر زندہ کے پاس لٹاتا ہے۔ اور میری حاجت روائی کوئی نہیں کرتا۔ بھلا اب میں کہاں جاؤں؟ — نوجوان نے پھر ضعیفہ سے کہا۔ تو شیخ ابوسعید کی خدمت میں جا۔ ان کی دعا سے تیرا مقصد پورا ہوگا۔ ضعیفہ پھر شیخ ابوسعید کے پاس آئی اور سارا قصہ عرض کیا۔

شیخ ابوسعید نے فکر میں سر جھکایا۔ اور ان کا پورا جسم پسینہ سے شرابور ہو گیا پھر ایک چمخ ماری اور منہ کے بل گر پڑے۔ اسی لمحہ شہر میں شور و ہنگامہ کی آواز بلند ہوئی۔ لوگ کہہ رہے تھے بادشاہ فلاں ضعیفہ کی بیٹی کی آبروریزی کی نیت سے جا رہا تھا۔ راستہ میں اس کے گھوڑے نے ٹھوکر کھائی۔ اور وہ گھوڑے سے گرا تو اس کی گردن ٹوٹ گئی اور فوراً مر گیا۔ اس طرح شیخ کی دعا سے اہل شہر سے یہ بلا ٹل گئی۔

بعد میں لوگوں نے شیخ سے دریافت کیا کہ آپ نے ضعیفہ کو قبرستان کیوں بھیجا؟ — اور پہلے ہی آپ نے دعائیں کیوں نہ فرمادی۔ شیخ نے کہا۔ میں

اس چیز کو ناپسند کرنا تھا کہ میری دعا سے وہ ہلاک ہو۔ اس لئے میں نے بڑھیکہ
 بخضر علیہ السلام کے پاس بھیجا۔ انہوں نے اسے پھر میرے پاس بھیجا کہ ایسے پلید
 انسان کے لئے بددعا کرنا جائز ہے۔ (ص ۲۰۷، ۲۰۸)

بد نصیبی ہے کا قیلم و ستم ہر گنہ گار بحرِ ظلم میں ہے
 بیش رب ہوں گے ظالم و مظلوم حشر کار و زجس کے حکم میں ہے

دعاے باراں:

علامہ شیخ یافعی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، ایک بزرگ کے علاقہ میں قحط پڑا لوگ
 پریشان ہوئے۔ ایک شخص پانی خریدنے گیا تو اسے گراں قیمت پر خریدنا پڑا اسے
 راہ میں ایک انجان فقیر ملا۔ اس نے فقیر سے کہا۔ آپ ہماری پریشانی
 نہیں دیکھ رہے ہیں؟ دعا فرمائیے، فقیر نے پوچھا کس چیز کے لئے؟
 اس نے کہا بارش کے لئے، اس کے بعد اس فقیر کا رنگ سرخ ہو گیا۔ ایک
 ساعت خاموش رہ کر فقیر نے حج ماری اور دہاں سے چل دیا۔
 وہ شخص خریدا ہوا پانی لے کر گھر پہنچنے بھی نہیں پایا تھا کہ زور کی بارش ہوئی
 اور سیلاب آگیا۔ رضی اللہ عنہ

علامہ یافعی فرماتے ہیں۔ میں اس بات کو پہلے ہی محقق کر چکا ہوں کہ اولیاء
 امت کی کرامت معجزات نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے آثار اور تتمہ معجزات ہیں۔
 اور یہ کرامت بحرِ نبوت کے سرچشمے ہیں، جو تمام اطراف و اکناف میں پھیلے ہوئے
 ہیں۔ اور نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی وجاہت و شان سے
 دعاے باراں کرنے میں آپ کے چچا ابوطالب کا یہ شعر ہے۔

وَابْيَضَ يَنْتَفِي الْعِصَامُ بِوَجْهِهِ شَمَالُ الْيَمِينِ عَصَمَةً لِلْأَرَامِلِ

وہ گورے چہرے والے جن کے دے زیا کے وسیلہ سے بارش طلب کی
 جاتی ہے۔ وہ یتیموں کے سرپرست اور یتیموں کے محافظ ہیں (ص ۲۰۸، ۲۰۹)

خاص راستہ :

ایک بزرگ فرماتے ہیں کہ ہم شیخ ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کے ساتھ دریائے
 صیدی کے کنارے جا رہے تھے۔ آپ نے دیکھا کہ ایک شخص دور سے آ رہا
 ہے۔ آپ نے ہمراہیوں کو روکا یہ شخص کوئی ولی اللہ لگتا ہے۔ وہ شخص ایک
 حسین و جمیل نوجوان تھا، جس کے ہاتھ میں لوٹا اور دوات تھی اور کانٹے سے
 پرکھیم لٹکی ہوئی تھی۔ شیخ ابوسعید نے اس کے ہاتھ میں دوات دیکھی
 تو اپنے پہلے خیال کو غلط کرنے لگے۔ اور نوجوان سے سوال کیا۔
 اے نوجوان! راہِ مولا کس طرح ملتی ہے؟ اس نے جواب دیا۔ اے
 ابوسعید! اللہ تعالیٰ تک پہنچنے کے دو راستے ہیں۔ ایک خاص راستہ
 اور ایک عام راستہ، عام راستہ وہ ہے جس پر تم اور تمہارے ہمراہی چل
 رہے ہیں۔ اور خاص راستہ یہ ہے۔ اتنا کہہ کر وہ پانی پر چلے ہماری نگاہوں سے
 اوجھل ہو گیا۔

شیخ ابوسعید یہ دیکھ کر حیران و ششدر رہ گئے کہ اس نوجوان کو رب تعالیٰ
 نے کیسی کرامت عطا فرمائی ہے۔ رضی اللہ عنہم۔ (ص ۳۰۹)

تازہ مچھلی :

ایک بزرگ نے فرمایا، ایک روز میں دریائے فرات کے کنارے جا رہا
 تھا کہ مجھے تازہ مچھلی کھانے کی خواہش ہوئی۔ اسی وقت دریائے مہرے ملنے
 ایک تازہ مچھلی پھنسی۔ اور اسی وقت ایک آدمی دوڑا ہوا آیا۔ اور اس نے کہا
 میں آپ کے لئے یہ مچھلی بریاں کر دیتا ہوں۔ اس نے مچھلی کو بھونا اور میں نے
 وہیں بیٹھ کر اسے کھایا۔ (ص ۳۰۹)



ستون سونے چاندی کا :

شیخ جنید بغدادی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، میں شونیزہ کی مسجد میں آیا وہاں کچھ درویش بیٹھے کرامات کے سلسلہ میں باتیں کر رہے تھے۔ ان میں سے ایک درویش نے کہا۔ میں اس شخص کو جانتا ہوں کہ وہ اگر مسجد کے اس ستون سے کہہ دے کہ تو آدھا سونے کا، اور آدھا چاندی کا ہو جانا تو ستون ویسا ہی ہو جاتا۔ شیخ فرماتے ہیں میں نے مسجد کے ستون پر نظر دوڑائی تو وہ آدھا سونے کا اور آدھا چاندی کا ہو چکا تھا۔ (ص ۳۰۹)

تخت کی گردش :

ایک بزرگ کا بیان ہے کہ ہم لوگ حضرت ذوالنون مصری رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر تھے وہاں اس بات کا تذکرہ ہو رہا تھا کہ تمام چیزیں دلیا اللہ کی اطاعت کرتی ہیں۔ حضرت ذوالنون نے فرمایا۔ ایک اطاعت یہ بھی ہے اگر اس تخت کو حکم دیا جائے کہ مکان کے چاروں حصوں میں گشت کرے پھر اپنی جگہ آجائے تو تخت ایسا کرے۔ اسی وقت تخت اپنی جگہ سے از خود چل کر چاروں طرف گھوما اور پھر اپنے مقام پر آکر رک گیا۔ اس وقت وہاں مجلس میں ایک نوجوان بھی تھا۔ اس حالت کو دیکھ کر اس پر گریہ طاری ہوا۔ اور وہ شدت گریہ سے وہیں جاں بحق ہو گیا۔ رضی اللہ عنہم۔ (ص ۳۱۰)

جبل منیٰ ملنے لگا :

حضرت فضیل بن عیاض رضی اللہ عنہ منیٰ کی پہاڑی پر تشریف فرما تھے، ارشاد فرمایا۔ اللہ کا کوئی دلی اگر اس پہاڑ کو چمکے کہ تو حرکت کر تو پہاڑ حرکت کرنے لگے۔ جبل منیٰ فوراً حرکت میں آگیا۔ آپ نے پہاڑی سے کہا۔ رک جا،

میں نے یہ ٹھوڑا ہی کہا تھا۔ میں تو مثال دے رہا تھا۔ یہ سنکر وہ ٹھہر گئی۔
رضی اللہ عنہ،

مہر نافرذ :

حضرت ابو عمرو زجاجی علیہ الرحمہ نے سفر حج کا ارادہ کیا۔ اور شیخ جنید بغدادی رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ فرماتے ہیں مجھے حضرت نے ایک صحیح سالم درہم عنایت فرمایا۔ میں نے بے کر کر میں باندھ لیا۔ دوران سفر میں جہاں بھی پہونچا میرے لئے ہر جگہ انعام و انتظام ہوتا گیا کہ واپسی تک مجھے وہ درہم خراب کرنے کی ضرورت نہیں پڑی۔ میں جب آپ کی خدمت میں واپس پہونچا۔ تو آپ نے ہاتھ بڑھا کر فرمایا، لاؤ میرا درہم۔ میں نے کمرے نکال کر دے دیا۔ فرمایا، اس کی مہر کیسی رہی۔ میں نے عرض کیا۔
مہر نافرذ تھی۔ (ص ۲۱۰)

بیت السباع :

شیخ ابو نصر سراج رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم شہر شتر میں حضرت سہل بن عبد اللہ کے دو سنگدے پر گئے تو وہاں ایک کوٹھری دیکھی جسے بیت السباع (درندوں کا گھر) کہا جاتا تھا۔ ہم نے اس نام کی وجہ پوچھی تو لوگوں نے بتایا کہ حضرت سہل کے پاس غنخوار جنگی درندے آتے تھے تو آپ انہیں اسی کمرے میں رکھتے تھے اور گوشت وغیرہ سے ان کی فیاضت کرتے تھے۔ شتر کے تمام باشندے اس بات کو بیان کرتے تھے۔ کسی نے انکار نہیں کیا۔ (ص ۲۱۰)

شیر سوار :

رجبہ ایک شہر تھا جہاں کے لوگ کرواتِ ادلیار کے منکر تھے۔ ایک روز کی

بات ہے اسی شہر کے دل الشہ حضرت شیخ جابر جوی رضی اللہ عنہ شیر پر سوار ہو کر شہر میں تشریف لائے اور فرمایا۔۔۔۔۔ بلاؤ ان لوگوں کو جو کرامات اولیاء کا انکار کرتے ہیں۔ لوگوں نے جب یہ واقعہ دیکھا تو اپنی زبان بند کر لی۔ (ص ۳۱۰)

شیر کی پشت پر لکڑیاں :

علامہ شیخ بافی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، شیخ ابوالغیث یمنی ابتدائی دور میں لکڑی کاٹنے جنگل میں تشریف لے گئے۔ ان کے ساتھ ان کا گدھا تھا جسے شیر نے بھاڑ ڈالا۔۔۔۔۔ آپ نے فرمایا، جب تو نے مسکے گدھے کو بھاڑ ڈالا ہے تو لکڑیاں کس پر بے جاؤں گا۔ واللہ میں تو تیری پیٹھ پر لکڑیاں لا دوں گا۔ چنانچہ آپ اپنی لکڑیوں کا گھڑ شیر کی پشت پر لا کر اسے شہر کے دروازے تک لائے۔ اور وہاں اتار کر اس سے کہا کہ اب تو واپس چلا جا۔۔۔۔۔ شیر وہیں سے جنگل میں لوٹ گیا۔ (ص ۳۱۰)

نذر فقرا :

شیخ ابوالغیث رضی اللہ عنہ کی خانقاہ میں فقرا اور فقہاء (علمائے ظاہر) بھی حاضر رہتے تھے۔ ایک روز خانقاہ کے حاضر باش درویشوں نے حضرت سے گوشت کھانے کی خواہش ظاہر کی۔ حضرت شیخ نے فرمایا، فلاں روز تک صبر کرو۔ حضرت نے جو دن متعین کیا تھا وہ بازار لگنے کا دن تھا، جس دن ضروری اشیاء کی خرید و فروخت ہوتی تھی۔۔۔۔۔ وہ دن آیا تو پہنچا کہ آج ڈاکوؤں اور لیٹروں نے ایک قافلہ کو لوٹ لیا ہے۔ کچھ ہزن ایک بیل اور کچھ اناج لے کر خانقاہ میں آئے اور فقرا کو نذر کیا۔ حضرت شیخ نے اجازت دی بہ سب آپ لوگ استعمال کریں۔ کھانے کا وقت ہوا تو فقہاء (علمائے ظاہر) نے کھانے میں شرکت نہیں کی، اور الگ ہو گئے۔ شیخ نے فقرا اور درویشوں سے

فرمایا۔ آپ لوگ کھاؤ۔ یہ لوگ حرام نہیں کھاتے۔ سب لوگ جب کھانے پر کھانے لگے تو ایک شخص شیخ کی خدمت میں آیا۔ اور اس نے کہا کہ میں نے نذرمانی بھی کہ درویشوں کی خدمت میں اتنا غلامی کر دیں گا۔ میں وہ لے کر آ رہا تھا کہ قافلہ ڈاکوؤں نے لوٹ لیا۔ تھوڑی دیر بعد ایک اور شخص آیا اور اس نے کہا کہ میں فقراء کے لئے ایک بیل لے کر آ رہا تھا ہرگز نہ بچھین لیا۔ حضرت شیخ نے دونوں کے جواب دیتے ہوئے فرمایا۔ — تمہارے نذرمانے جن کے لئے تھے انہیں پہنچ چکے یہ دیکھ کر فقہانامہ دم ہوئے۔

حضرت علامہ باغی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، حضرت شیخ ابوالغیث رضی اللہ عنہ دلوں کی طبعی فرمانے والے صباغ تھے۔ لوگوں کے قلوب کو صفات ذمہ، اور بری خصلتوں سے پاک و صاف کر کے اچھی عادت کے رنگ میں رنگین کر دیتے تھے۔ (ص ۳۱۰ — ۳۱۱)

روحانی رنگینہ

ایک بار حضرت شیخ ابوالغیث رضی اللہ عنہ کے روبرو ایک مغنیہ آگئی۔ حضرت کی نظر اس پر پڑی تو وہ بہوش ہو گئی۔ جب بہوش میں آئی تو فوراً توبہ کر کے راہ فقر اختیار کی۔ اسے آرائش و زیبائش کا بہت شوق تھا۔ حضرت نے اس سے فرمایا۔ — ہم مجھے ذبح کرنا چاہتے ہیں، کیا توبہ داشت کر سکے گی؟ اس نے اثبات میں جواب دیا۔ آپ نے فرمایا، فقروں کو پانی پلایا کر، اس کے بعد وہ مغنیہ چھ ماہ تک پشت پر لا کر پانی لاتی اور درویشوں کو پلاتی۔ اس کی کاپی ملٹ ہو گئی۔ اس نے عرض کیا حضور! اب مجھے اللہ تعالیٰ سے محبت ہو گئی ہے۔ آپ نے فرمایا تو مجھ سے کہنا کہ اللہ تعالیٰ سے ملے گی۔ چنانچہ اسی روز اس کا انتقال ہو گیا۔ رضی اللہ عنہم۔ (ص ۳۱۱)

شراخِ خالص گھی میں تبدیل ہو گئی :

حارف ربانی شیخ کبیر حضرت عیسیٰ مہمانِ مبینی رضی اللہ عنہ ایک روز ایک طوائف کے پاس سے گزرے۔ اس سے فرمایا، آج شب میں تیرے پاس آؤں گا۔ طوائف خوب زیب و زینت کے ساتھ شیخ کا انتظار کرنے لگی۔ کچھ اور لوگوں نے بھی یہ بات سن لی تھی۔ سب نہایت متعجب ہوئے۔ عشاء کے بعد آب و حدہ کے مطابق طوائف کے گھر تشریف لے گئے۔ اور وہاں پہونچ آپ نے دو رکعت نماز پڑھی پھر فوراً واپس ہو گئے۔ طوائف نے عرض کیا، آپ اتنی جلدی تشریف لے جا رہے ہیں۔ فرمایا، جس کام کے لئے آیا تھا وہ ہو گیا۔ طوائف کی حالت میں اسی وقت انقلاب پیدا ہوا۔ اس نے شیخ کے سامنے توبہ کی، شیخ نے ایک فقیہ کے ساتھ اس کا نکاح پڑھا دیا۔ اور فقیہ کو حکم دیا کہ ولیمہ کا انتظام کر دے اور صرف روٹیاں لگانا، سالن کی ضرورت نہیں ہوگی۔ دعوت ولیمہ کا وقت آیا تو فقیہ اور اس کی بیوی نے صرف روٹیاں پکا کر حضرت کے سامنے حاضر کر دیں۔

شہر کا ایک امیر آدمی اس عورت کا پرانا آشنا تھا۔ اس سے ایک شخص نے جا کر کہا کہ طائفہ نے اپنے کام سے توبہ کر لی ہے اور اس کا ایک فقیہ سے نکاح بھی ہو چکا ہے۔ ولیمہ میں صرف روٹیاں پک رہی ہیں۔ سالن نہیں، وہ یہ سن کر بہت جھڑبڑ ہوا۔ امیر نے جل بھن کوبہ حرکت کی کہ اس آدمی کے ذریعہ شراب کی دو بوتلیں حضرت شیخ کے پاس بھیجیں۔ اور لے جانے والے سے سلام کہلایا اور یہ بھی کہلایا، میں نے سنا کہ ولیمہ میں سالن کا بندہ دست نہیں ہے۔ اس لئے یہ سالن بھیج رہا ہوں۔ وہ چاہتا تھا کہ اس طرح حضرت کو شرمندہ کرے۔ اور فقرہ کو رنج پہونچائے۔

قاصد اس امیر انسان کا پیغام اور شراب کی بوتلیں لے کر حضرت شیخ کی خدمت

میں پہونچا تو حضرت انتظار ہی کر رہے تھے۔ آپ نے فرمایا، آگے میں تم نے کافی تاخیر کر دی۔ پھر اس کے ہاتھ سے ٹوٹلیں لے کر انہیں خوب ہلایا اور برتن میں انڈیل دیا۔ اور اس لانے داے سے فرمایا۔ تو بھی ان لوگوں کے ساتھ بیٹھ کر کھانا کھا لے۔ وہ شراب نہیں پیتی بلکہ خالص اور خوشبودار مٹی تھا۔ قاصد کہتا ہے کہ میں اتنا عمدہ کبھی کبھی نہیں کھایا۔ اس نے امیر کو جا کر ساری بات بتائی۔ اس نے اگر یہاں جو کچھ دیکھا اس پر سخت حیران رہ گیا۔ اور حضرت شیخ کی خدمت میں آکر معافی مانگی اور تائب ہو گیا۔ ذَالِکَ فَضْلُ اللّٰهِ یُؤْتِیْهِ مَنْ یَّشَاءُ بَعْدَ حِسَابٍ — (ص ۳۱۱ — ۳۱۲)

موت وقت تہنیت:

حضرت شیخ سری سعلی رضی اللہ عنہ کا وقت اخیر آیا تو حضرت عبداللہ بن فضیل رضی اللہ عنہ حاضر تھے۔ سکرات کی کیفیت دیکھ کر رو پڑے۔
 شیخ سری، ابو محمد رو کیوں رہے ہو؟
 عبداللہ بن فضیل، حضور آپ کا یہ حال دیکھ کر درہا ہوں۔
 شیخ سری، نہ رو، میرا اللہ تعالیٰ کے ساتھ ایک حساب ہے۔ بیس سال سے میں اس کا طالب رہا، جب اسے پایا تو بیس سال حق تعالیٰ نے مجھ سے خدمت لی۔ اس کے بعد بیس سال مجھے رلایا۔ پھر بیس سال قبلائے شوق رکھا۔ اس کے بعد بیس سال مجھے مقام فنا میں چھوڑا۔ اب اس وقت یہ امید ہے کہ مجھے خدا کا دیدار نصیب ہوگا۔ تو اس کے لئے اس کی مدد سے، اور اس کے ساتھ مجھے بقا حاصل ہوگی۔ ابو محمدا یہ رونے کا وقت نہیں، بلکہ مبارکباد دینے کا وقت ہے۔ رضی اللہ عنہما۔ (ص ۳۱۳)

سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کا مستقر:

ایک بزرگ نے فرمایا، حضرت سیدنا عیسیٰ علیہ السلام ایک مرتبہ ملک شام

میں سفر فرما رہے تھے۔ اچانک کڑک چمک کے ساتھ بارش ہونے لگی۔ آپ نے بارش سے بچنے کی جگہ تلاش کی تو دور ایک خیمہ نظر آیا۔ وہاں پہونچے تو دیکھا، اس میں ایک عورت بیٹھی ہوئی ہے۔ دور ہی سے پلٹ آئے اور ایک پہاڑ کے غار کی جانب چلے۔ وہاں پہونچے تو اس میں ایک شیر بیٹھا ہوا تھا۔ آپ نے شیر پر اپنا دست مبارک رکھ دیا۔ اور فرمایا۔

بارِ الہا! ہر ایک کے لئے تو نے پناہ گاہ بنائی ہے کیا میرے لئے بھی کوئی جگہ پناہ ہے؟

جواب ملا، تیری جگہ میری رحمت کا مستقر ہے۔ قیامت میں سو حوروں کے ساتھ میں تیرا نکاح کروں گا جن حوروں کو میں نے اپنے دست قدرت سے پیدا کیا ہے۔ اور تیری دعوتِ ولیمہ چار ہزار برس تک جاری رہے گی، جس کا ہر دن دنیا کی تمام عمر کے برابر ہوگا۔ اور نہ اکر نے والے کو حکم دوں گا کہ پکائے۔

دنیا سے پرہیز کرنے والے لوگ کہاں ہیں، عیسیٰ بن مریم کی شادی میں شریک ہوں۔

حضرت عبدالواحد بن زید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ میں ایک راہب کے صومعہ پر گھٹا اپنے ساتھیوں کو الگ ٹھہرا کر میں راہب سے بات کی۔ اور پوچھا علم الیقین کیا ہے؟ — راہب نے پردہ ہٹا کر جواب دیا۔ اے عبدالواحد اگر علم الیقین پانا چاہتے ہو تو اپنے اور دنیاوی شہوت کے درمیان لوسہ کی دیوار کھڑی کرو۔ یہ کہہ کر مردہ گرا دیا۔
(ص ۳۱۲، ۳۱۳)

حبِ دنیا

حضرت شیخ عبدالواحد بن زید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ ملک چین کے اندر میں ایک راہب کے حجرہ کے قریب گیا، اور اسے آواز دی اے راہب!

دوبار اس نے کوئی جواب نہیں دیا۔ بھری بار پکارنے پر اس نے مجھے جھانک کر دیکھا۔ اور کہا۔

اے شخص! میں راہب نہیں ہوں۔ راہب وہ ہے جو اللہ سے ڈرے، اور اس کی کبریائی کی عزت کرے، اس کی بلاؤں پر صابر ہو، اس کی تقدیر پر راضی ہو، اس کی عطا پر حمد بجالائے، اور اس کی نعمتوں پر شکر کرے، اس کی قدرت کو مانے، اس کے جلال کے آگے سرنگوں ہو، اس کے حجاب و عذاب میں تشکر کرے، دن روزہ میں، رات قیام میں بسر کرے، اے تہنم اور سوال و جواب کے ذکر کرنے جگا رکھا ہو۔

اور میں تو محض ایک کاٹ کھانے والا کتا ہوں، جس نے خود کو اس صومعہ میں بند کر رکھا ہے تاکہ کسی کو اپنی زبان سے نہ کاٹ کھائے۔
شیخ عبدالواحد: یہ بتاؤ کس چیز نے لوگوں کو معرفت کے بعد اللہ تعالیٰ کی طرف سے غافل رکھا ہے۔

راہب: اے برادر! اللہ تعالیٰ کی معرفت کے بعد اس سے غفلت نہیں ہوتی۔ ہاں! جس شے نے لوگوں کو اس سے بہکایا ہے وہ دنیا کی محبت، اور اس کی زینت ہے۔ اس نے کہ یہی معصیت اور نافرمانی کی غلامی ہے۔ دانشمند وہ ہے جو اسے دل سے نکال دے۔ اور اپنے گناہوں سے اللہ کی دربار میں توبہ کرے۔ اور اس سے قریب کرنے والی چیزوں کی جانب توجہ کرے (علاء)

دنیا کی حقیقت:

ایک شخص نے سبذناہمی علیہ السلام سے ملاقات کی۔ اور حضرت کی خدمت میں عرض کیا کہ میں آپ کے ساتھ رہوں گا۔ چنانچہ ساتھ چلے اور ایک نہر کے کنارے پہنچ کر ناشہ کرنے بیٹھے۔ حضرت کے پاس تین روٹیاں تھیں۔ ایک حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے تناول فرمائی، دوسری روٹی اس شخص نے

کھائی۔ اور تیسری روٹی وہیں رکھی رہی۔ حضرت نہر کے پاس پانی لانے تشریف لے گئے۔ واپس آئے تو وہ روٹی غائب تھی۔ اس شخص سے دریافت فرمایا، روٹی کس نے لی، اس نے کہا مجھے معلوم نہیں۔ آپ وہاں سے روانہ ہوئے، وہ شخص بھی چلا۔ راستے میں ایک جگہ ہرنی اپنے دو بچوں کے ساتھ نظر آئی۔ آپ نے ایک بچہ کو بلایا وہ آگیا تو اس کو ذبح کیا۔ اور اس کا گوشت بھون کر تناول فرمایا۔ اور اس آدمی کو بھی کھلایا۔ اس کے بعد ہرنی کے مذبوح بچے کو فرمایا **قَدْ بَاذَنَ اللَّهُ (اللہ کے حکم سے اٹھ کھڑا ہوں)** وہ زندہ ہو گیا۔ آپ نے اس شخص سے کہا۔ اس خدا کا واسطہ جس نے تجھے یہ معجزہ دکھایا۔ بتا، روٹی کس نے لی؟۔ اس نے کہا میں نہیں جانتا۔ حضرت وہاں سے روانہ ہو کر ایک ریگستان میں پہنچے۔ وہاں آپ نے بہت سی ریت بکھا فرمائی اور کہا، اللہ کے حکم سے سونا بن جا۔ ریت فوراً سونا بن گئی۔ آپ نے سونے کے تین حصے کئے اور فرمایا۔ ایک حصہ میرا، ایک حصہ تیرا، اور ایک حصہ اس شخص کا جس نے روٹی لی۔ وہ شخص بولا، روٹی میں نے ہی لی ہے۔ آپ نے فرمایا۔ یہ تمام سونا تیرا ہی ہے۔ اور اسے چھوڑ کر آگے تشریف لے گئے۔ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کے چلے جانے کے بعد اس شخص کو یہ فکر ہوئی کہ اتنا سونا کس ترکیب سے لے کر جاؤں؟۔ اتنے میں دو آدمی اور ادھر ہی آتے نظر پڑے۔ ان دونوں نے اس شخص کے پاس اتنا سونا دیکھا تو ارادہ کیا کہ اسے مار ڈالیں، اور سونے پر قابض ہو جائیں۔ مگر سونا والا سمجھ گیا اور بول پڑا کہ یہ سونا تم مینوں پر تقسیم کر لیں۔ مینوں پر بھوک کا غلبہ تھا، اس لئے مشورہ کر کے ایک کو شہر سے کھانا خریدنے کے لئے بھیجا۔ اس نے سوچا میں کھانے میں نہ ہر ملا کر ان دونوں کو راستے سے ہٹا دوں۔ اور تنہا سارا سونا لے لوں۔ ادھر ان دونوں نے پروگرام بنایا کہ کھانا لے کر آتے ہی ہم دونوں مل کر اسے قتل کر دیں اور اُدھا اُدھا سونا باہم تقسیم کر لیں۔ چنانچہ ایسا ہی کیا۔ اور کھانا لے کر آتے ہی

اسے مار ڈالا۔ اور پھر المینان سے کھانا کھانے بیٹھے۔ کھانا چونکہ زہر آلود تھا اس لئے وہ دونوں بھی کھا کر مر گئے۔ تینوں لاشیں اور سونا اسی طرح ریگستان میں پڑا رہا۔

حضرت سیدنا عیسیٰ علیہ السلام دوبارہ اسی راہ سے گزرے تو اپنے معاصمین سے فرمایا۔ یہ ہے دنیا، اس سے ہوشیار رہو۔

آپ ہی کے بارے میں روایت ہے کہ ایک مرتبہ دنیا آپ کے سامنے زیبت زینت میں لپٹی ہوئی بڑھیا کی شکل میں آئی۔

آپ نے پوچھا: تو نے کتنے نکاح کئے؟

بڑھیا، اس کا کوئی حساب و شمار نہیں ہے۔

سیدنا عیسیٰ علیہ السلام، پتھر سے نکاح کرنے والے سب تیرے سامنے ہی مر گئے یا انہوں نے تجھے طلاق دے دی؟

بڑھیا، ایسا نہیں ہوا، بلکہ میں نے ہی سب کو قتل کر ڈالا۔

سیدنا عیسیٰ علیہ السلام، تیرے بقیہ شوہروں پر ٹف ہے کہ وہ ان مردوں سے نصیحت نہیں لیتے کہ تو کس طرح ایک ایک کر کے انہیں قتل کرتی ہے اس کے باوجود وہ نہیں ڈرتے۔

حضرت فضیل بن عیاض رضی اللہ عنہ راوی ہیں۔ ایک شخص کی روح

خواب میں بند ہوئی۔ اس نے راستے میں ایک عورت دیکھی جو ہر طرح کے

زیورات اور خوبصورت لباس سے آراستہ پر راستہ تھی۔ مگر جو اس کے

پاس سے ہو کر جاتا تھا اسی پر تملہ آور ہوتی تھی اور اسے زخمی کر دیتی تھی۔ وہ عورت

جب سامنے آئی تھی تو نہایت کریمہ النظر لگتی تھی۔ مگر جب منہ پھر کر جاتی تھی تو پیچھے

سے خبیث و جلیل لگتی تھی۔ وہ بڑھیا تھی جس کی آنکھیں نیلگوں چاندنی ہوئی، بال سفید

اس خواب دیکھنے والے شخص نے کہا۔ میں اللہ تعالیٰ سے پناہ مانگتا ہوں،

وہ مجھے تجھ سے محفوظ رکھے۔ اس بڑھیا نے کہا۔ اللہ تجھے مجھ سے نہیں بچائے گا۔

جب تک تو درہم اور مال و دولت سے بغض نہ رکھے — اس نے کہا تو آخر ہے کون؟

جواب دیا، میں دنیا ہوں۔ نَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنْهَا۔ (ص: ۳۱۳، ۳۱۶)

غیبِ روزی:

حضرت ابراہیم بن بشار رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ میں حضرت ابراہیم بن ادیم رضی اللہ عنہ کے ہمراہ سفر میں تھا۔ ہمارے پاس افطار کے لئے کچھ نہیں تھا اور نہ ہی کسی شکل نظر آرہی تھی۔ مجھے اس کے لئے فکر مند دیکھ کر حضرت ابراہیم بن ادیم رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ اے ابراہیم بن بشار! رب تعالیٰ نے فقرار اور درویشوں پر کتنی نعمتیں اور راحتیں اتاری ہیں کہ دنیا و آخرت میں ہر جگہ بھیج دین ہیں ہے، قیامت کے روز نہ ان سے زکوٰۃ کے بارے میں پوچھا جائے گا، اور نہ حج، صدقہ، مسلہ رمی، اور مواساۃ وغیرہ کا سوال ہوگا۔ اور ان مسکینوں (یعنی دولت والوں) سے بھی کچھ پوچھا جائے گا۔ — دنیا کے یہ مالدار لوگ آخرت میں مسکین ہونگے یہاں کے عزت والے وہاں ذلیل و خوار ہوں گے۔ — فکر مند نہ ہو اللہ تعالیٰ روزی کا ضامن ہے وہ بہت جلد تمہارے لئے روزی بھیجے گا۔ ہم ان دنیاوی امیروں کے بھی امیر ہیں۔ دنیا و آخرت میں کامل مسرت ہمیں حاصل ہے نہ رنج و غم ہے اور نہ اس کی پرداہ، کہ ہماری صبح کیسے ہوئی اور شام کیسے؟ شرط ہے کہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت و فرماں برداری میں کوتاہی نہ کریں۔ — اتنا فرمانے کے بعد وہ نماز پڑھنے لگے۔ اور میں نے بھی نماز شروع کر دی۔ تھوڑی ہی دیر بعد ایک شخص ہمارے پاس آٹھ روٹیاں اور بہت سی گجھوریں لے کر آیا۔ اور ہمارے پاس رکھ کر یہ کہتا ہوا واپس چلا گیا کہ کھاؤ اللہ تعالیٰ تم پر رحم فرمائے حضرت نے سلام پھیر کر فرمایا۔ اسے غمزہ لے اب کھا لے۔ اتنے میں ایک سال پہنچا۔ اور اس نے آواز دی۔ خدا کے لئے مجھے کچھ

کھلا دو۔ آپ نے تین روٹیاں اور کچھ کھجوریں اسے دیں۔ تین روٹیاں اور کچھ کھجوریں مجھے غنایت فرمائیں۔ اور دو روٹیاں خود تناول کیں۔ اور فرمایا مواساۃ اہل ایمان کا حصہ ہے۔ پھر یہ اشعار پڑھے۔

اَخِي مَخْنُ وَاللّٰهُ الْمَلُوْكَ حَقِيْقَةً لِّنَّا الْمَلٰٓئِكُ فِي الدَّارِيْنَ الْعِزِّ وَالْعِنَا
داشر! اے بھائی درحقیقت ہم لوگ بادشاہ ہیں۔ ہمارے ہی لئے دنیا و آخرت میں ملک اور عزت و غنا ہے۔

نُوَلِّيْ وَنَعَزِلْ وَالْمَلُوْكَ جَمِيْعُهُمْ لِنَّا خَدَمَ وَالذَّلَّ يُجْنَفُونَ وَالْعِنَا
ہم جسے چاہتے ہیں والی بناتے ہیں اور معزول کرتے ہیں۔ اور نام بادشاہ ہمارے خادم ہیں جنہیں ذلت و تکلیف کی جزا ملتی ہے۔ (ص ۳۱۶)

ایک صدقہ کی برکت:

حضرت شیخ شبلی رضی اللہ عنہ نے فرمایا، میں ایک روز دیہات کی جانب جا رہا تھا، راستے میں ایک طرف ایک نوجوان پر نظر پڑی، جو بہت کمزور و نحیف و نزار تھا، اس کا جسم گرد میں اٹا ہوا، بال ابھے ہوئے لباس شکستہ تھے۔ دو ذروں کے درمیان بٹھا مٹی اٹھا اٹھا کر اپنے چہرے پر ملتا۔ اور بار بار آسمان کی طرف سراٹھا کر دیکھتا تھا۔ لب ہل رہے تھے، آنسو چہرے پر بہ رہا تھا، اور متواتر ذکر و استغفار اور دعا کے جا رہا تھا۔ میں نے دیکھا تو میرا دل اس کی طرف راغب ہوا، اور مجھے طاقت کرنے کی خواہش ہوئی۔ چنانچہ گزر گیا۔ چھوڑ کر میں اس کی طرف چلا۔ مگر اس نے مجھے نہ دیکھا تو اٹھ کر بھاگ نکلا ہوا۔ میں نے بھی سبقت کی کوشش ادا سے پالوں۔

شیخ شبلی، اے اشر کے دوست! مجھ پر مہربانی کرو۔

نوجوان، اللہ ایسا ہرگز نہیں ہو سکتا۔

شیخ شبلی، تمہیں اللہ کا واسطہ ٹھہر جاؤ۔

نوجوان، انگلی کا اشارہ کرتے ہوئے، میں نہیں رکوں گا۔ اور کہا اللہ
 شیخ شبلی: اگر تم اس کے بارے میں سچے ہو تو اپنی صداقت ظاہر کرو۔
 یہ سن کر نوجوان نے آواز دردا اللہ، اللہ، اللہ کہا، اور گر کر بیہوش ہو گیا۔
 شیخ شبلی فرماتے ہیں، میں نے جا کر اسے ہلایا تو وہ انتقال کر چکا تھا۔ میں
 یہ دیکھ کر فکر مند بھی ہوا، اور اس کے حال اور صداقت پر حیرت زدہ بھی، اور دل
 میں کہا۔ يَخْتَصُّ بِرَحْمَتِهِ مَنْ يَشَاءُ — اللہ تعالیٰ جسے چاہے اپنی رحمت
 سے خاص کرے۔

بعد ازاں لا حول پڑتے ہوئے اس کی تجہیز و تکفین کے خیال سے ایک مغربی
 عرب قبیلہ میں گیا۔ واپس آیا تو نوجوان کی لاش وہاں نہیں ملی۔ اور
 نہ ہی کوئی سراغ ہاتھ آیا۔ اتنے میں کسی کی آواز آئی۔
 اے شبلی! تو اس نوجوان کی مسکرتہ کمر، ٹانگہ نے اس کا کام پورا کر دیا، تم اپنے
 پروردگار کی عبادت پر توجہ دو۔ اور زیادہ سے زیادہ مدد کرو۔ یہ نوجوان ایک
 صدقہ کے ذریعہ ہی اس مقام پر پہنچا ہے جو صدقہ اس نے نام زندگی ایک
 ہی مرتبہ کیا تھا۔

حضرت شیخ شبلی: بخدا بتاؤ کہ اس نے کیا صدقہ کیا تھا؟۔

ہاتف شبلی: یہ شخص ابتدائی عمر میں نافرمان، فاسق اور زانی تھا۔ اللہ
 تعالیٰ کی طرف سے اسے ایک خواب دکھایا گیا جسے دیکھ کر وہ گھبرا گیا۔ اور
 پریشان ہو گیا۔ خواب یہ تھا کہ اس کا عضو تناسل اڑ دھا بن گیا، جو اس کے پونے
 جسم کو گھر کر منہ کے منہ منہ کر کے بیٹھ گیا۔ پھر اڑ دھ کے منہ سے آگ کے شعلے
 نکل کر نوجوان کے چہرے کو جھلسانے لگے۔ اور وہ جل کر کوئلہ ہو گیا۔ یہ خواب
 دیکھ کر نوجوان ڈر گیا۔ اور دنیا سے رشتہ منقطع کر کے اللہ تعالیٰ کی عبادت میں
 لگ گیا۔ بدھ سال اسی طرح گریہ و زاری، اور آہ و نالہ میں گزارے۔ کل اس نے
 ملنگے داے نے ایک دن کی خدا مانگی۔ نوجوان نے اسے اپنے کپڑے اتار کر دیے

سائل بہت خوش ہوا اور اس نے نوجوان کے حق میں بخشش کی دعا مانگی۔
 رب تعالیٰ نے فقیر کی دعا قبول فرمائی۔ اسی صدقہ کی برکت سے جس فقیر کا دل
 اس نے خوش کر دیا تھا۔ حدیث شریف میں ہے۔ اس وقت سائل کی دعا کو
 بہت غنیمت جانو جب صدقہ سے اس کا دل خوش ہو گیا ہو۔ — رضی اللہ
 عنہما ولفعا بہما۔ (ص ۳۱۷ — ۳۱۸)

ایک کے عوض دس:

اپنے دور کے ابدال، حضرت یحییٰ بن خطاب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔
 میرے دروازے پر ایک سائل نے صدا لگائی۔ میں نے بیوی سے پوچھا
 تمہارے پاس کچھ ہے؟ جواب ملا چار انڈے ہیں۔ میں نے کہا منگنا کو دیدو،
 اس نے تعمیل کی۔ جب سائل انڈے پا کر چلا گیا، میرے پاس ایک دوست
 نے انڈوں سے بھری ہوئی ایک ٹوکری بھیجی۔ میں نے بیوی سے پوچھا، اس
 میں کل کتنے انڈے ہیں؟ — اس نے کہا تیس انڈے، تم نے تو
 فقیر کو چار انڈے دیئے تھے یہ کس حساب سے آیا، بیوی نے کہا تیس انڈے
 سالم ہیں اور دس ٹوٹے ہوئے ہیں۔

بعض حضرات اس حکایت سے متعلق یہ بیان کرتے ہیں کہ سائل کو جو انڈے
 دیئے گئے تھے ان میں تین سالم تھے اور ایک پھوٹا ہوا تھا۔ رب تعالیٰ نے
 ہر ایک کے بدلے دس دس عطا فرمائے۔ — سالم کے عوض سالم، اور
 شکستہ کے بدلے شکستہ، (ص ۳۱۸)

صدقہ کی حفاظت کی:

ایک عورت نے ایک روٹی سائل کو صدقہ کی۔ اور اپنے شوہر کا کھانا لے کر
 کھیت پر جا رہی تھی۔ اس کے ہمراہ ایک چھوٹا سا بچہ بھی تھا۔ ایک باغ سے گزرتے

وقت اس کے بچے کو ایک دزدے نے قلمہ بنا لیا۔ عورت بہت پریشان ہو گئی۔
ناگہاں ایک ہاتھ ظاہر ہوا جس نے بیڑیے کے منہ پر زور کاٹا منہ رسبد کیا، او
اس نے اپنے منہ سے بچے کو پھوڑ دیا۔ غیب سے آواز آئی۔

اپنے بچے کو لے با، ہم نے تجھے قلمے کے بدلے میں قلمہ عطا کیا اور وہ روٹی کا قلمہ
تھا، اور یہ بیڑیے کا قلمہ۔ (ص ۳۱۸)

سعی اور محاسبہ کا بدلہ :

امام الطائف ابو القاسم جنید بغدادی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ میں ایک جہاد میں
نکلا۔ امیر لشکر نے میرے پاس خرچ کے لئے کچھ مال بھیجا۔ میں نے لینا پسند نہیں کیا
اور حاجت مند غازیوں میں تقسیم کر دیا۔ ایک روز نماز ظہر کے بعد میں اس مال کو
قبول کرنے اور لوگوں میں تقسیم کرنے پر نادم و فکر مند بیٹھا ہوا تھا کہ میری آنکھیں لگ
گئیں۔ خواب میں میں نے سب سے بجائے محل دیکھے جو بے شمار نعمتوں سے بھرے
ہوئے تھے۔

شیخ جنید بغدادی : یہ محل کس کھیلنے ہے ؟۔

باتف : یہ ان لوگوں کے محل ہیں، جن کا مال آپ نے قبول کر کے غریبوں
میں تقسیم کیا ہے۔

شیخ جنید : کیا اس کے ساتھ میرا کوئی حصہ نہیں ہے ؟۔

باتف : ہاں ! آپ کا بھی حصہ ہے۔ ملاحظہ کیجئے آپ کا حصہ وہ محل ہے اس
طرح باتف نے اس سے عظیم الشان محل کی طرف اشارہ کیا۔
شیخ : مجھے ان سے زیادہ کیوں عطا کیا گیا ؟۔

باتف : ان لوگوں نے ثواب کے لئے مال خرچ کئے، جس کے وہ امیدوار
ہیں۔ اور آپ نے ایسی حالت میں تقسیم کیا ہے کہ اس کے قبول کرنے سے خائف
نہی تھے۔ نفس کا محاسبہ بھی تھا اور شرمندگی بھی، اس لئے اللہ

صدقہ عاشورا ۲

ملک رُسنے میں ایک مالدار قاضی رہتا تھا۔ عاشورا کے روز اس کے پاس ایک فقیر آیا۔ اور کہا، میں ایک مسکین، عیال دار انسان ہوں۔ آپ کو آج کے مقدس دن کا واسطہ دے کر سوال کرتا ہوں۔ میسر لئے دس سیر روٹی، پانچ سیر گوشت، اور دس درہم کا انتظام کر دیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کی عزت و اقبال میں اضافہ فرمائے۔ قاضی صاحب نے کہا جاؤ، ظہر بعد آنا۔ فقیر ظہر بعد آیا تو کہا، عصر بعد آنا۔ وہ عصر بعد پہنچا تو کچھ نہیں دیا۔ اور خالی ہاتھ لوٹا دیا۔

فقیر شکستہ خاطر ہو کر واپس جا رہا تھا۔ راستے میں ایک نصرانی کا مکان ملا، اور نصرانی اپنے دروازہ ہی پر بیٹھا تھا۔ فقیر نے اس سے کہا۔ آج کے دن کی بکرت سے مجھے کچھ صدقہ کر، — نصرانی نے پوچھا، آخر آج کون سا دن ہے؟۔ فقیر نے نصرانی کو عاشورا کے کچھ فضائل بتائے۔ اس نے سن کر کہا۔ تم نے تو بہت عظیم دن کا واسطہ دیا۔ بنا اتیری کیا ضرورت ہے؟۔ فقیر نے اس کے سامنے بھی روٹی، گوشت اور درہم کا سوال کیا۔ نصرانی نے فقیر کے لئے دس بورا گہوں اور سو سیر گوشت، اور بیس درہم مہیا کر دیئے۔ اور کہا یہ تیرے اور تیرے اہل عیال کے لئے تیری زندگی بھر اس دن کی فضیلت و حرمت کے صدقہ ہر جہنم میں مقرر ہے۔ — رات کو قاضی صاحب نے خواب دیکھا کہ کوئی گہر سا ہے نگاہ بلند کر، دیکھا تو ایک مالیشان محل جاندی اور سونے کی اینٹوں سے بنا ہوا نظر آیا۔ اوپر ایک محل خالص سرخ یا قوت کا تھا۔ ایسا صاف اور خوبصورت کہ اندر سے باہر کی چیزیں، اور باہر سے اندر کی چیزیں نظر آتی تھیں۔ قاضی نے اس محل کے بارے میں پوچھا تو جواب ملا یہ دونوں محل تمہارے لئے تھے اگر تم فقیر کی ضرورت پوری کر دیتے۔ مگر چونکہ تم نے اسے رد کر دیا۔ اس لئے اب یہ دونوں محل فلاں نصرانی

کے لئے ہیں: قاضی صاحب بیدار ہوئے تو بہت پریشان تھے۔ صبح ہوئی تو نصرانی کے پاس گئے۔ اور اس سے دریافت کیا کہ کل تم نے کون سی نیکی کی ہے؟۔ اس نے پوچھا آپ کو کیسے علم ہوا؟۔ قاضی صاحب نے اپنے خواب کا حال بتایا، اور پیشکش کی کہ مجھ سے ایک لاکھ درہم لے لو اور کل کی نیکی مجھے فروخت کر دو۔ نصرانی نے کہا۔ میں رُئے زمین کی ساری دولت لے کر بھی اسے فروخت نہیں کروں گا۔ اس کرم کرنے والے پروردگار کے ساتھ معاملہ بہت خوب ہے یقیناً ان ہی کا دین حق ہے۔
 أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللَّهِ (۳۱۹ - ۳۲۰)

حبیبِ عجمی اور ان کی شانِ تصدق

حضرت شیخ حبیب عجمی رضی اللہ عنہ کے بارے میں مروی ہے کہ انھوں نے اللہ تعالیٰ سے چار بار، ہر بار چالیس ہزار درہم خود کو خریدا۔ اس طور پر کہ دس ہزار صدقہ کئے اور عرض کیا، بار الہا! میں نے ان درہموں کے بدلے اپنے کو تجھ سے خریدا اس کے بعد دس ہزار درہم نکالے اور عرض کیا۔ اے رب العالمین! اگر تو نے وہ بیع قبول فرمائی ہے تو یہ اسی کا شکرانہ ہے۔ پھر سہ بارہ دس ہزار درہم صدقہ کئے اور کہا۔ مالک و مولیٰ اگر تو نے پہلے اور دوسرے درہم نہیں قبول کئے تو اب یہ قبول فرما۔ اس کے بعد چوتھی بار دس ہزار نکال کر عرض گزار ہوئے۔ یا اللہ! اگر تو نے تیسرے کو قبول فرمایا ہے تو یہ اس کا شکرانہ ہے۔ (۳۲۰)

(۲)

ایامِ قحط میں حضرت شیخ حبیب عجمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ماناج بطور قرض خریدا اور غرا و مساکین میں تقسیم فرما دیا۔ پھر ملی ہوئی تھیلیاں سر کے نیچے رکھ کر دعا فرمائی اور سو ہے۔ فلوں کے تاجر مطالبہ کرنے آئے تو آپ نے ان تھیلیوں کو اٹھایا۔ وہ اب درہموں سے بھری ہوئی تھیں۔ اور وہ اتنی ہی تھیں

قرض خواہوں کا جتنا مطالبہ تھا۔ سب انھیں دیدیں۔ (ص ۳۲۰-۳۲۱)

(۳)

ایک سائل نے آپ کے دروازے پر صدا لگائی — آپ کی بیوی صاحبہ گندھا ہوا آٹا رکھ کر پڑوس سے آگ لینے گئی تھیں تاکہ روٹی پکائیں۔ آپ نے خمیر اٹھا کر سائل کو دے دیا — وہ آگ لے کر آئیں تو آٹا نادرہ۔ آپ نے فرمایا اسے روٹی پکانے کے لئے لے گئے ہیں۔ بہت پوچھا تو آپ نے اصل واقعہ بتایا۔ بیوی صاحبہ بولیں۔ سبحان اللہ! یہ تو اچھی بات ہے مگر ہمیں بھی تو کچھ کھانے کیلئے درکار ہے۔ اتنے میں ایک شخص ایک بڑی لگن میں بھر کر گوشت اور روٹی لے آیا آپ نے فرمایا۔ دیکھو تمہیں کس قدر بلد لوٹا دیا گیا۔ روٹی بھی پکا دی اور گوشت کھانے مزید بھیج دیا۔ (رضی اللہ عنہ ص ۳۲۱)

شانِ رزاقی

حضرت شیخ علامہ یاقعی مین رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں — ہم کئی لوگ اتفاقاً سفر میں ساتھ ہو گئے تھے۔ ایک روز ایک گاؤں میں پہونچے — ایک شخص گاؤں والوں سے مانگ کر ایک دیکھی لایا، اور اس میں حلوہ پکا کر سب نے کھایا۔ ہم میں کا ایک آدمی کہیں ملا گیا تھا اس لئے وہ نہ کھا سکا۔ اس کے پاس تھوڑا سا آٹا تھا، مگر اسے پکانے والا کوئی نہیں ملا۔ آٹا لے کر وہ پوسے گاؤں میں پھرا۔ اسی دوران راستے میں اسے ایک نابینا ضعیف ملا۔ اس نے آٹا اسے دیدیا۔ (اس حالت کو لطفِ حق پر محمول کرنا چاہئے اور گویا حکمتِ الحق نے اسے نہ بابِ حال سے مخاطب کیا۔ کہ یہ آٹا اس مرد ضعیف کا رزق ہے۔ اور تیرا رزق ہم دیں گے۔) اور ساتھیوں میں آکر بیٹھ رہا۔ اگرچہ وہ غیب کے مال سے بے خبر تھا۔ مگر اللہ تعالیٰ نے اس کے لئے ایک شیخ کو متعین فرما دیا تھا۔ — چنانچہ ایک شخص آیا اور اس نے تمام ساتھیوں میں سے اسی

شخص کو بلایا۔ اور اپنے گھر لجا کر خرید سے اس کی دعوت کی۔ اور لذیذ گوشت کھلایا۔ جس کے بعد اس میں قوت آگئی اور تیزی سے چلنے لگا۔

بیشک اللہ تعالیٰ لطیف، خیر، اور کریم و خبردار ہے۔ اے بے نفس! اے ضعیف التیقین! کیا اس کے واضح اور سچے وعدے کی تو تصدیق نہیں کرتا۔ تجھ پر افسوس ہے کہ تجھے ایسے معتبر خاں کی ضمانت پر اعتماد نہیں۔ اس اصدق الصادقین کا ارشاد ہے:

إِنَّ اللَّهَ هُوَ الرِّزْقُ ذُو الْقَوْلِ الْمَتِينِ
وَمَا مِنْ دَابَّةٍ فِي الْأَرْضِ إِلَّا عَلَى اللَّهِ رِزْقُهَا۔

بیشک اللہ ہی رازق اور مضبوط طاقت والا ہے
جتنے جاندار زمین پر ہیں سب کا رزق اللہ ہی کے ذمہ ہے۔

وَمَا أَتَقُّمُ مِنْ شَيْءٍ فَهُوَ يُخْلِفُهُ
وَهُوَ خَيْرُ الرَّازِقِينَ
وَفِي السَّمَاءِ رِزْقُكُمْ فَمَا تَعْدُونَ

جو کچھ تم خرچ کرتے ہو اللہ تعالیٰ اس کا بدل
عطا فرماتا ہے اور سب سے اچھا رازق ہے
اور آسمان میں ہے تمہارا رزق، اور وہ جس
کا نہیں وعدہ کیا گیا ہے۔

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے ایک بہت بڑی قسم ارشاد فرمائی ہے۔ حالانکہ اس کا فرمان حق اور اس کا وعدہ سچا ہے جس کو قسم کی ضرورت نہیں۔ فرماتا ہے:

قُورَبَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ إِنَّهُ لَحَقٌّ مِّثْلَ مَا أَنَّكُمْ تَنْطِقُونَ پس قسم ہے آسمان و زمین کے پروردگار کی یہ سچ ہے جیساکہ تم بات چیت کرتے ہو۔

اے نفس! تجھے نہیں معلوم کہ اس کا لطف جنی بندوں کے اوپر سامیانہ کریم بن کر دراز ہے۔ اور اس کے خزانہ رحمت سے رزق دیے جاتے ہیں۔ اے انسان! اس کی قدرت نے لطف و عنایت کی مہمیز سے تجھے کھینچا تو تو عدم سے وجود میں آگیا پھر عالم وجود میں اس کی نوازش سے تغیر پذیر ہوتے ہوئے اہل تقرب کے درجات تک پہنچا۔ اور مقام برکت میں قیام کیا۔ اس نے تیرے لئے اپنی ہر بانی سے توفیق کے مخالف ارشاد فرمائے۔ پھر اس توفیق سے جو عباد میں ہوئیں۔ قدرت کے مقلدین

نے انہیں بارگاہِ رب العالمین میں پہونچایا، اور اس کی وجہ سے تو عظیم درجات اور معارفِ عالیہ کا مظہر بنا۔ اور ان نعمتوں سے رب تعالیٰ جسے چاہتا ہے وہی سرفراز ہوتا ہے۔ ذالک فضل اللہ یوتیہ من یشاء واللہ وذوالفضل العظیم ہ

(مے ۳۲۱-۳۲۲)

بہشت کی ضمانت

ایک مرد صالح روایت کرتے ہیں — میں ایک مسجد میں نماز ادا کرنے گیا وہاں ایک عابد اور ایک تاجر پہلے سے موجود تھے۔ عابد دعا کر رہا تھا: بار الہا! آج میں ایسا ایسا کھانا اور اس قسم کا طلوہ کھانا چاہتا ہوں۔ تاجر نے سنا تو کہا، اگر یہ مجھ سے کہتا تو میں اسے ضرور کھلاتا۔ مگر یہ تو بہانہ سازی کر رہا ہے، مجھے سنا کر اللہ سے دعا کر رہا ہے۔ تاکہ میں سین کر اسے کھلاؤں، بخدا میں تو اسے نہیں کھلاؤں گا — عابد دعا سے فارغ ہو کر مسجد کے ایک گوشہ میں سو رہے۔ کچھ دیر بعد ایک شخص ہاتھ میں سرپوش سے ڈھکا ہوا ایک خوان لے آیا چاروں طرف نگاہ دوڑا کر عابد کے پاس گیا اور اسے جگایا — اور دسترخوان عابد کے روبرو رکھ کر دو رہٹ گیا۔ تاجر نے دیکھا تو اس میں وہ تمام کھانے موجود تھے عابد جن کے لئے دعا کر چکے تھے — عابد صاحب نے خواہش کے مطابق تناول فرمایا اور بقیہ واپس کر دیا — تاجر نے کھانا لانے والے شخص سے خدا کا واسطہ دے کر پوچھا کیا تم انہیں پہلے سے جانتے ہو۔

جواب: بخدا ہرگز نہیں۔ میں ایک مزدوروں میری بیوی اور بیٹی سال بھر سے ان کھانوں کی خواہش رکھتی تھیں مگر مہیا نہیں ہو پاتے تھے۔ آج میں نے ایک شخص کی مزدوری کی تو اس نے مجھے ایک مثقال سونا دیا۔ میں نے اس سے گوشت وغیرہ خریدا اور میری بیوی کھانا پکانے لگی، اتنے میں میری آنکھ جھلکی تو میں نے حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا۔ فرمایا آج تمہارے علاقہ میں اللہ کا ایک فی آیا ہوا ہے۔ اس کا

تیاں مسجد میں ہے۔ جو کھانے تم نے اپنے بال بچوں کے لئے تیار کرائے ہیں۔
ان کھانوں کا اسے بھی شوق ہے۔ اس کے پاس لے جا۔ وہ اپنی اشتہا
کے مطابق کھا کر واپس کر دے گا۔ بقیہ میں اللہ تعالیٰ برکت عطا فرمائے گا
اور میں تیرے لئے جنت کی ضمانت دیتا ہوں۔ خواب سے اٹھ کر میں نے
حکم کی تعمیل کی۔

تاجر: — میں نے اس شخص کو اللہ تعالیٰ سے انہی کھانوں کے لئے دعا کرتے سنا
تھا۔ تو نے ان کھانوں پر کتنا پیسہ لگایا؟
مزدور: — مشقال بھر سونا

تاجر: — کیا یہ ہو سکتا ہے کہ تو مجھ سے دس مشقال سونا قبول کر کے اپنے اس مہل خیر
میں سے مجھے ایک قیراط کا حصہ دار بنائے !
مزدور: — یہ ناممکن ہے

تاجر: — اچھا میں اتنے کے لئے تجھے بیس مشقال سونا دیتا ہوں۔
مزدور نے پھر بھی انکار کیا، تاجر نے سونے کی مقدار بیس سے بڑھا کر پچاس اور
سو مشقال تک پہنچائی تو مزدور نے اس سے کہا۔ ”واللہ جس شے کی قیمت سول
اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دی ہے، اگر تو اس کے بدلے ساری دنیا کی دولت
دے دے پھر بھی میں اسے فروخت نہیں کروں گا۔“

تاجر اپنی اس غفلت پر نہایت نادام ہو کر حیران و پریشان مسجد سے نکل گیا
گویا اس نے اپنی کوئی متاع گراں بہا گم کر دی ہو۔ (ص ۳۲۲-۳۲۳)

روٹی اور کباب

حضرت ابراہیم خواص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، ایک فقیر کو میں نے مسجد
میں دیکھا۔ وہ تین دن تک ٹھہرا رہا۔ کچھ کھایا نہ پیا، اور نہ ہی حرکت کی —
میں اس پر نظر لگائے ہوئے تھا، اسی کی تاک میں میں اپنے تمام معمولات چھوڑ کر

لگا رہا۔ بالآخر میں نے اس سے پوچھا۔ کیا کھاؤ گے؟ اس نے کہا گرم روٹی اور کباب۔ میں کباب اور روٹی کی تلاش میں دن بھر سرگرداں رہا مگر مجھے نہ مل سکا۔ تھک بارہ کر مسجد میں بیٹھا اور مسجد کا دروازہ بند کر لیا۔ کچھ رات گئے کسی نے مسجد کا دروازہ کھٹکھٹایا۔ میں نے دروازہ کھولا تو دیکھا ایک شخص کباب اور گرم روٹی لئے کھڑا ہے، میں نے اس شخص سے وجہ دریافت کی تو اس نے کہا۔ میرے بچوں نے مجھ سے ان روٹیوں اور کباب کے لئے جھگڑا کیا تو ہم نے قسم کھالی کہ ہم لوگوں میں سے کوئی اس کھانے کو نہیں کھائے گا۔ بلکہ مسجد کے لوگ اسے کھائیں گے۔ میں نے کہا بار الہا! تو جب فقیر کو بھی کھلانے کا فیصلہ فرما چکا تھا تو مجھے

دن بھر سرگرداں کیوں کیا۔؟ (ص ۳۲۳ - ۳۲۴)

تَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ

ایک عابد نے مسجد میں اعتکاف کیا مگر ان کا کوئی ذریعہ معاش نہیں تھا۔ امام مسجد نے کہا تم اگر جا کر روزی کماتے تو اچھا ہوتا۔ انھوں نے کوئی جواب نہیں دیا۔ امام مسجد نے اپنی بات تین بار دہرائی۔ چوتھی بار امام کو جواب دیتے ہوئے عابد نے کہا، مسجد کے پڑوس میں ایک یہودی رہتا ہے جس نے میرے لئے روزانہ دو روٹیاں دینے کا ذمہ لیا ہے۔ امام نے کہا: اگر وہ ذمہ لینے میں سچا ہے تو مسجد میں تمہارا بیٹھ رہنا اچھا ہے۔ عابد نے امام سے کہا: اگر تو حید میں ناقص ہونے کے باوجود امام نہ بتاتا تو بہتر تھا۔ مجھے اللہ کے آگے لوگوں کا مقتدار بننا تیرے لائق نہیں کیونکہ تو ایک یہودی کی ضمانت کو اللہ کی ضمانت پر فوقیت دیتا ہے اس سلسلہ میں سیدنا علی مرتضیٰ مکرم اللہ وجہہ کے اشعار ہیں:

أَتَطْلُبُ رِزْقَ اللَّهِ مِنْ عِنْدِ عَدُوِّهِ وَتُصْبِحُ مِنْ خَوْفِ الْعَوَاقِبِ أَمِنًا
کیا تو اللہ کے رزق کو غیر سے مانگتا ہے اور غیر کے بھروسے پر انجام اور
عواقب سے بے خوف رہتا ہے۔

وَتَرْضَىٰ بَصَرًا فِي وَاٰن كَانَ مُشْرِكًا ۝ حَمِيْنًا وَلَا تَرْضَىٰٰنِيْ بِرَبِّكَ ضَاٰنًا ۝
تو مشرک مٹاؤں گی اور اگر وہ اپنے شرک سے توبہ کرے گا تو میں اس کی ضمانت پر
رضامند نہیں ہوتا۔ (ص ۳۲۴)

عباد الرحمن

اولیاء اللہ میں سے ایک کافر مان ہے۔ اللہ تعالیٰ نے جب مخلوق کو
پیدا کیا تو ہر ایک کے لئے کام اور پیشہ بھی ظاہر فرمایا، چنانچہ سب نے کسی نہ کسی
صنعت کو پسند کیا۔ پھر جب وہ دنیا میں آئے تو ان کی زبان پر یہی جاری ہو گیا
جو انہوں نے پسند کیا تھا۔ البتہ ایک گروہ ان سے جدا ہو گیا جس نے
کوئی پیشہ پسند نہیں کیا۔ جب انہیں کچھ پسند کرنے کو کہا گیا تو انہوں نے عرض کیا،
ہمیں ان چیزوں میں سے کچھ پسند نہیں۔ اس کے بعد انہیں عبادت کے
مقامات دکھائے گئے۔ انہوں نے عرض کیا۔ اے رب العالمین!
ہم نے تیری خدمت پسند کی۔

ارشاد ہوا۔ میری عزت و جلال کی قسم ان تمام کو تمہارا تابعدار بناؤں گا
اور میری عزت و جلال کی قسم روز قیامت تم لوگوں کو تمہارے اہل محبت و عقیدت
اور خدمت گاروں کا بیع بناؤں گا۔ (ص ۳۲۴)

درس توکل

منقول ہے کہ ایک گروہ سید الطائفہ امام جنید بغدادی رضی اللہ تعالیٰ عنہ
کے پاس حاضر ہوا۔ اور روزی طلب کرنے کی اجازت مانگی۔
فرمایا: اگر پتہ ہو کہ تم لوگوں کی روزی کہاں ہے تو ضرور طلب کرو!

عرض: پھر ہم رب تعالیٰ سے مانگیں؟

فرمایا: اگر تم سمجھتے ہو کہ اللہ تعالیٰ تمہیں فراموش کر دے گا تو ضرور یاد دلاؤ

عرض: اس کا مطلب یہ ہے کہ ہمیں اپنے گھروں کے اندر بیٹھ کر اس پر توکل کرنا چاہئے

فرمایا: اللہ تعالیٰ کے معاملہ کا تجربہ کرنا، اس کی قدرت میں شک کرنے کے مترادف ہے،

عرض: پھر کیا ذریعہ کریں

فرمایا: ذریعہ یہی ہے کہ ذریعہ کو ترک کر دیا جائے۔ رضی اللہ عنہ (ص ۳۲۵)

تحریر توکل

اہل ارادت میں سے ایک شخص کا قصہ ہے کہ طلب رزق کے لئے چلے اور تھک ہار کر، ایک ویران علاقہ میں، آرام کرنے کی نیت سے جا بیٹھے۔ وہاں شکستہ دیواروں میں انھیں ایک سبز سنگ مرمر کی تختی نظر آئی، جس پر سفید خط میں یہ اشعار لکھے ہوئے تھے:

لَمَّا رَأَيْتُكَ جَالِسًا مُسْتَقْبِلًا أَيْقَنْتُ أَنَّكَ لِلْمُؤْمِنِ قَرِيبٌ
جب میں نے تجھ کو اپنی طرف متوجہ بیٹھا ہوا دیکھا تو یقین ہو گیا کہ تو مجھے و غم کا ہدم ہے
مَا لَا يَكُونُ فَلَا يَكُونُ بِحِيلَةٍ اِبْدًا وَمَا هُوَ كَأَنْ سَيَكُونُ
جو کچھ نہیں ہونی والا ہے وہ کسی ترکیب سے کبھی نہیں ہوگا اور جو ہونی والا ہے وہ عنقریب ہو جائیگا
سَيَكُونُ مَا هُوَ كَأَنْ فِي وَقْتِهِ وَأَخْوَ الْجَهَالَةِ مُتَعَبٌ حَزُونٌ
جو چیز ہونی والی ہے اپنے وقت پر ہو جائے گی اور نادان بلاوجہ تھکتا، اور غم
کھاتا ہے،

فَلْعَلَّ مَا تَخْشَاهُ لَيْسَ بِكَائِنٍ وَلَعَلَّ مَا تَرْجُوهُ يَسُوفُ يَكُونُ
ہو سکتا ہے جس سے تو ڈرتا ہے وہ کبھی نہ ہو اور ممکن ہے جس کی تجھے امید ہے وہی ہو جائے
يَسْعَى الْحَرِيصُ فَلَا يَنَالُ بِحَرْصِهِ حَظًّا وَيَحْظِي عَاجِزٌ وَمَهْمِلٌ
لاچی کوشش کرتا ہے اور اسے حرص سے کچھ نہیں ملتا اور عاجز و کمزور حصہ پالیتا ہے

فَارْفُضْ لَهَا وَتَعَرَّ مِنْ أَثْوَابِهَا ۞ اِنْ كَانَ عِنْدَكَ لِلْقَضَاءِ يَقِيْنٌ
 فَنُفَرِّمُ مَنَدِيْ جُھُوْرًا وَّرَاسَ كَے بَاس سے عَاری ہو جا اگَر تجھے تَقْدِیر کا یَقِیْن ہے
 هُوْنَ عَلَیْكَ وَكُنْ بِرَبِّكَ وَائْتِمَا ۞ فَانْخَوِ التَّوَكَّلْ شَأْنُ التَّهْوِيْنَ
 بے فکری اور اپنے رب پر اعتماد کا بل رکھ کیونکہ متوکل کی شان بے فکر ہونا ہے
 طَرَحَ الْاَذَى عَنْ نَفْسِهِ فِي رِزْقِهِ ۞ لَمَّا تَيَقَّنَ اَنْهُ مَضْمُونٌ ،
 توکل والا روزی کی مشقت ترک کر دیتا ہے۔ کیونکہ اسے یقین ہے کہ رزق کا
 ذمہ اللہ تعالیٰ نے لیا ہے۔

اس سختی کو بڑھ کر وہ اپنے گھر لوٹ آئے۔ اور پھر روزی کی فکر میں
 سرگردانی ختم کر دی۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہ (ص ۳۲۵)

نماز دہرالی

حضرت شیخ ابو یزید رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک مسجد میں نماز پڑھنے تشریف
 لے گئے، نماز پوری ہونے کے بعد امام مسجد نے پوچھا، اے ابو یزید کھاتے
 کہاں سے ہو؟

فرمایا: ذرا کو! پہلے اس نماز کو دہراؤں جو تمہارے پیچھے پڑھی ہے،
 تجھے جب مخلوق کو روزی دینے والے ہی کے بارے میں شک ہے۔ تو میرے
 پیچھے نماز کہاں جائز ہے؟ رضی اللہ عنہ (۳۲۵)

مقام سری رضی اللہ عنہ

سید الطائفہ امام ابو القاسم سید بغدادی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔
 ایک شب میں حضرت الشیخ سری سقطی رضی اللہ عنہ کے گھر سویا۔ کچھ رات گزری
 تو آپ نے فرمایا، جنید! کیا سو گئے؟ میں نے عرض کیا نہیں، فرمایا:
 اللہ جل شانہ نے اس وقت مجھے اپنے سامنے کھڑا کیا۔ پھر ارشاد

فرمایا، میں نے جب مخلوق کو پیدا کیا تو سب میری محبت کے
 دعویدار ہوئے۔ پھر جب میں نے دنیا پیدا کی تو ہر دس ہزار
 میں سے نو ہزار دنیا میں گرفتار ہو گئے، اور میری محبت
 چھوڑ بیٹھے، اب صرف ہزار باقی رہے۔ پھر میں نے بہشت
 کو پیدا کیا۔ تو نو سو اس کی محبت کے اسیر ہو گئے میری
 الفت ترک کر دی باقی ایک سو رہ گئے۔ ان لوگوں پر میں
 نے بلاؤ مصیبت ڈالی، تو سو میں سے نوے مجھے چھوڑ کر بلار
 میں مشغول ہو گئے، صرف دس باقی رہے۔ میں نے ان لوگوں
 سے کہا تم نے نہ دنیا لی، نہ آخرت اور نہ ہی بلار سے گریز
 کیا۔ بناؤ کیا چاہتے ہو ؟

عرض کیا۔ رب انعامین ہم جو کچھ چاہتے ہیں تو
 جانتا ہے۔ ارشاد فرمایا، میں تم پر تمہارا طاقت
 سے زیادہ مصیبت نازل کروں گا، ایسی مصیبت جسے مضبوط
 پہاڑ بھی نہ برداشت کر سکے۔ کیا اس پر ثبات قدم رہاؤ گے؟
 عرض کیا، الہی! جب تو خود ہمیں مصیبت میں ڈالے گا
 تو تیری رضا میں تیری ہی مدد سے، تیرے لئے ہم ساری
 مصیبتیں اور آفات برداشت کر لیں گے، جن مصائب کے
 برداشت کی تاب پہاڑوں کو بھی نہیں۔

ارشاد ہوا، تم ہی میرے سچے بندے ہو۔ (رضی اللہ عنہم)
 (نفعنا بہم آمین) (ص ۳۲۶)

امام الطائفہ جنید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ ایک روز حضرت سری سقطی
 رضی اللہ عنہ کو میں نے دیکھا تو ان کا جسم مبارک بیماریوں کی طرح کمزور اور نحیف
 تھا۔ آپ نے فرمایا، اگر میں چاہوں تو کہہ سکتا ہوں کہ میری یہ حالت

اس کی محبت کے باعث ہے — یہ کہہ کر بے ہوش ہو گئے۔ اس کے بعد فوراً آپ کا زرد چہرہ چاند کی طرح روشن و منور ہو گیا۔ اس کے بعد جب آپ دوبارہ علیل ہو تو میں بیمار پرسی کے لئے حاضر ہوا — اور دریافت کیا۔ آپ کا کیا حال ہے۔ فرمایا
 کَیْفَ اَشْكُوْا لِی طَبِیْبِی مَا بَی وَالَّذِیْ بَیْ اَصْاٰبِیْ مِنْ طَبِیْبِی
 میں اپنی مصیبت کا شکوہ طبیب سے کیا کروں کہ جو مصیبت مجھے پہنچی ہے وہ طبیب ہی کی بدولت ہے۔

میں نے حضرت کو پنکھا بھلنا شروع کیا۔ تو فرمانے لگے، اس انسان کو پنکھے کی ہو اکیسی لگے گی جس کا دل اندر سے جل رہا ہو۔ اور یہ اشعار پڑھے:

الْقَلْبُ مَحْتَرَقٌ وَالذَّمْعُ مُسْتَبِقٌ وَالْكَرْبُ مُجْتَمِعٌ وَالصَّبْرُ مُفْتَرَقٌ
 دل جل رہا ہے اور اشک تیزی سے رواں ہے، اور غم اکٹھے ہیں اور صبر دور ہے
 کَیْفَ الْقَرَارِ عَلٰی مَنْ لَا قَرَارَ لَہٗ مِمَّا جَنَآہُ الْهَوٰی وَالشَّوْقُ وَالْقَلَقُ
 جسے قرار ہی نہیں اس پر کیسے قرار ہو کیونکہ محبت شوق اور پیچینی نے اس کی مصیبت ڈال رکھی ہے
 یَا رَبِّ اِنْ کَانَ لِیْ شَیْءٌ بِہٖ فَرَجٌ فَاَمِنْ عَلٰی بَیْہٖ مَا دَامَ لِیْ رَمَقٌ
 اے رب اگر مجھے کسی چیز میں قرار ہو تو جتنک مجھ میں رَمَق باقی ہے وہ چیز عطا فرما!
 بیان کیا گیا ہے کہ حضرت سری سقطی رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد ایک شخص نے انہیں خواب میں دیکھا، پوچھا اللہ تعالیٰ نے آپ کے ساتھ کیا معاملہ فرمایا
 جواب دیا: مجھے بخش دیا، اور جنہوں نے میرے جنازہ میں شرکت کی، اور جنہوں نے نماز جنازہ پڑھی سب کی مغفرت فرمادی۔

سائل: آپ کی نماز جنازہ میں میں بھی حاضر تھا۔

آپ نے لپٹا ہوا ایک کاغذ نکال کر دیکھا، اس میں میرا نام نہیں تھا۔

سائل: میں واقعی آپ کے جنازہ میں حاضر تھا اور میں نے نماز بھی پڑھی تھی،

آپ نے اس کاغذ کو دوبارہ دیکھا تو ایک گوشہ میں میرا بھی نام تحریر تھا۔

رضی اللہ عنہم و نفعنا بہم آمین (ص ۳۲۶-۳۲۷)

راہنی برضا عابد

سیدنا یونس علیہ السلام نے حضرت جبریل علیہ السلام سے فرمایا ہم روئے زمین کے سب سے بڑے عابد کو دیکھنا چاہتے ہیں۔ حضرت جبریل علیہ السلام انھیں ایک ایسے شخص کے پاس لے گئے جس کے ہاتھ پاؤں بدام کی وجہ سے کٹ کر جدا ہو چکے تھے اور وہ شخص زبان سے کہہ رہا تھا۔ تو نے جب تک چاہا ان اعضاء سے مجھے فائدہ بخشا، اور جب چاہا لے لیا۔ اور میری امید صرف اپنی ذات میں باقی رکھی۔ اے میرے پیدا کرنے والے میرا مقصود تو تو ہے۔

حضرت یونس علیہ السلام نے فرمایا اے جبریل میں نے آپ سے صوم و صلوة والے شخص کو دیکھنے کا سوال کیا تھا۔ حضرت جبریل علیہ السلام نے جواب دیا اس مصیبت میں مبتلا ہونے سے قبل یہ ایسا ہی تھا اب مجھے یہ حکم ملا ہے کہ اس شخص کی آنکھیں بھی لے لوں۔ چنانچہ حضرت جبریل علیہ السلام نے اشارہ کیا اور اس کی آنکھیں بھی نکل پڑیں۔ مگر عابد نے زبان سے وہی بات کہی: جب تک تو نے چاہا ان آنکھوں سے مجھے فائدہ بخشا اور جب چاہا انھیں چھین لیا۔ اور اے خالق! میری امید گاہ صرف اپنی ذات کو رکھا، میرا مقصود تو تو ہی ہے۔ حضرت جبریل علیہ السلام نے عابد سے کہا: اوہم تم باہم دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ تم کو پھر تمہاری آنکھیں اور تمہارے ہاتھ پاؤں لوٹا دے اور تم پہلے ہی کی طرح عبادت کرنے لگو۔

عابد: ہرگز نہیں

حضرت جبریل: آخر کیوں نہیں

عابد: اس کی رضا جب کسی میں ہے تو مجھے اس کی رضا زیادہ محبوب ہے حضرت یونس علیہ السلام نے فرمایا: واقعی میں نے کسی کو اس سے بڑھ کر عابد نہیں دیکھا۔

حضرت جبریل علیہ السلام نے کہا: یہ وہ راستہ ہے کہ رضائے الہی تک سائی
کے لئے اس سے بہتر کوئی راہ نہیں (ص ۳۲۷)

پانچ نعمتیں

حضرت شقیق بلخی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں ہم نے طلب کیا تو پانچ چیزوں
کو پانچ چیزوں میں پایا۔

- ❖ برکتِ رزقِ نمازِ چاشت میں ملی۔
 - ❖ قبر کا اجالا نمازِ تہجد میں ملا۔
 - ❖ نکیرین کے سوالات کا جواب قرأتِ قرآن میں پایا۔
 - ❖ پلِ صراط سے گزرنے کی سہولت روزہ اور صدقہ میں ملی۔
 - ❖ قیامت کے دن، عرشِ کاکس پر خلوت نشینی میں نظر آیا۔
- (رضی اللہ تعالیٰ عنہ و نفعنا بہ آمین) (ص ۳۲۸)

اخلاص دعا

ایک عالم ربّانی فرماتے ہیں، مجلسِ وعظ کے اختتام پر لوگوں کے سامنے میں
نے یہ دعا مانگی۔ اے العالمین! ہم لوگوں میں جس کا دل سب سے زیادہ سخت ہو، جس
کی آنکھیں سب سے زیادہ خشک ہوں (اللہ کی یاد میں رہنے کے غافل)، اور جو معصیت سے
سب سے قریبی تعلق والا ہو۔ اسے بخش دے۔ ہمارے قریب ایک بحرِ ابیٹھا ہوا تھا
وہ کھڑا ہو گیا اور کہنے لگا یہ دعا پھر مانگے کیونکہ آپ لوگوں میں میں ہی ایک ایسا ہوں
جس کا دل سب سے سخت ہے، جس کی آنکھیں سب سے خشک اور جو گناہوں سے
سب سے زیادہ قریب ہے۔ میرے حق میں دعا کیجئے کہ ربّ تعالیٰ میری توبہ
قبول فرمائے۔

عالم ربّانی فرماتے ہیں دوسری رات مجھے خواب میں رب کائنات کے حضور کھڑا کیا گیا۔ ارشاد عالی ہوا، مجھے یہ بات پسند آئی کہ تو نے میرے اور میرے بندے کے درمیان صلح کرادی۔ جا میں نے تجھے اسے اور تمام مایوسین مجلس کو بخش دیا۔

عمیب پوش خلوت (ص ۳۲۸)

ایک بزرگ کو کسی نے ان کی وفات کے بعد خواب میں دیکھا، پوچھا کہ رب تعالیٰ نے آپ کے ساتھ کیا معاملہ کیا۔ انھوں نے جواب دیا۔ اللہ تعالیٰ نے میرا اعمال نامہ اپنے ہاتھ میں دیا، اور پڑھنے کو فرمایا، مجھے اس میں ایک برائی نظر آئی۔ میں جسے پڑھنے سے شرم میں پڑ گیا۔ اور عرض کیا مالک و مولیٰ مجھے رسوائی سے بچا۔ فرمایا جب یہ گناہ تو نے کیا تھا اور اس وقت شرم نہیں آئی تھی۔ اس وقت میں نے تجھے رسوا نہیں کیا۔ تو آج میں تجھے کیوں رسوا کروں گا۔ جب کہ تو مجھ سے نادم ہے۔ جا میں نے تیری غلطی معاف کی اور تجھے داخل جنت کیا۔ سبحان اللہ العظیم الکریم (ص ۳۲۸)

رسن صوفیہ

حضرت عبداللہ بن شجاع صوفی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں، زمانہ حیات میں، میں مصر گیا اور وہاں کچھ دنوں رہا، مجھے وہاں نکاح کی حاجت ہوئی دوستوں نے ایک صوفیہ خاتون کی بیٹی سے میرا نکاح کرادیا۔ میں جب اس کے کمرے میں داخل ہوا تو وہ کھڑی ہو کر نماز پڑھ رہی تھی۔ مجھے بڑی شرم محسوس ہوئی کہ ایسی کم عمر لڑکی تو نماز پڑھے اور میں نہ پڑھوں۔ میں نے بھی نماز شروع کی اور جس قدر پڑھ سکا پڑھ کر کھلے پر سو گیا۔ اور وہ بھی نماز پڑھ کر اپنے مہلے پر لیٹ گئی اسی طرح دوسرے روز بھی ہوا۔ کئی روز جب اسی طور پر گزارے گئے تو میں نے اس سے

کہا، کہ ہمارے اجتماع کا کوئی اور مقصد بھی ہے۔ اس نے کہا میں اپنے مالک مولیٰ کی خدمت میں ہوں، لیکن مجھ پر جس کا حق ہے میں اسے منع بھی نہیں کرتی — حضرت عبداللہ صوفی فرماتے ہیں اس کی بات سن کر مجھے شرم محسوس ہوئی۔ چنانچہ میں نے اسی طرح ایک ماہ گزار دیا۔ پھر میں نے سفر کا ارادہ کیا، تو اس کو آواز دی وہ بلیک کہہ کر حاضر ہوئی۔ میں نے کہا میں سفر میں جا رہا ہوں۔ اس نے کہا تم خیر و عافیت کے ساتھ رہو اور اللہ تعالیٰ تمہیں ناپسندیدہ امور سے بچائے اور مقصود عطا فرمائے۔ میں جب رانگی کے لئے دروازہ تک پہنچا تو وہ کھڑی ہوئی اور کہنے لگی، اے میرے سزاوار ہم لوگوں کے مابین دنیا میں ایک عہد قرار پایا جو پورا نہیں ہوا۔ انشاء اللہ ہشت میں اس کی تکمیل ہوگی۔ میں تمہیں اللہ تعالیٰ کے حوالہ کرتی ہوں وہ سب سے اچھا امانت دار ہے — اور میں الوداع کہہ کر چلا گئی دو سال بعد میں نے اس کے حالات دریافت کئے تو معلوم ہوا کہ وہ پہلے سے نہیں زیادہ ریاضت مجاہدہ میں منہمک ہے رضی اللہ تعالیٰ عنہا،

(ص ۳۲۸ - ۳۲۹)

مجاہدہ خاتون

حضرت ذوالنون مصری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: لبنان کے پہاڑوں میں مجھے ایک مجاہدہ خاتون ملی، اس کا جسم سوکھ کر پرانی مشک کی طرح ہو گیا تھا۔ لگتا تھا قبر سے نکل کر آ رہی ہے، بہت عبادت گزار، اور مجاہدہ کش تھی، میں نے اس طرح کی کوئی دوسری عورت نہیں دیکھی، میں نے اس سے پوچھا: آپ کا وطن؟ خاتون: جہنم کے علاوہ میرا کوئی وطن نہیں ہے الا یہ کہ عزیز و غفار رب بخش دے حضرت ذوالنون: اللہ تعالیٰ آپ پر رحم فرمائے مجھے کچھ نصیحت کریں! خاتون: اللہ تعالیٰ کی کتاب کو نعمتوں کا دستر خوان سمجھو، اور اس کے وعدے اور وعید کی مضاجبت اختیار کرو! اور نیک ارادوں کی بجائے اوری کیلئے دامن سمیٹ کر تیار ہو جاؤ۔ اور فضول لوگوں کی فاسد امیدوں کو

ترک کر دو جن کی کوئی حقیقت نہیں، اور وہ تو اس سے بھی انجان ہیں کہ اس کا انجام کیا ہوگا۔ بخدا اس منزل پُر ہی پہنچتے ہیں جو میدانِ مقابلہ میں دوڑنے کا سامان کرتے ہیں اور ان میں سبقت دہی پاتے ہیں جو بھرپور کوشش کرتے ہیں، برادر! اپنے نفس کے لئے جو لینا ہے لے لو یہ سمجھو کہ مطالبہ تم ہی سے ہو کسی اور سے نہیں۔ دانشمند بنو۔

حضرت ذوالنون: اے سیدہ! میرے حق میں دعا فرمائیں، اس کے بعد اس نے اللہ تعالیٰ کی ایسی حمد و ثناء کی جو میں نے کبھی نہیں سنی تھی۔ اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر ایسا درود پڑھا جس سے میرے کان نا آشنا تھے، پھر دعا فرمائی، رضی اللہ تعالیٰ عنہا، (ص ۳۲۹)

اہلِ عشق و وفا

حضرت ذوالنون بصری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں، سہ ماہِ شام کے علاقے میں میں نے ایک خاتون کو دیکھا۔ میں نے پوچھا، کہاں سے آ رہی ہو؟ خاتون: ان لوگوں کے پاس سے آ رہی ہوں جن کے پہلو بستر سے جدا رہتے ہیں۔

حضرت ذوالنون: اور کہاں جا رہی ہو؟ خاتون: ان لوگوں کے پاس جا رہی ہوں جنہیں کوئی بیع و تجارت، اللہ کے ذکر سے غافل نہیں کرتی۔

حضرت ذوالنون: ان حضرات کی کچھ نشانی اور وصف بیان کرو!

اس کے جواب میں اس نے چند اشعار پڑھے جن کا مفہوم یہ ہے۔

وہ ایسے لوگ ہیں جن کی ہمتیں رب تعالیٰ ہی سے وابستہ ہیں
ان کی کوئی خواہش کسی اور کے پاس نہیں پہنچتی اس قوم کا

مقصود محض مالک مولیٰ ہے، اللہ واحد و صمدان کا مطلوب
 محبوب ہے اور وہ کتنا اچھا محبوب ہے۔ ان سے کوئی
 مقابلہ نہیں کر سکتا، نہ دنیا میں نہ آخرت میں نہ شرافت
 میں نہ کھانے پینے میں نہ لباس و اولاد اور اعلیٰ ترین کپڑوں
 میں انہیں کسی شہر میں سکونت سے راحت نہیں ہوتی ہے
 وہ چشموں کے پاس اور جنگلوں اور ویرانوں میں رہتے ہیں
 اور پہاڑوں کی چوٹیوں پر جماعت سے ملاقات کرتے ہیں
 (رضی اللہ عنہا) (ص ۳۲۹-۳۳۰)

سرسراہ محبت

حضرت ذوالنون رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ان کو سائل سمند کے پاس ایک
 لڑکی ملی، جو سر برہنہ، زرد رو، پٹی آ رہی تھی۔ میں نے کہا: اے لڑکی! اوڑھنی
 سراور منہ پر ڈال!

لڑکی: جس منہ پر ذلت برستی ہے اس پر اوڑھنی ڈالوں؟ اے بے
 ادب سامنے سے ہٹ جا کل رات میں نے محبت کا جام پیا ہے جس سے
 پوری شب سرشاری میں بسر ہوئی، اور اسی عالم رستی میں میں نے صبح
 کی۔

حضرت ذوالنون: اے لڑکی مجھے کچھ نصیحت کر،
 لڑکی: اے ذوالنون چپ چاپ گوشہ گیر رہ اور قوت لایموت پر قناعت اختیار
 کر تا آنکہ موت آجائے (رضی اللہ عنہا و نفعنا بہا آمین) (ص ۳۳۰)

موت سے قبل مارے خود کو قبر تک خود قدم سے چل کر جا
 بدر کر جاتا ہے قرب حق قوت، اور کج عافیت اپنا

احسانِ بندگی

ایک بزرگ فرماتے ہیں، دامنِ کوہ میں مجھے ایک جوان نظر آیا۔ جیرانی و پریشانی کے آثار اس پر نمایاں تھے، اور آنکھیں آنسوؤں سے بھیگی ہوئی تھیں، میں نے پوچھا :

تم کون ہو ؟

جوان : میں اپنے مولیٰ سے بھاگا ہوا ایک میلوک ہوں۔

بزرگ : مالک کے پاس واپس لوٹ جا اور معافی مانگ لے !

جوان : معافی مانگنے کے لئے بھی حجت درکار ہے، اور جو تصور وار ہو وہ عذر کیا پیش کر سکتا ہے۔ ؟

بزرگ : اگر ایسا ہے تو کسی سے سفارش کر

جوان : سفارش کرنے والے بھی اس سے ڈرتے ہیں اور خوف کھاتے ہیں۔

بزرگ : بھلا ایسا کون شخص ہے ؟

جوان : میرا مالک وہ ہے جس نے مجھے بچپن میں پالا، اور بڑے ہو کر میں نے

اس کی نافرمانی کی، میں بے حد شرمندہ ہوں۔ کہ اس نے میرے ساتھ کیا

جن سلوک کیا۔ اور میں نے اس کے ساتھ

کتنا خراب برتاؤ کیا۔ جوان یہ کہتے کہتے گرا اور انتقال کر گیا۔

تھوڑی دیر بعد وہاں ایک ضعیفہ آئی اور پوچھنے لگی، اس غمزدہ حیران کے قتل میں کس نے مدد دی۔ اللہ اس پر رحم کرے۔

بزرگ : میں رک جاتا ہوں بعد اس کے کفن و دفن میں تیرا ساتھ دوں گا۔

ضعیفہ : نہیں اسے قاتل کے روبرو ذلیل و خوار پڑا رہنے دو۔ ممکن ہے بے

یار مددگار دیکھ کر ترس کھائے اور اسے قبول کر کے اپنے انعام سے

نوازے۔ رضی اللہ عنہم۔ (ص ۳۳۰-۳۳۱)

حضرت ابو حازم رضی اللہ عنہ اور سلیمان بن عبد الملک

حضرت ابو حازم رضی اللہ عنہ خلیفہ سلیمان بن عبد الملک نے کہا کیا بات ہے کہ ہم لوگ موت کو بُرا سمجھتے ہیں۔ ؟

حضرت ابو حازم: اس لئے کہ تم نے اپنی دنیا آباد کی اور آخرت ویران کر ڈالی، اس لئے آبادی سے ویرانے میں کوچ کرنا بُرا جانتے ہو۔

سلیمان: واقعی آپ نے سچ فرمایا۔ اے کاشش مجھے معلوم ہوتا کہ کل میرا اللہ کے یہاں کیا حال ہوگا۔

حضرت ابو حازم: اپنے حالات کو کتاب اللہ پر منطبق کرو۔ تمہیں اپنا انجام معلوم ہو جائے گا۔

سلیمان: قرآن مجید میں یہ کہاں ملے گا؟
حضرت ابو حازم: آیت کرمیہ ان لا حول لفی نعیم وَاِنَّ الْفَجَارَ لَفیْ جَحِیْمٍ (نیک لوگ نعمتوں میں ہوں گے۔ فاجر جہنم میں) کے اندر۔

سلیمان: پھر اللہ تعالیٰ کی رحمت کہاں ہے
حضرت ابو حازم: اِنَّ رَحْمَتَ اللّٰهِ قَرِیْبٌ مِّنَ الْمُحْسِنِیْنَ اللہ کی رحمت نیکی کرنے والوں کے قریب ہے۔

سلیمان: کاشش مجھے معلوم ہوتا کہ رب تعالیٰ کے حضور کس طرح میزبانی پیشی ہوگی۔

حضرت ابو حازم: نیک اور پرہیزگار اس طرح پیش ہوں گے جیسے مسافر خوشی خوشی اپنے گھر لوٹتا ہے۔ اور بدکار اس طرح جیسے بھاگا ہوا غلام اپنے آقا کے پاس خوفزدہ پکڑ کر لایا جاتا ہے۔

یہ سن کر سلیمان بن عبد الملک رونے لگا۔ (ص ۳۳۱)

حضرت ابو حازم کی نماز

حضرت ابو حازم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ان کی نماز کے بارے میں سوال کیا گیا کہ کس طرح پڑھتے ہیں۔ تو فرمایا :

”جب نماز کا وقت آتا ہے تو فرائض اور سنتوں کی رعایت کے ساتھ کامل وضو کرتا ہوں۔ اس کے بعد قبلہ کی جانب متوجہ ہوتا ہوں اس طرح کہ خانہ کعبہ کو درپردہ، جنت کو دیکھتا ہوں اور جہنم کو بائیں، پل صراط کو پاؤں تلے۔ اللہ جل شانہ کو آگاہ و خبردار جانتے ہوئے نماز ادا کرتا ہوں۔ اور یہ سوچتا ہوں کہ یہ میری زندگی کی آخری نماز ہے پھر اس کے بعد نماز پڑھنا نصیب نہیں ہوگا۔ پھر عظمت و جلال کے احساس کے ساتھ تکبیر کہتا ہوں۔ تفکر کے ساتھ قرأت کرتا ہوں۔ عاجزی کے ساتھ رکوع اور انکساری کیساتھ سجدہ کرتا ہوں اور آخر میں سلام پھیرتا ہوں۔ اس کے بعد اس ڈر کے ساتھ اٹھتا ہوں کہ معلوم نہیں نماز قبول ہوتی ہے یا رد کردی جاتی ہے سائل : آپ ایسی نماز کب سے ادا کرتے ہیں۔ فرمایا : چالیس سال سے۔ اس نے کہا کاش میں زندگی بھر میں ایک نماز اس طرح ادا کر لیتا تو کامیاب و کامراں ہو جاتا، رضی اللہ تعالیٰ عنہ، (ص ۳۳۱)

حق آگاہ ضعیفہ

حضرت صاحب مری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں، میں نے محراب داؤد علیہ السلام، میں ایک نابینا ضعیفہ کو دیکھا، جو اون کا کرتا پہنے نماز پڑھ رہی تھی۔ ایک طرف نماز ادا کرتی جا رہی تھی دوسری طرف گریہ زاری کرتی جاتی تھی۔ میں اپنی نماز چھوڑ کر اسے

دیکھنے لگا۔ نماز کے بعد آسمان کی طرف سرٹھا کر یہ اشعار پڑھے۔

اَنْتَ سُلُوْلِي وَعِصْمَتِي فِي حَيَاتِي اَنْتَ قُدْرَتِي وَعَمْدَتِي فِي مَمَاتِي
تو ہی زندگی میں میرا مقصود اور میری حفاظت کرنے والا ہے۔ تو ہی میرا ذخیرہ اور سہارا
دینے والا ہے موت کے بعد

يَا عَلِيْمًا بِمَا اَكْنُ وَأَخْفِي ، وَيَمَانِي بِوَاطِنِ الْخَطَرَاتِ
اے مخفی اور پوشیدہ کا علم رکھنے والے اور باطن کے خطرات کو جاننے والے
لَيْسَ لِي مَالِكٌ سِوَاكَ فَارْجُو لِدَفْعِ الْعَطَاشِ الْمَوْبِقَاتِ
تیرے سوا میرا کوئی مالک نہیں ہے کہ میں اس سے بڑی بڑی ہلاکت خیز چیزوں کے
دفع کرنے کی امید رکھوں ،
حضرت صاحب مری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ضعیفہ سے پوچھا: تمہاری آنکھیں کس طرح
جاتی رہیں۔

ضعیفہ: اللہ تعالیٰ کے احکام کی نافرمانی سے نادم ہو کر، اور اس کے ذکر اور یاد
سے غفلت کے احساس میں جو میں نے آنسو بہائے۔ اس سبب سے میری
آنکھیں ختم ہو گئیں۔ اگر مجھے بخش دیا گیا تو آخرت میں انشاء اللہ
اس سے اچھی آنکھیں مل جائیں گی۔ اور اگر معاف نہیں کی گئی
تو جہنم میں جلنے والی آنکھیں لے کر میں کیا کروں گی۔؟

حضرت صاحب ضعیفہ کی بات سن کر رو پڑے۔ ضعیفہ نے پھر کہا۔ اے صاحب مجھے اپنے مولانا
کا کلام سننے سے تمہیں انکار تو نہیں ہو گا۔؟ اس کی عزت و وقار کی قسم
مجھے اس کا بہت روز سے شوق ہے۔ حضرت صاحب نے آیت مبارکہ وَمَا قَدْ زَوَّاهُ
اللَّهُ حَقَّ قَدْرِهِ الْاَلَيْسَ تَلَاوَتُكَ

ضعیفہ: اے صاحب اس کی خدمت کا حق بھلا کون ادا کر سکتا ہے۔؟
اس کے بعد ضعیفہ نے ایسی چٹخ ماری کہ سننے والوں کے جگر پاش پاش ہو جائیں۔ اور
زمین پر گر پڑی لوگوں نے دیکھا تو وہ انتقال کر چکی تھی۔

اس کے بعد میں نے اسے ایک روز خواب میں دیکھا، بہت اچھی حالت میں تھی، میں نے اس سے خیریت دریافت کی۔ اس نے کہا:

”مرنے کے بعد مجھے اللہ تعالیٰ نے سامنے کھڑا کیا اور فرمایا۔ جسے کوتاہی خدمت کی ندامت نے مار ڈالا اس کی آدمبارک۔ پھر اشعار پڑھتی ہوئی لوٹ گئی۔

جن کا مفہوم یہ ہے۔ میرے ساتھ وہی احسان کیا گیا جس کی امید تھی، اور جو مجھے پسند تھا مجھے عنایت کیا گیا۔ میں اس کے پاس نعمتوں لذتوں اور مسرتوں میں ہوں،،
(رضی اللہ تعالیٰ عنہا و نفعنا بہا آمین) (ص ۳۳۲)

شرابِ محبت اور نورِ معرفت

حضرت علامہ یافعی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: مجھ سے شیخ علی تکروری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا تھا (جن کی قبر قراۃ میں ہے) کہ حضرت ایک بار محفلِ سماع میں حاضر ہوئے۔ ان پر وجد طاری ہوا۔ اور انھوں نے ملاحظہ کیا (عالم بیداری میں) کہ ان کے سامنے شراب کی نہریں جاری ہیں۔ اور حضرت کون میں سے پلایا جاتا ہے۔ اور سیرابی نہیں ہوتی۔ اور وہ شراب دنیا کی شراب نہیں ہے۔ اس کے بعد ایک نور نظر آیا۔

حضرت کو جب وہ شراب پلائی جاتی تو ان میں اتنی طاقت و قوت آجاتی کہ سات آدمی انھیں نہیں روک سکتے تھے..... اس کے بعد جب نور دیکھا تو ان پر کمزوری طاری ہو گئی۔ حضرت نے یہ واقعہ بیان کر کے مجھ سے پوچھا کہ ان دونوں حالتوں میں سے کون سی حالت بہتر ہے۔ میں نے عرض کیا یہ ایسی بات ہے جہاں میرا وہم بھی نہیں پہونچا۔ بھلا میں اس بارے میں کیا کلام کر سکتا ہوں جو مجھے معلوم نہیں۔

بزرگوں میں سے کسی نے فرمایا ہے :

سَقَوْنِي وَقَالُوا لَا تَنْعَن وَلَوْ سَقَوْنَا ۖ
جِبَالُ حَمَّانٍ مَا سَقَوْنِي لَعَنْتُ ،
مجھے بادۂ عشق پلا کر کہا کہ مستی میں گانا مت
حالانکہ جبل حنین کو بھی اگر وہ پلائی جاتی جو مجھے
پلائی گئی تو وہ مستی میں گانے لگتا ،

میرا خیال ہے نور کا دیکھنا معرفت کی نشانی ہے ، اور شراب ، محبت کی علامت ہے
اور اکثر عرفاء کے نزدیک درجہ معرفت مقام محبت سے بلند ہے ۔

حضرت میمون رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں ، محب محبت میں افضل ہیں ۔ اور
فرمایا کہ عشاق ، دنیا اور آخرت کی ساری سعادتوں کو سمیٹ لے گئے ۔ کیونکہ رسول
اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا

الْمَرْءُ مَعَ مَنْ أَحَبَّ آدمی اس کے ہمراہ ہوگا جس سے محبت کھتا ،
بعض عرفاء کا فرمان ہے کہ حقیقت محبت یہ ہے کہ لذت میں ہلاک ہو جائے ۔ اور
حقیقت معرفت یہ ہے کہ حیرت کے ساتھ مشاہدہ اور ہیبت میں فنا ہو
حضرت شبلی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں :

”محب اگر خاموش ہے تو ہلاک ہو جائے ۔ اور عارف خاموش
نہ ہے تو ہلاکت میں پڑ جائے ،“

حضرت ابو یزید رضی اللہ عنہ نے فرمایا : عارف اڑنے والا ہے ۔ اور زاہد چلنے والا
حضرت شیخ ابو عبد اللہ قرشی کا ارشاد ہے : ”حقیقت محبت خود کو محبوب کے سپرد
کرنا ہے اسی طرح کہ تیرا اپنے نفیس پر کوئی حق نہ رہے ،“

(۳۳۲ - ۳۳۳)

لطافتِ قرآن

شیخ ابوالزبیر مع ماہقی کا بیان ہے ایک رات میں نے حضرت شیخ

ابو محمد سید بن علی الفخار رضی اللہ عنہ کے یہاں قیام کیا۔ میرا یہ طریقہ تھا کہ ادب و احترام کے خیال سے جب تک حضرت تہجد کے لئے نہیں اٹھتے تھے میں کوئی وظیفہ وغیرہ نہیں پڑھتا تھا۔۔۔۔۔ اس شب میں اپنے بستر پر بیداری کی حالت میں لیٹا ہوا تھا۔ حضرت اٹھے اور وضو کیا۔ اور قبلہ رخ ہو کر بسم اللہ الرحمن پڑھ کر تلاوت قرآن کرنے لگے۔۔۔۔۔ میں نے دیکھا کہ ایک دیوار اٹھی، اس میں سے ایک شخص برآمد ہوا جس کے ہاتھ میں سفید شیشی تھی اور شیشی میں سفید شہد تھا۔۔۔۔۔ تلاوت قرآن کے دوران حضرت جب منہ کھولتے تھے تو وہ شخص شہد آپ کے دہن مبارک میں رکھتا تھا۔۔۔۔۔ یہ دیکھ کر مجھے بے حد تعجب ہوا۔ صبح ہوئی تو میں نے اس کی حقیقت دریافت کی۔ حضرت سن کر آبدیدہ ہو گئے اور فرمایا۔ ابوسلیمان وہ قرآن مجید کی لطافت ہے (رضی اللہ عنہ و نفعنا بہ آمین) (ص ۳۳۳)

حکمت الہیہ

حضرت ابراہیم بن ادہم رضی اللہ عنہ ایک شہر میں تشریف لے گئے اور جاکر مسجد میں رکے۔ عشا کی نماز ہو چکی تھی تو امام مسجد نے کہا، مسجد سے نکلو میں دروازہ بند کروں گا۔ اور اتفاق ایسا کہ موسم بھی سخت سردی کا تھا۔

حضرت ابراہیم: میں مسافر ہوں رات کو یہیں رہوں گا۔
امام مسجد: مسافروں کا تو یہ حال ہے کہ مسجد کی قندیلیں اور فرش چوری کر لیتے ہیں، میں تو کسی کو مسجد میں ٹھہرنے نہیں دوں گا۔ چاہے ابراہیم بن ادہم ہی کیوں نہ آجائیں۔

حضرت ابراہیم: میں ابراہیم بن ادہم ہی ہوں۔
امام مسجد: تمہارے لئے ن جاڑے کی شدت ہی بہت ہے اس پر جھوٹ کا اضافہ نہ کرو۔ بہت باتیں بنا چکے۔

اس کے بعد امام مسجد حضرت ابراہیم بن ادہم کی ٹانگیں پکڑ کر کھینچے ہوئے مسجد سے باہر حمام کے تنور تک لایا۔ اور وہاں چھوڑ کر چلا گیا۔ حضرت ابراہیم فرماتے ہیں میں نے دیکھا وہاں حمام میں آگ جلانے والا ایک شخص موجود تھا۔ سو چاہل کر اسی کے پاس شب گزار دی کرنی چاہئے۔ میں اس کے پاس پہونچا اور سلام کیا۔ وہ شخص موٹا بوسے کا کرتا پہنے ہوئے تھا۔ اشارہ سے مجھے بٹھایا اور ڈرتی نگاہوں سے داپنے بائیں دیکھتا رہا جب اپنے کام سے فارغ ہوا تو کہا وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

حضرت ابراہیم: میں سلام کب کیا تھا اور جواب اب دے رہے ہو۔
ملازم حمام: میں کسی کانوکر ہوں، مجھے خوف ہوا کہ تمہارے جواب میں مشغول ہو کر میں خیانت کا مرتکب نہ ہو جاؤں۔

حضرت ابراہیم: دائیں بائیں کیوں دیکھ رہے تھے کیا کسی سے ڈرتے ہو؟
ملازم حمام: موت سے ڈرتا ہوں، معلوم نہیں ادھر سے آجائے یا ادھر روزانہ کتنے کی مزدوری کر لیتے ہو؟
حضرت ابراہیم: ایک درہم اور ایک دانگ کی۔

یہ پیسے کیا کرتے ہو؟
حضرت ابراہیم: ملازم حمام: دانگ سے میری اور میرے اہل و عیال کی خوراک فراہم ہوتی ہے اور ایک درہم اپنے ایک مرحوم بھائی کی اولاد پر خرچ کرتا ہوں۔

حضرت ابراہیم: کیا وہ تمہارا حقیقی بھائی تھا؟
ملازم حمام: میں نے اس سے خدا کیلئے دوستی کی تھی، اب وہ انتقال کر گیا تو اس کی اولاد کی پرورش کرتا ہوں۔

حضرت ابراہیم: اچھا یہ بتاؤ کیا تم نے اللہ تعالیٰ سے کسی شئی کی دعا مانگی ہے جو قبول ہوئی ہو۔

ملازم حمام:

میں سال سے میں ایک بات کی دعا کرتا ہوں جو اب تک
پوری نہیں ہوئی۔ وہ یہ کہ سنا ہے عرب میں ایک شخص ہے
جو عابدوں و رزاقوں میں بلند مرتبہ ہے۔ اسے ابراہیم بن ادہم کہتے
ہیں۔ میں نے یہ دعا کی ہے کہ میں اس کی زیارت کروں اور
اسی ملی اللہ کے سامنے مجھے موت آئے۔

حضرت ابراہیم:

اے میرے بھائی تمہیں مبارک ہو کہ اللہ تعالیٰ نے تیری دعا
قبول کی۔ اور ابراہیم بن ادہم کو منہ کے بل گھسیٹوا کر تیرے پاس
بھیج دیا۔

یہ سن کر ملازم حمام خوشی سے اچھل پڑا اور حضرت سے معافہ کیا۔ اس وقت اس نے
دعا کی، یا اللہ! تو نے میری تنہا پوری فرمائی میری دعا کو قبولیت سے نوازا۔ اب
میری روح کو بھی بعض فرما چنانچہ وہ فوراً انتقال کر گیا۔ (رضی اللہ عنہما و نفعنا بآمین)

(ص ۲۳۳-۲۳۴)

صاحب کشف لوجوان

حضرت شیخ ابو زید قرطبی رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں۔

مجھے بعض آثار کے سننے سے پتہ چلا کہ جو شخص لا الہ الا اللہ ستر ہزار بار پڑھے
لے تو اسے دوزخ سے نجات ہو جائے گی۔ میں نے اس وعدے کی خوشخبری
پیش نظر یہ عمل اپنے لوگوں کے لئے بھی کیا۔ اور اپنے واسطے بھی
چند نصاب مکمل کئے۔ جنہیں میں آخرت کا توشہ خیال کرتا تھا۔
اس زمانے میں ایک گھر میں ہمارا اور ایک جوان کا ساتھ ہو گیا لوگ
کہتے تھے کہ اس جوان کو جنت اور دوزخ کا کشف ہوتا ہے۔ اور کم عمر
ہونے کی باوجود سب لوگ اس کی تکریم کرتے تھے۔ مگر مجھے اس بار
میں شبہ تھا ایک روز کچھ لوگوں نے ہماری دعوت کی اور اپنے گھر لے

گئے۔ کھانے کے دوران وہ نوجوان اچانک خوفناک آواز سے پیچنے لگا۔ اس کا سانس پھولنے لگا۔ — وہ اتنی زور سے چیخ رہا تھا کہ ہر شخص کو یقین ہو گیا کہ یہ بات بلاوجہ نہیں ہو سکتی۔ انھوں نے کہا۔
 ”اے چچا میری ماں دوزخ میں ہے“

اس کی پریشانی دیکھ کر میں نے سوچا آج اس کی صداقت کی جانچ کروں
 دل میں یہ بات آئی کہ ستر ہزار کلمہ شریف کا ایک نصاب جو میں نے پڑھ
 پڑ کھا ہے۔ جسے میرے اور میرے رب کے سوا کوئی نہیں جانتا، اس کی ماں
 کے لئے ایصالِ ثواب کروں اور اس بات کو بھی جانوں کہ کیا اس حدیث
 کے رُاقہ صادق ہیں؟

چنانچہ میں نے ستر ہزار لا الہ الا اللہ نوجوان کماں کے لئے بخشدیئے — ابھی
 میں نے اپنے خیال سے فراغت بھی نہیں پائی تھی کہ نوجوان کہنے لگے — چچا جان
 میری ماں کو جہنم سے نکال لیا گیا۔

الحمد للہ کہ مجھے اس سے دو فائدے حاصل ہوئے ایک تو حدیث مذکور
 کے راویوں کی صحت پر یقین ہوا۔ دوسرے اس نوجوان کے کشف کی سچائی معلوم ہوئی
 اور اس کی تکذیب سے سلامت رہا (رضی اللہ عنہما ونفعنا بہما) ص ۳۳۵

رابطہ روحانی

ایک شب حضرت شیخ جنید بغدادی رضی اللہ عنہ کو نیند نہیں آئی۔ فرماتے ہیں
 اپنے معمولات کے لئے اٹھا تو ان میں بھی لذت محسوس نہیں ہوئی۔ دوبارہ پھر سونے کا
 ارادہ کیا تو ناکام رہا، پھر اٹھ کھڑا ہوا۔ مگر بیدار ہو کر بھی قرار نہیں ملا۔ گھر کا دروازہ
 کھول کر باہر دیکھا تو راستے میں کوئی لمبا میں لیٹا ہوا پڑا نظر آیا۔ میری آہٹ سنی تو
 سر اٹھا کر بولے، ابوالقاسم تھوڑی دیر کے لئے میرے پاس آجائیں۔

کم از کم اطلاع کر دیتے۔

حضرت جنید:

اجنبی بزرگ: ٹھیک ہے، میں نے قلوب کو حرکت دینے والے رب کی بارگاہ میں

عرض کیا تھا کہ آپ کے قلب کو میری طرف متوجہ فرمادے۔

حضرت جنید:

وہ تو رب العزت نے کر دیا، اب آپ اپنی ضرورت بتائیں۔

اجنبی بزرگ:

یہ بتائیں کہ نفیس کا مرض کس وقت خود علاج بن جاتا ہے۔

حضرت جنید:

جب نفیس خود اپنی خواہشات کی مخالفت کرنے لگے، اس وقت

اس کی بیماری ہی علاج بن جاتی ہے۔

اجنبی بزرگ نے اپنے نفیس کو مخاطب کر کے کہا۔ سن لیا: میں نے تجھے یہی جواب

سات مرتبہ سنایا۔ مگر تو نہیں مانا اور بعد رہا کہ حضرت جنید سے سنیں گے۔ ان سے

بھی تو سن لیا نا۔ یہ کہا اور چلے گئے۔ امام الطائفہ فرماتے ہیں میں ان سے نہ پہلے وقت

تھا۔ اور نہ اس وقت پہچانا۔ (رضی اللہ عنہما و نفعنا بہما آمین) (ص ۳۳۶)

روحانی دستک

حضرت الشیخ خیر الساج رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔

”میں اپنے گھر میں تھا، یکایک دل میں خیال گزرا کہ حضرت جنید

درازہ پر ہیں۔ مگر میں نے توجہ نہیں دی۔ مگر دوبارہ پھر یہی خیال

آیا۔ بالآخر دروازہ کھول کر باہر نکلا تو آپ واقعی موجود

تھے۔ فرمایا پہلے خیال ہی پر کیوں نہ نکل آئے۔“

(رضی اللہ عنہما و نفعنا بہما آمین) (ص ۳۳۶)

آخرت کی تیاری

حضرت کھڑ جربانی مدنی اللہ عنہ کے بارے میں بیان کیا جاتا ہے کہ آپ عبادت

میں بہت محنت فرماتے تھے۔ لوگوں نے اس بارے میں ان سے عرض کیا (کہ کچھ آرام کا بھی خیال فرمایا کریں)۔ انہوں نے جواباً فرمایا:

قیامت کے دن کی مقدار ہمیں کیا معلوم ہے؟
لوگوں نے عرض کیا۔ پچاس ہزار برس

پھر پوچھا: — اور دنیا کی عمر
لوگوں نے عرض کیا: — سات ہزار سال (تقریباً)

فرمایا: — اس عظیم دن سے حفاظت کے لئے، کیا کوئی سات دن عمل کرنے سے بھی عاجز ہے۔

حضرت علامہ یافعی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ یہ تو حضرت والا نے دنیا کی عمر کا لحاظ کر کے فرمایا۔ اگر کسی کی عمر مثال کے طور پر سو سال ہو۔ اور اس کی مناسبت رزق قیامت سے دیکھیں۔ تو پانچ سو حصوں میں سے ایک حصہ ہوگا۔ (ص ۳۳۶)

اولیاء اللہ کی شان

شیخ احمد بن ابوالخاری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں حضرت اشیح ابویسلمان دارانی رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ بیٹھے دوسرے تھے — میں نے وجہ پوچھی فرمایا
”اے ابو احمد! کیوں نہ روؤں؟ جب شب ہوتی ہے اور آنکھیں بند ہیں
مشغول ہوتی ہیں۔ اور حبیب اپنے محبوب کے ساتھ غلوٹ گزرتے ہیں
اور محبت والے اپنے پیروں کو سیدھا کھڑا کرتے ہیں، ان کے آنسو عارضی پر
ڈھلکتے اور مصلے پڑ سکتے ہیں، اس وقت اللہ تعالیٰ جل مجدہ ان پر جبروت
فرماتا ہے۔ اور جبریل علیہ السلام سے ارشاد فرماتا ہے ”میرے کلام سے
لطف اندوز ہونے والے میرے سامنے ہیں — اس کے بعد
ان لوگوں سے مخاطب ہو کر ارشاد فرماتا ہے: کیا تم نے کسی دوست کو دیکھا

ہے جو دوسروں کو عذاب دیتا ہو۔ تو پھر یہ میری شان کب ہے کہ میں ان کو عذابوں جو رات ہوتے ہی میری رضا مندی کے لئے کھڑے ہو جاتے ہیں قسم ہے میری عزت و توقیر کی، وہ حضرات جب قیامت میں آئیں گے تو میں انہیں اپنے دیدار سے نوازوں گا۔ تاکہ میں انہیں دیکھوں اور وہ میرا دیدار کریں۔ (رضی اللہ عنہم و نفعنا بہم آمین) (ص ۳۳۶-۳۳۷)

اخفاء کرامت

ایک عارف حق رب تعالیٰ کے حضور دعا فرماتے تھے کہ ان کو عزت و کرامت بخشے، اور لوگوں سے پوشیدہ رکھے۔ ایک رات جب کہ وہ نماز میں گریہ نزاری فرماتے تھے لوگوں نے دیکھا کہ ان کے سر پر نورانی قندیل روشن تھی۔ لوگوں نے صبح کو اس کا ذکر کیا۔ اس پر انہوں نے یہ شعر پڑھا:

يَا صَاحِبَ لَيْسَرَانِ السِّرِّ قَدْ ظَهَرَ
وَلَا أُرِيدُ حَيَاةً بَعْدَ مَا اسْتَهْرَأَ
اے میرے راز دار میرا راز فاش ہو چکا ہے اب اس شہرت کے بعد میں زندہ نہیں رہنا چاہتا اور بجبرے میں سرکھا۔ لوگوں نے دیکھا تو وہ اسی عالم میں انتقال فرما چکے تھے۔ (رضی اللہ عنہ و نفعنا بہ) (ص ۳۳۷)

حضرت ابو عبد اللہ صیاد رضی اللہ عنہ

حضرت ابراہیم بن شہیب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ ہم لوگ جمعہ کے روز نماز جمعہ کے بعد نشست کیا کرتے تھے۔ ایک بار ایک شخص محض ایک کپڑا اوڑھے ہوئے ہماری مجلس میں آیا۔ اس نے ہمارے سامنے ایک سوال رکھا۔ مجلس خاموش ہوئے تک ہم لوگ دینی چھٹی مسائل پر گفتگو کرتے رہے۔ پھر وہ دوسرے جمعہ کو بھی آیا۔ مسئلہ دریافت کیا اور ہم لوگوں نے اس کا پتہ ٹھکانا پوچھا۔ اس نے اپنی کیفیت ابو عبد اللہ رضی اللہ عنہ کی حالت اور اپنے گاؤں کا نام بتایا۔ ہم لوگ اس سے بہت خوش تھے

اور ہمارے پاس اس کی آمد رفت کا سلسلہ بہت روز تک قائم رہا۔ پھر یک
 بیک اس نے آنا بند کر دیا۔ تو ہم لوگ اس کی ملاقات کے لئے خود گاؤں پہنچے
 اور اس کے بارے میں لوگوں سے پوچھا تو لوگوں نے بتایا کہ وہ ابو عبد اللہ صیاد
 ہیں۔ وہ شکار کو گئے ہوئے ہیں لوٹتے ہی ہوں گے۔ ہم لوگ انتظار کرتے رہے
 وہ آئے اور حالت یہ تھی کہ انھوں نے کپڑے کے ایک ٹکڑے کی لنگی اور ایک ٹکڑے
 کی چادر بنائی تھی۔ ان کے ہاتھ میں کئی پرندے ذبح کئے ہوئے اور چند
 ایک زندہ تھے۔ ہم لوگوں کو دیکھ کر مسکراتے ہوئے آئے۔ ہم نے عرض کیا۔ آپ ہماری
 مجلس میں تشریف لایا کرتے تھے اب کیوں نہیں آتے۔ فرمایا۔ سچ بات یہ ہے
 کہ میرا ایک بڑا بھائی تھا میں اس کے کپڑے عاریتاً پہن کر شہر آتا تھا۔ وہ اس وقت سفر
 پر گیا ہے۔ پھر فرمایا۔ آپ لوگ میرے غریب خانہ پر ملیں، اللہ کا دیار زق تناول کریں
 چنانچہ ہم لوگ ان کے گھر گئے۔ یہیں بٹھا کر انھوں نے ذبح کئے ہوئے پرندے اپنی اہلیہ
 کے سپرد کئے تاکہ وہ انھیں پکائیں۔ اور زندہ پرندوں کو بازار میں لیجا کر بیچا اور روٹیاں
 خرید کر لائے۔ ان کے آتے آتے ان کی اہلیہ نے گوشت پکا دیا تھا ہم لوگوں نے
 کھانا کھایا اور واپس چلے تو آپس میں ان کی مدد کرنے کے بارے میں مشوہ کیا۔
 اور پانچ ہزار درہم جمع کر کے انھیں دینے کے لئے پھر گاؤں کی طرف آنے لگے۔
 ہم جب مقام مرید پر پہنچے، تو ہمیں بصرہ کے امیر محمد بن سلیمان نے اپنے محل کے
 جھروکے سے دیکھ لیا۔ اور غلام کے ذریعہ مجھے بلوایا۔ میں نے انھیں ابو عبد اللہ صیاد
 کا حال بتایا۔ تو انھوں نے کہا ان کی مدد کا حق تم سے زیادہ مجھ پر ہے چنانچہ انھوں
 نے بھی دس ہزار درہم غلام کے ذریعہ ہمارے ہمراہ کر دیا
 ہم لوگ یہ سب لیکر جب ان کے گھر پہنچے تو دیکھتے ہی ان کا حال متغیر ہو گیا۔ فرمایا:
 کیا تم مجھے فتنہ میں ڈالنا چاہتے ہو۔؟ جاؤ میرا تم لوگوں سے کوئی تعلق نہیں
 میں نے انھیں بہت سمجھایا کہ دیکھئے آپ کو معلوم ہے کہ امیر کتنا ظالم آدمی ہے۔ خدا
 کے لئے آپ یہ قبول کر لیجئے۔ مگر ان کا غصہ مزید تیز ہو گیا۔ اور انھوں نے اپنا دروازہ

نہ کر لیا۔ میں وہاں سے امیر کے پاس آیا اور ناچار صحیح بات بتا دی۔
 — امیر سخت برہم ہوا۔ اور اپنے غلام کو حکم دیا کہ تلوار لالہ۔ اور وہ شخص خارجی
 لگتا ہے اس کی گردن اڑا دے۔ میں نے امیر کو بہتر سمجھایا کہ میں انھیں اچھی
 طرح جانتا ہوں وہ خارجی نہیں ہیں۔ میں انھیں آپ کے پاس لاتا ہوں۔ غلام کو نہ
 بھیجیں۔ میں یہ چاہتا تھا کہ اس طرح میں امیر کے غیض سے انھیں بچا لوں گا۔
 چنانچہ میں پھر ان کے گھر گیا۔ اور سلام کیا تو ان کی اہلیہ کو روتی پایا۔
 انھوں نے کہا تمہیں پتہ بھی ہے ابو عبد اللہ کا کیا حال ہوا۔ ہ گھر میں آکر ان کے پاس
 جو کچھ تھا انھوں نے رکھا، وضو کر کے نماز پڑھی، پھر میں نے انھیں یہ دعا مانگتے سنا،
 ”اے اللہ اب مجھے اپنے حضور طلب کر لے اور فتنہ سے محفوظ رکھ، اس کے بعد لیٹ
 گئے۔ میں نے قریب پہونچ کر جو دیکھا تو روح قبض عنصری سے پُراز
 کر چکی تھی۔ یہ ہے ان کی لاشیں۔

میں نے کہا اے خاتون! ہمارے ان کے درمیان ایک عظیم واقعہ ہوا ہے
 انھیں کچھ نہ کہو۔ اس کے بعد میں امیر بھرہ کے پاس آیا، اور ساری کیفیت بیان کی۔
 امیر نے کہا اس انسان کے جنازے کی نماز میں خود پڑھاؤں گا۔ شہر بھر میں خبر
 پھیل گئی، تمام رؤسا، امراء اور محرزین شہر نے حضرت ابو عبد اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جنازہ
 میں حاضری دی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ و نفعنا بہ آمین) (ص ۳۳۷-۳۳۹)

شہر کوفہ کے اندر حضرت محمد بن سماک رضی اللہ عنہ کے جوار میں ایک بوڑھا
 شخص ہوتا تھا جس کا ایک بیٹا تھا۔ جو دن کو روزہ رکھتا اور رات کو قیام کرتا تھا
 رات ہوتی تو یہ اشعار پڑھتا:

لَقَدْ رَأَيْتَ اللَّيْلَ أَقْبَلَ خَاشِعًا
 بَادِرَتْ نَحْوَهُ مَوْنِي بَنِي حَبِيبِي

جب میں رات کو آتے دیکھتا ہوں تو خشوع کے ساتھ اپنے منوں کی جانب

روتا ہوا دوڑتا ہوں،،

اَنْبِیُّ فَقُلْتُ اِلَیْهِ صَبَابَتِی فَاَبِیتُ مَسْرُورًا بِقُرْبِ حَبِیْبِی
 روتا ہوں اور محبت مجھے اس کے لئے مضطرب کرتی ہے پھر میں قرب حبیب سے مسرور
 ہو کر رات گزارتا ہوں۔

اور جب شب کا آخری حصہ ہوتا تو زار و قطار روتے ہوئے یہ اشعار پڑھتا۔
 قَدَرْتُ فِی اللَّیْلِ اِذْ لَاحَتْ مَعَالِمُہٗ مَا کَانَ اُنْسِیْ بِہِ فِیْہِ لِمَوْلَا یَا
 جب رات کی علامتیں ظاہر ہوتی ہیں اس وقت میں اندازہ کرتا ہوں کہ مجھے اپنے مولا سے
 کتنا انس ہوتا ہے۔

ضَمَنْتُ فِی الْقَلْبِ حُبًّا قَدْ کَلِفْتُ بِہِ وَاللّٰہُ یَعْلَمُ مَا مَکْنُونُ احْشَابِیَا
 میں نے دل میں اسی کی محبت پوشیدہ کر رکھی ہے جس پر میں خود فریفتہ ہوں۔ اللہ ہی
 جانتا ہے جو کچھ میرے سینہ میں چھپا ہوا ہے۔

حضرت شیخ محمد بن سہاک رضی اللہ عنہ کی خدمت میں ایک روز اس نوجوان
 کا بوڑھا باپ آیا، اور عرض کیا کہ آپ ہی اسے کچھ سمجھائیں، کہ خود پر کچھ ترس کھائے
 حضرت شیخ فرماتے ہیں:

ایک روز میں اپنے دروازہ پر کچھ لوگوں کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا، اتنے
 میں وہ لڑکا وہاں سے گزرا، میں نے اسے بلایا وہ پرانی مشک کی طرح
 سکتا ہوا، لاغر اور کمزور تھا، کہ ہوا چلے تو گر جائے۔ سلام کر کے بیٹھ گیا۔
 میں نے اس سے کہا۔ پیارے! اللہ نے تم پر باپ کی اطاعت بھی فرض
 کی ہے اور اس کی نافرمانی سے روکا ہے جس طرح اپنی نافرمانی سے منع
 فرمایا ہے — تمہارے والد نے ہم سے ایک بات کہی ہے تم کہو تو،
 میں بیان کروں۔ اس نے کہا۔ چچا جان! آپ شاید مجھے عمل میں تخفیف
 اور اپنے معمولات چھوڑنے کی رائے دیں گے؟ میں نے کہا، بیٹے!
 تمہارا مقصود اس محنت شاقہ کے بغیر بھی حاصل ہو جائے گا —
 اس نے کہا چچا جان! میں نے اپنے محلہ کے کچھ نوجوانوں سے اسی حال

میں رہنے پر معاہدہ کیا ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ کی جانب سبقت
 کرتے رہیں گے۔ چنانچہ میرے ان احباب نے کوشش
 اور محنت کی اور رب تعالیٰ کی طرف بلائے گئے۔ تو بخوشی
 چلے گئے۔ ان میں سے اب میرے علاوہ کوئی باقی نہیں
 رہا۔ میرا عمل ان کے سامنے دوبارہ پیش ہوتا ہے۔ وہ لوگ عہد
 شکنی کرتے دیکھیں گے تو مجھے کیا کہیں گے۔ ۹۔ بچا جان!
 میں نے اس معاملہ میں ایسے نوجوانوں سے عہد باندھا ہے۔
 جنہوں نے رات کو اپنی سواری قرار دیا۔ اس پر بڑے بڑے جنگل
 سرکے اونچے اونچے پہاڑوں پر گئے۔ صبح کو میں نے جب انھیں دیکھا
 تو انھیں شب بیداری کی چھری نے ذبح کر ڈالا تھا، اور ان کے
 اعضاء الگ الگ کر دیے تھے۔ سیر شب کے باعث ان کے شکم
 پلے ہو چکے تھے۔ نہ انھیں چین ملتا تھا۔ اور نہ شہریہ لوگوں سے
 انھیں تعلق تھا۔ انھیں جب بلایا گیا بخوشی چلے گئے۔

حضرت شیخ سماک فرماتے ہیں واللہ مجھے اس نے حیرت میں ڈال دیا۔ اور چلا گیا۔
 اس کے محض تین روز بعد خبر ملی کہ اس کا انتقال ہو گیا۔ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ و نفعنا بہ امین)
 (ص ۳۳۹ - ۳۴۰)

ایک نظر میں زندگی زندہ

ایک مرد صالح کا بیان ہے، کچھ نا عاقبت اندیش لوگوں نے، ایک حسین و
 جمیل عورت کو ایک ہزار درہم دے کر اس بات پر راضی کیا کہ حضرت ربيع بن خثیم رضی
 اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنی جانب مائل کر کے بدنام کرے (العیاذ باللہ) وہ عورت اچھے،
 اچھے لباس اور زیورات پہن کر حضرت کی تاک میں لگ گئی۔ آپ جب مسجد سے نماز

پڑھ کر نکلے تو ان کے سامنے منہ کھول کر آگئی — آپ نے عورت کو
اس حال میں دیکھا تو جھکے

فرمایا : اس وقت تیرا کیا حال ہوگا۔ جب تجھے بخار آئے گا، تیرا رنگ بدن اُٹے
گا، تیرے حسن کی رونق ختم ہو جائے گی یا ملک الموت تیری رگ جان
کاٹ ڈالیں گے۔ یا منکر نکیر تجھ سے سوال کریں گے۔

عورت نے حضرت کی یہ باتیں سنتے ہی ایک چیخ ماری اور بے ہوش ہو گئی
راوی فرماتے ہیں۔ واللہ ! اس عورت کو جب ہوش آیا تو اس کی زندگی ایسی بدلی
کہ عبادت میں ڈوب گئی۔ اور جس روز اس کا انتقال ہوا ہے۔ اس کی حالت
یہ تھی کہ جلے ہوئے تنے کی طرح سیاہ ہو چکی تھی۔ اور سوکھ کر بالکل کانٹا بن گئی تھی۔
(ص ۲۳۰)

خوف خدا کا نشتر

حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ بنی اسرائیل میں ایک عزت
فروش ملکہ نامی عورت تھی جس کے حصہ میں حسن کا تہائی حصہ آیا تھا۔ اپنے پاس آنے
کے لئے لوگوں سے کم از کم سودینار وصول کرتی تھی — ایک عابد نے اس
کو دیکھا اور اس پر فریفتہ ہو گیا۔ چنانچہ کسی طرح محنت مزدوری کر کے سودینار جمع
کئے اور اس کے پاس آگیا — اس عورت کے پاس سونے کا ایک تخت
تھا جس پر وہ بیٹھتی تھی — عابد نے کہا مجھے تیرا حسن پسند آگیا تھا اس لئے میں
نے بڑی محنت سے سودینار اکٹھا کئے اور یہاں آیا ہوں۔ فاحشہ عورت نے عابد
کو بھی اپنے ساتھ تخت زریں پر بٹھایا۔ عابد کو اس وقت اچانک قیامت میں اللہ
تعالیٰ کے روبرو کھڑا ہونا یاد آگیا — اور اس کا بدن تھر تھر کانپنے لگا۔ اور
بولا مجھے جانے دو۔ لویہ دینار تم ہی لے لو۔

عورت : آخر تمہیں کیا ہو گیا ہے۔ تم تو یہ کہتے تھے میرا حسن تمہیں پسند آگیا ہے

اور اب بھاگ لے ہو ؟
 عابد: میں قیامت کے دن اللہ کے حضور کھڑے ہونے سے ڈر گیا۔ تو اب میرے لئے بدترین، اور ناپسندیدہ شے ہے۔
 عورت: اگر تم اپنی بات میں سچے ہو تو، میں اب تمہارے سوا کسی کو شوہر بھی نہیں بناؤں گی۔

عابد: خدا کے لئے اب مجھے یہاں سے جانے دو
 عورت: ٹھیک ہے جاؤ۔ مگر مجھ سے نکاح کا وعدہ کرتے جاؤ
 عابد: اللہ چاہے گا تو وہ ہو گا (اور پھر سر پر چادر اوڑھ کر وہاں سے روانہ ہوا)
 عورت نے بھی اپنی بدکرداری، اور عزت فروشی سے توبہ کی۔ اور اس کی تلاش میں چل نکلی۔ عابد کے شہر میں پہونچ کر اسے تلاش کیا۔ اور کسی طرح اسے خبر بھجوائی کہ ملکہ تم سے ملنے آئی ہے۔ عابد نے جب یہ سنا تو چیخ مار کر گھرے اور جان دے دی۔ عابد کی موت کے بعد ملکہ بہت مایوس ہوئی پوچھا اس کا کوئی قرابت دار ہے۔ لوگوں نے بتایا کہ اس عابد کا ایک بھائی ہے وہ بھی فقیر ہے۔ ملکہ نے عابد کی محبت میں اس کے بھائی سے نکاح کیا۔ جس سے اس کے سات بیٹے پیدا ہوئے۔ اور سب کے سب نیک اور صالح پرہیزگار ہوئے۔
 (ص ۲۳۰ - ۲۳۱)

پاکیزہ محبت

حضرت رجا بن عمرو نخعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان فرماتے ہیں
 شہر کوفہ میں ایک نہایت شکیل و رعنا نوجوان تھا۔ جو عبادت و مجاہدہ میں بھی طاق تھا، وہ قبیلہ نخع کے پڑوس میں آیا اور وہاں کی ایک لڑکی پر عاشق ہو گیا۔ اور لڑکی بھی اس پر فریفتہ ہو گئی۔ نوجوان نے لڑکی

کے باپ کو نکاح کا پیغام بھیج دیا مگر اس نے جواب دیا کہ میری بیٹی کا رشتہ اس کے چچا زاد بھائی سے طے ہو چکا ہے۔ مگر ان دونوں کو محبت کی پیشکش بھلا کر شروع کیا۔ چنانچہ لڑکی نے نوجوان کو کہلوایا کہ اگر تم چاہو تو میں کسی طرح تمہارے پاس آ جاؤں۔؟ — یا تمہارے آنے کے لئے کوئی راستہ نکالوں؟ نوجوان نے جواب دیا مجھ ان دونوں میں سے کوئی بات پسند نہیں۔ میں اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہوں۔ اگر اس کی نافرمانی کروں گا تو عذاب عظیم میں مبتلا ہوں گا۔ اور ایسی آگ میں ڈالے جانے کا اندیشہ ہے جس کے شعلے کبھی مٹھ نہیں ہوتے۔

لڑکی نے جب یہ جواب پایا، تو اس نے کہا۔ بخدا اللہ تعالیٰ کے خوف سے سب بندوں کو یکساں ہونا چاہئے یہ نہیں کوئی فکد ب تعالیٰ سے کم ڈرے اور کوئی زیادہ۔ چنانچہ لڑکی نے اسی وقت ترک دنیا کا پختہ ارادہ کر لیا اور ٹاٹ کا لباس پہن کر اللہ تعالیٰ کی عبادت میں مشغول ہو گئی۔ مگر اس نوجوان کی محبت کا شعلہ بھی اسے اندر اندر سے جھلساتا رہا یہاں تک کہ اسی عالم میں انتقال کر گئی۔ وہ نوجوان لڑکی کی قبر پر جایا کرتا تھا۔ ایک بار اس نے خواب میں دیکھا، وہ بہت اچھی حالت میں تھی، پوچھا کیا حال ہے۔ تو اس نے یہ شعر پڑھا۔

نَعْمَ الْمَحَبَّةُ يَا حَبِيبِي مَحَبَّتَنَا حَبَابُ عَوْدِي خَيْرٌ وَأَحْسَنُ
اے دوست ہماری محبت بڑی اچھی محبت تھی۔ ایسی محبت جو بھلائی اور احسان کی جانب لے جاتی ہے

لڑکے نے پوچھا تجھے کہاں ٹھکانا ہے۔؟ — لڑکی نے جواب دیا
إِلَى نَعِيمٍ وَعَيْشٍ لَا زَوَالَ لَهُ رَفِيقَتُهُ الْخَلْدُ لَيْسَ بِالْفَاقِي
ایسی نعمت اور عیش و آرام میں جسے زوال نہیں۔ جنت خلد میں جو ایسی جگہ ہے جسے فنا نہیں

لڑکے نے مزید کہا تم وہاں مجھے بھی یاد رکھنا — میں تمہیں یہاں نہیں بھولتا۔
لڑکی نے جواب دیا: بخدا میں بھی تمہیں نہیں بھولتی۔ اور میں نے رب تعالیٰ سے دعا
کی ہے، تو میری مدد کر

لڑکا: — اس کے بعد کب ملاقات ہوگی؟

لڑکی: — تم بہت جلد میرے پاس آنے والے ہو۔

راوی بیان فرماتے ہیں کہ اس خواب کے بعد وہ نوجوان صرف سات رُز

زندہ رہا (رضی اللہ عنہما ولفعلنا بہ آمین) (ص ۲۴۱-۲۴۲)

نہر سے آواز آئی

کعب جبار فرماتے ہیں۔ بنی اسرائیل کا ایک شخص ایک فاحشہ عورت کے
پاس گیا — اور وہاں سے ہو کر غسل کے ارادے سے نہر کے کنارے پہنچا۔
پانی میں داخل ہوا تو آواز آئی۔

”مجھے شرم نہیں آئی۔“ کیا تو نے توبہ نہیں کی تھی کہ میں ایسا
کبھی نہیں کروں گا؟“

وہ شخص وہاں سے گھبرا کر یہ چلاتا ہوا بھاگا کہ اب میں معصیت میں نہیں رہ سکتا اب
میں کبھی خدا کی نافرمانی نہ کروں گا۔ اور ایک پہاڑ پر جا پہنچا جہاں بارہ اشخاص
اللہ تعالیٰ کی عبادت میں مشغول تھے۔ اس نے بھی ان لوگوں کی مصاحبت اختیار
کی۔ اور اللہ تعالیٰ کی عبادت میں لگ گیا — اس علاقہ میں محط پڑا تو
وہ زاہدین سبزی اور چارہ کی تلاش میں شہر میں آئے۔ اتفاق سے ان کا گزر اسی
نہر پر ہوا — جب بارہ زاہدین نہر پر جانے لگے تو اس شخص نے کہا میں وہاں
نہیں جاؤں گا۔ کیونکہ وہاں میرے گناہوں کا جاننے والا موجود ہے اور مجھے اس سے
شرم محسوس ہوتی ہے — بارہ زاہدین جب نہر پر پہنچے تو آواز آئی

اے عابدو! تمہارا رفیق کہاں ہے؟ ۱۱
 ان لوگوں نے کہا: وہ کہتا ہے کہ وہاں میرے گناہ کا جاننے والا ہے جس سے
 مجھے شرم آتی ہے، کہ کہیں مجھے دیکھ نہ لے
 سبحان اللہ! تم میں سے کوئی اگر اپنے محسوس عزیز پر ناراض ہوتا ہے
 پھر وہ اپنے قصور سے باز آجائے اور توبہ کرے تو کیا پھر اس سے
 پیار نہیں کرنے لگتا۔ تمہارے ساتھی نے بھی توبہ کر لی، اور میرے
 پسندیدہ کام کئے، اب میں بھی اسے دوست رکھتا ہوں اسے یہ
 بتا دو اور یہاں لاؤ۔ اور یہاں نہر کے کنارے عبادت کرو۔

ان لوگوں نے اپنے رفیق کو یہ خوشخبری دی اور پھر وہ لوگ عرصہ دراز تک نہر کے کنارے
 مشغول عبادت رہے۔ حتیٰ کہ اس شخص کا انتقال ہو گیا۔ نہر سے آواز آئی۔ اے بندگن
 خدا! اسے میرے پانی سے غسل دو، میرے ہی کنارے دفن و تاکہ روز قیامت اس
 سے اٹھایا جائے۔ ان لوگوں نے ایسا ہی کیا۔ اور رات کو اس کی قبر کے پاس عبادت
 کرتے کرتے سو گئے۔ صبح کو وہاں سے کوچ کا ارادہ تھا۔ بیدار ہوئے تو دیکھا کہ قبر
 کے ارد گرد بارہ سر کے درخت کھڑے ہیں۔ ان لوگوں نے سمجھ لیا کہ یہ درخت اللہ تعالیٰ
 نے اس لئے پیدا فرمائے ہیں کہ ہم عبادت کے ساتھ ان ہی کے سائے میں قیام کریں۔
 اور کہیں نہ جائیں۔ چنانچہ ان لوگوں نے وہیں قیام کیا جب ان میں کا کوئی انتقال
 کرتا تو وہیں پہلو میں دفن کیا جاتا۔ یہاں تک کہ سب انتقال کر گئے۔ بنی اسرائیل ان
 لوگوں کی زیارت کے لئے آیا کرتے تھے۔ (ص ۳۴۲-۳۴۳)

توبہ کی راہ

کعبہ جبار رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔ بنی اسرائیل کے دو فرد مسجد کے لئے
 چلے۔ ایک مسجد میں چلا گیا۔ اور دوسرا باہر ہی رہ گیا۔ کہنے لگا، میں مسجد میں جانے

کے لائق نہیں ہوں۔ میں اللہ تعالیٰ کی بہت نافرمانی کی ہے۔ اس کے اس فعل کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے اس کا نام صدیقیوں میں تحریر فرمایا (ص ۳۳۳) اس قوم کے ایک شخص سے ایک گناہ ہو گیا۔ جس کا اسے بید ملال ہوا۔ یہاں وہاں جاتا تھا کہ کسی طرح اپنے اس گناہ کی تلافی کرا لوں۔ اور اللہ رب العزت کو راضی کروں۔ اس کی وجہ سے وہ صدیقیوں میں لکھا گیا۔

حضرت شیخ شبلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔ میں شام جانے والے ایک قافلہ میں تھا۔ اسے بدوؤں نے گھیر لیا اور لوٹ کر اپنے سردار کے سامنے سارا مال و اسباب لے گئے۔ اسباب میں ایک بھلی کے اندر بادام اور شکر رکھی ہوئی تھی۔ سب شیروں نے نکال کر کھانا شروع کر دیا۔ مگر ان کے سردار نے اس میں سے کچھ نہیں کھایا۔ شیخ نے پوچھا سب کھا رہے ہیں تم نہیں کھا رہے ہو۔۔۔؟ شیروں کے سردار نے کہا، میں روزہ سے ہوں۔

شیخ شبلی: رہزنی کر کے لوگوں کا مال لوٹتے ہو اور روزہ بھی رکھتے ہو۔۔۔؟ سردار: اللہ تعالیٰ سے مصاحمت کے لئے کوئی راہ تو باقی رکھنی چاہئے۔

حضرت شیخ شبلی فرماتے ہیں کچھ زمانہ بعد شیروں کے اس سردار کو میں نے احرام باندھے ہوئے طواف کعبہ میں دیکھا، عبادت و مجاہدہ نے اسے کمزور اور نحیف کر ڈالا تھا۔ پوچھا، کیا تم وہی شخص ہو۔۔۔ اس نے جواب دیا: بیشک میں وہی ہوں۔ اور سنئے کہ اسی روزے نے اللہ تعالیٰ سے میری مصاحمت کرائی ہے۔

کلام ربانی کی تاثیر

حضرت شیخ اصمعی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ میں ایک روز بصرہ کے جامع مسجد سے آرہا تھا۔ ایک ٹہنی میں ایک بدو سے ملاقات ہوئی جو دُبلّا پتلا، اونٹنی پڑ

سوار تھا۔ اس کے گلے میں تلوار تھی اور ہاتھ میں کمان۔ اس نے مجھے سلام کیا اور پوچھا کون ہو؟

شیخ اصمعی: میں قبیلہ ارمع کا فرد ہوں۔
بدوی: کیا شیخ اصمعی آپ ہی ہیں؟

ہاں میں ہی ہوں۔
بدوی: کہاں سے تشریف لارہے ہیں؟

شیخ اصمعی: ایسی جگہ سے جہاں اللہ تعالیٰ کا کلام پڑھا جا رہا ہے۔
بدوی: کیا اللہ رحمن کا کوئی کلام بھی ہے جسے انسان پڑھتے ہیں؟

اگر ہے تو مجھے سنائیے!
شیخ اصمعی: پہلے اونٹ سے نیچے اترو!

جب وہ اونٹ سے اتر گیا تو میں نے اسے سورہ ”الذاریات“ سنانی شروع کی۔ او
”وَفِی السَّمَاءِ رِزْقُكُمْ وَمَا تُوعَدُونَ“، تک پہنچا

بدوی: اے شیخ یہ اللہ عزوجل کا کلام ہے۔؟
شیخ اصمعی: بخدا یہ اسی کا کلام ہے جس نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو سچا نبی

بنا کر بھیجا۔ یہ کلام اسی رب کا ہے جو اس نے اپنے نبی پر نازل فرمایا ہے۔

بدوی نے مجھ سے کہا بس کیجئے! — اور فوراً اپنے ہاتھوں سے اپنا اونٹ ذبح کیا۔
اور کھال سمیت اسے ٹکڑوں میں کاٹا اور کہا اسے تقسیم کرنے میں میرا تعاون کریں! —
ہم نے آنے جانے والوں کو گوشت بانٹ دیے۔ پھر اس نے اپنی تلوار اور کمان ٹوڑ کر
ریت میں دبا دی — اور جنگل کی طرف یہ کہتا ہوا چلا گیا۔

وَفِی السَّمَاءِ رِزْقُكُمْ وَمَا تُوعَدُونَ (الذاریات) ۵۱/۲۴ اور آسمان میں تمہارا رزق
ہے اور جو تمہیں وعدہ دیا جاتا ہے،

شیخ اصمعی فرماتے ہیں۔ میں نے اپنے اوپر تھف کی کہ جس مبارک کلام سے وہ

بیدار ہو گیا تم خود کوں نہیں بیدار ہوتے۔ اس کے بعد جب میں ہارون رشید کے ہمراہ حج کے لئے گیا تو طواف کے دوران کسی نے مجھے ملکی آواز سے پکارا۔ میں نے پلٹ کر جو دیکھا تو وہی بدوی تھا۔ جو بالکل کمزور اور پتلا ہو گیا تھا۔ میرا ہاتھ پکڑ کر مقام ابراہیم کے پیچھے بٹھایا اور کہا، کچھ اللہ کا کام پڑھ کر سنا دیجئے میں نے پھر وہی سوت و انذاریات شروع کی اور جب اس آیت پر پہنچا وہی

السَّامِءُ رَنَ قَكْرَهُ وَمَا تَوَعَّدُونَ
تو اس نے ایک چیخ ماری اور کہا ہم نے رب تعالیٰ کے وعدے کو سچا پایا
پھر کہا۔ کیا اور بھی کچھ ہے؟
میں نے اس کے آگے تلاوت کیا

فَوَرَبِّ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ إِنَّهُ لَحَقُّ مِثْلِ مَا أَنْتُمْ تَنْطِقُونَ (الذاریات ۲۳/۵۱)
تو آسمان و زمین کے رب کی قسم بیشک یہ قرآن حق ہے ویسی ہی زبان میں جو تم بولتے ہو۔

یہ سن کر پھر چیخ ماری اور کہا رب تعالیٰ کو کس نے غیظ دلایا کہ اس نے قسم ارشاد فرمائی۔ کیا لوگوں نے اس کی تصدیق نہیں کی حتیٰ کہ اس نے قسم ارشاد فرمائی اسی بات کو تین بار دہرایا اور جان بحق ہو گیا۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہ و نفعنا بہ آمین)

(ص ۲۳۳ - ۲۳۴)

صحرا کے نمازی

حضرت عطار ازرق رضی اللہ تعالیٰ عنہ رات کو جنگل میں چلے جاتے تھے اور وہیں نماز پڑھا کرتے تھے، ایک شب گھر سے نکلے تو راستہ میں انھیں ایک چور نے گھیر لیا۔ آپ نے رب تعالیٰ سے دعا کی۔ مالک و مولیٰ تو مجھے اس سے بچا "فورا" ہی چور کے ہاتھ پاؤں خشک ہو گئے۔ اس نے اپنی یہ حالت دیکھی تو روتے

گڑ گڑانے لگا۔ اور کہا بخدا اب میں آئندہ کبھی ایسا کام نہیں کروں گا۔ وہ پھر
 ٹھیک ہو گیا۔ چور نے پوچھا۔ آپ کا نام کیا ہے ؟ فرمایا، عطار صبح ہوئی تو چور
 لوگوں سے دریافت کرنے لگا، کیا تم لوگ عطانا کی کسی ایسے بندہ خدا نیک مرد کو
 جانتے ہو جو رات میں صحر کے اندر جا کر نماز پڑھتا ہو۔ لوگوں نے اسے بتایا
 کہ وہ حضرت عطار سلمیٰ ہیں۔ چنانچہ چوران کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور
 کہا میں اپنے فلاں فلاں برے کاموں سے تائب ہو کر آپ کی خدمت میں آیا ہوں
 آپ میرے حق میں رب تعالیٰ سے دعا فرمائیں۔ شیخ نے اس کے حق
 میں دعا کی۔ آپ کی آنکھوں سے اشک بہ رہے تھے۔ نیز فرمایا۔
 اے نیک بخت وہ رات میں تم سے ملنے والا میں نہیں تھا۔ وہ تو حضرت عطار اذوق
 تھے (رضی اللہ تعالیٰ عنہما و نفعنا بہما۔ آمین) (ص ۳۴۴-۳۴۵)

ایمان چور صحت یاب ہو گیا

حضرت شیخ ابوالحسن قوری رضی اللہ عنہ لب دریا کپڑے رکھ کر پانی میں
 غسل کرنے کے لئے گئے۔ اتنے میں ایک چور آپ کے کپڑے لے کر دو دو
 گیا رہ ہو گیا۔ جب آپ غسل کر کے واپس آئے تو ادر سے چور بھی حضرت
 کے کپڑے لئے واپس آ گیا، اس کے ہاتھ معذور ہو گئے تھے۔ آپ نے اپنے
 کپڑے پہن لئے تو دعا فرمائی،
 "مالک مولا اس نے میرے کپڑے واپس کر دیے تو اس کی تندرستی اور
 صحت اسے واپس کر دے۔"

وہ فوراً صحت یاب ہو کر چلا گیا (رضی اللہ عنہ نفعنا بہ آمین)

(ص ۳۴۵)

بے گناہ برنخ

کعب اجبار سے مروی ہے، حضرت موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام کے زمانے میں ایک بار قحط پڑا۔ لوگوں نے حضرت سے دعائے باران کے لئے درخواست کی۔ آپ نے فرمایا میرے ساتھ پہاڑ پر چلو۔ سب لوگ پہاڑ پر ساتھ ساتھ جانے لگے۔ آپ نے فرمایا: کوئی ایسا شخص میرے ہمراہ نہ آئے جس نے کوئی گناہ کیا ہو۔ حضرت کی بات سن کر لوگ واپس ہو گئے، صرف ایک آدمی ساتھ چلتا رہا۔ سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے پوچھا: کیا تم نے میری بات نہیں سنی؟ اس نے عرض کیا میں نے حضور کا ارشاد سنا۔ فرمایا: تو کیا تم بالکل بے گناہ ہو۔ عرض: میں اپنے کسی گناہ کو نہیں جانتا البتہ ایک بات کا ذکر کرتا ہوں اگر وہ گناہ ہے تو میں بھی چلا جاتا ہوں۔

ارشاد: وہ کیا ہے؟

عرض: ایک دن میں کسی راستہ سے گزرتا تھا، ایک مکان کا دروازہ کھلا ہوا تھا۔ میں نے اس میں ایک آدمی کو دیکھا، مجھے یہ علم نہیں کہ وہ مرد تھا یا عورت۔ میں نے اپنی اس ایک آنکھ کو نکال لیا جس نے میرے تمام اعضاء بدنی میں سے سب سے پہلے گناہ کی طرف قدم بڑھایا تھا اور کہا کہ تو میری مصاحبت کے لائق نہیں ہے (اسی لئے میرے پاس اب محض ایک ہی آنکھ ہے) یہ فعل اگر گناہ ہے تو میں بھی لوگوں کے ساتھ واپس ہو جاتا ہوں۔

ارشاد: یہ گناہ نہیں ہے۔ اے برنخ! اب اللہ تعالیٰ سے دعائے باران کرو۔ انھوں نے دعا کی

قَدُوسٌ قَدُوسٌ مَا عِنْدَكَ لَا يَفْءَدُو ۝ اے قدوس اے قدوس تیرے پاس جو کچھ ہے
خِزَانَتُكَ لَا تَفْءَدُنِي وَاَنْتَ بِالْبَخْلِ لَا ۝ ختم نہیں ہوتا اور تیرا خزانہ کبھی خالی (نہیں)
تَرْمِي فَمَا هَذَا الَّذِي لَا تَعْرِفُ بِهِ ۝ نہیں ہوتا اور نخل تیری صفت نہیں، پھر یہ کیا

اَسْقِنَا الْغَيْثَ السَّاعَةَ
 السَّاعَةَ
 ہے جس سے تیرا موصوف ہونا قطعاً معروف
 نہیں۔ اپنے فضل سے ہم پر بھی پانی

برسادیے

راوی کا بیان ہے کہ رب تعالیٰ کی رحمت اور اس کا فیصل و کرم لے کر، دونوں
 حضرات کی پڑ پانی میں! آپس تشریف لائے۔ (علیہ الصلوٰۃ والسلام و رضی اللہ عنہ)

(ص ۳۳۵)

بسجی توبہ کی برکت

سیدنا موسیٰ علیہ السلام کے زمانے میں ایک بار اور قحط پڑا۔ بنی اسرائیل
 جمع ہوئے اور انھوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے عرض کیا۔ اے اللہ کے نبی
 اپنے پُر دگوار سے بارش کی دعا فرمائیے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام ان لوگوں کو ساتھ
 لے کر آبادی سے باہر دیرانے میں نکلے۔ وہ لوگ ستر ہزار سے زیادہ تھے۔ آپ
 نے دعا فرمائی۔

اللہی اسْقِنَا غَيْثَكَ وَانْشُرْ عَلَيْنَا
 رَحِمَتَكَ وَارْحَمْنَا بِالْأَطْفَالِ
 الرِّجْزِ وَالْبَهَائِمِ الرِّجْزِ، وَلِثَوْبِ
 الرِّجْزِ
 الہی ہم پر بارش برسا! اور اپنی رحمت ہم
 پر پھیلا اور ہم پر رحم فرما، شیر خوار بچوں کے
 صدقہ، چرنے چگنے والے جانوروں کے طفیل،
 اور نمازی بڑھوں کے واسطے۔

مگر آسمان پہلے سے زیادہ صاف ہو گیا۔ اور سورج کی گرمی میں مزید اضافہ
 ہو گیا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے پھر عرض کیا، اے میرے پُر دگوار! تیرے حضور اگر میرا
 رتبہ کم ہو گیا ہے۔ تو میں نبی آخر الزماں، حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے وسیلہ سے دعا کرتا
 ہوں۔ ہم پر باران رحمت نازل فرما!
 وحی آئی۔ کہ اے موسیٰ میرے نزدیک آپ کا رتبہ کم نہیں ہوا ہے اور نہ

آپ کی وجاہت میں کمی آئی ہے۔ مگر ان لوگوں میں ایک ایسا شخص ہے جو چالیس سال سے گناہ کے ذریعہ مجھ سے برسرِ پیکار ہے۔ آپ اعلان کر دیں کہ وہ شخص آپ کے صحابہ میں سے نکل جائے۔ میں نے اسی کی وجہ سے بارش روک دی ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا۔ مالک و مولا میری کمزور آواز ان تمام لوگوں تک کیسے پہنچے گی۔ جب کہ یہ لوگ کم و بیش ستر ہزار ہیں۔ ارشادِ دعائی ہوا۔ آواز دینا تمہارا کام ہے اور پہنچانا تمہارا کام ہے۔ آپ نے اعلان کیا: ”اے چالیس سال سے گناہوں کے ذریعہ اللہ تعالیٰ سے جنگ کرنے والے انسان، ہمارے اندر سے نکل جا، تیری ٹہلی ہی کے سبب بارش رکی ہوئی ہے۔“ اس اعلان کو سن کر وہ شخص اپنی جگہ سے اٹھا اور اس نے چاروں طرف نگاہ دوڑائی کہ شاید اور کوئی نکلے۔ مگر ہمیں کوئی اٹھ کر جانا نظر نہیں آیا۔ لہذا وہ سمجھ گیا کہ یہ حکم مجھے دیا جا رہا ہے۔ اس نے فوراً چادر میں منہ چھپا کر سچے دل سے توبہ کی اور عرض کیا:

اے غفور رحیم رب! میں نے چالیس برس تک تیری نافرمانی کی تو تو نے مجھے آزادی دی۔ اب میں تائب ہو کر تیرے حضور آیا ہوں۔ مجھے قبول فرما۔ اس کی مناجات ہونے پر یہی نہیں تھی کہ آسمان پر بادل کا ٹکڑا اٹھا ہر ہوا اور اس زور کی بارش ہوئی جیسے مشک کے منہ کھول دیے گئے ہوں۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بارگاہِ رب العزت میں عرض کیا: یا رب ابھی تو کوئی نکل کر گیا بھی نہیں، پھر یہ بارش یکھسے نازل ہو گئی۔ ارشادِ دعائی ہوا! پیارے کلیم! جس کے گناہوں کی وجہ سے بارش روک گئی تھی اسی کی توبہ کے باعث میرا سوسلا دھار کر مبرس رہا ہے۔

عرض: مالک بے نیاز مجھے اس شخص کو دکھا دے، ارشادِ دعائی: اے موسیٰ! میں نے اسے اس کی نافرمانی کے زمانے میں رسوا نہیں ہونے دیا اب وہ فرمانبردار ہو گیا ہے تو اسے کیا رسوا کر دوں میں چغلی کرنے والوں کو ناپسند فرماتا ہوں اور خود ہی ایسا کر دوں۔ ؟ (ص ۳۵۶-۳۵۷)

تین دعا کرنے والے

حضرت داؤد علیہ السلام کے زمانے میں تین مسلمان بارش کی دعا کے لئے نکلے۔ ایک نے دعا کی:

”اٰہی! تو نے ہمیں حکم فرمایا ہے کہ جو ہم پر ظلم کرے تو ہم اس کے جرم کو معاف کر دیں۔ لہذا ہم نے اپنی جانوں پر ظلم کر لیا ہے۔ اب تو ہمیں معاف فرما دے۔ آمین۔“

دوسرے نے کہا: ”اٰہی! تو نے ہمیں ان غلاموں کو آزاد کرنے کا حکم فرمایا ہے جو خدمت کرتے کرتے بوڑھے ہو جائیں، مالک مولا! اب ہم تیری فرماں برداری میں بوڑھے ہو چکے ہیں ہمیں آزادی کی دولت سے نواز۔ آمین۔“

تیسرے نے عرض کیا: مالک بے نیاز! تو نے ہمیں حکم فرمایا ہے کہ اپنے دروازوں سے مسکین کو نہ لوٹائیں۔ اب ہم مسکین تیرے در پہ حاضر ہیں تو اپنے فضل و کرم سے ہم پر احسان فرما،

(ص ۳۴۶ - ۳۴۷)

صالح حکمران کی برکت

سیدنا عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ مسند خلافت پر طوبہ فرمائے — تو پہاڑیوں کے دامن میں رہنے والے چرواہوں نے پوچھا، مسلمانوں پر یہ کون صالح، پاکیزہ شخصیت خلیفہ مقرر ہوا ہے؟

راوی نے پوچھا۔ یہ بات تم لوگوں کو کیسے معلوم ہوئی؟۔ چرواہوں نے کہا جب کوئی نیک و صالح خلیفہ مسند نشین ہوتا ہے تو شیر اور بھیرے ہمارے جانوروں کو نقصان نہیں پہنچاتے (ص ۳۴۷)

شیخ عمری اور ہارن رشید

دوران حج ہارن رشید سعی کرتے ہوئے جب کوہ صفا پر چڑھا تو حضرت عمری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آواز دی، ہارن رشید !

ہارن رشید: لبیک چچا جان
حضرت عمری: نیچے ذرا دیکھو، کیا انھیں شمار کرنا آسان ہے۔ بھلا یہ کتنے ہونگے؟
ہارن رشید: بھلا انھیں کون گن سکتا ہے۔؟
حضرت عمری: کتنی ایسی مخلوق بھی ہے جسے اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔

ہارن! دیکھ ان میں سے ہر ایک سے صرف اس کے بارے میں پوچھا جائے گا۔ اور اکیلا تو ہے جس سے سب کے بارے میں سوال کیا جائے گا۔ اب خود سوچ اس وقت تیرا کیا حال ہوگا؟
ہارن رشید یہ سن کر رڑنے لگا۔

حضرت عمری: ایک بات اور سن کر ان سب اپنے مال میں فضول خرچی کرتا ہے تو اس کے لئے رکاوٹ ڈال دی جاتی ہے اور اس پر حجر کا حکم نافذ کر دیا جاتا ہے۔ تو اگر کوئی شخص مسلمانوں کے مال میں اصرار کرے تو اس کا کیا مال ہوگا۔؟

ہارن رشید روتا رہا اور آپ وہاں سے تشریف لے گئے۔
آپ نے فرمایا ہے: جو شخص لوگوں کے ڈر سے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر ترک کر دے اس سے الہی ہدایت یقین جاتی ہے۔

اب وہ شخص اگر اپنی اولاد اور غلاموں کو کوئی حکم دیتا ہے، تو وہ اس کی اطاعت نہیں کرتے۔ نیز فرمایا: یہ بھی خود فراموشی ہے کہ تو اللہ تعالیٰ سے اعراض کرے، بایں طور کہ تو اس کی ناراضگی کی بات دیکھے اور درگزر کر جائے۔ زمین کی حکم دے نہ برائی سے روکے۔
محقق ایسے شخص کی وجہ سے جو نہ تجھے فائدہ پہنچا سکتا ہے نہ نقصان۔ (ص ۳۴۷-۳۴۸)

دولتِ نیا

ایک شیخ کاہل کے پاس دولتِ دنیا بھی بہت تھی، جسے وہ نیک کاموں میں صرف کیا کرتے تھے۔ ایک روز کچھ مریدوں نے عرض کیا، حضور۔ اس دولتِ دنیا کو اپنے پاس کمال ڈالے، اور خود کو اس سے خالی کر ڈالے جس طرح اور بہت سے بزرگوں نے کیا ہے۔ شیخ نے فرمایا۔ میری مبنی دولت ہے۔ سب خرچ کر ڈالو، اور کچھ باقی نہ رکھو۔ چنانچہ ان لوگوں نے ایک ہی روز میں سب مال خرچ کر دیا۔ مگر جب دوسرا روز آیا تو ہر طرف پھر فتومات کا سلسلہ شروع ہوا اور پہلے سے زیادہ مال اکٹھا ہو گیا۔

حضرت شیخ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ جب کسی بات کا فیصلہ فرماتا ہے۔ تو ہم اسے روک نہیں سکتے۔ بعض بزرگوں نے کہا ہے کہ قلب کے اندر اگر حبِ آخرت موجود ہوتی ہے تو دنیا اس سے ٹکراتی ہے۔ اور جب دل میں دنیا کی محبت ہوتی ہے۔ تو آخرت اس سے مزاحمت نہیں کرتی۔ کیونکہ حبِ آخرت شریف ہے اور دنیا ذلیل و خوار۔ حضرت سعید بن مسیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ارشاد ہے۔

”دنیا ذلیل ہے اور اس کا میلان رذیل کی طرف ہے۔ اور رذیل وہ

انسان ہے جو اسے بغیر حق کے لیتا ہے، اور بجا خرچ کرتا ہے۔ اور بے ملکہ مانگتا ہے۔ اور فرمایا کہ کوئی شریف اور عالم، اور صاحبِ فضل ایسا نہیں ہے جس میں کوئی نقیص نہ ہو۔ مگر بعض ایسے لوگ بھی ہیں جن کے عیوب کا ذکر مناسب نہیں۔ جن کی خوبی اس کی خرابی سے زیادہ ہو، تو خوبی کے باعث اس کی خرابی سے درگزر کرتے ہیں۔

(ص ۱۲۴۸)

بہتر کاری کا عملی درس

حضرت لقمان کے بارے میں مڑی ہے کہ آپ سیاہ فام غلام تھے۔ آپ کا مالک آپ کو بیچنے کی نیت سے بازار لے گیا۔ جب کوئی خریدار آتا تو آپ پوچھتے، تم مجھے بیجا کر کیا کام لو گے۔؟ وہ جب ضرورت بیان کرتا تو آپ فرماتے بہتر یہ ہے کہ اس کام کے لئے مجھے نہ خریدو۔ ایک شخص آیا اور اس نے کہا میں تم سے در بانی کا کام لوں گا۔ آپ نے فرمایا۔ ٹھیک ہے مجھے خرید لو۔ اس شخص کی تین بدکار لڑکیاں تھیں۔ جو گھوم گھوم کر عزت فروشی کرتی تھیں۔ مالک کو اپنی زمین کے کام سے باہر جانا تھا۔ اس نے کھانے پینے اور ضرورت کی چیزیں گھر میں مہیا کر دیں۔ اور حضرت لقمان سے کہا جب میں پلا جاؤں تو دروازہ بند کر کے باہر نگرانی کرنا اور جب تک میں واپس نہ آؤں دروازہ نہ کھولنا۔ باپ کے جانے کے بعد لڑکیوں نے دروازہ کھولنے کے لئے کہا۔ تو حضرت لقمان نے انکار کیا۔ بالآخر لڑکیوں نے مل کر انھیں مارا اور زخمی کر دیا۔ اور جہاں جانا تھا وہاں گئی۔ آپ نے اپنے زخم دھوئے اور پاسبانی کے لئے دروازے پر بیٹھ گئے۔ مالک جب واپس آیا تو آپ نے اس واقعہ کی اطلاع نہیں دی دوبارہ جب مالک گیا اس وقت بھی اسی طرح کا واقعہ پیش آیا۔ آپ ان لڑکیوں کے منظم سہتے، مگر ان کے باپ کو کچھ نہ بتاتے اور اپنی عبادت میں مشغول رہتے۔ اس کا اثر سب سے پہلے بڑی لڑکی پر ہوا۔ اس نے سوچا یہ حبشی غلام کتنا اچھا ہے۔ غلام ہونے کے باوجود ہم لوگوں سے زیادہ عبادت کرتا ہے۔ چنانچہ اس نے اپنی غلط کاریوں سے توبہ کی۔ اس کے بعد چھوٹی لڑکی نے بھی یہی بات سوچی اور تائب ہو گئی۔ ان دونوں کے بعد تیسری اور چھٹی لڑکی بھی اپنے گناہوں پر شرمندہ ہو کر ان سے کنارہ کش ہوئی۔ آبادی کے اوباشوں نے جب یہ بات سنی تو انھیں احساس ہوا کہ حبشی غلام اور لڑکیاں صاف اور پاکیزہ زندگی میں داخل ہو گئیں۔ یہیں بھی اپنی عادات بد ترک کرنی چاہیے۔

اس طرح ان تمام نے بھی اللہ تعالیٰ سے توبہ کر کے صالحیت اختیار کر لی۔ اس طرح یہ سب اس گاؤں میں سب سے بڑے عبادت گزار افراد ہو گئے۔ رحمہم اللہ تعالیٰ (ص ۳۴۹)

مناجات شبلی

حضرت شبلی رضی اللہ عنہ اس طرح مناجات کیا کرتے تھے — ۱۔
 علام الغیوب کا ش مجھے یہ پتہ ہوتا کہ تیری بارگاہ میں میرا کیا نام ہے اور تو میرے
 ساتھ کیا معاملہ فرمائے گا۔ ۲۔ اے گناہوں کو بخشنے والے! اور اے قلوب کو بدلنے
 والے! میرا عمل کس شئی پر ختم ہوگا۔ پھر اشعار پڑھتے جن کا مفہوم یہ ہے:

”کاش مجھے معلوم ہو کہ اس کے حضور، جو تمام رازوں سے واقف ہے
 میرا ذکر کس طرح ہوتا ہے، خوبی سے یا خرابی سے؟ کاش مجھے معلوم ہو کہ روز
 محشر کی حاضری میں میرا کیا حال ہوگا۔ ۳۔ کاش میں جانتا کہ میری موت کیسے آئے
 گی؟ ایمان کے ساتھ یا بے ایمانی کی حالت میں؟ کیا تو سوچتا ہے کہ وہ میری
 بات مان لے گا یا تیرا سلیقہ کشادہ کرے گا۔ کاش مجھے علم ہوتا کہ میں کہاں
 جاؤں گا، جنت میں یا دوزخ میں؟ اے لوگوں! میری تعریف نہ ناچھوڑو
 میں اپنی عزت خوب جانتا ہوں۔“

ایک بزرگ فرماتے ہیں میں نے حضرت شبلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کھڑے ہوئے دیکھا وہ
 وجد کے عالم میں تھے اور ان کے کپڑے پھٹے ہوئے تھے۔ اور اشعار پڑھ رہے تھے جن
 کا مفہوم یہ ہے۔

میں نے تیرے لئے گریباں چاک کیا ہے اور اس گریباں کا تجھ پر
 کوئی حق نہیں ہے۔ تو نے میرا دل پھیر دیا تو گریباں بچتا دیکھ کر میرے
 ہاتھوں نے دل کی موافقت کی۔ اگر میرے گریبان کی جگہ میرا دل
 ہوتا تو وہ بھی چاک کئے جانے کے لائق تھا۔ (ص ۳۴۹-۳۵۰)

موت کی وادیاں

سرکارِ عالم رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔ جو ہم میں داخل ہونا چاہے۔ اسے چاہئے کہ اپنے اوپر چار باتیں لازم کر لے

- (۱) سفید موت یعنی بھوک
- (۲) سیاہ موت مخلوق کی اذیت و تکلیف
- (۳) سرخ موت خواہشاتِ نفس کی مخالفت
- (۴) سبز موت پیوند لگا کر گڈی پہننا

حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، میں نے ایک راہب کو سیاہ بال کا کر تا پہنے ہوئے دیکھا۔ پوچھا، یہ سیاہ پوشی کی کیا وجہ ہے؟ اس نے کہا، یہ غمزدوں کا لباس ہے، اور میں سب سے زیادہ غمزدہ ہوں، اس لئے کہ مجھے اپنے نفس کی موت کا عمدہ پہنچا ہے کیوں کہ گناہوں کے معرکہ میں اس کو میں نے قتل کر ڈالا ہے۔ راہب یہ کہہ کر رستے لگا۔ میں نے پوچھا رستے کیوں ہو؟۔ بولا، اپنی زندگی کا ایک ایسا دن یاد کر کے رو رہا ہوں جو عملِ خیر کے بغیر گزر گیا۔ یہ رونا دھونا محض اس وجہ سے ہے کہ توشہ کم ہے، راستہ دور ہے اور بلند و بالا گھاٹیاں ہیں جن سے گزرنے والا کم ہے۔ اور یہ بھی معلوم نہیں منزل کہاں ہوگی جنت میں یا جہنم میں۔ پھر یہ اشعار پڑھے:۔
يَا رَاكِبًا يَطْوِي مَسَافَةَ عَمِيرٍ بِاللَّهِ هَلْ تَذَرِي مَكَانَ نَزْوِي كَا
اپنی عمر کی مسافت طے کر نیوالے سوار تجھے خدا کی قسم، کیا تجھے اپنے اترنے کی جگہ کا بھی علم ہے
شَمِيمٌ، وَفَتْمٌ، مِنْ قَبْلِ حَظِّكَ فِي الثَّوِي فِي حُفْوَةٍ تَبَالِي بِطُولِ حُلُوِي كَا
کمر بستہ تیار ہو اس سے قبل کہ تو اس گڈھے میں پہنچے جو زمانہ دراز تک تیری اقامت
گاہ کے سبب بوسیدہ ہو جائے گا۔ (ص ۳۵۰)

فقیر کا بار

حضرت سفیان ثوری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں ایک روز مجھ سے محمد بن واسع رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا میں ایک ولی اللہ کی زیارت کے لئے جا رہا ہوں، اگر چاہیں تو آپ بھی چلیں۔ میں نے حامی بھری۔ وہ اپنے گھر میں گئے اور روٹی کا ایک ٹکڑا لے آئے۔ اور ہم لوگ بصرہ شہر سے کافی دوران ولی اللہ کے دروازے پر پہنچے۔ ہم نے سنا کہ ان کی لڑکیاں ان سے ضروریات کے لئے جھگڑ رہی تھیں۔ اس وقت انھوں نے کہا، جس نے تم لوگوں کو پیدا کیا، اور تمہارے منہ کھولے ہیں، اور تمہارے لئے دانت اور شکم بنائے ہیں، وہ تم پر تم سے زیادہ رحیم ہے۔ ہم لوگوں نے دستک دی۔ تو پوچھا۔ آپ کون ہیں۔ ہم نے بتایا: محمد اور ابوسفیان۔ باہر نکلے اور پھر دریافت کیا کس لئے آنا ہوا۔ حضرت محمد بن واسع نے جواب دیا۔ لڑکیوں کے لئے روٹی کا ٹکڑا لایا ہوں۔ فرمایا: لاؤ بہت بروقت لائے۔ پھر ہم لوگ ان کے گھر میں جا کر بیٹھے ہی تھے کہ کسی اور نے آکر دستک دی، معلوم ہوا کہ مالک بن دینار ہیں۔ انھوں نے کہا لڑکیوں کے لئے دو درہم لایا ہوں۔ انھوں نے فرمایا: آج محمد بن واسع نے ان کی ضرورت پوری کر دی ہے۔

حضرت مالک بن دینار: یہ درہم رکھ لیں کل لڑکیوں کے کام آجائیں گے۔
 ولی اللہ: مالک تم مجھے مفلسی سے ڈراتے ہو، بخدا میرے پاس نہ آنا
 حضرت محمد بن واسع: (سفیان ثوری سے مخاطب ہو کر) اس مفلسی کے باوجود اس شخص کا مرتبہ دیکھ لے ہو؟
 حضرت سفیان: یہ شخص فاضل ہے۔

حضرت محمد: بیشک
 حضرت سفیان: زاہد ہے، عابد ہے۔ فقراء و صابرین میں سے ہے
 حضرت سفیان مقامات فقر میں سے ایک ایک کا ذکر کرتے رہے اور حضرت

محمد بن واسع ہر ایک پر تائب فرماتے جاتے تھے (رضی اللہ عنہم و نفعنا بہم)

(ص ۳۵۰-۳۵۱)

سارے بینگن سونے کے بن گئے

ایک مرد صاع کہتے ہیں، فقیروں کی ایک جماعت، ایک حبشی ولی اللہ کی زیارت کو گئی، جو پاسبانی کا کام کرتے تھے، ان کا نام مقبل تھا، میں بھی ان فقیروں کے ساتھ ہو گیا تھا۔ ہمارا گزر ایک بینگن کے کھیت سے ہوا۔ وہ اسی جگہ نماز ادا کر رہے تھے۔ ہم لوگ ان کے پاس بیٹھ گئے۔ انھوں نے پھیلی میں سے خشک روٹی لے کر کھائے اور نمک نکال کر کھانے کے لئے فقرا کو پیش کیا۔ لوگ کھانے لگے اور کچھ لوگوں نے آپس میں کرامات اولیاء کے متعلق باتیں شروع کر دیں۔ ان میں سے ایک نے کہا: اے مقبل! ہم لوگ آپ سے ملنے کے لئے آئے ہیں۔ اور آپ تو کچھ بات ہی نہیں کرتے ولی اللہ: میں کیا کہوں اور میرے پاس کیا ہے جس کی اطلاع دوں مگر ہاں میں ایسے انسان کو ضرور جانتا ہوں جو اگر اللہ تعالیٰ سے سوال کرے کہ ان بینگنوں کو سونا بنادے تو رب تعالیٰ اس کا سوال پورا کر دے۔

تمام فقرار نے دیکھا کہ ان کی بات پوری ہونے سے پہلے ہی تمام بینگن سونے میں تبدیل ہو چکے ہیں۔

ایک فقیر: اے مقبل! کیا ان میں سے اگر کوئی چاہے تو ایک پودا لے سکتا ہے؟ ولی اللہ: تم چاہو تو لے لو! چنانچہ اس نے ایک پیڑ زمین سے اکھاڑ لیا۔ جو جڑ اور پتیوں کے ساتھ پورا کا پورا سونے کا تھا۔

راوی کہتے ہیں کہ اس پیڑ میں سے ایک چھوٹا بینگن اور چند پتے گر گئے تو انھیں میں نے اٹھالیا۔ منہ میں اس وقت سے خرچ کر رہا ہوں اور بقیہ ابھی تک میرے پاس محفوظ ہیں اس کے بعد حضرت مقبل نے دو رکعت نماز پڑھ کر دعا کی اور سارا کھیت

پھر اپنی اصلی حالت پر آگیا۔ اور فقیر نے جہاں سے پٹر اکھاڑا تھا وہاں دوسرا پٹر بھی آگ آیا۔ (رضی اللہ عنہم و نفعنا بہم آمین) (ص ۳۵۲)

سیدنا عمر بن عبد العزیز اور ترک دنیا

سیدنا عمر بن عبد العزیز رضی اللہ عنہ سے ان کے مرض الموت میں لوگوں نے پوچھا کہ آپ نے اپنی اولاد کو تنگدستی میں چھوڑا ہے۔ کہ ان کے پاس کچھ نہیں۔ انھوں نے فرمایا وہ اگر متقی ہوں گے تو اللہ تعالیٰ ان کے لئے خود راہ پیدا کر دے گا۔ وہ نیک انسانوں کا حقیقی سرپرست ہے۔ اور خدا انخواستہ اگر بڑے ہیں تو میں برائی میں ان کی مدد نہیں کرنا چاہتا۔

خلافت سے پہلے آپ کی یہ حالت تھی کہ ہزار درہم کا کپڑا ان کے لئے لایا جاتا تو کہتے بہت اچھا تھا اگر اس میں یہ ذرا سا کھر در اپن نہ ہوتا۔ اور زمام خلافت سنبھالنے کے بعد یہ حال ہوا کہ، چار چھ درہم کا لباس لایا جاتا تو فرماتے بہت اچھا تھا اگر اس میں نیلہ کی دگدازی نہ ہوتی۔ لوگوں نے آپ سے اس بارے میں استفسار کیا تو فرمایا:

”میرا نفس شوقین اور لذت پسند ہے، کسی شئی کو پا کر اس کا مزالے لیتا ہے، تو مزید کا طالب ہوتا ہے، اسی طور پر لطف اندوز ہوتا رہتا ہے۔ اب اس نے خلافت کا مزہ بھی چکھ لیا۔ پھر اس سے بہتر شے کی طلب ہوئی، تو کوئی چیز ملی ہی نہیں، سوائے اس شے کے جو اللہ تعالیٰ کے پاس آخرت ہی ہے۔ اب یہ اس کا شائق ہوا ہے۔ اور اس کا حصول ترک دنیا پر منحصر ہے۔ اسی لئے میرا یہ حال ہے۔ (رضی اللہ عنہ و نفعنا بہ)

(ص ۳۵۲ - ۳۵۳)

چار کام

حضرت حاتم امم رضی اللہ عنہ سے کسی نے پوچھا، آپ نے اپنی زندگی کس کام میں لگائی۔ فرمایا: چار چیزوں میں۔

(۱) میں نے جان لیا کہ اللہ تعالیٰ کی نگاہ سے کوئی چھپ نہیں سکتا، تو میں نے شرم محسوس کی کہ اس کی نافرمانی کروں۔

(۲) مجھے معلوم ہو گیا کہ میرا رزق مجھے ضرور ملے گا۔ اور اس کا ذمہ اللہ تعالیٰ نے لیا ہے تو میں نے اللہ ہی پر بھروسہ کیا، اور روزی کی طلب چھوڑ دی۔

(۳) میں نے اس بات کو جان لیا کہ مجھ پر کچھ فرائض ہیں جنہیں میرے سوا کوئی اور ادا نہیں کر سکتا، تو میں ان کی ادائیگی میں لگ گیا۔

(۴) میں نے جان لیا کہ میری موت کا وقت متعین ہے جو تیزی سے میری جانب آ رہا ہے۔ تو میں از خود اس کی طرف دوڑنے لگا۔ اور آخرت کی تیاری میں لگ گیا۔

اب میں اس فکر میں ہوں جو شے (ثواب یا عذاب) مجھے اللہ تعالیٰ کی طرف سے حاصل ہونے والی ہے۔ (ص ۳۵۳)

حضرت فضیل بن عیاض کی خلوت

جناب ابراہیم بن اشعث بیان کرتے ہیں کہ حضرت فضیل بن عیاض رضی اللہ عنہ رات کے وقت سورہ محمد کی تلاوت فرما رہے تھے اور ان پر گریہ و زاری کا غلبہ تھا۔ اور جب وہ اس آیت پر پہنچے تو اسے بار بار پڑھا۔

وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ حَتَّىٰ نَعْلَمَ الْمُجْتَهِدِينَ
مَنْكُمْ وَالصَّابِرِينَ وَنَبْلُوَنَّكُمْ
اور ہم تمہیں ضرور آزمائیں گے یہاں تک کہ تم میں
جو مجاہد اور صابر ہیں ہم انہیں جانچ لیں،

اَخْبَارُكُمْ (محمد، ۳۱/۳) اور تمہارے حالات کا امتحان کر لیں،
 اور بار بار کہنے لگے۔ ”تو تمہارے حالات کی آزمائش فرمائے گا، تو تمہارے حالات کا امتحان
 لے گا، تو ہمیں رسوا کرے گا اور ہمارا پردہ چاک کرے گا۔ اگر تو ہمارا امتحان فرمائے
 گا تو ہمیں ہلاک کرے گا اور عذاب دے گا۔“
 راوی کا بیان ہے کہ آپ فرماتے تھے۔

”اے فضیل تم نے اپنے کو لوگوں کی خاطر آراستہ کیا، اور ان کے
 لئے تصنع اور بناوٹ اختیار کی، ہمیشہ ریا، اور نمائش کرتا رہا،
 یہاں تک کہ لوگوں کو معلوم ہو گیا کہ تو نیک آدمی ہے۔ لوگوں نے
 تیری ضرورتیں پوری کیں۔ اور اپنی محفلوں میں تیرے لئے امتیازی
 جگہ بنائی، تیری تعظیم کی، اگر تیرے کام ہی ہیں تو افسوس! تیرا
 حال کتنا بُرا ہے۔“

نیز فرماتے تھے :
 اگر یہ ممکن ہو کہ تجھے کوئی نہ پہچانے تو ایسا ہی کر! اگر تجھے جاننے
 والے نہ ہوں اور تیری تعریف و توصیف نہ کی جائے تو کیا حرج
 اور اگر تو اللہ تعالیٰ کے حضور اچھا ہے تو لوگوں کی نگاہ میں برا ہونا
 تجھے نقصان نہیں پہنچائے گا۔ معلوم نہیں تجھے کل کیلے ،،
 شرمندگی یا مسرت، اپنے کاموں کو کیوں یاد نہیں کرتا، اپنی امتد
 کیوں کم نہیں کرتا، اپنی مشغولیات اور وزن کو کیوں نہیں ٹھٹھا
 تجھے خبر نہیں تیرا کیا حال ہونے والا ہے۔ اگر تجھ سے کہا جائے گا
 کہ تو نجات پاگیا تو واہ واہ اور اگر کہا جائے گا کہ تو بد بخت
 ہو گیا تو رونا ہی رونا ہے۔

اللَّهُمَّ تَبَّ عَلَيْنَا وَسَامِ خُنَا بِطُغْيَانِكَ يَا عَظِيمَ ادْخِلْ عَظِيمَ جُزْمِنَا فِي عَظِيمِ
 عَفْوِكَ وَكَرَمِكَ يَا رَحِيمَ الرَّاحِمِينَ (۳۵۳-۳۵۴)

جن کی نیت کا محافظ ہونا

حضرت محمد بن واسع رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ چالیس سال تک مجھے شوق رہا کہ بھنی ہوئی کلیمبی کھاؤں۔ ایک روز خیال آیا کہ جہاد میں شرکت کروں، ممکن ہے غنیمت میں مجھے کوئی بکری مل جائے تو یہ خواہش پوری کر لوں گا۔ چنانچہ میں مجاہدین کے ساتھ مشرکین سے لڑنے گیا۔ ہم نے غنیمت حاصل کی، اور میں نے اپنے حصہ میں بکری لی۔ اور ایک دوست سے کہا کہ اسے ذبح کر کے اس کی کلیمبی بھون کر میرے لئے لائے۔ اس دوران میں لیٹ کر سو گیا۔ دیکھا کہ آسمان سے فرشتے نازل ہو رہے ہیں۔ اور تمام جہاد کرنے والوں کے بارے میں لکھ رہے ہیں۔ فلاں اس لئے جہاد میں شریک ہوا کہ جہاد کھلائے۔ فلاں اس نیت سے آیا کہ مال غنیمت حاصل کرے۔ اور یہ شخص فخر کے لئے شریک جہاد ہوا۔ اور اس (محمد بن واسع) مسکین کی آرزو تو نہایت معمولی تھی۔ یہ اس لئے آیا تھا کہ کلیمبی کا کباب کھائے۔ آپ نے فرمایا۔ اللہ یہ نہ لکھو۔ میں اللہ تعالیٰ سے توبہ کرتا ہوں۔ توبہ کرتا ہوں، توبہ کرتا ہوں۔ اے اللہ میں اپنی تمام خواہشات سے توبہ کرتا ہوں۔ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ و نفعنا بہ)

(ص ۲۵۴)

وبال نفس

حضرت ابو تراب نخشبی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، میرے نفس نے کبھی کسی شئی کی خواہش نہیں کی۔ ایک بار دوران سفر مجھے اندھا اور روٹی کھانے کی تمنا ہوئی چنانچہ راستہ سے ہٹ کر میں قریب کے گاؤں میں داخل ہوا۔ وہاں اچانک ایک آدمی آکر مجھ سے جھٹ گیا..... اور کہنے لگا یہ بھی چوروں کے ساتھ تھا۔ ان لوگوں نے مجھ کو ستر کوڑے لگائے۔ اس کے بعد اس جگہ کے ایک آدمی نے مجھے

پہچان لیا اور کہا یہ تو اب تو راب غشی ہیں ————— پھر لوگ مجھ سے عذر خواہی کرنے لگے۔ ایک آدمی اپنے گھر لے گیا اور کھانے کے لئے، انڈا روٹی لایا ————— میں نے نفس سے کہا ستر کوڑے کھانے کے بعد تیری خواہش پوری ہوئی ہے انڈا روٹی سامنے ہے لے اب اسے کھا ————— اس بارے میں کسی اہل دل شاعر نے کہا ہے

اِذَا طَابَتْ لَكَ النَّفْسُ يَوْمًا بِشَهْوَةٍ وَكَانَ عَلَيْهَا الْخِلَافُ طَرِيقُ
نَفْسِ تَجِدُ مِنْهُ جِبْشًا رُزْءًا بِخَوَاشِ مَانِغٍ اور تجھے اس کی مخالفت کی استطاعت ہو
فَخَالَفَتْ هَوَاهَا مَا اسْتَطَاعَتْ فَاِنَا هَوَاهَا عَذْبٌ وَالْخِلَافُ صَدِيقُ
پس اس خواہش کی حتی الامکان مخالفت کر، کیونکہ خواہش نفس دشمن ہے اور اس کی مخالفت دوست،

محبوبان حق اور مخالفت نفس (ص ۳۵۴)

ایک نیک مرد فرماتے ہیں، میرے سامنے دنیا، اپنی آرائش و زیبائش اور سہولتوں کے ساتھ آئی — میں نے اس سے رخ پھیر لیا ————— اس کے بعد میرے سامنے آخرت، عورت و قصور کے ساتھ پیش کی گئی — میں نے اس سے بھی صرف نظر کر لیا ————— اس وقت فرمایا گیا:

”اگر تو دنیا کی طرف متوجہ ہوتا تو ہم تجھے آخرت سے روک دیتے اور اگر آخرت پر راغب ہوتا تو اپنی ذات سے روک دیتے مگر موجودہ صورت میں ہم تیرے لئے ہیں۔ اور دنیا و آخرت سے بھی تجھے حصہ ملے گا۔“

(ص ۳۵۴-۳۵۵)

حضرت ابو یزید بسطامی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔

”میں نے حق تعالیٰ کو خواب میں دیکھا، پوچھا تجھ تک سائی کیسے حاصل کروں۔؟ فرمایا نفس سے الگ ہو اور آجا۔“

حضرت احمد بن حنبلہ کا ارشاد ہے:

”اللہ رب العزت کو میں نے خواب میں دیکھا، ارشاد فرمایا،

اے احمد! تمام لوگ مجھ سے کچھ طلب کرتے ہیں، سوائے

ابو زید کے کیونکہ وہ محض میرا طلبگار ہے۔“

حضرت ابراہیم ادہم رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔ میں نے جبریل علیہ السلام کو خواب میں دیکھا، ان کے ہاتھ میں ایک کاغذ تھا۔ میں نے پوچھا، یہ کیا ہو گا۔ فرمایا اس پر اہل محبت کے نام لکھوں گا۔ میں نے عرض کیا، سب سے نیچے محمد بن النعمان کے عاشر بن ابراہیم بن ادہم کا نام بھی تحریر کر دیجئے گا آواز آئی۔ اے جبریل! ابراہیم بن ادہم کا نام سب سے پہلے لکھو (رضی اللہ عنہ و نفعنا بہ آمین) (ص ۳۵۵)

خواب میں علامہ رشتی دے گئے

حضرت علامہ شیخ یاغی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں — ایک شہر میں ایک قبر کی زیارت کے لئے لوگ جایا کرتے تھے میں بھی زیارت کرنے گیا — اور لوگوں سے صاحب قبر کے احوال دریافت کئے — لوگوں نے بتایا۔ ایک مسافر فقیر اس شہر میں تشریف لائے اور بیمار ہو کر یہیں وفات پا گئے — یہاں کا ایک نوجوان ان کا شناسا تھا اس نے ان کے لئے کفن کا انتظام کیا۔ رات کو نوجوان نے فقیر کو خواب میں دیکھا، وہ ایک رشتی علامہ ہاتھ میں لئے ہوئے قبر سے برآمد ہوئے، او نوجوان کو دے کر فرمایا۔ یہ اس کپڑے کے عوض میں ہے جس کا تو نے مجھے کفن دیا، اسے قبول کر — نوجوان جب بیدار ہوا تو وہ رشتی علامہ اس کے ہاتھ میں تھا۔ اس شہر کے تمام باشندوں میں یہ واقعہ مشہور ہے۔ رضی اللہ عنہ

امام الطائفہ حضرت جنید بغدادی فرماتے ہیں، محبت الہی کے معاملہ میں ازل و قسم کے ہیں، عام اور خاص، عام لوگ اللہ کی محبت کثرت نعمت اور احسان و اکرام کی وجہ سے کرتے ہیں۔ ان کی محبت کم و بیش ہوتی رہتی ہے۔ — خاص لوگ اللہ کی محبت اس کی صفات اور اسماء حسنی کی معرفت کے باعث کرتے ہیں۔ وہ جانتے ہیں کہ وہی ذات محبت کئے جانے کی مستحق ہے، خواہ انھیں کوئی نعمت نہ ملے۔
(ص ۱۳۵۵)

اپنا یہ کفن واپس لے

ایک مرد صالح کا دوست جذام اور عدم بصارت کے مرض میں مبتلا ہو گیا۔ انھوں نے اسے اس مرض کے دوسرے مریضوں کے ساتھ رکھ دیا اور کبھی کبھی خبر گیری کر لیا کرتے تھے۔ — ایک مرتبہ وہ اپنے مریض دوست کے پاس کافی دنوں تک نہ جاسکے۔ جب یاد آیا پہنچے۔ اور معذرت کی کہ میں غفلت میں بھول گیا تھا۔ انھوں نے کہا: میرا ایک ایسا سرپرستی فرمانے والا ہے جو کبھی نہیں بھولتا۔ مرد صالح: — بخدا مجھے ایک دم دھیان ہی نہیں رہا۔

انھوں نے کہا: — میرا ایک ایسا سرپرست ہے جو ہر وقت یاد رکھتا ہے — اب تو میرے پاس سے چلا جا، تو نے مجھے اللہ تعالیٰ کے ذکر سے روک دیا ہے۔ — مرد صالح فرماتے ہیں اس واقعہ کے چند دنوں بعد ہی اس کا انتقال ہو گیا۔ — میں نے اس کے لئے ایک کفن نکالا، جو کچھ بڑا تھا۔ جتنا حصہ زیادہ تھا میں نے اسے پھاڑ لیا اور بقیہ میں اسے دفن کیا۔ — ایک رات میں نے دیکھا وہ میرے پاس کھڑا ہے اس کے چہرے پر ایسا صحن ہے جیسا میں نے دیکھا ہی نہیں۔ — مجھ سے کہنے لگا تم نے مجھے لمبا کفن دینے میں نخلی کی، اپنا یہ کفن واپس لے۔ — کیونکہ مجھے مذکر و استبرق کا کفن مل گیا ہے میں جب بیدار ہوا تو کفن موجود تھا۔ (رضی اللہ عنہ نفعنا بہ) ص ۳۵۶

شان ستاری تری

سلف میں سے ایک عالم ربانی کی مجلسِ معظی میں ایک نوجوان شرکت کیا کرتا تھا۔ واعظ جب یا ستار کہتے تو جوان شاخِ ترکی طرح حرکت کرنے لگتا، لوگوں نے وجہ پوچھی تو بتایا، کہ میں عورتوں کا لباس پہن کر شادی کی محافل میں جایا کرتا تھا، اور عورتوں میں گھل مل کر بیٹھتا تھا۔ ایک بار ایک شہزادی کی شادی کے موقع پر بھی میں نے ایسا ہی کیا۔ اس دن بادشاہ کی بیٹی کا ہار گم ہو گیا، چنانچہ شہزادی کی گئی اور تمام دروازے بند کر دیے گئے ہیں، یکے بعد دیگرے تمام عورتوں کی تلاشی لی جائے گی۔ سب کی تلاشی ہو چکی مرنے میں اور ایک دوسری عورت کی تلاشی باقی بچی۔ اس وقت میں نے خلوصِ قلب کے ساتھ مولائے کریم کی بارگاہ میں توبہ کی اور نیت کی کہ اگر آج رسوائی سے نکل جاؤں تو آئندہ کبھی ایسی حرکت نہیں کروں گا۔

مجھ سے پہلے جب اس عورت کی تلاشی لی گئی تو ہمارے پاس برآمد ہو گیا۔ اور میں تلاشی سے بچ گیا۔ اس روز سے جب بھی میں اسم پاک "ستار" سنتا ہوں تو اپنا جرم اور اس رحیم و کریم پروردگار کی ستاری کا خیال کر کے مجھ پر وہ کیفیت طاری ہو جاتی ہے۔

اللَّهُمَّ يَا سِتَارَ الْعُيُوبِ وَيَا غِفَارَ الذُّنُوبِ وَيَا مُقَلِّبَ الْقُلُوبِ وَيَا كَاشِفَ الْكُرُوبِ اسْتَرْعِيُونَا وَاغْفِرْ ذُنُوبَنَا وَاصْلَحْ قُلُوبَنَا وَ اكْشِفْ كُرُوبَنَا وَهَوِّنَا وَغَمِّنَا وَارْزُقْنَا حَسَنَ الْخَايَةِ
یا کریم برحمتک یا ارحم الراحمین (ص ۳۵۶-۳۵۷)

اسمِ اعظم

حضرت ذوالنون مصری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، میں نے ایک عورت کو راہِ توکل پر گامزن دیکھا۔ ایک اون کا کرتہ اوپر چادر اس کا لباس تھا، میں نے اس سے کہا خدا رحم فرمائے۔ سیرِ سیاحت عورتوں کو مناسب نہیں ہے۔ عورت: مغرور انسان میری نظر سے دور ہو جا، کیا تو اللہ کی کتاب نہیں پڑھتا۔ حضرت ذوالنون: پڑھتا ہوں۔

عورت: تو پھر تلاوت کر بسم اللہ الرحمن الرحیم اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ اَرْضَ اللّٰهِ وَاسْمَیْہٖ فَتَحَہَا جَزَاءً فِیْہَا (کیا اللہ کی زمین وسیع نہیں تھی، پس تم اس میں چلو) (النار ۴/۹۶)

حضرت ذوالنون فرماتے ہیں یہ سن کر میں نے جان لیا کہ یہ عورت علم سے لبریز ہے میں نے پھر اس سے دریافت کیا:

حضرت ذوالنون: تو نے اللہ کو کس شے سے پہچانا؟ عورت: میں نے اللہ تعالیٰ کو اللہ ہی سے پہچانا اور ماسوا اللہ کو اللہ تعالیٰ کے نور سے پہچانا۔

حضرت ذوالنون: اللہ تعالیٰ کا اسمِ اعظم کیا ہے؟ عورت: ذاتِ پاک کا اسمِ اعظم ”اللہ“ ہے جو اس کا سب سے بڑا نام ہے۔ (رضی اللہ عنہا و نفعنا بہا آمین) (ص ۳۵۷)

خدا شناس کُنیز

حضرت شیخ سری سقطی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی خدمت کے لئے ایک

کنیز خریدی — وہ زمانہ دراز تک حضرت کی خدمت کرتی رہی، اور اپنی حالت حضرت سے پوشیدہ رکھی، اس کی نماز کے لئے ایک خاص جگہ تھی، حضرت فرماتے ہیں:

ایک شب میں نے اسے دیکھا کہ وہ کبھی نماز پڑھتی ہے اور کبھی مناجات کرتی ہے، وہ کہہ رہی تھی۔ اے اللہ تیری اس محبت کے وسیلہ سے جو مجھے مجھ سے ہے، میرا یہ کام پورا فرما دے۔

میں نے یہ سنا تو ڈانٹ کر کہا اے عورت! یوں نہ کہہ بلکہ اس طرح عرض کر، ”میری اس محبت کے وسیلہ سے جو مجھے تجھ سے ہے، کنیز: اے میرے آقا! اگر اللہ تعالیٰ کو مجھ سے محبت نہ ہوتی، تو آپ کو نماز سے روک کر مجھے قیام کی توفیق نہیں دیتا۔“

صبح ہوئی تو میں نے اسے بلایا اور کہا تو میری خدمت کے لائق نہیں، بلکہ اس لائق ہے کہ رب کی خدمت میں رہے۔ جاتو اللہ کے واسطے آزاد ہے — اسے کچھ چیزیں دے کر میں نے رخصت کر دیا اور اس کی جدائی سے نادام و غمگین ہوا (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) (ص ۳۵۷)

دیاسے دور

حضرت ابو عامر و اعظا علیہ الرحمۃ نے بازار میں، ایک کنیز کو نہایت کم قیمت پر فروخت ہوتے دیکھا، لاغری کی وجہ سے اس کا شکم پشت سے چپکا ہوا، رنگ زرد تھا، اور بال بکھرے ہوئے — — — رمضان شریف کا زمانہ تھا حضرت ابو عامر نے اس پر ترس کھا کر اسے خرید لیا۔

حضرت ابو عامر: میرے ہمراہ بانڈا رہا مگر روزہ کے لئے کچھ ضروری سامان خریدیں

کنیز: رب تعالیٰ کا شکر و احسان ہے جس نے میرے لئے تمام مہینوں کو ایک جیسا بنا دیا ہے، اور مجھے دنیا کا کوئی ذمہ نہیں دیا۔ ابو عامر کہتے ہیں اس کا حال یہ تھا کہ رات بھر نماز پڑھتی رہتی اور دن کو روزہ رکھتی — عید نزدیک آئی تو ایک روز میں نے اس سے کہا، صبح سویرے ہمارے ساتھ بازار چلنا تاکہ عید کے لئے کچھ خریداری کریں (میری بات سن کر)

کنیز: اے میرے آقا آپ تو دنیا میں بہت زیادہ اکٹھے ہوئے ہیں۔ یہ کہہ کر وہ اپنے کمرے میں چلی گئی۔ اور نماز پڑھنے لگی۔ نماز میں ایک ایک آیت تلاوت کرتی ہوئی جب اس پر پہنچتی:

وَيُسْقَىٰ مِنْ مَّاءٍ صَدِيدٍ (۱۷۴) اہل دوزخ کو پیپ کا پانی پلایا جائیگا۔ تو اسی کی تکرار کرتی رہی یہاں تک کہ ایک شیخ مار کر گر پڑی، اور اس کا انتقال ہو گیا (رضی اللہ تعالیٰ عنہا و نفعنا بہا آمین) (ص ۳۵۷-۳۵۸)

حسفِ قلوب

ایک پرہیزگار شخص کے پاس ایک کنیز تھی، جس کا تعلق حبش سے تھا۔ فرماتے ہیں اسے ہمراہ لے کر میں بازار گیا۔ اور بازار میں اسے ایک جگہ بٹھا کر کہا کہ میری دہائی تک یہیں رہنا — میں جب لوٹ کر آیا تو وہ کہیں چلی گئی میں گھر آ گیا کنیز پر مجھے سخت غصہ آ رہا تھا۔ اتنے میں وہ میرے پاس آ گئی اور کہنے لگی،

اے میرے آقا میرے بارے میں جلد بازی نہ کریں۔ آپ نے مجھے ایسے لوگوں کے پاس بٹھایا تھا جو خدا کی یاد سے غافل تھے۔ میں ڈری کہ وہ کہیں عذاب الہی کے باعث زمین میں دھنسا نہ دیئے جائیں۔ اور میں بھی ان کے ساتھ ساتھ دھنس جاؤں۔

میں نے کہا: اس امت سے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی برکت سے خسف اٹھالیا گیا ہے۔

کینز نے کہا: بات صحیح ہے کہ زمین کا خسف نہ ہوگا مگر خسفِ قلوب تو ہنوز باقی ہے۔ اے وہ انسان جس کے دل، اور معرفت کا خسف ہو گیا ہے اور تو ابھی تک غفلت میں ہے، جلد علاج اور پرہیز کی طرف دھیان دے، اور موت سے قبل تدارک کر۔ پھر کچھ اشعار پڑھے جن کا مفہوم یہ ہے:

”ہمارے ساتھ آ تاکہ تاشف کے اشک بہائیں، گناہ کی مصیبت ہر مصیبت سے بڑی ہے۔ شاید اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے کرم سے جمع فرمائے، کیونکہ اس کی قید ہجر میں میں عرصہ دراز سے غمگین ہوں۔ اے میری جان! لمحہ بھر کے لئے بھی غم کو ترک نہ کر، اور اے میری آنکھ رونے کا یہی موقع ہے رولے

(رضی اللہ تعالیٰ عنہا) (ص ۳۵۸)

تو بے اور ذکر کی کثرت سے بدراہنی زبان کو تر رکھو: ہر سیلا کپڑا دھونے کو اپنے منان کی جاست ہے صحبت بھی نہ ہر قاتل ہے اللہ سے باغی بندوں کی: جو قلب خدا سے غافل ہے وہ گمراہی کا پرست ہے

روشن ضمیر

حضرت ابوالحسن دہلوی علیہ الرحمۃ کو کسی نے بتایا کہ شہرِ نظامیہ میں، ایک حبشی نژاد بزرگ ہیں، جو دل کی بات بتا دیتے ہیں، شیخ دہلوی فرماتے ہیں، کہ میں ان سے ملنے چلا گیا۔ وہ بازار میں ایک مباح چیز بیچ رہے تھے۔ میں نے اس کا دام پوچھا۔ تو میری طرف دیکھ کر فرمایا بیٹھ جاؤ، میں یہ چیز بیچ لوں تو اس کی قیمت میں سے کچھ تم کو بھی دوں گا۔ کیونکہ تم دو روز سے بھوکے ہو۔ شیخ دہلوی واقعی دو روز سے بھوکے تھے

شیخ دیلی فرماتے ہیں میں وہاں سے ان کی نظر بچا کر دوسری طرف چلا گیا۔ اور تھوڑی دیر بعد واپس آکر پھر ان سے قیمت پوچھی۔ انھوں نے مجھے دیکھ کر پھر وہی بات کہی۔ جس کی وجہ سے میرے قلب پر ان کا جلال قائم ہو گیا۔ بالآخر اپنا سامان بیچ کر انھوں نے مجھے بھی کچھ عنایت فرمایا اور چلے گئے۔ میں بھی ان کے پیچھے لگ گیا تاکہ کچھ فائدہ حاصل کروں۔ انھوں نے مجھے پلٹ کر دیکھا اور فرمایا

”تمہیں اگر کوئی ضرورت آن پڑے تو اللہ تعالیٰ کے حضور پیش کرو، مگر ایسی ضرورت نہ ہو جس میں تمہارے نفس کا دخل ہو۔ کیونکہ ایسی صورت میں تم اللہ سے دور کر دیئے جاؤ گے۔ جو شخص یہ جان گیا کہ اللہ کافی ہے، اسے مخلوق سے کنارہ کشی میں وحشت نہیں ہوتی۔ اور نہ وہ مخلوق کے جھکاؤ سے مسرور ہوتا ہے۔ کیونکہ اسے یقین ہوتا ہے کہ مقدر میں جو ہے وہ ضائع نہیں ہو سکتا، خواہ سب لوگ کاوٹ ڈالیں۔ اور جو قسمت میں نہیں ہے، وہ حاصل نہیں ہوگا چاہے ساری مخلوق اس کی جانب جھک جائے

(رضی اللہ عنہ و نفعنا بہ آمین)

(ص ۳۵۸ - ۳۵۹)

امن کا گھر

ایک بزرگ ایک درویش کے گھر گئے۔ وہاں انھوں نے دیکھا کہ کوئی سامان نہیں ہے۔ درویش سے اس کا سبب پوچھا۔

درویش: بات دراصل یہ ہے کہ ہمارے دو مکان ہیں، ایک امن والا، ایک خوف والا، ہمارا جو سامان ہوتا ہے اسے ہم امن کے گھر میں محفوظ کر دیتے ہیں۔

بزرگ: مگر اس گھر کے لئے بھی تو کچھ درکار ہے۔
 درویش: اس گھر کا مالک ہمیں یہاں نہیں رہنے دے گا۔ (رضی اللہ عنہ ولفضائہ آمین)

(ص ۳۵۹)

ایک نظر کا وبال

بصرہ میں ذکوان نامی ایک سردار قوم تھا، جب اس کا انتقال ہوا تو تمام شہر کے باشندے شریک جنازہ ہوئے، تدفین کے بعد ایک بزرگ قبرستان ہی میں ایک طرف لیٹ گئے، خواب میں کیا دیکھتے ہیں کہ آسمان سے ایک فرشتہ اتر آیا اور آواز دی۔ اے قبر والو! اٹھو اور اپنا اجر حاصل کرو۔ چنانچہ تمام قبریں شوق ہوئیں اور مردے ان سے نکل کر کہیں گئے۔ جب واپس لوٹے تو ان میں ذکوان بھی تھے جن کے بدن پر دوسرخ لباس تھے جو میرے جواہرات سے مزین تھے۔ چند خدام ہمراہ تھے جو انھیں قبر تک پیشوائی کر رہے تھے۔ اور ایک فرشتہ پکار رہا تھا۔ یہ بندہ متقی تھا اس پر ایک نگاہ کی وجہ سے تکلیف پڑی ہے۔ اس بارے میں حکم الہی بجالاؤ۔ اس کے بعد ذکوان کو جہنم کے قریب لایا گیا۔ اور اس میں سے ایک سانپ نے منہ نکال کر ذکوان کے چہرے پر ڈس لیا۔ اور وہ جگہ سیاہ ہو گئی۔ اور آواز آئی کہ اے ذکوان تیرا کوئی عمل اللہ تعالیٰ سے پوشیدہ نہیں ہے۔ یہ اس نگاہ کا وبال ہے۔ اگر تم اور زیادہ کرتے تو ہم بھی زیادہ کرتے۔

اسی لمحہ ایک شخص نے قبر سے سر باہر نکالا اور چلا کر کہا۔ تمہارا کیا ارادہ ہے؟ خدا مجھے مرے ہوئے نوے سال ہوئے۔ مگر اب تک موت کی گھڑواہٹ باقی ہے۔ دعا کرو کہ رب تعالیٰ مجھے پہلی حالت پر کرمے۔ اس کی دونوں آنکھوں کے درمیان سجدہ کا نشان تھا۔
 (ص ۳۵۹ - ۳۶۰)

رابعہ عدویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور تجار

ایک بزرگ کا بیان ہے کہ میں نے رابعہ عدویہ سے ملنے کا ارادہ کیا تاکہ دیکھوں وہ اپنے دعوے میں کہاں تک سچی ہیں — میں اسی فکر میں تھا کہ میری نگاہوں کے سامنے، چاند جیسے روشن چہروں والے بہت سے درویش آگئے۔ ان کے جسموں سے مشک کی بھینسی بھینسی خوشبو آرہی تھی۔ ہم میں باہم سلام کلام ہوا۔ انھوں نے اپنا واقعہ بتایا۔

”ہم لوگ دولت مند تاجروں کی اولاد ہیں۔ ہم نے اپنے شہر میں خوشحالی کے دن گزارتے ہوئے رابعہ عدویہ کی خوبصورتی حسن و جمال اور خوش آوازی کے چرچے سنے، تو ارادہ کیا کہ مہر جا کر ان کا گانا سنیں۔ اور انھیں دیکھیں مگر مصر پہونچ کر ہمیں پتہ چلا کہ انھوں نے توبہ کر لی ہے۔

ہم میں سے ایک نے رائے دی کہ ہم اگرچہ ان کا گانا نہیں سن سکے مگر چل کر دیکھ تو لیں، مگر اس کے لئے ہم لوگوں کو فقیرانہ وضع بنانی ہوگی۔ چنانچہ ہم لوگوں نے فقیرانہ لباس میلن کے دروازے پر جا کر دستک دری وہ فوراً نکلیں اور ہمارے پیروں میں گر کر لوٹنے لگیں۔ اور کہا آپ لوگوں نے اپنی زیارت سے مجھے مشرف کیا — ہم لوگوں نے کہا بھلا یہ کیسے؟ فرمایا: ہمارے یہاں ایک عورت رہتی ہے جو چالیس سال سے اندھی ہے جب آپ لوگوں نے دستک دری تو اس نے دعا کی اے میرے مالک مولیٰ دروازے پر دستک دینے والے فقر کی حرمت کے طفیل میری آنکھیں مجھے لوٹا دے۔ اسی وقت اس کی آنکھوں میں روشنی آگئی — یہ سن کر ہم ایک دوسرے کو دیکھنے لگے۔ ہم نے آپس میں کہا۔ خدا کا لطف و کرم تو دیکھو کہ ہمارے باطنی حال فاش کر کے دیوانہ کیا بلکہ یہ عزت بخشی۔ ہمارے

جس سائھی نے فقیرانہ لباس کی رائے دی تھی۔ سب سے پہلے اس نے کہا: میں تو اب یہ لباس فقر اتار نہیں سکتا اور رابعہ عدویہ کے ہاتھ پر خدا کی بارگاہ میں توبہ کرتا ہوں۔ اس کے بعد ہم تمام لوگوں نے اپنی کھلی زندگیوں سے تائب ہو کر رب تعالیٰ سے معافی مانگی — اور حضرت سیدہ رابعہ عدویہ کے وسیلہ سے راہ فقر اختیار کی۔
(رضی اللہ عنہم) (ص ۳۶۰-۳۶۱)

وجہ توقیت

حضرت بشر بن حارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے فرمایا: میں نے رسول خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا، ارشاد فرماتے تھے، اے بشر! تم جانتے ہو اللہ تعالیٰ نے، تمہارے ہم زمانہ لوگوں پر تمہیں کس وجہ سے بلندی عطا فرمائی؟ میں نے عرض کیا، حضور مجھے علم نہیں۔ ارشاد فرمایا۔ پیروی سنت، نیکوں کی خدمت مسلمان بھائیوں کی خیر خواہی اور میرے اصحاب و اہل بیت سے غایت درجہ محبت نے تم کو درجہ ابرار پر فائز کیا۔ رضی اللہ عنہ (ص ۳۶۱)

خدا دیکھ رہا ہے

شہر بغداد کی ایک گلی میں، ایک قوی مرد نے ایک عورت کو پکڑ لیا۔ اور چھوڑنا نہیں تھا۔ اس کے ہاتھ میں ایک چھری تھی، اگر کوئی اس کے نزدیک جاتا تو وہ اسی سے مارتا تھا۔ اس نے عورت کو دو بوج رکھا تھا اور لوگ چاروں طرف سے اسے گھیرے ہوئے تھے، عورت اس کے چنگل میں پھنسی ہوئی تھی — امانک اس طرف حضرت بشر بن حارث رضی اللہ عنہ کا گزرا ہوا۔ وہ قوی مرد کے نزدیک گئے

اور اپنے شانے سے اس کا شانہ رگڑ کر چلے گئے۔ اس کے بعد وہ شخص زمین پر گر پڑا۔
اور عورت آزاد ہو کر بھاگ گئی۔

کچھ دیر بعد لوگوں نے قریب جا کر دیکھا کہ وہ پسینے سے شرابور ہے۔ لوگوں نے
پوچھا کیا بات ہے۔ بولا، معلوم نہیں اتنا میں نے دیکھا کہ ایک شیخ میرا شانہ مس
کیا اور کہا، اللہ تجھے اور تیرے اس فعل کو دیکھ رہا ہے، یہ سن کر میں بے ہوش پڑ گیا
اور میرے اوپر سخت مہبت طاری ہو گئی۔ لوگوں نے کہا وہ بشر بن حارث تھے —
اس نے کہا۔ صدحیف! آج کے بعد وہ مجھے کس نظر سے دیکھیں گے، اسی روز
بخار میں مبتلا ہو کر اس کے ساتویں روز قوی مرد کا انتقال ہو گیا۔ رحمۃ اللہ علیہ

(ص ۳۶۱)

نیکی میں لگے رہو

حضرت عبداللہ بن مبارک رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ قدیم سلف صالحین کے نفوس
خوشی کے ساتھ نیکی میں لگے رہتے تھے۔ اور ہماری طبیعتیں آسانی سے نیکی پر گامزن نہیں
ہوتیں۔ اس کے لئے ہمیں زبردستی کرنی پڑتی ہے — اس لئے ہمیں اپنے نفس کو نیکی
پر مجبور کرنا چاہیے — ایک بزرگ نے فرمایا۔ اے آدم کے بیٹے اگر تو یہ خیال
رکھتا ہے کہ جب دلچسپی اور نشاط ہو گا اسی وقت عبادت کریں گے۔ تو جان لے
کہ نفس کا ہلی و سستی اور اکتاہٹ سے زیادہ قریب ہے۔ اس لئے نشاط میسر ہونا دشوار
ہے — مومن وہ ہے جو نفس پر سختی کرے، اور عہد کی تکمیل کرے، اور شب و
روز اللہ تعالیٰ کو پکارے، بخدا مومن ہمیشہ رہنار بننا کہتے رہتے ہیں، ظاہر ابھی
اور باطن ابھی۔ تاآنکہ ان کی دعا مقبول ہو جاتی ہے — شیخ ابوالربیع مالقی
فرماتے ہیں: شکستہ پانی اور سنگڑا ہٹ کے باوجود خدا کی جانب سفر جاری رکھو کیوں کہ
صحت کا انتظار وقت کی بربادی ہے۔ (ص ۳۶۲-۳۶۳)

اولیاء اللہ کی موجودگی میں موت

حضرت صالح مری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔ میں ایک روز ابو جہیر بن ابیہ سے ملاقات کی نیت سے نکلا۔ شہر کے باہر انھوں نے ایک مسجد بنائی تھی جس میں وہ عبادت کرتے تھے، پاس ہی ان کا حجرہ تھا۔ راستہ میں مجھے محمد بن واسع ملے پوچھنے پر معلوم ہوا کہ وہ بھی انہی کے پاس جا رہے ہیں۔ اس طرح یکے بعد دیگرے، حضرت صہیب عجمی، مالک بن دینار، حضرت ثابت بنانی بھی حضرت ابو جہیر رضی اللہ عنہ کی ملاقات کے لئے جاتے ہوئے راستے میں ملتے گئے۔ راستے میں ایک خوشنما مقام ملا۔ حضرت ثابت بنانی نے فرمایا، آئیے ہم لوگ یہاں دو رکعت نماز پڑھ لیں، تاکہ یہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے حضور شاہد ہے۔ نماز پڑھ کر ہم لوگ ایک ساتھ ابو جہیر کی مسجد میں پہنچے۔ ہم نے دستک دینا مناسب نہ سمجھا اور انتظار میں بیٹھ گئے۔ — ظہر کی نماز کے وقت وہ گھر سے نکلے، اذان و اقامت کے بعد نماز کے لئے کھڑے ہوئے۔ ہم نے بھی ان کے ہمراہ نماز پڑھی۔ — نماز کے بعد حضرت محمد بن واسع نے کھڑے ہو کر ان سے مصافحہ کیا۔ پوچھا — کون؟

جواب: آپ کا بھائی محمد بن واسع
ابو جہیر: اچھا تو آپ ہی ہیں جن کے بارے میں مشہور ہے کہ بصرہ میں سب سے عمدہ نماز پڑھنے والے ہیں۔

اس کے بعد حضرت ثابت بنانی نے ملاقات کی — تو پوچھا آپ کون ہیں۔ انھوں نے نام بتایا تو فرمایا

”آپ ہی کے بارے میں لوگ کہتے ہیں کہ بصرہ میں سب سے زیادہ نماز پڑھنے والے ہیں۔“

پھر حضرت مالک بن دینار ملے تو ان سے بھی نام دریافت کرنے کے بعد کہا،، سبحان اللہ آپ ہی ہیں جن کے متعلق مشہور ہے کہ بصرہ کے سب سے بڑے زاہد ہیں

ان کے بعد حضرت حبیب عجمی نے ملاقات کی تو حسب سابق نام وغیرہ پوچھنے کے بعد کہنے لگے ”اچھا آپ ہی ہیں جن کے بار میں بتایا جاتا ہے کہ مستجاب الدعوات ہیں اس کے بعد میں (صالح مری) نے ملاقات کی۔ مجھ سے بھی نام دریافت کرنے کے بعد فرمایا، آپ ہی کے بارے میں مشہور ہے کہ اہل بصرہ میں سب سے زیادہ خوش آواز ہیں۔ میں آپ کی آواز کا مدت سے مشتاق تھا۔ آئیے مجھے کتاب اللہ کی پانچ آیتیں سنا دیجئے۔ میں نے صرف یہ دو ہی آیات پڑھیں :

يَوْمَ يَرَوْنَ الْمَلَائِكَةَ لَا بُشْرَىٰ
يَوْمَئِذٍ لِلْمُجْرِمِينَ وَيَقُولُونَ
حِجْرًا مَّحْجُورًا وَقَدْ مُنَّا إِلَيْ
مَا عَمَلُوا مِنْ عَمَلٍ فَجَعَلْنَاهُ هَبَاءً
مُنثُورًا (الفرقان ۲۵/۲۳، ۲۴)

جس دن وہ (عذاب کے) فرشتوں کو دیکھیں گے۔
(اس دن ان) مجرموں کیلئے کوئی خوشخبری نہ ہوگی اور
وہ کہیں گے (ہمارے) انکے درمیان، کوئی آڑ کی ہوئی رو
ہو جاتی اور (اپنے خیال میں) انھوں نے جو بھی (نیک)
کام کئے ہم انکی طرف قصد فرمائیں گے پھر ہم انھیں بکھرے
ہوئے ذرے بنا دیں گے۔

جنہیں سن کر وہ بے ہوش ہو گئے۔ ہوش آیا تو فرمایا پھر وہی پڑھو میں نے وہی آیات پھر تلاوت کیں۔ اس بار ایسی چیخ بلند ہوئی کہ اسی کے ساتھ ان کا انتقال ہو گیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ ان کی بیوی حجرہ سے نکل کر آئیں اور پوچھا آپ کون لوگ ہیں۔ ہم لوگوں نے اپنے نام بتائے تو کہا کیا ابو جہیر انتقال کر گئے۔ میں نے کہا، ہاں! خدا اس مصیبت پر ہمیں اجر سے نوازے۔ مگر تمہیں کیسے پہنچا وہ بولیں، میں انھیں اکثر یہ دعا کرتے سنتی تھی کہ اے اللہ! میری موت کے وقت اولیاء اللہ کو جمع فرما نا۔ آپ تمام حضرات کو بجا دیکھ کر میں سمجھ گئی کہ اس اجتماع کا سبب ان کی موت ہی ہے۔ (رضی اللہ تعالیٰ عنہم ولفعنابہم آمین)

(ص ۳۶۳-۳۶۴)

کم گوئی

حضرت ابوسلیمان مغربی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے گزربسر کے لئے لکڑیاں کاٹ کر فروخت کیا کرتے تھے۔ اور نہایت محتاط زندگی گزارتے تھے۔ فرماتے ہیں: ایک شب میں نے خواب میں ادیار بصرہ کو بکجا دیکھا، جہاں حسن بصری فرقد سنجی اور حضرت مالک بن دینار بھی تھے۔ میں نے ان حضرات سے پوچھا کہ آپ حضرات مسلمانوں کے امام ہیں مجھے رزق حلال کا ایسا ذریعہ بتائیں جس میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے کوئی گرفت نہ ہو۔ اور نہ ہی لوگوں میں سے کسی کا احسان ہو۔

ان حضرات نے میرا ہاتھ پکڑا۔ اور مجھے طرطوس سے باہر لے گئے۔ اور ایک برج میں لے جا کر دکھایا جہاں بہت سے سرفاہ موجود تھے۔ اور فرمایا۔ یہ ایسی ریزی ہے جس کی نہ اللہ تعالیٰ کے یہاں گرفت ہے نہ کسی شخص کا احسان،

ابوسلیمان کا بیان ہے کہ میں تین ماہ تک وہی پرندے ذبح کر کے کھاتا رہا۔ اور میرا قیام ایک مسافر خانہ میں تھا اس کے بعد جب مجھے مسافر خانہ کے حالات کا علم ہوا۔ تو میں نے اسے فتنہ قرار دے کر اسے ترک کر دیا۔ مگر پرندوں پر گز رکھتا رہا۔ اللہ تعالیٰ نے میرے قلب کو اس طرح پاکیزہ بنا دیا کہ میں کہتا، اللہ جلتیوں کو ایسا قلب عطا کرے تو وہ بہتر رہیں گے۔ لوگوں کی باتوں سے مجھے کوئی رغبت نہیں تھی۔ ایک روز میں ایک راستہ پر بیٹھا تھا۔ ایک نوجوان کو دیکھا جو لاش کی طرف سے آکر طرطوس جا رہا تھا، میرے پاس لکڑی فروخت کرنے کے زمانہ میں کچھ نقد جمع تھے۔ دل میں بات آئی کہ میں تو پرندوں پر گز رکھتا ہوں یہ نقد نوجوان درویش کو دیدوں تاکہ طرطوس میں کچھ خرید کر کھالے۔ نوجوان میرے نزدیک آیا تو میں نے اس ارادے سے جیب میں ہاتھ ڈالا کہ نقد نکالوں۔ اتنے میں نوجوان نے اپنی زبان ہلائی۔ میں ہمایا دیکھتا ہوں کہ میرے چاروں طرف

کی ساری زمین سونا بن گئی ہے۔ اور چمک رہی ہے۔ لگتا تھا اس کی چکا چوند سے میری آنکھیں بیکار ہو جائیں گی۔ اس شخص کی ہیبت و جلال مجھ پر طاری تھا — میں سلام بھی نہ کر سکا اور وہ چلا گیا۔

اس کے بعد میں نے اس جوان صاحب کو طرطوس کے باہر ایک برج میں بیٹھے ہوئے دیکھا، سامنے پانی سے بھرا ہوا پیالہ رکھا تھا — میں نے سلام کر کے نصیحت چاہی — نو جوان نے پاؤں دراز کر کے پیالہ کو لٹھکادیا پانی زمین پر گر گیا — پھر کہا

زیادہ باتیں نیکوئوں کو اسی طرح چوس لیتی ہیں جیسے زمین نے پانی کو چوس لیا، تمہیں اتنی نصیحت از بس ہے،

(رضی اللہ تعالیٰ عنہما و نفعنا بہما آمین) ص ۳۶۴

۳۶۵

آگ کا طوق

بیت المقدس کے پہاڑوں کی سیاحت کرنے والے ایک صاحب کا بیان ہے — میں ایک آدمی کے گھر مہمان ہوا۔ انھوں نے کہا میرے پڑوسی کا بھائی گزر گیا ہے۔ آئیے اس کی تعزیت کر آئیں۔ ہم لوگ گئے تو وہ شخص بہت غمگین اور ادا اس بیٹھا تھا۔ اسے قرار نہیں آتا تھا۔ ہم نے اسے صبر کی تلقین کی اور سمجھایا۔ اس نے کہا معلوم نہیں میرے بھائی کے شب و روز کیسے گزرتے ہوں گے۔۔۔۔۔ اس نے مزید کہا بھائی کو قبر میں دفن کرنے کے بعد میں مٹی برابر کر رہا تھا کہ قبر سے نہایت دُرناک ہائے کی آواز آئی — وہ آواز بھائی کی تھی۔ میں بے چین ہو کر قبر کھودنے لگا۔ مگر مجھے منع کر دیا گیا — اسی طرح میں نے کئی بار بھائی کی ہائے سنی اور آخری بار جب ہائے کی آواز آئی تو میں نے قسم کھائی کہ قبر کھود کر ضرور بھائی کی مدد کروں گا۔ چنانچہ قبر کھودی تو دیکھا کہ بھائی کی کمر میں آگ کا ایک طوق پڑا ہوا ہے

جس کی جن سے پوری قبر آتش دان بنی ہوئی ہے۔ میں نے وہ طوق بھائی کی کمر سے ہٹانے کے لئے اس پر ہاتھ لگایا تو میری انگلیاں جدا ہو گئیں — ہم نے اس کا ہاتھ دیکھا تو اس کی چار انگلیاں نہیں تھیں۔

راوی کہتے ہیں کہ اس واقعہ کو سن کر میں امام اوزاعی رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور پوچھا کہ اے ابو عمر! یہودی، نصرانی اور کفار سبھی مرتے ہیں، ان میں ایسی نشانیاں نہیں نظر آئیں اور وہ شخص توحید اور اسلام پر مرا ہے۔ اس کے باوجود یہ عذاب —؟

فرمایا: یہود و نصاریٰ اور کفار و مشرکین بالیقین جہنمی ہیں۔ اس لئے ان

کا مال دکھانا ضروری نہیں — اور اللہ تعالیٰ تم لوگوں کو یہ عذاب اہل توحید میں اس لئے دکھاتا ہے تاکہ عبرت و نصیحت حاصل کرو! اللہمَّ سَامِعُنَا وَاعْفُ عَنَا وَالطُّفُّ بِنَا بِالطَّيْفِ (ص ۳۶۵)

ہرنی نے پڑھ سس کی

حضرت ابو جعفر فرغانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں، میں اپنے ایک صوفی دوست کے یہاں دیور میں تھا۔ ان کے پاس کچھ کردی لوگ آئے تاکہ ان کا سامان خرید وادیں۔ کردی ان سے کہنے لگے۔ اگر آپ کو معلوم ہوتا کہ سامان کس کے لئے خریدا جا رہا ہے تو آپ خریداری میں بڑی جلدی کرتے۔ انھوں نے کہا بتاؤ کیا معاملہ ہے؟ کردیوں نے مفصل واقعہ اس طرح بیان کیا:

”یہ ہماری قوم کا سردار ہے۔ اس کی بیوی سے کئی لڑکیاں پیدا ہوئی، ایک بار حمل ہوا تو اس نے کہا، اس بار اگر لڑکی ہوئی تو تجھے طلاق، جاڑے کا زمانہ تھا اور ہم لوگ مراغہ کی طرف

کو چ کر رہے تھے، راستے میں اس عورت کو دروازہ شروع ہوا۔ وہ راستہ سے الگ ہٹ کر پانی کے قریب چلی گئی۔ لوگوں نے سمجھا وضو کے لئے گئی ہے۔ وہیں اس کو لڑکی پیدا ہوئی۔ وہ لڑکی کو ایک کپڑے میں لپیٹ کر پہاڑ کی سمت گئی اور ایک غار کے پاس رکھ کر پھوڑ دیا۔ اور شوہر کو سمجھا دیا کہ اس میرے شکم میں حمل نہیں تھا۔ بلکہ یونہی ہوا کی وجہ سے شکم سوجا ہوا تھا اب اٹھیک ہو گیا۔ ہم لوگ یہاں سے چلے اور چھ ماہ تک غائب رہے۔ چھ ماہ بعد ہم لوگ پھر اسی جگہ آئے تو عورت پانی کا برتن ہاتھ میں لے کر پہاڑ کے اس غار کی طرف گئی جہاں اس نے اپنی بچی پھوڑی تھی۔ اس نے دیکھا کہ ایک ہرنی اس بچی کو اپنا دودھ پلا رہی ہے۔ عورت کی آہٹ پا کر ہرنی چلی گئی، او بچی رونے لگی۔ تھوڑی دیر بعد ماں اپنی بچی کے پاس سے ہٹ کر کھڑی ہو گئی تو ہرنی آکر دودھ پلانے لگی۔ اور بچی نے رونابند کر دیا۔ عورت لوٹ کر قبیلہ میں آئی اور واقعہ بیان کیا تو سب لوگوں نے جاکر بچہ خود ہی کچھ دیکھا جو عورت نے دیکھا تھا ہم لوگوں نے جب بچی کو اٹھایا تو وہ پھر زار و قطار رونے لگی۔ اور ہرنی دور سے کھڑی دیکھتی رہی۔ مگر پھر رفتہ رفتہ بچی آدمیوں سے مانوس ہو گئی۔

اب وہ بڑی ہو چکی ہے۔ اس کے باپ نے ایک نیک آدمی سے اس کا رشتہ طے کیا ہے، ہم لوگ اس کے جہیز کا سامان خریدنے آئے ہیں۔
(سبحان اللطیف الخیر المنان القدیر)

(ص ۳۶۵-۳۶۶)

صدق التجا

شیخ ابوبکر اسماعیل فرغانی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں بہت زمانے تک قافہ کشی کرتا رہا۔ کبھی کبھی بے ہوش ہو کر گر بھی جاتا تھا۔ اس وقت میں ناپختہ فہم تھا۔ بھوک کی وجہ سے ہاتھوں کے ناخن کارنگ بدل جاتا تھا۔

ایک روز میں نے عرض کیا — یا اللہ! اگر مجھے تیرا اسم اعظم معلوم ہوتا تو قافہ کے وقت میں تجھ سے اس کے وسیلہ سے دعا کرتا۔ ایک بار دمشق میں باب البرید پر بیٹھا تھا، میں نے مسجد میں دو آدمیوں کو جاتے دیکھا، دل نے کہا یہ دونوں فرستے ہیں، دونوں پھر آکر میرے دائیں بائیں کھڑے ہو گئے۔ ایک نے دوسرے سے کہا تم چاہتے ہو کہ میں تمہیں اسم اعظم سکھا دوں، دوسرے نے کہا ہاں، میں نے غور سے سنا اس نے کہا۔ اسم اعظم "یا اللہ" ہے — میں نے سوچا میں نے سیکھ لیا اور جانے کا ارادہ کیا۔ مگر اس فرشتے نے کہا تم جس طرح "یا اللہ" کہتے ہو وہ صحیح نہیں ہے۔ بلکہ صدق لہجار کے ساتھ کہو۔ حضرت شیخ ابوبکر فرماتے ہیں۔ صدق لہجار کا مطلب یہ ہے کہ کہتے وقت قائل ایسا ہو جس طرح کوئی دریا میں ڈوب رہا ہو اور اس کا بچانے والا کوئی نہ ہو۔ اور اسے یقین ہو کہ خدا کے سوا اس کی کوئی پناہ گاہ نہیں، (۳۶۶ - ۳۶۷)

اہلیت

ایک فقیر ایک شیخ کی خدمت میں آیا۔ شیخ ام اسم اعظم جانتے تھے۔ فقر نے کہا مجھے ام اسم اعظم سکھا دیجئے۔ شیخ نے پوچھا کیا تمہارے پاس اسم اعظم کی اہلیت ہے۔ فقیر نے کہا ضرور ہے — شیخ نے حکم دیا، شہر کے دروازے پر جا کر بیٹھو، اور وہاں جو واقعہ دیکھو اکبر بتاؤ۔

فقیر نے وہاں دیکھا کہ ایک بوڑھا گدھے پر لکڑیاں لا کر لارہا تھا۔ ایک سپاہی اسے مار کر لکڑیاں چھین لیں۔ اور اسے بھگا دیا۔ شیخ نے پوچھا اس واقعہ کے وقت اگر تجھے اسم اعظم معلوم ہوتا تو تم کیا کرتے۔ فقیر نے کہا سپاہی کی موت کے لئے بددعا کرتا۔ شیخ نے فرمایا، اور مجھ کو اسم اعظم ان لکڑی والے بزرگ ہی نے دیا ہے۔ گویا اسم اعظم سیکھنے والے کو بے گزیدہ حضرات کے صفات سے متصف ہونا چاہئے۔ خاص طور سے علم بردباری، صبر و توکل رحم و رافت میں کامل ہونا چاہئے۔
(رضی اللہ تعالیٰ عنہم و نفعنا بہم)

(ص ۳۶۷)

مریضِ عشق

حضرت شیخ یوسف بن حمدان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ درویشوں کی ایک جماعت بھرہ ہوتے ہوئے حج کے ارادہ سے طلی، میں بھی ہمراہ تھا، ان میں ایک نوجوان پر مجھے رشک آتا تھا، جن کی صحبت میں اس تھا وہ ہمہ وقت ذکر و مناجات میں مشغول رہتے، ہم لوگ جب مدینہ طیبہ پہنچے تو وہ سخت بیمار ہو گئے۔ اور انھوں نے ہم لوگوں سے علاحدگی اختیار کر لی، میں ان کی بیمار پرہیزی کے لئے لوگوں کے ساتھ گیا، ان کی پریشانی اور شدتِ مرض دیکھ کر کسی نے کہا، کیوں نہ ہم لوگ کسی طبیب کو بلائیں، شاید وہ مرض کی تشخیص کر کے کوئی مناسب دوا دے سکے یہ سن کر وہ مسکرائے اور کہا: بزرگو! اور دوستو! موافقت کے بعد مخالفت بہت عبرتی شے ہے۔ اللہ تعالیٰ نے جس کے واسطے ایک حالت کو پسند فرمایا وہ اگر دوسری حالت کی خواہش کرے تو کیا یہ ارادہ خداوندی کی مخالفت نہیں ہے؟ شیخ یوسف فرماتے ہیں۔ ہم لوگوں کو ان کی بات نے شرمندہ کر دیا۔ انھوں نے پھر فرمایا: ”قتیلِ عشق کی دوا اگر عشق سے بے بہرہ شخص سے بل سکتی ہے

تو لینے میں کوئی حرج نہیں، بیماری اور تکلیف کے اندر
نفس کی پاکی اور گناہوں کا کفارہ ہوتا ہے، اور موت کی
یاد دہانی بھی اور مرہضِ عشق کی بیماری، مشاہدہٴ نفس اور
خواہش کی موافقت ہے۔

بِیْلِ اللّٰهِ دَوَائِیْ وَبِعِلْمِ اللّٰهِ دَائِیْ
اللہ ہی کے ہاتھ میری دوا ہے اور اس کے علم میں میری بیماری ہے
اِنَّمَا اَظْلِمُ نَفْسِیْ یَا بَتَّاعِیْ لِهَوَائِیْ
میں نے تو اپنی ذات پر ظلم ہی کیا اپنی خواہش نفس کی پیروی کر کے
كَلَّمَآدَاوِیْتُ دَائِیْ غَلَبَ الدَّاءُ دَوَائِیْ
جب اپنی بیماری کا علاج کرتا ہوں تو میرا مرض دوا پر غالب آجاتا ہے

(رضی اللہ عنہ و نفعنا بہ)

(ص ۳۶۷،
۲۶۸)

جس کا خدا ہو یا سب ان

ایک بزرگ ایک بار پریشاں حالی، اور خوف سے گھبرا کر بلا توشہ، اور
بغیر سواری کے مکہ معظمہ کی طرف چل پڑے۔ تین روز سفر کرنے کے بعد چوتھے دن ان
پر بھوک پیاس اور گرمی کا اثر ہو گیا۔ فرماتے ہیں:

”مجھے اپنی موت کا اندیشہ ہوا، کوئی درخت بھی نہیں تھا جس کے
سائے میں آرام کرتا۔ چنانچہ میں نے اپنا حال رب تعالیٰ کے سپرد کیا
اور رو، بقبلہ بیٹھ گیا، مجھ پر غنودگی چھا گئی، بیٹھے بیٹھے سو گیا
خواب میں ایک شخص آیا۔ جس نے کہا اپنا ہاتھ بڑھاؤ، میں نے ہاتھ
اٹھایا تو اس نے مصافحہ کیا۔ اور فرمایا۔ مبارک ہو، تم مسلمان
کے ساتھ مکہ شریف پہنچو گے۔ اور حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
کی زیارت سے بھی شرفیاب ہو گے۔ میں نے ان کے بلے

میں پوچھا تو فرمایا: میں خضر ہوں (علیہ السلام) میں نے دعا کی درخواست کی تو فرمایا یہ دعائیں بار پڑھو: یا لطیفاً بخلقہ یا خبیراً بخلقہ یا علیماً بخلقہ الطیف بی الطیف یا علیم یا خبیر فرمایا یہ ایسا تحفہ ہے جس سے ہمیشہ کیلئے غنا ہے، تمہیں جب کوئی پریشانی ہو کوئی مصیبت آئے تو اسے پڑھنا، پریشانی و مصائب دفع ہو جائیں گے۔ یہ کہہ کر غائب ہو گئے۔

اتنے میں میں نے سنا کوئی آواز دے رہا ہے۔ اور یا شیخ یا شیخ پکار رہا ہے۔ آواز سن کر میں بیدار ہوا۔ اس نے ایک نوجوان کا طلعہ بتا کر پوچھا کیا آپ نے اسے دیکھا ہے۔ میں نے کہا نہیں۔ اس نے پھر کہا ہمارے یہاں سے سات روز قبل ایک نوجوان حج کے لئے گیا ہے۔ آپ کہاں جائیں گے۔؟ میں نے کہا جہاں رب تعالیٰ لے جائے۔ وہ شخص اونٹ سے اترا۔ توشہ دان سے دو روغنی روٹیاں اور علوہ مجھے کھانے کو دیا اور پانی پیش کیا میں نے ایک روٹی کھائی اور پانی پیا۔ پھر کہا اب اونٹ پر سوار ہو جاؤ۔ وہ میرے آگے سوار ہوا۔ ہم نے ایک دن اور دو راتیں سواری چلائی اور قافلہ کو جالیا۔ جس میں اس کا بیٹا مل گیا۔ وہ اسے ڈھونڈ کر میرے پاس لایا اور کہا۔ اے میرے فرزند! اس شخص کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے تیری جستجو میرے لئے آسان کر دی اس کے بعد میں نے انھیں رخصت کیا اور ان کے پاس سے روانہ ہو گیا۔ وہ شخص آکر مجھ سے ملا میرے ہاتھ کو بوسہ دیا اور بیٹا ہوا ایک کاغذ میرے ہاتھوں میں دے کر چلا گیا۔

میں نے کھولا تو اس میں پانچ درہم تھے، ان میں سے کچھ لے کر
اونٹ کر آیا اور بقیہ سے زادِ سفر خرید کر حج کیا۔ اور زیارت
رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے مشرف ہو کر حضرت سیدنا
ابراہیم خلیل علیہ السلام کی جانب گیا۔ جب مجھے کوئی ضرورت
یا پریشانی درپیش ہوئی، میں نے حضرت خضر علیہ السلام کی
بتائی ہوئی دعا پڑھ لی، یقیناً میں ان کے کرم و احسان کا
معترف، اور رب تعالیٰ کی رحمت کا شکر گزار ہوں۔

(ص ۳۶۸-۳۶۹)

غیبی نعمتیں

ایک درویش فرماتے ہیں کہ ایک بار میں سیاحت اور حلقہ کشی کے ارادے
سے، ویرانے کی طرف چلا، چوتھے روز میرے دل میں بے چینی اور اضطراب پیدا
ہوا، اور جسم پر بھی لہر نہ جیسا ہونے لگا۔ اسی دوران اچانک دوادھیر عمر کے خوش
شکل آدمی میرے پاس آئے۔ اور انھوں نے سلام کیا، میں نے جواب دیا، نام
پوچھا میں نے بتایا عبداللہ، ان میں سے ایک نے کہا ہم بھی اللہ کے بندے ہیں۔
اور اللہ کی جانب ہی جا رہے ہیں۔ ہم لوگ آگے چلے، نمازِ ظہر کا
وقت ہوا تو ان میں سے ایک نے دریافت کیا۔ کیا یہی وقت ہے؟ میں نے کہا،
ہاں۔ اس نے پوچھا کیا ہمیں نماز پڑھاؤ گے؟ میں نے عرض کیا یہ ذمہ داری
آپ لوگ اٹھائیں۔ آپ میں سے کوئی پڑھائے۔ ان میں سے ایک نے نماز
پڑھائی ہم نے سنت ادا کی۔ امام جب اپنی نیتیں پڑھ کر فارغ ہوئے، ہمارے
پاس ایک طباق لائے جس میں انگور کا ایک خوشہ رکھا تھا اور انجیر تھے، اور
کہا بسم اللہ! جو اتنے لذیذ تھے۔ جسے میں نے زندگی میں کبھی نہ کھائے۔

سب لوگوں نے حسب خواہش کھایا اور آگے روانہ ہو گئے۔

دوسرے دن ظہر کے وقت پھر میری طرف دیکھ کر پوچھا کیا یہی وقت ہے میں نے پھر کہا ہاں! پھر نماز کے لئے کہا میں نے معذرت کی، ان میں سے دوسرے نے نماز پڑھائی، سنتوں کے بعد وہ خوان لے کر آئے جن میں انگور اور انجیر تھے۔ ہم نے شکم سیر ہو کر کھایا۔ اور بقیہ چھوڑ کر اٹھ کھڑے ہوئے۔

تیسرے دن مجھے خیال آیا کہ آج یہ لوگ ضرور مجھ سے نماز پڑھانے کیلئے کہیں گے۔ اور مجھے ان لوگوں کی موافقت بھی کرنی چاہئے اور وہی کام کرنا چاہئے جو ان لوگوں نے کیا (یعنی خوانِ نعمت لانا) چنانچہ میں نے آسمان کی جانب نگاہ اٹھا کر عرض کیا:

اللّٰهُمَّ اَنْتَ وَلِي النِّعَمِ مِنْ غَيْرِ
اَسْتَخْفِقُ وَاَنَا عَبْدُكَ ضَعِيفٌ
غَيْرُ مُسْتَحِقٍّ لِلنِّعَمِ وَقَدْ رَجَعْتَ إِلَيْكَ
فِيمَا أَقْصَدَهُ اَنْتَ عَلَيَّ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ

اے اللہ تو بلا استحقاق نعمت دینے والا ہے، اور میں تیرا بندہ ضعیف ہوں کسی طرح نعمت کا حقدار نہیں مگر اپنی تمنا تیرے حضور لایا ہوں بیشک تو ہر شے پر قادر ہے جب ظہر کا وقت ہوا تو ایک نے دریافت کیا کیا یہی وقت ہے؟ میں نے کہا ہاں! پھر پوچھا کیا نماز پڑھاؤ گے، میں نے کہا انشاء اللہ ایک نے اقامت کہی اور میں نے نماز ظہر پڑھائی اور سلام کے بعد سنت پڑھی، اس کے بعد میں نے دہلیز جانب پلٹ کر دیکھا تو خوانِ نعمت رکھا ہوا تھا، اور اس میں انگور، انجیر اور انار تھے میں نے طباق ان کے سامنے رکھا۔ ہم لوگوں نے مل کر کھایا۔ اور باقیہ چھوڑ کر اٹھ گئے اور میں نے رب تعالیٰ کا شکر ادا کیا کہ استحقاق کے بغیر مجھے نعمت سے

نوازا۔ اس کے بعد ہم لوگ چالیس روزہ مقیم رہے۔ ہم میں کا ہر ایک اپنے اپنے مقصد میں لگا رہتا اور نماز کا وقت ہوتا تو ہم جمع ہوتے۔ ایک ایک دن تینوں نماز پڑھاتے۔ اور طبق لاتے۔ چالیس روز کے بعد انھوں نے مجھے خدا حافظ کہا اور ہم لوگ ایک دوسرے سے جدا ہو گئے۔ اور کسی نے کوئی بات نہیں پوچھی۔

اس کے بعد بھی میں اسی مال میں رہا روزانہ اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء کرتی تھیں، جن کا تعلق ظاہر سے بھی تھا اور باطن سے بھی، اور جب بھی نعمت کا شکر ادا کرتا تو نعمت اور زیادہ ہوتی۔ (رضی اللہ تعالیٰ عنہم ولفعلنا ہم آمین)

(ص ۳۶۹ - ۳۷۰)

دوسری حدیث

شیوخ مکہ میں سے ایک شیخ اپنا واقعہ بیان فرماتے ہیں کہ:

”میں غار میں تنہا رہتا تھا۔ بعض اوقات یکم و بیس ایک ماہ تک وہاں رہ کر وہیں کسی انسان کی صورت نظر نہیں آتی تھی، مباح چیزوں سے اپنا شکم بھرتا تھا، بھوک لگنے پر غار سے باہر نکلتا، اور ضرورت کے مطابق کھاپی کر واپس اپنی جگہ پہنچ جاتا، حسبِ عادت ایک دن غار سے باہر آیا تو ایک سوار کو اپنی طرف آتے دیکھا، متوجہ ہو کر پھر غار میں چلا آیا تا کہ وہ مجھے نہ دیکھ سکے۔ مگر ٹھوڑی دیر بعد وہ شخص غار کے دہانے پر آ پہنچا۔ اور اس نے میرا نام لے کر آواز دی، میں اس کے پاس چلا آیا اس نے مجھے سلام کیا۔ جواب سلام کے بعد

شیخ مکہ: کیا تم آدمی ہو؟

جی ہاں

شیخ مکہ: کہاں کے باشندے ہو۔ اور تمہیں میرا نام کس نے بتایا۔

میں شہزادہ ہوں، میں رزقِ قبل شکر کے لئے نکلا تھا، احباب سے الگ ہو کر جنگل میں بھٹک گیا

بھوک پیاس سے ہلاکت کے قریب جا پہنچا۔ اس وقت اپانک ایک چادر پوش بزرگ ظاہر ہوئے۔ ان کے ہاتھ میں ایک کوزہ تھا۔ اس سے مجھے سیراب فرمایا۔ اور ایک مشمت گھاس مجھے عنایت فرمائی میں نے اسے کھالیا، وہ گھاس تمام ترہ کاریوں سے زیادہ لذیذ تھی۔ جب میں آسودہ ہو چکا تو فرمایا:

اے محمد! کیا اس سے قبل تم توبہ کر چکے ہو۔؟ میں نے عرض کیا: میں آپ کے دست مبارک پر ابھی توبہ کرتا ہوں۔ چنانچہ ان کی دست بوسی کر کے میں نے توبہ کی، اور اٹھ کھڑا ہوا۔ اور عرض کیا: حضور! میرے حق میں دعا فرمائیے کہ اللہ مجھے قبول فرمالے۔ انھوں نے آسمان کی طرف نگاہ اٹھا کر دعا فرمائی:

يَا رَبِّ مُحَمَّدٌ بَجَرُمَتْ بِنِيكَ مُحَمَّدٌ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنِّي نَبِيٌّ
 اَرَحِمُ مُحَمَّدًا اَوْثَقَ عَلَيَّ مُحَمَّدًا وَاَقْبَلَ مُحَمَّدًا اَمَّا مُحَمَّدٌ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَطِفْلٌ
 مُحَمَّدٌ بِرَحْمٍ فَرَمَا! اس کی توبہ قبول کر اور اسے اپنی بارگاہ میں پذیرائی بخش،
 یہ دعا فرماتے وقت ان کی آنکھوں سے اشک جاری تھے۔ ان کی دعا
 کی تلاوت میں نے اپنے قلب میں محسوس کی اور میں نے رب تعالیٰ
 سے وعدہ کیا کہ میں جس دنیا سے باہر آچکا ہوں، مرتے دم تک اس میں
 واپس نہیں جاؤں گا۔ اس کے بعد بزرگ نے فرمایا اپنی سواری بڑھو
 میں نے عرض کیا اب میں سواری استعمال نہیں کروں گا۔ اس پر انھوں
 نے مجھے قسم دے کر سوار کیا۔ خود میرے آگے آگے چلتے رہے
 اس کے بعد آپ کا نام اور مسکن بتانے کے بعد فرمایا۔ ان کی مصاحبت
 اختیار کرو، وہ تمہیں نیکی کا سبق دیں گے۔

شیخ مکہ: اب یہ گھوڑا کیا ہوگا۔؟
 شہزادہ محمد: اب مجھے اس کی حاجت نہیں۔

شیخ مکہ :

اپنا گھوڑا اس نے جنگل میں چھوڑ دیا، اور میرے ہمراہ غار میں آیا۔ میں نے اپنے کھانے کی چیزیں اس کے سامنے پیش کیں۔ کچھ کھایا اور رات ہوئی تک ہم بیٹھے رہے۔ پھر میں نے اس سے کہا، اے بیٹے! عبادت شرکت کے ساتھ ٹھیک نہیں ہوتی، اور قریب کے دوسرے غار کی جانب اشارہ کر کے اس سے کہا کہ تم وہاں بیٹھ کر عبادت کرو۔

وہ چلا گیا۔ میں تین دن بعد جا کر اس سے ملنا تھا۔ اسے بھی جب بھوک لگتی وہ وہی مباح چیزیں، غار سے نکل کر کھا لیتا تھا۔ اور ہمارے قریب جو چشمہ تھا اس کا پانی پی لیتا تھا۔ گھوڑا بھی دن بھر چرنے

کے بعد شام کو وہیں آ بیٹھتا ایک روز وہ نوجوان حیران و پریشان میرے پاس آیا، میں نے خیریت پوچھی، کہنے لگا میں نے خواب دیکھا کہ میرے والدین میری جستجو میں ایک مقام سے دوسرے مقام کا ہرگز کاٹ رہے ہیں۔ اور ان کے ہاتھوں میں دو چراغ جل رہے ہیں۔

والدین جب میرے نزدیک آتے ہیں تو ایک شخص ان سے کہتا ہے، کہ میں آپ لوگوں سے خدا کے لئے عرض کرتا ہوں کہ اپنے فرزند کو اللہ کی راہ میں چھوڑ دو۔ کیونکہ وہ اللہ کی جانب چل پڑا ہے۔ ان بزرگ کے ہاتھ میں ایک بہت بڑا ہیر ہے، وہ میرے والدین سے فرماتے ہیں کہ یہ ہیر میری طرف سے قبول کر لو، بزرگ کے یہم اصرار پر میرے باپ نے رضا مندی ظاہر کر دی۔ اور بزرگ نے مجھ سے فرمایا کہ یہ ہیر اتیرے حق میں خوشخبری ہے۔ اس کے بعد میں بیدار ہو گیا۔

میں نے شہزادے محمد سے کہا: فرزند! یہ تیری توبہ کا ثمرہ ہے، جو تجھے اللہ تعالیٰ کی طرف سے دکھایا گیا ہے۔ میری بات سن کر وہ وہ خوش ہو گیا۔ اور ایک مدت تک ہم لوگ

اسی حال میں رہتے تھے۔ ایک شب میں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو

خواب میں دیکھا، آپ تشریف لائے، اور ارشاد فرمایا، تم دونوں شہر کے اندر جاؤ تاکہ لوگ تم سے نفع اندوز نہ ہوں۔ اور یہیں لوگوں سے فائدہ ہو۔ صبح ہوئی تو میں شہزادہ محمد کے پاس گیا اور اسے خواب بتایا۔

شہزادہ محمد: حضرت میں نے بھی آج شب خواب دیکھا ہے کہ میرے ہاتھ میں ایک سی ہے اور ایک حسین و جمیل انسان میرے دائیں جانب کھڑا اس سی کی گرہ کھول رہا ہے۔ اور کہتا ہے تمہیں جو حکم دیا جائے اس پر عمل کرنا۔

شیخ مکہ:

فرزند ارجمند! یہ تو شکر و حمد کا مقام ہے۔

اس کے بعد ہم لوگ غاروں سے روانہ ہو کر دیار بکر کے ایک شہر میں گئے گھوڑا بھی ہمارے پیچھے پیچھے چلا، ایک خانقاہ میں وارد ہوئے۔ اس کے شیخ کا دوروز قبل انتقال ہو چکا تھا۔ ان لوگوں نے جب مجھے دیکھا تو کہنے لگے ”وہ شخص یہی ہے“

ان لوگوں نے مجھ سے کہا، یا شیخ! کیا آپ یہاں قیام فرمائیں گے؟ اس کے بعد ایک نورانی شکل والے شیخ تشریف لائے اور مجھے سلام کر کے کہا، حضرت! خدا واسطے آپ ہمارے یہاں قیام فرمائیں۔

میں نے جواب دیا: اللہ کو اختیار ہے۔ اسی دن ہمارے پاس ایک فقیر آیا، ہم نے اپنا گھوڑا اسے دے دیا، اور گھوڑے کا قصہ بھی بتایا۔ میں اور نوجوان شہزادہ محمد بیس سال تک اسی خانقاہ میں رہے شہزادہ محمد کے بارے میں کسی کو کچھ معلوم نہیں ہوا۔ اور نہ ہی کسی کو یہ خبر ہو سکی کہ وہ کہاں کا باشندہ ہے؟ یہاں تک کہ شہزادہ محمد انتقال ہو گیا۔ انا اللہ وانا الیہ راجعون۔ اس کے بعد میں حج کے لئے نکلا

اور میرا ارادہ تھا کہ بیت اللہ شریف کی مجاورت اختیار کر لوں۔

راوی کا بیان کہ حضرت شیخ مکہ تین برس تک مکہ معظمہ میں رہے۔ اس کے

بعد صال ہو گیا اور وہیں لٹھیا میں آسودہ خاک ہوئے۔

(رضی اللہ تعالیٰ عنہما و نفعنا بہما آمین)

(س. ۳۷ - ۳۷۱)

فقر اور قوتِ تحمل

ایک درویش اپنے ابتدائے ارادت کا ذکر فرماتے ہیں — میں ایک شیخ کی خدمت میں گیا، وہ مجھ سے کام لیا کرتے تھے اور میں خدمت سے سرور ہوتا تھا، ایک روز فقیروں کے لئے گوشت لانے کا حکم دیا، میں قصاب کے پاس گیا، گوشت خرید اور ایک برتن میں لے کر جوں ہی چلنے کے لئے مڑا۔ ایک شخص سامان سے لدا ہوا گھوڑا ہانک کر لارہا تھا اس نے مجھے گھونسا مارا۔ اور میں قصاب باڑے کی ایک میخ پر جا گرا — سخت چوٹ اور زخم آ یا۔ قصاب نے مجھے اٹھا کر میری مرہم پٹی کی، ابھی وہ میرے زخم پر پٹی باندھ کر فارغ بھی نہیں ہوا تھا کہ گھوڑے والا شخص اپنے ساتھ تین آدمیوں کو لئے پھر آن پہونچا۔ اور کہا میرا بٹوہ گم ہوا ہے جس میں دس دینار تھے۔

وہ لوگ مجھے قصاب کو اور دو آدمیوں کو پکڑ کر کو توال کے پاس لے گئے اور کہا کہ انھوں نے ہمارا بٹوہ چرایا ہے۔ اس جرم میں کو توال نے مجھے اور تینوں آدمیوں کو کوڑے لگوائے — اور کوڑے کی ضرب میرے زخم پر ہی لگ رہی تھی — اتفاق ایسا کہ جس برتن میں میں نے گوشت لیا تھا، بٹوہ اسی میں ملا۔ اور خود ایک سپاہی نے اسے دیکھ لیا — چنانچہ سب نے بیک زبان مجھے کو جو رکھا — اور کو توال نے میرا ہاتھ کاٹنے کا حکم دیا — کو توال کے حکم سے تیل گرم کیا گیا، اور میرے گرد لوگوں کی بھیڑ جمع ہو گئی، کوئی مارتا کوئی برا بھلا کہتا چار آدمیوں نے مجھے اپنے نرغے میں لے رکھا تھا۔ اتنے میں خبر آئی کہ تیل گرم ہو چکا

ہے۔ چور کو مافز کیا جائے۔ میں اپنا معاملہ اللہ تعالیٰ کے حوالے کر چکا تھا جو تمام حکومتوں کا مالک ہے۔ اس وقت ایک آدمی نے مجھے ایک زوردار طمانچہ رسید کیا میں نے اس پر بھی صبر کیا، اور رب تعالیٰ ہی پر اعتماد کئے رہا، پھر اس نے مجھے چور ڈاکو کہتے ہوئے زور کا جھٹکا یا کہ میں منہ کے بل میں پرگہ پڑا، میں نے اس وقت نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زیارت کی، سرکار صلی اللہ علیہ وسلم فرما رہے تھے، اور مجھے دیکھ رہے تھے۔ اس حالت سے ابھی میں سیدھا کھڑا بھی نہ ہو پایا تھا کہ میری منام پریشانیاں کا فورہ ہو گئیں۔ اسی وقت کسی پکارنے والے نے پکار کر کہا تمام لوگوں نے جسے پکڑا ہے وہ شیخ کا خادم ہے لوگوں نے مجھے دیکھا اور کہا لاجول ولا قوۃ الا باللہ العلیٰ لعظیم اس کے بعد تو سب میرے قدم پر گرنے لگے۔ کو تو ال نے تدبیر سے میری طرف سے معافی طلب کی، بٹوے والا گریہ و زاری کرنے لگا۔ میں نے سب کو جواب دیا۔ اللہ تعالیٰ میری اور آپ سب لوگوں کی مغفرت فرمائے۔ یہ ایک امتحان تھا۔ بعد میں معلوم ہوا کہ بٹوے کی رقم اور گھوڑے پر لد اہو اسارا مال شیخ ہی کے لئے تھا۔

عین اسی وقت جب مجھ پر گز رہی تھی۔ حضرت شیخ، اور خانقاہ کے تمام فقراء ایک باہمی معاملے کے باعث استغفار میں مشغول تھے۔ کوئی خانقاہ سے باہر نہیں نکلا۔ میں جب گوشت لے کر خانقاہ میں پہنچا اور سارا قصہ بتایا تو شیخ نے فرمایا: جس نے صبر کیا اس نے جمال و کمال پایا۔ اور اے فرزند! میں بھی فقراء کے ساتھ تیری حالت دیکھ رہا تھا، کیونکہ اس کا مجھے پہلے سے علم ہو چکا تھا۔

نیز فرمایا: اے محمد! یہ واقعہ راہ طریقت میں تیرے کامل ہونے کا ذریعہ بن گیا۔ اب تو جہاں چاہے سفر کر (رضی اللہ عنہم و نفعنا بہم)

(ص ۳۷۲ - ۳۷۳)

فیضِ روحانی

ایک بزرگ سیرِ سیاحت کی نیت سے جنگل میں تشریف لے گئے کئی روز تک بھوکے پیاسے رہے۔ ایک روز شدت کی پیاس لگی، مگر پانی کا کہیں نام و نشان نہیں تھا۔ جنگل کے کنارے ایک مکان دیکھ کر وہاں پہنچے۔ تو اس مکان سے درندے وحشی جانور نکل کر بھاگے۔ اور اندر دیکھا تو ایک شخص رقبہ لیٹا ہوا تھا پتہ چلا کہ یہ تو صرف لاش ہے۔ اور شاید درندے اسے اپنی خوراک بنانا چاہتے تھے۔ فرماتے ہیں:

اب مجھے ان کی تجہیز و تکفین کی فکر ہوئی، مگر پیاس کا اتنا غلبہ تھا کہ قبر کھود کا یا را نہیں تھا۔ اسی اشار میں ایک شخص جنگل سے نکل کر میرے پاس آیا۔ اور اس نے بتایا کہ سڑکی چوٹی پر ایک چشمہ ہے۔ میں ان کے ہمراہ وہاں گیا تو چشمہ پر ایک مشک اور پانی کا ایک مشکا بھی تھا، میں پانی پی کر سیراب ہو گیا پھر ہم لوگوں نے مشک اور مشکے میں پانی لاکر انھیں غسل دیا۔ گڈڑی کا کھنڈیا اور نماز جنازہ پڑھ کر دفن کیا۔ اس شخص نے مجھے بتایا کہ یہ اکابر اولیاء اللہ ہیں سے تھے۔ مگر خود یہ اپنے مقام سے ناواقف تھے، رب تعالیٰ سے بہت خوف رکھتے تھے۔ اور اللہ تعالیٰ نے ان کا مقام ان سے پوشیدہ رکھا تھا۔ آنا کہہ کر وہ شخص ایک بیک غائب ہو گیا لگتا تھا اسے کسی نے ایک لیا۔ میں نے قبر کے پاس کھڑے ہو کر قرآن مجید کی کچھ تلاوت کی اور اس کا ثواب انھیں بخشا۔ اور رب تعالیٰ سے ان کے وسیلے سے سوال کیا تو اللہ تعالیٰ نے میری دعا قبول کی۔ اور مجھے عرصہ دراز تک ان کی برکتیں محسوس ہوتی رہیں (رضی اللہ تعالیٰ عنہ ولفقنا بہم)

حیرت پر حیرت

سادات کرام میں سے ایک بزرگ فرماتے ہیں کہ میں عرصہ دراز تک ایک
 ساعی مقام پر تنہا مہرِ عبادت رہا۔ عید الفطر کے موقع پر نماز عید کے لئے ایک
 شہر میں گیا، واپس لوٹا تو اپنی جگہ حجرے میں ایک شخص کو مشغول نماز پایا، حالانکہ حجرے
 کے دروازے کی ریت پر ان کے قدم کا کوئی نشان نہیں تھا۔ مجھے حیرت ہوئی کہ وہ
 حجرے میں کس طرح تشریف لے گئے۔ نماز کے بعد وہ دیر تک روتے رہے۔
 میں اس فکر میں تھا کہ عید کا دن ہے ان کی غیافت کس طرح کروں؟ انھوں نے
 مجھے دیکھا اور فرمایا: فکر نہ کرو، غیب میں ایسی ایسی چیزیں پوشیدہ ہیں جو تم نہیں
 جانتے۔ اگر تمہارے پاس پانی ہو تو وہی لاؤ۔ میں تو نے تین پانی لانے
 کے لئے اٹھا تو دیکھا کہ لوٹے کے پاس دو گرم گرم رٹیاں رکھی ہیں، اور بہت سے
 بادام بھی۔ میں نے یہ سب چیزیں ان کے پاس حاضر کیں۔ انھوں نے رٹنی کے ٹکڑے
 کئے اور بادام میرے سامنے کیا، اور فرمایا کھاؤ۔ وہ بادام اٹھا اٹھا کے
 مجھے دیتے گئے اور میں کھاتا گیا۔ مگر انھوں نے محض ایک دو بادام اٹھا کر
 اپنے منہ میں رکھے اور کچھ نہیں کھایا۔ مجھے حیرت پر حیرت ہوئی۔
 فرمایا: تعجب نہ کرو اللہ تعالیٰ کے ایسے ایسے بندے بھی ہیں جو جس جگہ جو شے چاہتے
 ہیں انھیں مل جاتی ہے۔

میں مزید استعجاب میں ڈوب گیا۔ اور دل میں سوچا کہ ان کی صحبت اختیار
 کرنے اور مواخاۃ قائم کرنے کی درخواست کروں۔

فرمایا: مواخاۃ کے لئے بلد بازی نہ کرو۔ انشاء اللہ میں تمہارا
 پاس پھر بلد آؤں گا۔ اور یہ کہہ کر غائب ہو گئے۔ اور مجھے معلوم نہیں
 کہ کہاں گئے۔ اس بات پر میں اور بھی حیران ہوا۔

ساتویں سوال کی شب کو وہ پھر تشریف لائے اور مجھ سے موافقات نام کی۔
(رضی اللہ تعالیٰ عنہم و نفعنا بہما آمین)

(ص ۳۷۴)

جسم لطیف والے

وہی بزرگ فرماتے ہیں، میں ملک شام میں اپنی خلوت کے اندر بعد نماز
عشاء بیدار تھا، دروازہ بند تھا، مگر میں نے دیکھا کہ دو آدمی میرے پاس آئے۔ مجھے
معلوم نہیں کہ وہ کس طرح آئے۔ تھوڑی دیر مجھ سے بات چیت کی، درویشوں کے
تذکرے ہوتے رہے۔ انھوں نے ملک شام کے ایک شخص کی مجھ سے تعریف بیان
کی۔ اور کہا بہت اچھا آدمی ہے اگر اسے یہ معلوم ہوتا کہ وہ کہاں سے کھانا ہے۔
پھر انھوں نے میرے ایک شناسا کا نام لے کر، مجھ سے کہا کہ انھیں ہمارا سلام
پہنچائیں۔ میں نے عرض کیا وہ تو حجاز میں ہیں آپ لوگ انھیں کس
طرح جانتے ہیں۔؟ ان لوگوں نے کہا: وہ ہم سے پوشیدہ نہیں ہیں۔
اس کے بعد وہ دونوں شخص محراب کی طرف گئے، میں نے سوچا شاید نماز پڑھیں گے
مگر وہ دونوں دیوار سے نکل گئے (رضی اللہ تعالیٰ عنہما و نفعنا بہما آمین)

(ص ۳۷۴ - ۳۷۵)

مشرق کے اہل روایت

یہ واقعہ بھی انہی سے مذکور ہے کہ ماہِ حجب ۱۳۲۲ھ ایک روز نمازِ عصر
کے بعد، جب کہ وہ سوا مل شام میں خلوت گذر رہے تھے ان کے پاس دو بزرگ آئے
کس طرح اور کہاں سے آئے کچھ پتہ نہیں چلا۔ فرماتے ہیں۔

”مجھے خوف محسوس ہوا مگر انھوں نے سلام بھانجھ کیا تو خوف دور ہوا اور روانست پیدا ہوئی۔ میں نے پوچھا آپ لوگ کہاں سے آرہے ہیں؟ جواب دیا: سبحان اللہ آپ جیسا شخص یہ بات پوچھ رہا ہے۔ میں نے ان دنوں حضرت کے سامنے جو کی روٹی کے ٹکڑے حاضر کئے۔ ان لوگوں نے کہا، ہم اس لئے نہیں آئے ہیں بلکہ آپ کے ذریعہ فلاں شخص تک اپنا سلام پہنچانے اور خوشخبری پہنچوانے کے لئے آئے ہیں۔ میں نے پوچھا آپ لوگ ان سے کبھی ملے ہیں۔؟ انھوں نے جواب دیا۔ ہم ان سے مل چکے ہیں۔ مگر وہ ہم سے نہیں ملے۔ پھر میں نے پوچھا: کیا اس شہادت کا آپ لوگوں کو اذن ملا ہے۔؟ انھوں نے کہا۔ ہاں۔ اس کے بعد فرمایا کہ ہم لوگ مشرق سے اپنے روحانی بھائیوں کے پاس آئے ہیں۔ اور غائب ہو گئے اس کے بعد میں نے انھیں کبھی نہیں دیکھا۔ (ص ۱۳۷۵)

حضرت خضر علیہ السلام کا سلام

انہی کے متعلق ایک بزرگ نے خواب میں دیکھا کہ، عظیم کعبہ میں ایک شخص کھڑے ہیں جن کا سر کعبہ کی چھت کے برابر ہے اور شاخ سے کہہ رہے ہیں، فلاں کو میرا سلام پہنچاؤ، اور ان سے کہو کہ ہمارے آنے تک صبر کریں، خواب دیکھنے والے شیخ نے پوچھا: آپ کون ہیں فرمایا: خضر! (رضی اللہ عنہم وینفعنا بہم آمین) (ص ۳۷۵)

مرد غیب

وہی بزرگ فرماتے ہیں، ساہل شام پر ایک جوان کو، میں نے اپنے

نزدیک دیکھا، ہم دونوں وہاں تین روز رہے، نہ وہ میرے پاس آئے اور نہ ہی میں ان کے پاس گیا۔ اس کے بعد میں نے چاہا کہ ان سے مل کر بات کروں۔ چنانچہ ان کے بالکل قریب جا کر سلام کیا اور دو رکعت نماز کی نیت باندھی اور انھیں اپنی بغل میں دیکھ رہا تھا۔ اثنائے نماز میں اچانک وہ روپوش ہو گئے اور ان کی جانماز اور جوتیوں کے سوا مجھے کچھ دکھائی نہ دیا۔ رضی اللہ عنہ

(ص ۳۷۶)

جس صاحبِ نعمت بزرگ کا تذکرہ، ”حیرت پر حیرت“ سے شروع ہو کر یہاں تک ہوا، حضرت امامِ یافعی رضی اللہ عنہ ان کے بارے میں فرماتے ہیں کہ ایک وضو سے انھوں نے کبھی بارہ روز تک نماز پڑھی ہے۔ وہ امامِ یافعی کے زمانہ میں موجود تھے اور انھوں نے روض الریاضین کی تالیف کے زمانہ تک کا حال لکھا ہے کہ اب تک انھیں پندرہ سال ہو چکے ہیں کہ زمین پر پہلو نہیں لگایا، اور کئی کئی روز تک کچھ نہیں کھاتے تھے اگر کھاتے بھی تو بہت مختصر سی سخت اور خشک چیز کھاتے امامِ یافعی فرماتے ہیں:

”مجھ سے نہایت موافقت کی بنیاد یہ، میرے کہنے پر مبنی

میں گوشت کا ٹکڑا تناول فرمایا“

امامِ یافعی ان کے بارے میں مزید فرماتے ہیں کہ ”ایام حج میں وہاں منکرات و آفات کی وجہ سے، حضرت حج کے لئے نہیں جانا چاہتے مگر جب حکم ہوتا ہے تو چاہے ناچار تشریف لے جاتے ہیں“

(رضی اللہ عنہ و نفعنا بہ آمین)

(ص ۳۷۶) ارادت اور نیا طلبی

ایک بزرگ فرماتے ہیں میں سیاحت و زیارت کی نیت سے عراق گیا

ایک آبادی کے ویران مکان کے پاس لیٹا اور سو گیا، خواب میں کسی نے کہا تیرے بغل میں دیوار کے اندر دھنیت ہے اٹھ کر نکال لے، وہ تیرا ہے۔ بیدار ہوا اور دیوار کو دیکھا، ایک لکڑی سے تھوڑا سا کرید اتوا ایک کپڑے کی تھیلی میں پانچ سو دینار بٹے، میں نے سوچنا شروع کیا میں ان دیناروں کا کیا کروں، خیال آیا کہ فقیروں کو دیدوں۔ پھر خیال آیا کہ ایک دوکان خرید کر درویشوں پر وقف کردوں وغیرہ وغیرہ، سویا تو رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زیارت سے مشرف ہوا، سرکار نے ارشاد فرمایا: اے فقیر! ارادت اور دنیا طلبی دونوں یکجا نہیں ہو سکتی، اور آپ نے اپنی انگشت شہادت اور درمیانی انگشت مبارک کو ہلایا۔ اور حکم دیا کہ یہ دینار جزیرہ تحفہ کے باشندے ابوالعباس کے پاس لے جا، جو اس وقت بغداد کی فلاں مسجد میں رہتے ہیں۔

یہ دیکھ کر میں بیدار ہوا۔ اور وضو کر کے نماز پڑھی۔ پھر فوراً بغداد چل پڑا، اور شیخ ابوالعباس سے مل کر سارا واقعہ سنایا اور درہم ان کی خدمت میں پیش کیا۔ انھوں نے پوچھا: سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تمہیں اس بات کا حکم کب فرمایا؟ میں نے کہا، سات رُز ہوئے۔ انھوں نے فرمایا: اے بیٹے! ٹھیک اسی دن میں نے بھی حضور کی زیارت کی تھی اور آپ نے مجھ سے فرمایا تھا کہ فقیر میری بھیجی ہوئی شئی لے کر پہونچے تو لے لینا، اور اپنے مصرف میں لانا۔ اور اے بیٹے! سات رُز گزے کہ ہمارے پاس کھانے کو کچھ نہیں ہے۔ اور ایک آدمی کا ہم پر فرض ہے وہ بھی شدت سے تقاضا کر رہا ہے۔ اب اللہ تعالیٰ نے وہ فرض تیرے ہاتھوں ادا کیا۔ میں برائے خدا تجھ سے سوال کرتا ہوں کہ ہمارے ساتھ رہ جا۔ اور میں اپنی بیٹی کا تجھ سے نکاح کر دیتا ہوں

میں نے عرض کیا: حضرت میں ایسا کیسے کر سکتا ہوں جب کہ میں خدا کے کام میں لگا ہوں۔ اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جو کچھ میرے بارے میں فرمایا وہ بھی آپ سے بیان کر چکا ہوں۔

فرمایا: خیر اگر وہ نہیں کر سکتے تو کم از کم تین روز ہمارے پاس ضرور قیام کر
میں رک گیا اس مدت میں وہ میرے ہمراہ ہی رہتے۔ صرف ضروری کاموں کیلئے
چلے جاتے تھے۔ تین دن بعد میں ان سے رخصت ہوا۔

(ص ۳۷۶ - ۳۷۷)

اہل توکل

ایک رویش فرماتے ہیں، میں خراسان کے ایک شہر میں گیا۔ بازار سے
گزر رہا تھا کہ ایک خوبصورت جوان ملا، سلام کیا اور میرے پیچھے چلنے لگا، جب میں
بازار سے باہر آ گیا تو کہنے لگا۔ خدا کے لئے میرے مہمان ہو جائیے۔ میں اس کے ساتھ
ایک عالی شان مکان میں اُبل ہوا، جہاں نیکی کے آثار ظاہر تھے۔ مجھے اچھا چھ
کھانے کھائے اور غایت درجہ تکریم کے ساتھ تین روز رکھا۔ وہیں جوان کے بزرگ
باپ سے بھی ملاقات ہوئی جو تھے روزہ جوان کے بزرگ باپ نے مجھے اپنا مہمان
بنایا۔ پانچویں روزہ جوان مجھے شہرِ نیاہ کے باہر تک الوداع کہنے آیا۔ روٹی
اور ملوہ، زاد سفر کے علاوہ ایک بٹا بھی دیا۔ اور منت و سماجت سے کہا کہ یہ
قبول فرمالیں۔ میں نے لے لیا۔ پھر دو روزہ سفر کر کے دوسرے شہر میں آیا تاکہ
فقرار کو یہ سب چیزیں دیدوں۔ اتنے میں ایک نورانی صورت بزرگ بٹ۔
میں نے سوچا یہ اللہ کے ولی ہیں۔ نماز کا وقت ہو چکا تھا اس لئے مسجد میں
گیا۔ اور نماز کے بعد بیٹھا تھا کہ نیند کا غلبہ ہوا۔ خواب میں کوئی کہہ رہا تھا: بٹو
اے شیخ کو دیدو۔ بیدار ہوا تو شیخ کی تلاش میں نکلا۔۔۔ نہر کے کنارے
پہنچا تو وہی شیخ نہر سے لوٹے میں پانی لئے میرے سامنے آگئے۔ میں نے ان
کی دست بوسی کی۔ اور بٹوہ کے اندر جو پانچ دینار اور پانچ درہم تھے ان کے
ہاتھ میں دے دیا۔ انھوں نے قبول کر لیا اور فرمایا:

”اے فرزند جو غیر اللہ پر نظر رکھتا ہے، اسے اللہ کے پاس سے کچھ نہیں ملتا۔“

میں نے دعا کی درخواست کی تو کہا: يحفظ الله ويحفظ عليك ويحفظ بك نصيحت کی استدعا کی تو فرمایا: اخلاص کو لازم پکڑ، اور تیرے اور اللہ کے درمیان جو عہد ہے اس کا خیال کر، پھر ملے گئے۔

(رضی اللہ تعالیٰ عنہ و نفعنا بہ آمین)

(ص ۳۷۸)

بندۂ عبد الرحمن

ایک شخص نے خود کو درویشوں کے ہاتھ فروخت کیا، تاکہ ان کا حق ادا کرے کسی نے پوچھا کہ تم نے ایسا کیوں کیا۔؟ اس نے کہا یہ کام میں نے ایک ایسی بنیا پر کیا ہے جس کی آگاہی مجھے رب تعالیٰ کی جانب سے ہوئی۔

میں نے خواب میں دو فرشتوں کو اپنے سامنے دیکھا: ایک نے مجھ سے کہا اللہ تعالیٰ کے ارشاد اِنَّ عِبَادِي لَيْسَ لَكَ عَلَيْهِمْ سُلْطَانٌ کے بارے میں آپ کیا کہتے ہیں۔؟ میں نے کہا اللہ جانے۔ اس فرشتے نے پھر کہا جواب دینا ضروری ہے۔

میں: جو شخص اللہ کا بند ہوتا ہے۔ اس پر دشمن کا قابو نہیں چلتا۔

دوسرا فرشتہ: عبد (بندہ) کے اوصاف کیا ہیں۔؟

میں: واللہ اعلم

دوسرا فرشتہ: جواب تو دینا ہی ہو گا۔

میں: بندہ کی صفت یہ ہے کہ آقا کے حکم کی اطاعت کرے۔ اور اس کی منع کی ہوئی تمام چیزوں سے بچے۔

میرا یہ جواب سُن کر وہ دونوں فرشتے چلے گئے۔ _____ صبح ہوئی تو میں نے اپنے جواب اور اپنی حالت پر غور کرنا شروع کیا۔ تو خود کو عبودیت کے مقام سے فروتر پایا، اور غور کرنے پر درویشوں کے علاوہ کسی کو ان صفاتِ حسنہ کا جامع نہیں پایا۔ _____ تو یہ خیال آیا کہ میں خود کو ان حضرات کے ہاتھ بیچ دوں۔ کہ اگر معبودِ حقیقی کا عبد بن سکاتا تو اس کے بندوں کا ہی بندہ بن جاؤں۔ اب میں رب تعالیٰ کے بندوں کا غلام ہوں۔ پھر روتے ہوئے کہا:

اس کے حق کی قسم خود کو میں نے نہ اس کی مجاہدت اور مراقبہ کے لائق پایا اور نہ اس کی خدمت کا اہل،

(ص ۳۷۸)

حقیقی توکل

ایک متوکل علی اللہ درویش فرماتے ہیں کہ میں بال بچوں کے نان نفقہ کی فکر میں ایک شب پریشان تھا، قلب اسی میں مشغول رہا پھر میں آرام لینے کے لئے سویا تو خواب میں دیکھا کہ میں سمندر کے درمیان ایک جزیرہ میں ہوں۔ اور کہہ رہا ہوں کہ یہاں میں رزق کہاں سے پاؤں گا۔؟ _____ باتف کی آواز آئی۔

اے شخص تیری روزی اگر سات سمندر پار بھی ہوگی تو تجھ تک ضرور پہنچے گی۔

اس کے بعد میں بیدار ہوا تو نہایت مطمئن اور خوش تھا۔ _____ اور اہلِ وعیال کے رزق کی فکر مجھ سے دور تھی۔ کچھ دیر بعد مجھے ایک دور دراز کے ایسے دوست کا ہدیہ ملا جس کے بارے میں میں وہم بھی نہیں کر سکتا تھا۔

میں نے کہا رب تعالیٰ کا فرمان سچا ہے:

وَمَنْ يَتَّقِ اللَّهَ يَجْعَلْ لَهُ مَخْرَجًا و اور جو اللہ سے ڈرے۔ اللہ اس کیلئے نجات
 يَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ کی راہ پیدا کر دے گا اور اس کو روزی دے گا،
 (الطلاق ۳/۶۵) جہاں سے اس کو گمان (بھی) نہ ہو۔

(ص ۳۷۸-۳۷۹)

بندوں پر انعام و کرم اللہ نے کیا کیا، کیا خود رزق کا ذمہ لیا جس نے ہمیں پیدا کیا
 رہا اسی سے منہ موڑ کر اور رزق کی جدوجہد اے بد خود انسان نے اپنے کو بے رسوا کیا

خدا کے سپرد

ایک بزرگ اپنی بیوی کو بہت چاہتے تھے، شب میں آرام فرماتھے، اسی وقت
 ان پر ایسی حالت طاری ہوئی جو بیوی کے لئے خوفناک تھی۔ بیوی ان کی تمام حرکتیں
 دیکھتی رہیں اور باتیں سنتی رہیں۔ جب اس حال سے آفاقہ ہوا، تو بیوی صاحبہ
 نے پوچھا، آپ کو کیا ہو گیا تھا۔ بزرگ نے بیوی صاحبہ کو سمجھا کر مطمئن کرنے کی
 کوشش کی مگر وہ نہ مانیں اور اپنے میکہ والوں کو بلا لائیں۔ اور کہا تھیں مجھوں میں
 میں ان کے ساتھ کیسے رہ سکتی ہوں۔ بزرگ نے اپنے اور بزرگ نے انھیں بہت
 سمجھایا مگر انھوں نے کہا اگر مجھے علاحدگی نہیں ملی تو میں بے موت مر جاؤں گی اور اس
 خون ناحق کے ذمہ دار آپ لوگ ہوں گے۔ بزرگ نے اس سے سات دن کی مہلت
 لی۔

وہ بزرگ اہلیہ صاحبہ کی جدائی کے تصور سے متفکر تھے اور فیصلہ کرنے میں
 میں صرف ایک شب تھوڑا۔ انھوں نے اپنا معاملہ رب تعالیٰ کے سپرد کیا۔ اور
 صدق دل سے اسی کی جانب راجع ہو کر یہ دعا تین بار پڑھی۔

اللھم یا عالم الخفیات ویا سامع الاصوات ویا من بیدہ ملکوت الارض و
 السموات ویا مجیب الدعوات اسئلک ویا مستجیر اجزئی

فرماتے ہیں کہ اس دعا کو پڑھنے کے بعد میں مصلے پر رو بہ قبلہ بیٹھا تھا ،
نصف شب کے وقت بیوی میرے کمرے میں آئی اور میرے پیروں پر گھر کر کہنے
لگی میں خدا کے لئے تم سے معافی مانگتی ہوں ، اور اپنے فعل سے تائب ہو کر تمہاری
رضا چاہتی ہوں ۔ اور رب تعالیٰ سے بھی توبہ کی درخواست کرتی ہوں ۔

میں نے کہا جب تک میں تمہاری تبدیلی کا سبب نہ جان لوں اس
وقت تک کچھ نہیں کہہ سکتا ۔ بیوی نے بیان کیا کہ ابھی میں نے خواب میں ایک
شخص کو دیکھا ایک ہاتھ میں کوڑا سنبھالے دوسرے میں چھری لئے ہوئے میرے پاس
آیا اور کہا اگر تو اپنے ارادہ سے باز نہیں آئے گی تو میں تجھے دج کر ڈالوں گا ۔
اور مجھے تین کوڑے رسید کئے ۔ میں ڈر سے جاگ گئی ۔ اور کوڑوں کی
ضرب کا اثر میرے قلب پر موجود تھا ۔ تھوڑی دیر بعد میں پھر سو گئی ۔ تو دوبارہ
پھر اسی شخص کو اسی حالت میں دیکھا ۔ وہ کہہ ہا تھا میں نے تجھے نصیحت کی تھی یا
نہیں ؟ میں نے تجھے کسی کام کا حکم دیا تھا یا نہیں ۔ اور کوڑا بلند کر کے مارنے
والا تھا کہ میں پھر بیدار ہو گئی ۔ اور اب بھاگ کر تمہارے پاس آئی ہوں ۔
میں نے دیکھا اس کی پشت پر تین ضرب کے نشانات موجود تھے ۔ میں نے
کہا ، دنیا و آخرت میں تجھ سے راضی ہوا ۔ اللہ تعالیٰ ابھی تجھ سے راضی ہو ۔

بیوی صاحبہ نے کہا ۔ میں شکریہ میں ، میں اپنا مہر تمہارے لئے معاف
کرتی ہوں ۔ اور زیور اور کپڑے فقراء کے لئے وقف کرتی ہوں ۔ صبح ہوئی
تو اپنی بات پڑی کی ۔ اور میں رب تعالیٰ کی عنایت پر اس کا شکریہ گزارا ہوا ۔
اس کے بعد وہ میرے ہمراہ سات سال رہ کر وصال پا گئی ۔ بعد وفات میں نے
اسے عمدہ عمدہ لباس و زیورات میں دیکھا : وہ کہہ ہی نہتی خدائے تعالیٰ نے مجھے
جو نعمتیں بخشی ہیں تم دیکھ ہی رہے ہو ۔ اب میں تمہاری ملاقات کا انتظار کر رہی ہوں
جیسے تم مجھ سے خوش ہوئے ، اللہ اسی طرح تم سے خوش ہو ۔

خدا شناس کمیز

ایک فقیر کی نہایت فرمانبردار کمیز تھی۔ فرماتے ہیں میں جو حکم دیتا بجالاتی
میں نے اس سے ایک دن کہا کہ کوئی شعر پڑھ، اس نے پڑھا :
فَلَوْلَاکِ یَا لَیْلٰی وَلَوْلَاکِ یَا نَعْنٰی وَلَوْلَاکِ مَا طَبْنَا وَلَا طَابَ الدُّنْیَا
(اے لیلیٰ! اے میرا سرمایہ اگر تو نہ ہوتی اور اگر تو نہ ہوتی تو نہ ہم خوش ہتے نہ دنیا ہی اچھی لگتی)
شعر سن کر میں بہت خوش ہوا۔ اور میں نے کہا بتا میں تجھے کیا انعام دوں۔ ؟
اگر میں تجھے آزاد کر کے کچھ سرمایہ تجھے دے دوں تو کیا تو خوش ہو جائے گی۔ ؟
کمیز نے کہا : اے میرے آقا، میرا مقصود و مراد تو آپ ہیں، اور اگر آپ نے مجھے
آزاد کر دیا پھر تو یہ مجھ پر ایک عظیم انسان ہوگا۔ اور میں نعمت والے کو پھوڑ کر نعمت کی طرف
آنکھ اٹھانے والوں میں نہیں ہوں۔ میں نے کہا تو اللہ کے لئے آزاد ہے، او
اس گھر کے اندر جو بھی ہے سب تیرا ہے۔ اس واقعہ سے میرا دل بھر آیا اور فوراً میں
سفر میں روانہ ہو گیا۔ جب بھی مجھے اس کا خیال آتا تو کمیز کی یاد تیر کے مانسہ
دل میں پیوست ہوتی تھی۔ اس زمانے میں میں نے عجیب عجیب حالات دیکھے۔
— ایک سال بعد جب میں واپس آیا تو میں نے اس کمیز کو اُپنی حالت میں پایا۔
وہ سات سات دن کا روزہ رکھتی تھی، اور ماہ میں صرف چار روز کھانا کھاتی تھی۔
پھر میں نے اس سے نکاح کیا، اور ایک برس اس کے ساتھ رہا، وہ میری خدمت
کرتی، اور میری ضرورتوں کی نگہداشت کیا کرتی تھی، دوسرے سال وہ فوت
ہو گئی، رحمۃ اللہ علیہا (ص ۳۸۰)

مسلمانوں کی خیر خواہی میں

حضرت ابوالحارث اولاسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ میں قیدیوں

کی رہائی کے تمام پر حاضر ہوا — میں نے دیکھا کہ جو بھی قیدی رہا ہوتا ہے۔ سلطانی خزانے سے اسے کچھ رقم دی جاتی ہے جسے وہ لے کر جاتا ہے۔ انہی میں ایک شیخ بھی لائے گئے اور ان کے لئے بھی دراہم پوشاک اور کھانے کی چیزیں لائی گئیں مگر انہوں نے ان میں سے کوئی چیز قبول نہیں کی۔ حضرت ابوالحارث ان کے پیچھے پیچھے چلے۔ اور ان کے پاس جو کچھ طلال و طیب مال تھا شیخ کے حضور پیش کیا۔ اور کہا اللہ تعالیٰ کا شکر و احسان ہے کہ اس نے روئے زمین کو اولیاء اللہ سے خالی نہیں رکھا۔ مگر انہوں نے قبول نہیں کیا۔ ابوالحارث کا بیان ہے کہ انہوں نے ساحل کی ریت پر ہاتھ مارا تو ریت سرخ و سبز یا قوت میں تبدیل ہو گئی اور مجھ سے مخاطب ہو کر فرمایا:

”اپنے مالک بولا کے ساتھ جس کا یہ معاملہ ہو وہ درہموں کا محتاج نہیں ہوتا، حضرت ابوالحارث: یا حبیبی! اس کے باوجود آپ ملک روم (کفار کی عسکری) میں کیوں کر گئے؟ میں نے رب تعالیٰ کے ساتھ ایک عہد میں خطا رکھی، اور ادب ملحوظ نہیں رکھا اسی جرم کی سزا میں مقید ہوا پھر جب میں نے توبہ کی تو رحمن و رحیم پر دُکالنے تو بے قبول فرمائی — مگر مجھے پھر شرم آئی کہ میں تو روم سے بھلے آؤں اور مسلمان وہیں قید ہیں۔ اس وجہ سے ان تمام کی رہائی تک میں وہیں رہا۔

(رضی اللہ تعالیٰ عنہ و نفعنا بہ آمین) (ص ۳۸۱)

مددگار رسول صلی اللہ علیہ وسلم،

ایک لی اللہ کا بیان ہے کہ میں مکہ معظمہ میں تھا، میرے پاس ایک مسنی حاجی تشریف لائے، اور فرمایا میں تمہارے لئے ایک ہدیہ لایا ہوں — پھر اپنے ایک ہمراہی سے کہا، تم اپنا واقعہ بیان کرو۔ اس نے کہا:

”میں صنعاء سے حج کے لئے چلا، حجاج کی جماعت ساتھ تھی“ ایک شخص نے کہا۔ جب تم رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زیارت کا

شرف پاؤ تو ہمارا بھی صاۃ و سلام بارگاہِ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور خلفائے رسول اللہ حضرت ابوبکر و حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہما کے حضور پیش کرنا۔۔۔ میں جب مدینہ طیبہ حاضر ہوا تو اس شخص کا سلام پہنچانا بھول گیا۔۔۔ واپسی میں جب ہم ذوالحلیفہ پہنچے، اور احرام باندھنے کا ارادہ کرنے لگے اس وقت مجھے اس شخص کی امانت یاد آئی۔۔۔ میں نے اس وقت اپنی سواری اپنے ساتھیوں میں سے ایک کے حوالے کی اور ان سے کہا کہ تم اسے سنبھالو میں مدینہ طیبہ ہو کر آتا ہوں۔

میں طیبہ واپس گیا اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور سیدنا ابوبکر صدیق و سیدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو اس شخص کا سلام پہنچایا۔۔۔ اس وقت تک بہت رات ہو چکی تھی۔ ایک آنے والے نے مجھے بتایا کہ ذوالحلیفہ کا قافلہ روانہ ہو چکا۔ میں مسجد شریف کی طرف لوٹ آیا اور اس نمکر میں پڑا کہ کسی دوسرے قافلہ کے ہمراہ چلا جاؤں گا۔ سو یا تو رات کے آخری حصہ میں مجھے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور شیخین کریمین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی زیارت ہوئی۔ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: یا رسول اللہ وہ آدمی یہی ہے۔ سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میری جانب متوجہ ہوئے اور ارشاد فرمایا: ابوالوفاء! میں نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ! میری کنیت ابوالعباس ہے۔ فرمایا ام ابوالوفاء ہو۔ اور پھر رسول رحمت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے دست مبارک میں میرا ہاتھ پکڑ کر مجھے مسجد بیت احرام میں پہنچا دیا۔۔۔ میں مکہ معظمہ میں آٹھ روز رہا۔ اس کے بعد میرے ساتھیوں کا قافلہ پہنچا۔

(رضی اللہ تعالیٰ عنہ)

(ص ۳۸۱-۳۸۲)

عارف باللہ حضرت ابراہیم کرمانی

رضی اللہ عنہ

ایک بزرگ اپنے ساتھیوں کے ہمراہ کوہ لبنان پر عباد و زہاد کی زیارت کے ارادے سے گئے۔ انھیں پاؤں میں چوٹ لگ گئی۔ ایک چٹان پر بیٹھ رہے۔ ساتھیوں نے کہا ہم اطراف کی سیر کر کے ابھی آجاتے ہیں۔ مگر وہ لوگ دوسرے روز بھی ان کے پاس نہیں آئے۔ بزرگ فرماتے ہیں:

”میں تہنار ہا وضو کے لئے پانی تلاش کیا تو نیچے ایک چشمہ ملا، نماز پڑھنے لگا تو کہیں سے قرأت کی میٹھی آواز کانوں میں پڑی۔ نماز پڑھ کر آواز کی طرف گیا تو غاسکے اندر ایک نابینا شخص کو دیکھا۔ سلام کیا۔ جواب دیکر انھوں نے پوچھا، تم جن ہو یا انسان —؟ میں نے کہا انسان ہوں، فرمایا لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ“

یہاں تیس سال میں میرے پاس آنے والے تم پہلے آدمی ہو۔ پھر فرمایا تم شاید تھکے ہو۔ سو جاؤ۔ میں غار کے اندر گیا تو وہاں تین قبریں تھیں وہیں سو ہا۔ ظہر کا وقت ہوا تو انھوں نے مجھے پکارا کہ اللہ تعالیٰ تم پر رحم فرمائے نماز کا وقت ہے۔ میں نے نماز کے وقت کا ان سے زیادہ علم رکھنے والا نہیں دیکھا — میں نے ان کے ساتھ نماز پڑھی، وہ عورتک پڑھتے رہے، عصر بعد کھڑے ہو کر یہ دعا مانگی:

اللّٰهُمَّ اَصْلِحْ اُمَّةَ مُحَمَّدٍ اَللّٰهُمَّ اَرْحَمْ اُمَّةَ مُحَمَّدٍ اَللّٰهُمَّ
فَرِّجْ عَنْ اُمَّةِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم

مغرب کی نماز سے فراغت کے بعد میں نے ان سے دریافت کیا یہ دعا آپ کو کہاں سے پہونچی؟ فرمایا: جو شخص دن میں تین بار اس دعا کو پڑھ لے اللہ تعالیٰ اس کو ابدال میں داخل کرے گا۔

میں نے پھر عرض کیا یہ دعا آپ کو کس نے تعلیم فرمائی - ؟
 فرمایا : تیرا ایمان اس جواب کو بڑاشت نہیں کر سکے گا۔
 عشاء کی نماز کے بعد پوچھا کیا کچھ کھاؤ گے۔ میں نے عرض کیا۔ ہاں۔ فرمایا غار
 کے اور اندر چلے جاؤ اور جو کچھ میسر ہو کھا لو۔ — وہاں میں نے دیکھا
 کہ پتھر پر اخروٹ، منقحی، انجیر، سیب وغیرہ فروٹ الگ الگ رکھے ہیں۔
 میں نے ان میں سے خواہش کے مطابق کھایا۔ — وہ بزرگ رات بھر
 مشغول عبادت ہے۔ سحر کے وقت انھوں نے نماز وتر پڑھی۔ پھر کچھ تناول
 کیا، اور بیٹھے اور نماز صبح پڑھ کر بیٹھے ہی بیٹھے سو گئے۔ — آفتاب
 طلوع ہونے کے بعد جب دوزخہ بلند ہو گیا تو وہ بیدار ہو گئے۔ — اور خود
 کر کے پھر غار میں آ گئے۔ میں نے ان سے پوچھا۔ یہ میوے یہاں کہاں سے
 آتے ہیں۔ — ؟ اتنے لذیذ میوے تو میں نے زندگی میں نہیں کھائے
 فرمایا تم خود اپنی آنکھوں سے دیکھ لو گے کہ یہ کہاں سے، کس طرح آئے
 — اس وقفہ میں ایک پرندہ آیا جس کے دونوں بازو سفید،
 سینہ سرخ اور گردن ہری تھی، اس کے منہ میں منقحی تھا اور پنجوں میں اخروٹ
 اس نے منقحی منقوں میں اور اخروٹ اخروٹوں میں رکھ دیا۔ پرندہ کی آہٹ
 پا کر فرمایا۔ دیکھا تم نے، یہ پرندہ میرے پاس یہ اشیاء تیس سال سے
 ہر روز سات بار لاتا ہے اور اب تم بھی ہو تو روزانہ پندرہ بار لائے گا۔

لے حضرت امام یافعی رضی اللہ عنہ تحریر فرماتے ہیں، امام عارف باللہ شیخ ابوالحسن شاذلی
 رضی اللہ عنہ و دیگر اہل عرفا فرماتے ہیں کہ جو شخص مندرجہ ذیل دعا روزانہ پڑھے تو وہ ابراہیم
 لکھ لیا جاتا ہے۔ — دعا یہ ہے اللھم اغفر لاصطفیٰ محمد اللھم ارحم امة محمد
 اللھم استر امة محمد اللھم اجبر امة محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
 انہی حضرات کا ایذا ہے کہ یہ دعا حضرت خضر علیہ السلام کی ہے۔

اور اب اس کہانی کے لئے مجھے معاف رکھو۔ ان کا لباس کیلے کے پتوں جیسا درخت کی چھال کا تھا۔ جس کے متعلق فرمایا کہ یہی پرندہ عاشورہ کے دن اس چھال کے دس ٹکڑے لالہ ہے جسے ایک بڑی سوئی کے ذریعہ سنی کر لباس بنالیتے ہیں۔ ان کے پاس بڑی سوئی کے علاوہ ایک پتھر تھا جس کی گہرائی میں پانی رکھ کر بالوں پر لگانے سے بال صاف ہو جاتے تھے۔ ایک روز میرے سلسلے ہی ان کے پاس سات آدمی آئے جن کی آنکھیں لمبائی کی جانب کھینچی ہوئی، سرخ سرخ تھیں، جسم پر ان کے بالوں ہی کا لباس تھا۔ بزرگ نے مجھ سے فارسی زبان میں فرمایا۔ ان سے نہ گھبرانا یہ مسلمان جن ہیں۔ ان میں سے ایک نے انھیں سوہ طہ دوسرے نے سوہ فرقان سنائی اور تیسرے نے سوہ قرآن کی کچھ آیات سیکھیں اور پھر سب چلے گئے۔

حضرت کو میں نے سجدے کے اندر بعض اوقات یہ دعا کرتے سنا۔

اللَّهُمَّ اٰمَنْنِ عَلٰی بِاِقْبَالِیْ عَلَیْکَ وَ اِصْغَانِیْ اِلَیْکَ وَ اِنْصَاقِیْ لَکَ وَ اَلْفَهْمِ عَنْکَ وَ اَلْبَصِیْرَةِ فِیْ اَمْرِکَ وَ اَلتَّفَافِیْ خِذْ مِنْکَ وَ حَسِّنِ الْاَدَبَ فِیْ مُعَامَلَتِکَ

یہ دعا باواز بلند پڑھا کرتے تھے۔ میں نے پوچھا یہ دعا آپ نے کس سے سیکھی۔؟ فرمایا یہ دعا مجھے اہام میں بتائی گئی ایک شب میں اس دعا کو پڑھ رہا تھا کہ ہاتھ کی آواز سنائی دی کہ یہ دعا جب مانگو تو اونچی آواز سے مانگنے میں مقبولیت ہے۔ راوی کہتے ہیں کہ میں چوبیس روز وہاں ان کے پاس رہا۔ اس کے بعد انھوں نے مجھ سے پوچھا، اپنا ماجرا بیان کرو کہ یہاں کیسے پہونچے۔؟ جب میں نے سرگزشت بتائی تو فرمایا اگر یہ پہلے سے معلوم ہوتا تو تمہیں میں اتنے دنوں روک کر تمہارے ساتھیوں کو زحمت میں نہ ڈالتا۔ مجھے واپسی کا راستہ نہیں

معلوم تھا۔ زوال کے وقت مجھ سے کہا کہ اٹھو چلو — میں نے عرض کیا،
کچھ نصیحت فرمائیں، فرمایا:

”ادب سیکھو، اور بھوکا پیاسا رہنے کی عادت ڈالو مجھے امید ہے
کہ تم قوم (اہل اللہ) سے جا ملو گے،، اور مجھے ایک ہدیہ بھی دیا۔۔۔ وہ
یہ کہ۔ فرمایا:

طواف زیارت کے روز مقام ابراہیم اور زمزم کے درمیان تلاش کرو ایسا
ایسا شخص ملے گا، ان سے میرا سلام عرض کرنا، اور اپنے حق میں دعا کی درخواست
کرنا،،

مجھے غار سے ساتھ لے کر نکلے۔ وہاں پر ایک درندہ منتظر تھا، اس سے کچھ فرمایا
جو میں نہ سمجھ سکا۔ اور مجھے حکم دیا کہ اس جانور کے پیچھے پیچھے چلے جاؤ۔ جہاں جا کر
رک جائے وہاں سے دائیں بائیں نگاہ اٹھانا تمہیں راستہ مل جائے گا۔
درندہ جہاں رکائیں نے وہاں سے داہنے دیکھا تو دمشق کی گھائی نظر آئی۔ میں
جامع دمشق میں گیا ساتھیوں سے ملاقات ہوئی۔ میں نے ان سے حضرت
کا ذکر کیا۔ اور پھر وہ سب اور بہترے لوگ میرے ساتھ حضرت کی زیارت کے
اشتیاق میں نکلے۔ تین روز تک متواتر گزراں رہے مگر پتہ نہیں چلا۔ اس سے
سمجھا گیا کہ حضرت کا مسکن صرف میرے لئے ظاہر کیا گیا تھا، اوروں کے لئے مستور
ہو گیا۔

اس کے بعد میں ہر سال حج میں جاتا اور زمزم و مقام ابراہیم کے مابین
طواف زیارت کے دن تلاش کرتا۔ نویں سال کے حج میں بعد عصر ملاقات
نصیب ہوئی۔ میں نے انہیں سلام کیا۔ انھوں نے جواب دیا۔ پھر میں
نے درخواست دعا کی، انھوں نے میرے حق میں دعائیں کیں، پھر میں عرض گزار
ہوا، ابراہیم کرمانی آپ کو سلام کہتے ہیں، انھوں نے تعجب سے پوچھا تم
نے انہیں کہاں دیکھا۔؟ میں نے عرض کیا کوہ لبنان کے غار میں، پھر فرمایا

رحمۃ اللہ۔ میں نے پوچھا کیا ان کا انتقال ہو گیا، فرمایا ابھی ابھی انہیں ان کی نماز پڑھ کر ان کے بھائیوں کے ساتھ دفن کیا ہے۔ ہم جب انہیں غسل دے رہے تھے تو ان کے لئے میوے لانے والا پرندہ آکر گرہا اور پھر پڑا کر وہ بھی مر گیا۔ ہم نے اسے بھی ان کے پائنتیں دفن کر دیا۔ یہ کسکر وہ بزرگ طواف کرنے چلے گئے۔ اس کے بعد میں نے ان کی کبھی زیارت نہیں کی۔ (رضی اللہ عنہم و نفعنا بہم آمین)

(ص ۳۸۲-۳۸۴)

ایک بزرگ اپنے احباب کے ساتھ کشتی پر سوار تھے۔ کشتی روانہ ہوئی تو ہوا بند ہو گئی۔ ملاعوں نے کشتی پھر لوٹا کر ساحل کے پاس روک دی۔ فرماتے ہیں۔ میرے قریب ایک خوبصورت جوان بیٹھا تھا، کشتی سے اتر کر ساحل پر درختوں کے جھنڈ میں داخل ہوا، پھر کچھ دیر بعد واپس آ گیا۔ غروب آفتاب کے وقت مجھ سے اور میرے ساتھیوں سے مخاطب ہو کر کہا "میری موت کا وقت آگیا ہے آپ لوگوں سے مجھے کچھ کام ہے۔ ہم نے پوچھا کیا کام ہے؟" کہا میں انتقال کر جاؤں تو اس میری پوٹلی میں بوکڑے ہیں، ان کا مجھے کفن دے کر میرے جسم کا لباس اور میرا یہ لوٹا اپنے پاس رکھ لیں۔ آپ حضرات جب شہر صوم میں وارد ہوں، اور وہاں جو پہلا شخص آپ لوگوں سے مل کر یہ کہے کہ میری امانت لاؤ، اسے حوالے کر دیں۔

ہم لوگ نماز مغرب سے قاہرہ ہوئے اور اسے جنبش دی تو اس کا جسم بے جان تھا۔ کنارے لیجا کر غسل دیا، اور پوٹلی کھولی تو اس میں دو سبز کپڑے زریں تحریر سے مزین تھے۔ اور ایک سفید کپڑا تھا۔ اور ایک تھیلی جس میں کچھ رکھا ہوا تھا، صورتہ کافور تھا مگر خوشبو مشک کی طرح تھی۔ ہم نے کفن پہنا کر کافور ملا، اور جاناہ کی نماز پڑھ کر اسے دفن کیا۔ ہم لوگ شہر صوم پہنچے تو ایک خوبصورت

بے ریش نوجوان ہمارے پاس آیا، جس کے کپڑے پسینے سے شہر ہو رہے تھے۔ سر پر ریشم کا رومال باندھے ہوئے تھا۔ یہیں سلام کر کے کہا میری امانت لاؤ۔ ہم نے پوٹلی اسے دے دی۔ ہم نے نوجوان سے کہا برائے مہربانی تھوڑی دیر کے لئے ہمارے ساتھ اس مسجد میں چل کر ہماری ایک مشکل حل کر دو۔ وہ راضی ہو گیا۔ ہم نے پوچھا وہ نوجوان جن کا کشتی میں انتقال ہوا کون تھے — ؟ اور آپ کون ہیں — ؟ اور انھیں وہ کفن کس نے دیا تھا — ؟

جواب دیا: وہ چاریس ابدال میں سے ایک تھے، میں ان کا جانشین ہوں، او انھیں وہ کفن حضرت خضر علیہ السلام نے لا کر دیا تھا، اور حضرت خواجہ خضر ہی نے انھیں ان کی موت کے بارے میں بھی بتایا تھا۔

راوی بزرگ فرماتے ہیں کہ نوجوان نے اپنے ماسبق ابدال کے لباس پہنے، اپنے کپڑے ہمیں دیے، اور کہا اگر آپ انھیں نہ پہنیں تو فروخت کر کے صدقہ کر دیں — ہم نے لے لئے اور ان میں سے پاجامہ ایک بیچنے والے کو دیا۔ تھوڑی دیر بعد وہ شخص ایک جماعت ہمراہ لئے ہمارے پاس آیا — اور ہمیں ساتھ لے کر ایک وسیع مکان میں گیا۔ وہاں ایک بہت بڑی جماعت موجود تھی، اور ایک ضعیف مرد بیٹھے رہتے تھے، اندر سے خواتین کے رونے کی آواز آرہی تھی — ہم لوگ جب ضعیف مرد کے پاس گئے تو انھوں نے پاجامہ اور کمر بند کے بارے میں دریافت کیا۔ میں نے شروع سے آخر تک سارا واقعہ بتایا، سن کر وہ سجدے میں گر پڑے پھر سر اٹھا کر کہا، شکر ہے اس رب کا جس نے میری پشت سے ایسا جو امر پیدا کیا۔ پھر ان کی ماں کو بلایا اور کہا ان سے بھی سارا واقعہ بتاؤ، ہم نے بیان کیا، ضعیف مرد نے پھر کہا اللہ تعالیٰ کا شکر کہ جس نے مجھے ایسا فرزند بخشا، راوی کہتے ہیں، اس کے کئی سال بعد میں ایک دن وفات میں کھڑا تھا اچانک سر پر ریشمی رومال باندھے ایک نوجوان نے سلام کیا اور پوچھا مجھے پہچانتے ہیں — ؟ میں نے نفی میں جواب دیا — کہنے لگا میں وہی ہوں جسے آپ نے شہر صور میں امانت لا کر ہو چکانی تھی

پھر وہاں سے یہ کہتے ہوئے غائب ہو گئے کہ میرے احباب میرے منتظر نہ ہوتے تو میں آپ کے پاس کچھ اور ٹھہرتا۔

نوجوان کے جانے کے بعد میرے پاس ایک مغربی شیخ تشریف لائے — میں ان سے واقف تھا، وہ ہر سال حج کے لئے آیا کرتے تھے۔ انھوں نے مجھ سے، پوچھا، تم اس شخص کو کیسے جانتے ہو۔ میں نے جواب دیا یہ چالیس ابدال میں سے ایک ہیں — شیخ نے فرمایا۔ نہیں بلکہ اب تو وہ دس میں سے ایک ہیں، ان ہی کے طفیل لوگوں پر بارش ہوتی ہے اور بندوں کی مشکل حل ہوتی ہے۔

(رضی اللہ تعالیٰ عنہ و نفعنا بہ آئین، ص ۳۸۴-۳۸۵)

مومن کے سات قلعے

ایک بزرگ اپنے دس ساتھیوں کے ساتھ کوہ لکام پر کئی روز تک سیر کرتے رہے۔ ایک دن پہاڑ سے اتر کر ایک میدان میں گئے، جہاں شیریں پانی کا ایک تالاب رواں تھا، کنارے سنگ مرمر کی بنی ہوئی ایک مسجد بھی تھی، مسجد کے ایک پتھر کے نیچے سے پانی نکل نکل کر اس تالاب میں گرتا تھا۔ وہ فرماتے ہیں:

”ہم لوگ مسجد میں با بیٹھے، ظہر کا وقت آیا تو ایک شخص نے آکر اذان کہی اور مسجد میں داخل ہو کر ہمیں سلام کیا پھر دو رکعت نماز پڑھی، اور اقامت کہی: اسی وقت ایک شیخ تیس افراد کی جماعت کے ساتھ مسجد میں آئے اور محراب میں جا کھڑے ہوئے، اور نماز پڑھا کر واپس چلے گئے۔ کبھی سے کچھ بات نہیں کی

عصر کا وقت آیا تو ہم لوگوں نے ہی اذان کہہ کر نماز پڑھی، اور کوئی نہیں آیا۔ مغرب کے وقت پھر اسی موزن نے اذان کہی، اور شیخ نے آکر نماز پڑھائی۔ اس کے بعد شفیق سرخ غائب ہونے تک نماز میں مشغول رہے

پھر اذان دی گئی، اور عشار کی نماز پڑھا کر تشریف لے گئے۔

تھوڑی دیر بعد انہی لوگوں میں سے ایک شخص کچھ لے کر آیا، اور مسجد کے ایک گوشے میں رکھ کر ہم سے کہا چلے! اللہ تعالیٰ آپ لوگوں پر رحم فرمائے! ہم لوگ گئے تو دیکھا کہ سفید دسترخوان کے اندر سبز مرد کے سر پوش سے سرخ یا قوت کا خواجہ ڈھکا ہوا ہے اور اس میں شریہ جیسا کوئی کھانا آراستہ ہے ہم نے کھا با مگر اس میں کوئی کمی نہیں آئی۔ صبح کو وہی شخص آیا اور خواجہ لے گیا۔ اس کے بعد اذان و اقامت کہی اور شیخ نے نماز پڑھائی۔ اور محراب میں بیٹھے بیٹھے قرآن مجید تم کیا۔ اس کے بعد رب تعالیٰ کی حمد ثنا کر کے عمدہ دعا مانگی۔

اور فرمایا: اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں پر دو فریضے عائد کئے ہیں اور لوگ اس سے غافل ہیں۔

میں نے عرض کیا: رب تعالیٰ آپ پر رحم فرمائے وہ فریضے کیا ہیں؟
فرمایا: خدا تمہاری شکستگی و رگڑے بیٹے آگے بڑھ آؤ! ہاں سنو! رب جلیل جل جلالہ نے فرمایا ان الشیطن لکم عدو دیشک شیطان تمہارا کھلا دشمن ہے، اس کی مذمت کی اور تمہیں اسے دشمن ہی بنائے رکھنے کا حکم دیا۔ اور فرمایا یا تجدد وہ عدو (اسے دشمن ہی بنائے رکھو) میں نے عرض کیا: ہم شیطان کو دشمن کیسے بنائے رکھیں، اور اس سے کس طرح محفوظ رہیں۔

فرمایا: سن (اللہ تجھ پر رحم فرمائے) رب تعالیٰ نے ہر مومن کے لئے سات قلعے بنائے ہیں۔

(۱) سونے کا قلعہ۔۔۔ وہ معرفت الہی ہے۔

(۲) چاندی کا قلعہ۔۔۔ وہ ایمان ہے۔

(۳) فولاد کا قلعہ۔۔۔ وہ توکل علی اللہ ہے۔

وہ شکر و رضا ہے

(۳) اس کے گرد پتھر کا قلعہ

وہ امر و نہی کی بجا آوری ہے۔

(۵) اس کے گرد اینٹوں کا قلعہ

وہ صدق و اعلا ہے

(۶) اس کے گرد زمرہ کا قلعہ

(۷) اس کے گرد آبدار موتیوں کا قلعہ - وہ اصلاحِ نفس اور حسنِ ادب ہے

مومن ان سات قلعوں کے اندر ہے، اور ابلیس ان کے باہر کھڑا کتے کی طرح بھونکتا ہے، اور مومن اس سے بے پرواہ ہے کیونکہ وہ ان مضبوط قلعوں میں محفوظ ہے اس لئے مومن کو چاہئے کہ کسی حال میں اپنے نفس کی اصلاح ترک نہ کرے۔ اور کاہلی نہ برتے، کیونکہ جو نفس کی اصلاح چھوڑ دیتا ہے، اور اس بارے میں سستی کرتا ہے اسے شرمندگی اٹھانی پڑتی ہے، مزید برآں ترکِ ادب کی وجہ سے شیطان درپے آزار ہو جاتا ہے اور اسے اپنا نشانہ بناتا ہے۔ تاکہ پہلے قلعہ پر قبضہ نہ لیتا ہے۔ پھر دوسرے پر اور اسی طرح اس سے یکے بعد دیگرے تمام قلعے چھین لیتا ہے۔ اور ترکِ ادب کے باعث مومن کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے خسارہ اور شرمندگی اٹھانی پڑتی ہے۔ جب وہ ساتوں قلعے چھین لیتا ہے تو اسے کفر میں پھنسا دیتا ہے۔ تاکہ ہمیشہ کے لئے داخلِ جہنم کرے۔ نعوذ باللہ من ذلک۔ ہم رب تعالیٰ سے توفیق اور حسنِ ادب کی درخواست کرتے ہیں

میں نے عرض کیا: کچھ موعظت فرمائیں — فرمایا، جبرک اللہ، ہاں اللہ تعالیٰ کی رضا میں کوشش کرو، جتنی کوشش نفس کی رضا کے لئے کرتے ہو، دنیا کا کام اس کی زندگی کے لحاظ سے کرو، اور اللہ تعالیٰ کی اطاعت اس قدر کرو، جتنی تمہیں اس کی حاجت ہے۔ اور ابلیس کی پٹری اتنی کرو جتنا وہ تمہارا خیر خواہ ہے۔ اور اس کی خیر خواہی فریب ہے، اور گناہ اتنا ہی کرو جس قدر دوزخ کو بڑا اشت کر سکے۔ اور زبان کو ایسی باتوں سے محفوظ رکھو جن میں ثواب نہیں ہے، جس طرح تم بے نفع تجارت سے بچتے ہو۔

چار خیریں چار قوتوں تک کے لئے چھوڑ دو، پھر تم بے نیاز ہو جاؤ گے کہ موت کب آئے گی

(۱) خواہشاتِ نفس کو جنت میں پہنچنے تک کے لئے۔

(۲) نیند کو قبر میں پہنچنے تک کے لئے

(۳) آرام کو پل صراط سے گزرنے تک کے لئے

(۴) اور خیر کو اعمال تو لے جانے تک کے لئے

اس کے بعد شیخ بزرگ اٹھ کر تشریف لے گئے — ہم لوگ اس روز بھی وہیں رہے، رات ہوئی تو وہی شخص ہی کھانا لایا۔ چوتھے روز ہم نے شیخ سے اجازت لی۔ انھوں نے فرمایا۔

اے جوانو! یہاں حال پوشیدہ رکھنا۔ اللہ تعالیٰ دارین میں تمہاری عیب پوشی فرمائے۔ ہم وہاں سے رخصت ہو کر پھلوں سے لدے ہوئے درختوں سے ہوتے ہوئے نہر کے کنارے آئے، وہاں آنکھوں سے اندھا ایک پرندہ دیکھا، جسے شہد کی مکھیاں آکر شہد کھلاتی تھیں، پرندے کے منہ سے کچھ شہد گر گیا تو میں نے اٹھا کر چکھ لیا اور واپس لوٹ آئے (رضی اللہ تعالیٰ عنہ وعن مبیع الصالحین و نفعنا بہم) (ص ۳۸۶ - ۳۸۷)

امام یا فاضل رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

ابلیس کبھی مومن کے بعض قلعوں پر قابض ہو کر اسے فسق میں مبتلا کرتا ہے جس کا نتیجہ جہنم ہے، اگرچہ اس میں ہمیشہ رہنا نہ ہو، کبھی غلبہ کفر کے ایمان کو ضعیف کرتا ہے، اس وقت اگرچہ ایمان کا بل والوں کے درجے سے گہرا جاتا ہے خواہ سخت نار نہ ہو، ان قلعوں کے درمیان اسی قسم کا فرق ہے۔
— مثال کے طور پر معرفت اور ایمان کے قلعے مسخر کرنا دوسرے قلعوں کی طرح نہیں ہے، بلکہ یہ سخت ہے، یونہی باقی قلعوں میں بھی فرق ہے، مثلاً صدق و اخلاص کے قلعوں پر شیطان کا قابض ہونا، امر و نہی کے قلعہ پر قبضہ جیسا نہیں ہے۔

مگر جب تک ایمان و توکل کا قلعہ باقی رہے، بندہ پر شیطان حاوی

نہیں ہوتا جیسا کہ فرمان خداوندی ہے :

اِنَّهٗ لَيْسَ لَهُ سُلْطٰنٌ عَلٰی الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا
وَعَلٰی رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ ۝
(النحل ۱۶/۹۹)

بیشک شیطان کو قدرت نہیں، ایمان والوں پر اور ان لوگوں پر جو رب تعالیٰ پر توکل رکھتے ہیں۔

(ص ۳۸۷ - ۳۸۸)

اور یہی وہ لوگ ہیں جو عبد کل کہے جاتے ہیں، جیسا کہ ارشاد رب العالمین ہے :

اِنَّ عِبَادِيْ لَيْسَ لَكَ عَلَيْهِمْ
سُلْطٰنٌ (اسراء ۱۷/۶۵)

بیشک میرے کامل بندوں پر تجھے قدرت نہیں ہے۔

یہی حضرات سچے مومن بھی ہیں جیسا کہ فرمان الہی ہے۔

اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ اِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ
وُجِلَتْ قُلُوْبُهُمْ اِذَا تَلٰتِ عَلَيْهِمُ
اٰيٰتُهُ زَادَتْهُمْ اِيْمٰنًا وَعَلٰی
رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ
(الانفال ۲/۸)

مومن وہ ہیں کہ جب ان کے سامنے اللہ کا ذکر کیا جائے تو وہ ڈرجائیں اور جب اللہ کی آیتیں پڑھی جائیں تو ان کا ایمان تازہ ہو جائے اور اپنے رب ہی پر توکل کریں۔

آخر میں ارشاد فرمایا ہے۔

اولئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ حَقًّا
اور کبھی ایک ہی قلعہ کالے لینا کفر کا موجب اور غلو فی النار کی وجہ بن جاتا ہے، جیسے ایمان کا قلعہ، لیکن اس ایمان کے قلعہ تک پہنچنے کے لئے اس کے اطراف اگر اور قلعے موجود ہوں تو پہلے ان کا ہاتھ سے جانا ضروری ہے۔

فَسَالِ اللّٰہَ الْکَرِیْمَ التَّوْفِیْقَ وَ الْہِدٰی وَ السَّلٰمَۃَ مِنْ لَزِیْعِ الدَّرَدِ

(ص ۳۸۸)

شخص آئے، ان میں سے ایک کا قد میری طرح تھا، اور دوسرے ہم لوگوں سے بہت دراز قد اور قوی الجثہ تھے، ان کی پیشانی ایک ہاتھ سے زیادہ کشادہ تھی۔ اس پر ایک چوٹ کا نشان تھا جو سلی گئی تھی۔ جو شخص میری طرح تھے وہ سلام کر کے میرے پاس بیٹھ گئے۔ اور دوسرے صاحب دُور بیٹھے۔

میں نے پوچھا: یہ مکہ اللہ، آپ کون ہیں؟
فرمایا: میں حضریوں۔

: اور وہ کون بزرگ ہیں؟
فرمایا: وہ میرے بھائی الیاس ہیں

مجھے خوف محسوس ہوا۔ انہوں نے فرمایا ڈر مت، ہم تم سے محبت رکھتے ہیں، پھر فرمایا:

”جو شخص جمعہ کے دن نماز عصر کے بعد قبلہ رخ بیٹھے اور سوچ ڈبے تک یا اللہ یا رحمٰن، پڑھے اس کے بعد اللہ تعالیٰ سے جو چیز مانگے اسے دی جائیگی میں نے عرض کیا: آپ نے مجھ سے انس فرمایا، رب تعالیٰ آپ کو اپنے ذکر کا انس بخشے کیا دئے زمین پر مقنعے اولیاء اللہ ہیں آپ سب کو جانتے ہیں؟
فرمایا: معدودین کو جانتا ہوں۔

عرض: معدودین سے مراد؟

فرمایا: نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی وفات ہوئی تو زمین نے اللہ تبارک تعالیٰ کے حضور عرض کیا، کہ میں قیامت تک کے لئے انبیاء کے قدم سے محروم ہوگئی اب مجھ پر کوئی نبی نہیں چلے گا۔ اللہ تعالیٰ نے وحی کی بہت جلد اس امت کے اندر میں ایسے لوگوں کو پیدا کروں گا جو انبیاء کرام کی طرح ہونگے ان کے قلوب، قلوب انبیاء پر ہوں گے۔

عرض: وہ لوگ کتنے ہیں؟

فرمایا: تین سو اولیاء، ستر خبار، چالیس اوتاد، دس نقبیار، سات عرفار،

تین مختار، اور ایک غوث ہیں۔ جب غوث کا انتقال ہو جاتا ہے، تو تین مختاروں میں سے ایک کو ان کی جگہ رکھا جاتا ہے، تین مختاروں میں سے کسی ایک کی جگہ سات ہزار میں سے ایک کو ملتی ہے، اور دس میں سے ایک اس کی جگہ اور چالیس میں سے ایک ان کی جگہ، ستر میں سے ایک ان کی جگہ، تین سو میں سے ایک ان کی جگہ، اور اہل دنیا میں سے ایک ان کی جگہ رکھا جاتا ہے، اور یہی سلسلہ صور پھونکے جانے تک قائم رہے گا۔ ان میں سے بعض کا قلب حضرت موسیٰ و عیسیٰ علیہما السلام کے مثل ہے اور بعض کا قلب، قلب نوح علیہ السلام کی طرح ہے، اور مثل قلب ابراہیم علیہ السلام ہے۔

عرض : قلب ابراہیم علیہ السلام کے مثل (میں نے تعظیماً کہا)،

فرمایا : ہاں، اور بعض کے قلب حضرت جبریل اور حضرت داؤد و حضرت سلیمان

علیہم السلام کی طرح ہوتے ہیں، کیا تم نے اللہ تعالیٰ کا یہ قول نہیں سنا

فَبَهَذَا هُمْ اَقْتَدَوْا ————— ہر نبی کا انتقال ہونے سے پہلے

اس کی طرح ایک انسان پیدا ہو جاتا ہے ————— جو نبی کے نقش

قدم پر چلتا ہے ایسا قیامت تک ہوگا۔ ان چالیس آدمیوں میں سے اگر

کوئی ان دس کے قلب پر مطلع ہو، تو اس کا قتل و خون حلال بائیں گے۔

اسی طرح ستر میں سے کوئی اگر چالیس میں سے کسی کے قلب پر مطلع ہو تو

ان کا قتل حلال سمجھیں گے، کیا تم نے میرا اور موسیٰ علیہ السلام کا واقعہ نہیں سنا؟

عرض : آپ کیا تناول فرماتے ہیں۔؟

فرمایا : کرفس اور کماۃ

عرض : اور حضرت ایسا علیہ السلام کیا تناول فرماتے ہیں۔؟

ہے کرفس اجوائن کے مثل ایک چیز ہوتی ہے جسے ہندی میں اجوہ کہتے ہیں۔ اور کماۃ ساروغ کو کہتے ہیں

- فرمایا: ان کے لئے روزانہ دو روٹیاں لائی جاتی ہیں۔
- عرض: آپ دونوں حضرات کا معتام کہاں ہے۔؟
- فرمایا: سمندر کے جزیروں میں۔
- عرض: آپ حضرات آپس میں کب ملتے ہیں۔؟
- فرمایا: جب کسی ولی اللہ کا وصال ہوتا ہے تو ہم نماز جنازہ میں شریک ہوتے ہیں، اور جب حج کا زمانہ آتا ہے تو حج میں شریک ہوتے ہیں اور دونوں ایک دوسرے کے بال طلق کرتے ہیں۔
- عرض: جن اولیاء کرام کا آپ نے ذکر فرمایا ہے برائے کرم مجھے ان کے اسماء سے باخبر فرمائیں،
- اس کے جواب میں جیب سے ایک کاغذ نکالا جس پر سب کے نام تحریر تھے۔
- اس کے بعد جانے کے لئے کھڑے ہوئے۔ تو میں بھی اٹھ کھڑا ہوا۔ پوچھا: کہاں جانا چاہتے ہو۔؟
- عرض: آپ کے ساتھ
- فرمایا: میرے ساتھ نہیں جاسکتے۔
- عرض: آپ کہاں تشریف لے جائیں گے۔؟
- فرمایا: اس کا مطلب۔؟
- عرض: میں آپ کے ساتھ رہ کر حصولِ برکت چاہتا ہوں۔
- فرمایا: میں صبح کی نماز مکہ معظمہ میں ادا کر کے، حطیم میں رکن شامی کے قریب، طلوع آفتاب تک رہوں گا۔ پھر سات بار طوافِ کمرہ کے مقامِ ابراہیم کے پیچھے دو رکعت نماز پڑھوں گا۔ اور نمازِ ظہر مدینہ منورہ میں ادا کروں گا۔ عصر کی نماز بیت المقدس میں پڑھوں گا۔ اور نمازِ مغرب کوہ طور پر۔ اس کے بعد عشاء کی نماز سدسکندریہ پر گزار کہ صبح تک اس کی اور تمام مذکورہ حضرات کی حفاظت کروں گا۔

شفاعت اولیاء

ایک شیخ طریقت کے پاس حضرت ابو بکر محمد بن شقیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا خط آیا۔ خط میں ان امانتوں کا ذکر تھا جو ان کے ذمہ تھیں۔ انھوں نے شیخ سے اس کے متعلق دعا کی درخواست کی تھی۔ تاکہ اللہ تعالیٰ دنیا ہی میں انھیں ان امانتوں سے سبکدوش فرمائے، شیخ فرماتے ہیں — (خط پڑھ کر) میں ظہر کی نماز پڑھنے کے لئے اپنے گھر سے نکلا تو، دروازے پر ایک شخص سبز لباس اور جو اہرات کا تاج پہنے کھڑے تھے فرمایا، محمد بن شقیق کے خط کا کیا جواب دینا ہے؟

میں نے عرض کیا آپ کیا فرماتے ہیں؟ فرمایا: لکھ دو کہ آج کے سولہ روز بعد وہ قبر کے اندر نہ ہوں گے میں نے دریافت کیا: یہ آپ کی جانب سے لکھوں یا اپنی طرف سے۔؟

فرمایا: اپنی طرف سے ہی لکھو وہ تصدیق کریں گے چنانچہ میں نے تین خط لکھے۔ جن کے ذریعہ انھیں موت کی خبر دی — خط انھیں ملا تو انھوں نے وصیت نامہ تحریر کر لیا اور امانتوں سے سبکدوش ہو کر سولہویں روز وفات پائی،

میں نے خواب میں انھیں دیکھا، اور کہا آپ اچھے بھائی ہیں، اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر دے، میرے اور ان کے مابین ایک وعدہ تھا کہ دونوں میں سے جو پہلے جنت میں جائے، وہ دوسرے کے لئے شفاعت کرے، میں نے کہا کیا آپ کو معاہدہ یاد ہے؟ — انھوں نے فرمایا، میں اپنے عہد پر ثابت قدم ہوں، بلکہ مجھے تو اور بھی بہت سی مخلوق دی گئی ہے جن سے میرا ایسا کوئی معاہدہ نہیں تھا — میں نے کہا میں بھی انھیں میں ہوں،

فرمایا: بلکہ آپ سب سے خاص اور افضل ہیں۔

(رضی اللہ عنہم وعن جمیع الصالحین آمین) (ص ۳۹۱-۳۹۲)

غلی لُزق

ایک صاحب باطن فرماتے ہیں، میں چند فقار کے ہمراہ عدن سے چلا، رات کے وقت میرے پاؤں میں کچھ چوٹ لگ گئی جس کی وجہ سے میں پیچھے رہ گیا۔ تنہا سا جہل سمندر پر تھا۔ دن بھر کے روزہ کے بعد میرے پاس کھانے کو کوئی چیز نہیں تھی، اسی حالت میں میں سونے کی تیاری کر رہا تھا کہ اچانک مجھے دو روٹیاں ملیں، جن پر ایک بھی ہوئی چڑیا رکھی تھی۔ میں نے گوشت اٹھا کر ایک طرف رکھا۔ اتنے میں ایک حبشی لوہے کی سلاخ لئے ہوئے آیا، اور مجھ سے کہنے لگا، اے ریاکار اسے کھا! میں نے ایک روٹی پر ندے کے نصف گوشت سے کھائی۔ اور ایک روٹی اور نصف گوشت کپڑے میں لپیٹ کر سر ہانے رکھ کر سو گیا۔ بیدار ہوا تو کپڑا مو جو تھا مگر اس میں نہ روٹی تھی نہ گوشت۔

(ص ۳۹۲)

غوث کی سواری

وہی صاحب باطن فرماتے ہیں کہ میں نے ۱۳۱۵ھ میں مکہ معظمہ کے اندر غوث یعنی قطب کی زیارت کی۔ وہ سونے کی گاڑی پر تشریف فرما تھے، جنہیں فرشتے سونے کی زنجیروں کے ذریعہ ہوا میں کھینچے لئے جا رہے تھے۔

میں نے عرض کیا کہاں تشریف لے جا رہے ہیں؟

فرمایا: اپنے ایک بھائی کی ملاقات کے لئے جا رہا ہوں، جس کے لئے میں مشتاق تھا۔

میں نے عرض کیا: اگر آپ اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے وہ انہیں آپ تک پہنچا دیتا۔

فرمایا: تو پھر مجھے زیارت کا ثواب کس طرح ملتا۔ ؟
 ان کا انہم گرامی حضرت احمد بن عبد اللہ بلخی تھا، (رضی اللہ تعالیٰ عنہ و نقضاً بہ آئین)
 (ص ۳۹۲)

فرشتوں سے ملاقات

مشائخ عظام میں سے ایک صاحب بیان فرماتے ہیں کہ ہم صلحار کے ساتھ
 مکہ معظمہ میں تھے — ہم لوگوں میں ایک ہاشمی بزرگ بھی تھے — ان پر غشی
 آئی — کچھ دیر بعد ہوش میں آئے تو انھوں نے ہم سے پوچھا، کیا آپ حضرات
 نے بھی کچھ دیکھا — ؟ ہم لوگوں نے نفی میں جواب دیا تو فرمایا:

میں نے فرشتوں کو دیکھا کہ اِترام باندھے ہوئے خانہ کعبہ کا
 طواف کر رہے ہیں۔ میں نے پوچھا، آپ لوگ کون ہیں ؟
 کہا۔ ملائکہ — میں نے پوچھا آپ لوگ اللہ تعالیٰ کے ساتھ
 کیسی محبت رکھتے ہیں — ؟ کہا نحن حبنا جو انی وحبکم
 براہی میں نے کہا اس کا مطلب یہ ہوا کہ ہماری محبت داخل
 ہے اور آپ لوگوں کی محبت خارجی،

بیت المعمور کی زیارت کے دن

وہی شیخ ارشاد فرماتے ہیں۔ میں ایک شب، قبلہ بیت المقدس میں کھڑا نماز
 ادا کر رہا تھا، اچانک قبلہ دو حصوں میں ہو گیا، اور جوں کا توں قائم رہا۔ مجھے آسمان
 نظر آنے لگا — میں نے دیکھا کہ آسمان سے بے شمار مخلوق اتر رہی ہے — ان کی
 تعداد خدا ہی کو معلوم — اور یہ سب تسبیح پڑھ رہے ہیں۔

سُبْحَانَ مَنْ هُوَ سُبْحَانُ مَنْ لَيْسَ لَهٗ وَاهِيَا اِشْرَاهِيَا

جب رات آخری مرحلہ میں داخل ہوئی ان میں کا ایک جو میرے پاس بیٹھا تھا — مجھ سے پوچھتا ہے تو کیا چاہتا ہے۔ میں نے کہا: میں شب میں اس مقام پر عبادت کا خواہشمند ہوں — اور آپ لوگ کون ہیں۔ ؟ اس فرشتے نے کہا: ہم ملائکہ ہیں، ہم بیت المعمور میں داخل ہوئے تھے اور اب تاقیامت یہ شرف نہیں پائیں گے کیونکہ اس میں ستر ہزار فرشتے داخل ہوتے ہیں، جو دوبارہ قیامت تک پھر وہاں نہیں جاتے اور جب وہ بیت المعمور میں داخل ہوتے ہیں تو اسی شب بیت المقدس میں آتے ہیں، مغرہ پر جاتے ہیں، اس کے بعد بیت الحرام جاتے ہیں، وہاں سات بار غواف کر کے مقام ابراہیم کے پیچھے دو رکعت نماز پڑھتے ہیں وہاں سے مدینہ منورہ جا کر نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں سلام پیش کرتے ہیں — اس کے بعد واپس اپنی صف میں چلے جاتے ہیں۔

فرشتے جب وہاں سے اوپر بلند ہوئے تو قبلہ شریف کے دونوں حصے پھر باہر مل گئے — اور صبح ہو گئی (۳۹۲-۳۹۳)

سانپ کی طبابت

ایک بزرگ فرماتے ہیں — میں جبل نور پر تھا، وہاں میرے پیر میں ایک بڑی چبھ گئی، میں نے نکالنے کی انتھک کوشش کی مگر ناکام رہا — مدت تک وہ میرے پیر میں رہی، یہاں تک کہ پیر سوچ گیا، اور اس میں پیپ مواد بھر گیا — جس سے پیر کا ابو کو بھری مشک کی طرح ہو گیا — میں ایک درخت تلے پڑا تھا آنکھ لگ گئی، اس وقت مجھے کچھ بوجھوس ہوئی — آنکھ کھلی تو دیکھا کالاسانپ پاؤں میں ہڈی کی جگہ نہ لگائے ہوئے ہے — اور زخم سے پیپ مواد اور خون کھینچ کر اُنکل رہا ہے یہاں تک کہ بڑی تک پہنچا اور اسے بھی نکال پھینکا۔ اس کے بعد کوئی نرم

شئی میرے پر پر لگائی۔ معلوم نہیں وہ اس کی زبان تھی یا دم — میں اٹھا تو پتہ نہیں چل رہا تھا کہ میرے کن پر میں تکلیف تھی، خون پیپ اور وہ ہڈی وہیں پڑی تھی اور درد کا فور تھا۔ اس پر میں نے اللہ کا شکر ادا کیا۔

(سُبْحَانَ اللَّطِيفِ الْخَبِيرِ الَّذِي هُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ)

(ص ۳۹۳)

صحبت ابدال

ایک بزرگ کو بتایا گیا کہ دس ابدالوں میں سے تین فلاں جگہ رہتے ہیں۔ فرماتے ہیں، میں ان کی تلاش میں چلا۔ معلوم ہوا کہ ان میں کے ایک جامع مسجد کے امام ہیں، ان کا لباس نہایت خوبصورت تھا — بڑا سا چمکا کمز میں باندھے ہوئے تھے۔ ان کا اہم گرامی ابراہیم تھا — اور بقید و حضرات کے اسماء حسنہ اور حسین تھے۔ میں مغرب اور عشاء کے درمیان امام ابراہیم کی خدمت میں گیا — سلام کر کے بیٹھ گیا — اور عرض کیا کہ آپ سے ملاقات کی غرض سے حاضر ہوا ہوں — وہ نہایت خوش مزاجی سے ملے۔ عشاء کی نماز پڑھا چکے تو میرا ہاتھ پکڑ کر اپنے دوست کدہ پر لے گئے — میں نے دیکھا وہ نہایت عالیشان مکان تھا۔ بہت سے طعام کام کر رہے تھے۔ ہمارے لئے وسیع دسترخوان آراستہ کیا گیا — اور بہت سا کھانا چٹا گیا۔ حضرت حسن اور حضرت حسین ساتھ کھانے کے لئے بیٹھے۔ مگر حضرت ابراہیم شریک طعام نہیں ہوئے — میں نے وجہ پوچھی تو معلوم ہوا کہ وہ محض دودھ نوش فرماتے ہیں — ہم کھانے سے فارغ ہوئے تو ان کے لئے نہایت نفیس اور آرام دہ بستر بچھایا گیا۔ وہ اس پر سوئے۔ میں انہیں دیکھتا رہا کچھ رات گزری تو بستر سے اٹھے اور وضو کئے بغیر دو رکعت نماز پڑھی، پہلی رکعت میں سورہ فاتحہ کے بعد سوہ کافرون اور دوسری میں قل ہو اللہ احد اور سلام

پھر کہ لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ لہ الملک ولہ الحمد بحی ویمیت
 وهو حی لا یموت بیدہ الخیر کلہ وهو علی کل شیء قدیر اللہم لا مانع
 لنا اعطیت ولا معطى لما منعت ولا زاد لما قضیت ولا ینفع ذالجد منک
 التجد — تین بار بلند آواز سے پڑھا — اس کے بعد پھر دو رکعت نماز
 اور فرمائی پہلی رکعت میں سورہ فاتحہ کے بعد سورہ فلق اور دوسری میں سورہ ناس پڑھکر
 نماز پوری کی اور پھر وہی دعائیں بار پڑھی۔ پھر تیسری بار نماز کی نیت کی، اور پہلی
 رکعت میں سورہ فاتحہ کے بعد آیتہ الکرسی اور دوسری میں تین بار سورہ اہلاص پڑھی
 اور سلام پھر کر پھر ہی ذکر کیا — اور اپنے بستر پر جا لیٹے

فجر کا وقت ہوا تو اٹھ کر اذان کہی، وضو کئے بغیر فجر کی سنت پڑھی، اور مسجد
 کے لئے تشریف لے گئے — میں نے ان کے پاس کئی ماہ گزارے —
 (اور انھیں اسی معمول پر دیکھا) جب عرفہ کا دن آیا تو مجھ سے فرمایا۔ آج تم سوئے انبیاء
 اور سورہ حج کی تلاوت اس طرح کرو — کہ جب کسی نبی کا ذکر آئے تو ان پر اور
 سیدنا محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر درود بھیجتے رہو — اگر ایسا کر گئے تو اللہ
 تعالیٰ تمہیں حج بیت اللہ کرنے والے کا ثواب عطا فرمائے گا۔

اس دن نماز چاشت کے بعد حضرت جن میرے پاس آئے اور میرا ہاتھ پکڑ
 کر مسجد کے گھر پہنچے، جہاں تمام لوگ احرام پہنے تیار تھے — مجھے بھی دو چادریں
 عنایت کیں۔ اور فرمایا، احرام کی نیت کر لو — اس کے بعد ہم سب لوگ گھر
 سے چلے — انھوں نے اپنے ہمراہ ایک ڈبہ اٹھایا جس میں ہم بھرے
 ہوئے تھے۔ مقبرے سے ہو کر ہم نکلے اور سب نے دو رکعت نماز پڑھی۔ حضرت ابراہیم
 نے مجھ سے کہا، حج کی نیت کرو۔ اور پھر سب نے لبیک پکارا — اس کے
 بعد انھوں نے سجدے میں سر رکھا تو میں نے بھی سجدے میں سر رکھا۔ تھوڑی دیر بعد
 انھوں نے سر اٹھایا تو میں نے بھی سر اٹھایا — مجھے ایسی پہاڑیاں نظر آنے لگیں
 جنہیں میں نے کبھی نہیں دیکھا تھا۔ اور میں نے بہت سے اونٹوں اور آدمیوں کو

جاتے دیکھا۔

حضرت ابراہیم نے مجھ سے فرمایا یہ لوگ منی سے عرفات جا رہے ہیں۔ پھر انھوں نے میرا ہاتھ پکڑا۔ اور ہم مسجد عرفات جا پہنچے۔ وہاں پانی خرید کر غسل کیا۔ اور روٹی کھجور خرید کر مجھ سے کہا کھاؤ میں نے کہا میرا روزہ ہے۔ فرمایا اپنے نبی کی محبت نہ کرو ایسے روزہ خور نے افطار فرمایا ہے۔ سورج غروب ہونے کے وقت درمیںوں سے بھراؤ میرے حوالے کیا اور فرمایا، اسے اپنی ضرورت میں خرچ کرو۔ اور ملک شام میں رہائش اختیار کرو۔ پھر تشریف لے گئے اور دوبارہ میں نے ان کی کبھی زیارت نہیں کی (رضی اللہ تعالیٰ عنہم ونفعنا بہم آمین)

(ص ۳۹۳-۳۹۴)

رسول کرم ﷺ اور عیادتِ وحانی

ایک بزرگ فرماتے ہیں میں ایک مرتبہ سخت بیمار ہوا، لوگ میری زندگی سے مایوس ہو گئے اور خود مجھے امید زبست نہ رہی، شدید تکلیف تھی کہ شب جمعہ میں نے خواب دیکھا، ایک نورانی صورت شخص تشریف لائے، اور میرے بالیں پر بیٹھے۔ ان کے پیچھے اور بہت سے لوگ مکان میں داخل ہوئے۔ وہ لوگ مکان میں آتے وقت فرشتوں کی طرح تھے اور بیٹھے تو آدمی کی شکل تھے وہ لوگ آتے رہے اور میں ان کی آمد کا منظر دیکھتا رہا۔ جب سب لوگ آچکے تو اولین بزرگ نے سراٹھا کر فرمایا میں اس شہر میں تین شخصوں کی عیادت کے لئے آیا ہوں۔ ایک تو یہ۔ میری طرف اشارہ فرمایا۔ دوسرا صالح مطلقانی، (میں انھیں اس سے قبل نہیں جانتا تھا) تیسری ایک خاتون، جس کا نام نہیں لیا۔ اس کے بعد اپنا دست مبارک میری پیشانی پر رکھ کر یہ دعا پڑھی

بسم اللہ ربی اللہ حسبی اللہ توکل علی اللہ اعتصمت باللہ

فَوَضَّعْتُ أَمْرِي إِلَى اللَّهِ مَا شَاءَ اللَّهُ لَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ

پھر مجھ سے فرمایا یہ کلمات کثرت سے پڑھا کرو۔ ان میں بیماری سے شفا ہر تکلیف سے آرام اور ہر دشمن پر فتح مندی ہے سب سے پہلے ان کلمات کو حاملین عرش علیہم السلام نے پڑھا تھا، جب انھیں عرش اٹھانے کا حکم ہوا۔ اور وہ ان کلمات کو تاقیامت پڑھتے رہیں گے۔

آپ کے دائیں یا بائیں جانب سے کسی نے پوچھا: یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اگر کوئی انھیں دشمن مقابلہ کے وقت پڑھے: ارشاد فرمایا: بہت خوب اس میں نسیج و کامرانی اور ظفر مندی ہے۔ میں نے سوچا شاید یہ پوچھنے والے حضرت سیدنا ابو بکر صدیق ہیں۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! کیا یہ ابو بکر ہیں؟

فرمایا۔ یہ میرے چچا حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں۔ اس کے بعد آپ نے دست مبارک سے اپنے بائیں جانب کے لوگوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا یہ شہدار ہیں۔ پیچھے والوں کی طرف اشارہ کر کے فرمایا یہ صاحبین ہیں۔ اس کے بعد تشریف لے گئے۔ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و علیٰ آلہ و صحابہ و شہداء و صلحاء و اہل محبتہ اجمعین الی یوم الدین،

راوی کہتے ہیں کہ میں بیدار ہوا تو میری بیماری رحمت ہو چکی تھی اور صبح کو میں پہلے سے کہیں زیادہ تندرست ہو گیا۔ و الحمد للہ رب العالمین (ص ۳۹۵)

مشکی بزرگ

بزرگوں کا بیان ہے کہ شہر بھرہ میں ایک شخص تھے لوگ جنہیں مشکی کہا کرتے تھے، کیونکہ ان کے جسم سے ہمیشہ مشک کی خوشبو اٹھتی جب وہ جامع مسجد میں داخل ہوتے تو لوگوں کو پتہ چل جاتا کہ کون آیا ہے۔ — ہسی طرح بازار

سے گزرتے تو بھی یہی کیفیت رہتی — ایک بزرگان سے ملنے گئے
 بیان کرتے ہیں کہ میں رات کو ان کے پاس رہا۔ میں نے کہا۔ برادر محترم آپ کو
 خوشبو پر بہت رقم خرچ کرنی پڑتی ہوگی — انھوں نے کہا میں نے کبھی خوشبو
 نہیں خریدی۔ اور نہ ہی خوشبو جو جسم اور کپڑے پر لگائی۔ میں تم سے اپنا واقعہ بیان
 کرتا ہوں شاید میرے مرنے کے بعد تم میرے حق میں دعائے رحمت کرو،

”میں بغداد میں پیدا ہوا میرے والد مالدار آدمی تھے، اور جس طرح
 امرا اپنی اولاد کو تعلیم دلاتے ہیں میری بھی اسی طرح تعلیم ہوئی۔ بچپن میں
 میں بہت خوبصورت اور حیا دار تھا۔ میرے والد سے کسی نے کہا اسے بازار
 میں بٹھاؤ تاکہ یہ لوگوں سے گھل جائے اور حیا کم ہو۔ مجھے ایک کپڑا
 بیچنے والے کی دکان پر بٹھایا گیا — میں ہر صبح شام دوکان پر جا کر
 بیٹھتا — ایک روز دوکان پر ایک بڑھیا آئی اور اس نے قیمتی کپڑے
 نکلوائے۔ انھیں دیکھا۔ اور کہا میرے ساتھ کسی کو لگا دو تاکہ جو پسند ہو
 اسے لینے کے بعد اس کی قیمت اور بقیہ کپڑے واپس لائے۔

بزاز نے مجھ سے کہا تم ہی چلے جاؤ — تمہارا جی بھی بہل جائے گا
 میں چلا — وہ مجھے ایک عظیم الشان محل میں لے گئی — اس میں
 ایک قبة تھا، اور گیٹ پر پاسبان بیٹھے تھے۔ دروازہ پر پردے لٹک
 رہے تھے۔ بڑھیا نے مجھ سے کہا تم قبة میں چل کر بیٹھو — میں وہاں
 گیا تو کیا دیکھتا ہوں کہ ایک لڑکی وہاں ایک تخت کے منقش قالین پر بیٹھی
 ہے، اور تخت و فرش سب کے سب زرد ہیں — اور اس قدر
 نفیس کہ ویسے آنکھوں نے کبھی نہیں دیکھا تھا۔ لڑکی لباس و زیورات سے
 آراستہ تھی۔ مجھے دیکھ کر تخت سے اتری، اور میرے پاس آئی — اور
 میرے سینے پر ہاتھ مار کر مجھے اپنی جانب کھینچا — میں نے کہا اللہ
 سے خوف کر۔ اللہ سے خوف کر!

وہ بولی ڈرنے کی بات نہیں تجھے جو چاہئے میں دوں گی۔ میں نے کہا مجھے استنجا کی ضرورت ہے۔ اس نے آواز دی چاروں طرف سے لونڈیاں آگئیں، اس نے کہا اپنے آقا کو بیت الخلاء میں لے جاؤ۔ میں جب وہاں گیا تو مجھے بھاگنے کی کوئی راہ نظر نہیں آئی۔ میں نے پاخانہ اپنے ہاتھ وغیرہ میں لگایا۔ اور بڑی بڑی آنکھیں کر کے اس کینز کو ڈرایا جو باہر رومال اور پانی لئے کھڑی تھی۔ میں جب اس پر چلا کر دیوالوں کی طرح جھپٹا تو وہ ڈر کر بھاگی اور شور مچایا کہ یہ دیوانہ ہے، پانگل ہے۔ سب لونڈیاں اکٹھی ہو گئیں اور مجھے ایک ٹاٹ میں لپیٹا اور اٹھا کر ایک باغ میں ڈال دیا۔ میں نے جب یقین کر لیا کہ سب جا چکی ہیں تو اٹھ کر اپنے کپڑے اور بدن دھوئے اور گھر گیا۔ مگر کسی کو یہ بات نہیں بتائی۔ اسی رات میں نے خواب میں دیکھا کہ کوئی کہہ رہا ہے: تم کو حضرت سیدنا یوسف علیہ السلام سے کیا ہی مناسبت ہے۔ اور کہتا ہے کہ کیا تم مجھے جانتے ہو۔؟ میں نے کہا نہیں۔ کہا میں جبریل ہوں۔ اس کے بعد انھوں نے میرے منہ اور جسم پر اپنا ہاتھ پھیرا۔ اسی وقت سے میرے جسم سے یہ خوشبو آنے لگی۔ یہ حضرت جبریل علیہ السلام کے دست مبارک کی خوشبو ہے

(ص ۳۹۵-۳۹۶)

بزرخی منظر

شہر آبادان میں ایک بزرگ زاہد بدوی کے نام سے مشہور تھے۔ میں نے وہاں جا کر ان کے متعلق دریافت کیا تو لوگوں نے بتایا کہ ان کا انتقال ہو چکا ہے۔ اور ان کی قبر کھودنے والے گورکن نے بتایا کہ انھیں دفن کر کے لحد درست کرنے میں قبر میں اترا تو بغل کی قبر سے ایک اینٹ سرک گئی۔ میں نے دیکھا قبر میں

ایک بزرگ شیخ، صاف شفاف کپڑے پہنے ہوئے۔ صاف اور واضح حروف کا قرآن کریم
 گود میں لئے ہوئے تلاوت کر رہے ہیں، آہٹ ہوئی تو سر اٹھایا — اور پوچھا کیا
 قیامت قائم ہوگئی — رحمکم اللہ — میں نے کہا نہیں۔ فرمایا اینٹ اس کی جگہ
 لگا دو، اللہ تمہیں عافیت بخشے، میں نے لگا دی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ وفعنا برہمین)
 (ص ۳۹۶-۳۹۷)

روحانی بوٹ

ایک بزرگ فرماتے ہیں میں بصرہ سے ایلہ کے لئے کشتی پر سوار ہوا۔ تین آدمی
 مجھے چھوئے آئے تھے (وہ بھی کشتی میں آگئے) طاح نے یکایک لنگر اٹھایا اور آکر
 بیٹھ گیا۔ میرے ساتھیوں نے طاح سے کہا، آخر تجھے ہو کیا گیا ہے؟ اس نے اشارہ
 سے انھیں چپ رہنے کو کہا ایک لحظہ میں ہم ایلہ پہنچ گئے۔ اور ہمارے برابر میں بہت
 سی کشتیاں تھیں جو عصر کے وقت پہنچیں — لوگ طاح سے پوچھنے لگے
 کہ ایسا کیسے ہوا۔؟

اس نے کہا: میں نے ایک سوار کو دیکھا، جو نہایت خوبصورت سواری پر تھے۔ ویسی سواری
 میری نگاہوں نے کبھی نہیں دیکھی انھوں نے اپنی سواری سے ایک سونے کی زنجیر میری
 کشتی میں لٹکائی — اس کے بعد وہ آگے آگے اور کشتی پیچھے پیچھے ہوا اسے
 باتیں کرتی رہاں تھی — میں اگر اس وقت تم لوگوں سے باتوں میں مشغول ہوتا تو
 اندیشہ تھا کہ وہ میری نگاہوں سے روپوش نہ ہو جائیں (ص ۳۹۷)

قدرت کے نظارے

ایک شیخ فرماتے ہیں، میں حضرت ابو علی بدوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہمراہ

دیرانے کی طرف نکلا۔۔۔۔۔ ہمیں شدت کی بھوک لگی۔ اس وقت ہم نے ایک بوٹری کو دیکھا کہ زمین کھود کر کماۃ نکالتی ہے اور ہماری جانب بھینکتی جاتی ہے۔ ہم نے حسب ضرورت لے لیا اور آگے روانہ ہوئے۔ اسی سفر میں ہم نے ایک درندے کو زمین پر پڑا دیکھا، نزدیک سے دیکھا تو وہ اندھا تھا۔۔۔۔۔ اچانک ایک گوا اپنی چوچ میں گوشت کا ٹکڑا لے آیا اور درندے کے منہ میں رکھ کر پلا گیا۔ یہ دیکھ کر حضرت ابوعلی نے فرمایا: یہ دلیل قدرت ہمارے لئے دکھائی گئی ہے درندے کے لئے نہیں اس ویران جنگل میں ہم کئی روز چلتے رہے۔۔۔۔۔ ایک جھونپڑا نظر آیا، جس میں ایک بڑھیا تھی، اور اس کے پاس کوئی شئی نہیں تھی، باہر ایک پتھر تھا جس میں ایک گڈھا بنا ہوا تھا۔۔۔۔۔ ہم سلام کر کے وہاں کچھ رکے، وہ عبادت میں مشغول تھی۔ سوچ ڈوب گیا تو وہ اپنے ہاتھ میں دو روٹیاں اور کھجور لے اندر سے نکلی۔۔۔۔۔ اور ہم سے کہا جھونپڑی میں جا کر اپنا حصہ لے لو۔ ہم اندر گئے تو وہاں چار روٹیاں اور ان کھجوریں رکھی ہوئی تھیں۔ حالانکہ ارد گرد میں نہ کھجوریں کا کوئی درخت تھا نہ کھجوریں۔ ہم نے روٹی اور کھجوریں کھا کر سیری حاصل کی۔ تھوڑی دیر بعد ابر کا ایک ٹکڑا آیا۔ اور اس پتھر پر برس کر چلا گیا۔۔۔۔۔ اس کا گڈھا بھر گیا۔ اور پانی کا کوئی قطرہ پتھر کے باہر نہیں ٹپکا میں نے بڑھیا سے دریافت کیا کہ یہاں کتنے زمانے سے ہو۔ اس نے کہا ستر سال سے رب تعالیٰ کا میرے ساتھ یہی معاملہ ہے۔ روزانہ اس طرح کھانا آتا ہے اور ابر پانی لاتا ہے۔

بڑھیا نے پوچھا تم لوگ کہاں کا ارادہ رکھتے ہو؟۔۔۔۔۔ ہم نے بتایا کہ ہم حضرت ابونصر سمرقندی کی زیارت کے لئے جا رہے ہیں۔ اس نے کہا ابونصر صالح انسان ہیں۔۔۔۔۔ آیتہ ابونصر ان لوگوں سے ملے۔ ہم نے دیکھا تو حضرت ابونصر ہمارے پاس نہ تھے۔ ہم نے انھیں اور انھوں نے ہمیں سلام کیا۔ بوڑھی عارفہ نے پھر فرمایا: اذا اطاع العبد مولاه اطاعہ مولاه جب بندہ اللہ کی اطاعت کرتا ہے تو اللہ اس کے ارادوں کو پورا فرماتا ہے (یعنی اللہ عنہا وجميع الصالحين ونفعنا بهم آمین)

بیت المقدس کی ولیہ

ایک بزرگ فرماتے ہیں، میں محمد عابد نامی ایک شخص کے ہمراہ، جمعہ کے روز بیت المقدس سے رملہ کے لئے روانہ ہوا۔ ایک پہاڑ کی گھاٹی پر پہونچے تو ہمارے کانوں میں ایک آواز پڑی

”انسان کتنا وحشت زدہ ہوتا ہے اگر تو اس کا انیس نہ ہو، اور

اس کا راستہ کس قدر تنگ ہوتا ہے اگر تو اس کا رہبر نہ ہو،“

ہم نے غار میں جھانکا تو وہ ایک عورت تھی۔ جسم پر صوف کا کرتا، صوف کی چادر، ہاتھ میں ڈنڈا۔ ہم نے سلام کیا، جواب دے کر پوچھنے لگیں۔ کہاں جا رہے ہو — ؟ ہم نے بتایا رملہ،

رملہ میں کیا کام ہے ؟

وہاں ہمارے دوست رہتے ہیں۔

تمہارے قلب کے اندر حبیب اکبر (سب سے بڑا دوست) کہاں ہے ؟

وہ تو ہمارا اور تمام ایمان والوں کا حبیب ہے

وہ تمہارا اور مومنوں کا زبانی حبیب ہے اور میرا زبانی اور قلبی حبیب ہے

آپ اہل حکمت لگتی ہیں مگر آپ میں ایک نقص ہے۔

وہ کیا ؟

آپ جو ان عورت ہیں، اور محرم کے بغیر اکیلے سفر کرتی پھرتی ہیں

إِنَّ وَلِيَّيَّے اللّٰهُ الَّذِیْ نَزَّلَ الْكِتٰبَ وَهُوَ یَتَوَلٰی الصّٰلِحِیْنَ :

(میرا ولی وہ اللہ ہے جس نے کتاب اتاری اور وہی سیکوں کا ولی ہے)

بزرگ فرماتے ہیں میں نے کب سے کچھ درہم نکال کر انھیں دیئے۔۔۔۔۔ وہ کہنے لگیں

یہ تمہارے پاس کہاں سے آئے ؟

.. مباح طریقے سے کھائے ہیں۔

.. بیشک مگر یہ کسبِ ضعیف ہے۔

.. میرا ضعف کیا ہے؟ اور یقین کی نشانی کیا ہے؟

.. تم اس وقت تک یقین کو نہیں پوچھو گے جب تک کہ اس کی رضا کے بغیر پیدا شدہ گوشت قنچھی سے کاٹ پھینکو۔ اور اس کی جگہ اس کی رضامندی کے ساتھ نیا گوشت نہ پیدا کرو۔

ہر چیز کی صداقت کے لئے دلیل ہوتی ہے آپ کی حقانیت کی کیا دلیل؟ یہ سن کر انھوں نے زمین پر ہاتھ مارا اور ایک مٹھی کنکر می اٹھائی، اور کہا اے ضعیف یقین یہ لے۔ محمد عابد نے لیا تو وہ سب دینا رہے تھے۔ اور کہا یہ نہ بھی ترازی میں تولے گئے نہ ہی ان پر کبھی کسی انسان نے ہاتھ لگایا۔ پھر مجھ سے کہا تمہیں اس لئے نہیں دیا کہ تم اس سے بچتے ہو۔ پھر کہا تمہیں رملہ جانا تھا۔ تو لو یہی تو ہے رملہ۔ ہم نے غور کیا تو ہم رملہ کی دیواروں سے کھڑے تھے۔ شہر میں داخل ہوئے تو لوگ نماز جمعہ پڑھ کر نکل رہے تھے۔ محمد عابد نے ان دیواروں سے عسقلان کے اندر ایک مسجد بنوائی، جو مسجد مباحی کے نام سے موسوم ہوئی۔

(رضی اللہ تعالیٰ عنہم ولفعناہم) (ص ۳۹۸)

غیبی معاون

ایک صاحب فرماتے ہیں، میں شب میں تنہا نکلا۔ بیمار تھا، زوردار بیمار چڑھا ہوا تھا، شدت کی پیاس اور جھوک لگی تھی۔ تکلیف زیادہ ہو گئی تو راستہ سے ہٹ کر مقل (گوہل) کے ایک بیڑے جا لیٹا۔ میں زندگی سے مایوس ہو گیا تھا۔ تھوڑی دیر بعد ایک شخص آئے ان کے ہاتھ میں چار دھیاں تھیں۔ دو کے اوپر ایک بھنا ہوا مرغ تھا اور دو پر حلوہ رکھا ہوا تھا اور میرے بالیں پر ایک برتن تھا جسے

لے کر دریا سے پانی بھر لائے، پانی شہد سے میٹھا اور برف سے زیادہ سرد تھا، میں کھا پی کر اسودہ ہوا تو میرا بخار ختم تھا۔ وہ تھوڑی دیر میرے پاس بیٹھ کر اٹھ کھڑے ہوئے اور کہنے لگے لو تمہارے ساتھی آپہنچے — مجھے اور بھی کام ہیں، میں نے منہ پھیر کر راستے کی طرف دیکھا تو بیسیوں اونٹ چلے آ رہے تھے۔ میں ان کے ساتھ شامل ہو گیا — اور وہ غائب ہو گئے (رضی اللہ تعالیٰ عنہ ونفعنا بہ آمین)

(ص ۳۹۸ - ۳۹۹)

ولی کا ہمیشگی فرشتہ

ایک بزرگ کا بیان ہے۔ میں مصر کے اندر فاقہ زدہ تھا۔ ایک مسجد میں گیا۔ وہاں ایک نوجوان نے مجھے ایک بٹوا دیا جس میں کچھ درہم تھے، اور فرمایا: جا کر حجامت بنوا لو۔ اور اپنے کپڑے دھو کر صاف کر دو۔ حجامت کے بعد میں نے حجام کو اس میں سے دو پیسے دیے تو اس نے انھیں چوم کر کہا۔ مرحبا! میں تیس سال سے آپ کی تلاش میں تھا، آپ کو یہ پیسے کہاں سے ملے یہ دنیاوی پیسے نہیں ہیں۔ ان پر قدرت کا بہت نور ہے۔ میں نے ان سے ماجرا بتایا۔ وہ میرا ہاتھ تھامے مسجد میں گیا مگر وہاں نوجوان سے ملاقات نہیں ہوئی۔ حجام میرا دوست بن گیا ایک روز مجھ سے کہنے لگا۔ میں نے حضرت سہل بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے سنا ہے کہ ولی کی تین علامتیں ہیں:

- (۱) جب کسی مقام پر جانا چاہتے ہیں تو بلا حرکت وہاں پہنچ سکتے ہیں
- (۲) اگر اپنے کسی بھائی سے ملنا چاہیں تو وہ ان کے پاس پہنچا دیئے جاتے ہیں
- (۳) وہ اگر عبادت یا کسی اور کام میں مشغول ہوں تو ان کی جگہ ان کی شکل کا ایک فرشتہ باتیں کرتا ہے اور لوگ سمجھتے ہیں کہ ہم ولی اللہ سے باتیں کر رہے ہیں۔ حالانکہ حقیقتاً وہ فرشتہ ہوتا ہے۔

حجام نے مزید کہا: اس کے چند روز بعد حضرت سہل بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مجھے عصر بعد بلایا۔ تاکہ میں ان کی حجامت بناؤں اور خون نکالوں۔ میں وقت مقررہ پر گیا حضرت کی حجامت بنائی خون نکالا۔ کچھ دیر بیٹھا رہا۔ کھانا پکایا گیا۔ اتنے میں مغرب کی اذان ہو گئی۔ مجھ سے پھر فرمایا کہ نماز مغرب کے بعد آکر میرے ساتھ کھانا کھا لینا۔ نماز مغرب سے فارغ ہوا تو مجھے حضرت کا ایک مرید ملا۔ اور کہا آج تم سے بڑی قیمتی چیزیں فوت ہو گئیں۔ آج حضرت سہل نے عصر سے مغرب تک کی نشست میں ایسی باتیں فرمائیں جو کبھی سننے میں نہیں آئی تھیں۔ میں نے اس شخص سے کہا تم نے جو کچھ سنا ہے اسے یاد رکھنا، وہ حضرت کی باتیں نہیں تھیں بلکہ فرشتہ کی باتیں تھیں۔

مجھے اس وقت علم ہوا کہ حضرت نے اولیاء اللہ کی جو شانیاں فرمائی تھیں وہ خود حضرت کے مرتبہ شان کا بیان تھا۔ (رضی اللہ عنہ و نفعنا بہ آمین)

حاصل ہے ”لی مع اللہ“ سے ان کو خاص نسبت پکارا کی زندگی بھی ہے اک دلیل قدرت روشن ہے رُئے قیمتی ان کی کرامتوں سے ہے ذاتِ اولیاء سے ظاہر خدا کی عظمت

(بدر)

(۳۹۹ ص)

حضرت الیاس و خضر علیہما السلام

حضرت سہل بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں ایک بار میں مکہ شریف میں مشغول طواف تھا، دو شخصوں کو ایک دوسرے کا ہاتھ پکڑے دیکھا جو باہم کہہ رہے تھے کہ

یا حی یا نور رُوح سمع اذان قلبی — یا کہا۔ رُوح بصر عیون قلبی
بحق الفحول علیہ یا مر رُوح الارواح،

میں ان دونوں حضرات کے درمیان جا پڑا — اور سلام کر کے کہا۔ میں نے آپ کی دعا سن لی ہے اور اس کے کلمات یاد کر لئے ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ آپ حضرات کو ن ہی ہے۔ ان میں سے ایک صاحب نے فرمایا: میں خفیہ ہوں اور یہ میرے بھائی ایسا ہیں اور فرمایا جب تم نے ان کلمات کو یاد کر ہی لیا ہے تو ہمیں کسی چیز کے فوت کا اندیشہ نہیں ہونا چاہیئے مگر یاد رہے دنیا کی کسی ضرورت میں اسے ہرگز نہ پڑھنا۔

(سلام اللہ علیہما وفعنا بہما آمین) (ص ۳۹۹-۴۰۰)

مسلم اور نصرانی متوکلین

حضرت ابو جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ بصرہ سے بغداد جانے کے ارادے سے کشتی پر بیٹھے۔ فرمایا میرے ساتھ ایک شخص اور تھا جو نہ کھاتا تھا نہ پیتا تھا نہ ہی نماز پڑھتا تھا۔ میں نے اس کے بارے میں پوچھا تو اس نے بتایا کہ میں نصرانی متوکل ہوں میں نے کہا میں بھی تو متوکل ہوں — میں نے کہا ابھی ان لوگوں کا دسترخوان لگے گا ہمیں بلائیں گے اس لئے بہتر ہے کہ ہم لوگ پیدل چلیں۔ نصرانی نے کہا شرط یہ ہے کہ وہ ابن سفر نہ تم کسی مسجد میں جاؤ گے نہ کسی گرجا میں۔ میں نے کہا منظور ہے۔ وہاں سے چل کر شام کو ہم ایک گاؤں میں پہنچے۔ اور کوڑا کرکٹ والی ایک جگہ پر بیٹھے۔ تھوڑی دیر بعد ایک کالا کتا منہ میں روٹی ڈبائے ہوئے آیا اور نصرانی کے سامنے رکھ کر چلا گیا۔ نصرانی نے روٹی اٹھا کر کھالی اور نہ کچھ بلایا نہ متوجہ ہوا۔ اسی طرح تین روز ہمارا سفر جاری رہا۔ ہر شب کالا کتا نصرانی کے لئے روٹی لاتا اور وہ اکیلا کھالیتا۔ چوتھے روز ہم ایک گاؤں میں مغرب کے وقت پہنچے، میں نماز مغرب پڑھنے کھڑا ہوا۔ ایک شخص طباق میں روٹی اور لوٹے میں پانی لایا۔ سلام پھیر کر میں نے نصرانی کی طرف اشارہ کیا کہ اس کے پاس لے جاؤ — اور میں بھی نماز پڑھنے لگا۔ نصرانی کھانے کا طباق اٹھائے میرے قریب آیا اور مجھ سے کہا، تم مجھے اپنا دین بتاؤ، کیونکہ وہی دین سچا ہے — میں نے

پوچھا آخر تم نے یہ کیسے جانا۔ کہنے لگا۔ اللہ تعالیٰ میری روزی میرے ہی جیسے
 کتے کے ذریعہ بھیجتا تھا۔ اور جو مجھے ملتا تھا اسے میں ہی کھا لیتا تھا اور اس نے تمہاری
 روزی تمہارے جیسے انسان کے ذریعہ روانہ فرمائی ہے۔ تین روز گزرنے کے باوجود تم نے
 اپنی ذات پر مجھے مقدم رکھا۔ اس چیز نے مجھے یقین دلادیا کہ تمہارا دین میرے
 دین سے بہتر ہے۔ اس کے بعد وہ مسلمان ہو گیا۔ الحمد للہ الذی ہدانا للاسلام
 وجعلنا من امۃ محمد علیہ الصلوٰۃ والسلام (ص ۴۰۰)

جس کی جوتی اتنی حسین ہے

حضرت ابو عمران سندی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، میں مصر کی فلاں جامع مسجد
 کے اندر تھا۔ میرے دل میں نکاح کا خیال آیا، اور میں نے نکاح کا پختہ ارادہ کر لیا۔ اسی
 وقت قبلہ کی جانب سے مجھ پر ایک نور ظاہر ہوا۔ جیسا نور میں نے کبھی نہیں دیکھا تھا
 اس کے اندر سے ایک ہاتھ برآمد ہوا۔ جس کے اندر ایک سرخ یا قوت کی جوتی تھی
 سبز زرد کا تسمہ لگا تھا اور جوتی جڑے ہوئے تھے۔ ہاتھ کی آواز آئی۔ جب
 اس کی جوتی ایسی ہے تو وہ خود کیسی ہوگی۔ یہ دیکھ کر میرے دل سے عورت کی
 خواہش ختم ہو گئی۔ (ص ۴۰۱)

شہید کی لاش کا جواب

شیخ محمد راقی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔ ”مبارک نام کے ایک حبشی
 تھے۔ مباح روزی کھاتے تھے۔ ہم ان سے کہا کرتے تھے کہ اے مبارک کیا تم نکاح
 نہیں کرو گے؟ وہ جواب دیتے کہ میں نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عرضی لگائی ہے۔
 کہ میرا نکاح کسی عور سے فرما دے۔ راوی کہتے ہیں کہ ہم لوگ ایک جہاد میں شریک

ہوئے۔ دشمن پر حملہ میں مبارک شہید ہو گئے۔ ہم نے دیکھا کہ ان کا سر جسم سے جدا پڑا ہے۔ وہ پیٹ کے بل تھے اور دونوں ہاتھ سینے کے نیچے دبے تھے۔ ہم نے پوچھا، مبارک! اللہ تعالیٰ نے تمہارا نکاح کتنی عورتوں کے ساتھ کیا — انھوں نے سینے کے نیچے سے اپنا ہاتھ نکال کر تین انگلیاں اٹھائیں یعنی بتایا کہ تین عورتوں کے ساتھ۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، (ص ۱۴۰)

آخرت کی نعمتِ دنیا میں

حضرت ابو احمد عیسیٰ فرماتے ہیں، میری ماں نہایت نیک صالحہ تھیں۔ ایک روز ہم نہایت فقر و غربت کی حالت میں تھے مجھ سے کہنے لگیں۔ ہم لوگ اس تکلیف میں کب تک رہیں گے —؟ سحر کا وقت ہوا تو میں نے بارگاہِ حق میں دعا کی اللہم ان کان لی فی الآخرۃ شیئی فجعّل لی منه فی الدنیا اے اللہ اگر ہمارے لئے آخرت میں کچھ ہے تو اس میں سے کچھ دنیا میں عطا کر، اس وقت مجھے گھر کے ایک حصّہ میں ایک نور نظر آیا۔ میں قریب گیا تو دیکھا کہ میرے تخت کا ایک پایہ سونے کا ہے جس پر جواہر لگے ہیں — میں نے اپنی ماں سے عرض کیا یہ لیجئے۔ اور سوچا کہ کچھ جواہر لے کر بازار میں جاؤں اور فروخت کروں۔ مگر اس کا طریقہ کیا ہو —؟ مسجد سے لوٹ کر میں گھر میں داخل ہوا تو میری والدہ نے کہا بیٹے! مجھے معاف کرنا، تیرے مسجد جانے کے بعد میں سو گئی تھی خواب میں جنت دیکھی جس میں ایک محل کے دروازہ پر لکھا ہوا تھا، لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، یہ ابو احمد عیسیٰ کا محل ہے — میں نے ایک شخص سے پوچھا کہ کیا یہ میرے فرزند کا محل ہے۔ اس نے بتایا کہ ہاں۔ میں اس میں داخل ہو کر اس کے کمروں کو دیکھنے لگی۔ ایک جگہ میں نے بہت سے تخت دیکھے ہوئے دیکھے۔ انہی کے اندر ایک ٹوٹا ہوا تخت بھی نظر آیا میں نے کہا یہ ٹوٹا ہوا تخت یہاں کس قدر بے محل

معلوم ہوتا ہے — اس شخص نے کہا اس تخت کا پایہ تم نے لے لیا ہے۔
میں نے اس سے کہا اگر ایسی بات ہے تو اس کو اس کی جگہ واپس کر دو۔ میں جب
بیدار ہوئی تو گھر کے تخت کا پایہ اب سونے کا نہ رہا بلکہ اپنی اصلی حالت پر آگیا
الحمد للہ رب العالمین۔ (رضی اللہ عنہما) (ص ۴۰۱ - ۴۰۲)

مشروبِ جنت

ایک بزرگ فرماتے ہیں، ہم لوگ ملکِ روم میں تھے — ہمارے ایک
ساتھی کا یہ حال تھا کہ کھاتے تھے نہ پیتے تھے۔ راوی نے ان سے پوچھا آپ کو میں
گیارہ روز سے دیکھ رہا ہوں کہ آپ کچھ کھاتے پیتے نہیں، انھوں نے کہا جب رخصتی کا
وقت ہوگا تو بتا دوں گا۔ وہ وقت آیا تو میں نے عرض کیا، ایسا وعدہ دنا کریں۔
فرمایا:

”میں چار سو مجاہدین کے ساتھ جہاد میں شریک ہوا — دشمن نے ہم پر
حملہ کیا اور میرے ساتھی شہید ہوئے، مقتولین کے درمیان صرف میں
زندہ بچا۔ جب سورج ڈوبنے کا وقت ہوا تو اپنے اوپر فضا کی جانب
سے مجھے خوشبو کا احسان ہوا — میں نے آنکھیں کھولیں تو دیکھا
میں خوش لباس لڑکیاں وہاں موجود ہیں۔ ان کی پوشاک ایسی حسین و جمیل،
تھی جیسی میں نے کبھی نہیں دیکھی۔ ان کے ہاتھوں میں پیالے تھے اور وہ
کچھ مقتولین کو پلا رہی تھیں — میں نے آنکھیں موند لیں — لڑکیاں
جب میرے پاس آئیں تو ایک نے کہا جلدی انھیں بھی پلا کر چلو۔ کہیں آسمان
کے دروازے بند نہ ہو جائیں۔ اور ہم زمین ہی پر رہ جائیں۔ دوسری بولی اسے
کیسے پلاؤں اس میں کچھ جان باقی ہے، تیسری بول پڑی ڈرنے کی بات نہیں
پلا دے — اور اس نے مجھے بھی وہ مشروب پلا دیا۔ اے حبیب!

جب سے میں نے وہ شربت نوش جاں کیا ہے مجھے کھانے پینے کی ضرورت نہ رہی۔
 فقیر بد القادری عرض گزار ہے :- رضی اللہ تعالیٰ عنہ (ص ۱۴۰۲)

توپلائے جسے تاحشر وہ تشنہ کیوں ہو؟
 جس کو دیدار طے تیرا وہ بھوکا کیوں ہو؟
 رہنے غلوت میں کہ صحرا و بیاباں میں پھر،
 جس کا منہ ہے تو وہ شخص اکیلا کیوں ہو؟
 غم ہستی کے گریباں کو جو خود چاک کرے
 اس قلندر کو غم و فکر کا شکوہ کیوں ہو؟

بدرا کیا سمجھیں تری گوشہ نشینی کو لوگ !
 پوچھتے رہتے ہیں اس گوشہ میں تنہا کیوں ہو

کلمہ طیبہ لکھا پھل

ایک شیخ کا بیان ہے کہ میں ملک ہندوستان گیا — وہاں میں نے
 ایک درخت دیکھا جس کے پھل بادام کی طرح تھے۔ اس کے دو ٹھکے ہوتے تھے ،
 جب ان چھلکوں کو الگ کیا جاتا تو اندر سے ہرے رنگ کا ایک ورق نکلتا جس پر
 قدرتی قلم سے لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ لکھا ہوتا تھا — اہل ہند
 اس سے معمولی برکت کرتے اور جب بارش آگ جاتی تو اس کے ذریعے طلب راز
 کیا کرتے تھے —

راوی کہتے ہیں کہ یہ قصہ میں نے حضرت ابو یعقوب صیاد سے بیان کیا۔ انھوں
 نے فرمایا اس میں کوئی حیرت کی بات نہیں — میں جب ایلہ میں تھا تو میں نے
 ایک مچھلی شکار کی اس کی دائیں گنٹی پر لا الہ الا اللہ ، اور بائیں پر محمد
 رسول اللہ لکھا ہوا تھا — میں نے جب یہ دیکھا تو مچھلی کو احتراماً واپس

دریا میں ڈال دیا — (ص ۱۴۰۲)

فقیر بد القادری عرض کرتا ہے کہ اس انداز کی قدرتی نشانیاں دنیا میں
 بکثرت ظاہر ہو چکی ہیں — ابھی سال گذشتہ یو پی میں اخباروں میں یہ بات مشہور

ہوئی کہ جرمی کے اندر ایسا جنگل دیکھا گیا ہے جہاں درختوں کی موٹی موٹی ٹہنیاں اس طرح زمین سے اگی ہوئی تھیں جن سے صاف کلمہ طیبہ پڑھا جاتا ہے، اخبارات نے ان کی تصاویر بھی شائع کی ہیں۔

اسی طرح ہندوستان میں صوبہ یوپی کے شہر فیض آباد کشمیری محلہ میں ایک بکری کی پشت پر اسم پاک محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم صاف لکھا ہوا ہے۔ لوگ اس کی زیارت کرتے ہیں۔ (یہ تقریباً ۱۹۸۰ء کا واقعہ ہے)

دور مغلیہ کے ہندوستان میں تاج محل کی تعمیر کے وقت سنگ مرمر تراشتے ہوئے اس کے اندر صاف اسم پاک محمد تحریر کیا ہوا نکلا تھا جسے علماء نے اپنی کتابوں میں لکھا ہے۔ یہ عالم کن فکان جو کچھ بھی ہے فداہ امی و ابی سید محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہی کے طفیل تو ہے۔

فیقہ بدر القادری کہتا ہے

کوئین کی جہیں پر بولاک کا ہے جھومر
ذرے انھیں سے تا باتاں روں میں بھی نیا ہے
سب میں چھپی ہوئی ہے تنویر مصطفائی،
ہر ایک شاہ دس کی دہلیز کا گدا ہے!

قدرت کی کارگاہ کی خاتم ہے اسم ان کا

مخلوق کے دلوں پر نام نہی لکھا ہے،

(صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم)

لوح محفوظ کا لکھا ہوا

ایک بزرگ فرماتے ہیں میں بحری سفر میں تھا۔ میرے ساتھ کے ایک مسافر کو جہاز پر ہیضہ کی شرمکایت ہو گئی۔ وہ شخص رات میں میرے ہاتھ کے سہارے اٹھا اور میں نے جہاز کے اس حصہ میں اسے بٹھایا جہاں لوگ رنج و ماجت کے لئے جاتے تھے۔ وہ حصہ بالکل لب کشتی تھا — اسی دوران ایک زوردار موج آئی

اور جہاز کا وہ حصہ اس زور سے اچھلا کہ بیچارہ سمندر میں چلا گیا۔ یہ صرف میں دیکھ رہا تھا، سب لوگ سوئے ہوئے تھے، ناچار میں لوٹ آیا۔ صبح فجر کی نماز کے وقت میں نے اس شخص کو اپنے پہلو میں پایا۔ میں نے اس سے قصہ پوچھا۔ اس نے بتایا کہ میں سمندر میں گرا تو ابھی اندر تک نہیں پہنچا تھا کہ ایک بڑا پرندہ آیا اور اس نے میری ٹانگوں کے درمیان اپنی گردن ڈال کر مجھے باہر نکالا۔ پھر جہاز کو دیکھا تو یہ دوڑ بکل چکا تھا۔ وہ مجھے لے کر اڑا اور لا کر عرشے پر اتار دیا۔ اور میرے کان کے پاس جو پتھر لگا کر عربی میں کہا کان ذلک فی الکتب مسطوراً یہ لوح محفوظ میں لکھا ہوا تھا۔ (ص ۲۰۲-۲۰۳)

قبول اسلام کا سبب

روم کے ایک نو مسلم اپنے قبول اسلام کی وجہ بیان کرتے ہیں:

”مسلمانوں نے ہم پر حملہ کیا اور میں مسیح مجاہدین کی نقل و حرکت کی نگرانی کرتا تھا۔ اتفاقاً ایک روز فوج کے آخری حصہ کو غافل پا کر، میں نے (اور مسیحی سپاہیوں کی مدد سے) دس مسلمانوں کو گرفتار کر لیا، اور قیدی بنا کر خجروں پر سوار کیا۔ اور ہر قیدی پر ایک پہرہ دینے والا مقرر کیا۔ ان میں سے ایک شخص کو میں نے ایک روز نماز پڑھتے دیکھا۔ اس کے پہریدار سے میں نے اس کے متعلق جواب طلبی کی۔ اس نے کہا جب نماز کا وقت آتا ہے تو یہ شخص مجھ سے کہتا ہے کہ مجھے نماز پڑھ لینے دو تمہیں ایک دینار دوں گا۔ اسی طرح یہ نمازیں پڑھتا ہے اور اشرفیاں دیتا ہے۔ میں نے پوچھا کیا اس کے پاس اشرفیاں ہیں؟ پہریدار نے کہا اس کے پاس کچھ بھی نہیں ہے۔ بلکہ جب نماز پڑھ لیتا ہے تو زمین پر ہاتھ مارتا ہے اور اس کے ہاتھ میں دینار آجاتا ہے اور مجھے دے دیتا ہے۔“

نورسلم بیان کرتے ہیں کہ دوسرے روز میں نے ایک ادنیٰ درجہ کا لباس پہنا اور اس پہریدار کے ہمراہ چلنے لگا۔ تاکہ اس کی صداقت پر انھوں نے غور کا وقت ہوا تو انھوں نے مجھ سے اشارہ کہا کہ نماز پڑھنے دو۔ میں تمہیں ایک دینار دوں گا۔ میں نے بھی اسی طرح اشارہ میں کہا کہ ایک نہیں دو دینار لوں گا۔ انھوں نے رضا مندی ظاہر کی اور نماز پڑھنے کے بعد زمین پر پتھیلی ماری اور دو دینار مجھے دے دیئے۔ عصر کا وقت ہوا تو انھوں نے پھر پہلے کی طرح اشارہ کیا۔ میں نے کہا میں پانچ دینار لوں گا۔ انھوں نے کہا ٹھیک ہے۔ اور نماز پڑھنے کے بعد زمین پر ہاتھ مار کر مجھے پانچ دینار دیئے۔ اسی طرح مغرب کا وقت دس دینار میرے حوالے کئے۔ جب وہ منزل پر پہنچے، اور صبح ہوئی تو میں نے ان کا حال معلوم کیا۔ اور انھیں دارالاسلام لٹن کے کی اجازت دی انھوں نے ٹوٹنا منظور کیا اور میں نے ایک خچر پر بٹھا کر توشہ بھی دیا۔ اور خود اپنی سواری آگے چلائی۔ اس وقت انھوں نے مجھے دعا دی۔

أَمَّا تَكُ اللَّهُ تَعَالَى عَلَى أَحَبِّ الدِّيَانِ إِلَيْهِ اللَّهُ تَعَالَى أَفْنِ سُنْدِيْدِهِ دِيْنٍ پَر تَمْبَارِ اِنَا تَمَرِ فَرَمَائے۔

میرے دل میں اسی وقت سے اسلام کی محبت پیدا ہوئی۔ ان کے ہمراہ میں نے اپنے قریبی لوگوں میں سے کئی ایک کو روانہ کیا اور ان سے کہہ دیا کہ تمہیں دارالاسلام کا جو پہلا شہر ملے وہاں انھیں پہونچا دو۔ اور ان صاحب کو دوات قلم اور کاغذ دیا کہ اپنی حدیں داخل ہونے کے بعد آپ میرے لئے فلاں علامت لکھ بھیجیں تاکہ میں مطمئن ہو جاؤں۔ ان لوگوں نے آپ کو بخفا ظت پہونچا دیا۔ انھیں جہاں جانا تھا، ہاں کاغذ ملے چارہ وز کا تھا۔ میرے ساتھی پانچویں روز واپس لوٹ آئے۔ جسے اندیشہ ہوا کہ ان لوگوں نے انھیں قتل نہ کر ڈالا ہو۔ میں نے جب دریافت کی تو انھوں نے بتایا کہ آپ سے رخصت ہو کر ہم لوگ دارالاسلام کھنہ بھر میں جا پہونچے۔ اور اس کے بعد چار روز

ہمیں داپسی میں لگے ہیں ————— رضی اللہ تعالیٰ عنہ و نفعنا بہ آمین ۔

(ص ۴۰۳)

فقیر بذا القادری عرض کرتا ہے ۔

خدا والے دلوں کی بستیاں آباد کرتے ہیں ؛ اسیر کفر کو اس قید سے آزاد کرتے ہیں ۔
چلا آتا ہے بیت اللہ خود ان کی زیارت کو ؛ صمیم قلب سے یوں وہ خدا کو یاد کرتے ہیں

خدا ان کو تصرف دیتا ہے اپنے خزانوں پر ،

عطا فرماتے ہیں وہ ، اور دلوں کو شاد کرتے ہیں

مرغی بازار میں ونٹ کی فروخت

حضرت شعبی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں ، اہل یمن کی ایک قوم جہاد کے ارادے سے نکلی ————— ان میں سے ایک شخص جس گدھے پر سوار تھا وہ مر گیا اور لوگوں نے ان سے کہا تم ہم لوگوں کے ہمراہ سوار ہو جاؤ ، وہ نہیں مانے ۔ تازہ دضو کیا دو رکعت نماز پڑھی اور کہا :

۱۔ ۱۔ اللہ ! میں تیری راہ میں جہاد کرنے چلا ، اور مقصود صرف

تیری رضا ہے ، اور میرا ایتقان ہے کہ تو مردوں کو زندہ کرتا ہے

اور اہل قبور کو پھر زندہ فرمانے والا ہے ، میں تیری بارگاہ میں

البتحا کرتا ہوں کہ میرے گدھے کو زندہ فرما دے ۔

اور پھر اٹھ کر گدھے کو ٹھوکر لگائی تو وہ کان جھاڑ کر اٹھ کھڑا ہوا ————— انھوں نے

اس پر پھر زین کسی اور لگام لگا کر سوار ہوئے اور اپنے مجاہد دوستوں سے جا ملے

اجاب نے پوچھا ۔ کیسے کیا ہوا — ؟ انھوں نے کہا میں نے رب تعالیٰ سے

عرض کیا کہ میرا گدھا زندہ فرما دے ، تو اس نے زندہ فرما دیا ۔

حضرت شعبی فرماتے ہیں کہ مقام کناسہ میں میں نے وہ گدھا فروخت

ہوتے دیکھا — ایک شخص نے اپنے محلہ میں جا کر لوگوں سے کہا کہ گدھامر کر پھر زندہ ہوا ہے — لوگوں نے یہ بات ماننے سے انکار کیا۔ اور کہا کہ کہیں گدھامر کر پھر زندہ ہوا ہے یہ شخص حضرت شعبی پر الزام لگا رہا ہے۔ اور کہا اگر سچے ہو تو ہمارے ساتھ ان کے پاس چل کر تصدیق کراؤ — بیان کرنے والا حضرت شعبی کے پاس گیا اور عرض کیا حضرت! کیا آپ نے مجھ سے یہ نہیں فرمایا تھا — اس وقت حضرت شعبی نے فرمایا یہ کب کی بات ہے — ؟ — یہ سن کر منکرین کہنے لگے ہم جانتے تھے کہ اس نے حضرت ابو عمر شعبی پر بہتان لگایا ہے۔ وہ سب لوگ جا چکے تو بیان کرنے والے نے پھر عرض کیا۔ ابو عمر! کیا آپ نے یہ واقعہ مجھ سے نہیں بیان فرمایا تھا — آپ نے جواب ارشاد فرمایا :

وَيَحْكُمُ هَلْ تَبَاعُ الْمَبْدُ فِي سُبُوحِ الدَّجَاجِ تَمَّ بِرَأْسِ مَرْغِي مَارِكِي
میں اونٹ فروخت کیے جاتے ہیں۔

شیخ یا غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں، حضرت شعبی نے انکار اس لئے کیا کہ بیان کرنے والے شخص نے ایک عظیم کرامت ایسے لوگوں سے بیان کی جن کی عقلیں قبول کرنے کی صلاحیت نہیں رکھتی تھیں۔ اور ان کے فہم و فراست کی رسائی وہاں تک نہیں ہو سکتی تھی — ایسے ہی لوگوں کے بارے میں نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے

لَا تَطْوَوا الْحِكْمَةَ غَيْرَ أَهْلِهَا
فَنَطْلُبُوا هَا وَلَا تَمْنَعُوا هَا عَنْ
أَهْلِهَا فَتَطْلُبُوا هُمْ

حکمت ناہل کے سامنے نہ دکھو کہ یہ علم و حکمت پر ظلم ہے اور جو اس کے اہل ہیں ان سے پوشیدہ نہ رکھو ورنہ ان پر ظلم ہوگا۔

(ص ۴۰۴)

بدرا نقادری عرض کرتا ہے۔

اہلیت لازم ہے حکمت کے لئے
ہرز میں سے زعفران اگتا نہیں
چاہتا ہے علم بھی ظرف و نظر
بجروں میں بیج کو ضائع نہ کرے

خاص ماحول میں شاہین جنم لیتا ہے ہر نضالائق بازگیر ستہباز نہیں
علم و حکمت کو بھی درکار ہے عالی ظرفی سر بازار عیاں کرنے کا تراز نہیں

سیر عارفان

حضرت شیخ عبدالواحد بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔ میں بیت المقدس کے لئے روانہ ہوا۔ راستہ بھول گیا۔ اچانک ایک عورت ملی، میں نے اس سے پوچھا اے مسافر عورت! کیا تو بھی راستہ بھول گئی ہے۔؟

اب : اس کا آشنا، مسافر کیسے ہو سکتا ہے۔؟ اور اس کی محبت رکھنے والا راستہ کیسے بھول سکتا ہے۔؟ اچھا آؤ تم میری لکڑی کا سرائی تمام کر گئے آگے چلو شیخ فرماتے ہیں کہ اس کے کہنے کے بموجب میں زیادہ سے زیادہ سات قدم چلا ہونگا کہ بیت المقدس کی مسجد نظر آگئی میں نے ہاتھ سے آنکھوں کو ملا کہ شاید مجھے اشتباہ ہو رہا ہے۔ فاتون بولیں :

”اے شخص تیری سیر زباؤں کی سیر ہے اور میری سیر عارفوں کی، زباں چلتا ہے، عارف پُر از کمرتا ہے اور چلنے والا بھلا اڑنے والے کو کب پا سکتا ہے۔؟ یہ کہہ کر غائب ہو گئی، میں نے پھر انہیں نہیں دیکھا (رضی اللہ تعالیٰ عنہما و نفعنا بہما آمین)

(ص ۴۰۴ - ۴۰۵)

بتھر سے چشمہ جاری

حضرت ابراہیم بن ادہم رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں، میں ایک بکری چرانے والے کے پاس سے گزرا، اور پوچھا تمہارے پاس کچھ پانی یا دودھ ہے۔؟ اس نے کہا

جی ہاں، آپ کو دونوں میں سے کیا پسند ہے؟ میں نے کہا پانی۔ اس نے فوراً پتھر کی سخت چٹان پر اپنا ڈنڈا مارا، اور اس سے پانی جاری ہو گیا۔ میں نے جب اس پانی کو پیا تو وہ برت سے زیادہ ٹھنڈا اور شہد سے زیادہ میٹھا تھا، میں تعجب میں پڑ گیا۔ انھوں نے کہا:

”حیرت نہ کرو، جب بندہ اللہ کی اطاعت کرتا ہے تو ہر شے اس کی اطاعت کرتی ہے،“ رضی اللہ تعالیٰ عنہما و نفعنا بہما، آمین

فقیر بدر القادری عرض کرتا ہے: (ص ۴۰۵)
عصائے موسوی کی ضرب ہے ضرب قلندر میں: نظر کر دے تو منظر سار آب زر نظر آئے
بوقت مرگ سب روتے ہیں اور وہ مسکراتا ہے: مسافر جس طرح لمبے سفر کے بعد گھر آئے
خدا کے پاک بندے عظمت مولا کے منظر میں: زمانہ بے بھر ہے اس کو کیا جوہر نظر آئے

حضرت سلمان فارسی کی کرامت

سیدنا حسن بصری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ مدائن سے ایک مہمان کے ہمراہ روانہ ہوئے، آپ نے جنگل میں ہرن اور دیگر جانوروں کو گھومتے پھرتے اور پرندوں کو پر اڑ کرتے ہوئے دیکھا۔ فرمایا:
”تم میں سے ایک تندرست ہرن اور ایک پرندہ میرے پاس آجائے۔ کیونکہ میرے ساتھ ایک مہمان ہے اور میں اس کی عزت و ضیافت کرنا چاہتا ہوں۔“

چنانچہ ہرن اور پرندہ دونوں آ گئے۔ مہمان نے یہ منظر دیکھا تو کہا، سبحان اللہ! یہ بھی آپ کے فرمانبردار ہیں۔ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا:

اَفْتَحَجَبٌ مِنْ هَذَا، هَلْ رَأَيْتَ کیا تم اس پر تعجب ہو، کیا تم نے کسی ایسے

عَبْدًا اِطَاعَ اللّٰهَ فَتَمَّكَاهُ
سَمِي

ہے زمین کا چپہ چپہ زیر فرمان رسول،
مصطفیٰ کی سلطنت کے اولیاء ہیں عاملین،
وہ خدا کے زیر فرمان ن کی طاعت کیش خلق

بندہ کو دیکھا جو اللہ کا مطیع ہو اور کوئی شے
اس کی نافرمان ہو۔ رضی اللہ عنہ
خلق پر مضبوط ہے بندش جنود اللہ کی
ہے حکومت کل جہاں پر اولیاء اللہ کی
باہر تیار پر شکوہ عفت ہے حزب اللہ کی
بدر

حبشی عارف

حضرت شیخ عبدالواحد بن زید اور حضرت ایوب السختیانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ملک
شام میں سفر فرما رہے تھے۔ انھوں نے ایک حبشی شخص کو دیکھا جو لکڑیوں کا بوجھ سر پر
اٹھائے آیا۔ حضرت شیخ عبدالواحد نے اس سے پوچھا: تیرا رب کون ہے؟
حبشی: مجھ جیسے شخص سے آپ یہ پوچھ رہے ہیں۔ یہ کہہ کر لکڑی کا بوجھ زمین پر رکھا
اور آسمان کی طرف سر اٹھایا کہا اے پروردگار اے سونابادے
چنانچہ لکڑیوں کا وہ بوجھ فوراً سونابن گیا (مزید کہا) کیا آپ سے دیکھ رہے
ہیں؟

شیخ عبدالواحد: میں دیکھ رہا ہوں۔

حبشی: اے اللہ اے پھر لکڑی بنادے — یہ کہتے ہی پورا بوجھ پھر لکڑی بن گیا۔
گیا۔ (پھر کہا) عارفین سے سوال کرتے رہو۔ ان کے عجائب ختم نہیں ہوتے۔
حضرت ایوب فرماتے ہیں: میں اس حبشی کا کمال دیکھ کر حیرت میں ڈوب گیا۔ اور اتنا
شرمندہ ہوا جتنا کبھی نہیں ہوا تھا۔ اور میں نے پوچھا۔ کیا آپ کے پاس کچھ کھانے کو ہے؟
انھوں نے اشارہ کیا، فوراً ہمارے پاس ایک پیالہ آگیا جس میں شہد تھا۔ جو برف سے
زیادہ سفید اور اور مشک سے زیادہ خوشبودار تھا

عجبتی : بیجے تاول کیجئے۔ یہ میکھیوں کے شکم سے نکلا ہوا نہیں ہے۔
 ہم نے کھایا تو اس سے مٹی بھی کوئی شے ہمیں یاد نہ رہی۔ ہم نے تعجب کا اظہار کیا
 عجبتی : ایسی کرامتوں پر تعجب کرنے والا عارٹ نہیں ہوتا۔ اور جو تعجب ہو جان لو کہ
 وہ اللہ سے دور ہے، اور جو شخص کراتیں دیکھ کر اللہ کی عبادت کرتا ہے وہ
 اللہ سے ناواقف ہے۔ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ و نفعنا بہم آمین)

(ص ۴۰۵)

خلوت با خدا

حضرت شیخ واسطی رضی اللہ تعالیٰ عنہ جنگل کی سیر کرتے ہوئے ایک دیہاتی کے
 پاس پہنچے، جو تنہا تھے۔ فرماتے ہیں :

میں نے سلام کیا، انہوں نے جواب دیا۔ پھر میں نے کچھ پوچھنا چاہا
 تو کہنے لگے ”اللہ کے ذکر میں لگے رہو کیونکہ اللہ کا ذکر قلب کی شفا
 ہے۔“ ————— پھر فرمایا : انسان ذکر الہی سے سست اور
 کاہل کیوں ہو جاتا ہے حالانکہ موت اس کی گھات میں ہے۔ اور
 اللہ تعالیٰ اسے دیکھ رہا ہے ————— یہ کہہ کر رُنے لگے۔ ان
 کے ساتھ میں بھی رُنے لگا ————— کچھ دیر بعد میں نے پھر پوچھا۔ آپ
 تنہا کیوں ہیں۔؟ فرمایا میں اکیلا نہیں ہوں اللہ تعالیٰ میرے ساتھ
 ہے۔ جب وہ میرا امیس و دمساز ہے تو میں تنہا نہیں ہوں۔ اس کے
 بعد بلدی سے میرے پاس سے اٹھ کر چلے گئے، یہ کہتے ہوئے :۔
 اے میرے پُروردگار ! تیری بیشتر مخلوق تجھے چھوڑ کر غیر کے
 ساتھ مشغول ہے، حالانکہ تو تمام چھوٹی ہوئی چیزوں کا نعم البدل ہے
 اے ہر غریب کے ساتھی، اے ہر تنہا کے مونس، اے بے سہارا

کی پناہ۔
شیخ واسطی فرماتے ہیں وہ آگے آگے چلے جا رہے تھے اور میں ان کے پیچھے لگا تھا۔
پلٹ کر مجھے دیکھا اور کہا :

”اللہ تمہیں عافیت بخشے، مجھ سے بہتر کو تلاش کرو، اور مجھ
اپنے سے بہتر کے ساتھ رہنے دو، پھر نظر سے غائب ہو گئے۔
رضی اللہ عنہ (ص ۴۰۶)

سونے کی زمین سونے کا آسمان

سیر بیاباں کے دوران، حضرت ذوالنون مصری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو گھاس
پر لیٹے ہوئے ایک شخص ملے، سلام و جواب کے بعد انھوں نے پوچھا۔
کہاں کے باشندے ہو؟
مصر کا

کہاں جا رہے ہو؟
اللہ تعالیٰ کے ساتھ انس تلاش کرو، ہا ہوں۔
دنیا و آخرت کو ترک کر دو، اس وقت طلب صادق ہوگی، اور محبت
مولا کی منزل پا جاؤ گے۔

یہ بات درست ہے، ذرا اس کی وضاحت فرمادیں!
کیا ہمارے حاصل کئے ہوئے پر تہمت لگا رہے ہو؟ تم جو کہتے ہو، یہیں
اس سے سوا عطا ہوا ہے یعنی اللہ کی معرفت
میں آپ پر تہمت نہیں باندھتا، بلکہ اس بات کا خواہشمند ہوں کہ اس نوالہ
کلام کو مزید منور فرمائیے۔
اے ذوالنون! اوپر دیکھ!

میں نے نظر اٹھائی تو آسمان سونے کا بن گیا تھا اور زمین بھی سونے کی بن گئی تھی۔ اور دونوں چمک رہے تھے،

اب آنکھیں بند کرو! میں نے آنکھیں بند کر کے پھر کھولیں تو سب کچھ پھر اپنی اصلی حالت پر تھا۔ پھر میں نے دریافت کیا اس کی جانب راستہ کس طرح ملے گا؟
فرمایا: اگر تو اللہ کا بندہ ہے تو اس کے لئے سب سے الگ ہو جا،

(رضی اللہ تعالیٰ عنہما و نفعنا بہما آمین) (ص ۳۰۶-۳۰۷)

اللہ کا عاشق

حضرت شیخ محمد مقدسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک بار ملک شام کے ایک پائل خانے میں گئے۔ وہاں ایک نوجوان کو دیکھا جس کے ہاتھ میں ہتھکڑی، پاؤں میں بیڑی لگے ہیں نو لادی طوق اور پورا جسم زنجیر سے جکڑا ہوا تھا۔ شیخ فرماتے ہیں، مجھے دیکھا تو بولے، ”محمد! دیکھ رہے ہیں میرے ساتھ کیا ہو رہا ہے۔“ میں آپ کے ذریعہ اس تک یہ بات پہنچانا چاہتا ہوں۔

”اگر تو میرے لئے آسمانوں کو طوق اور زمین کو زنجیر بنا کر میرے

ہاتھ پاؤں میں ڈال دے پھر بھی میں تجھے چھوڑ کر لمحہ بھر کے لئے بھی غیر کی جانب التفات نہیں کروں گا۔“

عَلَى بُعْدِكَ لَا يَصْبِرُ مَنْ عَادَتَهُ الْهَوَىٰ وَلَا يَقْوَىٰ عَلَى قَطْعِكَ مَنْ يَتِمُّهُ الْهَوَىٰ
جسے تیرے قرب کی عادت ہو گئی، وہ تیری جدائی پر صبر نہیں کر سکتا۔ اور وہ قطع تعلق پر قادر نہیں جسے محبت نے دافستہ کر دیا ہو۔

وَحُبُّكَ فِي قَلْبِي وَفِي كَيْدِي إِذَا لَمْ تَرَكَ الْعَيْنُ فَقَدْ أَبْصَرَكَ الْقَلْبُ
نیری محبت میرے دل میں اور میرے جگر میں ہے اگر تجھے آنکھ نہیں دیکھتی تو کوسیا،

دل تو دیکھتا ہے ۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

معلم عرفان

حضرت ذوالنون مصری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں مجھ سے لوگوں نے ایک عرب بزرگ کی عظمت شان، ان کی عارفانہ باتیں اور حسن کلام کا ذکر کیا۔ میں ان سے ملنے گیا۔ چالیس روز ان کی خدمت میں رہا۔ ان کی مشغولیات عبادت کی وجہ سے اس مدت میں، میں ان کے علم سے فیض یاب نہ ہو سکا۔ ایک روز مجھے دیکھ کر انھوں نے میرے بارے میں پوچھا، میں نے اپنا حال بتایا۔ فرمایا۔ میرے پاس کس لئے آئے ہو؟

حضرت ذوالنون: آپ سے ایسے علم کی خواہش میں حاضر ہوا ہوں جو مجھے اللہ کا راستہ دکھا دے۔

عرب بزرگ: اللہ سے ڈرو اس سے دُمانگو — اسی پر توکل کرو وہی حمد کا سزاوار حقیقی سرپرست ہے۔

اتنا فرمانے کے بعد خاموش بیٹھ رہے۔ میں نے عرض کیا اللہ آپ پر رحم فرمائے کچھ اور بیان فرمائیں — میں مسافر، آپ کی خدمت میں دور دراز سے آیا ہوں اور اپنے قلب میں آنے والے شبہات کا آپ کے ذریعہ ازالہ چاہتا ہوں۔

عرب بزرگ: پہلے یہ بتاؤ تم متعلم ہو، عالم ہو یا مناظر؟

حضرت ذوالنون: میں ایک ضرورت مند متعلم ہوں

عرب بزرگ: متعلم ہو تو متعلم کی طرح رہو — اور آداب سوال ملحوظ رکھو

کیونکہ اگر تم آداب میں کمی یا جسارت بے جا سے کام لو گے تو فیض معلم تم سے اٹھ جائے گا۔ عقل والے علماء اور عرفان والے صوفیاء صدق و وفا کی راہ پر چلتے ہیں — اور قرب صفا کے قدم سے

غم و بلا کی وادیاں سر کرتے ہیں۔ اور دارین کی بھلائی حاصل کرتے ہیں۔

حضرت ذوالنون: یہ تمک اللہ۔ ارشاد فرمائیں کہ بندہ اس مقام پر کب پہنچتا ہے۔

عرب بزرگ: جب وہ اسبابِ انساب سے بلند ہو جاتا ہے۔ وہ قلب سے سارے تعلقات کاٹ ڈالتا ہے۔

حضرت ذوالنون: حضور عالی! بندہ کو یہ رتبہ کب ملتا ہے؟

عرب بزرگ: جب وہ طاقت و قوت سے نکل جائے۔ اور اس کے پاس کوئی ایسی چیز نہ رہے جس کا وہ مالک ہو نہ اس کی کوئی ایسی حالت ہو جس سے وہ واقف ہو
(رضی اللہ تعالیٰ عنہ) (ص ۳۰۹)

معرفت کی باتیں

حضرت ذوالنون مصری رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک سفر میں ایک بزرگ سے ملے، جن کے چہرے پر معرفت کی روشنی تھی۔ خود فرماتے ہیں میں نے پوچھا۔

اللہ کے قرب کا راستہ کیسے ملتا ہے؟

اللہ کو پہچان لو تو تمہیں اس کی طرف جانے کا راستہ بھی مل جائے گا۔ اس کے بعد فرمایا۔ اے شخص، خلافِ اختلاف کو چھوڑ دو۔

حضرت ذوالنون: حضرت والا! کیا علماء کا اختلاف رحمت نہیں ہے؟
فرمایا: بیشک ہے۔ مگر تجرید اور توحید میں اختلاف رحمت ہرگز نہیں

حضرت ذوالنون: تجرید اور توحید کیا ہے ؟

فرمایا: خدا کو پانے کے لئے مخلوق کا دیدار چھوڑ دینا۔

حضرت ذوالنون: کیا عارف کبھی مسرور بھی ہوتا ہے ؟

فرمایا: عارف کو کبھی غم بھی ہوتا ہے کیا ؟

حضرت ذوالنون: کیا اللہ کے عارف کا غم دراز نہیں ہوتا ؟

فرمایا: جو اللہ کو پہچان لیتا ہے اس کا غم مٹ جاتا ہے۔

حضرت ذوالنون: کیا دنیا عارفوں کے دل کو تغیر میں ڈالتی ہے۔

فرمایا: عارفین کے قلوب کو آخرت متغیر نہیں کر سکتی تو دنیا کیا کرے گی ؟

حضرت ذوالنون: کیا اللہ کی پہچان حاصل کر لینے والا لوگوں سے وحشت زدہ

نہیں ہوتا ؟

فرمایا: ایسا نہیں بلکہ وہ اللہ کی جانب مائل رہتا ہے۔ اور لوگوں سے

بمجرد۔

حضرت ذوالنون: کیا عارف کو اللہ کے سوا کسی اور شئی سے افسوس بھی ہوتا

ہے ؟

فرمایا: کیا عارف اللہ کے سوا کو جانتا بھی ہے جس پر افسوس کرے ؟

حضرت ذوالنون: کیا عارف اللہ کی جانب مشتاق ہوتا ہے ؟

فرمایا: کیا عارف اللہ سے لمحہ بھر غائب بھی ہوتا ہے کہ مشتاق ہونے

کا سوال اٹھے ؟

حضرت ذوالنون: اللہ تعالیٰ کا اسمِ اعظم کیا ہے ؟

فرمایا: اسمِ اعظم اللہ کی عظمت و ہیبت اور جلال کے ساتھ ”اللہ“

کہنا ہے۔

حضرت ذوالنون: میں اکثر (اسمِ ذات) کہتا ہوں مگر ہیبت طاری نہیں ہوتی ؟

فرمایا: اس لئے کہ تم اپنے لحاظ سے کہتے ہو، اس کی ذات کے لحاظ

سے نہیں کہتے۔
 حضرت ذوالنون: مجھے کچھ نصیحت فرمائیں۔
 فرمایا: اتنا جان لینا کافی ہے کہ وہ تجھے دیکھتا ہے۔
 حضرت ذوالنون فرماتے ہیں پھر میں جانے کے لئے اٹھ کھڑا ہوا۔ اور مزید عرض
 کیا، اب میرے متعلق کیا حکم ہے۔
 فرمایا: وہ تجھے ہر حال میں جانتا ہے تو بھی اسے فراموش نہ کر۔
 (رضی اللہ تعالیٰ عنہما و نفعنا بہما۔ آمین)

(ص ۴۱۰)

عارفوں نے یہ راز فاش کیا بد رے لے تو بن کے عبد اللہ
 ذکر کامل جلال و ہیبت سے اسم اعظم ہے اسم ذات ”اللہ“

مرشد کامل اور تعمیرِ انسانیت

حضرت شیخ ابوالعباس جرار رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں مریدوں
 کی ایک جماعت کے ساتھ حضرت شیخ ابوالاحمد لسی رضی اللہ عنہ کی زیارت
 کو گیا۔ ان کے پاس ہم نے لوگوں کا اثر دھام دیکھا۔ اور نقیب دیکھے
 اور ہر نقیب کے ماتحت بڑی بڑی جماعت ہوتی تھی۔ ہمیں دیکھ کر شیخ
 نے فرمایا:

”بچہ معلم کے پاس جب سادی تختی لے کر آتا ہے تو معلم
 اس پر لکھتا ہے، تختی انگریزی سے پُر ہو تو معلم اپنی تحریر
 کہاں ثبت کرے، اس وقت وہ کہتا ہے کہ لوٹ جاؤ
 دوسری بار ہماری جانب نگاہ التفات اٹھائی اور فرمایا:
 ”جوانان کئی گھاٹ کاپانی پیتا ہے، اس کے مزاج

میں تغیر آجاتا ہے، اور جو ایک ہی پانی پر اکتفا کرتا

ہے، اس کا مزاج یکساں رہتا ہے۔ میں نے شیخ اندلسی رضی اللہ عنہ کے ایک مرید کے گھر میں تقریباً پندرہ سال کی عمر کے چار سو نو جوانوں کو دیکھا جو تمام کے تمام اہل کشف تھے۔ ایک روز شیخ اندلسی کا خادم میرے پاس آیا۔ اور میں شیخ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اس وقت آپ کے پاس ایک بڑی جماعت بیٹھی ہوئی تھی۔ اور آپ کچھ فرما رہے تھے۔ میں جا کر بیٹھ گیا تو بے ہوش ہو گیا۔

”اس وقت مجھ پر عالم ملکوت کا انکشاف ہوا۔ اور شیخ کو میں نے دیکھا کہ ہاتھ میں ایک بڑا تیشہ لئے ہوئے میرے سر پر کھڑے ہیں، اور میرے جسم کی عمارت منہدم کر رہے ہیں، اور میں دیکھتا رہا کہ میرا ایک ایک عضو بدن کٹ کٹ کر زمین پر گر رہا ہے۔ حتیٰ کہ انھوں نے میرے پاؤں کے ٹخنوں تک کو جدا کر دیا۔ اور میرے جسم کا کوئی حصہ ٹوٹنے سے بچ نہ سکا۔ اس کے بعد آپ نے جسم کی نئی عمارت بنانی شروع کی اور ٹخنوں سے شروع کر کے دماغ تک مکمل کیا پھر فرمایا۔ اب تم بے نیاز ہو چکے۔ اپنے شہر واپس جاؤ۔“

جب میں ان کی مجلس پاک سے باہر آیا تو مجھ پر سارے عالم علوی روشن تھا اور اس کی کوئی شے مجھ سے مخفی نہیں تھی (س ۳۱۰-۳۱۱) فقیر بدر القادری نے عرض کیا ہے:

شیخ کامل کی نکاہوں میں ہے روشن ملکوت
رکھ یقین باطنی اخلاق کا معمار ہے وہ

جو تحمل سے کمرے اس کی جراحت کو قبول ،
اپنی دنیا کے لئے قافلہ سار ہے وہ

کشفی قوت

حضرت ابو العباس حرارہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے — حضرت شیخ
ابو یوسف دہمانی رضی اللہ عنہ شیخ ابو عبد اللہ قرشی رضی اللہ عنہ کی مجلس میں شریک
ہوا کرتے تھے — انھوں نے ایک روز مجھے شیخ قرشی کے پاس مجلس کی
بابت دریافت کے لئے بھیجا کہ آج مجلس ہوگی یا نہیں۔ میں جب ان کے
دروازے کے نزدیک صحن میں پہونچا تو خوف کی وجہ سے آگے نہ بڑھ سکا۔
اتنے میں ایک دروچہ کھلا اور ایک کمینز نے سر باہر نکال کر کہا اے احمد شیخ
ابو عبد اللہ فرماتے ہیں کہ جا کر شیخ ابو یوسف کو بتادو کہ آج ہماری مجلس نہیں ہوگی
بغیر میرے پوچھے ہوئے، شیخ کا جواب یا کر میں نے اللہ کا شکر ادا کیا —
واپس شیخ ابو یوسف کے پاس پہونچا تو وہ لیٹے ہوئے تھے — اٹھ کر بیٹھ
گئے اور کہنے لگے — تم صحن میں پہونچ کر کھڑے کیوں ہو گئے تھے کہ کمینز نے
تمہیں جواب دیا — شیخ کے پاس کیوں نہیں گئے — میں نے عرض
کیا میں ان سے ڈرتا ہوں۔ فرمایا: تم جب تنہا ہو تو ان سے ہیبت زدہ رہو
مگر جب میرے ساتھ جاتے ہو تو ڈرنے کی بات نہیں بے خوف جایا کرو۔
ارباب فکر نے شیخ ابو العباس سے دریافت کیا اس واقعہ میں دونوں
بزرگوں میں سے کس کا کشف زیادہ ملتا ہے؟
فرمایا: شیخ ابو عبد اللہ قرشی کا، رضی اللہ عنہما ولفعتا بہما آمین

علم لدنی سے جواب

حضرت ابو العباس حراری کا فرمان ہے کہ میں سیاحت کرتے ہوئے حضرت ابو العباس مرینی کی خدمت میں حاضر ہوا۔ وہ عظیم شخص تھے۔ اسی وقت ایک آدمی نے حضرت سے پوچھا: عقل افضل ہے یا روح؟ اس وقت میں نے دیکھا کہ حضرت اپنی روح کو عالم بالا کی سیر میں لے گئے۔ اور ہمراہ میری روح کو بھی لے چلے۔ ہم آسمان دنیا پر پہنچے میں وہاں طائفہ اور انوار و تجلیات میں منہمک ہو گیا۔ اور حضرت مجھ سے غائب ہو گئے۔ میں نے اپنے لئے کوئی مستقر تلاش کیا تو نہ پاسکا۔ بالآخر میں اتر آیا۔ میں نے دیکھا کہ شیخ اپنی غیبت میں کھوئے ہوئے تھے۔ تھوڑی دیر بعد تشریف لائے اور سوال کرنے والے سے فرمایا:

”جب حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو معراج ہوئی تو حضرت جبریل علیہ السلام حضور اقدس کے ساتھ تھے اور پھر وہ اپنی حد پر پہنچ کر کھڑے ہو گئے۔ اور کہا کہ اے محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہم لوگوں کی ایک جگہ متعین ہے میں جب سے پیدا ہوا ہوں اس سے آگے نہیں بڑھا۔ اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو جہاں تشریف لے جانا تھا حضرت جبریل کے بغیر گئے۔ اور حضرت جبریل علیہ السلام روح تھے، اور اس وقت حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عقل تھے، گویا شیخ ابو العباس مرینی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے علم کو اس کے اصل مقام سے لیا اور تقلید اور معقول سے نہیں حاصل کیا، ارباب معارف اور اصحاب علم لدنی شیوخ کا یہی طریقہ ہے۔ (رضی اللہ عنہم و نفعنا بہم آمین) ص ۴۱۱ - ۴۱۲۔

السَّابِقُونَ الْأَوَّلُونَ

وہی بزرگ فرماتے ہیں کہ میں اپنی تجرید کے دور میں مصر کی ایک مسجد میں مد
ورفت رکھتا تھا۔ وہ مسجد قراقرظ کے راستے میں کہاروں کے آدے کے مقابل
تھی۔ میں اسی میں سوتا تھا اور شب میں اٹھ کر قبرستان، جنگل ویرانے میں جایا
کرنا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے مجھ پر قبرستان والوں کا حال منکشف فرمایا۔ مجھے
نعمتوں برکتوں سے نوازے ہوئے لوگ بھی نظر آئے اور وہ لوگ بھی جن پر
عذاب ہوا تھا۔ سب کے حالات مختلف تھے۔ میں نے سب سے بہتر ان لوگوں
کو پایا جو فتح سے قریبی جانب میں مدفون ہیں۔

حضرت علامہ یافعی یمنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت شیخ
ابوالعباس کو ان کی وصیت کے مطابق قبرستان کے مقام مذکور میں ہی دفن کیا
گیا وہیں میں نے ان کے مرقد کی زیارت کی ہے۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہ
(ص ۴۱۲)

موت کے تحائف

وہی شیخ ابوالعباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں اپنے شہر اشبیلیہ
میں ایک بار بیمار ہوا۔ چت لیٹا پڑا تھا۔ میں نے دیکھا کہ بڑے بڑے پرندوں
کا جھنڈ ہے جس میں سفید سبز سرخ رنگ برنگ کے پرندے ہیں جو ایک ہی
ساتھ اپنے بازوؤں کو سمیٹتے ہیں اور پھر ایک ہی ساتھ کھولتے ہیں۔ اور بہت

سے آدمی ہیں جن کے ہاتھوں میں ڈھکے ہوئے خوان ہیں جن میں تحائف ہیں جو لائے جا رہے ہیں۔ میرے خیال میں یہ بات آئی کہ یہ موت کے تحفے ہیں۔ میں آگے چلا اور کلمہ شہادت کا ورد کرنے لگا۔ ان میں سے ایک مجھ سے مخاطب ہوا۔ اور کہا۔ ابھی تیرا وقت نہیں آیا ہے۔ یہ تحائف ایک دوسرے مومن کے لئے ہیں جس کا وقت پورا ہو چکا ہے۔ میں ان کو دیکھتا رہا یہاں تک کہ میری نگاہ سے غائب ہو گئے۔ رضی اللہ عنہ (ص ۴۱۲)

شارحِ رحال

حضرت راؤ عجی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں بیان کیا گیا ہے کہ انھیں دفن کرنے کیلئے جب قبر میں اتارا گیا تو زمین قبر پر ریحان کا فرش پکھا ہوا تھا۔ دفن کرنے والے نے ان میں سے سات شاخیں نکال لیں۔ وہ اس کے پاس سرورز تک رہیں اور ان کی تروتازگی میں کوئی فرق نہیں آیا۔ لوگ آکر انھیں دیکھتے تھے اور تعجب کرتے تھے۔ اس کے بعد ان شاخوں کو امیر نے اس سے لے لیا مگر امیر کے پاس سے شاخیں غائب ہو گئیں۔ (ص ۴۱۲)

مجلسِ ذکر کی برکت

ایک بزرگ فرماتے ہیں میں نے مسکینہ طفار یہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو خواب میں دیکھا۔ میں نے کہا مرحبا اے مسکینہ! فرمایا: خبر داز خبر دار اب مسکنت چلی گئی اور امارت آگئی ہے بزرگ: مبارکباد

مسکینہ : اس کی حالت کیا پوچھتے ہوئیں کے لئے ساری بہشت مباح
کردی گئی ہو۔

بزرگ : یہ کس طرح ہوا ؟
مسکینہ : مجلس ذکر کی وجہ سے (رضی اللہ تعالیٰ عنہا و نفعنا بہا آمین)
(ص ۴۱۲)

پتھر کی بات چیت

حضرت ابوالعباس حرار رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔ سیر و سیاحت
کے بعض مراحل میں مجھے پتھروں سے استنجا کرنا پڑتا تھا۔ ایک روز ایک پتھر
اٹھایا۔ تو اس سے آواز آئی، خدا کے لئے میں چاہتا ہوں کہ مجھ سے استنجانہ
کریں۔ میں نے دوسرا پتھر اٹھایا تو اس سے بھی ایسی ہی آواز آئی — اس
وقت مجھے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا حکم یاد آیا۔ پھر میں نے ایک پتھر کو
اٹھا کر کہا کہ مجھے اللہ کا حکم ہے کہ تجھی سے پاکی حاصل کروں اور یہ تیرے
لئے بھی بہتر ہے۔ (ص ۴۱۲-۴۱۳)

غلیبی اسکے

حضرت ابوالعباس حرار رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں میں اپنے بھائی کو
مکہ معظمہ میں چھوڑ کر سفر آیا — پھر اس کے بعد انھوں نے میرے پاس آکر سلام
کیا — میں انھیں دیکھ کر مسرور ہوا — انھوں نے کہا بھائی! مجھے

بھوک لگ رہی ہے۔ میں نے کہا میرے پاس تو کچھ ہے نہیں۔ اور حال یہ ہے کہ نہ میں کوئی محنت مزدوری کرتا ہوں اور نہ ہی کسی کے آگے ہاتھ پھیلاتا ہوں۔ ابھی میں یہ بات پوری نہ کر پایا تھا کہ مکان کے درجے سے ایک پرندہ اندر داخل ہوا اور ایک سونے کا سکہ میری گود میں گر کر چلا گیا۔ میں اس سے ان کے لئے کھانا خرید کر کھلایا۔ (رضی اللہ تعالیٰ عنہما) (ص ۱۳۳)

امتحان ارادت

شیخ ابو العباس کے تلمیذ رشید شیخ صفی الدین ابو منصور فرماتے ہیں میرے اساتذ کی ایک صاحبزادی تھیں۔ حضرت کے اہل تعلق میں سے کئی لوگ ان سے نکاح کے خواہشمند تھے۔ حضرت کو اطلاع ہوئی تو انہوں نے فرمایا۔ ”میری اس بیٹی سے نکاح کرنے کا کوئی ارادہ نہ کرے حق تعالیٰ نے اس کی پیدائش کے وقت ہی مجھے اس کے شوہر کی اطلاع فرمادی تھی میں اس کا منتظر ہوں۔“

شیخ صفی الدین اپنے بارے میں فرماتے ہیں کہ میں اس وقت اپنے والد کے ہمراہ رہتا تھا۔ میرے والد ملک شریف کی وزارت پر فائز تھے۔ اور ہم لوگ فرات کے اس پار رہتے تھے۔ ہم لوگ جب مصر میں داخل ہوئے تو ملک عادل نے میرے والد محترم کو قاصد کی حیثیت سے مکہ معظمہ ابو غرینہ کے پاس بھیجا تا کہ وہ یمن جا کر ملک مسعود بن ملک کامل کی مدد کریں۔ اس وقت مجھے شیخ ابو العباس حرار کی خدمت میں حضوری اور ان کی مصاحبت کی سعادت ملی۔ میرا حال یہ تھا کہ بچپن ہی سے جب کبھی حضرت کا تذکرہ ہوتا تو ان کی صوت میرے

سامنے ہوتی تھی۔ میں جب ان کے روبرو بیٹھا تو میری حالت بدل گئی۔
 میں پہلے اچھی ہیئت میں تھا میرے پاس چمکدار زریں لباس اور سواری کا عمدہ
 خچر تھا۔ حال یہ ہوا کہ میں گھر اور سب کچھ خیر باد کہہ کر شیخ ہی کا ہوا ہا۔
 میرے والد گرامی بڑے کڑو فر کے ساتھ مکہ معظمہ کی سفارت سے واپس آئے
 ان کے استقبال اور ملاقات کے لئے مصر کے بہت لوگ خمیرہ خمر گاہ کے ساتھ
 شہر کے باہر تک گئے۔ شیخ نے مجھ سے بھی فرمایا کہ اپنے والد کی
 ملاقات کرنے کے لئے جاؤ۔ میں نے عرض کیا آپ کے سوا میرا کوئی
 باپ نہیں۔ میں آئندہ نہ ان کی سواریوں پر سوار ہوں گا اور نہ ہی ان کے ساتھ
 کھانا کھاؤں گا۔ شیخ نے فرمایا (وزیر زادگی کی شان و شوکت سے
 نہ سہی فقیرانہ) خدمتہ عالی ہی کے ساتھ چلے جاؤ۔ چنانچہ میں نہایت معمولی سواری
 پر بیٹھ کر پھٹے پرانے فقیرانہ کپڑوں کے ساتھ روانہ ہوا۔ میرے اعزہ میری
 بری حالت دیکھ کر آنسو بہاتے تھے۔ اور والد صاحب سے جب میں نے حاجیوں
 کے مستقر پر ملاقات کی تو میں اکیلا تھا، میں نے انھیں سلام کیا مگر انھوں نے مجھ
 نہیں پہچانا۔ ان کے ساتھ درازان فوج، احباب، غلام، خدام سبھی تھے ان
 میں سے کسی نے بھی مجھے نہیں پہچانا۔ پھر انھیں جب معلوم ہوا تو حیران رہ گئے
 ان کا چہرہ فق ہو گیا۔۔۔۔۔۔ اللہ انھیں اس کا اجر عطا فرمائے۔

اس کے بعد میرے خویش و اقارب رشتہ دار اور بھائی جو استقبال کے
 لئے آئے تھے ان سے ملے اور سب اکٹھے ہو گئے۔ میں اکیلا ایک گوشہ میں
 کھڑا رہا۔ وہ لوگ جب ان کی قیام گاہ پر پہنچے تو شہر سے ان کے لئے جو
 تحائف کھانے وغیرہ لائے تھے پیش کئے گئے۔ ان کے ہمراہ جتنے لوگ تھے، اور

جو حضرات ملنے کی غرض سے آئے تھے سب ستر خوان پر یکجا ہوئے۔ صرف میں تنہا الگ رہا اور میں سخت گریہ زاری میں مبتلا تھا۔ اس قیدی کے مانند جو اپنے اہل و عیال سے الگ کئے جانے کے وقت آہ وزاری کرتا ہے۔

بالآخر میرے والد نے مجھے دھمکی دی کہ اگر میں اپنی حالت کو نہیں بدلوں گا تو وہ مجھے قید کر دیں گے۔ میں نے یہ بات شیخ کو بتائی۔ شیخ نے مجھے اپنی فائقہ سے نکال دیا۔ اور کہا اپنے باپ کے پاس جاؤ، اور یہاں نہ آنا۔ اس حالت میں میں ایک عرصہ تک گریہ وزاری کرتا رہا۔ اور یسلی کے مجنوں کا یہ شعر پڑھتا رہا

جَنَّتْ بِلَيَايَ ثُمَّ جَنَّتْ بَعِيرِنَا وَأُخْرَىٰ بِنَا مَجْنُونُهُ لَا يُرِيدُهَا
میں یسلی پر دیوانہ ہوا تو وہ کسی اور پر پاگل ہو گئی۔ اور ایک مجھ پر بھی فریفتہ ہو گئی ہے جسے میں نہیں چاہتا۔ اس وقت مجھے اللہ تعالیٰ کی طرف سے شیخ کے مقصد کا انکشاف ہوا کہ وہ میری سچائی اور خلوص کی آزمائش کرنا چاہتے ہیں۔ تاکہ میرے معاملہ میں وہ اپنی خواہش اور ارادے سے بری الذمہ ہو جائیں۔ اس وقت شیخ کی جانب سے میرا دل صاف ہو گیا۔ اور والد صاحب کے مکان میں، میں ایک گوشہ میں جا کر بیٹھ رہا۔ اور قسم کھانی کہ جب تک شیخ کا حکم نہ ہو، کھانے، پینے اور سونے کے قریب نہیں جاؤں گا۔ اور نہ یہاں سے باہر نکلوں گا۔ والد صاحب تک میری بات پہنچ گئی کہ شیخ نے مجھے اپنے پاس سے بھگا دیا ہے اور میں نے ایسی ایسی قسم کھا رکھی ہے۔ انھوں نے کہا، اسے چھوڑ دو بھوک پیاس لگے گی تو خود کھائے گاپے گا میں تیسرے روز بھی جب اپنی قسم پر قائم رہا۔ وہ سو کر بیدار ہوئے تو کہا۔ اس سے کہہ دو کہ شیخ کے پاس ہی چلا جائے اور جو چاہے وہ کرے۔ میں نے کہا میں نہیں جاؤں گا، اگر والد صاحب واقعی یہ چاہتے ہیں تو مجھے اپنے

ساتھ لے کر شیخ کی خدمت میں چلیں۔ اس سے میرا مقصد شیخ کی عزت افزائی تھی۔ والد صاحب راضی ہو گئے اور مجھے لے کر پیدل مسجد شیخ میں پہنچے۔ انہوں نے شیخ کی دست بوسی کی اور کہا:

”حضرت یہ آپ کا لڑکا ہے، اسے جو چاہیں کریں، میری آرزو تو یہ تھی کہ اس کی جگہ میں خود آپ کی خدمت گزاری کرتا،“

شیخ نے فرمایا: مجھے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ اس فرزند کے ذریعہ آپ کو نفع دے گا۔“

اس کے بعد مجھے شیخ کے حوالے کر کے واپس چلے گئے اَعْظَمَ اللہُ اَجْرَهُ وَجَزَاهُ عَنِّي خَيْرًا اس کے بعد میں نے انہیں ایک ماہ تک نہیں دیکھا۔ میری یہ خدمت تھی کہ روز آٹھ دو گھڑے پانی سے بھرے ہوئے، ننگے پاؤں، شیخ کے گھر لے جایا کرتا تھا، لوگ مجھے یہ کرتے دیکھتے تو میرے والد سے جا کر کہتے تھے۔ والد صاحب انہیں جواب دیتے۔

”میں نے اللہ کے واسطے چھوڑا ہے اور اللہ سے امید رکھتا

ہوں کہ اس کا یہ ثواب برباد نہیں ہوگا اور دعا کرتا ہوں

کہ اسے اپنی شان کے لائق اجر سے نوازے۔“

اس کے بعد والد صاحب کا انتقال ہوا۔ میں نے اس کے بعد جواب دیکھا کہ شیخ فرماتے ہیں۔

”اے صفی الدین میں نے اپنی بیٹی کا تم سے نکاح کر دیا،“

میں جب بیدار ہوا تو حیرت زدہ تھا۔ اور شرم و حیا کے باعث اس بات کی خبر شیخ کو نہیں دے سکتا تھا، دوسری طرف خیال تھا کہ نہ بتاؤں تو خیانت

نہ ہو کہ میں نے ان کی کوئی بات دیکھی اور انہیں نہیں بتائی۔ اسی کشمکش میں تھا کہ شیخ نے مجھے دیکھا اور فرمایا: تو نے کیا خوب دیکھا۔؟ میں ان سے مہبوت ہو گیا۔ اور کچھ نہ کہہ سکا۔ فرمایا: بیان کرو، تمہیں زبان کھولنی ہی ہوگی میں نے جو دیکھا تھا بتا دیا۔ فرمایا: اے بیٹے یہ تو ازل ہی سے ہو چکا تھا (یا اسی مفہوم کا کوئی اور جملہ فرمایا) اور اپنی بیٹی کا مجھ سے عقد کر دیا۔ وہ صاحبزادہ اولیاء اللہ میں سے تھیں۔ ان کے چہرے پر ایسا نور تھا کہ کسی دیکھنے والے کو ان کی ولایت۔ اور ان کے عبقی ہونے میں شبہ نہ رہتا۔

ان سے کئی اولادیں ہوئیں، اور سب فقرار و فقہار ہوئے۔ اور ہم ان کی برکت کے سائے میں، ان کے والد کے انتقال کر جانے کے کئی سال بعد تک رہے۔ نہایت کشف والی تھیں، موت سے ایک سال پہلے ہی اپنے مرنے کی خبر دے دی تھی۔ اور قریب الموت، اور بعد مرگ ہوئے والے کئی واقعات کو بھی پہلے ہی بیان کر چکی تھیں۔ جو اسی طرح رونما ہوئے جاں کنی کے وقت کہتی تھیں

يَا أَيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ارْجِعِي إِلَىٰ رَبِّكِ رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً فَادْخُلِي فِي عِبَادِي وَادْخُلِي جَنَّتِي . اے نفسِ مطمئنہ! لوٹا اپنے رب کی طرف اس حال میں کہ تو اس سے راضی و متوجہ سے اُسی، پھر میرے خاص، بندوں میں شامل ہو۔ اور میری جنت میں داخل ہو جا۔ (الفجر ۸۹/۲۷-۳۰)

اس کا ورد کرتی ہوئی ان کی روح جسم سے پرواز نہ کر گئی۔ رضی اللہ عنہا وجمعین

(ص ۳۱۳-۳۱۵)

شیخِ عالیِ کردی رضی اللہ عنہ

شیخ صفی الدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے رسالہ میں فرماتے ہیں۔ میں

نے جن بزرگوں کو دیکھا ان میں ایک شیخ علی کردی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں۔
 ان پر عشق کا غلبہ تھا، اہل دمشق پر مالکانہ تحکم فرماتے تھے۔۔۔ میں جب
 تیرہ سال کی عمر میں دمشق پہنچا تو جاہ و شہم کے ساتھ تھا، ہمراہ غلاموں کا
 دستہ تھا۔ عمدہ لباس بدن پر آراستہ، اور عزیز و اقارب ساتھ تھے۔ دمشق
 پہنچ کر میں جامع مسجد میں بیٹھا ہوا تھا اتنے میں ایک صاحب آئے ان کا
 سر بڑا تھا اور جسم پر ایک پھٹا کبیل تھا۔ جامع مسجد کا صحن پار کر کے باب جبرین
 سے ہو کر مقصودہ امام غزالی کے پاس جس جگہ میں تھا وہاں آئے۔ اور اپنے
 ہاتھوں کو میری طرف بڑھایا جن میں سید تھے۔ اور فرمایا لو۔ میں ڈر کر پیچھے
 ہٹا، تو انھوں نے ایک ایک کر کے تمام سید میری طرف پھینکے اور اس کے
 بعد چلے گئے۔۔۔۔۔ اتنی دیر میں شیخ ابوالقاسم صعلی تشریف لائے،
 وہ نہایت معتبر شخص تھے ان کے ہمراہ میری والدہ کے ماموں شیخ نجم الدین تھے
 جو دمشق میں معلم تھے میں نے ان سے یہ واقعہ بیان کیا۔۔۔ انھوں نے
 سن کر بہت تعجب کیا۔ اور کہا صا جزا دے۔ مبارک ہو (روحانیت میں)
 تنہائی کی بڑی شان ہونے والی ہے۔ یہ بزرگ ملک شام کے قطیف ہیں۔ ان کا
 اسم گرامی علی کردی ہے۔ تہناری مہمان نوازی کے لئے یہ سید لائے تھے۔
 ورنہ یہ کس کی قسمت ہے کہ وہ اس کی ضیافت کریں۔

اس کے بعد میں وہاں سے اٹھا اور باب جبرین میں جا کر انھیں سلام
 کیا اور ان کی دست بوسی کی۔ وہ خوش ہوئے۔ مسکرائے۔۔۔ پھر میں
 نے ان کے بارے میں اپنے شیخ سیدی عتیق سے پوچھا۔۔۔ فرمایا، وہ
 اپنے وقت کے امام فن ہیں۔ (ص ۴۱۵)

حرام فرش

حضرت شیخ کردی نے ایک مرتبہ بدرالدین نامی ایک شخص کو حکم دیا کہ اپنے

گھر میں سماع اور درویشوں کی دعوت کا انتظام کرو۔ چنانچہ اس نے جامع دمشق میں اور دوسری جگہوں پر جو فقرارہتے تھے انھیں دعوت دی اور ان کے لئے کھانا تیار کیا۔ جب سب لوگ آگئے اور شیخ کردی بھی تشریف لائے بدرالدین کے دالان میں شکرہ کے پیالے رکھے ہوئے تھے۔ شیخ نے حکم دیا کہ ان سب پیالوں کو عوض میں ڈال دو۔ اس نے ڈال دیا۔ چنانچہ شام تک فقرار اس عوض سے شربت پیتے رہے اور سماع سنتے رہے۔ پھر کھانا کھا کر واپس ہوئے۔ حضرت شیخ علی کردی نے گھر کے لوگوں سے کہا عوض سے شکرہ کے پیالے نکال لو۔ انھوں نے نکالے تو سب پیالے جیسے کے جیسے تھے۔ اس کے بعد آپ نے بانک مکان سے کہا کہ تین روزہ کے لئے مجھے اسی مکان میں تنہا بند کر کے تم لوگ چلے جاؤ۔ اس سے پہلے واپس نہ آنا۔ وہ سب کو لے کر چلا گیا۔ حضرت شیخ کو مکان میں مقفل کر دیا۔ مگر دوسرے روز انہی لوگوں نے شیخ کو باہر ٹھہنے ہوئے پایا۔ انھیں سلام کیا۔ پھر اپنے گھر جا کر دیکھا تو اس پر بدستور تالا لگا ہوا تھا۔ بدرالدین نے اپنے مکان کو کھولا تو دیکھا کہ اندر کافر شاکھڑا ہوا ہے۔ اس نے حضرت شیخ سے کہا۔ حضرت یہ آپ نے مکان کے فرش کیوں اکھیر ڈالے۔

فرمایا: اے بدرالدین کیا اچھا آدمی حرام کے فرش پر فقرار کی میزبانی کرتا ہے؟
بدرالدین: حضور! یہ مکان مجھے اپنے باپ زاد اسے میراث میں ملا ہے
(اس میں حرام کا شائبہ کہاں ہے؟)

مگر حضرت کی خفگی میں اضافہ ہوتا گیا۔ بدرالدین نے حضرت کے علم کشفی

پر اعتماد کر کے غور کیا تو اسے یاد آیا کہ ایک بار اس نے فرش کا سنگ مرمر اکھڑا کر درست کرایا تھا۔ اس نے ان معماروں کو بلوایا۔ اور پوچھا سب لوگ سچ سچ بتاؤ اس فرش کی مرمت کے وقت تم لوگوں نے کیا کیا حرکت کی تھی؟ انھوں نے کہا اس سلسلے میں ہم سے بے اعتدالی ہوئی ہے وہ یہ کہ ہم نے آپ کا سنگ مرمر فروخت کر ڈالا اور جامع مسجد کا سنگ مرمر لاکر اس کی جگہ لگا دیا تھا۔ (ص ۳۱۵ - ۳۱۶)

ولی راوی می شناسد

حضرت شیخ شہاب الدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ خلیفہ کے قاصد کی حیثیت سے ملک العادل کے پاس خلعت وغیرہ لے کر آئے۔ تو انھوں نے اہل ارادت سے فرمایا کہ میں شیخ غنی کردی کی زیارت کرنا چاہتا ہوں۔ لوگوں نے عرض کیا، حضرت آپ ایسا نہ کریں۔ آپ امام وقت ہیں۔ اور ان کا حال یہ ہے کہ نماز پڑھتے نہیں۔ بسا اوقات ستر کھولے پھرتے ہیں۔ مگر شیخ شہاب الدین نہیں مانے اور فرمایا، میرا ان سے ملنا ضروری ہے۔

حضرت شیخ کردی ایک زمانہ تک اکثر جامع مسجد میں رہتے تھے۔ مگر جب سے یاقوت نامی مجذوب مسجد میں آئے وہ دمشق کے باہر چھوٹے دروازے کے پاس جا بیٹھے۔ اور وفات تک دمشق میں نہیں آئے بلکہ ان کی جگہ یاقوت دمشق پر حکم چلاتے تھے۔ لوگوں نے شیخ شہاب الدین کو بتایا کہ شیخ کردی اس وقت شہر کے باہر رہتے ہیں۔ آپ نے ایک ہر ساتھ لیا اور حجر پر سوار ہو کر وہاں گئے۔ نزدیک پہنچے تو پیدل چلنے لگے۔ شیخ کردی انھیں دیکھا تو ستر کھول لیا۔ شیخ شہاب الدین نے فرمایا: یہ تشریف مجھے روک نہیں سکتی۔ ہم آپ کے مہمان ہیں۔ اور قریب ہو چکے سلام کیا۔ اور ان

کے پاس بیٹھے۔ اتنے میں کچھ لوگ حاضر ہوئے جو عمدہ قسم کا کھانا اٹھائے لائے تھے۔ ان سے پوچھا گیا یہ کھانا کس کے لئے لائے ہوئے — کہا: شیخ غلی کردی کے لئے۔

شیخ نے فرمایا: میرے مہمانوں کے سامنے رکھو۔ اور شیخ شہاب الدین سے فرمایا بسم اللہ فرمائیے یہ آپ کی ضیافت ہے۔ شیخ نے کھانا تناول فرمایا آپ شیخ کردی کی نہایت عزت کرتے تھے۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

علامہ شیخ یافعی فرماتے ہیں حضرت شیخ کردی جیسا بذب بہت مشہور اور اویار اللہ میں ہے۔ اور بعض کا بذب اس قدر ترقی کر گیا کہ لوگ انہیں پاگل و مجنون کہنے لگے اور کتابوں کے اندر ایسے حضرات کو عاقل و مجنون لکھتے ہیں۔ (ص ۴۱۶)

ہر لیسہ زکھی

عدن کے مشہور مجذوب شیخ ریحان کے بارے میں ایک بزرگ فرماتے ہیں ایک شخص بحر عدن کے ساحل پر تھا، کہ شہر کا پھاٹک بند ہو گیا کچھ کھانا بھی ساتھ نہیں تھا۔ شیخ ریحان نظر آئے۔ ان سے جا کر عرض کیا۔ حضرت شہر کا دروازہ بند ہو چکا ہے۔ میرے پاس کھانے کو کچھ نہیں میں چاہتا ہوں کہ آپ مجھے ہر لیسہ کھلائیں — انھوں نے سنا تو کہنے لگے۔

”ذرا اسے تو دیکھو مجھ سے کھانا مانگ رہا ہے۔ اور وہ بھی

ہر لیسہ کھانے کو کہتا ہے لگتا ہے میں ہر لیسہ بناتا ہوں،“

اس شخص نے کہا کہ مجھے پتہ بھی نہیں چلا کہ کب ہریسہ آمو جو دہوا — میں نے پھر فرمائش کی حضرت گھی تو سہے نہیں ؟ حضرت نے فرمایا۔ اب بتاؤ صرف ہریسہ نہیں اسے گھی بھی چاہئے۔ گویا میں گھی والا ہوں۔ اس نے کہا میں تو ہریسہ کو گھی کے ساتھ ہی کھاؤں گا — فرمایا لوٹا اٹھا اور سمندر سے وضو کے لئے پانی بھرا — وہ شخص بھرا لیا — حضرت نے اس کے ہاتھ سے لوٹا لے لیا اور اس میں سے نکال کر ہریسہ میں ڈالا تو وہ خالص گھی تھا۔ راوی کہتے ہیں میں نے کھایا تو ایسا لذیذ تھا کہ گھی میسر نہیں ہوا تھا۔
 رضی اللہ عنہ نفعنا بہ جمعہ ۱۰

(ص ۱۸۱)

کھجور کہاں ہے

بابرکت بزرگوں میں سے ایک نے بیان کیا ہے کہ ہمارے شیخ نے عدن میں ہمیں کھجور خریدنے کے لئے بھیجا، عدن کے پورے بازار میں کہیں کھجور کا نام و نشان نہیں ملا، ہم لوگ خالی ہاتھ لوٹ رہے تھے۔ راستے میں شیخ زریحان ملے۔ فرمایا۔

”ان لوگوں کو دیکھو، ان کے شیخ نے انہیں اپنی خواہش کی شے خریدنے کے لئے بھیجا، اور یہ خالی ہاتھ واپس جا رہے ہیں۔۔۔ فلاں مقام پر فلاں کے گھر جاؤ وہاں شیخ کی مطلوبہ چیز مل جائے گی“

ہم لوگ وہاں پہنچے تو کچھ اور ملی اور ہم خرید کر خدمتِ شیخ میں حاضر ہوئے اور سارا ماجرا ذکر کیا۔ ہمارے شیخ سن کر ہنسے اور فرمایا میں بھی ان کی ملاقات کا اشتیاق رکھتا ہوں۔ اچانک شیخ ریحان اسی مسجد میں جہاں ہمارے شیخ تشریف فرما تھے آگئے۔ ان سے خلوت میں ہم کلام ہوئے۔ شیخ ریحان کے چلے جانے کے بعد ہمارے شیخ نے ان میں جو کمالات دیکھے تھے ان پر بہت حیرت کا اظہار کیا۔ اور ان کی تعریف و توصیف بیان کی۔

حضرت امام یافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔

”یہ شیخ، ہمارے شیخ المشائخ، عارف باللہ، فقیہ امام، ذوالنور القب
العیدۃ والسیر الحمیدۃ والکرامات الکبیرۃ والمحسن الشہیر ابو
محمد عبداللہ بن ابوبکر ہیں۔ جو عدن میں تھے۔ آپ کا مدفن مورع میں
ہے۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ونفعنا بہ جمیع المسلمین۔ آپ نے شیخ بلیل
امام صفیل عارف باللہ۔ ابو ذیح اسماعیل بن محمد حضرمی مبنی رضی اللہ
تعالیٰ عنہ کی صحبت سے فیض حاصل کیا، اور انھیں کے تلمیذ تھے۔
آپ کی صحبت سے انھیں حصہ وافر ملا، اور مقصد کامل حاصل ہوا
اللہ تعالیٰ ان کی اور ان کے اسلاف کی برکتیں مسلمانوں کو پہنچائے
اور ان کی خیر و برکت میں اضافہ فرمائے۔ آمین (ص ۴۱۸-۴۱۹)

طیر و سیر

ایک آدمی ماہِ رمضان میں مغرب و عشاء کے درمیان کچھ خریدنے

بازار گیا۔ وہ کہتا ہے کہ مجھے شیخ ریحان ملے۔ مجھے انھوں نے اپنے ساتھ لیا اور ہوا میں پرواز کرتے ہوئے بہت دور نکل گئے۔ میں رُونے لگا۔ اور عرض کیا مجھے زمین پر پہونچا دیجئے۔ انھوں نے مجھے زمین پر پہونچا دیا۔ اور فرمایا ”میں تجھے سیر کرانا چاہتا تھا اور تو نے انکار کیا“

(ص ۴۱۹)

جب تک یہ سیر سلامت ہے

کسی صالح شخص نے شیخ ریحان کی خدمت میں درخواست کی کہ مجھ پر توجہ فرمائیں۔ انھوں نے اپنے سر کی جانب اشارہ کر کے فرمایا ”جب تک سیر سلامت ہے کوئی خوف نہ کر“۔ انھوں نے سمجھا کہ شیخ ریحان یہ فرمانا چاہتے ہیں کہ جب تک میں زندہ ہوں کوئی خوف نہ کرو۔ مگر شیخ کی اصل مراد کیا تھی اس کا انکشاف اس وقت ہوا جب اس مرد صالح کا ایک بلند پہاڑ سے کھائی میں گرنے سے انتقال ہوا۔ ان کا سر پاش پاش ہو گیا تھا

رضی اللہ عنہ (ص ۴۱۹)

مجدوبہ

شیخ صفی الدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: جینرہ مصر میں میں نے ایک مجدوبہ خاتون کو دیکھا۔ جو بیس سال تک ٹبے رُز، ایسی زمین پر متواتر کھڑی رہی جہاں پانی جمع رہتا تھا۔ اور پانی پر گھاس لائی ہوئی تھی۔

گرمی، سردی، برسات کسی موسم میں ان کے سر پر کوئی چھت نہیں تھی —
سانپ اور اژدھے ان کے ارد گرد پناہ لیتے تھے، رضی اللہ تعالیٰ عنہا و نفعاً
بہا آمین۔ (ص ۴۱۹)

قابِ سمٹ گیا

ایک بزرگ فرماتے ہیں اپنے ایک ساتھی کے ہمراہ میں ایک ولی اللہ کی
خدمت میں حاضر ہوا۔ وہ ویراتے میں تھے۔ انھیں سلام کیا۔ وہ ہمارے
لئے کھانا لائے۔ وہاں ہم جس مکان میں تھے اس کے دو دروازے تھے۔
ایک بڑا ایک چھوٹا۔ کھانا جس بڑے چوبی قاب میں رکھا ہوا تھا، بزرگ اسے
اٹھائے ہوئے چھوٹے دروازے سے داخل ہونے لگے تو وہ نہ بھل سکا۔ اس
وقت ان کے منہ سے ایک چیخ ابھری ہم نے دیکھا کہ لمبا چوڑا طشت سمٹنے لگا۔
جیسے کپڑا تہ کر دیا جاتا ہے۔ پھر جب بزرگ نے اسے ہمارے سامنے لا کر رکھا تو وہ
پھیلنے لگا اور اپنی اصلی حالت پر آ گیا۔

میرا ہم سفر ان بزرگ کی کرامت کا منکر تھا۔ میں نے سمجھ لیا کہ یہ بات
انھوں نے جان لی اور اپنی عظمت شان کا اظہار فرمایا۔ یہ واقعہ دیکھ کر میرے
ساتھی نے اللہ تعالیٰ سے توبہ کی۔ رضی اللہ عنہ
اسی طرح یمن میں صاحبین کی جماعت میں سے ایک نے ہوا سے پلو کو بھرا
اور منہ میں رکھا تو پورا منہ شہد سے بھر گیا رضی اللہ عنہ۔

(ص ۴۱۹)

شیخ سفیان مینی رضی اللہ عنہ

عارف باللہ حضرت شیخ سفیان مینی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک بار مدین تشریف لے گئے۔ ان سے لوگوں نے کہا کہ یہاں سلطان نے ایک یہودی کو صوبہ کا حاکم متعین کیا ہے۔ اسے بہت مرتبہ اور منصب حاصل ہے مسلمان اس کی ہمرکابی میں چلتے ہیں اور جب وہ بیٹھتا ہے تو غلامانہ کھڑے رہتے ہیں۔ حضرت کا یہ دوران کی ریاضت، تجرد اور فقیرانہ ہیئت کا دور تھا۔ وہ یہودی کے پاس تشریف لے گئے۔ انھوں نے دیکھا کہ وہ کرسی پر بیٹھا ہے اور مسلمان زمین پر اس کے روبرو کھڑے ہیں اور خدمت سر انجام دے رہے ہیں آپ نے فرمایا: کہہ اَشْهَدُ اَنْ لَا اِلَهَ اِلَّا اللّٰهُ وَ اَشْهَدُ اَنْ مُحَمَّدًا رَّسُولُ اللّٰهِ یہودی یہ سن کر شور مچانے لگا اور اپنی فوج کو مدد کے لئے پکارنے لگا۔ مگر کوئی نہیں آیا۔ آپ نے اس پر دوبارہ۔۔۔ اور پھر سہ بارہ کلمہ شہادت پیش کیا۔ مگر وہ ہر مرتبہ فوج کو اپنی مدد کے لئے پکارتا رہا۔ مگر فوج اس کی مدد کرنے سے معذور تھی۔۔۔ اس نے جب تیسری بار بھی شہادین کا اقرار نہیں کیا۔۔۔ تو آپ نے اپنے بایں ہاتھ سے اس کے بال پکڑے اور اپنے ہاتھ کے ایک چھوٹے چاقو کے ذریعہ بسم اللہ اللہ اکبر کہہ کر اسے ذبح کر دیا۔ اور پھر وہاں سے لوٹ کر جامع مسجد کے پاس جا کر بیٹھے۔ یہ خبر جب امیر کو ملی اور اسے توثیق ہو گئی کہ ایک درویش نے ایسا کیا ہے۔ تو امیر نے غلاموں سے کہا کہ فقیر کو پکڑ لاؤ۔۔۔ غلام جامع مسجد تک پہنچنے میں کامیاب نہیں ہو سکے اور خالی ہاتھ لوٹ گئے۔۔۔ امیر اس کے بعد اپنی

فوج لے کر خود نکلا، اور جامع مسجد گیا۔ مگر اسے یا اس کے کسی آدمی کو حضرت
 تک جانے کی ہمت نہیں ہوئی۔ اس نے سمجھ لیا کہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے ان
 کی حفاظت کی جا رہی ہے۔ وہاں سے لوٹ آیا۔ مگر اسے سلطان
 کے دربار و جاہلی کا اندیشہ ہوا۔ چنانچہ امیر نے اہل علم و فضل سے اس بارے
 میں مشورہ کیا۔ لوگوں نے امیر کو رائے دی کہ اولیاء اللہ باہم تعلق رکھتے ہیں
 انھیں ان جیسے کسی ولی کے ذریعہ بلاؤ چنانچہ حج میں تشریف فرما شیخ عایدی کو
 تیار کیا گیا کہ سلطان کا جواب آنے تک شیخ سفیان کو شہر کے باہر نہ جانے دیں
 شیخ عایدی اور شیخ سفیان میں باہم محبت بھی تھی۔ وہ ان کے پاس تشریف
 لے گئے اور ان کا شکریہ ادا کیا کہ آپ نے مسلمانوں کے راستہ کا یہ بھاری پتھر
 اکھاڑ پھینکا۔ اور انھیں لے کر ٹہلتے ہوئے قید خانے کے دروازے
 تک لائے اور پھر داروغہ زنداں سے کہا کہ انھیں قید کر دو۔ حضرت سفیان
 رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ہتھکڑیوں اور بیڑیوں کے لئے اپنے ہاتھ پاؤں پیش
 کر دیئے۔ اور کہا ہم اطاعت شعار ہیں۔ اور قید قبول کر لی۔ مگر قید
 میں رہنے کی یہ شان تھی کہ جب چاہتے بیڑیوں کے اندر ہتے اور جب چاہتے
 از خود آزاد ہو جاتے۔ جمعہ کا دن آیا تو سب کچھ اتار پھینک کر جامع مسجد
 پہنچے۔ اور فرمایا ”میں ان مردوں پر جنازہ کی چار تکبیریں کہتا
 ہوں، اللہ اکبر، اس کے بعد مسجد سے واپس آکر قید خانے میں بند ہو گئے۔
 اور ایک مدت تک وہاں رہے تا وقتیکہ سلطان کا حکم نہ آگیا۔ سلطان
 نے لکھا تھا کہ انھیں رہا کر دو، ہم خود ان سے سلامتی کے خواستگار ہیں۔ اس
 سے پہلے انھوں نے دعویٰ کیا تھا کہ سارا ملک ان کا ہے، تمہارا نہیں ہے۔

اس کے بعد وہ قید سے باہر نکلے اور کسی سلطان یا شیطان کا قابو ان پر نہیں چلا۔۔۔ عدن سے دو منزل قبل مقامِ اُبین میں آپ ایک مرتبہ سلطان کے پاس تشریف لے گئے اور اس سے فرمایا کہ تم میرے ملک سے نکل جاؤ سلطان خوف زدہ ہو گیا۔۔۔ اور وہاں سے کوچ کر گیا۔۔۔ دراصل حقیقی بادشاہت تو اللہ تعالیٰ نے انھیں ہی بخشی ہے۔ (ص ۳۲۰-۳۲۱)

ہرزمانے کے وہی ہیں کجکلاہ
محذر! بننانہ ان کا سنگ راہ
بخش دیتے ہیں گدا کو تختِ تاج
عارفانِ حق ہیں سچے بادشاہ
بدر

اپنی حفاظت اٹھالی

امامِ یافعی بیان کرتے ہیں کہ حضرت شیخ ابو الغیث رضی اللہ عنہ کے خادم کا سلطان وقت کے غلام سے جھگڑا ہو گیا۔ خادم نے غلام کو مارا سلطان کو اطلاع ہوئی تو اس نے خادم کو پکڑوا کر قتل کرا دیا۔۔۔ حضرت تک خبر پہنچی، تو آپ تھوڑی دیر سر جھکائے رہے۔۔۔ پھر سر اٹھا کر فرمایا: مجھے حفاظت کی کیا ضرورت۔۔۔؟ میں نگرانی چھوڑتا ہوں۔۔۔ نگہبانی ترک کرتا ہوں۔ اسی وقت سلطان کے مارے جانے کا واقعہ ہوا۔۔۔ اور اس کا شہزادہ ملک ظفر حضرت کی جوتیاں اپنے سر پر اٹھائے معافی طلب کرنے حاضر ہوا۔ حضرت نے اس سے دریافت کیا، کیا چاہتے ہو۔۔۔؟ اس نے عرض کیا: بادشاہی۔۔۔ فرمایا: جاؤ، میں نے تجھے والی بنا دیا۔

(ص ۳۲۱)

انکار کا وبال

ساداتِ مکن میں سے ایک امام چند پہاڑوں پر قابض تھے۔ انھوں نے وہاں سے ترکِ وطن کر کے تہامہ کی جانب کا ارادہ کیا۔ اس سلسلہ میں شیخ ابو الغیث رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے شیخ محمد بن اسماعیل حضرمی کو خط روانہ کیا کہ میں فتنہ کے باعث ملکِ مکن چھوڑ کر جانا چاہتا ہوں۔ کیا اس معاملہ میں آپ بھی میرا ساتھ دیں گے۔؟ انھوں نے جواب دیا: یہاں میرے عزیز و اقارب بہت ہیں انھیں ساتھ لے کر ترکِ مکانی مشکل ہے۔ اور میں انھیں چھوڑ کر بھی نہیں جاسکتا۔ اس لئے آپ اپنی جانب سنبھالیں، میں اس طرف سنبھالوں۔ جواب پا کر شیخ ابو الغیث نے فرمایا اچھی بات ہے: اسی روز امام مذکور مقتول ہو گئے یا انتقال کر گئے۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہما (ص ۴۲۱-۴۲۲)

سلطانِ گہ

ایک شیخ اور ایک فقیہ حضرت شیخ علی اہل کے پاس آئے اور ان سے کسی خاص جگہ جانے کی درخواست کی، وہ اشریف لے گئے شیخ علی اہل شیخ ابو الغیث کے مشد تھے شیخ ابو الغیث بھی ہمراہ گئے۔ فرماتے ہیں میں نے دیکھا کہ وہ دونوں حضرات (حضرت شیخ اور فقیہ) ننگی تلواریں لئے ہو ایسے کھڑے ہیں۔ اور میں اپنے شیخ کے ساتھ زمین پر چل رہا تھا۔ میں نے اپنے شیخ سے اس بارے میں پوچھا تو انھوں نے فرمایا:

”یہ لوگ تو لیت اور عزل کے مقام پر فائز ہیں اللہ کے حکم سے جسے چاہتے ہیں سلطان و بادشاہ بناتے ہیں، جسے چاہتے ہیں معزول فرماتے ہیں۔ عنقریب میں ان کا وارث بننے والا ہوں۔ اور تم میرے وارث بنو گے،“

(رضی اللہ عنہم و نفعنا بہم آمین)

(ص ۲۲۲)

عجائب

امام یافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ایک صالح بزرگ نے فرمایا، کہ دنیا میرے روبرو بد صورت بڑھیا کی شکل میں بیس برس سے، میرا کھانا پینا اٹھا کر لاتی رہی۔ اس قسم کا لذیذ کھانا مجھے کبھی نہیں ملا۔ میں اس کی تعریف سے قاصر ہوں، رنگ مزا، خوشبو کے لحاظ سے بھی اور برتنوں کی خوبصورتی کے لحاظ سے بھی۔ اس کھانے پینے میں مجھے شہد، علو، گوشت، دودھ وغیرہ ہر چیز کا مزاج مل جاتا اگرچہ حقیقتہً وہ یہ نہ ہوتا کچھ اور ہی ہوتا۔

جنگل میں شیر چلتے اور درندے میرے پہلو میں بیٹھتے، اور جواں آتا وہ میری موافقت کرتا، یعنی میں بیٹھتا تو وہ بیٹھتے — اور جب میں لیٹتا تو وہ لیٹتے — ہرن کا شکار کر کے لاتے اور میرے سامنے بیٹھ کر کھاتے — رات کے وقت کوئی میرے پاس آتا تو زمین پر دستک دے کر مجھے بیدار کرتے — بسا اوقات جن وانس میں سے اولیاء اللہ کی بڑی تعداد میرے پاس جمع ہوتی تھی اس وقت ہر شب عشاء کی نماز

کے بعد ہمارے لئے ایک بڑا دسترخوان نازل ہوتا اس میں ایسا کھانا ہوتا جس کی تعریف نہیں کی جاسکتی — کبھی سی جمع ہونے والوں کی تعداد چار سو تک پہنچ جاتی اور سب لوگ اس دسترخوان سے کھاتے تھے اور ہمارے کھانے سے دسترخوان میں کوئی کمی نہیں آتی تھی — اور فاقہ کے دور میں بھی میرے لئے ہوا سے خوان اترتا۔ اگر میں التفات کرتا کہ واپس چلا جائے تو واپس ہو جاتا اور اگر میں عبادت وغیرہ میں مشغول ہوتا تو اتر کر سامنے آ جاتا اور میں اس میں سے ضرورت کے مطابق کھا لیتا —

اللہ کے لئے دنیا سے انقطاع کی ابتداء میں، ساتویں دن مجھے شدت کی بھوک لگی، اور بھوک کی سب سے زیادہ سختی پانچویں دن جہرات میں ہوئی اس کے بعد آسانی ہوتی گئی۔ اس وقت ایک عظیم نوز اتر جس نے میرے پیکر کو اپنے احاطے میں لے لیا — (اس دور میں) شیاطین بہت ناکشیکوں میں آ کر مجھے ڈراتے تھے۔ شیطانوں کا بادشاہ بڑی فوج کے ساتھ ہتھیاروں سے لیس، اچھی اچھی وردیوں میں نقارے بجاتا میرے سامنے سے گزرتا — یونہی کبھی میرے سامنے سے ایک خوف ناک چیز گزر کر جاتی جس کے شر سر ہوتے تھے (رضی اللہ تعالیٰ عنہ و نفعنا بہ آمین)

(ص ۴۲۲-۴۲۳)

پکی خود چلتی رہی

ایک شیخ نے ایک عورت سے نکاح کے لئے پیغام بھیجا — لڑکی والوں نے نکاح کی یہ شرط رکھی کہ خدمت کے لئے ایک باندی رکھو

شیخ کے پاس اتنی وسعت نہیں تھی۔ شیخ کے ایک مرید نے عرض کیا حضور باندی کی ساری خدمات میں سرانجام دیا کروں گا آپ نکاح کر لیں۔ اور ان سے کہیں کہ باندی ہے اور وہ کہتی ہے کہ میں اپنی جگہ خدمت کروں گی نہ میں تمہیں دیکھوں اور نہ تم مجھے دیکھو۔ لڑکی والے راضی ہو گئے اور انہوں نے کہا کہ ہماری لڑکی کو دیکھنے دکھانے سے کیا غرض بس وہ خدمت کرتی رہے۔ اس طرح نکاح ہو گیا۔ شیخ کے وہ مرید حبشی بے ریش تھے۔ وہ شیخ کے لئے چکی پیستے تھے، چہرہ پر نقاب ہوتا شیخ نے انہیں ایک لگ کمرہ دے رکھا تھا۔ بیوی سمجھتی کہ یہ لونڈی ہے۔

شیخ کا معمول تھا کہ رات کے وقت عبادت کے لئے گھر سے باہر جاتے بیوی نے یہ بات ملنے والی عورتوں سے کہی، ان عورتوں نے کہا۔ کہیں ایسا تو نہیں کہ وہ رات میں تیرے پاس سے نکل کر باندی کے پاس جا ہوں۔ بیوی نے اس کے بعد کی شب شیخ کی نگرانی کی اور جب وہ گھر سے نکلے تو بیوی بھی نکلی۔ مگر اس نے شیخ کو لونڈی کے کمرے میں نہیں پایا۔ بلکہ دیکھا کہ لونڈی نماز پڑھنے میں مشغول ہے۔ اور چکی خود بخود چل رہی ہے۔

شیخ جب واپس آئے تو ان کی بیوی نے سارا ماجرا سنایا کہ وہ لونڈی نماز میں تھی اور چکی چل رہی تھی۔ شیخ نے فرمایا وہ لونڈی نہیں بلکہ میرا ملاں بھائی ہے۔ بیوی صاحبہ نے حقیقت حال جانی تو استغفار کیا اور کہا اب سے میں آپ دونوں کی باندی ہوں۔

مصر کی مصیبت طلی

قدوة شیوخ العارفین ابو عبد اللہ قرشی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں
مصر میں شدید گرائی ہوئی تو میں دعا کے لئے متوجہ ہوا۔ مجھ سے اس وقت
کہا گیا کہ دعا نہ کرو۔ تم لوگوں میں سے کسی کی دعا مستجاب نہیں ہوگی۔
میں وہاں سے شام حزار ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام پر حاضر ہوا۔ سیدنا ابراہیم
علیہ السلام نے میرا استقبال کیا۔ میں نے عرض کیا اے اللہ کے خلیل آپ
کی بارگاہ سے میری ضیافت یہ ہے کہ مصر والوں کے لئے دعا فرمائیں۔ آپ
نے دعا فرمائی۔ اور اہل مصر کی مصیبت دور ہوئی۔

امام یافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں، حضرت کا تَلْقَایِ الْخَلِیل
سیدنا ابراہیم خلیل نے میرا استقبال کیا، فرمانا سچی بات ہے اس کا انکار
وہی کر سکتا ہے جو ان کے احوال و واردات سے جاہل ہے، کہ وہ کس حال
میں ملکوت السموات والارض کی سیر فرماتے ہیں۔ انبیاء علیہم السلام
کو زندہ دیکھتے ہیں جس طرح نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے موسیٰ علیہ السلام کو
زمین پر نماز پڑھتے دیکھا۔ اور ایک جماعت انبیاء علیہم السلام کو آسمانوں
پر دیکھا۔ اور ان سے گفتگو فرمائی۔ اور یہ بات گزر چکی ہے کہ جو امور
انبیاء علیہم السلام سے بطور معجزہ ہو سکتے ہیں وہ اولیاء سے بطور کرامت ہو سکتے
ہیں فرق یہ ہے کہ خوارق اولیاء کے ساتھ دعویٰ نبوت نہیں ہوتا۔
امام یافعی رضی اللہ عنہ کی عبارت یہ ہے :

قلت وقوله: تلقای الخلیل علیہ الصلوٰۃ والسلام
قول حق لا ینکرہ الا جاہل بمعرفة ما یرد علیہم

من الاحوال التي يشاهدون فيها ملكوت السموات
والارض، وينظرون الانبياء احياء غير اموات، كما
نظر النبي صلى الله تعالى عليه وسلم موسى عليه
السلام يصلي في الارض، ونظر ايضا جماعة من
الانبياء عليهم الصلوة والسلام في السموات وسمع منهم
مخاطبات - وقد تقدم انه تجوز للاولياء رضي الله
تعالى عنهم من الكرامات ما يجوز لذنبياء عليهم الصلوة
والسلام من المعجزات بشرط عدم التحدي

(ص ۴۲۴)

تصرف شيخ

برکت اہل زمیں حضرت شیخ ابو عبد اللہ قرشی رضی اللہ عنہ بیت المقدس
تشریف لے گئے تو ان کے ہمراہ کاتب فقیہ ابو طاہر محلی بھی تھے۔ فقیر ابو طاہر
نے وہاں کے مدارس اور فقہار کو ملا خط کیا، ان کے حالات و لباس اچھے
تھے، ان میں اکثر اہل عجم تھے۔ انھوں نے فقہار سے ملاقات کرنے میں حیا
محسوس کی، اور خود کو حقیر سمجھا۔ کیونکہ وہ سیاہ فام، فقیرانہ وضع میں پراگندہ
حال تھے۔ فرماتے ہیں میں یہ سب دیکھ کر لوٹا اور شیخ کے پاس صبح تک رہا
حضرت شیخ نے فرمایا۔

”تم جس مدرسہ کو دیکھ کر آئے ہو وہاں جاؤ اور اس کا کام

سرا انجام دو“

فرماتے ہیں مجھے یہ سُن کر حیرت ہوئی۔ اور یہ کام مجھے بھاری لگا۔ مجھے محسوس ہوا کہ ایسا ہونا ناممکن ہے۔ مگر تعمیل حکم سے مفر نہ تھی۔ چنانچہ میں مدرس کی طرف ڈرتے ڈرتے گیا کہ مدرسہ کا پارساں کہیں مجھے روک نہ دے۔ مگر خیر اس نے نہیں روکا۔ مدرسہ میں داخل ہو کر درس گاہ میں پہنچا جہاں مدرس اور طلبہ کا بہت بڑا حلقہ بیٹھا ہوا تھا۔ میں نے بھی حلقہ میں بیٹھنا چاہا مگر کسی نے مجھے بلکہ نہیں دی۔ اپنی حقارت کا احساس کرتے ہوئے میں تب سے پیچھے ہی بیٹھ گیا۔ اتنے میں ایک شخص درس گاہ کے دروازہ پر آیا۔ مدرس نے جوں ہی اسے دیکھا پیشانی پر شکن پڑ گئی چہرہ بدل گیا۔ مگر وہ اس کے استقبال میں کھڑے بھی ہو گئے اور ساری جماعت بد مزہ ہو گئی۔ میں نے اپنے پاس والے طالب علم سے پوچھا آخر یہ کیا ماجرا ہے۔ اس نے کہا یہ شخص جو ابھی آیا ہے جدلی ہے بحث و مباحثہ میں اس سے کوئی جیت نہیں سکتا۔ یہ آجائے تو شیخ اس کی دلجوئی کے سوا کچھ نہیں کر سکتے۔ اور اس کا مقابلہ کوئی نہیں کر سکتا۔ شیخ نے اسے اپنی بلکہ بٹھایا۔ اس نے بیٹھتے ہی بسم اللہ کہہ کر ایک اختلافی مسئلہ اٹھایا۔ جب وہ اپنا اعتراض کر چکا تو مجھ پر اس کے سوال و جواب کی پوری تفصیل منکشف ہو گئی۔ میں نے کوشش کر کے دو تعلیم کے درمیان اپنی بلکہ بنائی۔ میری زبان تیزی سے چلنے لگی۔ میں نے اہل مناظرہ کی طرح پہلے پورے سوال کی بلا تغیر تقریر کی پھر اس کا جواب دیا، جس کا اللہ تعالیٰ کی جانب سے مجھ پر انکشاف ہوا تھا حالانکہ میں نے نہ کبھی علم مناظرہ سیکھا اور نہ مناظرہ کیا۔ میری تقریر سن کر مدرس اور ساری جماعت حیرت میں پڑ گئی۔ اور ان لوگوں نے اسے بہت بڑا کمال سمجھا۔ مدرس صاحب سے مناظرہ نے کہا یہ فقیہ آپ کے یہاں

کہاں سے آیا۔

مدرس: میں نے انہیں ابھی دیکھا ہے۔

مناظر: ایسے ہی لوگوں کے لئے مدارس بنائے جاتے ہیں

مدرس بھی مجھ سے بہت خوش ہوئے کہ ان کے معلقہ درس میں ایسا شخص بھی تھا جس نے مناظر کو خاموش کر دیا۔ اس کے بعد مدرس صاحب نے میرا نام دریافت کیا میں نے بتایا۔ تو انہوں نے فرمایا: میں آپ کو یہاں اعادہ درس کرنے والے کی حیثیت سے مقرر کرتا ہوں۔ اس کے بعد وہ کھڑے ہوئے، ان کے ساتھ ہی میں اور پوری جماعت اٹھ کھڑی ہوئی۔ اور کہا:

”اے فقیر! ہم لوگوں کا طریقہ ہے کہ جب یہاں کوئی اعادہ کرنے والا مقرر کیا جاتا ہے تو ہم لوگ ان کی مشایعت کرتے ہیں۔ اور تقرری کے روز ان کے ہمراہ ان کے گھر تک پہنچاتے ہیں۔“

ہم لوگ جب وہاں سے نکلے تو سب لوگ میرے ہمراہ چلنے لگے۔ میں نے ان لوگوں سے معذرت کی تو لوگ لوٹ گئے۔ میں خدمتِ شیخ میں حاضر ہوا تو انہوں نے فرمایا۔

”اے فضولی تم نے ان لوگوں کو اپنے طریقہ اور عادت پر عمل کرنے سے کیوں منع کیا وہ مشایعت کرتے۔“

میں نے عرض کیا: حضور میں نے یہ اس لئے کیا کہ کہیں آپ کو ناگوار نہ ہو۔ اس کے بعد شیخ کے وصال فرمانے تک میں بیت المقدس ہی میں رہا۔ اور حضرت شیخ بیت المقدس کے آگے مدفون ہوئے۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہ و تعنا بہ آمین (ص ۴۲۴-۴۲۵)

سادہ ورق

شیخ بکیر ابو عبد اللہ قرشی رضی اللہ تعالیٰ عنہ مصر میں مجلس کرتے تھے جس میں خود تشریف فرما ہوتے اور شیخ ابو العباس قسطلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ لکھا ہوا تذکرہ سنا تے۔ ایک روز شیخ کی مجلس میں ابو العباس طننجی آئے اب قاری مذکور (قسطلانی) نے کتاب کھولی اور کچھ پڑھ سکے خاموش رہے شیخ قرشی نے فرمایا خاموش کیوں ہو، پڑھتے کیوں نہیں؟ جو آدیا کتاب بالکل سادہ شیخ قرشی نے فرمایا: یہاں سے میگے قاری کو ورق سادہ نظر آیا۔ لوگوں نے کہا یہ ابو العباس طننجی کی حرکت ہے۔ شیخ نے فرمایا: انے ابو العباس میرے ساتھ یہ کرتے ہو۔؟ اس کے بعد پھر آپ نے قاری سے پڑھنے کے لئے فرمایا۔ اب انھوں نے دیکھا تو کتاب لکھی ہوئی تھی۔ شیخ ابو العباس قسطلانی نے دنیا چھوڑ کر شیخ قرشی کی صحبت اختیار کر لی تھی۔ اور اپنے زمانے میں مصر کے مشہور زاہد ہوئے ریاضت و مجاہدہ بہت کرتے تھے۔ اخیر عمر میں مکہ معظمہ ہجرت کر لی تھی۔ وہیں انتقال ہوا۔ وہاں ان کی قبر شہو ہے لے

قیام مدینہ منورہ کے زمانے میں ایک بار ہاں قحط پڑا۔ لوگوں نے استسقا کے سلسلے میں یہ رائے کی کہ ایک روز اہل مدینہ نماز استسقا پڑھیں، ایک دن

لے یہ امام یافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانے تک کی بات ہے کہ اولیاء اللہ کی قبور تک محفوظ و مشہور تھیں۔ نجدی درندوں کے دور میں تو اہل بیت اہمات المؤمنین اور صحابہ صحابیات رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین تک کی آرامگاہیں تھیں نہس کر دی گئیں۔ انبیاء باللہ

مجاورین، اور ایک دن مسافرین چنانچہ اہل مدینہ نے طلب بارش کی نماز پڑھی مگر بارش نہیں ہوئی دوسرے روز شیخ ابوالعباس رضی اللہ عنہ نے ڈھیر سا کھانا تیار کر لیا اور فقرا و اہل حاجت کو کھلا کر طلب بارش کی — تو بارش ہوئی۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہ و نفعنا بہ آمین، (ص ۳۲۵ - ۳۲۶)

خرزینہ سلیمان علیہ السلام کی سیر

حضرت شیخ صفی الدین لکھتے ہیں کہ شیخ ابو عبد اللہ محمد ازہری عجمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بڑے صاحب سیاحت تھے ان کی کراہتوں اور واقعات سے عقل حیران رہ جاتی ہے۔ ان کے شاگرد شیخ ابوالحسن ابن الدقاق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ مجھے میرے شیخ نے تین سو ساٹھ ایسے جہانوں میں پہونچایا جو عالم ارض و سموات کے علاوہ تھے — ایک بار مجھے کوہ قاف پر پہونچایا۔ اور ایک سبز سانپ دکھایا جو پہاڑ کے گرد گھیرے ہوئے تھا، اس کا سر اس کی دم پر کھا ہوا تھا۔ شیخ جب مجھے کسی خرق عادت کام کی جانب لے جاتے — یا زمین سمیٹی جاتی تو میں ان کے ساتھ اس موجودہ احساس سے غائب رہتا تھا۔ ایک وزد مشق سے نکلے اور میں ساتھ تھا۔ طبریہ پہونچے۔ حضرت سلیمان علیہ السلام کی قبر پر رُکے میں نے پوچھا حضرت کیا یہ قبر حضرت سلیمان علیہ السلام کی ہے؟ فرمایا یونہی بتایا جاتا ہے اس کے بعد آگے بڑھے اور میں پیچھے پیچھے ہوا پر اڑتا چلا جا رہا تھا۔ ہمیں ایک ڈراؤنا مکان دکھائی پڑا وہاں سے کچھ لوگ آئے — اور

انہوں نے شیخ کو سلام کیا۔ اور آپ کے قدم کی برکت لی۔

مجھے ان لوگوں سے وحشت ہوئی۔ حضرت میری طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا۔ اے علی! نمود کو بچاؤ اور میرے ساتھ مشغول رہو۔ اور جنہیں تم دیکھ رہے ہو ان کے ساتھ نہ الجھو۔ یہ جن ہیں۔ اور ہم لوگ حضرت سلیمان علیہ السلام کی قبر شریف پر جا رہے ہیں۔ آپ جب شہر میں پہنچے تو وہاں دوسری قوم سے ملاقات ہوئی۔ وہ ایک مکان کے اندر لے گئے۔ جو نہایت عالی شان محل تھا۔ شیخ آگے آگے تھے اور میں پیچھے پیچھے۔ میں نے دیکھا کہ مکان کے اندر ایک صاحب کھڑے ہیں۔ ان کے چہرے پر بہت عظمت اور نورانیت ہے۔ اور ہاتھ میں عصا ہے۔ شیخ نے فرمایا: یہ سیدنا سلیمان علیہ السلام ہیں۔ اور آگے بڑھ کر ان کے دست مبارک کو بوسہ دیا۔ ان کے ایک دست مبارک میں انگشتری تھی۔ پیچھے ہوئے توجن خادموں نے شیخ کو عزت سے ایک مکان میں داخل کیا جہاں ضیافت کا ساز و سامان تھا۔ کھانا لایا گیا۔ ہم دونوں نے کھانا کھایا۔ اس کے بعد شیخ کو سیدنا سلیمان علیہ السلام کے ذخائر اور خزانوں کی زیارت کرانے کے لئے لے گئے۔ اس کے لئے آپ کو ایک فرش پر بٹھا کر لایا۔ ہوا آئی اور اس نے فرش کو بچھا دیا، یہ دیکھنے کے بعد تخت بلقیس کے پاس لے گئے شیخ نے وہ بھی ملاحظہ کیا۔ سارا ذخیرہ دیکھنے کے بعد ایک غار میں گئے، جہاں سے کچھ غیر واضح آوازیں آرہی تھیں اور بدبو بھی۔ بتایا گیا کہ یہ ابلیس کا قید خانہ ہے۔

شیخ نے جب وہاں سے لوٹنا چاہا تو آپ کے لئے تخت حاضر کیا گیا

آپ نے میری طرف اشارہ فرمایا، تو میرے لئے بھی تخت لایا گیا۔ ہم سوار ہوئے تو وہ انھیں لے کر اڑے۔ ہم یہ نہیں دیکھ سکتے تھے کہ کون لوگ ہمیں لے کر پرواز کر رہے ہیں۔ اور دوشیں ہوا پر سمنڈ پار پہنچ کر۔ تخت ایک جگہ زمین پر لائے گئے جہاں ہم لوگ تر گئے۔ اور تخت اسی طرح ہوا پر اونچا کر پلا گیا وہاں سے شیخ آگے بڑھے۔ اور میں بھی ہمراہ تھا۔ اچانک سامنے شہر دمشق نظر آیا۔

دہی راوی بزرگ بیان کرتے ہیں۔

» ایک دن ہم لوگ دمشق میں تھے۔ شیخ کے مریدوں اور ساتھیوں میں عراق و حجاز کے بھی کچھ حضرات تھے رطب (پکی تازہ کھجور) کا ذکر نکلا۔ اہل حجاز نے کہا ہمارے یہاں کی کھجور عمدہ ہوتی ہے۔ اہل عراق نے اپنے ملک کے رطب کی تعریف کی۔ شیخ کی خدمت میں یوسف نامی ایک قادم رہتا تھا، آپ نے اس کی طرف دیکھا۔ وہ اس وقت دروازہ سے باہر گیا، اور تھوڑی دیر غائب رہ کر آیا تو اس کے ہاتھ میں رطب سے بھرا ہوا ایک طبق تھا۔ لگتا تھا ابھی ابھی درخت سے توڑے گئے ہیں۔ لاکر حضرت کے سامنے رکھا۔ حضرت نے فرمایا: اے اہل حجاز! یہ ہمارے ملک کا رطب ہے، تم اپنے ملک کا رطب لاؤ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) (ص ۴۲۶-۴۲۷)

شیخ یعقوب مغربی

ملک مغرب کے امیر یعقوب کے بارے میں مڑی ہے کہ انھوں نے

حکومت و سلطنت کے لئے اپنے بھائی کے قتل کا جرم عظیم کیا۔ مگر اس کے بعد انھیں اپنے اس فعل پر اس قدر ندامت اور شرمندگی ہوئی کہ انھوں نے رب تعالیٰ کی بارگاہ میں توبہ کی اور اپنے باطن کو سنوارنے سے ہمارے میں لگ گئے۔ سلوک اختیار کیا۔ اور پھر کوئی گناہ اپنے قریب نہیں آنے دیتے تھے۔ ان پر کچھ حالات و مقامات کا انکشاف ہوا، انھوں نے ایک خدا شناس خاتون سے جن سے ان کا گھریلو تعلق تھا اپنا حال ذکر کیا۔ خاتون نے کہا یہ اہل ارادت کے حالات ہیں۔ امیر نے کہا میں کیا کروں؟ مجھے سلوک کی تعلیم کون دے اور میرا علاج کس معالج کے ذریعہ ہو۔ خاتون نے اس زمانے کے امام السابکین شیخ ابو مدین کی طرف اشارہ کیا۔ امیر نے شیخ کے پاس قاصد بھیجے۔ مگر انھوں نے جواب دیا کہ:

”اللہ کی اطاعت کرو میں تمہارے پاس نہیں پہنچ سکتا
میرا آخری وقت تلمسان ہی میں آجائے گا۔“

اس وقت شیخ بجایہ کے مقام پر تھے۔ قاصدوں کے ساتھ تلمسان آئے اور آخری وقت قاصدوں سے کہا:

”اپنے آقا کو میرا سلام پہنچاؤ۔ اور کہو کہ تمہاری سفار
اور تمہارا نفع شیخ ابو العباس مرینی کے پاس ہے۔“

قاصد مغرب پہنچے اور امیر کو شیخ کی وصیت سنائی۔ امیر نے شیخ مرینی کو بڑے اہتمام سے بلوایا۔ شیخ کو اللہ کی جانب سے امیر سے ملنے کا اذن ملا تو وہ تشریف لائے۔ امیر یعقوب نے اپنے خدام کو حکم دیا کہ ایک مرغی ذبح کر کے اور دوسری کا کلا کھونٹ کر دونوں کا الگ الگ گوشت پکائیں۔

شیخ دسترخوان پر بیٹھے تو انھوں نے ایک سالن کے بارے میں فرمایا یہ مردار ہے اسے میرے سامنے سے لے جاؤ اور ذبح کر کے پکائی ہوئی مرغی کا گوشت تناول فرمایا۔ امیر یعقوب اس کے بعد حضرت شیخ کے خادم بن گئے اور خود کو ان کے سپرد کر دیا۔ اس کے بعد شیخ سے بہت سی باطنی نعمتیں حاصل کیں۔ ملک سلطنت اپنے فرزند کو سونپ کر شیخ کی ملازمت میں رہے۔ اور حضرت شیخ ابوالعباس مرینی کی برکت و فیض سے ولایت میں امیر کا درجہ بلند ہوا۔ (رضی اللہ تعالیٰ عنہم و نفعنا بہم، آمین)

امیر یعقوب کا ایک واقعہ یہ ہے کہ لوگ بارش کے لئے پریشان تھے۔ اس وقت شیخ ابوالعباس مرینی امیر یعقوب کو لے کر شہر سے باہر آئے۔ اور ان سے کہا کہ بارش کی دعا کرو۔ انھوں نے حضرت شیخ سے عرض کیا۔ حضور کا دعا فرمانا اور مناسب ہے۔ حضرت شیخ نے فرمایا یہی حکم ہوا ہے۔ لہذا شیخ کا حکم پا کر امیر یعقوب نے صلوٰۃ استسقاء پڑھ کر دعا مانگی اور فوراً بارش ہوئی۔ (رضی اللہ تعالیٰ عنہما آمین) (ص ۴۲۸ - ۴۲۹)

نور کی رسی

ملک مغرب کی ایک بلند مرتبہ ولیہ خاتون تھیں۔ علماء اور اولیاء سب ان کا احترام کرتے تھے، انھیں ”ست الملوک“ کہتے تھے۔ جس زمانے میں شیخ علی بن علبس مینی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیت المقدس میں تھے یہ ولیہ بیت المقدس کی زیارت کو گئیں۔ اس وقت کا واقعہ شیخ علی بن علبس یوں

بیان کرتے ہیں :

”میں بیت المقدس میں تھا۔ میں نے دیکھا کہ نور کی ایک رستی آسمان سے مسجد اقصیٰ شریف کے قبة تک لٹکے ہی ہے میں قبة کے اندر داخل ہوا تو وہاں میں نے ”سست الملوک“ کو دیکھا۔ وہ نور کی رستی ان کے پاس تک تھی۔ میں نے ”سست الملوک“ کی یہ شان دیکھ کر، ان کی انورت پجائی، انھوں نے اسے قبول کر لیا۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہما و نفعنا بہما (ص ۲۲۹ - ۲۳۰)

قلم پر قوط

حضرت شیخ سفیان (جن کا واقعہ پہلے آچکا ہے) ان کے بارے میں یہ واقعہ بھی منقول ہے کہ ایک یہودی سے فرمایا۔ فلاں کام کر ورنہ میں قلم کو قوط لگاتا ہوں۔ شیخ کے ہاتھ میں اس وقت چاقو اور ایک سلم تھا۔ یہودی نے کہا تم قوط لگاؤ اس سے میرا کیا بگڑتا ہے۔ آپ نے اسی وقت قلم پر قوط لگایا تو لوگوں نے دیکھا کہ یہودی کا سر بدن سے جدا ہو کر زمین پر لڑھک گیا۔ (ص ۲۳۰)

فتح دمیاط

امام یافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ رقمطراز ہیں :
”آپ کی بڑی بڑی کرامتیں ہیں، آپ فقیر تھے، پہلے علم حاصل

کرنے میں مشغول ہوئے، اور حاصل کیا۔ آپ سے کہا گیا کہ میرا عرفان چاہتا ہے تو دو طرفہ کام چھوڑ۔ چنانچہ علمی کام چھوڑ کر آپ رب تعالیٰ کی جانب لگ گئے۔ آپ کے مصر، شریف لے جانے کا واقعہ مجھے اس طرح بتایا گیا کہ آپ دمیاط کے جہاد میں شرکت کی غرض سے مصر گئے تھے آپ کے قدم کی برکت سے اس جہاد میں مسلمانوں کو فتح نصیب ہوئی۔ اور بعض اہل کشف بزرگوں نے بر ملا کہہ دیا تھا کہ جہاد دمیاط کی فتح ایک مہنی کے ذریعہ حاصل ہوئی (رضی اللہ تعالیٰ عنہم جمعین نفعنا بہم)

(ص ۴۳۰)

شہید ناطق

دمیاط کے جہاد میں شریک ہونے والے بزرگوں میں ایک عظیم عالم و فقیہ ولی و عارف حضرت عبدالرحمن نویری رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی تھے آپ ایک فرنگی کے ہاتھ سے شہید ہوئے۔ خود فرنگی کا بیان ہے کہ میں نے انھیں قتل کیا۔ پھر ان سے کہا کہ اے مسلمانوں کے مذہبی ہمتاؤں کو اپنی کتاب میں پڑھتے ہو۔ وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِينَ قُتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَمْوَاتًا بَلْ أَحْيَاءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ۔ تم ہرگز مردہ گمان نہ کرو بلکہ وہ زندہ ہیں اور اللہ کے پاس سے رزق پاتے ہیں۔ (آل عمران ۳/۱۶۹) فرنگی کہتا ہے کہ میری یہ بات سن کر حضرت نے آنکھیں کھول دیں۔ اور سر اٹھا کر

فرمایا، ہاں ”زندہ ہیں اور اس کے پاس رزق پاتے ہیں“، اتنا کہہ کر خاموش ہو گئے۔ — میں نے جب سے یہ واقعہ دیکھا اور ان کی بات سنی اس وقت سے اللہ نے میرے دل سے کھرباہر کر دیا، اور میں ان کے ذریعہ مسلمان ہو گیا۔ مجھے امید ہے کہ ان کی برکت اور ان کے دست مبارک پر ایمان قبول کرنے کے باعث رب تعالیٰ میری بخشش فرمائے گا۔ اسی وجہ سے آپ کو ”شہید ناطق“ کہا جاتا ہے۔

(رضی اللہ تعالیٰ عنہ و نفعنا بہ آمین) (ص ۴۳۰)

جانور مانوس

ایک بزرگ فرماتے ہیں کہ میں سفر میں تھا تو — وحشی جانور مجھ سے مانوس ہو گئے اور آکر میرے پاس بیٹھتے۔ اور میں بلا تکلف ان میں چلتا پھرتا لگتا میں انہی میں سے ایک ہوں — ایک بار میں نے آبادی کی اندر جانے کا قصد کیا جہاں کا ایک بچہ مجھے یاد آیا، وہ بچہ کبھی میرے پاس رہتا تھا جنگلی جانوروں میں سے ایک ہرن کے بچے کو دیکھ کر میں نے سوچا اگر یہ میرے پاس رہ گیا تو اسے میں آبادی والے انسانی بچہ کے واسطے لے چوں گا۔ اسی کے بعد تمام جانور مجھ سے دور ہو گئے — اور پہلے حالات کے بالکل خلاف مجھ سے ڈرنے لگے۔

میں نے اس خیال کو دل سے نکالا اور اللہ تعالیٰ سے معافی مانگی تو پھر تمام اسی طرح مجھ سے مانوس ہو گئے۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

(ص ۴۳۱)

رجعت اور کمال

ایک بزرگ فرماتے ہیں — ہماری ایک جماعت تھی — ہم لوگ جہاں چاہتے فوراً پہنچ جاتے — ہمارے لئے زمین لپیٹی جاتی۔ میں نے ایک روز اپنی اولاد کے لئے مکان خرید لیا، اور اس کا کاغذ حاصل کیا۔ میرے ہم جماعت احباب نے مجھے پیغام بھیجا کہ ہم لوگوں سے فلاں مقام پر آکر ملو۔ میں اس عمل کی طرف متوجہ ہوا جس کے ذریعہ دور دراز کی مسافت طے ہوتی تھی مگر کامیابی نہ ہوئی — میں نے دوستوں کو کہلا بھیجا کہ میری وہ قوت جس سے پرواز کرتا تھا سلب کر لی گئی۔

احباب نے جواب دیا: غور کرو کہ نقصان کہاں سے آیا، اس شے کو کاٹ ڈالو جس نے تمہیں کاٹا ہے۔ میں نے مکان کا بیعنامہ پھاڑ ڈالا فوراً وہ مالٹ عود کر آئی اور میں نے احباب سے اسی مقام پر جا کر ملاقات کی۔ رضی اللہ عنہ

(ص ۳۱۴)

ظہور کرامات

شیخ صفی الدین بیان کرتے ہیں کہ حضرت شیخ مفرج عظیم اشان ولی اللہ تھے۔ آپ حبشی نسل سے تھے، اللہ جل مجدہ نے آپ کو بلا سبب، اور بغیر طریقہ معبودہ کے اپنی شیفگی سے نوازا تھا۔ آپ نے اپنی وہی قوت سے کمال حاصل کیا تھا۔ چھ ماہ تک کھائے پئے بغیر رہے — ان کے مالک نے انہیں زد و کوب کیا۔ مگر مار کا کوئی اثر نہیں ہوا تو اس نے سمجھا کہ آپ ریضون کا اثر ہے

لہذا ایک شخص کو بلایا تاکہ وہ مار مار کر آپ کا جنون زائل کرے۔ وہ آپ کے جسم پر ضربیں لگاتا تھا اور بزدل غم خویش جن کو مخاطب کر کے کہتا تھا ”نہکل جا، دور ہو جا،“

جواب میں شیخ مفرج فرماتے ”نہکل گیا، اس سے آپ کی مراد یہ تھی کہ نفس نہکل گیا۔ اس کے بعد مالک آپ کو بیڑیاں پہنا کر چلا گیا۔ واپس آ کر دیکھا تو بیڑیاں ایک جانب پڑی ہیں اور آپ دوسری طرف، اس کے بعد آپ کو ایک مکان میں مقید کر دیا۔ واپس آیا تو آپ کو اس مکان کے باہر دیکھا۔۔۔ اس وقت تمام لوگوں کو ان کی بزرگی اور کرامت کا علم ہوا۔ ایک روز آپ کے لئے لوگ پرندے بھون کر لائے۔ آپ نے فرمایا اڑ جاؤ وہ سب اللہ کے حکم سے زندہ ہو کر اڑ گئے۔ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ و نفعنا بہ)

(ص ۱۳۱)

بے ادبی کی سزا

شہر قہ میں ایک بزرگ رہتے تھے۔ شہر کے امیر سے کسی بات پر ناراض ہوئے۔ وہ گزر رہا تھا۔ آپ نے پیٹھ مار کر فرمایا مرجا، امیر قہ فوراً گرا اور گیا ایک روز آپ اپنی مجلس میں کرامات کے سلسلے میں کلام فرما رہے تھے۔ ایک بوڑھی خاتون جو آپ سے بے تکلف تھی کہنے لگی یہ دعوے ہی دعوے کب تک رہیں گے لوگوں کا یہ مال ہے کہ قوط سے مرے جا رہے ہیں۔ وہ عورت بادشاہ کے بچوں کی تربیت پر مامور تھی۔ شیخ سے باتیں کرنے کے اپنے خیر پر سوار ہوئی اور جانے لگی۔ اچانک زور کی ہوا چلنے لگی بادل اٹھے اور موسلا دھار

بارش ہوئی۔ بڑھیا کا خچر تیز ہوا میں بدکا اور بڑھیا کیچڑ میں گر کر لت پت ہو گئی
کیچڑ سے اٹھ کر وہ سیدھے بزرگ کی خدمت میں آئی اور کہنے لگی مجھے معلوم
ہے کہ یہ بارش آپ کی کرامت سے ہوئی ہے مگر مجھے خچر سے کیچڑ میں کیوں
گر دایا۔ ہ۔ فرمایا: وہ تیری بے ادبی کی وجہ سے ہوا۔

آپ نے فرمایا شام کے ملک نور الدین ہمارے نزدیک چالیس دویار میں
کے ایک ہیں۔ اور صلاح الدین کا شمار تین سو دویار میں ہوتا ہے۔ سلطان
نور الدین کو جب ابدال دیکھتے تو نور الدین پوچھتے ہیں آپ لوگوں کی نظر میں
کیسا ہوں۔ ابدال فرماتے ”تم ظالموں میں سب سے اچھے
ہو، باوجودیکہ نور الدین کو ولایت کا درجہ حاصل تھا۔“ (ص ۴۳۱-۴۳۲)

بے توفیقی

شیخ ابو محمد کبش رضی اللہ تعالیٰ عنہ اکثر حضرت خضر علیہ السلام سے ملاقات
کیا کرتے تھے۔ ان کے ملنے والوں میں ایک رئیس آدمی تھے۔ انہوں نے
عرض کیا۔ حضرت آپ کی حضرت خضر علیہ السلام کی دوستی کا ہمیں بھی تو کچھ نصیب
پہونچے، کبھی ہم بھی تو شرف ملاقات پائیں۔ حضرت شیخ نے یہ بات حضرت
خضر علیہ السلام سے کہی۔ انہوں نے فرمایا۔ وہ مجھ سے نہیں ملنا چاہتا۔
شیخ نے عرض کیا حضور وہ واقعی آپ کی زیارت کا متمنی ہے۔ فرمایا: کہہ
دیجئے میں جمعہ کو اس سے ملوں گا۔

جمعہ کے دن اس رئیس آدمی نے خوشی میں گہیوں کی بوری کھولی اور جمعہ
کے وقت تک شکرانے میں تقسیم کرتا رہا۔ اس کے بعد با وضو مصلے پڑھ کر گرنے

میں مشغول ہوا۔۔۔۔۔ اسی دوران درازے پر کسی نے دستک دی۔ اس نے کنیز سے کہا جا کر دیکھو کون ہے؟۔ اس نے دیکھا ایک شخص چادر اوڑھے ہو کھڑا ہے اور کہہ رہا ہے اپنے آقا۔ سے کہہ ایک آدمی تم سے ملنے آیا ہے۔ لونڈی کی بات سن کر رئیس آدمی نے ملیہ پوچھا۔ لونڈی نے کہا بوسیدہ چادر اوڑھے ہوئے ایک شخص ہے۔ رئیس بولا: بھکاری ہو گا گیہوں تقسیم ہونے کی اطلاع پا کر آیا ہو گا۔ جا کر کہہ دو کہ نماز پڑھ کر ملیں گے۔ وہ چلے گئے۔ نماز جمعہ کے بعد رئیس آدمی شیخ ابن کلبش سے ملا۔ اور کہا میں انتظار ہی کرتا رہ گیا۔ مگر وہ تشریف نہیں لائے۔

شیخ نے فرمایا: بے توفیق وہی تو حضرت خضر علیہ السلام تھے جنہیں تو نے کنیز سے کہلایا کہ جاؤ نماز بعد ملیں گے۔

درازہ پر پہرہ بٹھا کر حضرت خضر علیہ السلام سے ملاقات کرنا چاہتا ہے۔ رئیس نے یہ سن کر تمام باندیوں کو آزاد کر دیا۔ اور پھر جب کوئی دستک نہ آیا تو خود نکل کر مال دریافت کرتا۔ (ص ۴۳۲-۴۳۳)

مکر پر ولی کا تصرف

ایک تاجر سواری پر مال تجارت لادے ہوئے، دور دراز سے مصر میں داخل ہوا، سواری کہیں روک کر کسی سے ملنے گیا واپس ہوا تو مال بڑا راجا نور غائب تھا۔ بہت تلاش کیا نہیں پایا۔ لوگوں نے اس سے کہا شیخ ابوالعباس دمنہوی کے پاس چلے جاؤ شاید وہ تمہارے لئے دعا فرمائیں۔ تاجر کہتا ہے کہ میں شیخ کو پہلے سے جانتا تھا۔ جا کر دکھرا بیان کیا۔ انھوں

نے میری کسی بات پر دھیان نہیں دیا۔ اور نہ میری خوشی کے لئے کچھ کہا۔ بلکہ فرمایا میرے یہاں اس وقت مہمان ہیں ان کے لئے اس قدر آٹا، اتنا گوشت اور فلاں فلاں چیزیں لے آؤ۔ میں ان کے پاس سے بد دل ہو کر نکلا اور سوچا کہ اب ان کے پاس کبھی نہیں آؤں گا۔ یہ فقیر فقرا بس اپنی ضرورت سمجھتے ہیں، میری پریشانی کا کوئی خیال نہیں کیا اور نہ دعا کی۔ اٹا مجھی سے لینے کی فکر میں پڑ گئے۔ میں انہی خیالات میں گم چلا جا رہا تھا کہ مجھے اپنا ایک قرضدار ملا، میں نے اس سے کہا جب تک میرا قرض نہیں دو گے۔ چھوڑوں گا نہیں۔ چنانچہ اس نے ساٹھ درہم مجھے دیئے۔ یہ رقم جب میرے ہاتھ لگ گئی تو میں نے سوچا کہ شیخ صاحب کی فرمائش پوری کرنا ضروری ہے۔ ملے گا تو مل ہی جائے گا۔ ورنہ یہ بھی جائے گا۔

بازار جا کر میں نے ان کی بتائی ہوئی سب چیزیں خریدیں۔ کچھ رقم بچ رہی تو اس سے شیرینی بھی لے لی، اور مزدور کے سر پر رکھوا کر شیخ کے گھر گیا تو دیکھا کہ میرا جانور کھڑا ہے۔ اول نظر میں مجھے آنکھوں پر یقین نہیں آیا۔ مگر تھکا وہی۔ اور سارا مال تجارت بھی ویسا ہی لدا ہوا تھا۔ مجھے تعجب ہوا۔ میں نے سوچا اس کو کسی حفاظت کرنے والے کے پاس رکھ لوں پھر شیخ کے پاس جاؤں۔ مگر پھر خیال آیا جس نے واپس لوٹا یا ہے وہی حفاظت بھی فرمائے گا شیخ کے سامنے حاضر ہو کر ان کی طلب کی ہوئی تمام اشیاء ایک ایک کر کے رکھیں۔ انھوں نے سب چیزوں کو دیکھا۔ اور شیرینی کو دیکھا تو فرمایا: اس کی بات تو نہیں ہوئی تھی۔؟

میں نے عرض کیا: کچھ رقم بچ رہی تھی تو میں نے سوچا شیرینی بھی لیتا ہوں۔ فرمایا: خیر تم نے اضافہ کیا ہے تو میں بھی تمہارے لئے اضافہ کروں گا۔

سنو تم اپنا مال تجارت لے کر قیسا ریہ چلے جاؤ۔ جلد بازی نہ کرنا۔ جتنا مال فروخت ہو اس کی قیمت وصول کر لینا۔ اور یہ نہ ڈرنا کہ کوئی تاجر تمہارا مال واپس کر دے گا۔ زمین میرے دائیں ہاتھ میں اور سمندر میرے بائیں ہاتھ میں ہے۔“

میں قیسا ریہ پہنچا تو میرے تمام سامانوں کی وہاں سخت ضرورت تھی چنانچہ بہت زیادہ منافع کے ساتھ میں نے مال فروخت کیا۔ اور جس قدر بک گیا اس کی قیمت وصول کی، یہاں تک کہ میرا سارا مال فروخت ہو گیا۔ میرا مال تجارت ختم ہوتے ہی، بحری اور بری دونوں راستوں سے تاجر قلم کار یلا آگیا۔ لگتا تھا وہ کسی قید سے آزاد ہو کر آ رہے ہوں۔ شیخ کی اور بھی بہت سی کرامات لوگوں میں مشہور ہیں۔

(رضی اللہ تعالیٰ عنہ و نفعنا بہ آمین) (ص ۴۳۳-۴۳۴)

اصطراط قلبی کا علاج

حضرت ابو العباس بن عریف رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں۔ میں ایک صلیح ضیق صدر کا شکار تھا، میرے ایک ملنے والے ابو محمد طرابلسی تھے میں نے ان سے کہا اے ابو محمد! آج میرا دل منقلب ہو گیا ہے۔ صاحبین کا کوئی ایسا واقعہ سناؤ جس سے دل کی اصلاح ہو سکے۔ انھوں نے کہا: سنئے!

”میں افریقہ کے اندر تھا، ذوالحجہ کا پہلا عشرہ چل رہا تھا، اچانک تین شخص میرے سر پہ آ گئے۔ اور کہنے لگے ابو محمد! حج پہ جاؤ گے۔ میں ان سے کہا جیسا آپ لوگ چاہیں۔

انہوں نے کہا اللہ تعالیٰ کی برکت پر اعتماد رکھو۔ چنانچہ ان میں سے ایک صاحب میرے آگے اور دو پیچھے ہو گئے اور روانہ ہوئے۔ رات ہوئی تو ان میں سے ایک راستہ سے الگ ہٹ کر جاتے، اور کیلے لے کر آتے — اور کہتے اس جگہ یہ ایک بڑھیا نے دیئے ہیں۔ تین روز بعد اچانک ایک صاحب نے کہا۔ ابو محمد! خوشخبری ہو کہ یہ تہامہ کی پہاڑیاں ہیں۔ میں نے ان لوگوں کے ہمراہ حج کیا۔ ساتھ ساتھ رہا۔ کوٹنے کے وقت انہوں نے مجھ سے کہا تم اللہ تعالیٰ کی امان میں ہو، میں نے عرض کیا ”مجھے غم فراق دینا چاہتے ہیں،، فرمایا،، یہ تو ایک روز ہونا ہی تھا، او چلے گئے۔ میں بھی وہاں سے روانہ ہو کر عذاب اور پھر وہاں سے اسوان پہنچا۔ — نفس نے مجھ سے کہا اس کندر یہ جلو وہاں شاید کوئی شناسا مل جائے جو سمندری راہ سے تمہیں مغرب پہنچنے کا انتظام کر دے۔ میں نے اپنے نفس کو ڈانسا: اب تک میری پیشوائی نہ کی، اب شروع کی ہے۔ بخدا میں تو یہیں (اسوان) سے جنگل کا راستہ اختیار کروں گا

اس سفر میں مجھے جنگل کے اندر وضو کرنے یا پینے کے لئے جب پانی کی ضرورت ہوتی تو میں کہتا وَعِزَّةُ الْمَعْبُودِ لَا اُبْرَحُ حَتَّى اَتَوْضَا وَاَشْرَبُ عزت معبود کی قسم میں جب تک وضو نہیں کر لوں گا اور پانی نہیں پی لوں گا آگے نہیں جاؤں گا، اسی وقت ایک بادل کا ٹکڑا آتا اور تپانی برستا کہ ایک تالاب بن جاتا اور میں اس سے وضو بھی کرتا اور پانی پی بھی لیتا۔ دوبارہ پھر ضرورت ہوتی تو میں اسی طرح کہتا۔ اسی حال میں میں جس جگہ سے

اس سفر میں چلا تھا وہاں واپس آ پہنچا۔

اب میں بھی خبطی ہو گیا ہوں۔ اور تم اے احمد امرار کا
باس پہنٹے ہو اور روجوانوں کو دیکھتے ہو، پھر کہتے ہو میرا دل
منقلب ہو گیا۔ مجھ جیسا بیکار بوڑھا البتہ کہہ سکتا ہے کہ
میرا دل منقلب ہو گیا ہے، تمہارا دل تو پہلے ہی منقلب ہو
گیا تھا اور رہے گا۔

حضرت ابوالعباس کہتے ہیں ان کے قول فمکوس کنت و منکوس
بقیت کی برودت میں بھی تک فراموش نہیں کر سکا اور نہ ہی مرتے
وقت تک اسے بھول پاؤں گا (رضی اللہ تعالیٰ عنہ و نفعنا بہ)

(ص ۴۳۴)

ارادت میں پہلا قدم

شیخ ابن عریف اوی ہیں۔ کہتے ہیں کہ ایک وز میں سو کر بیدار
ہوا تو غمگین تھا، میں نے اپنی یہ کیفیت شیخ ابوالقاسم بن روبیل سے بیان کی
اور عرض کی کوئی حکایت سنائیں جس سے شاید اللہ تعالیٰ میرا غم دور فرمائے
انہوں نے یہ واقعہ سنایا:

مجھ سے لوگوں نے سائل بن اقامت گزیں ابوالحجاز نامی بزرگ
کی تعریف بیان کی۔ میں ان سے ملنے گیا۔ سلام کر کے
بیٹھانہ انہوں نے مجھ سے کچھ کہا نہ میں نے ان سے کچھ عرض
کیا۔ نماز کا وقت ہوا تو چاروں جانب سے لوگ جمع ہوئے
ایک شخص نے نماز پڑھائی، پھر سب چلے گئے، شیخ ابوالحجاز

اپنی جگہ آگئے۔ ان کے ساتھ میں بھی آ بیٹھا۔ اسی طرح ظہر اور عصر کی نماز ہوئی، عصر بعد بیٹھ کر صالحین کے تذکرے بیان کئے گئے۔ سورج زرد ہونے کے وقت سب منتشر ہو گئے اور پھر نماز مغرب میں جمع ہوئے اسی طرح شین روز میں نے انھیں دیکھا۔ میرے دل میں بات آئی کہ شیخ سے فائدہ حاصل کرنے کی نیت سے کچھ پوچھوں، اجازت لے کر میں نے پوچھا: مرید کو اپنا مرید ہونا کس وقت معلوم ہوتا ہے۔ بے حقینے لوگ موجود تھے انھوں نے مجھے غصگی کی نظر سے دیکھا۔ شیخ نے میری بات کا جواب نہیں دیا اور منہ پھیر لیا میں نے سوچا شاید شیخ ناراض ہو گئے۔ دوسرے دن پھر میں نے اپنا سوال دہرایا اس روز بھی وہی ہوا۔ تیسرے روز میں پھر سوال لے کر بیٹھ گیا۔

شیخ نے فرمایا: یوں نہ کہو بلکہ میرے خیال میں تم یہ دریافت کرنا چاہتے ہو کہ مرید ارادت میں پہلا قدم کب رکھتا ہے۔ میں نے کہا: جی ہاں، فرمایا: جب اس میں چار خصائص پیدا ہو جائیں،

(۱) زمین اس کے لئے لپیٹی جائے اس طرح کہ کل زمین ایک قدم کی مسافت بن جائے (۲) پانی پر چلنے لگے (۳) دنیا میں جس وقت جو کھانا چاہے کھالے (۴) اس کی کوئی دعا نہ کی جائے۔ اس وقت مرید ارادت میں پہلا قدم رکھتا ہے اور جب خود کو مرید جاننے لگے تو وہ ہمارے نزدیک ارادت

سے گر جاتا ہے۔

میں نے یہ سن کر ایک حیح ماری۔ قریب تھا کہ دم بکھل جائے۔ اور عرض کیا ابو القاسم! آپ نے ہمیں ارادت سے مایوس کر دیا۔ حقیقت یہ ہے کہ ان کی عالی ہمتی نے مجھے ورطہ حیرت میں ڈال دیا۔

رضی اللہ تعالیٰ عنہ وعن المصنف ونفعنا بہم آمین (ص ۴۳۴-۴۳۵)

شیخ ابو یزید قرطبی رضی اللہ عنہ

شیخ ابو عبد اللہ قرطبی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے پیرو مرشد شیخ ابو یزید قرطبی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ان کی ابتدا کا حال دریافت کیا تاکہ اس سے مستفیض ہوں۔ شیخ نے فرمایا:

”اے بیٹے! یہ ایک عجیب کہانی ہے۔ مجھے اس اہ میں ایک حادثہ نے داخل کیا۔ میں عطر کا تاجر تھا، عطاروں کے بازار میں وہ عطر بیچا کرتا تھا جو سب سے قیمتی اور نایاب ہوتا۔ میرا لباس بھی قیمتی ہوتا تھا۔ ایک روز صبح کو میں نماز پڑھنے جامع مسجد گیا۔ نماز پڑھ لینے کے بعد میں نے دیکھا کہ ایک بہت بڑا حلقہ لگا ہوا ہے میں ادھر گیا۔ اس زمانے میں مجھے صاحبین کے متعلق کچھ پتہ نہیں تھا۔ لوگوں کے بتانے کے مطابق بس تنہا جاتا تھا کہ وہ لوگ جنگل پرانے میں رہتے ہیں۔ میں وہاں جا کے کھڑا ہوا۔ ایک قاری بزرگوں کے

واقعات اور مجاہدات پڑھ کر لوگوں کو سارے تھے۔ جیسے حضرت
 بایزید بسطامی کے واقعات۔ میں نے سن کر منہ ہی منہ میں،
 کہا کہ ایسی باتیں کتابوں میں لکھی جاتی ہیں۔ ہ میرے قریب
 والے شخص نے سن لیا اور مجھ سے کہا: ایسی باتیں نہیں تو
 کیسی باتیں کتابوں میں لکھی جاتی ہیں؟ میں نے کہا یہ باتیں تو
 مجھے جھوٹ لگ رہی ہیں کہ کوئی سال بھر پانی کے بغیر زندہ
 رہے۔ اس نے کہا: ان باتوں سے انکار نہ کرو —
 میں اس آدمی سے سوال و جواب ہی میں مشغول تھا کہ دوسرے
 ایک نہایت کمزور آدمی نے سر اٹھایا اور کہا تم کو صاحبین
 کے بارے میں ایسی باتیں کرتے شرم نہیں آتی —؟
 میں نے جواب دیا: صاحبین ہیں کہاں؟ یہ کہہ کر دوکان چلا آیا
 ظہر کے وقت میں اپنے معمول کے مطابق خرید و فروخت میں لگا
 تھا کہ اسی کمزور شخص کو دیکھا کہ سامنے سے گزرا کچھ اسم آگے جانے
 کے بعد واپس آیا۔ لگتا تھا مجھے ہی ڈھونڈ رہا تھا —
 سلام کیا میں نے جواب دیا، پوچھا نام کیا ہے؟ میں نے
 کہا: میرا نام عبدالرحمن ہے۔

: مجھے پہچانتے ہو

: آپ وہی تو ہیں جنہوں نے جامع مسجد میں مجھ سے بات کی تھی۔
 : کیا تم ابھی تک اسی عقیدہ پر ہو۔؟ اپنے فاسد خیال سے
 : تو برا نہیں کی —؟

میرا کوئی ایسا خیال تو ہے نہیں جس سے توبہ کرنا ضروری ہو
 : اے ابوزید! صلحہ کے عمل کی نسبت تم کیا کہتے ہو؟ اس وقت
 ان کا سینہ میری دوکان کے پتھر سے لگا ہوا تھا۔

: جناب عالی! صلحہ کہاں؟

: صلحہ یہیں ہیں، بازار میں پھرا کرتے ہیں۔ اور ان کا یہ مال

ہے کہ اگر اس پتھر کو اشارہ کریں تو یہ ان کے ساتھ ہو جائے

یہ کہتے ہوئے انھوں نے دوکان کے اندر ایک پتھر کی جانب اشارہ کیا۔ ان

کی بات کے ساتھ ہی وہ پتھر حرکت میں آ گیا جس سے دو درازیں نکل آئیں ان

میں لوگوں کی امانتیں رکھی ہوئی تھیں میں نے تیزی سے ان درازوں کو سنبھالا

اور دوکان میں لا کر رکھا۔ اور کہا کیا آدمی کو ایسی طاقت حاصل ہو جاتی ہے

: انھوں نے فرمایا: انسان کی قدرت کے آگے یہ کیا شے ہے؟

میں نے پوچھا: اس سے زیادہ بھی انسان تصرف کر سکتا ہے۔؟

فرمایا: اگر دوکان سے کہدے کہ اپنے مقام سے اکھڑتا تو اس دم اکھڑ جائے

ایک طرف ان کا کہنا تھا کہ میں نے دوکان کو حرکت میں دیکھا اس کے اندر کا

ہر سامان، شیشہ برتن سب لرز گیا۔ میں ڈرا کہ یہ کہیں مجھ پر نہ آ کرے۔۔۔

میں بھونچکا رہ گیا۔۔۔ اور وہ مجھے چھوڑ کر چل دیئے۔ مجھ میں عقل کی عزت

موجود تھی۔ میں نے سوچا کہ اگر میں تمام زندگی دوکان میں صرف کر دوں تو ایسے

لوگوں کی ملاقات کیسے نصیب ہوگی؟ دوسرے روز میں پھر حلقہ میں حاضر

ہوا تاکہ صلحہ کی باتیں سماعت کروں۔ بخدا اس سماع کے بعد مجھ میں دوکان

تک جانے کی سکت باقی نہیں تھی۔۔۔ وہاں سے میں اپنے ماموں کے

پاس گیا وہ دوکان انہی کی تھی، کنجیاں ان کے حوالے کیں۔ انھوں نے

پوچھا کہاں چلے۔ میں نے کہا انشاء اللہ پھر آؤں گا۔ انہیں میرے ارادے کا علم نہیں ہوا اس کے بعد سے آج تک پھر لوٹ کر میں دوکان نہیں گیا۔
(رضی اللہ تعالیٰ عنہم و نفعنا بہم آمین) (ص ۴۳۵-۴۳۶)

شیخ رفاعی رحمہ اللہ کا کشف

عارف باللہ شیخ احمد کبیر بن رفاعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جوانی کی عمر میں شیخ عارف علی بن قاری واسطی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس قرآن شریف پڑھا کرتے تھے۔ ایک شخص نے حضرت شیخ کی دعوت کی حضرت کے مریدین او شہر کے دوسرے مشائخ بھی مدعو تھے — کھانے سے فارغ ہوئے تو ان دوسرے شیوخ کے ساتھ ایک قوال تھا اس نے دف لے کر گانا شروع کیا سید احمد رفاعی شیخ ابن القاری کی جوتیاں سنبھالے ہوئے — لوگوں کی جوتیوں کے پاس بیٹھے تھے — جب لوگوں پر وجد طاری ہوا تو سید احمد رفاعی اٹھے اور قوال کا دف توڑ دیا — سارے مشائخ شیخ علی بن القاری کی طرف دیکھنے لگے، ان کی آنکھوں میں تنفر تھا۔ کیونکہ سید احمد رفاعی تو ابھی کم عمر تھے انھوں نے شیخ علی قاری سے وجہ پوچھی؟ انھوں نے فرمایا: وجہ خود سید احمد سے پوچھو، اگر یہ بتائیں تو خیر ورنہ میں جواب دیتا ہوں، سب لوگ سید احمد رفاعی سے پوچھنے لگے، دف کیوں توڑا؟ انھوں نے کہا: اے لوگو! فیصلہ صرف قوال کی دیانت پر ہے، اسے چاہئے کہ جو کچھ اس نے سوچا وہ بیان کرے۔ پھر ام سے پوچھو — اب لوگوں نے قوال سے کہا کہ اپنے دوسرے کو بیان کر۔ اس نے کہا:

”کل شب میں ایک شرابی قوم کے پاس تھا، وہ سب میرا گانا
سن کر جھوم رہے تھے۔ آپ لوگوں کا وجد و سرور دیکھ کر میں نے
خیال کیا کہ ان مشائخ کا حال بھی ان شریعوں کی طرح ہے
یہ خیال ابھی ختم نہیں ہوا تھا کہ اس لڑکے نے میرا دف توڑ
دیا۔“

یہ سن کر سارے مشائخ اپنی جگہ سے اٹھ کھڑے ہوئے۔ سید احمد رفاعی کا ہاتھ
چومنے اور معذرت کرنے لگے۔ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ و نفعنا بہ آمین)

(ص ۴۳۷)

عارف حق ابوالحسن شاذلی نے فرمایا

امام یافعی بیان کرتے ہیں کہ عارف باللہ حضرت شیخ ابوالحسن رضی اللہ
تعالیٰ عنہ سے ”شرابِ محبت“، ”ساقی“، ”ذوق و شوق“، ”سیرابی“، ”سکر (نشہ)“ (صحو
(ہوشیاری) وغیرہ کی عارفانہ تشریح چاہی گئی تو آپ نے ارشاد فرمایا:
شرابِ محبت: هو النور الساطع عن جمال المحبوب، جمال محبوب کا
چمکتا دمکتا نور

هو اللطف الموصل ذلك الى افواه القلوب وہ لطف
جو دلوں کے دہن تک محبت پہنچاتا ہے

جَمَام

هو المتولى الخصوص لأكبر والصالحين وہ نگہبانِ حقیقی جو اپنے خاص
من عبادہ و هو اللہ العالم بالمقادیر بندوں اور صلحا کیلئے سیرابی
ساقی: ومصالح احبابہ کا انتظام فرماتا ہے یعنی اللہ تعالیٰ جو بندوں کی تقدیر اور اپنے

اجباب کی مصلحتوں کو جانتا ہے۔

مشاق : فَتَنَ كَشَفَ لَهُ عَنْ ذَلِكَ الْجَمَالَ جِسِّ پَر اَس کا جمال ظاہر ہوا
وَحِطَىٰ بِشَيْءٍ مِنْهُ نَفْسًا وَنَفْسِينَ پھر ایک دو کھنڈہ بعد پر دہ ڈال
ثُمَّ ارْتَحَىٰ عَلَيْهِ الْحَبَابُ فَهُوَ لَذِيقٌ دِیَا نِیَا۔ وہ بازوق مشاق ہے
المشاق

شارب حقیقی : وَمَنْ دَامَ لَهُ ذَلِكَ سَاعَةً اَوْ جِسِّ پَر انکشاف جمال ایک یا دو
اَوْ سَاعَتَيْنِ فَهُوَ شَارِبٌ حَقًّا گھنٹے تک رہا وہ شارب حقیقی ہے
(ص ۳۳۷)

سیراب : وَمَنْ تَوَالَىٰ عَلَيْهِ الْأَمْرَ وَدَامَ لَهُ الشَّرَابُ اَوْ جِسِّ پَر یہ حالت پلے
حَتَّىٰ امْتَلَأَتْ عُرْوَقُهُ وَمَقَاصِلُهُ مِنْ بَرِّ پَلِّ طَارِي ہوئی، اور
انوارِ اللہ تعالیٰ الْمَخْزُونَةُ فَهُوَ الرَّیُّ متواتر شرابِ محبت کی
مداومت ہوئی حتیٰ کہ اس کے رگ پے اور جوڑ جوڑ ان انوار سے پر ہو گئے
جو مخزون تھے، تو اس حال کو سیرابی کہتے ہیں۔ (ص ۳۳۷)
وَرَبِّمَا غَابَ عَنِ الْمَحْسُوسِ وَالْمَعْقُولِ اِذْ رُكَا بَعْدَ عَمْسٍ اَوْ مَعْقُول
فَلَا يَدْرِي مَا يَقَالُ لَهُ وَلَا مَا يَقُولُ سے غائب ہو جاتا ہے
فَذَلِكَ هُوَ السُّكْرُ (ص ۳۳۷-۳۳۸) اور اسے پتہ نہیں ہوتا کہ

سکر : اس سے کیا کہا گیا اور اس نے کیا کہا یہ حالت سکر کہلاتی ہے۔
وَقَدْ تَدَوَّرَ عَلَيْهِمُ الْكُتُوبَاتُ وَتَخْتَلِفُ کبھی ان ہیالوں کی گردش
لَدَيْهِمُ الْحَالَاتُ وَيَرُدُّونَ إِلَى الدُّكْرِ پے در پے ہوتی ہے، اور
الطَّاعَاتُ وَلَا يَحْجِبُونَ عَنِ الصِّفَاتِ حالات بدلتے رہتے ہیں،
مَعَ تَزَاحُرِ الْمَقْدُورَاتِ فَذَلِكَ وَقْتُ صَحْوِهِ
(ص ۳۳۸)

ہوتے ہیں اور قدرات بدلنے کے باوجود صفات سے محبوب نہیں ہوتے۔ یہ حالت صحو (ہوشیاری) کہلاتی ہے۔

صحو کو وسعت نظر کا زمانہ، اور علم کے بڑھنے کا زمانہ بھی کہتے ہیں۔ وہ حضرات علم کے نجوم سے، اور توحید کے ماہِ کامل سے شرب میں ہدایت پاتے ہیں۔ اور ان میں غور شید عرفان سے روشنی لیتے ہیں۔ اولئک حزب اللہ الا ان حزب اللہ هم المفلحون

مشائخ عارفین فرماتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے محبت اس شخص کے دل کو لیتی ہے جسے اللہ تعالیٰ اپنے جمال معرفت کے لئے پسند فرماتا ہے۔ اور جس کے لئے چاہتا ہے کہ اپنا نور جمال اس پر منکشف فرمائے، اور کمالِ جلال کی تقدیر سے اسے نوازے۔ — شرابِ محبت کبھی کو شمش و ہمت اور تہذیب نفس کے بعد عطا ہوتی ہے۔ اور ہر ایک کو اس کی استعداد کے لحاظ سے ملتا ہے۔ کسی کو بلا واسطہ مل جاتی ہے۔ اس شرابِ محبت کا والی خود رب تعالیٰ ہی ہے۔ اور کبر و وسیلہ سے عطا ہوتا ہے۔ (رضی اللہ عنہم اجمعین ص ۴۳۷-۴۳۸)

لیلۃ القدر سے فرار

ایک بزرگ فرماتے ہیں مجھے رمضان المبارک کا چاند نظر آیا۔ اسی وقت رب تعالیٰ نے اس رمضان کی لیلۃ القدر کے بارے میں مجھے مطلع فرمایا کہ فلاں شب ہے۔ وہ رات جب آئی تو اس سے میں اس طرح بھاگتا تھا۔ جیسے قرضدار قرض لینے سے منہ چھپاتا ہے۔ — اس شب کے انوار میری آنکھوں میں چمک رہے تھے اور میں کہہ رہا تھا:

وعزتک یارب و جلالک ما احتاج تیری عزت و جلال کی قسم اے رب
 معک الی لیلۃ القدر تیرے ہوتے ہوئے مجھے شب قدر کی کوئی ضرورت
 نہیں۔ (ص ۴۳۸)

اٹھائیسویں شب کی خفگی

ایک بزرگ فرماتے ہیں ایک سال رمضان کی ۲۶ ویں شب میں نے
 فرشتوں کو دیکھا کہ وہ تیاری کر رہے ہیں جس طرح شادی کے گھر والے ایک روز
 قبل سے تیاری کرتے ہیں۔ جب ستائیسویں رات آئی (اور وہ شب جمعہ
 تھی) تو میں نے فرشتوں کو آسمان سے اترتے دیکھا ان کے ہاتھوں میں نور کے طبق
 تھے۔ اور جب اٹھائیسویں رات ہوئی تو میں نے دیکھا کہ وہ ناراض
 جیسی تھی، اور کہتی تھی کہ میں نے مانا کہ شب قدر کا ایک حق تھا جسے لوگوں نے ادا کیا
 تو کیا میرا کوئی حق نہیں تھا جس کا خیال کیا جاتا۔

امام یافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ اس شب کا غصہ شاید لوگوں
 پر اس وجہ سے تھا کہ لوگوں نے شب بیداری نہیں کی۔ حالانکہ وہ شب قدر کی ہمسایہ
 شب تھی۔ اور ہمسایہ کا بھی کچھ تو حق ہوتا ہے۔ ۱۶

اور بعض بزرگوں نے فرمایا کہ ہم نے شب قدر میں ہر شے حتیٰ کہ شجر و حجر کو سجدہ پر نہ کیا
 اور تمام عالم کو نعر شمس تا فرش انوار سے لبریز ہے۔ امام یافعی رضی اللہ عنہ
 فرماتے ہیں مجھ سے کسی درویش نے کہا:

میں نے شب قدر میں دیکھا کہ نور کے حروف سے لکھا ہوا
 ہے ربنا لا تزغ قلوبنا بعد اذ ہدیتنا وھب لنا من

لَذُنْكَ رَحْمَةً اَنْتَ الْوَهَّابُ،،
 امام فرماتے ہیں اس میں اس بات کی جانب اشارہ ہے کہ اس شب یہ عا پڑھی جائے
 اور یہ بھی کہ اللہ تعالیٰ کی خفیہ تدبیروں سے کسی کو بے خوف نہیں رہنا چاہیے۔
 (ص ۲۳۸ - ۲۳۹)

حجۃ الاسلام امام غزالی رضی اللہ عنہ

علمائے حق میں سے ایک صاحب نے امام یافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے
 بیان کیا کہ میں نے حجۃ الاسلام ابو حامد غزالی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جنگل میں دلق
 پوش دیکھا ان کے ہاتھ میں عصا اور صرف ایک لوٹا تھا — اس سے
 قبل میں نے انہیں بغداد میں دیکھا تھا، ان کی مجلس درس میں سوشریف زادے
 حاضر ہوتے تھے۔

(بعض لوگوں نے بیان کیا کہ آپ تین سو آدمیوں کو درس دیتے تھے۔ اور
 آپ کے حلقہ درس میں بڑے بڑے افاضیل علماء اور امیروں کے بڑے حاضر
 دیتے تھے) میں نے امام کو اس حال میں دیکھا تو پوچھا اے امام! کیا علم کی
 ندیس اس سے بہتر نہیں تھی؟
 میری بات سن کر انھوں نے مجھے ترچھی نظر سے گھور کر دیکھا۔ اور فرمایا:

”جب ارادت کے فلک پر سعادت کا مارتاب
 ضو فگن ہوا — اور خورشید اعمال و
 قواعد مغرب وصال میں ڈوب گیا۔ تو —

تَوَكَّلْتُ عَلَى اللَّهِ وَسَعْدَىٰ بِمَنْزِلٍ وَعُدَّتْ إِلَىٰ مَحْبُوبٍ أَوَّلِ مَنْزِلٍ
میں نے بے نیکی اور سعدی کی محبت چھوڑ دی اور منزلِ اول کے محبوب کی جانبِ جوع کیا
وَنَادَتْ بِالشَّوْقِ مَهْلًا فَهَذِهِ مَنْزِلٌ مِّنْ تَهْوَىٰ رُؤْيَاكَ فَانْزِلْ
اور شوق نے پکارا اٹھہر جا۔ یہ محبوب کی منزلیں ہیں تیرے کامی سے باز آ اور ساری سے
نیچے اتر،

امام یافعی فرماتے ہیں:

”اس کا مقصود یہ ہے کہ لسانِ شوق نے مجھ سے کہا کہ تو منزلِ
محبوب پر پہنچ گیا۔ اور سیر کی تکلیف و مشقت ترک کر
دے۔ میں نے امام غزالی کے کچھ مناقب کتابِ لاشاد میں
بیان کئے ہیں۔ ان کے حق میں اکابر اولیاء نے عظیم
مقامات و ولایت کی شہادت دی ہے اور ان کے لئے درجہ
سدیقیت، اور شرافتوں کا ذکر کیا ہے۔ اور ان کے بخت
حاسدین سے تعرض کرنا فضول ہے۔ کیونکہ وہ محروم دشمن
ہیں اور ان کی خوبیوں کے معاملہ میں اندھے اور بے توفیق
ہیں۔ عنقریب جب پڑھائے انکھوں سے ہٹے گا تو خود دیکھ لیں گے
اور واضح ہو جائے گا۔

سَيَذَرُونَ فِيمَا بَعْدَ يَأْمٍ حَاحِدٍ لِّمَنِّ شَرِّ الْعُلَيَّا وَفَخْرٍ لِّمَحَامِدٍ
عنقریب بے اُمّ حامد! وہ لوگ جان لیں گے کہ کس کے لئے شرِ ثعلبی اور حمد کا فخر ہے
اِذْ لِحُجَّةِ الْاِسْلَامِ بَانَ مَقَامُهُ لِكُلِّ تَوْرِيٍّ مَّا بَيْنَ نَجْلِ وَحَاسِدٍ
جس وقت حجۃ الاسلام کا مقام معلوم ہوگا ساری خلقت دوست اور دشمن کو

بیوم به عالی مقام محمد علیہ صلوٰۃ اللہ زین مشاہد
 جس روز کہ ان کے سب مجاہد مقام بلند ہوگا ان پرند کی رحمت ہو وہ مقامات کی رونق ہو گئے
 شفیع الوری مولیٰ البرایا مقدما لہ مشہد تجلو لکل مشاہد
 حضور ہی مخلوق کے شفیع، خلق کے آقا اور پیشوا ہیں۔ آپ کو ایسا رتبہ بلند حاصل ہے جو ہر
 ناظر پر روشن ہے۔ (۴۳۹ - ۴۴۰)

فقیر بدر القادری عرض کرتا ہے :

دیں کی شوکت ہیں حجتہ الاسلام فضل رافت ہیں حجتہ الاسلام
 اپنی خدمات بے بہا کے طفیل زندہ دولت ہیں حجتہ الاسلام
 ان سے احیاء علوم باطن کا ! رب کی نعمت ہیں حجتہ الاسلام
 کیمیا کی سطر میں پیچھے ، یمن برکت ہیں حجتہ الاسلام
 اے خیابان معرفت کی بہار !
 تجھ پہ ہر روز رحمتیں ہوں ہزار

نورانی نوشتہ

حضرت سیدی احمد بن رفاعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا طریقہ تھا کہ آپ
 کی خدمت میں اگر کوئی تعویذ لکھوانے آتا اور روشنائی نہ ہوتی تو آپ اسے
 سادے قلم سے کاغذ پر تعویذ لکھ کر عنایت فرمادیتے — ایک شخص نے
 اسی طرح آپ سے تعویذ لکھوایا اور کچھ دیر بعد وہی کاغذ لے کر پھر آیا کہ اس پر
 تعویذ لکھ دیں۔ آپ نے فرمایا ، ”بیٹے ! اس پر تو تعویذ لکھا ہوا ہے۔“

اور اسے بغیر کسی زجر و نجش کے واپس کیا — آپ کے دور گرامی میں آپ کے دو مریدین تھے جنہوں نے باہم اللہ کے لئے محبت کی تھی جو زمانہ دراز تک قائم رہی — ایک مرتبہ وہ دونوں حضرات جنگل میں گئے۔ ان میں سے ایک کا نام شیخ معالی بن یوسف اور دوسرے کا نام شیخ عبد المنعم تھا۔ وہاں بیٹھے دونوں باہم باتیں کرتے رہے۔

شیخ عبد المنعم: کچھ وہ باتیں بتائیے جو آپ کو شیخ احمد بن فاعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں حاصل ہوئیں۔

شیخ معالی: آپ کسی چیز کی خواہش اور تمنا رکھتے ہوں تو بتائیے؟
شیخ عبد المنعم: میری تو ایک ہی آرزو ہے کہ میرے لئے جہنم سے آزادی کا پرچہ آسمان سے نازل ہو۔

شیخ معالی: اللہ تعالیٰ کا کرم نہایت وسیع اور اس کا فضل لامتناہی ہے۔
دونوں حضرات باتوں میں مشغول تھے اتنے میں آسمان سے ایک سفید قہقارہ ان کے سامنے گرا۔ شیخ معالی نے کہا لو پرچہ آگیا — کاغذ اٹھا کر دیکھا تو اس میں کوئی تحریر نظر نہیں آ رہی تھی۔ دونوں حضرات وہ کاغذ لے کر حضرت سیدی احمد فاعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور خدمت میں پیش کیا۔ اور خاموش بیٹھ رہے۔ حضرت کاغذ دیکھتے ہی سجدے میں گر پڑے۔ اور سر سجدے سے اٹھایا تو فرمایا

الحمد لله الذي ارادني عتق
اصحابي من النار في الدنيا
قبل الآخرة
اللہ کا شکر ہے جس نے میرے مریدوں کے لئے دوزخ سے ہائی کا پرچہ دنیا ہی کے اندر آخرت سے قبل دکھایا۔

عرض کیا گیا حضور اس رقعہ پر کچھ لکھا تو ہے نہیں اور یہ تو سادہ سفید ہے۔؟ فرمایا:

”میرے فرزند! قدرت کا ہاتھ سیاہی سے نہیں بلکہ نور سے لکھتا ہے۔ اور یہ تحریر نورانی ہے۔“

اس کے بعد آپ نے وہ رقعہ انہیں عنایت کر دیا — اور جب شیخ عبد المنعم کا انتقال ہوا تو رقعہ ان کے کفن میں رکھا گیا۔
 رضی اللہ تعالیٰ عنہم و نفعنا بہم (ص ۴۴۰)

عطا کی جاتی ہے جس کو نگاہ نور عرفانی!!
 ہے اس کی عظمتوں کی داستاں لاریب طولانی
 خدا کے پیائے بندے نور کی تحریر پڑھتے ہیں
 ہے سجدہ ریزان کے در فیہ غفوری و سلطانی
 بدر

بہشت کا بیع نامہ

حضرت سید احمد فاعی قدس اللہ روحہ کے ایک خاص مرید تھے جن کا نام شیخ جمال الدین خطیب تھا۔ مقام اونیہ میں ایک باغ تھا جسے وہ خریدنا چاہتے تھے — اس کے لئے انہوں نے حضرت سید احمد فاعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں درخواست کی کہ باغ کے مالک شیخ اسماعیل بن عبد المنعم کو بلوا کر بات کریں — حضرت نے فرمایا میں خود

تمہارے ساتھ ان کے پاس جاؤں گا۔ چنانچہ پیدل اونیٹہ جا کر اس باغے میں سفارش کی مگر شیخ اسماعیل نے بیچنے سے انکار کر دیا۔ اور کہا جو قیمت میں طلب کروں وہ آپ دینے کو تیار ہوں تو میں باغ انھیں دے دیتا ہوں حضرت شیخ احمد نے فرمایا: تم خود ہی بتاؤ کتنی قیمت لینا چاہتے ہو۔؟ شیخ اسماعیل: حضور! میں اس باغ کو جنت کے ایک محل کے عوض بیچوں گا۔

فرمایا: بیٹے! جنت کے محل کو بیچنے والا میں کون ہوں۔ مجھے دنیا کی شے مانگو۔

شیخ اسماعیل: حضور دنیا کی کسی شے پر تو میں سودا نہیں کروں گا۔ لوں گا تو وہی قیمت لوں گا۔

یہ سن کر حضرت شیخ قدس اللہ رحمہ نے تھوڑی دیر اپنے سر کو جھکایا۔ اس وقت آپ کا رنگ متغیر ہو کر زرد ہو گیا۔ اس کے بعد سر اٹھایا تو چہرہ مبارک سرخ تھا۔ اور فرمایا

”اے اسماعیل تم نے جو مانگا اس کے بدلے میں نے باغ خریدا“

اسماعیل: حضور ایک تحریر اپنے خط سے عنایت فرمادیں۔ چنانچہ آپ نے تحریر فرمایا:

بسم اللہ الرحمن الرحیم یہ دستاویز اس جنتی محل کی ہے جو اسماعیل بن عبد النعم نے بندہ حقیر فقیر احمد بن ابوالحسن فاعی سے خریدا ہے، اور اس نے اللہ کے	بسم اللہ الرحمن الرحیم هذا ما اشترى اسماعيل بن عبد المنعم من العبد الفقير الحقير احمد بن ابی الحسن الرفاعي ضامناله على كرم الله تعالى
--	---

قصرًا فی الجنة عَظْمَةُ اَرْبَعَةِ
حدود: الاول الى جنة عدن
الثاني: الى جنة الماوی الثالث
الى جنة الخلد الرابع الى جنة
الفردوس بجميع حوره وولده
وفرشه واسرته وانهارا
واشجاره عوض بستانه فی الدنیا
والله له شاهد وكفیل

فصل دوم پر پھر دسہ کر کے ذمہ اری لی ہے
جس محل کے حدود اربعہ ہیں۔ ایک طرف
جنت عدن تک دوسری جنت ماری
تک تیسری جنت خلد تک۔ اور چوتھی
جنت فردوس تک۔ تمام حور
غلمان کے ساتھ، فروش تخت بہر
اور درختوں کے ساتھ۔ اس باغ کے بدلہ
جو میں نے دنیا میں خریدا ہے۔ اللہ تعالیٰ
اس کا گواہ ہے اور اللہ تعالیٰ ہی کفیل ہے

یہ کاغذتہ کر کے آپ نے شیخ اسماعیل کے سپرد کیا۔ وہ دستاویز لے کر اپنے بیٹوں
کے پاس گئے جو باغ کے کھیتوں میں آبپاشی کر رہے تھے۔ اور کہا آؤ دیکھو
میں نے باغ کو فروخت کر دیا ہے۔ اور حضرت سید احمد کو دے دیا ہے۔ انھوں
نے کہا: آپ نے ایسا کیوں کیا۔ اس کی تو ہمیں ضرورت خود ہے۔ انھوں نے
اپنے بیٹوں سے ساری بات بتائی اور حضرت کا نوشتہ ان کے ہاتھ میں تھا۔
لوگوں نے کہا ہم لوگوں کو بھی جب تک اس میں شامل نہ کیا جائے ہم رضامند
نہیں ہوں گے۔ شیخ اسماعیل نے کہا اتر تو آؤ۔ وہ محل ہمارا بھی ہے اور
تم لوگوں کا بھی۔ اللہ تعالیٰ اس کا وکیل ہے۔ اس طرح ان کے فرزند بھی حاضر
ہو گئے۔

کچھ زمانہ بعد شیخ اسماعیل کا انتقال ہوا۔ اور حسب وصیت وہ حضرت شیخ
قدس اللہ فرمہ کی مبارک تحریر ان کے کفن میں بھی گئی۔ دوسری صبح لوگوں نے
دیکھا کہ شیخ اسماعیل کی قبر پر ایک تحریر نمایاں ہے اور وہ یہ تھی:

قد وجدنا ما وعدنا حقاً اللہ کا وعدہ ہم نے سچا پایا
(رضی اللہ تعالیٰ عنہ ونفعنا بہ آمین) (ص ۴۴۰ - ۴۴۱)

فقیر بدر عن کرتا ہے :

کیسی عظیم شان ہے کیسا مہر تبہ جس پر نظر کرم کی اٹھی وہ غنی ہوا
اللہ کا خزانہ ہے اور بانٹتے ہیں تقسیم ملد کرتا ہے درویش با خدا

اک نگاہ اہل دل

حضرت شیخ احمد فاعی قدس اللہ روحہ، ایک شب وضو کرنے کے لئے کھجور کے
باغ میں تشریف لے گئے۔ پاس ہی دریا رواں تھا جس میں ایک کشتی کے اندر
واسط کے کوتوال دیوان اور ملازمین سوار تھے۔ اور سپاہی چلتے پھرتے کام
کرتے لوگوں کو زبردستی پکڑ کر بگایا کرانے کے لئے ایک پوری جماعت کو لئے
جائے تھے۔ ایک سپاہی نے باغ میں آپ کو دیکھا تو کہا ہمارے ساتھ چلو۔
آپ بھی ان میں شامل ہو گئے۔ حضرت ان لوگوں کے ساتھ بذریعہ
گاؤں میں پہنچے۔ وہاں حضرت کو ایک فقیر نے دیکھ لیا۔ وہ ملا کر فریاد کرنے
لگا۔ فوراً بہت سے فقرا درویش جمع ہو گئے اور شور مچانے لگے۔ کشتی کے
لوگوں کو اس وقت پتہ چلا کہ آپ حضرت شیخ رفاعی ہیں۔ وہ بہت شرمندہ
ہوئے۔ اور گھبرا کر آپ کے پاس آئے اور معافی مانگنے لگے۔
آپ نے فرمایا :

جو ہوا بہتری ہوا۔ تم لوگوں کی ضرورت پوری ہوئی ہمیں
ثواب ملا۔ اور ہمارا کچھ نقصان بھی نہیں ہوا۔ میں تو اپنے گھر

کے اندر خالی بیٹھا رہتا ہوں — مگر تم دوسرے کمزور
ضعیف لوگوں کو اور کاروباری لوگوں کو جبراً پکڑ کر لاتے
ہو اور ان کے کاموں کا نقصان کرتے ہو اور گناہ مول
لیتے ہو۔ اس کے بعد تمہیں اگر کبھی ضرورت ہو اگر بے
تو مجھے بتا دینا میں جب تک تھک نہیں جاؤں گا تمہارا
کام سرانجام دوں گا

انہوں نے کہا: — ہم اپنے اس فعل سے توبہ کرتے ہیں۔ آپ ہمیں توبہ کرا دیں
اور ہم سے ناراضگی دور کر لیں،

آپ نے ان کو توبہ کرائی، اور فرمایا: اللہ تم سے اور ہم سے راضی ہو،
پھر ان کے حق میں دعا کی اور واپس کیا۔ اس کے بعد جس سپاہی نے آپ کو
گرفتار کیا تھا، اس نے آکر معافی مانگی اور کہا آپ کا سب سے بڑا مجرم تو میں ہوں
حضرت نے اسے بھی توبہ کرائی نیکی کا عہد لیا اور فرمایا:

”اے اللہ تو گواہ رہ کہ ہم دنیا و آخرت کے بھائی ہیں
اس کے بعد سب واسطہ چلے گئے۔ اس سپاہی نے
شاہی ملازمت ترک کر دی اور حضرت کی فائقہ
میں رہنے لگا، اور اللہ تعالیٰ کی اطاعت کمر
کے پونہ گار بن گیا۔“

(ص ۴۴۱-۴۴۲)

شک و مکن در عز و شان اولیاء

ایک بزرگ کو شیخ ابوالفضل بن جوہری مصری کے فضل و کمال کی خبر ملی

وہ اپنے شہر سے جمعہ کے دن مصر میں آئے اور شیخ جوہری کے وعظ میں شریک ہوئے۔ فرماتے ہیں :

”شیخ جوہری نہایت خوبصورت، بلند، خوش لباس تھے بڑے ہی قیمتی کپڑے اور خامہ سے آراستہ تھے، ان کی ہمت بلند اور قبا کشادہ تھی (یابہ کہا کہ ان پر دنیا کشادہ تھی) میں نے اپنے جی میں کہا، ان کی ضاحکت وینداری اور پرہیزگاری کے تو بہت چرچے ہیں۔ اور ان کی صفات حمیدہ، قوت ایمانی اور کمال یقین کی بڑی شہرت ہے مگر ان کے لباس، ہیئت اور زینبائش و آرائش کا یہ حال۔؟۔ اسی خیال میں میں مسجد سے شہر مصر کی گلیوں میں نکلا۔ ایک جگہ ایک عورت کو شیخ پکار کر تے سنا۔

انہوں نے دریافت کیا۔ تو معلوم ہوا کہ بڑھیا کے پاس ایک ہی بیٹی ہے جس پر جن کا اثر ہو گیا ہے۔ انہوں نے بڑھیا کو تسلی دی اور کہا کہ میں اس کا علاج کروں گا۔ اور بڑھیا کے ساتھ اس کے عظیم الشان محل نما مکان میں گئے جو اس کی بیٹی کی شادی کے سامان سے بھرا تھا۔ اس کی حسین و جمیل لڑکی انہیں بائیں دیکھتی ان کے پاس آئی۔ انہوں نے اس پر قرآن مجید کی دس آیتیں ساتوں قراتوں سے پڑھ کر دم نکھیں۔ اسی کے ساتھ جن نصیح زبان میں بلند آواز سے بولا :

”شیخ ابوبکر ! سات قراتوں سے قرآن مجید پڑھ کر تم ہم پر فخر نہ کرو۔ ہم جنوں کی شتر منگیں ہیں جو حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے ہاتھ پر بیرواات العلم کے دن مسلمان

ہوئے تھے۔ ہم لوگ آج شیخ صالح ابو یوسف جہری کی
 اقتدار میں جمعہ ادا کرنے آئے تھے۔ تم نے جنہیں حقیر
 سمجھا۔ اور جن کے بارے میں بدظنی کا شکار ہوئے۔
 اللہ سے توبہ کرو اور اپنی غفلت کا تدارک کر ڈالو
 ہم لوگ اس راستے سے جا رہے تھے کہ اس لڑکی نے
 ہم پر نجات پھینکی — تمام ساتھی تو بیچ گئے البتہ
 میرے کپڑے نجس ہو گئے اور میں شیخ جوہری کے
 پیچھے جمعہ پڑھنے سے محروم ہو گیا۔ اس غصہ میں میں نے
 یہ کیا جو تم نے دیکھا۔

میں نے کہا جس شیخِ معظم کی اقتدار میں آپ جمعہ پڑھنے
 آئے تھے ان کے واسطے سے میں گزارش کرتا ہوں
 اسے چھوڑ دیں — جن نے میری بات مان لی۔ او
 لڑکی اچھی ہو گئی اور شرما کر فوراً منہ پر نقاب ڈال لیا
 میں شیخ کے پاس حاضر ہوا تو انہوں نے مسکرا کر اھلاؤ
 سھلاؤ کہا اور فرمایا: شیخ ابو بکر! جب تک جن نے
 تمہیں نہیں بتایا تمہیں ہمارے حال کا یقین نہیں ہوگا
 یہ سن کر میں بے ہوش ہو کر گر پڑا۔ پھر ایک زمانہ
 تک ان کی صحبت میں رہا۔ غلط سنتا رہا۔ اور خانقاہ
 کے حجرے میں قیام کیا۔ اور اللہ تعالیٰ سے توبہ کی
 کمرہا مات اولیاء سے کبھی انکار نہیں کروں گا۔

رضی اللہ تعالیٰ عنہم و نفعنا بہم آمین، (ص ۴۴۲-۴۴۳)

شیخ احمد بن جعد مہینی کا واقعہ بھی اسی قسم کا ہے آپ اپنے ابتدائی دور میں حضرت شیخ عیسیٰ ہتار مہینی کی ملاقات کو گئے انھیں دیکھا کہ وہ عمدہ لباس میں ملبوس ہیں۔ تو ان سے بدظن ہو گئے۔ اور پیچھے ہٹ کر جانا چاہا۔ حضرت شیخ نے انھیں پکارا: اے لڑکے! ادھر آ یہ لباس میں نے اس وقت پہنا ہے جب ایسی بہت سی جلدیں راہِ مولیٰ میں پرانی کر چکا ہوں، یہ سن کر شیخ احمد کا شبہ زائل ہوا۔ اور قریب پہنچ کر حضرت کو سلام کیا اور دعا کی درخواست کی۔ (ص ۴۴۴)

خدا کے لئے ریاضت

حضرت سفیان ثوری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ان کے رفقاء نے ان کی کثرتِ ریاضت دیکھ کر کہا کہ اگر آپ اس میں کچھ تخفیف فرمادیں پھر بھی انشاء اللہ اپنی مراد کو پہنچیں گے۔ فرمایا: میں پوری کوشش کیوں نہ کروں؟ جب کہ میں نے سنا ہے کہ جب اہل جنت اپنی منزل میں ہوں گے اس وقت ان پر ایک بڑا نور ظاہر ہوگا۔ جس سے آٹھون خنجر روشن و منور ہو جائیں گی۔ اہل جنت سمجھیں گے کہ یہ نور اللہ تعالیٰ کی جانب سے ہے اور سجدہ میں گر پڑیں گے۔ اس وقت ایک مادی کی آواز آئے گی۔ سر اٹھاؤ یہ نور وہ نہیں جس کا تمہیں گمان ہوا یہ ایک حور کے چہرے کا نور ہے جو اپنے شوہر کے سامنے اس کے مسکرانے پر ظاہر ہوا۔

تو بھائیو! تمہی بتاؤ جو شخص حسین و جمیل حور کے لئے مجاہدہ کرے اسے

تو طاعت نہیں کی باقی ۔ اور جو انسان اللہ کا طالب ہو اس کے مجاہد پر طاعت کیوں — ؟

مَا ذَا اتَّحَمَلَ مِنْ بُؤْسٍ وَاقْتَارَ
جس کی منزل فردوس ہو اسے کوئی ضرر نہیں
تَوَاهٍ مِمَّنْ يَحْيَا خَائِفًا وَحَدَادٍ
تو اسے دیکھے خائف و نزار و غمزدہ گھبراہوا
يَا نَفْسُ مَا لَكَ مِنْ صَبْرٍ عَلَى النَّارِ
اے نفس تجھے آگ پر تو صبر نہیں
اب وقت آگیا ہے کہ دگر دانی کے بعد تو
متوجہ ہو ،
: ص ۴۴۴

حور سے منگنی کے عوض

حضرت سلیمان دارانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے ایک سال بے سُر سامانی کی حالت میں محض خدا کے بھرپور پیچ و زیارت کا ارادہ کیا ۔ راستے میں میں نے ایک خوششکل عراقی نوجوان کو بھی دیکھا اور وہ بھی اسی مقصد سے سفر کر رہا تھا ۔ جب قافلہ حجاج چلا تو وہ عراقی نوجوان قرآن مجید کی تلاوت کرتا ۔ اور لوگ منزل پر ٹھہرتے تو وہ مسازہ پڑھتا ، اس کے علاوہ دن کو روزہ رکھتا اور رات کو تہجد ادا کرتا ۔ اسی معمول پر وہ مکہ معظمہ تک گیا وہاں پہنچ کر وہ مجھ سے جدا ہونے لگا ، تو میں نے اس سے پوچھا ،

” اے فرزند تجھے کس شے نے اتنی سخت عبادت و ریاضت

پر آمادہ کیا، اس نے جواب دیا: ”اے ابوسلیمان! مجھے ملامت نہ کرو، میں نے خواب میں جنت کا ایک محل دیکھا، وہ ایک چاندی کی اور ایک سونے کی اینٹ سے بنایا گیا ہے اس میں اسی طرح کے بالاخانے ہیں۔ اور ان بالاخانوں کے درمیان ایک ایک ایسی ایسی حور بھی کہ کسی دیکھنے والے نے ایسے حسن و جمال والی نہیں دیکھی ہوگی وہ اپنی زلفیں لٹکائے ہوئے تھیں۔ ان حوروں میں سے ایک مجھے دیکھ کر مسکرائی تو اس کے دانتوں کی چمک سے پوری جنت جگمگا اٹھی۔ اور اس نے کہا:

”اے نوجوان! اللہ تعالیٰ کی راہ میں کوشش اور مجاہدہ ریاضت کر تا کہ میں تیری اور تو میرا ہو جائے۔“

اس کے بعد میں بیدار ہو گیا۔ اے ابوسلیمان! یہ ہے میرا قصہ۔ پھر مجھے تو کوشش کرنی ہی پڑی۔ کیونکہ جو کوشش کرتا ہے وہی پاتا ہے۔ یہ جو کچھ ریاضتیں پڑے دیکھیں یہ تو ایک حور کی منگنی کے لئے تھیں۔

حضرت شیخ دارانی نے اس نوجوان سے دعا کے لئے فرمایا۔ اس نے دعا کی۔ اور دوستی کا عہد کر کے چلا گیا۔ حضرت شیخ فرماتے ہیں۔ میں نے اپنے نفس پر سختی کی! اور کہا اٹھ اور یہ اشارہ سن جو ایک خوشخبری ہے۔ ایک عورت کی طلب کے لئے جب اس قدر محنت و مشقت اور ریاضت ہے تو جسے اس عور کا رب اور پروردگار مطلوب ہو اسے کتنی ریاضت اور مجاہدہ شاقہ کرنا چاہیئے۔

امام یا فعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں :

”یہ خواب جو صلحا دیکھتے ہیں یہ اسرار ہیں جنہیں رب تعالیٰ ان کے آئینہ قلب پر شکل خواب ظاہر فرماتا ہے۔ یہ اجزائے نبوت کا ایک جز ہے۔ اس سے انھیں بشارت دی جاتی ہے اور ان کی تکمیل ہوتی ہے تاکہ وہ مجاہدہ وغیرہ میں مزید کوشش کریں۔ اور صاحبیت میں ترقی کریں۔ وہ ہماری طرح نہیں ہیں کہ نصیحت کی جاتی ہے اور نصیحت پذیر نہیں ہوتے۔

اس کتاب کو سنانے کے دور میں ایک عجیب نصیحت حسن اتفاق سے ظاہر ہوئی۔ وہ یہ کہ ایک شخص کے نفس نے کہا کاش کوئی ایسا آدمی ہوتا جو ایک کمینز فاف کے لئے مجھے بچتا اور اس کی قیمت حج کے زمانہ میں لیتا تو میں اسے بیچ کر نعمت چکا دیتا۔ وہ یہ آرزو کر ہی رہا تھا کہ ایک درویش رونا ہوئے اس کی یہ خواہش صرف اس کے خیال میں تھی اس نے کسی پر ظاہر نہیں کی تھی، درویش نے اس شخص سے کہا:

”میں نے خواب دیکھا ہے کہ آپ ایک قصبہ میں ہیں، اور اس کے اوپر نور چھایا ہوا ہے اور آپ کے پاس ایک کمینز ہے اور قصبہ کے باہر سات نہایت حسین و جمیل عورتیں آپ کے اشتیاق میں تھیں ان میں سے ایک آپ کی جانب اشارہ کر کے کہتی ہے۔ یہ صاحب بھی عجیب ہیں۔ میں ان پر عاشق ہوں اور یہ ایک کمینز پہ فریفتہ ہیں۔ (ص ۴۴۴ - ۴۴۵)

خدمت شہابی کے لائق

سیدہ شعوانہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو رب تعالیٰ نے ایک فرزند عطا کیا۔ انہوں نے اس کی اچھی طرح تربیت کی۔ جب وہ ہوشیار اور جوان ہوا۔ تو اس نے ایک روز کہا۔ امی جان! میں آپ سے خدا کے لئے عرض گزار ہوں کہ مجھے اللہ کی راہ میں ہبہ کر دیں۔ اور چھوڑ دیں — ماں نے پوچھا:

”اے فرزند! طریقہ یہ ہے کہ ملوک و رؤسا کو ایسا ہدیہ دیتے ہیں جو ادب شناس اور صاحب تقویٰ ہو۔ اور تو سیدھا سادا ہے۔ تجھے معلوم نہیں کہ تجھ سے کیا مطلوب ہے۔ اور ابھی اس کا وقت بھی نہیں آیا ہے۔

صاحبزادے اپنی والدہ کا جواب سن کر خاموش رہ گئے — اور کچھ نہیں کہا۔ ایک روز کسی بات ہے لکڑیاں لانے جنگل میں گئے اور ان کے ہمراہ لکڑیاں لا کر لانے کے لئے ایک جانور بھی تھا۔ جنگلی پہاڑ پر سے اترتے اور لکڑیاں اٹھاتے جمع کرتے ہوئے گھسرتیا کر لیا۔ اب جانور کو ڈھونڈا تو دیکھا سانسے شیر کھڑا ہے۔ اور اس نے ان کے جانور کو بھاڑ کھایا ہے۔ آپ نے اس کی گردن میں ہاتھ ڈالا اور کہا ”اے خدا کے کتے! مالک بے نیاز کی قسم میں تیری ہی پشت پر لکڑیاں لا کر لے جاؤں گا۔ کیونکہ تو نے میرے جانور پر زیادتی کی ہے۔ یہ کہہ کر شیر پر لکڑی لادی اور کھینچتے ہوئے گھر لے گئے۔ دروازہ پر دستک دی۔ ماں نے بوجھا کون؟ جواب دیا آپ کا فرزند، ماں نے دروازہ کھول کر شیر کی پشت پر لکڑی لادی ہوئی دیکھی تو کہا، بیٹے! یہ کیا ہے؟ انہوں نے سارا ماجرا سنایا: اب وہ سمجھ گئیں

کہ اللہ سبحانہ تعالیٰ نے اس کی مدد فرمائی ہے اور اسے اپنے لئے پسند کر لیا ہے۔ پھر فرمایا:

”اے بیٹے! تو بادشاہوں کی خدمت گزاری کے لائق ہو چکا ہے، جائیں نے تجھے اللہ تعالیٰ کی راہ میں ہبہ کیا تو اس کے پاس سیری امانت ہے، — ان کے لئے دعا فرمائی اور چند اشعار پڑھے:

جَعَلَ الرِّضَا سَبَاقَهُ مَيْدَانَا فَجَرَى وَأَطْلَقَ مِنْ يَدَيْهِ عَنَا
اس نے اپنی دوڑ کیلئے میدانِ رضا کو چن لیا پس وہ ہاتھوں سے باگ چھوڑ کر چلا
فَقَدَّرَ السَّبَاقَ فِي غَسَقِ الدَّجَى كَيُطَوِّى الْقِفَارَ وَيَطْلُبَ لَوْطَانَا
اندھیری شب میں وہ جنگل طے کر کے شہر محبوب کو ڈھونڈتا ہے۔
هَجَرَ الْخَلَائِقَ وَالْعَلَائِقَ فِي رِضَا مُحَبُّوبِهِ وَتَجَنَّبَ الْإِخْوَانَ
سارے علاقے اور سارے لوگوں اس نے رضا محبوب کیلئے چھوڑ دیے اور بھائیوں سے اجتناب کرنے لگا
شَرِبَ لَظْفًا حَتَّى تَغَطَّشَ قَلْبُهُ فَقَدَّادَ رَاحَ مِنَ الظَّالِمَاتِ
تشنگی کی شراب پی یہاں تک کہ قلب پیاسا ہو گیا اب صبح و شام
تشنگی ہی سے آسودہ ہو کر پھرتا ہے (رضی اللہ تعالیٰ عنہما)

(ص ۴۴۵-۴۴۶)

چار قسم کے پینے والے

حضرت ذوالنون مصری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔ مکہ معظمہ کے ارادے سے ہیں جنگل میں چل رہا تھا۔ شدت کی پیاس لگی۔ قبیلہ بنی مخزوم میں پہنچا۔ میں نے وہاں ایک کسین خوبصورت لڑکی دیکھی وہ گنگنا کر

(عشقیہ) اشعار پڑھ رہی تھی۔ مجھے تعجب ہوا — حالانکہ بالکل کم عمر تھی —
میں نے کہا اے لڑکی تجھے حیا نہیں — ؟

اس نے کہا: ذوالنون خاموش رہو! — میں نے رات میں خوشی خوشی
محبت کی بے پی ہے اور صبح صبح اس مالک و مولیٰ کی محبت میں
مخمور بیدار ہوتی ہوں۔

حضرت ذوالنون: میں تجھے نہایت ذی فہم دیکھ رہا ہوں۔ مجھے کچھ نصیحت کر!
لڑکی: اے ذوالنون سکوت اختیار کر۔ اور دنیا سے تھوڑی روزی
پر قانع رہ تو تو بہشت میں کبھی نہ فنا ہونے والے صی و مقوم کی زیار
سے مشرف ہو گا۔

حضرت ذوالنون: تیرے پاس پینے کے لئے کچھ پانی ہے؟
لڑکی: میں تجھے پانی بتاتی ہوں۔
حضرت ذوالنون: میں نے خیال کیا کہ لڑکی اب مجھے شاید کسی کنویں یا چشمہ کے
بارے میں بتائے گی مگر.....

لڑکی: قیامت کے دن لوگ چار گروہ ہو کر پیئیں گے۔
(۱) کو ملائکہ پلائیں گے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے بیضاء لدة للشرابین
(الصفۃ ۳۷/۳۷)

(۲) کو رضوان جنت پائیں گے ارشاد ربی ہے وہ زاجہ من
تسئیم (الطہ ۸۳/۲۷)

(۳) کو اللہ تعالیٰ خود پلائے گا وہ بندگان خاص ہوں گے۔ رب
کائنات فرماتا ہے: سَفَّاهُمْ رَبَّهُمْ شَرَابًا طَهُورًا (الدھر ۲۷/۲۷)
پس تم دنیا میں اپنا راز کسی پہنچ نہ کرو تاکہ روز قیامت اللہ تعالیٰ اپنے ہاتھ سے پلائے

امام یافعی فرماتے ہیں کہ چار فرقوں کی نشاندہی کی مگر تین ہی کا ذکر فرمایا (واللہ اعلم) ممکن ہے چوتھا فرقہ جو اس ترتیب بالا کے لحاظ سے کم درجہ ہے جسے بچے پلائیں گے، مہیا کہ ارشادِ ربی ہے ویطوف علیہم ولدان منخلدون باکواب وباریق وکاس من معین اور رب سے برتر فرقہ آخری فرقہ ہے۔ (واللہ سبحانہ اعلم) (ص ۴۴۶-۴۴۷)

اللہ کی پیاری

حضرت ذوالنون مصری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔ میں طواف میں تھا ناگہاں اس وقت ایک ایسا نور چمکا جو آسمان تک جا پہنچا۔ میں تعجب میں خانہ کعبہ سے لگ کر بیٹھ گیا۔ اور اس نور کے بارے میں غور کرنے لگا۔ اسی دوران میں نے ایک غمناک آواز سنی۔ میں نے جا کر دیکھا تو ایک لڑکی غلاف کعبہ سے لپٹی ہوئی تھی اور یہ اشعار پڑھ رہی تھی:

أَنْتَ تَذَرِي يَا حَبِيبِي مَنْ حَبِيبِي؟ أَنْتَ تَذَرِي
تو خوب جانتا ہے اے میرے دوست! تو جانتا ہے
وَنُحُولُ الْجَنِّمِ وَالذَّمْعُ يَبْوَحَابِ بِسْرِي
جسم کی لاغری اور آنسو دونوں میرے راز کو ظاہر کرتے ہیں
وَدَكَمْتُ الْحَبَّ حَتَّى ضَاقَ بِالْكَيْمَانِ صَدْرِي
میں نے محبت کو چھپایا یہاں تک کہ چھپانے سے میرا سینہ تنگ ہو گیا

اس کی یہ باتیں سن کر میں بھی رو پڑا۔ اس کے بعد اس نے کہا: اے میرے مالک و مولیٰ! تیری اس محبت کے طفیل جو تجھے میرے ساتھ ہے۔ میری مغفرت فرما۔ میں نے کہا اے لڑکی کیا یہ کہنا کافی نہیں تھا کہ اس محبت کے طفیل جو مجھے تجھ سے ہے،

لڑکی نے کہا: اے ذوالنون میرے پاس سے چلے جاؤ۔ کیا تمہیں نہیں معلوم کہ اللہ تعالیٰ کے کچھ ایسے بندے ہیں جو اللہ سے محبت کرتے ہیں اور اللہ ان سے محبت فرماتا ہے، اور ان کے ساتھ اللہ کی محبت، ان کی محبت سے قبل ہوتی ہے کیا تم کو رب سبحانہ تعالیٰ کا ارشاد معلوم نہیں۔

فَسَوْفَ يَأْتِي اللَّهُ بِقَوْمٍ يُحِبُّهُمْ
وَيُحِبُّونَهُ
اللہ محبت فرمائے گا اور وہ اللہ سے محبت کریں گے۔ (المائدہ ۵۷/۵)

دیکھو یہاں اللہ کی محبت مقدم ہے، اس محبت سے جو انھوں نے اللہ سے کی۔

حضرت ذوالنون: تمہیں کس طرح معلوم ہوا کہ میں ذوالنون ہوں۔
لڑکی: اے غلط اندیش! جب دل نے میدان اسرار میں جست

لگائی تو میں نے تمہیں اللہ کی معرفت سے پہچان لیا۔

حضرت ذوالنون: میں دیکھ رہا ہوں کہ تو بہت نحیف اور لاغر و کمزور ہے

تمہیں کوئی بیماری تو نہیں ہے؟

مُحِبُّ اللَّهِ فِي الدُّنْيَا عَالِيٍّ تَطَاوَلَ سَقْمُهُ فَدَوَاهُ دَاوَهُ
 اللہ کا دوست دنیا میں بیمار ہی رہتا ہے اس کا مرض بڑھتا جاتا ہے تو اس کی دوا اس کا مرض
 کد امن کا نالہ للباریٰ مُحِبُّاۤی یٰہِیْمُ بِذِکْرِہٖ حَتّٰی یَسْرَہٗ
 یونہی جو اللہ کا محب ہوتا ہے اس کے ذکر سے سرگرداں رہتا ہے تاکہ اس
 کا دیدار کر لے۔

۱۔ ذوالنون اپنے پیچھے دیکھو!

حضرت ذوالنون فرماتے ہیں کہ میں نے پیچھے نظر اٹھائی وہاں تو کوئی تھا نہیں
 اور پھر اس کی جانب دیکھا تو وہ بھی نظر نہیں آئی معلوم نہیں کہاں چلی گئی
 وَأَنَا فِي كُلِّ وَقْتٍ اتَّوَسَّلُ إِلَى
 اللہ عزوجل بہا فارسی بہرکتہ
 اور میں ہر وقت اس کے وسیلہ سے باگاہ
 حق کی دعا کرتا ہوں تو اس (صالحہ) کی
 برکت سے قبولیت اجابت نظر آتی ہے
 (رضی اللہ عنہا و نفعنا بہا آمین)

(ص ۳۴۷ - ۳۴۸)

کمرِ ناصحہ

ایک صالح بیان کرتے ہیں کہ میں سنی سے عرفات جا رہا تھا۔
 ایک لڑکی بالوں کا معمولی کپڑا پہنے اور ویسی ہی چادر اوڑھے ہوئے مجھے
 ملی، اس کے ہاتھ میں ایک مصلیٰ اور عصا تھا — اور چہرے پر عبادت

اطاعت کی روشنی تھی۔ وہ بہت جلدی جلدی چل رہی تھی اور زبان سے اللہ اللہ کہتی جا رہی تھی۔ میں نے اپنے دل میں سوچا یہ لڑکی خود کو اللہ والی ظاہر کر رہی ہے (میرے دل میں یہ بات آئی ہی تھی کہ جو ابا اس نے کہا) لڑکی : وَيَعْلَمُ مَا تَدُونَ وَمَا تَكْتُمُونَ اَلْجُكُحْ ظاہر کرتے اور چھپانے ہوا اللہ سب کچھ جانتا ہے۔

صاح : اس کا یہ جواب سن کر میں چونکا کہ یہ تو واقعی اللہ کی ولیہ ہے، اور کہا، اے لڑکی میں بالکل تجھ سے مشغول ہوں۔ لڑکی : اور میں بھی تیرے لئے ماضی ہوں لیکن جو میرے پیچھے ہے مجھ سے بھی بہتر ہے۔

صاح کہتے ہیں اس کی بات سن کر میں نے مڑ کر پیچھے دیکھا مگر وہاں تو کوئی نہیں تھا۔ میری اس حرکت پر وہ چلائی۔

لڑکی : اے مدعی اے جھوٹے ! دوستوں کا دوستوں کے ساتھ ایسا سلوک تو نہیں ہوتا۔ پہلے تو نے رب الارباب کی غلامی سے بدظنی کی۔ اگر تو اس کے حضور واقعی آتا اور اسے اچھی طرح پہچان لیتا تو وہ تجھے اپنے در پر کھڑا کرتا۔ میں دور سے دیکھ کر سمجھی کہ تم عابد ہو۔ قریب آئے تو سمجھی کہ عارف ہو۔ تم نے بات کی تو خیال ہوا کہ عاشق ہو۔ لیکن اگر تم اس کی عبادت کرنے والے ہوتے تو اسے چھوڑ کر غیر سے مشغول نہ ہوتے۔ عارف ہوتے تو اسے چھوڑ کر ہماری طرف نہ لوٹتے۔ اور اگر ہم پر عاشق ہوتے تو ہمیں چھوڑ کر غیر کی طرف رخ نہ کرتے۔

صالح فرماتے ہیں۔ یہ کہتے ہوئے تیزی سے میرے پاس سے بھاگ کھڑی ہوئی اور میری نگاہ سے یہ کہتے ہوئے اوجھل ہو گئی

مَا مَعَ اللَّهِ سِوَا اللَّهِ اللہ کے ساتھ اللہ کے سوا کوئی نہیں ہے

(رضی اللہ تعالیٰ عنہا ونفعنا بہا امین)

حضرت شیخ شبلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس مارستان میں ایک جماعت آئی، اور ان لوگوں نے آپ سے کہا کہ ہم آپ کے دوست ہیں۔ آپ نے ان پر پتھر پھینکے تو وہ سب بھاگنے لگے۔ آپ نے فرمایا:

”اے جھوٹے لوگو! وہ دوستی کہاں رخصت ہو گئی

اگر تم لوگ محبت میں پسے ہو تو نہ بھاگتے،“

(رضی اللہ عنہ ونفعنا بہ)

(ص ۴۴۸)

شہزادی کا فقر

بنی اسرائیل میں ایک بادشاہ کی بیٹی بہت عبادت گزار اور صالحہ تھی۔ ایک شہزادے نے اس کا رشتہ مانگا۔ اس نے انکار کر دیا۔ اور اپنی ہزارہ کینز سے کہا کہ میرے لئے ایک فقیر عابد زادہ نیک آدمی تلاش کرو۔

کینز ایک فقیر نیک انسان کو ڈھونڈ لائی۔ شہزادی نے اس سے پوچھا

اگر تم مجھ سے نکاح کرنا پسند کرو تو قاضی کے پاس چلیں۔ فقیر نے منظور کیا اور نکاح ہو گیا۔ شہزادی نے کہا اب مجھے اپنے گھر لے چلو۔

فقیر نے جواب دیا: بخدا اس جسم کے کبسل کے علاوہ میرے پاس اور کچھ نہیں ہے
اسی کو شب میں اڑھ لیتا ہوں اور دن میں پہنتا ہوں۔ شہزادی نے کہا کوئی بات
نہیں میں تیری اس حالت پر اٹھی ہوں۔

فقیر اسے اپنے مسکن پر لے گیا۔ اور یہ معمول بنالیا کہ دن بھر محنت کر کے شام
کو افطار کا انتظام کر لیا کرتا۔ شہزادی بھی دن بھر روزہ رکھا کرتی تھی اور جو کچھ
فقیر لاتا دونوں افطار کرتے اور شکر ربا داکرتے۔ شہزادی کہتی،

”اب میں عبادت کے لئے فارغ ہوئی،“

ایک روز پورے دن کی تلگ و دو کے باوجود فقیر کچھ حاصل نہ کر سکا — اور
اسی سوچ نکریں وضو کیا اور نماز پڑھ کر دعا کی

یا رب انک تعلم انی ما اسئلک
لدنای و انما ذالک لرضا و
صالحہ اللہم ارزقنی رزقا
من لدنک فانک خیر الرازقین

اے رب تو جانتا ہے کہ میں نیا کے لئے
کچھ نہیں مانگتا صرف اپنی نیک بیوی کی
رضا کے لئے طلب کرتا ہوں اے اللہ
تو مجھے اپنے پاس سے رزق عطا فرما۔

تو ہی سب سے اچھا رازق ہے

اسی وقت آسمان سے ایک موتی اگر — فقیر اسے لے کر اپنی بیوی کے
پاس گیا — شہزادی نے موتی دیکھا تو گھبرا گئی کہا یہ موتی کہاں سے لائے
ہو — ایسا موتی تو میں نے اپنے خاندان میں بھی نہیں دیکھا۔ فقیر نے
سارا قصہ سنا دیا — شہزادی نے کہا اے میرے شوہر اسی جگہ پھر جاؤ جہاں
تم نے یہ دعا کی تھی — اور گریہ زاری سے پھر اس طرح دعا کرو!
اللہم سیدی و مولیٰ ان اے اللہ! اے میرے مالک اگر یہ شے

كان هذا شيئاً دَرَسَ قَتْنَا فِي الدُّنْيَا تو نے ہمیں دنیاوی رُزئی بنا کر نازل
فَبَارِكْ لَنَا فِيهِ وَإِنْ كَانَ مِمَّا ادَّخَرْتَهُ کی ہے تو ہمیں اسمیں برکت دے اور
لَنَا فِي الْآخِرَةِ الْبَاقِيَةِ فَاَرْفَعْهُمُ اگر ہمارے ذخیرہ آخرت سے عطا فرمائی
ہے تو اسے اٹھالے،

فقیر نے جب یہ دعا کی تو موتی اٹھایا گیا — شہزادی نے کہا: سکر ہے
اللہ کا جس نے ہمارا ذخیرہ آخرت ہمیں دکھا دیا۔ اب میں اس دنیا کے فانی
کی کسی شے کی پرواہ نہیں کرتی۔ اور اللہ کا شکر ادا کرنے لگی۔

رضی اللہ عنہ وعنہا (ص ۲۲۸ - ۲۲۹)

حَضْرَتُ اِبْرَاهِيمَ بْنِ اَدِہِم رَضِیَ اللہُ عَنْہُ کے ابتدائی حالات

احمد بن عبد اللہ مقدسی رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ میں حضرت ابراہیم بن ادہم
رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مصاحب تھا۔ میں نے ان سے ملک فانی چھوڑ کر
ملک باقی کی جانب رحلت کا سبب پوچھا — انہوں نے فرمایا:

ایک روز میں اپنے عظیم الشان شاری محل میں بیٹھا
تھا خواص دست بستہ کھڑے تھے، میں نے کھڑکی سے
دیکھا کہ صحن میں ایک فقیر تھا جس کے ہاتھ میں سوکھی ٹٹی
تھی جسے اس نے پانی میں بھگو کر نمک سے کھایا، پانی
پیا اور اللہ کا شکر ادا کر کے اسی صحن پر سو گیا —
رب تعالیٰ نے میرے دل میں اس فقیر کی حالت پر غور
کرنے کی بات ڈالی۔ میں نے ایک غلام سے کہا،

جب فقیر بیدار ہو تو میرے پاس لانا۔ جگنے پر غلام نے
 فقیر سے آنے کو کہا۔ اس نے کہا: بسم اللہ وبالله و
 تو کلت علی اللہ ولا حول ولا قوۃ الا باللہ
 العلی العظیم اور میرے پاس آیا۔ میں
 نے کہا: اے فقیر تو بھوکا تھا رُتی کھانے سے تیرا پیٹ
 بھر گیا۔ اس نے کہا: ہاں۔ اور پانی پی کر آسودہ
 ہو گیا؟۔ کہا: ہاں۔ پھر بے فکر ہو کر سویا اور آرام
 کیا۔؟۔ کہا: ہاں۔

اس وقت میں اپنے نفس پر متوجہ ہوا اور سختی سے کہا:
 بھلا یہ دنیا لے کر میں کیا کروں گا؟ اس فقیر کی طرح نفس
 تو رُتی پانی پر بھی قناعت کر لیتا ہے۔ اسی وقت
 میں نے توبہ کا ارادہ کیا۔ جب دن گزرا کہ رات
 آئی تو میں نے بال کا موٹا کپڑا اور ٹوپی پہنی۔ اور بڑے
 یا اللہ تعالیٰ کی طرف سیر کرتے ہوئے چل پڑا۔ مجھے
 ایک خوش لباس خوبصورت آدمی ملے۔ ان سے خوب
 کی لپٹ آ رہی تھی۔ میں نے سلام و مصافحہ کیا۔
 انھوں نے جواب دے کر فرمایا: اے ابراہیم! کہاں کا
 ارادہ ہے؟

میں نے کہا: اس سے بھاگ کر اسی کی طرف جا رہا
 ہوں۔

فرمایا: کیا تم بھوکے ہو۔؟

میں نے عرض کیا : جی ہاں
 انھوں نے دو رکعت نماز پڑھی اور کہا تم بھی میری طرح دو
 رکعت ادا کرو۔ نماز سے سلام پھیر کر میں نے دیکھا تو
 ان کے پاس کھانا اور ٹھنڈا پانی موجود تھا
 فرمایا : اے ابراہیم ! اللہ کے فضل میں سے تناول کرو اور
 اس کا شکر ادا کرو

میں نے ضرورت بھر کھایا۔ مگر کھانا اور پانی جوں کا توں باقی
 تھا۔ اور میں نے اللہ کا شکر ادا کیا۔

فرمایا : اے ابراہیم ! عقل و خرد کو کام میں لاؤ اور اپنے کام
 میں جلد بازی نہ کرو، کیونکہ جلدی شیطان کی طرف سے ہے
 اور جان لو کہ اللہ تعالیٰ جب کسی بندے کے ساتھ بھلائی کا ارادہ
 فرماتا ہے تو اسے اپنے لئے مقرب بناتا ہے اور اس کے دل
 میں اپنے قدس کا چراغ جلا دیتا ہے جس کے ذریعہ وہ
 حق و باطل میں فرق کرتا ہے اور اسی سے اپنے نفس کے عیوب
 دیکھتا ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ تمہیں اللہ تعالیٰ کا اسم اعظم
 سکھاؤں، تم جب کبھی بھوکے پیاسے رہو تو اس کے وسیلہ سے
 اللہ سے دعا کرو۔ اللہ تمہیں کھلائے گا۔ اور بلائے گا۔

اے ابراہیم ! جب تم خیارد ابراہیم کی صحبت میں بیٹھو تو خود کو ان
 کے لئے زمین بنا دو کہ وہ تمہیں پامال کریں۔ اور ان
 کے غضب کا باعث نہ بنو کیونکہ ان کی خفگی سے اللہ تعالیٰ غضب
 فرماتا ہے اور ان کی رضا مندی سے راضی ہوتا ہے۔

اس کے بعد مجھے اہم اعظم سکھایا — اور فرمایا ”میں نے تمہیں اللہ
 حی و قیوم کے حوالہ کیا، اور غائب ہو گئے اس کے بعد میں نے
 ایک اور خوبصورت جوان شخص کو دیکھا، جو عمدہ لباس زیب تن
 فرمائے ہوئے تھے۔ میں نے سلام کیا۔ انھوں نے جواب
 دیا، اور فرمایا :

اے ابن آدم ! تمہاری کیا حاجت ہے۔؟ اور اس سفر
 میں تم نے کس سے ملاقات کی۔؟ میں نے انھیں بتایا کہ میں نے
 ایسے ایسے صفات کے حامل بزرگ سے ملاقات کی۔ یہ سن
 کر وہ بہت رُئے اور ساتھ ہی ساتھ میں بھی رویا۔ اور میں نے
 تب عرض کیا۔ آخر وہ کون بزرگ تھے ؟ اور آپ کون ہیں ؟
 فرمایا : وہ بزرگ میرے بھائی الیاس (علیہ السلام) تھے
 اور میں ابو العباس خضر (علیہ السلام) ہوں۔ یہ سن کر میں بہت
 خوش ہوا اور ان کے سینے سے چمٹ گیا — ان کی چشمان
 مبارک کے درمیان بوسہ دیا — اور مصافحہ کر کے دعا
 کی درخواست کی۔ انھوں نے ثابت قدمی اور عصمت کی
 دعا کی — پھر میری نظر سے غائب ہو گئے۔۔۔۔۔

(رضی اللہ تعالیٰ عنہ و نفعنا بہ آمین) (ص ۴۴۹ - ۴۵۱)

علایا فی فرماتے ہیں : حضرت ابراہیم بن آدم کی ابستہ اس سے متعلق ایک
 روایت ایسے جو ابستہ کے کتاب میں گزری۔ واللہ اعلم

شیخ خراسانی اور وراہب

حضرت یعقوب بن محمد خراسانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔ اپنے شہر سے میں سیاحت و توکل کا ارادہ کر کے نکلا۔ بیت المقدس پہنچا۔ جیمہ بنی اسرائیل میں بہت روز تک بے آب و دانہ رہا۔ یہاں تک کہ جاں بلب ہو گیا۔ اسی حالت میں میں نے وہاں گرد آلود پرانگندہ بال دوراہبوں کو دیکھا۔ وہ بھی سیر کر رہے تھے۔۔۔۔۔ میں نے ان سے پوچھا کہاں جا رہے ہیں ؟ انھوں نے کہا ہمیں خود معلوم نہیں۔ میں نے پوچھا

حضرت یعقوب : معلوم ہے اس وقت تم لوگ کہاں ہو ؟

وراہب : جی ہاں ! ہم اللہ کے ملک میں اس کے رب و ہوں یہ سن کر میں اپنے نفس کی طرف متوجہ ہوا۔ اسے ملامت کی اور کہا یہ دونوں کافر ہونے کے باوجود توکل پر قائم ہیں اور تو توکل پر قائم نہیں ہوتا پھر میں نے ان راہبوں سے پوچھا کہ کیا مجھے اپنے ساتھ رہنے کی اجازت دو گے۔۔۔۔۔ انھوں نے کہا انشاء اللہ بہتر ہوگا۔ ہم لوگ ساتھ چلے۔ شام ہوئی تو وہ لوگ اپنے معبود کی عبادت کرنے لگے اور میں اپنے پروردگار کی طرف متوجہ ہوا۔ نماز مغرب کے لئے میں نے مٹی سے تیم کیا تو وہ دیکھ کر مکرائے۔ وہ جب اپنی عبادت کر چکے تو ان میں سے ایک نے مٹی کھودی۔ اس میں سے موتی کی طرح چمکتا ہوا صاف و شفاف پانی نکلا۔ میں دیکھ کر متعجب ہوا اور پھر دیکھا تو اس کے دائیں طرف کھانا بھی رکھا ہوا تھا یہ دیکھ کر میں سراپا حیرت بن گیا۔

راہبوں نے کہا تمہیں کیا ہو گیا ہے کہ حیرت کر رہے ہو۔ آگے بڑھو اور ملال
کھانا کھاؤ اور ٹھنڈا پانی پیو۔ اور اللہ کی عبادت کرو۔ میں نے ساتھ مل کر کھایا
پیا۔ اور نماز کے لئے وضو کیا اور وہ نماز قضا کی۔ پھر وہ پانی زمین
میں غائب ہو گیا۔ پھر وہ اپنی عبادت میں اور میں اپنی نماز میں مشغول ہوا۔
یہاں تک کہ صبح ہو گئی اور وہ سفر کے لئے کھڑے ہو گئے میں بھی ان کے
ہمراہ رات تک چلتا رہا۔ دوسری شام دوسرے راہب نے عبادت
کر کے خاموشی سے دعا کی اور ہاتھ سے زمین کھودی تو پانی کا ویسا ہی چشمہ
نکلا۔ اور بغل میں کھانا رکھا تھا۔ اور مجھ سے کھانے کے لئے کہا۔۔۔۔۔
..... تیسری رات آئی تو انھوں نے کہا اے محمدی یہ تیری رات ہے
اور آج تیری باری ہے۔ مجھے ان راہبوں کی بات سن کر شرم آئی اور دل
کے اندر ایک سخت حالت پیدا ہوئی۔ میں نے ان سے کہا انشاء اللہ
اچھا ہی ہو گا۔ پھر ان سے الگ ہو کر میں ایک جانب گیا دو رکعت نماز پڑھی
اور کہا :

اللَّهُمَّ سَيِّدِي وَمَوْلَانِي إِنَّكَ تَعْلَمُ
أَنَّ ذُنُوبِي كَثِيرَةٌ لَعَرْتَدَعْنِي عِنْدَكَ
جَاهًا وَلَا وَجْهًا وَلَكِنْ أَسْأَلُكَ
بِالْوَجْهِ الْكَرِيمِ ذِي الْجَاهِ الْحَسِيمِ
مُحَمَّدٍ عَلَيْهِ أَفْضَلُ الصَّلَاةِ وَالسَّلَامِ
أَنْ لَا تُخْجِلَنِي بَيْنَهُمَا

اے اللہ اے میرے مالک تو جانتا ہے
کہ میرے گناہ بہت ہیں جنکی وجہ سے تیرے
نزدیک میرا کوئی رتبہ اور جاہ نہیں ہے
اور نہ میرا منہ اس قابل ہے، لیکن میں
اس قبیحہ کرمِ عظیم مرتبہ والے محمد علیہ افضل
الصلوة والسلام کے وسیلہ سے سوال کرتا

ہوں کہ مجھے ان دونوں کے سامنے شرمندہ نہ کر

جب میں دعا سے فارغ ہوا تو میں نے دیکھا کہ ایک چشمہ جاری ہے اور میرے پاس کھانا رکھا ہوا ہے۔ میں نے ان دونوں سے کہا آگے بڑھو اور اللہ کے فضل سے کھاؤ۔ چنانچہ وہ آئے اور ہم نے کھایا پیا اور اللہ کا شکر ادا کیا۔ اسی حالت میں دوبارہ میری باری آئی۔ میں نے پھر پہلے ہی کی طرح دعا کی۔ پانی کا چشمہ اور کھانا آ گیا۔ تیسری باری پر صرف دو آدمیوں کا کھانا اور انہی کے لئے پانی آیا۔ یہ دیکھ کر میں کبیدہ خاطر ہوا۔ راہبوں نے کہا: اے محمدی! یہ تمہارے ساتھ کیوں ہوا؟ میں نے کہا تمہیں نہیں معلوم کہ یہ چیز اللہ ہی کے قبضہ و اختیار میں ہے اور ہم اس کے حکم و قدرت کے ماتحت ہیں اور ہمارا دین یہ چاہتا ہے کہ کبھی تکلیف ہو اور کبھی آرام، کبھی سختی ہو اور کبھی نرمی۔ تاکہ صبر کا امتحان بھی ہوتا ہے انھوں نے کہا:

”اے محمدی! تم نے سچ کہا وہ بڑا رب ہے اور اسلام اچھا دین ہے اپنا ہاتھ بڑھاؤ تاکہ ہم کلمہ شہادت پڑھیں دین اسلام حق ہے اور اس کے سوا سب باطل ہیں۔ میں نے ان دونوں نو مسلموں سے کہا اے بھائیو! جمعہ مساکین کا حج ہے کیا جمعہ اور جماعت میں شامل ہونے کے لئے کسی شہر میں چلو گے؟۔ انھوں نے کہا یہ بات اچھی معلوم ہو رہی ہے اور یہ کام بھی اچھا ہے ہم لوگ جب اس ارادے سے چلے تو اندھیری شب میں

عمار توں کے نشانات نظر آئے۔ غور سے دیکھا تو ہم لوگ
 بیت المقدس میں تھے۔ ہم لوگ اندر گئے اور مدت
 تک وہاں مقیم رہے اللہ کی عبادت کرتے رہے۔ اور
 ہمارا رزق ہمیں ایسی جگہ سے پہنچتا تھا جس کا ہمیں
 گمان بھی نہیں تھا۔ یہاں تک کہ وہ دونوں حضرات
 وہیں اللہ کی رحمت کو جا پہنچے یعنی وصال پا گئے۔
 رضی اللہ عنہما (ص ۴۵۱ - ۴۵۲)

نماز کی اہمیت

حضرت زبیر بن خثیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک روز نماز پڑھ رہے تھے
 گھوڑا سامنے بندھا ہوا تھا، اسی دوران ایک شخص آیا اور گھوڑا اکھول کر
 اس پر سوار ہوا اور پلتا بنا۔ آپ نے دیکھا مگر نماز نہیں توڑی۔
 گھوڑے کی قیمت بیس ہزار درہم تھی۔ آپ کے احباب کو معلوم ہوا تو
 انہوں نے کہا نماز توڑ کر چور کو پکڑنا چاہئے تھا، وغیرہ وغیرہ۔۔۔۔۔
 آپ نے فرمایا: میں نہایت اہم کام میں مشغول تھا، اور وہ کام مجھے گھوڑے
 سے زیادہ عزیز تھا بلکہ اس کام پر لاکھوں گھوڑے نثار ہو سکتے ہیں۔ اور
 اس گھوڑے کی فکر نہ کرو اسے تو میں نے فی سبیل اللہ معاف کر دیا۔
 رضی اللہ تعالیٰ عنہ (ص ۴۵۳)

خیر خواہی

ایک چوہ نے شیخ امام محی الدین نووی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا عمامہ تار لیا اور لیکر بھاگا۔ لوگوں نے دیکھا کہ شیخ بھی چوہ کے پیچھے پیچھے دوڑے جا رہے ہیں اور کہتے ہیں ”وہیں نے تجھے اس کا مالک بنا دیا تو بھی کہہ دے کہ میں نے اسے قبول کیا، مگر چوہ نے بھاگنے کی دھن میں کچھ نہیں حسا۔“ (ص ۱۳۵۳)

مقاماتِ علین

حضرت ذوالنون مصری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے کسی محب کو اس کے انتقال کے بعد خواب میں دیکھا۔ فرماتے ہیں میں نے پوچھا: اللہ تعالیٰ کے حضور تجھ پر کیا گزری۔ جواب دیا: اللہ تعالیٰ نے مجھے آپ کی برکت سے معاف کر دیا، اور آپ کی محبت کے طفیل جنت میں داخل فرما کر اس کے مقامات دکھائے۔ حضرت ذوالنون فرماتے ہیں مگر میرے اس محب کا چہرہ ادا اس تھا میں نے اس کا سبب دریافت کیا۔ اور کہا تم تو جنت میں داخل ہو چکے ہو اس کی نعمتیں حاصل کر چکے ہو اس کے باوجود غمگین کیوں یہ سن کر اس نے سر د آہ بھری اور کہا: قیامت تک اسی طرح رہوں گا۔ حضرت ذوالنون: آخر کیوں؟

محب موعود:

”میں جب جنت میں گیا تو مجھے مقامات علیین دکھائے گئے، جو میں نے کبھی نہیں دیکھے تھے، میں بہت خوش ہوا — اور اس کے اندر جانے لگا۔ اسی وقت اوپر سے ایک ندا دینے والے نے کہا: اس شخص کو واپس لے جاؤ یہ مقام اس کے لئے نہیں ہے۔ یہ ان لوگوں کے لئے ہے جو سبیل کو اللہ کے راستے میں جاری کرتے ہیں (لَمَنْ اَمَضَى السَّبِيلَ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ تَعَالٰی) یعنی دنیا میں جب ان پر کوئی مصیبت پڑے تو کہتے ہیں یہ اللہ کے راستے میں ہے۔ پھر اس پر کوئی توجہ نہیں دیتے۔ اگر تو بھی ایسی سبیل جاری کرتا تو تجھے بھی اس رتبہ پر پہنچا دیتے رحمہ اللہ تعالیٰ

(ص ۱۲۵۳)

واعظ مخلص کا اجر

حضرت ابو الحسن دمشقی رحمہ اللہ نے حضرت منصوب بن عمار واعظ کو خواب میں دیکھا۔ پوچھا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے ساتھ کیا معاملہ فرمایا۔ انھوں نے جواب دیا کہ: میرے رب جل جلالہ و تقدس اسماء نے ارشاد فرمایا: اے منصوب بن عمار! میں نے کہا البیک اے میرے رب! ارشاد فرمایا: تو ہی ہے جو لوگوں کو دنیا سے بے رغبتی سکھاتا تھا۔ اور آخرت کی جانب رغبت دلاتا تھا۔ ؟ میں نے عرض کیا: ہاں اے میرے رب میں یہ کام کرتا تھا مگر میں جب کسی مجلس

میں بیٹھا تو تیری حمد اور تیرے نبی کی تعریف کی اس کے بعد لوگوں کو نصیحت شروع کی۔

ارشاد فرمایا: تو نے سچ کہا۔ آسمان پر اس کے لئے کرسی بچھاؤ۔ تاکہ ملائکہ میں میری بزرگی بیان کرے، جس طرح زمین پر میرے بندوں میں میری تجید بیان کرتا تھا۔

امام یا فعی فرماتے ہیں، یہ واقعہ اصل کتاب میں اس طرح ہے (جس سے نقل کیا گیا) کہ تم لوگوں کو دنیا سے بچا کر آخرت کی رغبت دلاتے تھے۔ اور ایک کتاب میں یوں بھی ہے کہ ”تم لوگوں کو دنیا سے اجتناب سکھاتے تھے اور خود دنیا میں مشغول تھے۔ اس کلام کا سیاق اس کلام کی تائید کرتا ہے کیونکہ اس میں ایک طرح کی ملامت کا پتہ چلتا ہے، جس کا انھوں نے حمد و صلوة کے ذکر سے تدارک کیا ہے (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) (ص ۲۵۳-۴۵۴)

تین روزہ کا سجدہ

ایک مرتبہ بغداد میں بارش نہ ہونے کی وجہ سے لوگ مرنے لگے۔ تمام اہل شہر غسل کر کے آبادی سے باہر استسقا کے لئے نکلے مگر بارش نہیں ہوئی۔ یہ بارش نہ شہید کے عہد کا واقعہ ہے۔ لوگ روزانہ اسی طرح جا جا کر اللہ سے بارش طلب کرتے ایک روز لوگوں نے دیکھا کہ جنگل سے ایک شخص بے آمد ہوئے جن کا جسم گرد آلود بال بکھرے ہوئے تھے جسم پر دو چادریں پڑی ہوئی تھیں۔ ان کے ساتھ ان کی تین کنواری حسین لڑکیاں بھی تھیں۔ سلام و جواب کے بعد انھوں نے پوچھا تم لوگوں کو کیا

ہو گیا ہے۔ یہاں کیوں اکٹھا ہو۔ لوگوں نے جواب دیا ہم بارش کی دعا کرنے جمع ہوئے ہیں لیکن اب تک پانی نہیں برسا۔

شیخ: اے لوگو! کیا وہ شہر سے غائب ہے کہ تم جنگل میں آئے ہو، کیا

اللہ تعالیٰ ہر جگہ موجود نہیں ہے کیا اس نے اپنی کتاب میں نہیں

فرمایا ہے کہ وہو معکم ایں ماکنتم واللہ بما تعملون بصیر

(اور وہ تمہارے ساتھ ہے تم جہاں رہو اور جو عمل تم کرتے ہو اللہ

اللہ دیکھ رہا ہے)

لوگوں نے جا کر یہ بات خلیفہ ہارون رشید کو بتائی: انھوں نے سن کر کہا: یہ

کلام ایسے انسان کا معلوم ہوتا ہے کہ اس کے اور خدا کے درمیان کوئی راز

ہے۔۔۔۔۔ انھیں میرے پاس لاؤ۔ شیخ کو جب ہارون رشید کے پاس

لایا گیا تو دونوں نے ایک دوسرے سے سلام و مصافحہ کیا۔ اور خلیفہ نے

انھیں اپنے پاس بٹھایا۔ اور عرض کیا۔۔۔۔۔ حضرت شیخ! دعا فرمائیے

کہ اللہ تعالیٰ ہم پر پانی برسائے، شاید آپ کا درجہ اس کی بارگاہ میں ہو۔ یہ

سن کر وہ سیکرائے۔ اور کہا کیا آپ چاہتے ہیں کہ میں آپ کے لئے اپنے آقا

وہو لا سے دعا کروں۔؟

ہارون رشید:۔۔۔۔۔ جی ہاں

شیخ: اگر آپ لوگ یہ چاہتے ہیں تو سب لوگوں کو ہمارے ساتھ مل کر

اللہ کی بارگاہ میں توبہ کرنی چاہئے۔ لوگوں میں توبہ کی منادی کی گئی۔ سب

لوگوں نے توبہ کی اور اللہ کی جانب رجوع کیا۔ اس کے بعد شیخ نے دو کھٹ

ہلکی نماز پڑھی۔ اور سلام پھیر کر اپنی لڑکیوں کو دائیں بائیں کھڑا کیا، او

دعا کے لئے ہاتھ اٹھائے اور آنکھوں سے آنسو بہا کر دعا کی۔۔۔۔۔ ابھی ان

کی دعا ختم بھی نہیں ہوئی تھی کہ آسمان پر بادل آیا، اور گرج چمک کے ساتھ موسلا دھار بارش ہونے لگی۔ — ہارون رشید اس بات سے بہت خوش ہوئے اور ارکان حکومت مبارکبادی کے لئے حاضر ہوئے۔ خلیفہ نے کہا۔ شیخ بزرگ کو میرے پاس لاؤ۔ لوگوں نے انھیں تلاش کیا تو وہ ابھی نماز کے مقام ہی پر کچھ میں سجدہ رہتے تھے۔ ان کی صاحبزادیوں نے کہا، ان کا یہی طریقہ ہے جب یہ سجدے میں سر رکھتے ہیں تو تین روز تک سجدے سے سر نہیں اٹھاتے۔ ہارون رشید کو جب یہ بات سنائی گئی تو وہ بہت روئے۔ اور دعا کرنے لگے۔

اے اللہ ہم تجھ سے سوال کرتے ہیں، اور تیری بارگاہ میں صلحاء کا وسیلہ اختیار کرتے ہیں کہ تو ان کے طفیل ہمیں بخش دے۔ اور ان کے برکات و حسنات کی بارش ہم پر برسا۔ یا ارحم الراحمین،
(رضی اللہ تعالیٰ عنہ و نفعنا بہ آمین)

(ص ۴۵۴ - ۴۵۵)

فانی دنیا کے نظارے

حضرت سرمدی سقطی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک روز احباب کے ساتھ ایک ویرانے میں کھنڈر سے گزرے، بوسیدہ ویران عمارت کو دیکھا جس

کی تاریخ کو زمانے نے اپنے سینے تلے دبایا تھا۔ ٹوٹے ہوئے ستون
بگڑی پڑی چھتیں سامنے تھیں۔ دروازہ اپنی جگہ پر قائم تھا جس پر تختی لگی
ہوئی تھی۔ گرد صاف کی گئی تو اشعار نظر آئے جن کا مفہوم یہ ہے۔

”یہی راہ ہے، زندگی کا عرصہ ایک دن سے دوسرے دن
تک ایسا ہے جس طرح خوابیدہ انسان خواب میں خوشی دیکھتا
ہے تم کسی کام میں مشغول رہو مگر موت تمہارے گرد زور و
شور سے چکر لگاتی ہے، جلد بازی ہرگز نہ کرو اور ٹھہر دنیا کی
یہ دولت و ثروت ایک قوم سے دوسری قوم میں منتقل
ہوتی رہتی ہے۔“

حضرت شیخ سہری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں میرے احباب محل کے دوسرے
حصہ میں گئے تو انھیں وہاں نہ مرد کا ایک قبہ ملا جسے جواہرات اور یا قوت
سے مرصع کیا گیا تھا، کہنگی کی وجہ سے اس پر غبار کی تہیں جم گئیں تھیں۔ وہ
قبہ یا قوت کے چار ستونوں پر قائم تھا وہاں بھی ایک کتبہ تھا جس کا مفہوم یہ ہے
”قبروں پر کھڑے ہو کر ان کے مکینوں کو آواز دو جو صرف

بوسیدہ ہڈیاں اور بوسیدہ جسم بن کر رہ گئے ہیں۔

وہ ایسے لوگ ہیں کہ ان کے درمیان تعلقات کی تمام

راہیں مرنے کی بعد کاٹ دی گئی ہیں وہ لمحہ کے نیچے،

دبے ہیں۔ بخدا اگر وہ کسی دن زندہ کئے جائیں اور اٹھائے

جائیں تو کہیں گے کہ تقویٰ اچھا تو شہ ہے۔“

اس محل کے اندر ہم لوگوں نے بادشاہ کے بیٹھنے کی جگہ دیکھی اس پر بھی
اشعار لکھے تھے جن کا مفہوم یہ ہے۔

ہم کسی لمحہ اور کسی سانس موت سے بے خوف نہ رہ تو محافلین
 اور سپاہیوں کے پہرہ میں کیوں نہ رہتا ہوا اور اس بات کو جان
 لے کہ ہر نہرہ پہننے والے اور ڈھال والے کے جسم میں بھی موت
 کے تیر تو گھس کر رہیں گے۔ تو آخر اپنے دین کو میلہ کمرہ نے پرہ
 کیوں راضی ہے حالانکہ اپنے کپڑے ہمیشہ صاف کرنا رہتا ہے
 نجات کی امید تو کرتا ہے مگر اس کا کیا طریقہ ہے اس عمل نہیں
 کرتا۔ جان لے کہ خشکی پر ناؤ نہیں چلتی میں نے بھی بہت سمجھا تھا
 جس طرح تو سمجھا ہے۔ اور تیری طرح میں نے بھی بہت کچھ سمجھا
 تھا۔ (ص ۳۵۵)

رہزوں سے حفاظت

حضرت ابو یزید قرطبی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں میں ایک مرتبہ قرۃ
 کے پرہیزگار لوگوں کے ہمراہ سفر کر رہا تھا۔ ہمارا گزر ایک خندق پر ہوا۔ جہاں
 بہت سے گھنے درخت اگے ہوئے تھے۔ ہمارے ساتھیوں میں سے
 ایک شخص کو آثار قدیمہ سے واقفیت تھی اس نے کہا یہ خندق ایک قدیم آبادی
 ہے۔ ہم لوگ خندق میں اتر کر بلدی سے پار ہونے کے لئے چلنے لگے۔
 اسی دوران میں مسلح آدمی ہم پر حملہ کرنے کے لئے نکلے۔ ہم لوگوں نے
 باہم باتیں کیں کہ اب کیا کرنا چاہئے۔ ایک بدوی دوست نے کہا اپنا کام
 اصل کی جانب لوٹاؤ کیا تم لوگ اللہ کی راہ میں نہیں نکلتے ہو؟ ہم سب نے
 کہا بیشک، اس نے کہا پھر اپنا کام خدا ہی کے حوالے کرو۔ اور میرے پیچھے

چلتے آؤ کوئی دائیں بائیں نہ دیکھے — وہ بدوی دوست ہمارے آگے آگے اور ہم سب اس کے پیچھے پیچھے چلے۔ ہم لوگ تیزی سے چل کر قریبی راستے سے آگے نکل گئے اور رہزن ہماری برابری میں الگ راستے سے چلنے کے باوجود پیچھے رہ گئے۔ میں پیچھے تھا۔ میں نے پلٹ کر دیکھا کہ یہ رہزن بس نیزہ پھینکنے کی دوری پر پہنچ چکے ہیں۔ لیکن ہمارا بدوی رہبر کسی طرف نہیں دیکھتا تھا۔ میری آواز سن کر پیچھے دیکھا — رہزن نظر آئے تو کہا لا حول ولا قوۃ الا باللہ العلیٰ العظیم اے اللہ ان شیطانوں کا شر، ہم لوگوں کو فرمادے۔ میں نے کہا اب ہم کیا کریں۔ چاشت کی نماز کا وقت ہے۔ اور نفل نماز کیلئے جماعت کی بھی اجازت ہے میں نماز پڑھاتا ہوں اتنے میں وہ سب انشا اللہ آگے نکل جائیں گے۔

بدوی رہنما نے کہا اے ابو یزید اس وقت ہمیں ضرورت ہے کہ ان سے چھپ جائیں — میں نے کہا اب تمہی جانو۔

اس کے بعد اس نے ہاتھ اٹھا کر شہادت کی انگلی اور بیچ والی انگلی سے اشارہ کر کے رہزنوں سے کہا۔ رک جاؤ

میں نے دیکھا کہ رہزن اپنی جگہ کھڑے ہو گئے۔ اور ان میں سے کوئی آگے نہیں بڑھا۔ بلکہ جہاں تھا وہ وہیں بے حس کھڑا تھا — ہم آگے چلے۔ اور بدوی رہبر نے اس کے بعد کچھ نہیں کہا جب ہم دوسرے درہ میں محفوظ جگہ پہنچ گئے تو وہ بدوی رہبر کا ہم سب رک گئے۔ اور کہا ان شیطانوں کو دیکھو ابھی تک اسی طرح کھڑے

ہیں۔ بخدا اگر اللہ کا خوف نہ ہوتا تو میں انھیں اسی حالت میں چھوڑ کر چلا جاتا۔ مگر اے اللہ تو ہمیں ان کی توبہ کا سبب بنا دے،
 پھر ان کی طرف اشارہ کیا — اور کہا جاؤ — میں نے دیکھا کہ وہ سب زمین پر بیٹھ گئے اور باہم گفتگو کرنے لگے۔ پھر جس جگہ سے آئے تھے وہیں واپس ہو گئے۔ یہ سب ہمارے بدوی رہبر دوست کی برکت سے ہوا۔ (رضی اللہ عنہ) ————— (ص ۴۵۶ - ۴۵۷)

چوہے کو سزا

تیسخ ابوالعباس بن عریف رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔ میں نے ایک ولی اللہ کو مسجد میں دیکھا۔ انھوں نے چراغ جلایا۔ ایک چوہا آیا اس کی بتی لینے لگا۔ اس وقت بزرگ کو اذنگھ آ گئی تھی۔ بیدار ہو تو کہنے لگے۔

”اے فارسی تو اللہ کی مملکت میں ایسا کام

کرتا ہے جس کا سبب میں بنوں،“

میں دیکھتا رہا اتنے میں چراغ کی بتی لینے کے لئے چوہا پھر آیا۔
 انھوں نے اسے ہنکایا مگر وہ نہیں مانا، بزرگ خفا ہوئے اور کہا:
 اسی میں گر جا۔ گر جا۔ چنانچہ چوہے نے اپنا منہ چراغ کی بتی پر رکھا
 اور مر گیا۔ میں نے تعجب کے ساتھ ان سے اس کی وجہ پوچھی۔

فرمایا..... یہ تو اس حکم شرعی کی تنفیذ ہے۔
 امام یا فقی فرماتے ہیں: حکم شرعی کی تنفیذ کا مطلب ہے کہ جن پانچ چیزوں کو حل و حرم میں قتل کرنا جائز قرار دیا گیا ہے ان میں سے ایک چوبیس بھی ہے۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا نام فلیسہ رکھا ہے۔

(ص ۱۳۵)

شیخ ابو عبد اللہ قرشی رضی اللہ عنہ اور دنیا

شیخ ابو عبد اللہ قرشی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔
 ”دنیا کی آخری صولت جو میں نے دیکھی وہ ایک جوان اور حسین عورت کی شکل میں میری مسجد کے اندر جھاڑو لے ہوئے آئی۔ اور مسجد کی صفائی کرنے لگی۔ میں نے اس سے کہا: تو یہاں کیوں آئی ہے۔؟ بولی: آپ کی خدمت کے لئے میں کہا بخدا کوئی ضرورت نہیں۔ اس نے کہا: میں تو ضرور خدمت کرونگی۔ میں نے اس کو اپنی لالچی دکھائی اور مانہ ناپا ہا۔ تو وہ ضعیف بن گئی اور جھاڑو لگانے لگی۔ جب میں اس سے بے توجہ ہوا تو پھر وہ پہلی شکل پر لوٹ آئی۔ میں اپنی جگہ سے اٹھا تا کہ اسے مسجد سے نکال کر باہر کر دوں تو وہ دوبارہ ضعیف بن گئی۔ میں بڑھاپے پر رم کھا کر پھر بے خیال ہوا تو اس نے سہ بارہ

جوان عورت کی شکل اختیار کر لی — اس بار
 میں اس پر بہت ناراض اور پریشان ہوا —
 اس نے کہا۔ خواہ کتنی بھی زیادتی کریں میں اسی طرح
 آپ کی خدمت کروں گی — اور میں نے اسی طرح
 آپ کے بھائیوں کی بھی خدمت کی ہے۔ اس روز کے
 بعد سے مجھے کسی دنیاوی معاملہ میں کوئی تکلیف نہیں
 ہوئی۔ (ص ۴۵۷ - ۴۵۸)

آپ نے یہ بھی فرمایا:

”میں منی کے اندر تھا مجھے پاس لگی۔ پانی میسر نہیں
 ہوا — اور میرے پاس پیسے بھی نہیں تھے کہ میں
 پانی خرید سکوں۔ ایک کنویں پر گیا وہاں عجم کے لوگ
 تھے۔ میں نے ایک شخص سے کہا مجھے اس لوٹے میں
 تھوڑا سا پانی دیدو۔ اس شخص نے مجھے مارا —
 اور لوٹانے کو دوڑھنیکٹ یا۔ میں شکستہ دل ہو
 کر اپنا لوٹا اٹھانے گیا — میں نے دیکھا کہ میرا لوٹا
 ایک چشمہ شیریں کے اندر پڑا ہوا ہے۔ میں نے
 پانی پیا۔ اور ساتھیوں کے لئے بھی پانی بھر لایا —
 اور ان لوگوں کو بتایا تو وہ لوگ بھی چشمہ کی تلاش میں
 گئے — مگر وہاں پہنچے تو کچھ بھی نہیں تھا — میں
 سمجھ گیا کہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے کرامت ہے۔
 آپ نے اپنا ایک واقعہ اس طرح ذکر فرمایا:

”میں مقام بدر میں تھا مکہ معظمہ جا رہا تھا۔ ایک آدمی کھجوریں فروخت کر رہا تھا، اور کہتا تھا۔ قیمت مکہ معظمہ پہنچ کر دینا۔ مجھ سے بھی اسی شرط پر اس نے بیچنا چاہا۔ میں نے انکار کیا اس نے اصرار کیا اور کہا قیمت مکہ معظمہ میں مل کر دینا اور اگر اس سے قبل تمہارا انتقال ہو گیا تو معاف ہے۔ وہ مجھ سے اس طرح لپٹ گیا کہ مجھے خریدنا ہی پڑا۔ اس کے بعد اتفاقاً اسے ہم سے قبل مکہ معظمہ جانا ہوا۔ اور اس نے قیمت کا مطالبہ کیا۔ میں نے اسے بتایا کہ یہاں میرے پاس کچھ بھی نہیں ہے۔ اور تم نے تو وہاں جا کر لینے کا وعدہ کیا تھا۔ اس نے کہا قیمت تو دینی ہی پڑے گی۔ برا بھلا کہنے اور گالیاں بکنے لگا۔ میں مسجد بدر میں گیا اور اللہ تعالیٰ سے گریہ و زاری کر کے دعا کی۔ وہاں سے باہر آیا تو ایک عربی سے ملاقات ہوئی، وہ احرام پوش تھے انھوں نے میرے ہاتھ میں کچھ درہم گن کر رکھے۔ میں نے میوے والے کو جا کر دیئے قیمت پا کر وہ پہلے سے زیادہ بدکلامی کرنے لگا اور کہنے لگا۔ رقم چھپا کر رکھتے ہیں اور جھوٹ بولتے ہیں، قسمیں کھاتے ہیں کہ ہمارے پاس کچھ نہیں ہے۔ حالانکہ دام خود ان کے پاس موجود ہوتا ہے۔ میں اس کی باتیں سن کر خاموش رہا،

مسلمانوں کی خیر خواہی

حضرت شیخ ابو عبد اللہ قرشی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں :

”جس نے شروع ہی میں انتہائی نیتجہ کی خواہش کی وہ راہ سے بھٹک گیا۔ نیز فرمایا ”ادب کو لازم جانو، اور عبادت میں مشغول رہو۔ اور کسی شے سے تعرض نہ کرو اگر اللہ تعالیٰ تمہیں پناہ برکزیہ بنانا چاہے گا تو واصل کر دے گا۔ اور فرمایا ”تھوڑا سا عمل اگر نگہداشت کے ساتھ ہو تو کامیاب بنا دے گا۔“

آپ ہی کا ارشاد ہے :

ایک بار مشرکین اندلس کے ایک شہر پر بغیر جنگ کے قابض ہو گئے۔ اور شہر میں داخل ہو کر تمام باشندوں کو قیدی بنالیا۔ ان کے ساتھ اور بھی بہت سے لوگ پکڑے گئے۔ اس واقعہ سے اہل اندلس بہت افسوس ہوئے۔ اور یہ خبر ملی کہ مسلمان قیدیوں کو گھوڑوں کے ساتھ رکھ کر گھاس کھلاتے ہیں ان کے ہاتھ بندھے ہوئے ہیں۔ اور انہیں مجبوراً منہ سے گھاس کھانی پڑتی ہے۔ انہی دنوں کی بات ہے ایک شب میں شیخ ابو اسحاق بن ظریف رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا

آپ نے ہم لوگوں کے سامنے کھانا لاکر کھا — اور
 بسم اللہ کے ساتھ ایک سرد آہ کھینچی۔ اور مجھ سے فرمایا :
 اے محمد ! مسلمانوں کے ساتھ جو حادثہ ہوا، کیا وہ معلوم
 نہیں ہے؟ — میں نے کہا۔ جی ہاں۔ آپ واقعہ بیان
 فرماتے جاتے تھے اور گریہ فرماتے جاتے تھے۔ یہاں
 تک کہ حضرت کے رونے کی آواز بلند ہو گئی اور فرمایا :

واللہ لا اکلک طعاماً ولا شربک شراباً حتی یفرج اللہ تعالیٰ عن

المسلمین ،

واللہ جب تک مسلمانوں کو نجات نہ مل جائے میں کھاؤنگا
 اور نہ پیوں گا۔

اور آپ کھانے کے پاس سے اٹھ گئے — اس کے
 بعد الحمد للہ الحمد للہ فرماتے ہوئے کھانے کے پاس آئے
 اور مجھ سے فرمایا کھاؤ۔ میں نے کھایا اور انھوں
 نے بھی تناؤل فرمایا۔ مجھے تعجب ہوا کہ انھوں نے اس
 طرح کہہ کر کھانا چھوڑا تھا اور پھر کیسے کھالیا۔ جب کہ
 قسم بھی کھا چکے تھے — ؟؟

بعد میں یہیں معلوم ہوا کہ جس وقت شیخ نے یہ بات فرمائی تھی اسی
 وقت نہ اینوں نے ایک زوردار دھماکہ سنا جس سے انھوں
 نے سمجھا کہ مسلمانوں کی فوج آگئی ہے — اور ہ سب
 گھوڑوں پر سوار ہو کر جان بچانے کے لئے بھاگ کھڑے

ہوئے۔ اور مال غنیمت اور قیدی سب کو چھوڑ کر
گئے۔ اس طرح اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو رنج
و غم سے بغیر کسی حرب و جنگ اور سختی و مشقت کے
نجات دے دی۔ (والحمد للہ رب العالمین)

(ص ۲۵۸ - ۲۵۹)

سمندر سے میٹھا پانی

شیخ ابو عبد اللہ قرشی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔ ہم لوگ جدہ کے
سمندر میں محو سفر تھے۔ میرے ایک ساتھی کو سخت پیاس لگی تھی میں نے لوگوں سے
کہا کہ میرا عمامہ خرید لو اور اس کے بدلے پانی دے دو کیونکہ اس کے سوا اور کوئی
چیز تھی ہی نہیں۔ مگر کسی نے پانی نہیں بیچا۔ میں نے اپنے ہمراہی سے
کہا پانی کا لوٹالے کر جہاز کے کپتان کے پاس جاؤ۔ کپتان نے غصہ سے ڈانٹا
چلایا اور لوٹالے کر پھینک دیا۔ لوٹا جہاز کے اندر ہی گر ا۔ وہ جب میرے
پاس لوٹ کر آیا۔ اور میں نے اس کی سخت پریشانی دیکھی تو دل میں سوچا۔
کہ اللہ تعالیٰ اس کو بے سہارا نہ چھوڑے گا۔ میں نے لوٹالے کر سمندر
کے پانی سے بھرا۔ اور اسے دیا۔ اس نے خوب اسودہ ہو کر پیا۔ پھر اس
سے لے کر میں نے اور کچھ دوسرے پیاسے لوگوں نے بھی پانی پیا۔ دوبارہ
پھر میں نے سمندر سے لوٹا بھرا جس سے آٹا گوندھا اور ضرورت پوری کی۔ تمام
حاجتیں پوری ہونے کے بعد میں نے پھر سمندر سے بھر کر لوٹا نکالا تو پانی جیسے

کھارا تھا۔ میں سمجھ گیا کہ جب اضطرابی حالت ثابت ہو جاتی ہے تو اشیاء کی فطرت (اللہ کے حکم سے) بدل جاتی ہے۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہ
(ص ۲۵۹)

اسی طرح شیخ ابو یزید قرطبی فرماتے ہیں ہم لوگ دریشوں کی ایک جماعت کے ساتھ سفر کر رہے تھے۔ دوران سفر ہم سمندر کی پایاب جبکہ پہنچے تو اتر کر بیچ پانی میں چلے گئے۔ اس وقت میں نے ایک جوان کو دیکھا کہ سمندر کے پانی سے چلو بھر کر پی رہا ہے۔ میں نے دل میں پیا کیا یہ پانی شیریں ہوگا؟ اور خود چلو بھر کر پانی چکھا تو کھارا تھا۔ میں نے اس نوجوان سے کہا۔ بیٹے! مجھے بھی پانی پلاؤ۔ اس نے کہا لیجئے چچا جان! میں نے پینے کے بعد کہا یہاں کا پانی گرم ہے۔ یہ میں نے اس لئے کہا تاکہ لوگوں پر اس کا حال ظاہر نہ ہو۔ پھر میں نے اسے ایک مٹی کا برتن دیا۔ اور کہا اس کے اندر اپنے قریب کا پانی بھر دو۔ اس نے بیچ سے سمندر کا پانی بھر دیا۔ جسے میں نے اور سارے ساتھیوں نے پیا۔ نہایت شیریں تھا۔
(ص ۲۵۹ - ۲۶۰)

چشم و نگاہِ دل

حضرت ابوالزبیر ماقی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں — ایک

رات میں نے محسوس کیا کہ میرے احوال بالہنی میں سے کچھ کھو گیا ہے۔ میرا قلب اسی میں مشغول ہا، اسی شب میں کیا دیکھتا ہوں کہ ایک ہمدرد میرے سامنے آکر بیٹھا۔ اور مجھ سے کچھ کہنے لگا۔ مگر میں اس کی کوئی بات نہیں سمجھتا تھا۔ پھر وہ اڑ کر میرے بائیں کندھے پر بیٹھا اور کچھ کہا، میں نے اسے بھی نہیں سمجھا، اس کے بعد انہیں کندھے پر بیٹھا اور اپنی چونچ میرے منہ میں رکھ کر کوچہ دینے لگا۔ میں نے اب سانس لی تو مجھے قلب کے اندر کچھ کھنکھنا محسوس ہوئی، میں سمجھ گیا کہ میرے حق میں کچھ ہو رہا ہے۔ اس کے بعد دو شخص ظاہر ہوئے ان میں سے ایک نے میرا سینہ چاک کیا اور میرے دل کو نکال کر ایک طشت میں رکھا۔ اس وقت میں نے ایک کو دوسرے سے بات کرتے سنا ”شجر علم کو با حفاظت رکھو، پھر اسے دھو کر میرے دائیں طرف کھا اور چاک سی دیا۔ اس کے بعد سے میرے نفس میں آئی ہوئی کوئی شے کبھی مفقود نہیں ہوئی۔ میں نے اس وقت ایک آواز سنی۔ اے سلیمان کچھ طلب کر! میں نے عرض کیا: میں تیری رضا طلب کرتا ہوں۔

فرمایا: میں راضی ہوا میں راضی ہوا۔ اس روز سے فہم قرآن اور قلب کی رویت نصیب ہوئی۔ اور اسی روز سے میں اپنے قلب سے دیکھتا ہوں اور دائیں جانب قرآن پڑھتے ہوئے سنتا ہوں۔ (رضی اللہ عنہ ولف غابہ آمین)

امام یافعی احوال قلبی کے بارے میں ایک اور حکایت بیان کرنے کے بعد تحریر فرماتے ہیں:

”اللہ تعالیٰ اسی طرح اولیاء اللہ کو ترقی اور نقصان سے مطلع فرماتا ہے تاکہ نیکی زیادہ کریں اور اس پر اللہ کا شکر کریں اور اسباب نقصان سے بچیں، اللہ تعالیٰ سے گریہ و زاری کر کے صفات مذمومہ کو مٹا کر اپنے رب کی توفیق اور اس کے فضل سے صفات محمودہ میں اضافہ کریں..... انھوں نے قلوب کو شفا بخشے والے، اور دلوں کا زنگ دور کرنے والے پروردگار کا یہ قول سنا ہے۔ وَلَوْ لَا فَضْلُ اللَّهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهُ مَا زَكَا مِنْكُمْ مِنْ أَحَدٍ أَبَدًا یعنی اگر اللہ کا فضل اور اس کی رحمت تم پر نہ ہو تو تم میں سے کوئی کبھی پاک نہ ہو۔

(ص ۶۰-۶۱)

تعلیم فقر

حضرت شیخ ابو العباس عریف رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مسجد میں ایک شخص آیا۔ اور ان سے نام لے کر پوچھا کیا آپ ہی ہیں۔ انھوں نے کہا: ہاں میں ہی ہوں، اس نے کہا: ایک شخص نے رات خوب میں دیکھا ہے کہ عرش کے گرد اگر نہایت سے خیمے نصب ہیں۔ اور ان کے اوپر ایک بہت بڑا خیمہ ہے جو تمام خیموں کو محتوی ہے۔ اس نے پوچھا یہ خیمہ کس کا ہے؟

تو بتایا گیا کہ او پر والا عظیم الشان خیمہ فقیہ ابوالعباس کا ہے اور چھوٹے خیمے
ان کے مریدوں کے ہیں — حضرت شیخ ابوالعباس فرماتے ہیں :

میں یسین کو اس پر بے مدد تھا ہوا، اور کہا ایک ایسے انسان
کا خواب جو مجھ جیسے گنہگار کے بارے میں تھا میرے سامنے
کیوں لایا — ؟ — اس نے میری فحش دیکھی تو کہا
شیخ محترم ! نرمی اختیار کیجئے — شاید آپ نے مختصر
رزق پر قناعت کیا تو اللہ بھی آپ سے تھوڑے عمل پر اپنی
ہو گیا (فلعلک قدعت بکسیر الرزق من اللہ تعالیٰ فقد خیم
منک بيسير من العسل) اس کے بعد میں اس کی
طرف متوجہ ہوا تو وہ شخص نہیں تھا — میں نے اپنے مریدوں
سے کہا یہ شخص تم لوگوں کو تمہارے فقر سے باخبر کرنے آیا تھا۔
(رضی اللہ تعالیٰ عنہما ولفنا بہما آمین)

(ص ۴۶۱)

ہر بیشہ گماں مبرکہ خالی سست

حضرت شیخ امام شہاب الدین سہروردی رضی اللہ تعالیٰ عنہ حج کے لئے مکہ
مکرمہ آئے ہوئے تھے — ان کے سامنے شہر کا ذکر کیا گیا اور ان شہروں میں
موجود اولیاء اللہ کا تذکرہ کیا گیا۔ اس وقت آپ نے کسی سمت اشارہ کرنے
فرمایا اس طرف کوئی مرد صالح نہیں ہے اسی وقت ان کی خدمت میں اسی

سمت کے دو آدمی مشعل برداروں کی ہدایت میں کافر ہوئے۔ اور عرض کیا
 حضرت ہم چاہتے ہیں کہ آپ ہمیں اپنی خدمت میں قبول کر لیں۔ آپ نے انہیں
 مشعل برداری کی خدمت سونپی۔ جب آپ سفر سے اپنے وطن لوٹنے لگے۔
 راستہ میں ایک جگہ فرمایا، ”میں مشعل کی طرف سے فقر کی بوسونگھ رہا ہوں۔“
 راستے میں ایک جگہ آپ سے معرفت اور اسرار الہی کا ایک پیچیدہ مسئلہ
 دریافت کیا گیا جس کے جواب کا تعلق علم لدنی سے تھا۔ حضرت شیخ سہروردی رضی
 اللہ تعالیٰ عنہ نے غور کیا، اور ذہن و فکر کو لگایا مگر تفکیر و تدبر کے باوجود متحیر
 کھڑے رہے، جواب نہیں دیا۔ اسی وقت دونوں مشعل برداروں نے حاضر
 ہو کر عرض کیا کہ حضرت اگر اجازت مرحمت فرمائیں تو ہم کچھ اس بابے میں
 کہیں۔ آپ نے اجازت دی۔ انھوں نے واللہ اعلم سے اپنے جواب
 کا آغاز کیا۔ اور کہا کہ اس کا جواب یہ یہ ہے۔۔۔ ان لوگوں کا جواب
 اتنا بھرپور اور کافی تھا کہ سائل اور سامعین سب مطمئن ہوئے۔

اس وقت امام شہاب الدین سہروردی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے باادب
 ننگے سر ہو کر اس سمت کے ادایا را اللہ کی نسبت اپنے قول سے استغفار کیا
 اور وہ دونوں حضرات آپ کو سیکھ کر کے اپنے ملک کو چلے گئے۔
 (رضی اللہ تعالیٰ عنہ و نفعنا بہم آمین)

(ص ۴۶۱ - ۴۶۲)

شیخ ابوالحسن شاذلی رضی اللہ عنہ

حضرت الشیخ البکیر ابوالحسن شاذلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں
 دوران سفر میں ایک ٹیلہ پر سو رہا تھا، درندے رات بھر اکرمیرے ارد
 گرد ٹہلتے رہے۔ میں نے جس قدر اس اسات پایا کبھی نہیں پایا۔ صبح
 ہوئی تو میرے دل میں بات آئی کہ مجھے اللہ کے انس کا کچھ مقام حاصل ہو گیا ہے
 پھر میں ایک وادی کے اندر گیا۔ جہاں سفید پاؤں کے پرندے تھے وہ میری
 آہٹ پا کر اڑ گئے۔ اس سے میرے دل میں خوف ابھرا۔ اور میں نے ایک
 آواز سنی۔

”کل تک تو درندوں سے انس کرتا تھا آج تجھے کیا ہوا
 کہ پرندوں سے خوفزدہ ہے؟ وجہ یہ ہے کہ کل تو ہمارے
 طرف متوجہ تھا۔۔۔ اور آج اپنے نفس کی جانب مائل ہے
 نیز آپ نے فرمایا:

”ایک بار میں انہی روز بھوکا رہا۔ میرے دل میں آیا
 کہ مجھے کچھ بزرگی کا حق مل گیا ہے۔ اسی وقت کیا
 دیکھتا ہوں کہ ایک غار سے آفتاب کی طرح چمکدار چہرے
 والی ایک فاتون نکل کر آ رہی ہے اور کہتی ہے: منخوس
 ہے منخوس جو اسی روز بھوکا رہ کر اللہ پر اپنے عمل سے اتارنے
 لگا۔ اور میرا حال یہ ہے کہ چھ ماہ گزر گئے ہیں اور میں نے کچھ

نہیں چکا۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہما و نفعنا بہما آمین

(ص ۴۶۲)

آپ نے بیان فرمایا:

میں ایک سفر کے دوران بارگاہِ الہی میں عرض کرتا تھا۔ خدایا! میں تیرا شکر گزار بندہ کب سنوں گا؟ ایک کہنے والے کی کسم پائی جب تک تو یہ جانے کہ نعمت صرف تجھ پر ہے۔ میں نے عرض کیا: الہی حالانکہ منعم علیہ انبیاء و علماء اور سلاطین بھی ہیں۔ جواب ملا۔ اگر انبیاء علیہم السلام نہ ہوتے تو تجھے ہدایت نصیب نہ ہوتی۔ علماء نہ ہوتے تو اقتدار نہ کرتا۔ اور سلاطین نہ ہوتے تو تجھے امن نہ ملتا۔ میری یہ تمام نعمتیں تجھی پر تھیں۔

آپ ارشاد فرماتے ہیں:

”میں اپنے ایک رفیق کے ساتھ، وصول الی اللہ کے ارادے سے، ایک غار میں جا رہا تھا، ہم دونوں اپنے اپنے دل میں کہتے تھے کہ ہمارا مقصود کل حاصل ہو جائے گا۔ حاصل ہو جائے گا۔ وہاں ایک پُر جلال آدمی آیا، ہم نے پوچھا: آپ کون ہیں، کہا عبد الملک! ہم نے سمجھا کہ وہ اولیاء اللہ میں سے ہیں۔۔۔ میں نے ان کا حال پوچھا:

انہوں نے جواب دیا: اس کا کیا حال ہو گا جو یہ کہتا ہے کہ کل مقصود حاصل ہو گا اور پرسوں حاصل ہو گا۔ نہ ولایت ہے اور نہ فلاح ہے۔ اے نفس! اللہ کی عبادت صرف اللہ

محض اللہ کے لئے کر۔ یہ سن کر ہم حیران ہو گئے
اور ہمیں معلوم ہو گیا کہ وہ کس لئے تشریف لائے تھے۔
ہم نے توجہ استغفار کیا تو ہم پر دروازہ کھل گیا۔۔۔
(رضی اللہ تعالیٰ عنہم جمعین و نفعنا بہم آمین)

(ص ۶۲۲)

مشتبہ سے اجتناب

حضرت شیخ ابو العباس مری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس ایک شخص
مشتبہ کھانا لایا تاکہ آپ کی آزمائش کرے۔ آپ نے اسے ہاتھ نہیں لگایا
اور اس شخص کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا :

اگر حضرت حارث بن اسد محاسبی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی انگلی
میں ایک رگ تھی کہ جب آپ کا ہاتھ کسی مشتبہ کھانے کی
جانب اٹھتا تو وہ رگ حرکت کرنے لگتی تھی۔ تو
میرے ہاتھ میں ایسی ساٹھ رگیں ہیں، جو ایسے موقع پر
حرکت کرنے لگتی ہیں۔

حضرت سے یہ سن کر اس شخص نے فوراً معافی مانگ لی۔ (رضی اللہ عنہ)
اسی طرح کا ایک واقعہ ہے کہ ایک بادشاہ نے ایک درویش کے سامنے
امتحان اٹال اور مردار دونوں گوشت پیش کئے۔ درویش نے کھانے پر
نظر ڈالی فوراً اٹھ کھڑے ہوئے۔ اور اپنے بقیہ درویش دوستوں سے

فرمایا: آج اس کھانے کے سلسلہ میں میں تمہارا خدمت گزار ہوں۔ چنانچہ ذبیحہ کا حلال گوشت اٹھا اٹھا کر درویشوں کو کھانے کے لئے دیا — اور مراد گوشت فوجیوں کی طرف بڑھا دیا۔ اور کہا پاک مال پاک لوگوں کے لئے ہے اور ناپاک ناپاکوں کے لئے — بادشاہ نے یہ دیکھ کر استغفار کیا۔ اور حضرت شیخ سے اس کی عقیدت بہتر ہو گئی۔

(رضی اللہ تعالیٰ عنہ) (ص ۴۶۲ - ۴۶۳)

اولیاء اللہ ملت کے نگہبان

ایک کا فر بادشاہ مسلمانوں کے علاقوں پر قابض ہوا — ان کی خونریزی اور لوٹ مار کی — اور کچھ فقراء و درویشوں کو قتل کرنے کا ارادہ کیا — ایک بزرگ اس بادشاہ کے پاس گئے۔ اور اسے منع کیا کہ ایسا نہ کرے۔ بادشاہ نے کہا: اگر سچے ہو تو اپنی صداقت کا کچھ ثبوت پیش کرو بزرگ نے زمین پر پڑی ہوئی اونٹ کی مینگنی کی طرف اشارہ کیا تو وہ مینگنیاں چمکدار جواہرات میں بدل گئیں — اور زمین پر کھے ہوئے مٹی کے پیالوں کی طرف اشارہ فرمایا تو وہ ہوا پر اڑ کر پانی سے بھر پڑا اور منہ زمین کی طرف ہو گئے — مگر ان میں سے کسی سے بھی پانی کا کوئی قطرہ نہیں ٹپکا — بادشاہ نے دیکھ کر حیرت میں پڑ گیا — اس کے ایک مشیر نے کہا، اسے کوئی اہم شے نہ سمجھے یہ تو بس جادو ہے۔

بادشاہ نے بزرگ سے کہا۔ کچھ اور کمال دکھاؤ۔ بزرگ نے آگ روشن کرنے کا حکم دیا۔ جب آگ خوب بھڑک اٹھی۔ اس وقت اپنے دوستوں ساتھیوں سے کہا مجلس سماع گرم کرو۔ سماع سن کر بزرگ پر وجد طاری ہوا تو بزرگ فقراء کے ساتھ آگ میں داخل ہو گئے۔ اس وقت بادشاہ کے لڑکے کا ہاتھ پکڑ کر بزرگ نے اسے بھی آگ کے اندر چاروں طرف گشت کرایا۔ اور کچھ دیر اسے لئے ہوئے غائب ہو گئے۔ اور کسی کو خبر نہیں کہ کہاں گئے۔ بادشاہ اپنے بیٹے کے غائب ہونے پر بہت گھبرایا۔ تھوڑی دیر بعد شہزادہ بزرگ کے ساتھ واپس لوٹے یا تو اس کے ایک ہاتھ میں انار اور دوسرے میں سیب تھا۔ بادشاہ نے اپنے بیٹے سے پوچھا تم کہاں تھے ؟

اس نے کہا: ایک باغ کے اندر تھا وہاں سے میں نے یہ دو پھل توڑے ہیں۔ بادشاہ کے مشیروں نے اسے پھر بٹن کیا۔ چنانچہ اس نے زہر قاتل سے لبالب ایک پیالہ بزرگ کے سامنے پیش کیا جسکا ایک قطرہ بھی جان لینے کے لئے کافی تھا اور کہا اگر تم سچے ہو تو اس پیالے کو پی جاؤ۔ بزرگ نے سماع شروع کرنے کو کہا، سماع میں جب انہیں وجد آیا تو انہوں نے پیالہ اٹھا کر غما غما پی لیا۔ بزرگ کے جسم پر جو لباس تھا وہ ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا دوسرا لباس پہنایا گیا اس کا بھی وہی حال ہوا۔ اسی طرح کئی لباس ان کے جسم پر پہنائے گئے اور سب پارہ پارہ ہو جائے۔ کئی لباسوں کے بعد آپ کے جسم سے پسینہ خارج ہوا۔ اور لباس سلامت رہ گیا۔ یہ ظاہر

و باہر کرامات دیکھ کر کافر بادشاہ قتل و فساد سے باز آیا۔ اور عجب نہیں کہ مسلمان ہو گیا ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم

ایسی ہی ایک کرامت حضرت سید احمد بن رفاعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نسبت رکھنے والے ایک بزرگ کی منقول ہے۔ جو بغداد پر مغلوں کے حملہ کے وقت ظاہر ہوئی تھی (رضی اللہ عنہ) (ص ۴۶۳-۴۶۴)

سیدنا غوث الاعظم رحمہ اللہ

حضور ایشیخ الامام، استاذ الاکابر، جامع علوم ظاہر و باطن، الحسیب النسیب الشریف النبوی الفخر السید الجلیل عبدالفتا دراجیلانی قدس اللہ وجہہ و نور ضریحہ کا واقعہ ہے کہ آپ نے ایک آدمی سے، ایک ایسے شخص کی امانت طلب کی جو اس وقت کہیں دور تھا۔ امانت دار نے دینے سے انکار کیا۔ اور کہا اگر میں اس بارے میں آپ سے فتویٰ طلب کروں تو کیا آپ اس کو جائز قرار دیں گے۔؟ کسی دوسرے کی امانت اس کی اجازت کے بغیر بھلا میں آپ کو کس طرح دے دوں۔؟

اس بات کو تھوڑی ہی دیر گزری تھی کہ اس شخص کے پاس صاحب امانت کا ایک مکتوب پہنچا، جس میں لکھا تھا کہ میری امانت حضرت ایشیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سپرد کر دو کہ وہ اب فقیروں کی ہوجا چکی ہے۔

اب وہ شخص امانت لے کر آیا تو حضور غوث الاعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس

پر عتاب کیا اور فرمایا ایسی معمولی شئی کے لئے تو نے مجھے تہمت دی ۔
(رضی اللہ تعالیٰ عنہ)

حضرت امام ایا فہی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں :

”یمن کے اکثر مشائخ حضور شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ کی طرف
منسوب ہیں ۔ اور بعض حضرت شیخ کبیر ابودین قدس سرہ کی طرف
آپ شیخ مغرب ہیں اور حضور غوث اعظم رضی اللہ عنہ شیخ مشرق
آپ کے کچھ اشاریہ ہیں :

ما فی الصباۃ منہل مستغذ الاولیٰ فیہ الالد الاطیب
عشق و محبت کا کوئی شیریں چشمہ نہیں ہے مگر اس میں سے میرے حصہ میں
وہ آیا ہے جو رب سے زیادہ لذیذ و خوشگوار ہے

او فی الزمان مکانہ مخصوص الا ومنزلتی اعز و اقرب
یا زمانہ میں کوئی ایسا خاص مرتبہ نہیں ہے مگر میرا مرتبہ اس سے اعلیٰ اور اولیٰ ہے
وہبت لی الایام رونق صفوہا فصفت مناہلہا و طابا مشرب
زمانے نے مجھے اپنا عمدہ اور بارونق حصہ مہیا کر دیا تو اس کے چشمے اور
گھاٹ صاف ستھرے ہو گئے

انا من رجال لا یخاف جلیسہم رب الزمان ولا یری ما یرہب
میں ان لوگوں میں ہوں جن کے ہنشیں کو گردشیں و سراں کا خوف و
اندیشہ نہیں ہے ۔ اور نہ کوئی خوفناک چیز اس کی نظر کے سامنے
آتی ہے ۔

قَوْمٌ نَہْمُ فِیْہِ کُلِّ مَجْدٍ رُبَّہٗ عُلُوِّیَّۃٌ وَبِکُلِّ جِیْشٍ مُّوْجِبٌ
 وہ ایسے لوگ ہیں جن کا ہر بزرگی میں حصہ ہے، بلندی ہے اور ہر فوج میں ان
 کا عظیم جلو ہے۔

اِنَّا بَلَلُ الْاَفْرَاحِ اَمْلًا دَوَّحَہَا طَرَبًا وَفِی الْعِلَیَّاءِ بَا زَاثُمِہَبْ
 میں وہ خوشحال کمان بلبل ہوں جس نے دنیا کی شانوں کو اپنے نغمہ سے پر کر دیا
 اور میں بلند پڑ ازی میں بازار اٹھ رہا ہوں۔

(رضی اللہ تعالیٰ عنہ و نفعنا بہ آمین)

(ص ۶۴۲)

خدا والے نوازش کرتے ہیں حسان نہایت لائق

مشائخ کبار میں سے ایک بزرگ سرحد اسکندریہ کے رہنے والے
 ایک تاجر کے گھر تشریف لے گئے۔ تاجر نے ان کا بڑی خندہ پیشانی اور
 خوش دلی سے استقبال کیا۔ تاجر کے دیوان خانے کے اندر بزرگ نے
 رومی طرز کے دو بڑے قالین پورے فرش پر بچھے دیکھے۔ بزرگ نے تاجر
 سے کہا یہ دونوں قالین مجھے دے دو۔ تاجر کو یہ بات بہت گراں گزری
 اس نے کہا۔ میں حضرت کی خدمت میں ان قالینوں کی قیمت حاضر
 کئے دیتا ہوں قبول فرمائیں۔ بزرگ نے کہا قیمت نہیں دونوں قالین
 چاہئے۔ تاجر نے کہا اگر ضروری ہے تو ایک لے لیجئے۔ حضرت ایک لے کر باہر

نکل آئے۔ اس تاجر کے دو فرزند اس وقت دؤخری جہازوں کے ذریعے
 مال تجارت لے کر ہندوستان گئے ہوئے تھے۔ ایک روز تاجر کو اطلاع
 ملی کہ اس کا ایک بیٹا اسباب تجارت کے ساتھ سمندر میں غرق ہو گیا۔ اور
 اس کے تمام ساتھ بھی ڈوب گئے۔ البتہ دوسرا بیٹا صحت و سلامتی کے
 ساتھ عدن پہنچا۔ اور اب وہاں سے روانہ ہو کر اسکندریہ کی بندرگاہ
 پر آ رہا ہے۔ تاجر کو معلوم ہوا تو وہ بیٹے کا استقبال کرنے گیا۔ اس
 نے دیکھا کہ بیٹے کے ہمراہ بزرگ کو دیا ہوا قالین بھی لدا ہوا آ رہا ہے۔
 اس نے اپنے بیٹے سے پوچھا: بیٹے! یہ قالین تمہیں کہاں ملا۔ بیٹے نے کہا
 ”والد گرامی! اس قالین کا عجیب واقعہ ہے اور بڑی کرامت
 ہے۔۔۔۔۔ ہو ایوں کہ میں اور بھائی دونوں موافق ہوا
 دیکھ کر ہندوستان سے چلے۔ ہم دونوں الگ الگ جہازوں
 پر تھے۔ درمیان سمندر میں آئے تو مخالف ہوا چلی۔
 اور ہماری حالت خراب ہونے لگی۔ اس وقت ہم دونوں
 کے جہاز ٹوٹ پھوٹ گئے اور تجھے منتشر ہونے لگے۔
 ہم لوگوں نے اپنا مال اللہ کے حوالے کیا۔ اور بیٹھے۔
 اچانک ایک شیخ نمودار ہوئے اور ان کے ہاتھ میں یہ قالین
 تھا۔ انہوں نے میرے جہاز کو قالین سے باندھا۔ اور
 ہم سلامتی سے چلنے لگے۔ جہاز قالین سے منسلک تھا۔ ہم
 ایک بندرگاہ میں داخل ہوئے، جہاز کا سامان اتار کر اپنی
 جگہ رکھا، جہاز کی مرمت کرائی پھر اس میں سامان بھر دیا۔

اور میرے بھائی کا جہاز ان کے تمام ساتھیوں اور
سامان کے ساتھ ڈوب گیا، ان میں سے کوئی بھی
نہیں بچا۔

تاجر نے پوچھا: بیٹے! اگر تم ان بزرگ کو دیکھو گے تو کیا
پہچان سکو گے؟ — کہا ہاں — تاجر بیٹے کو لے کر
بزرگ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ لڑکا انھیں دیکھتے ہی چنچنے
لگا۔ وہ بزرگ یہی ہیں۔ یہی ہیں۔ بزرگ نے لڑکے پر
دستِ شفقت پھیرا جس سے اس کے اوسان بحال ہوئے اور
اطمینان پیدا ہوا۔

تاجر نے عرض کیا: حضور! آپ نے بات ظاہر کیوں نہیں
فرمائی تاکہ میں دوسرا قالین بھی دے دیتا۔
فرمایا: ارادہ ربی اسی طرح تھا۔ (رحمی اللہ تعالیٰ عنہ و نفعنا بہ)
(ص ۴۶۵ - ۴۶۶)

وفائے عہد کا امتحان

ایک بندہ صالح نے اللہ تعالیٰ سے عہد کیا کہ دنیا کی کوئی پسندیدہ
و خوبصورت چیز نہیں دیکھیں گے۔ وہ ایک روز مرا فوں کے بازار میں گئے۔ وہاں
انھوں نے ایک شخص کے پاس خوبصورت کمر بند دیکھا — اتفاق سے کمر بند پر
ان کی کئی نظر پڑی۔ کمر بند کے مالک نے انھیں دیکھ لیا تھا — تھوڑی دیر بعد

اس کا نمربند غائب ہو گیا۔ اس نے انہیں پکڑ لیا اور کہا صاحب اور نیک لوگوں کا یہ کام نہیں ہوتا، تم صوفی ہو کر چوری کرتے ہو۔ میرا کمر بند چرا لیا۔ _____
 انہوں نے کہا بخدا میں نے تیری کوئی شے نہیں لی ہے۔ _____ لوگوں نے
 انہیں برا بھلا کہا اور امیر کے پاس لے گئے اور مال بیان کیا۔ امیر نے
 مرد صاحب سے کہا: صلحاً کا یہ کام تو نہیں؟

انہوں نے رد کر کہا بخدا میں نے کچھ نہیں لیا۔ مگر امیر کے حکم سے جہان کے
 کپڑے اتارے گئے تو کمر بند کمر سے لپٹا ہوا اڑا۔ یہ دیکھ کر انہوں نے چیخ ماری اور
 بے ہوش ہو گئے۔ _____ امیر نے کوڑا مارنے والے کو بلایا۔ اسی وقت غیب
 سے آواز آئی۔ ”اے اللہ کے بندے! اس ولی اللہ کو نہ مار، اسے
 ادب سکھایا گیا تھا۔“

ماتف غیبی کی آواز سن کر امیر کے بھی حواس گم ہو گئے۔ _____ مرد صاحب کو
 ہوش آیا تو اس نے التجا کی

”اے میرے مالک مولا! میری غلطی معاف فرما! میں اپنا جرم

اور گناہ جان گیا ہوں۔ میں ہی خطا وار ہوں جو تجھ سے عہد کے

بعد غفلت میں سرزد ہوا، اس پر میری گرفت نہ کر! الامان

الامان یا منان!“

اس کی اس طرح گریہ وزاری دیکھ کر لوگ زار و قطار رونے لگے۔ امیر کو ہوش
 آیا تو اس نے اس مرد صاحب کے دست و پا کو بوسے دیئے۔ اور اصل واقعہ دریافت
 کیا۔ _____ انہوں نے بتایا کہ میں نے اللہ تعالیٰ سے وعدہ کیا تھا کہ دنیا میں کوئی
 عمدہ چیز نہیں دیکھوں گا۔ اور میں نے۔۔۔۔ اس شخص کے ازار بند کو غفلت میں دیکھا

اتنے میں دیکھتا ہوں کہ یہ آکر مجھ سے لپٹ گیا اور نوبت یہاں تک پہنچی
اور یہ اشعار پڑھتے ہوئے چلے گئے :

يَا عُدَّتِي فِي بَشْدِ رَفِئِي ان لم تكن انت فنن
اے میرے کٹھن وقت کے ذخیرے اگر تو نہ ہو تو بھلا کون ہے ؟
يُنْقِدُنِي مِنَ الرَّدَى يَا صَاحِبَ لِفَعْلِ الْحَسَنِ
جو مجھے ہلاکت سے بچائے اے نیک عمل والے ،
طوبى لِمَنْ بَاتَ بِكَمْ مَشَرَّدًا عَنِ الْوَطَنِ
خوش نصیب ہے وہ جو وطن سے فرار ہو کر تیرے پاس شب گزارے
(ص ۳۶۶ - ۳۶۷)

تو صرف خدا کا ہو جا !

حضرت ذوالنون مصری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں میں نے لکام کی
ایک پہاڑی پر ایک شخص کو نماز پڑھتے دیکھا۔ ان کے ارد گرد دو خوار درندے
بیٹھے ہوئے تھے — میں جب وہاں گیا تو درندے ان کے پاس سے
چلے گئے۔ اور انھوں نے نماز ہلکی کر کے سلام پھیرا اور فرمایا :

”اے ابوالفیض اگر تم صاف دل ہوتے تو یہ وحشی جانور
تمہیں تلاش کرتے۔ اور پہاڑ بھی تم پر مائل ہوتا، میں نے
کہا دل صاف ہونے کے کیا معنی ہیں ؟

فرمایا : تم خالص اللہ کے سنے ہوتے ، اور اللہ تمہارا ہوتا۔ !
بندہ اس مقام کو کب پاتا ہے ؟

تم اس مقام کو اس وقت تک نہیں پہنچ سکتے جب تک تمہارے
دل سے مخلوق کی محبت نکل نہ جائے، بالکل اس طرح جیسے دل سے
شرک نکل چکا ہے۔

: یہ بات تو میرے لئے بہت کمٹھن ہے۔

: مگر یہ چیز عارفانِ حق کے لئے بہت آسان ہے۔
(رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین و نفعنا بہم امین)

(ص ۱۴۶۷)

شیخ معروف کرخی رضی اللہ عنہ اور صالح جوان

حضرت شیخ معروف کرخی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔ میں نے
ویرانے میں ایک صالح جوان کو دیکھا۔ اس کی خوبصورت زلفیں تھیں،
ایک یاد راوڑ۔ مھے ہوئے۔ بدن پر کتان کا کرتا اور پاؤں میں تسمہ دار
جوتا تھا۔ ایسے جنگل ویرانے میں اس کا یہ لباس دیکھ کر مجھے حیرت ہوئی۔
سلام و جواب کے بعد میں نے پوچھا کہاں کے باشندے ہو۔؟

جوان: ہاں، دشتِ کارہنے والا ہوں۔

حضرت شیخ: وہاں سے کب چلے ہو۔؟

جوان: آج ہی پاشت کے وقت

مجھے یہ سن کر تعجب ہوا کیونکہ وہاں سے دشتِ کئی منزل دور تھا۔ میں نے

پھر پوچھا: کہاں جاؤ گے؟

جوان : انشاء اللہ تعالیٰ امکہ معظمہ

میں سمجھ گیا کہ یہ رحمت باری کے سہارے چل رہا ہے۔ اور میں اسے رخصت کر کے آگے بڑھ گیا۔ پھر تین سال کا عرصہ گزر گیا میں نے اس کو نہیں دیکھا۔ ایک روز اپنے گھر میں بیٹھا اس کے بارے میں غور کر رہا تھا کہ معلوم نہیں اس کے بعد جوان کا کیا حال ہوا۔ اتنے میں اچانک دروازہ پر دستک ہوئی۔ میں نے دروازہ کھولا تو باہر وہی تھا۔ سلام کے بعد میں اسے اندر لایا، اس وقت وہ ننگے سر اور ننگے پاؤں تھا۔ اور اس کے جسم پر کبیل کا ایک کرتا تھا۔ میں نے پوچھا کیا خبر ہے۔

جوان نے کہا: استاذ محترم! مجھے میرے معاملہ کی اطلاع نہیں کی جاتی، کبھی میرے ساتھ لطف کا برتاؤ کرتا ہے، کبھی بے وقار کرتا ہے، کبھی بھوکا رکھتا ہے، کبھی کھلاتا ہے۔ کاش جس نے مجھے اپنے اولیاء کے اسرار و احوال کی کچھ خبر دیتا پھر جو پامتا کرتا،

یہ کہہ کر بہت رویا۔ اور اس کی باتوں سے مجھے بھی رونا آ گیا۔ اور میں نے پوچھا مجھ سے ملنے کے بعد تم پر کیا گزری؟

نوجوان : افسوس! وہ جس شے کو چاہتا ہے کہ میں چھپاؤں، میں اسے ظاہر

کروں؟ بہر حال پہلا کام جو میرے ساتھ میرے مالک مولانا نے کیا وہ یہ کہ مجھے تیس روز بھوکا رکھا۔ اس کے بعد میں ایک گاؤں کے اندر کھیرے کے ایک کھیت کے قریب پہنچا۔ میں نے دیکھا کہ خراب کھیرے نکال کر پھینک دیئے گئے تھے۔ میں ان میں سے چن چن کر کھانے لگا۔

اتنے میں کھیت کا مالک ہاں پہنچا اور مجھے کوڑے سے مارنے لگا اور کہنے لگا۔ چور کہیں کا۔ تو ہی کھیت کو خراب کیا کرتا تھا، میں کئی روز سے تجھے ڈھونڈ رہا تھا، اب میں نے تجھے پکڑا ہے۔ اتنے میں ایک اسپ سواتیزی سے گھوڑا دوڑاتے ہوئے اس کے سر پر آ پہنچا۔ اور اس سے کوڑا چھین کر کہتا ہے۔ اللہ کے دوستوں پر حملہ کرتا ہے، اور انھیں مار کر ان کی توہین کرتا ہے۔ اور انھیں چور کہتا ہے۔ کھیت والے نے یہ سنا تو مجھے اپنے گھر لے گیا۔ مجھ سے معافی طلب کی اور جس قدر عزت و توقیر ممکن تھی کی۔ کیونکہ میں اس کے نزدیک چور سے ولی بن چکا تھا۔

نوجوان ابھی اتنا ہی واقعہ بیان کر سکا تھا کہ کسی نے حضرت شیخ معروف کرخی کے دروازہ کو کھٹکھٹایا۔ دروازہ کھلا تو وہی کھیرے کے کھیت والا شخص تھا۔ وہ دو تہمتیں لگایا اور اس نے اپنی ساری دولت فقیروں پر تقسیم کر دی۔ اور اس جوان کے ہمراہ ہو گیا دونوں حج کے لئے روانہ ہوئے اور جنگل ویرانے میں وفات پا گئے۔

(رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہما) (ص ۴۶۸-۴۶۹)

جسمِ زمین پر اور روحِ عالمِ قدس میں

روایت ہے کہ حضرت عیسیٰ و یحییٰ علیہما السلام ایک سفر میں ساتھ ساتھ روانہ ہوئے۔ ایک بار حضرت یحییٰ علیہ السلام سجدہ میں سو گئے۔ وہ سجدہ

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے بھی کیا تھا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے پاہاکہ
 انہیں بیدار کریں۔ اتنے میں اللہ تعالیٰ نے ان پر وحی بھیجی
 یَعِیْسٰی اِنَّ رُوْحَ یَحٰیئِیْ عِنْدِی اے عیسیٰ! یحییٰ کی روح میرے پاس
 فِیْ حَضْرَةِ قُدْسِیْ وَجَسَدُهُ بَیْنَ حضرت قدس میں ہے۔ اور ان کا جسم
 یَدِیْ فِیْ اَرْضِیْ وَلَقَدْ بَاہِیْتُ بِہِ میرے سامنے زمین پر۔ اور ان سے
 کِرَامٌ مَّلاَءُکَتِیْ میں نے مغر زفرشتوں پر نازل کیا ہے۔

(ص ۴۶۹)

اہل حضور

حضرت ابو یزید رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔ میں نے اپنے فکر کو مجتمع
 کیا۔ اے اپنے قلب کو حاضر کیا۔ اور خود کو اپنے رب کے حضور کھڑا کیا۔
 اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے ابو یزید! میرے پاس کیا لائے ہو۔؟

عرض ابو یزید: دنیا سے زہد و بے رغبتی
 ارشاد فرمایا: اے ابو یزید! میرے نزدیک تو دنیا کی قدر چھڑ کے پراتی بھی
 نہیں، پھر اس سے زہد اقبال کیا؟

عرض ابو یزید: بَارِ اٰہِلًا! میں اپنی اس حالت سے توبہ و استغفار کرتا ہوں۔

(جَنَّکَ بِالنُّوْکْلِ عَلَیْکَ) میں بھی پر توکل کر کے آیا ہوں
 ارشاد فرمایا: اے ابو یزید! میں نے جو ضمانت تجھے دی تھی کیا اس پر بھروسہ
 نہیں، کہ تو نے توکل کیا؟

عرض ابو یزید : اے اللہ ! میں ان دونوں حالتوں سے توبہ کرتا ہوں
(جنتک بک اوقال بلا فقار الیک) میں تیرے پاس تیرے
ہی ساتھ آیا ہوں یا تیرا محتاج بن کے آیا ہوں۔
ارشاد فرمایا : ہم نے تجھے قبول کیا۔ (ص ۲۶۹ - ۲۷۰)

فقیر بدرفتادری کہتا ہے :
دنیا کی زندگی کا مقصود پاچکے ہیں : تنہائیوں میں چھپ کر سو بہانے والے
رہتے ہیں چیتے ہیں کرتے ہیں آہ و زاری : پیٹے ہیں جام کوثر غم میں نہانے والے
ہے نصیب ان کا جھنڈا بلند یوں پر : فضل خدا چو ہیں نکیہ لگانے والے
اہل طلب پہونچ ہی جاتے ہیں ان کے در تک
پھٹتے کہاں ہیں عطر و عنبر لٹانے والے ۔

دنیا فانی ہے

ایک زاہد فرماتے ہیں — میں زہاد کی ایک جماعت کے ساتھ تھا
نماز ظہر کا وقت ہوا — اور ہم لوگ اسے دیرانے جنگل میں تھے جہاں پانی
موجود نہیں تھا — ہم لوگوں نے اللہ تعالیٰ سے پانی کے لئے دعا مانگی۔
دعا بھی تمام نہیں ہوئی تھی کہ ہم بہت دیر کسی شے کو دیکھا — اور ادھر چل
پڑے — اللہ تعالیٰ نے لمبی مسافت کو ہمارے لئے مختصر فرما دیا —
ہم پہونچے تو وہاں ایک شاندار محل تھا — جس کے گرد اگر دباغ آراستہ نہریں
رواں اور چشمہ جاری تھے — ہم لوگوں نے اللہ کا شکر ادا کیا اور وضو

کر کے نماز ادا کی۔ نماز کے بعد محل میں جانے کا قصد کیا۔ اس کی دیوار پر دو شعر لکھے ہوئے تھے۔ جن کا مفہوم یہ ہے۔

یہ اس قوم کی منزلیں ہیں، میں نے جنہیں بھر پور عیش و عشرت
میں پایا تھا۔ جنہیں کوئی اندیشہ نہیں تھا، پھر گردشِ زمانہ
نے انہیں بلایا اور وہ قبروں کی جانب کوچ کر گئے اب نہ وہ
ہیں اور نہ ان کے نام و نشان،،

محل کے اندر ایک تخت کے قریب بھی کچھ اشعار لکھے تھے جن کا مفہوم یہ ہے:
تو ہم وقت ایسی ہی شے طلب کرتا رہا جو ہلاکت خیز ہے
اور تو اس شے کے لئے بڑی مشقت کرتا تھا، اور اپنی
امید کے مطابق پھر تو عربِ عجم کی زمین کا مالک بن گیا
بعد ازاں تجھ پر موت نے ہاتھ بڑھایا اور جس طرح اور لوگ
مر گئے تو بھی مر گیا،،

محل کے پائین باغ میں سنگِ مرمر کی لوح پر بھی چند اشعار کندہ تھے۔ جن کا
خلاصہ یہ ہے:

”کبھی اس محل کا مالک بھی ایسا تھا کہ لوگ اس سے
حسد کرتے تھے۔ عیش کے سائے میں رہتا تھا لوگ اس کی
ہیبت سے کانپتے تھے،، اچانک اس پر موت آئی، جسے
کوئی رُک نہیں سکتا تھا، بالآخر وہ مر گیا اور تاج اس کے
سر سے اتر گیا۔ اب تو اس محل میں گھوم پھر کر دیکھ کتنی وحشت
برپا ہے۔ کبھی یہ آباد تھا اب اس کے رہنے والے کہیں

جا کے گم ہو گئے ہیں،

ہم لوگوں نے ان اشعار کو دیکھا تو بہت پسند کیا۔ اس کے بعد ہم لوگ ایک قبر کی طرف گئے جس کے درمیان میں ایک قبر تھی اور لوح مزار پر بھی ایک شعر لکھا تھا جس کا مفہوم یہ ہے:

میں مٹی کے اندر پھنسا ہوا، تنہا پڑا ہوں، اور میرا چہرہ
مٹی کی اینٹ پر پڑا ہوا ہے،، (ص ۷۰)

فقر بدر القادری عرض گزار ہے:

سلاطین جہاں کو قصر عالی کے مکینوں کو
کہاں ہے رخ کا غارہ اور لبوں کی حیاں
وہ جنکے پاؤں نے مٹی نہیں چھوئی تھی جلتے جی
جو مکھی بیٹھنے دیتے نہ تھے اپنے لباسوں پر
صدائے جا کے کوئی مہوشوں کو نہیںوں کو
خبریں کچھ تو اپنی دہر کے باقی مکینوں کو
اسی مٹی نے کھا ڈالا ہے ان سناٹے نینوں کو
مکوڑے کھا رہے ہیں آج ان شہ نشینوں کو

اس مضمون میں امام یافعی رضی اللہ تعالیٰ کے اشعار بھی ہیں۔ 'اللہ اللہ فی

قبرہ، وعاملہ بلطفہ وبرہ، واسکنہ' محبوبۃ جنتہ واعاد علی

المسلمین من برکتہ۔' امین

رُكُوبُ النَعَشِ أَنَا هُمْ رُكُوبًا تَلَى الْخَيْلِ الْعِيقَاتِ النِّجَابِ

جنازہ کی سواری نے انھیں سوار ہونا بھلا دیا عہد عربی گھوڑوں پر جو عہد نسل کے تھے

فَلَيْلُ الْقَبْرِ أَنَا هُمْ لِلَّيْلِ بِهِيَ الْعُوسُ الْمَلِيحَاتُ النِّقَابِ

قبر کی تاریکی نے شب عروسی کو جو طبع اور خوبصورت دلہنوں کے ساتھ گزاری

تھی بھلا دیا۔

وَأَنسَاهُمْ لِفُرْشٍ نَاعِمَاتٍ لَهَا قَدْ زَبَنُوا فُرْشُ التَّرَابِ
 اور ان سے نرم بستر فراموش ہو گئے اور ان کیلئے مٹی کے بستر بچھ گئے
 عَلَا الدَّوْدُ الْخُدُودَ وَغَاصَ فِيهَا أَكُولًا لِلْبُهَيَّاتِ التَّرَابِ
 ان کے رخساروں پر کھڑے چڑھ گئے اور ان بارونق چہروں کو کھاتے
 ہوئے اندر تک گھس گئے
 فقیر بدر القادری عرض گزار ہے :

قبر اک جاں گداز منزل ہے
 فرشِ خاکی پہ جا کے سونا ہے
 تاجِ زندگی کا عیش و طرب
 خاک میں مل کے خاک ہونا ہے

سَيِّدَنَا عَلِيٌّ مَرْضِيٌّ كَرِيمٌ وَجْهٌ اَهْلِ بَقِيعِ

مولائے کائنات سر تاجِ روحانیاں حضرت سیدنا علی مرضیٰ کرم اللہ
 تعالیٰ وجہ الکریم فرماتے ہیں :

”میں بقیع میں احباب کی زیارت کے لئے گیا۔ اور
 میں نے ایک ایک کو سلام کیا۔ اور وہاں سے یہ شعر
 پڑھتے ہوئے لوٹا۔

مَا لِي مَرْتُ عَلَى الْقُبُورِ مُسَلِّمًا قَبْرِ الْحَبِيبِ فَلَمْ يَزِدْ جَوَابِي
 کیا وجہ ہے کہ میں قبروں پر سلام کرتا ہوا گذرا اور دوست کی قبر پر سلام کیا تو جواب نہیں ملا

يَا قَبْرُ مَا لَكَ لَا تَجِيبُ مُنَادِيًا أَمَلَيْتَ بَعْدِي صُحْبَةَ الْاَحْبَابِ
 اے قبر! تجھے کیا ہوا ہے کہ پکارنے والے کو جواب نہیں دیتی کیا تو میرے بعد احباب
 کی صحبت سے اکتا گئی۔ مجھے اسی وقت بلند آواز میں جواب دیا گیا۔
 قُلْ لِلْحَبِيبِ وَكَيْفَ لِي بِجَوَابِكُمْ وَأَنَا الرَّهِيْنُ بِخُنْدَلٍ وَتُرَابٍ
 صلیب سے کہدے کہ میں کس طرح جواب دوں کہ میں تو مٹی اور پتھروں کے اندر
 محصور ہوں۔

اَكَلُ التُّرَابِ مَحَاسِنِي فَانْسَيْتُكُمْ وَخُجِبْتُ عَنْ اَهْلِي وَعَنْ اَحْبَابِي
 مٹی میرے حسن کو کھٹا گئی تو میں تمہیں بھول گیا۔ اور اپنے احباب و اقربا سے روپوش
 ہو گیا۔ (ص ۴۶۱-۴۶۲)

فقیر بدر عرض گزار ہے :

قیدِ مرقد میں میں مقید ہوں کس طرح دوں تیری صدا کا جواب
 سارے احباب میرے چھوٹ گئے ہو چکی بند زندگی کی کتاب،



اعترافات و جوابات

خاتمہ کتاب پر امام علامہ یافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بعض علماء کے ان شبہات کا جواب دیتے ہیں، جو انہوں نے اولیاء اللہ اور فقراء پر وارد کئے ہیں۔ امام یافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی گفتگو کا خلاصہ یہ ہے :

شیخ حمزہ کی حکایت اعتراض و جواب

ابوالفرج ابن جوزی اولیاء اللہ کی بعض حکایات کے انکار میں بہت آگے بڑھ گئے ہیں۔ انہوں نے شیخ ابو حمزہ خراسانی کے اس واقعہ پر بھی اعتراض کیا ہے جو اس کتاب میں بعنوان : جن کا تکیہ خدا پر ہوتا ہے، لکھا گیا ہے علامہ ابن جوزی کہتے ہیں کہ اس واقعہ میں شیخ ابو حمزہ خراسانی نے خود کو ہلاکت میں ڈالا ہے۔ جو شرعاً ناجائز ہے، اپنی دلیل میں آیت قرآنیہ وَلَا تَقْلُقُوا بِآيِدِيكُمْ الَّتِي مَلَكَتْ دَايِمًا تَحْتَ رِجَالِكُمْ میں نہ ڈالو، پیش کی ہے۔

جواب میں امام یافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں — علامہ ابن جوزی کا اعتراض درست نہیں ہے، کیونکہ حضرت شیخ ابو حمزہ سے یہ فعل ایسی حالت میں صادر ہوا جب کہ انھیں یقین کامل، قلب بصیر، اور مال بلند عطا ہو چکا تھا وہ اپنے مالک و مولیٰ کے سوا کسی اور سے استمداد کو اپنی حیا کے خلاف سمجھنے لگے تھے۔ جیسا کہ حضرت شیخ شاذلی رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے۔

اننا لانرى مع الحق احداً ان
ہم اللہ کے ساتھ مخلوق میں سے کسی کو
کاؤں بد فکرا لہبا، فی الهواء
نہیں دیکھتے اور کبھی اگر ضرورتاً دیکھنا

ان فَتَنَّتْهُ لَمْ تَجِدْهُ شَيْئًا ۝ بھی ہوتا ہے تو انہیں یوں پاتے ہیں جیسے
ہو ایں ذرات کا وجود، جو نقیض کے بعد
کچھ بھی نہیں ہوتے۔

میں کہتا ہوں کہ منکر پر اگر وہ حالت طاری ہو جائے جو ان حضرات پر طاری
تھی تو یہ اس کا انکار نہ کریں۔ اور اس انکار میں ایک تعجب کا پہلو یہ بھی ہے
کہ ابن جوزی بزرگوں کے معتقد ہیں۔ اور ان حضرات کے کلام اور واقعات و
کرامات سے اپنے کلام کو آرائش دیتے ہیں۔ اس کے باوجود ایک
ایسے اہل اللہ جنہوں نے ماسوا اللہ سے خود کو فنا کر کے قلب روشن حاصل
کیا، اور ملک و ملکوت میں ذات واحد کے مواہر ایک سے اپنے نفیس کو یک
سو کیا۔ ان کی حکایت کا کیوں انکار کیا۔ ؟

اور اس سے زیادہ حیرت انگیز بات یہ ہے کہ جس کرامت کا انھوں نے
انکار کیا ہے، اس کا ثبوت خود شرع میں موجود ہے جو شاہد کامل، ہے
اور وہ یہ ہے کہ سیدنا ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کو جب آگ میں ڈالا گیا
تو حضرت جبریل علیہ السلام رب تعالیٰ کے حکم سے ہو ایں حاضر ہوئے۔
اور عرض کیا اهل لك حاجة کیا آپ کو کوئی حاجت ہے۔ ؟
جواب دیا: اما اليك فلا مگر آپ سے تو مجھے کوئی حاجت نہیں ہے۔

حضرت جبریل علیہ السلام نے عرض کیا فاستل بک اپنے پروردگار ہی سے سوال
کیجئے! سیدنا ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام نے جواب دیا حسبى من سؤالى علمہ
نحوالى حسبى ونعم الوكيل اس بارگاہ میں مجھے عرض و سوال کی کیا ضرورت؟ وہ
خود میرے حال کو جانتا ہے۔ یہ جو کچھ سیدنا ابراہیم علیہ السلام سے صادر
ہوا۔ آخر یہ کیا تھا۔ ؟ ان کا یقین کامل اور مقام بلند ہی تو تھا۔۔۔ ؟

اس کے علاوہ اہل میں علماء عظام نے بیان دیا ہے، کہ لوگوں کے لحاظ سے لوگوں کی تین قسمیں ہیں:

اہل توکل کی پہلی قسم: وہ لوگ جنہوں نے خود کو اللہ تعالیٰ کے سپرد کر دیا، اب وہ نہ اپنی ذات کے لئے نفع

حاصل کرتے ہیں اور نہ خود سے دفع ضرر کرتے ہیں، اور وہ صغرات اپنے اصول کو ضروریات اور غیر ضروریات تمام پر جاری رکھتے ہیں، خود کو نہ اپنے دشمنوں سے بچاتے ہیں اور نہ درندوں سے — گویا اپنے لئے کوئی سبب اور ذریعہ پیدا ہی نہیں کرتے — حتیٰ کہ ان میں کے بعض کا یہ حال ہے کہ ان کا کپڑا اگر کسی جھاڑی میں الجھ جائے تو کپڑے کو کانٹے سے چھڑانا بھی گوارا نہیں فرماتے — تاکہ نہ ہوا چلے اور کپڑے کو جھاڑی سے آزاد کرانے۔

قطبِ وقت، حجتہ اللہ، امام العارفین ابو محمد سہل بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

توکل کا اول تر مقام یہ ہے بندہ اللہ کے سامنے ایسا بن جائے جیسے مردہ غسل دینے والے کے ہاتھ میں ہوتا ہے کہ وہ اسے جلد صحر پا ہے۔
 اول مقام فی التوکل ان یکون العبد بین یدی اللہ سبحانہ کالمیت بین یدی الغاسل بقلبہ کیف شاء، لایکون لہ حرکت ولا تدبیر۔
 حرکت دے کر الٹ پلٹ کرے۔ اس کی اپنی کوئی حرکت اور تدبیر نہ ہے۔

اہل توکل کی دوسری قسم: اہل توکل کی دوسری قسم میں وہ حضرات ہیں، جو ضروریات میں اسباب تلاش کرتے ہیں اور غیر ضروری چیزوں میں ایسا نہیں کرتے۔ وہ چاہے دفع خطر کے لئے ہوا یا فائدہ

حاصل کرنے کے لئے اسی پر تمام انبیاء و مرسلین علیہم السلام کا عمل ہے۔ اسی قبیل سے حضور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ہجرت کے سفر میں کفار سے بچ کر غار ثور میں پوشیدہ ہونا بھی ہے (جسے منکر نے اپنی دلیں میں پیش کیا ہے) مگر بعض اولیاء اللہ اس سے بھی احتراز کرتے ہیں اور اپنی ذات کے لئے کوئی سبب نہیں ڈھونڈتے۔ ان حضرات سے غلبہ مال میں جس وقت کہ ان کے اختیارات مسلوب ہوتے ہیں، کچھ ایسی باتیں صادر ہوتی ہیں جن پر سب کو قیاس نہیں کیا جاسکتا۔

ہم یہ نہیں کہتے کہ کلیتہً ترک اسباب کرنے والے اولیاء اللہ، دوسری قسم لوں سے افضل ہیں، بلکہ کبھی معاملہ بالیکس ہوتا ہے۔ خود نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہر سبب سے احتراز نہیں فرماتے تھے۔ کبھی نہایت خوفناک اور خطرناک مقامات پر تنہا تشریف لے جاتے تھے جیسے یوم خنین وغیرہ۔ اسی طرح آپ کے اصحاب کرام رضی اللہ عنہم بھی تھے جو اکثر احادیث میں مذکور ہے، اس کا ذکر طویل ہے۔

وَمَا قُوَّةُ أَحْوَالٍ بَعْضُ الْأَوْلِيَاءِ
وَمَا عَطَوَا مِنَ الْيَقِينِ وَالْكَرَامَاتِ
فَكُلُّهَا مُسْتَمَدَّةٌ مِنْ فَيْضِ فَضْلِهِ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَنْشُورَةٌ
إِلَيْهِ (ص ۷۷۷)

اور اولیاء اللہ کی قوت، احوال، اور دولت یقین و کرامات سب کی سبب آپ ہی کی عنایات اور فضل و کرم کا فیض ہے (صلی اللہ علیہ وسلم) اور سب آپ کی جانب منسوب ہیں۔

اور رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عادت شریفہ یہ تھی کہ آپ آسان طریق پر گامزن ہوتے، جس پر خواص و عوام سہولت سے چل سکیں۔ سرکار اس راہ کے تمام شہسواروں، اور قافلوں سے مشکل ترین راہ پر چل سکتے

تھے، مگر اس صورت میں آپ کی شانِ رفی ورجی کا اظہار کیسے ہوتا۔
رب تعالیٰ فرماتا ہے :

عزیز علیہ ما عنتم
حر لیں علیکم بالثمنین
روؤف رحیم
(التوبہ ۹ / ۱۲۹)

ان پر سخت گراں ہے تمہارا مشقت میں
پڑنا بہت چاہنے والے ہیں تمہاری بھلائی
کو، ایمان والوں پر نہایت مہربان بہت
رحم فرمانے والے ہیں۔

جزاء اللہ عنا افضل الجزاء
اور بعض مزانِ قوی، قافلوں کے اندر، خوفناک اہوں پر، سب سے آگے
چلتے ہیں انہیں لوگ منع بھی نہیں کرتے۔
تو کل کے سلسلہ میں تیسری قسم ان لوگوں کی ہے جو عالمِ اسباب
پورا پورا فائدہ اٹھاتے ہیں۔ خواہہ اسباب ضروریہ ہوں یا
غیر ضروریہ۔ مگر ان کا اعتماد اور بھروسہ ذاتِ مسببِ لا سباب (اللہ تعالیٰ)
ہی پر ہوتا ہے۔

حضرت شیخ شبلی رحمہ اللہ کے عمل پر اعتراض
علامہ ابن جوزی نے

عنے کے اس واقعہ پر بھی اعتراض کیا ہے جس میں آیا ہے کہ آپ کے دل میں
ایک بار یہ بات آئی کہ ”تو بخیل ہے، پھر انھوں نے ارادہ کیا کہ مجھے اب جو
ملے گا راہِ خدا میں دوں گا، چنانچہ پچاس دینار ملے اور انھوں نے ایک فقیر کو
دینا چاہا۔ مگر اس نے نہیں لیا۔۔۔ بالآخر انھوں نے دینا دیا میں پھینک

دیے۔ (ص ۳۷۵-۳۷۶)

اس پر اعتراض یہ ہے کہ حضرت شیخ شبلی نے مالِ ضائع کیا جو شرمناک امر ہے۔

جواب : علامہ کپانی رحمہ اللہ تعالیٰ عنہ اس کا جواب تین طرح دیتے ہیں ایک تو یہ کہ حضرت شیخ شبلی رحمہ اللہ عنہ سے یہ فعل ”مقام مال“ میں سرزد ہوا، اور صاحب مال چونکہ احساس ظاہری سے عاری ہوتا ہے اس لئے احکام شرع کا مکلف نہیں ہوتا۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ ہو سکتا ہے حضرت شیخ شبلی رحمہ اللہ عنہ نے اس مال میں کوئی سببیت اور گندگی دیکھی ہو کہ وہ جس کے پاس جاتا اسے ہلاک کر دیتا، اس لئے انھوں نے اس مال کو ہی ضائع کر دیا۔

تیسرا جواب یہ ہے کہ ممکن ہے انھیں اس مال کے ضائع کرنے کا اذن ملا ہو، جس پر انھیں ناپار عمل کرنا پڑا۔ واللہ اعلم بالصواب۔

شیخ احمد بن ابوالحواری کے واقعہ پر اعتراض حضرت شیخ ابوسلیمان

دارانی رحمہ اللہ عنہ کا واقعہ ہے کہ آپ اللہ تعالیٰ کی یاد میں مشغول تھے اس وقت آپ کے مرید شیخ احمد بن ابوالحواری نے حضرت کو سو بار پکارا۔ حضور والا تنور گرم ہو گیا ہے۔ آپ نے جواب میں کہا۔ جا اس میں گھس جا۔ شیخ احمد نے اپنے مرشد سے یہ عہد کیا تھا کہ کسی معاملہ میں ان کی نافرمانی نہیں کریں گے۔ اس لئے تنور میں داخل ہو گئے۔ کچھ دیر اس میں رہے۔ اس کے بعد حضرت شیخ ابوسلیمان نے اپنے خدام کو انھیں تنور سے نکلنے کا حکم دیا۔ وہ بالکل جلے نہیں تھے۔ ابن جوزی کہتے ہیں کہ شیخ احمد بن ابوالحواری نے خود کو جان بوجھ کر ہلاکت میں ڈالا جو ناجائز ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ شیخ احمد اپنی قوت یقینیہ سے یہ بات **جواب** معلوم ہو چکی تھی کہ، وفائے عہد اور وعدہ کی پابندی

انہیں ہر مہلک اور اذیت رساں شے سے بچائے گی۔ اور ممکن ہے ان پر اس وقت ایسا حال طاری ہو گیا ہو جس کے استغراق سے آگ کی سوزش کا احساس بھی نہیں ہو ا۔ چنانچہ ایک عارف فرماتے ہیں۔

الصَادِقُ تَحْتَ خَفَاةٍ سِجَانِ اِنِ اِنِ صِدَاقَتِ كِي پناہ میں ہوتا

صِدْقِہ یعنی وہ اپنی صداقت کی حفاظت کے لئے اگر مہلک چیزوں میں بھی پڑ جائے تو اس کی سچائی ہلاک ہونے سے بچا لیتی ہے۔ اور خدا کے حکم سے ایسی ہلاکت اس کے لئے نجات کا سبب بن جائے گی۔ اسی قبیل میں اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے۔

قُلْنَا يَا نَارُ كُونِي بَرْدًا وَسَلَامًا عَلٰی اِبْرٰهِيْمَ (ص ۷۷۶)

صاحب تجرید بزرگ کے واقعہ پر اعتراض واقعہ کا خلاصہ یہ ہے کہ ایک بزرگ

بے سُر سامان متوکل علی اللہ ہو کر حج کو چلے اور عہد کیا کہ کسی سے کوئی مدد نہیں مانگوں گا۔ راستہ میں جان پرہ آئی، قافلہ چلا گیا موت کا انتظار کر رہے تھے کہ کچھ ہو جائے عہد نہیں توڑوں گا۔ اتنے میں ایک غلی سوار نے طرحی پیش کی اور قافلہ تک پہنچا دیا۔

اس پر بھی اعتراض کیا گیا ہے۔

امام یافعی رضی اللہ عنہ جواب میں فرماتے ہیں: بنیادی بات یہ ہے کہ یا تو واقعہ کا غلط ہونا روایت کی رو سے ثابت کیا جائے۔ لیکن جب واقعہ کا ثبوت صحت کو پہنچ جائے، تو ہونا یہ چاہئے کہ شرع شریف کے موافق اس کی تاویل کی جائے (نہ کہ انکار)

اگر واقعہ کی تاویل علم ظاہر کے مطابق نہ ملے تو پہنچا جائے کہ ممکن ہے اس کی باطنی تاویل ہو، جسے علماء باطن عرفا جانتے ہیں۔ اور اس منزل پر حضرت موسیٰ و خضر علیہما السلام کا قصہ یاد کیا جائے۔

تیسرا محمل یہ ہے: ہو سکتا ہے ان سے یہ واقعہ عالم سحر میں سرزد ہوا ہو اور ان تمام تاویلات کے باوجود ان اولیاء اللہ سے بدظنی رکھنا بے توفیقی ہے نعوذ باللہ تعالیٰ من الخذلان وسوء القضاء ومن جمیع انواع البلاء یاد رکھو کہ جس کا دل فقرا صالحین اور صدیقین کے حالات کا یقین

نہ رکھتا ہے ان کی محبت سے لبریز اور ان کے اخلاق سے باخبر ہے وہ ان کے مبارک حالات کے مطابق واقعات کی تاویل کر لیتا ہے۔ جیسا کہ میں نے تاویل کے تین طریقے ذکر کئے۔ اور جو ان کے حالات سے واقف نہیں جس نے ان جیسی شراب معرفت نہیں پی، یا اس بادۂ وحدت کو نہیں چکھا اور ان حضرات کے علوم اور طریقہ سے آگاہ نہیں ہوا۔ اور ان سے کامل حسن ظن نہیں رکھتا تو ہو سکتا ہے ایسا شخص ان کے اقوال، افعال اور احوال کا منکر ہو۔۔۔۔۔ (ص ۷۷، ۷۸)

حضرت قطب احمد بن عبد اللہ بلخی کے واقعہ کا انکار | یا فانی رضی اللہ

عنہ فرماتے ہیں کہ مکہ معظمہ میں فضا کے اندر ایک قطب وقت بندہ رگ کی طلائی سواری کا جو واقعہ میں نے بیان کیا ہے کچھ لوگوں نے اس واقعہ کے انکار میں بڑی جلد بازی سے کام لیا ہے

منکرین کی بات کا جواب | امام یافعی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ یہ واقعہ قابل انکار نہیں ہے۔ کیونکہ یہ کام از خود نہیں کیا تھا۔ بلکہ عالم ملکوت میں رب تعالیٰ نے ان کے لئے یہ اعزاز عطا فرمایا تھا۔

یہ اس عالم کی بات نہیں ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ اپنے کچھ خاص بندوں کو اجازت دے کہ وہ رشیم کا لباس پہنیں، اور وہ حضرات اس اذن پر عمل کر لیں تو اس میں شرع کی بے حرمتی نہیں ہے۔

ہو سکتا ہے یہ اعتراض کیا جائے کہ ان لوگوں کو ایسا "علم یقین"، کس طرح حاصل ہو سکتا ہے۔ تو میں عرض کروں گا کہ جس طرح قرآن مجید سورہ کہف میں مذکور واقعہ اندر حضرت خضر علیہ السلام کو حاصل ہوا، کہ انھوں نے لڑکے کو جان سے مار ڈالا حالانکہ حضرت خضر علیہ السلام ولی ہیں، نبی اور رسول نہیں۔ اہل علم اس قول کو معتبر فرماتے ہیں۔ اسی طرح اہل علم کے نزدیک حضرت خضر علیہ السلام ابھی زندہ ہیں، یہ بات اولیاء اللہ کے نزدیک یقینی ہے فقہار بھی اسی کو ترجیح دیتے ہیں۔ اور اہل اصول اور اکثر محدثین بھی اس کی تائید کرتے ہیں۔۔۔۔۔ حضرت امام شیخ ابو عمر بن صلاح رضی اللہ عنہ نے حضرت خضر علیہ السلام کی حیات پر اجماع نقل فرمایا ہے۔ ان سے امام محی الدین نووی رضی اللہ عنہ نے نقل کیا اور اسی مذہب کی تقریر و تائید کی ہے۔ (ص ۸۷۸)

فقہار کی ایک جماعت نے شیخ امام عز الدین بن عبد السلام رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ آپ حضرت خضر علیہ السلام کی زندگی کے بارے میں کیا فرماتے ہیں؟ فرمایا: اگر آپ حضرات کو امام تقی الدین بن دقین العید رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہ بتائیں کہ انھوں نے حضرت خضر علیہ السلام کو پچھتم خود دیکھا ہے تو آپ حضرات ان کی بات مانیں گے؟ یا انکار کریں گے؟ فقہار نے کہا ہم ان کی تصدیق کریں گے۔

فرمایا: قد والله اخبر عنه سبعون. بخدا ستر صدیقوں نے خبر دی ہے کہ انھوں صدیقاً انھم را وہ با عینہم کل واحد نے خضر علیہ السلام کو دیکھا ہے، اور ان

منہم افضل من ابن دقیق العید میں کا ہر ایک شیخ ابن دقیق العید سے افضل ہے۔

میں کہتا ہوں، اہل تحقیق اور علماء موفقیں کا یہی مذہب صحیح ہے کہ

ان العارفين بالله تعالى افضل من خدا کی معرفت رکھنے والے اولیاء احکام کا العلماء باحکام اللہ، رضی اللہ عنہم علم رکھنے والے علماء سے افضل ہیں۔ حضرت شیخ تقی الدین ابن دقیق العید رضی اللہ عنہ، حضرت علیہ السلام کی زیارت کرنے والے بعض اولیاء اللہ کا ذکر کرنے کے بعد فرماتے ہیں: یہ حضرات میرے نزدیک اتنے اتنے فقہار سے بہتر ہیں۔

اسی طرح بزرگ عالم ربانی قاضی نجم الدین طبری رحمۃ اللہ علیہ نے مجھ سے فرمایا: مکہ معظمہ میں خبر آئی کہ امام عارف باللہ اسماعیل بن محمد حضری رضی اللہ عنہ وفات پا گئے۔ اس وقت حضرت امام عارف باللہ احمد بن موسیٰ بن عجل مکہ معظمہ میں تھے۔ انھوں نے سنا تو فرمایا:

ارجوا ان يفديه الله امید ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کے بدلے ایک سماعت فقیہ فقہار کو فدیہ کر دے۔

اس کے بعد پھر یہ خبر آئی کہ آپ کا انتقال نہیں ہوا ہے بلکہ زندہ ہیں اور پھر ایک زمانہ کے بعد آپ کی وفات ہوئی۔ (ص ۷۸)

ہم اپنا مقصود پھر ذکر کرتے ہیں، کہ جو شخص اولیاء اللہ کا معتقد ان کی کرامات کو ماننے والا، اور یقین کرنے والا ہے وہ ضرور یقین کرے گا کہ حضرت علیہ السلام زندہ ہیں۔ کیونکہ علماء صدیقین ہر دور میں فرماتے آئے ہیں کہ انھوں نے حضرت علیہ السلام سے ملاقات کی ہے۔۔۔۔ اور ان سے یہ روایات ثقہ علماء نے مشہور

کتابوں میں نقل کی ہیں، میں نے بھی متعدد حکایات ایسی ہی کتب سے نقل کی ہیں۔۔۔۔۔ مگر میں نے اسناد چھوڑ دی ہیں۔

مشائخ میں سے بعض کا بیان ہے کہ ایک روز حضرت عارف باللہ ہسل بن عبداللہ رضی اللہ عنہ لوگوں کی جانب مخاطب ہوئے اور ان سے عمدہ عمدہ باتیں کیں۔۔۔۔۔ لوگوں نے عرض کیا۔ حضرت اگر اسی طرح روزیہاں اپنے بیان سے نوازتے تو بڑا فائدہ ہوتا۔ آپ نے فرمایا، میں نے آج ایسا اس لئے کیا کہ حضرت خضر علیہ السلام میرے پاس تشریف لائے تھے اور انھوں نے مجھے فرمایا کہ لوگوں کی طرف متوجہ ہو کر ان سے کلام کیجئے آج آپ کے بھائی ذوالنون کا انتقال ہو گیا ہے۔ اور میں نے آپ کو ان کی جگہ مقرر کیا اگر مجھے ان کا حکم نہ ہوتا تو میں تم لوگوں سے گفتگو نہ کرتا۔

شیخ جلیل حضرت ابوالحسن شاذلی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، میں نے عیذاب کے ویرانے میں حضرت خضر علیہ السلام کو دیکھا، انھوں نے فرمایا: اے ابوالحسن اللہ تعالیٰ تمہارے ساتھ اپنا لطف جمیل فرمائے، اور سفرو میں تمہارا رفیق ہو، اور مجھ سے یمن کے بعض مشائخ نے بیان کیا، ان کے پاس سختی کے زمانے میں، حضرت خضر علیہ السلام آرام و راحت لاتے ہیں۔ اس بارے میں مشائخ کی روایات بے حد ہیں۔ انہی مشائخ میں شیخ کبیر عارف حق حضرت ابوعبداللہ قرشی رضی اللہ عنہ بھی ہیں۔۔۔۔۔ میں نے شیخ جلیل حضرت نجم الدین اصفہانی رضی اللہ عنہ کو مقام ابراہیم کے پیچھے، یہ فرماتے سنا ہے کہ حضرت خضر علیہ السلام اللہ تعالیٰ سے دعا فرماتے رہتے ہیں کہ جس زمانے میں قرآن مجید اٹھا لیا جائے۔ اللہ تعالیٰ انہیں بھی اپنے پاس بلا لے۔۔۔۔۔ (ص ۷۹)

اہل جذب و تجرید کے بارے میں شبہات کا ازالہ

میں نے حضرت شیخ علی کردی کی حکایت میں جو یہ بیان کیا ہے کہ ان بزرگوں میں سے اکثر خود کو پوشیدہ رکھنے کے لئے، جذب، دیوانگی اور تجرید سے کام لیتے ہیں۔ اور لوگ اس توہم میں پڑ جاتے ہیں کہ وہ حضرات نہ نماز پڑھتے ہیں اور نہ روزہ رکھتے ہیں۔ اور کچھ لوگوں کے سامنے برہنہ بھی ہو جاتے ہیں تاکہ ان کے ساتھ بدگمانی کی جائے۔ اور انھیں بزرگ نہ سمجھا جائے۔ حالانکہ درحقیقت وہ نماز بھی پڑھتے ہیں اور روزہ بھی رکھتے ہیں۔ مگر اس طریقے سے کہ اللہ تعالیٰ جانے اور کسی کو خبر نہ ہو۔ ایسے لوگوں کو لوگوں نے نماز پڑھتے دیکھا بھی ہے۔ وہ خلوت میں نماز ادا کرتے ہیں لوگوں کے سامنے نہیں۔ ان حضرات کا طریقہ ظاہر ہے۔ کہ وہ حضرات اپنی برائیوں کو اچھالتے ہیں اور اپنی نیکیوں کو پوشیدہ رکھتے ہیں۔ اور انھیں اس کی کوئی پرواہ نہیں کہ لوگ زندیق کہتے رہیں وہ تو اللہ کے حضور صدیق ہیں۔ وہ حضرات نمائش و نمود کو نہایت شدت سے دفع کرتے ہیں۔ اور خود کو مخلوق کی نظر سے گراتے ہیں۔ یہ اس لئے کہ ان کا اخلاص کامل ہوتا ہے، اور ان کے دل شرکِ خفی کے اثر سے بالکل پاک ہوتے ہیں۔ اور یہ ایک ایسی علت ہے جس سے بندگانِ خاص کے سوا کوئی پنج نہیں سکتا۔ یہی سبب ہے کہ وہ حضرات نہ کسی کی مدح سرائی سے خوش ہوتے اور نہ ہی کسی کی مذمت سے ناراض۔ اور ان میں کچھ لوگ ایسے بھی ہیں کہ لوگوں کے سامنے ہی نماز پڑھتے ہیں لیکن کسی کو معلوم نہیں کہ وہ نماز پڑھتے ہیں۔ اور اپنے مخصوص مال کی وجہ سے لوگوں سے مخفی رہتے ہیں۔ ان کے

حالات عقل کی گرفت سے بہت بلند ہیں جس کا ادراک صرف نور سے ہوتا ہے
 ایک بزرگ کا یہ حال تھا کہ وہ نماز پڑھتے ہوئے کسی کو نظر نہیں آتے
 تھے۔ ایک روز نماز کے لئے اقامت کہی گئی۔ ایک فقیر جو ان کے بارے میں بدظن
 تھے۔ بولے، اٹھو اور نماز پڑھو۔ بزرگ جماعت میں فقیہ صاحب کے
 پہلو میں کھڑے ہو گئے۔ فقیہ صاحب نے نماز کی چار رکعتوں میں انھیں مختلف
 انسانوں کی شکل میں دیکھا، تکبیر تحریمہ کہی تو وہی تھے۔ دوسری رکعت میں ان
 کی جگہ کوئی دوسرا آدمی نظر آیا۔ اسی طرح تیسری میں تیسرا اور چوتھی میں چوتھا اور
 جب سلام پھیرنے کا وقت ہوا تو پھر وہی بزرگ اپنی جگہ تھے فقیہ کو حیرت ہوئی
 بزرگ نے فرمایا: جن چار آدمیوں کو تو نے دوران نماز اپنے بغل میں دیکھا ان
 میں سے کس نے نماز ادا کی ہے؟ فقیہ کوئی جواب نہ دے سکے۔

اسی طرح قضیبہ ابن رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت شیخ مفرج کا واقعہ
 بیان کرتے ہیں کہ انھیں کچھ مریدوں نے عرفہ کے روز میدان عرفات میں دیکھا۔ اور
 ایک مرید نے انھیں ان کے مسکن پر دیکھا کہ آپ وہاں سے کہیں تشریف نہیں
 لے گئے۔ دونوں نے یہ بات ایک دوسرے سے بیان کی اور اپنی بات
 کی تصدیق کے لئے اپنی بیوی کو طلاق کی قسم کھائی معاملہ جب حضرت شیخ مفرج
 کے سامنے پیش ہوا تو انھوں نے دونوں کی تصدیق فرمائی۔ اور بتایا کہ دونوں میں
 سے کسی کی بیوی کو طلاق نہیں ہوئی۔

حضرت شیخ کے حکم پر علماء اعلام اور فقہائے کرام کے سامنے، شیخ صفی اللہ
 بن ابوالمنصور رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس واقعہ کی توضیح اس طرح فرمائی۔

الولی اذا تحقق فی ولایتہ وتمکن من التصرف فی روحانیته، يعطى من القدرة فی التصور فی صور عديدة فی وقت واحد فی جهات متعددة علی حکم ارادته

ولی جن وقت اپنی دلالت میں متحقق ہو جاتا، اور اپنی روحانیت میں تصرف کی اہلیت پالیتا، تو اسے قوت دی جاتی ہے کہ ایک وقت میں اپنی خواہش کے مطابق، مختلف صورتوں میں متعدد مقامات پر اپنے کو ظاہر کر سکتا ہے

(ص ۳۸۱)

اور حضرت شیخ کا ایک ہی وقت میں میدان عرفات میں اور دوسری جانب اپنے دولتکدہ کے اندر ہونا بیان کیا اور شیخ مہر ج نے خود بھی اس کی توثیق فرمائی۔ میں کہتا ہوں کہ یہی جواب اس قسم کے تمام اشکالات کے لئے کافی ہے۔ مثلاً ایک بزرگ کا چار آدمیوں کی شکل میں نماز ادا کرنے کا واقعہ، — فقیہ کا ایک ہی شخص کو بیک وقت ہوا میں اور اسی کو زمین پر بھی دیکھنا حضرت سہل بن عبد اللہ کا بیک وقت لوگوں کو نصیحت کرنا اور دوسری طرف اپنے حجرہ میں موجود رہنا۔ ان تمام واقعات کی تاویل کے لئے شیخ صفی الدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی توضیح کافی ہے۔ (ص ۳۸۱)

(نوٹ) واضح رہے کہ حضرت امام یافعی رضی اللہ عنہ نے اس کے بعد اولیاء اللہ اور اولیاء الشیطن کی متعدد اقسام کر کے اپنے انداز میں انھیں بیان کیا ہے۔ اور خاتمہ کی دوسری فصل میں مشائخ عارفین کے عقائد اور بین بسیط عربی قصائد تحریر فرمائے ہیں، جنہیں ہم قلم انداز کرتے ہیں۔ آخر صفحہ ۵۲۱ پر تحریر فرماتے ہیں:

وكان الفراغ من تعليقه يوم الجمعة المباركة، قبل صلاة الجمعة بالمسجد الحرام، تجاه الكعبة المشرفة، بيت الحرام، زاده الله

اتماني شرفاً وتعظيماً، سلخ رجب المرجب سنة ثلاث وخمسين
 وثمان مئة، والحمد لله رب العالمين أولاً وأخراً وباطناً
 وظاهراً، وسلام الله على عباده الذين اصطفى، وصلى الله على
 سيدنا محمد وعلى آله وصحبه وسلم

پنجشنبہ ۱۲ ربیع النور شریف سنہ ۱۴۳۳ھ / ۱۰ ستمبر

سنہ ۱۹۹۲ء

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

الحقائق في الحقائق

المعروف

شرح حقائق بحسب
(كتبات)

جلد ہمام

مفتی محمد شارقین علامہ محمد فیض احمد اویسی رضوی مدظلہ

ناشر رضا اراک الاثبات
۲۵۔ نشر روڈ
لاہور، پاکستان

”إن من الشعر لحكمة و إن من البيان لسحرا“

الديوان العربي

المرسوم بـ

بساتين الغفران

لمعالى فضيلة الإمام الأكبر المجدد محمد أحمد رضا خان

١٢٧٢ھ - ١٨٥٦م / ١٣٤٠ھ - ١٩٢١م

إمام أهل السنة و الجماعة بباكستان و بنجلاديش و الهند و افغانستان

جمعه و رتبه و ضبطه و حققه و قدم له و اردفه بملحق

الأستاذ

حازم محمد أحمد عبدالرحيم المحفوظ

مدرس مساعد بكلية اللغات و الترجمة - جامعة الأزهر الشريف - القاهرة - مصر

و الأستاذ الزائر بجامعة بنجاب و الجامعة النظامية الرضوية - لاهور - باكستان

ایمان افروز روح پرور اور دل کش



کتابیں

- البریلویہ پر تنقیدی جائزہ — علامہ محمد عبد الحکیم شرق قادری مدظلہ
- انوارِ شریعت — علامہ مفتی جلال الدین احمد مجددی مدظلہ
- دعوتِ فکر — علامہ منشا تائش قصوی مدظلہ
- مالک مختار نبی ﷺ — امام احمد رضا خان بریلوی علیہ الرحمۃ
- شرح حدائق بخشش رحیم — علامہ فیض احمد سی مدظلہ
- بزمِ اولیاء (ترجمہ رضویا حین) — امام یافعی علیہ الرحمۃ

رضوان اللہ علیہ

Ph : 7650440

Res : 7284500

7284243

☆ ۲۵۔ نشر روڈ، لاہور، پاکستان فون

”البریلویہ“ کا تحقیقی و تنقیدی جائزہ

اکابر اہلسنت کی نظر میں

تأیید علامہ محمد عبد الحکیم شرف قادری مدظلہ

○ زیر نظر کتاب نے ثابت کر دیا ہے کہ امام احمد رضا قدس سرہ پر جو الزامات لگاتے گئے ہیں وہ بالکل بے سرو پا اور غلط ہیں نیز چلتی پھرتی روایتوں اور افواہوں کا قلع قمع کر دیا گیا ہے۔

(علامہ تقدس علی خان رحمۃ اللہ تعالیٰ)

○ فاضل مصنف نے مولف البریلویہ کے کمر و فریب اور دجل کے تمام پردوں کو چاک اور علم و یقین کے نور سے شکوک و اوہام باطلہ کو نیست و نابود کر دیا۔

(غزالی زمان علامہ سید احمد سعید کاظمی رحمۃ اللہ تعالیٰ)

○ البریلویہ کے افتراء کا جواب بڑی ہی بُردباری، علمی متانت، عقلی سنجیدگی اور حوالوں کی پختگی کے ساتھ دیا گیا ہے۔ حقائق ہی حقائق ہیں جن کا اجالا پھیلتے ہی اندھیرا غائب اور معاند کی پُر تعصب کاوش و فکر و قلم خاک میں مل کر رہ گئی ہے۔

(علامہ محمد احمد صاحبی مدظلہ العالی)

○ آپ نے بڑی محنت کی اور تحقیق کا حق ادا کر دیا (پروفیسر ڈاکٹر محمد سعید احمد ام لے۔ پی۔ ایچ۔ ڈی)

○ فاضل مصنف نے البریلویہ کے تمام اعتراضات کی دھجیاں بکھر کر رکھ دی ہیں، انداز بیان دلکش، سنجیدہ اور مہذب۔

(ملک بشیر محمد اعوان مرحوم)

○ احسان الہی ظہیر کے الزامات کا عالمانہ اور فاضلانہ نشان سے بے سرو پا ہونا ثابت کیا اور مسکت جوابات دیئے۔

(علامہ عبدالحکیم خان اختر شاہجہا پوری علیہ الرحمۃ)

○ البریلویہ کے مولف کتنی کھلی کھلی بددیانتیوں کے مرکب ہوئے ہیں جو عالم دین تو کیا شریف انسان سے بھی متوقع نہیں ہوتیں۔ آپ کی کتاب نے اس کے فریب کا پردہ چاک کیا ہے

(پروفیسر محمد راشد کیڈٹ کالج حسن ابدال)

○ کتاب تحقیقی و تنقیدی جائزہ رسوائے زمانہ کتاب البریلویہ کا صحیح پوسٹ مارٹم اور پندرہویں صدی ہجری کا گر اندر علمی صحیفہ۔

(محمد نشاط بخش قصوری)

پاک و ہند میں اس دور کی مقبول ترین کتاب

دعوتِ مسک

پر

علامہ محمد صدیق تہزاروی قلم کا ایمان افروز تبصرہ

غور و فکر کے بعد کسی نتیجے پر پہنچنا اور راہِ حق، اختیار کرنا قرآنی تعلیمات کے عین مطابق ہی نہیں بلکہ ہر شخص پر لازم ہے کہ کسی بھی اختلافی صورت میں آنکھیں بند کر کے خاموش بیٹھنے کی بجائے خدا واد علم و دانش کے ذریعے راہِ حق کو پانے میں کوئی دقیقہ فرو گذاشت نہ کرے۔

ملتِ اسلامیہ اس وقت جس مذہبی و مسلکی انتشار اور فرقہ بندیوں کا شکار ہے اس سے ہر ذی شعور اور سنجیدہ انسان انتہائی درجہ کے کرب میں مبتلا ہے۔

کتاب ”دعوتِ فکر“ معروف قلم کار اور ممتاز عالم دین مولانا علامہ محمد منشا تابش قصوری کا وہ عظیم شاہکار اور مثبت کارنامہ ہے جس کے باعث موصوف نے پاک و ہند میں بسنے والے مسلمانوں کے درمیان جو مسلکی ناہمواری پائی جاتی ہے اس خلیج کو پلٹنے کی طرح ڈالی ہے اور مذہبی اختلاف کے سلسلہ میں بنیادی سبب و اسباب کا تجزیہ کیا ہے۔ خصوصاً علما اہل سنت و جماعت اور علما دیوبند کے اکابر کی تحریروں سے کتاب کو اس انداز سے مرتب کیا ہے کہ قاری بغیر کسی پریشانی کے از خود فیصلہ کر سکتا ہے کہ اختلاف کب، کیوں اور کیسے؟ رونما ہوا۔ اور اس کی اصل اور بنیاد کیلئے؟ اکابر دیوبند کی کتب کا نہایت تحقیقی اہم حوالہ قوم کیا گیا ہے جس سے ملک و ملت کا ہر فرد استفادہ کر سکتا ہے۔

”دعوتِ فکر“ پاک و ہند کے متعدد اداروں کی طرف سے مسلسل شائع ہو رہی ہے۔ اردو کے علاوہ اس کا عربی، ہندی اور انگریزی ترجمہ بھی شائع ہو چکا ہے۔ رضا دار الاشاعت لاہور اسے مقبول عام ساز پر نہایت خوبصورت انداز پر مارکیٹ میں لایا ہے جو صرف چالیس روپے میں ہر اچھے مکتبہ سے دستیاب ہے۔

لکھنے کا پتہ

رضا دار الاشاعت - ۲۵، نشر روڈ، لاہور (پاکستان)

Maktabah Mujaddidiyah

www.maktabah.org

This book has been digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org).

Maktabah Mujaddidiyah does not hold the copyrights of this book. All the copyrights are held by the copyright holders, as mentioned in the book.

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah, 2012

Files hosted at Internet Archive [www.archive.org]

We accept donations solely for the purpose of digitizing valuable and rare Islamic books and making them easily accessible through the Internet. If you like this cause and can afford to donate a little money, you can do so through Paypal. Send the money to ghaffari@maktabah.org, or go to the website and click the Donate link at the top.